

حیاتِ سعادت کے حالات زندگی

حالاتِ زندگی

مَلَقَبِ بَلَب

حیاتِ سعادت

نور

فی الدنیا فی الآخرة فی الدنیا فی الآخرة

مکتبہ نسیم سر اپ ختہ مراد آباد یو پی

حیات اسعد

تذکرہ: مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ قدس اللہ سرہ

سابق ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

خلیفہ مجاز

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

از قلم: مولانا نسیم احمد غازی مظاہری بجنوری مدظلہ

نوٹ: فہرست کتاب کے آخر میں دی گئی ہے

وَأَمَّا الَّذِينَ سَعِدُوا فَمِنَ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا

اور اہل سعادت تو ہمیشہ جنت میں رہیں گے

حجۃ الاسلام، امام الاعلام، شیخ الانام، راس المحررین، رئیس المتکلمین
سراج الفقہاء، تاج الادب، بار اسعد الملئ، مصلح الامۃ، علامۃ الفہام، آیت من بیات اللہ
سیدنا و مولانا الشاہ محمد اسعد علی راسہ قدس سرہ

خليفة الاجل و تلميذ الاناجل

بخدمۃ الملئ، حکیم الامت، امام العلماء، مقدم الکلمات، مولانا الشاہ
محمد اسعد علی راسہ قدس سرہ نور اللہ سرقدہ کاتذکرہ
نقلہ

حیات النعمان

مؤلف و مکتوب

حضرت مولانا نسیم احمد ضہا غازی مظاہری بجنوری دامت برکاتہم
ناشر

مکتبہ نسیم احمد ضہا غازی

سکراچی پتہ مراد آباد دیوبند

نام کتاب _____ حیات اسعد
 مؤلف _____ حضرت مولانا نسیم احمد ضاناغاری مطہری نڈلا
 ناشر _____ مکتبہ نسیمیہ سرائے پختہ مراد آباد
 صفحات _____ ۸۱۴ _____ سائز ۲۶ x ۲۰
 طبع اول _____ ایک ہزار (۱۰۰۰)
 سن طباعت _____ ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء
 مطبع _____ نفیس برقی پریس مراد آباد
 کاتب _____ (مولوی) نسیم الدین قاسمی مدرسہ عربیہ حیدریہ اہل سنت پورہ مراد آباد
 قیمت _____ R ۹/۹۹

ملنے کے لئے

- ۱۔ مکتبہ نسیمیہ سرائے پختہ مراد آباد۔ یوپی
 - ۲۔ حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب استاذ مطہر علوم سہارنپور
 - ۳۔ مکتبہ اشاعت اسلام دارالعلوم شاہ بہاول سہارنپور
 - ۴۔ مکتبہ صدیقیہ جامعہ عربیہ منصورہ ضلع بانہہ۔ یوپی
- علاوہ انہی دیوبند، دہلی، سہارنپور وغیرہ کے ہر ایسے کتب خانہ سے طلب فرمائیے

اعلان

دینی، تبلیغی، اصلاحی، ادبی، درسی، غیر درسی کتب شہ رج و دتوں، قاعدہ پارے قرآن مجید معرئی و مترجم بار عایت ہمارے مکتبہ سے خریدیے۔ ہمارے یہاں تاجروں کو معقول کمیشن، طلبہ کو خاص رعایت دی جاتی ہے معاملات کی ہمساری خاص نشان ہے۔ فرانشس کے ہمراہ چوتھائی رقم پیشگی بھیجا ضروری ہے اس کے بغیر قبضہ حکم نہیں سکے گی۔ فقط

ناظم مکتبہ نسیمیہ سرائے پختہ۔ مراد آباد یوپی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

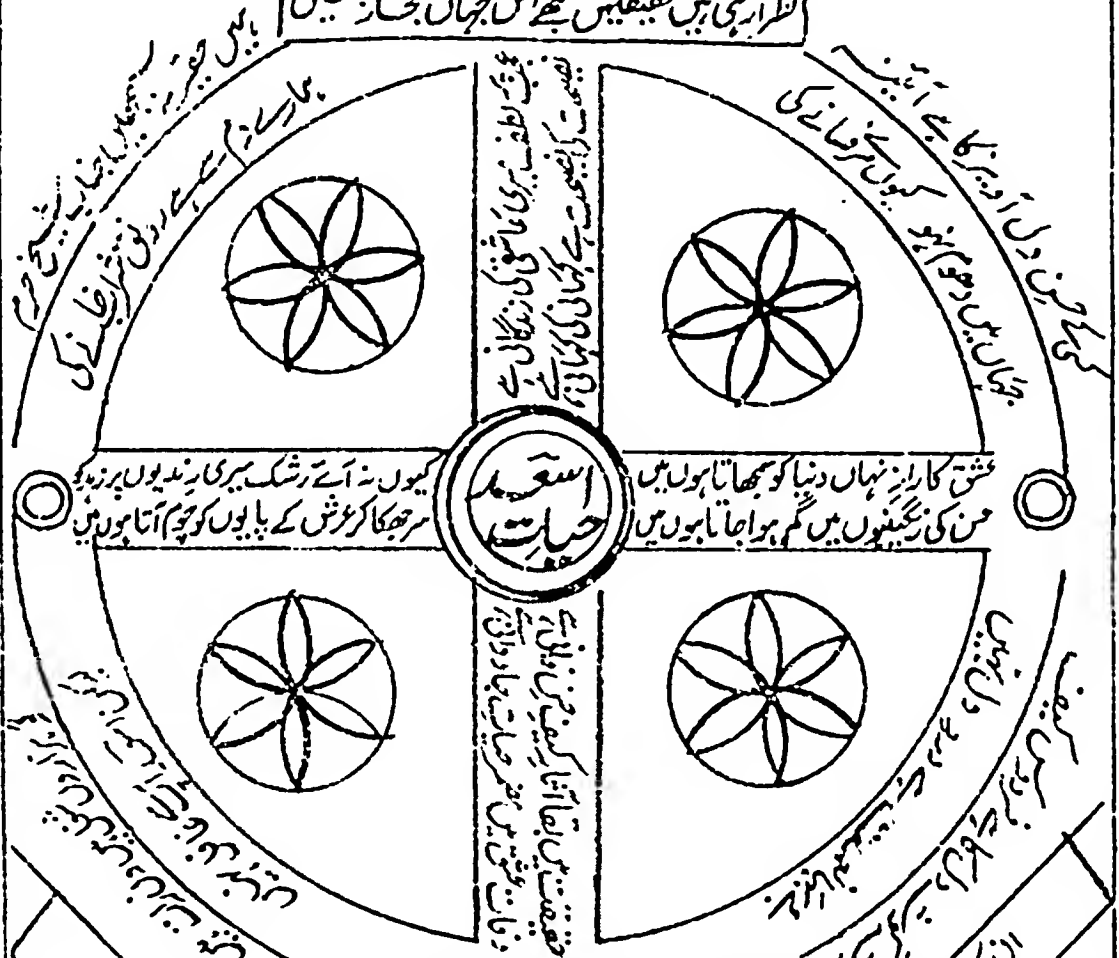
عُفَّان

ہیں وہ یوں غفلت و غفلت کا شکار ہیں جسے
ہرگز میں تصدیق طو لے سکتا ہوں

کسی نے غفلت کو ناز و نبیو میں سے وہ دل
پا کر کے دوزخ کی دہلیز نہیں ہے

اسعد بن ابی اسعد
اسعد بن ابی اسعد
ایک زشتہ ہے آدمی کیلئے

یہ نگاہ حضرت تھانوی کا اثر ہے اسعد بن ابی اسعد
نظر آ رہی ہیں حقیقتیں مجھے اس جہان بھار میں



آپ کے اشعار پڑھ کر اسعد رنگیں ہوا
مست ہو جاتا ہوں میں، مدح و شہس ہو جاتا ہوں میں

مؤلف

جن کا ہر نام پور ہوتا ہے
بھوکو دیا ہے صدق و جہت سے وہ دماغ

نہانی ہوں کہیں کہیں کہیں کہیں کہیں کہیں
غمازی غمازی غمازی غمازی غمازی غمازی

ان کو ہوتا ہے شوقِ علم و عمل
ہوتا نہیں ہے دین عشق و عقیف

تصویرِ اسعد

تسیر آن ہے مراد دل تو مر اسینہ ہے تفسیر
ہر نقطہ میں آیہ .. والبتسم کی تنویر
آسان مجھے ملکِ معانی کی ہے تسخیر
ہے بلبلی شیراز، یہاں مکیلی تصویر
موجِ عسرتی شرم کا حلقہ ہو گلو گلو گیر
جو خامہ قدرت نے کیا لوح پہ تحریر
سدرہ آواز کوئی ہوتی ہے زنجیر

باطل نہیں حق ہے جو کر دوں دعوایِ عرفاں
(از اخبار الصنادید ج ۲ ص ۱۲۶)

خالق نے بنایا ہے مجھے علمِ مجسم
والشمس کا نور ہر اک حرف سے روشن
کلک دو زباں ہاتھ میں تیغ دو زباں ہے
اکھولیں گے زباں خاکِ سخنداں مرے آگے
گز بحث کرے مجھ سے کبھی طوطی آمل
ہے نقشِ مرے صغیہ خاطر پہ ازل سے
ہوں قیدِ تعلق میں تعلق سے بری میں

تنویرِ اسعد

مثالِ دانہ بریاں ہے جانِ ناتواں میری
منازعِ زہد و تقویٰ کی شکستہ کشتیاں میری
کہ برسوں جو تیاں سیدھی کرے پیرِ معاں میری
کمر بستہ ہیں خدمت میں زمین و آسمان میری
سر پر آئے اعلیٰ بلوغت ہے زباں میری
علومِ عقلی و نقلی سے مملو داستان میری
تو شوخی و شرارت میں طبیعتِ جواں میری

دوستِ سنگ کی گندہ خضر اور غبراں میں
عزیزِ تلخ ز خوارِ طوفاں خیز عصیاں میں
وہ زہد پاک طہنت، قباہِ صفائی در واناں میں
وہ سر پر سایہ انگن ہے قدم پوی میں یہ مصروف
مرے کلک نصاحت پر مضامین ناز کرتے ہیں
مفاتیحِ عقولِ عشرہ عالم پہ میں فضا میں
اگر شیخ المشائخ ہوں تندرست و فضیلت میں

بہ فیضِ حضرت اسعد شمر اعجاز کے لائق
خزاں آباد عالم میں بہارِ خزاں میری

(حضرت داتا)

مقدمہ

الحق فیض دہ

حضرت مولانا محمد رضا دامت برکاتہم ابن (صنا سوانح) حضرت حجت الاسلام نوشہرہ

استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

حامداً و مصلياً و مسلماً ابعد کسی کتاب کا مقدمہ یا پیش لفظ اور تعارف عام طور پر ایسے صاحبِ قلم اور انشاز پر داز حضرات سے لکھوایا جاتا ہے۔ جو نہ صرف پختہ قلم و نگارش پر قادر ہوں بلکہ قارئین کے حلقوں میں متعارف بھی ہوں مگر "حیات اسعد" کے مؤلف نے میرے ہر خصوصیت سے غاری ہونے کے باوجود "مقدمہ نگاری" کیلئے مجھے منتخب فرمایا ہے۔ جہاں میرے لئے یہ بات باعثِ افتخار و عزت ہے وہیں مجھے اس بات کا بھی ڈر ہے کہ کتاب کے ساتھ یہ مقدمہ کہیں غمی میں ٹاٹ کا پیوند نہ کر کتاب کو بے زینت کر دے لیکن جنابِ مؤلف سلمہ کے مجھ پر احسانات ہیں اسلئے تعمیلِ حکم کے سوا چارہ کار نہیں ان کا اپنی زندگی میں حوادث میں اتنا گھرا رہا ہے کہ حوادث و سوانح سے گذر جانا عام طور پر انسان کا مزاج بن جاتا ہے۔ مگر اسکے بالکل برخلاف میرا حال یہ رہا ہے کہ کافی غریبی تک مجھے کسی ایسے حادثہ سے دوچار نہیں ہونا پڑا جو مجھ پر براہِ راست اثر انداز ہوتا۔ اسی لئے فطری جسمانی کمزوریوں کے باوجود میری فطری و طبعی جولانیوں میں کوئی انحصار نہ تھا۔ گو عمر کا تقاضا تھا کہ انتہائی وقار و سنجیدگی کا اظہار ہر حرکت و سکون سے ہو لیکن ایسے ٹھنڈے اور گھنے سایہ میں زندگی بسر کرنے کی وجہ سے جس نے حوادث کی ہر آنچ کو مجھ سے بہت دور رکھا تھا میں اپنے آپ کو ایک جوان و کم عمر اور ذرا کم ذمہ دار سمجھتا تھا اور اسی نسبت سے میری زندگی میں اس معیار کی سنجیدگی نہ تھی جتنی ہونا چاہیے تھی کہ اچانک ————— اچانک "اسلئے کہہ رہا ہوں کہ گوشتِ الہا سال سے ایک

عظیم خطرہ سر پر منڈا لار پاتا تھا۔ مگر بفضلِ خداوندی وہ ٹلوتا رہا۔ اسی لمحے میں اور سب
 وابستگانِ عقیدت شاید مطمئن تھے کہ اب تاویزِ حادثہ جائزہ پیش نہ آئے گا جس
 ہماری طمعتیں گہرائی اور کراتی ہیں لیکن اچانک اور بالکل اچانک ہماری طبعی آرزوؤں کے
 خلاف وہ روحِ فرسا حادثہ پیش آگیا جس نے ہماری زندگی کو زیر و زبر کر دیا، روح پر
 ایک سکتہ اور سناٹا طاری ہو گیا۔ اور بہت جلد جوانی بڑھاپے میں تبدیل ہو گئی۔
 یعنی ۱۹۴۹ء دوشنبہ کو میرے والد ماجد حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا
 الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے وصال فرمایا یہ میری زندگی کا وہ پہلا
 حادثہ اور سانحہ تھا جس نے براہِ راست مجھے اپنا متاثر کیا کہ بعض حضرات نے تعزیت فرماتے
 ہوئے کہا کہ ”آپ پر بڑھاپا دیر میں آیا مگر ایک دم آگیا“ بہر حال فطرت کے قوانین کے
 مطابق اس حادثہ جائزہ کے نتیجہ میں ہم جو گزرتا تھی گزر گئی۔

سوانح کی تخریکات :- حضرت دالاک دعات کے بعد ہی مریدین، متوسلین، اور
 وابستگان نے مجھ پر تقاضا شروع فرمایا کہ میں حضرت کی سوانح قلم بند کروں
 لیکن اپنی بے بضاعتی و کم علمی کے ساتھ ساتھ اپنی فطری کمزوری، سہل انگاری اور
 ذمہ داریوں سے گریز اور طبیعت کی بنا پر اور اس وجہ سے کہ حادثہ کے تاثرات نے
 میرے فوٹی کو مضحمل اور دل و دماغ کو معطل و مغلوب کر دیا تھا میں اس اہم کام سے
 معذرت ہی کرتا رہا، ایک مرتبہ حضرت کی زندگی ہی میں تعارف کے طور پر ایک مختصر
 اور کافی جامع مضمون لکھا تھا (جو زیرِ نظر کتاب ”حیاتِ اسعد“ کے اخیر میں بھی درج
 کر دیا گیا ہے) لیکن مجھے اسکی تفصیلات، وجہِ ترتیب کا علم نہیں تھا اور اس سلسلہ
 میں حضرت کی طرف سے ہماری کوئی حوصلہ افزائی نہیں ہوئی تھی اسلئے میں سوچتا تھا
 کہ اگر کام شروع بھی کر دیا جائے تو اسکی تفصیلات اور وجہِ ترتیب کہاں سے لائی
 جائیں گی جسکی سوانح وجود میں آسکے نیز میرا خیال تھا کہ حضرت کے متوسلین میں
 حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باتدوی مدظلہ العالی جو حضرت کے خلیفہ
 اجل ہیں اس کام کو جتنا بہتر طور پر انجام دے سکتے ہیں کوئی دوسرا انجام نہیں دے
 سکتا۔ انہوں نے کچھ لکھنا بھی شروع کیا تھا لیکن وہ لکھا ہوا مسودہ ان کے کسی
 سفر میں گم ہو گیا۔ پھر وہ سلسلے اسفارِ مشاغل کی کثرت اور گونا گوں ذمہ داریوں کی وجہ

اس کام کو شروع نہ کر سکے کچھ سہزادے کا انداز مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے وہ اس کام کی ذمہ داری مجھ پر ڈال کر سبکدوش ہو جانا چاہتے ہوں اور یہ سمجھ رہے ہوں کہ محمد اقصیٰ سے کہہ کر ہم نے تعلق و عقیدت کے حقوق ادا کر دیئے اور صبر مجھے یہ بات معلوم تھی کہ کتاب کے لکھ دینے سے زیادہ مشکل مرحلہ اسکی طباعت کا ہوتا ہے تو جب حضرت سے عقیدت و تعلق کا اظہار کرنے والوں میں قسیمی تعاون تک کی آمادگی بھی محسوس نہیں کی گئی تو طباعت کے مرحلہ میں وہ کس طرح تعاون کر سکتے ہیں۔ ان سب وجوہ کی بنا پر میری طبیعت ایسی مرجھائی ہوئی تھی کہ نہ میں خود لکھ سکتا تھا اور نہ کسی صاحب علم و قلم سے گزارش کی جا سکتی تھی۔ اسی تذبذب اور شش و پنج میں گرفتار تھا کہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت کے متعلقین میں سے فلاں صاحب ہیں جو عالم بھی ہیں اور تاجر بھی۔ شاید وہ تسوید و تہیض اور طباعت وغیرہ کے تمام مرحلوں سے باتسالی گزر سکیں گے۔ چنانچہ ان سے عرض کیا گیا۔ بابت تقریباً طے ہو گئی اور میرے پاس جو تعزیتی خطوط اور منظوم کلام یا مضامین موجود تھے وہ تمام متعلقہ کاغذات ان کے حوالہ کر دیئے گئے انہوں نے کام شروع بھی کیا لیکن انہوں نے جلد ہی کام بند کر دیا اور یا کسی کے سوا کوئی نتیجہ نہ نکل سکا۔

۲۹ جنوری ۱۹۸۵ء کو جناب محترم افتخار صاحب فریدی سہارنپور میرے پاس پہنچے اور ملاقات کے بعد یہ سوال کیا کہ ”حضرت کی سوانح کا کیا رہا“ میں نے جواب دیا کہ ”اس کا تو کوئی انتظام نہ ہو سکا“ انہوں نے فرمایا کہ مولانا نسیم احمد صاحب غازی منٹھاری استاذ دارالعلوم جامع الہمدیٰ مراد آباد کو حکم دیں وہ آپ کے حکم کو ٹالیں گے نہیں اور وہ اس کام کو بخوبی انجام دے سکتے ہیں میں نے اگلے ہی دن فریدی صاحب کی اس گفتگو کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا نسیم احمد صاحب غازی منٹھاری کو ایک عریضہ لکھا جو عثمان ذبحنا لیف کے تحت آئندہ ادراک میں بعینہ درج ہے، کہ اگر آپ حضرت کی سوانح لکھ دیں گے تو مجھ پر اور حضرت کے سب متوسلین پر آپ کا بڑا احسان ہو گا۔ میرے عریضہ کا جواب مولانا نسیم احمد صاحب اعلیٰٰن بخش اور امید افزا دیا۔ مجھے پہلے ہی سے توقع تھی کہ وہ یہ کام کریں گے اور اب تو یقین ہو گیا۔ چنانچہ خطوط اور تعزیتی مراسلات وغیرہ ان صاحب کے دلچسپ جنہوں کی سوانح کا کام شروع فرما کر بند کر دیا تھا اور مولانا موصوف کے پاس وہ تمام کاغذات کا پلندہ بھیج دیا گیا لیکن افسوس ہے کہ ان میں سے کئی اہم خطوط اور مضامین خدا جانے

کس طرح ضائع ہو گئے واللہ اعلم۔

خیر مختصر یہ ہے کہ مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری نے محض اللہ کے بھروسہ پر کم سے کم مواد پر انحصار کرتے ہوئے ایسے حالات میں کام شروع کیا کہ ان کو کسی سے کسی نوع کے تعاون کی قطعاً امید نہ تھی۔ انہوں نے معلومات حاصل کرنے اور مواد فراہم کرنے کے سلسلہ میں متعدد سفر رام پور، سہارنپور وغیرہ کے کیئے اور دیگر مختلف مقامات کے اسفار بھی تحقیق واقعات اور فراہمی معلومات کیلئے کیئے اور تلاش جستجو کے بعد ایسا مواد اور وہ ستور معلومات فراہم کر لیں جن کے جمع ہونے کی بظاہر توقع نہیں تھی۔

فخر اللہ خیر الحسن اور انہوں نے بہت جلد اطلاع کر دی کہ سوانح کے لکھنے کا کام شروع ہو کر اسکی معتد بہ مقدار ہو چکی ہے اور عنقریب انکی تکمیل کم از کم پانچ سو صفحات پر ہو جائیگی ان کے غم کی بلندی معلوم ہو کر کہ وہ بے سروسامانی کی حالت میں پانچ سو صفحات پر طویل کتاب لکھنا چاہتے ہیں۔ اس بلندی عزم سے میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور نہاں خانہ دماغ میں پوشیدہ جزئیات و تفصیلات سطح ذہن پر ظاہر ہونے لگیں اور دل چاہا کہ جتنا یاد آتا چلا جائے وہ قلم بند کرادوں۔ چنانچہ مولوی رئیس الدین صاحب کے کہا کر میں خود تو لکھنے پر قادر نہیں ہوں اگر آپ میری مدد کریں تو میں بولتا ہوں اور آپ لکھتے جائیں تو کچھ باتیں قلم بند ہو کر محفوظ ہو سکتی ہیں اور شاید مؤلف (رحمات اللہ علیہ) مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری کیلئے کچھ چیزیں معاون بھی بن جائیں۔ ان کے مدرسہ گنگوہ میں جمعہ کے بجائے سچر کے دن ہفتہ وار قیام ہوتی ہے اسلئے یہ نئے ہوا کردہ ہر صبح کی شام کو گنگوہ سے سہارنپور آیا کریں گے اور دونوں دن رات میں یہ کام کر لیا کریں گے اور سچر کو وہ واپس چلے جایا کریں گے۔ چنانچہ مختلف عنوانات مقرر کر کے ان کے تحت یادداشتوں کو قلم بند کیا گیا۔ کافی دنوں یہ سلسلہ چلا اور جو مواد فراہم ہوا وہ مراد آباد مؤلف سوانح کے پاس بھجوا گیا کہ وہ اسکی اپنے مطلب کی باتیں اخذ کر لیں اس کے علاوہ میں نے حضرت دالہ کے توسل میں سے بعض دوسرے حضرات سے بھی حضرت کے متعلق معلومات قلم بند کر کے بھیجنے کی درخواست کی جس میں سے صرف مولانا عبد القیوم صاحب اگرالہ سولت تو کمانے میرا عزیز بننے کے دوچار روز بعد ہی اپنے قبائل لکھکر بذریعہ جسطری میرے پاس بھیج دیئے۔ جو جناب مؤلف سلمہ کو پہنچا دیئے گئے

ادھر دیگر گوناگوں مصروفیات کے ساتھ ساتھ ایک سال میں مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری نے "حیات اسعد" کے مسودہ کو معین کردہ نشانہ رپانچ سو صفحات تک پہنچا دیا تھا پھر ان کی طبیعت ایسی خسران ہو گئی کہ ناسازی طبع میں تسلسل قائم ہو گیا مگر انہوں نے پھر بھی ہمت نہ ہاری اور ہمارے کاغذات میں سے مضامین مفیدہ کا انتخاب کیا اور ان کو کتاب میں شامل کرنے کیلئے اس سرسبز مسودہ کی ترتیب کا کام الحمد للہ جلد مکمل کر لیا۔ اور ان کا خط میرے پاس پہنچ گیا کہ "حیات اسعد" تقریباً مکمل ہو گئی ہے مسودات کو آکر دیکھ لیں اور مقدمہ کتاب بھی لکھ دیں۔ چنانچہ میں نے مراد آباد کا سفر کیا مسودات کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور اطمینان حاصل ہوا اور یہ اندازہ کر کے کہ کتاب مقرر نشانہ سے کافی بڑھ گئی ہے کہ اب رپانچ سو صفحات کے بجائے کم و بیش سات سو صفحات کا تخمینہ ہے، اور ابھی مؤلف کا خیال ہے کہ اس میں اضافہ کی کافی گنجائش ہے لیکن مشورہ کے بعد جو مقدار ہو چکی ہے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے اسکی طباعت کے مرحلہ کی طرف توجہ کرنا طے ہو گیا۔

ذکر مؤلف حیات اسعد اس مقام پر میں عزیز فاضل مؤلف حیات اسعد کے متعلق چند ایسے تعارفی کلمات لکھ دینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں اگرچہ ان کے تعارف کی حاجت نہیں، جو حقیقت پر مبنی ہوں۔

مؤلف حیات اسعد، مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری سائنس جواں عمر، جواں ہمت بلند حوصلہ، جید الاستعداد عالم باعمل، بہترین قادر الکلام مقرر، تحریر دان نشانہ میں بہت عمدہ باسلیقہ انشاء پر داز و مضمون نگار، کثیر النصاب مصنف، خصوصاً تفسیر و حدیث اور اسکے علاوہ دیگر کئی علوم کے کامیاب و مقبول مؤلف، حق گو، حق پروردہ، حق شنو، بیباک و شجاع ہونے کے علاوہ وہ ایک خوش فکر و بلند خیال اسلامی شاعر بھی ہیں۔ محامد اور انصاف کے علموں کا اندازہ انہیں پیش کرنے میں بڑا احسان ستھرا ذوق و سلیقہ رکھتے ہیں۔ ان کا یہ ذمی شان حال شاندار راضی کی عمدہ بنیادوں پر تعمیر ہوا ہے۔ انہوں نے ماوراء علم و فن جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں تقریباً پانچ سال (۱۳۴۲ تا ۱۳۴۷) نہایت سعادت مندی و ناموری سے گزاری ہے۔ وہ اپنی نعمتوں، کامیابیوں اور روز افزوں علمی و عملی ترقیات و خصوصیات کی وجہ سے اپنے اصحاب نسبت وار باب فضیلت و سبقت

کے منظور نظر بن کر ان کی نورانی توجہات سے مالا مال رہے، ہیں خصوصاً جامعہ مظاہر علوم
سہارنپور کے آفتاب و مہتاب قطب عالم حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب
شیخ الحدیث و مصلح دوراں، حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا الشاہ محمد اسد اللہ
صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی نورانی شعاعوں سے خوب کسب
فیض کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ ان کو ”یارِ ی“ یعنی دوست
کہہ کر پکارتے اور حضرت ناظم صاحبؒ اکثر ملاقاتوں کے وقت کَثَرُ اللہِ اَمَثَلُکُمْ
اللہ تعالیٰ آپ جیسے افراد بہت پیدا فرمائے، فرماتے تھے۔ مولانا سے موصوف جامعہ
مظاہر علوم سنہ ۱۳۷۷ھ میں فارغ التحصیل ہوئے ہیں اور اس آخری سال
میں انہوں نے امتحانات میں اپنی جماعت (دورہ حدیث) اور جامعہ مظاہر علوم کے تمام
طلبہ پر فوقیت و سبقت حاصل کی یعنی وہ سب اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوئے
اور دونوں قسم کے (اپنی جماعت میں اور تمام طلبہ میں اول نمبر آنے کے) انعامات
حاصل کئے جیسا کہ مظاہر علوم کی روداد سنہ ۱۳۷۷ھ میں مذکور ہے۔ ماشاء اللہ وہ
اپنے اساتذہ کرام کی نظروں میں ممتاز و منفرد رہے ہیں اور انہوں نے اپنی مسلسل
م سعی اور منتھک کوششوں سے نہ یہ کہ ان کے اعتماد کو بحال رکھا بلکہ اس میں ترقی کی
ان کے اساتذہ کرام نے ان کے مستقبل سے بھی اچھی توقعات وابستہ کیں اور مولانا نے
ان کا عملی ثبوت پیش کیا چنانچہ آج وہ درس و تدریس، دعوت و تبلیغ، تصنیف
و تالیف اور خطابت و نصاحت میں اپنا ایک خاص امتیازی مقام رکھتے ہیں۔

وہ ذاتی اور خاندانی اعتبار سے بھی بہت شریف و بلند حوصلہ انسان ہیں یہ ہی
وجہ ہے کہ وہ دوسروں کی نیک توقعات کو ٹھکراتے نہیں اس سلسلہ میں خواہ ان کو کتنا
ہی مجاہدہ کرنا پڑے چنانچہ انہوں نے میری درخواست کو اپنے اس قابل فخر رشتہ تلمذ
کا لحاظ رکھتے ہوئے جو صاحب سوانح حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے ہے قبول فرمایا
حالانکہ ان کی زندگی گونا گوں ذمہ داریوں کی حامل اور مختلف امور دینیہ و خدات
اسلام میں مصروف زندگی ہے تاہم میری درخواست کو انہوں نے رد نہیں کیا بلکہ پیشگی
یہ مژدہ سنا دیا کہ انشاء اللہ تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل عنقریب حضرت کی سوانح
پیش کر دوں گا اور ایک سال کے اندر اندر انہوں نے اس کا ثبوت کامل پیش فرمادیا

بلکہ مقرر نشانہ سے بڑھ کر ایسی طویل و بیط سوانح ہمارے سامنے پیش کر دی کہ جس کے مضامین شگفتہ و بے تکلف اور واقعات و حقائق پر مشتمل ہیں۔ طعن و طنز اور کسی کی تردید و دل آزاری یا توہین آمیز تقابل سے پاک و صاف ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ انکی اس کاوش و محنت کو قبول و مقبول فرما کر دارین میں اسکو انکی بلند یوں کا ذریعہ بنائے اور امت مسلمہ کو ان زریں معامات اور بے بہا جواہرات سے فائدہ اٹھانے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین

صاحب سوانح سے مولف کا روحانی تعلق

اسبقہ سطور میں مولف سلمہ کی صاحب سوانح سے نسبت و خصوصیت معلوم ہو چکی ہے اسی مضبوط روحانی ربط و تعلق کی وضاحت کیلئے چند سطریں اور بھی سپرد قلم کرتا ہوں۔ تاکہ فاضل مولف کی حضرت والارحمۃ اللہ علیہ کی سوانح سے بے مثالی دلچسپی اور گہری لگن پر مزید روشنی پڑ جائے۔ گو جناب مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری نے اس پر تجرک کی ہے کیوں کہ ان کا خیال یہ ہے اور ہم بھی اس خیال سے پورے طور پر متفق ہیں کہ۔

”ششم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم ... چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم۔ لیکن ردیائے صادقہ اور اچھے خوابوں کی اہمیت قرآن مقدس و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور ہمارا (اہل سنت کا) عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامتیں برحق ہوتی ہیں۔ اور کرامتوں کا تعلق صرف حیات ظاہری تک ہی محدود نہیں ہوتا۔ بلکہ وفات کے بعد بھی اولیاء اللہ کی کرامتیں مشاہدات کا تواتر حاصل کر چکی ہیں اور خصوصاً بھی اسپردالات کرتی ہیں۔ نیز ہمارے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جو ان حقائق کے منکر ہیں، اور وہ ان چیزوں کو ایک افسانہ سے زائد حیثیت نہیں دیتے۔“

بہر حال حضرت علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد مولانا نسیم احمد صاحب بعض علمائے ایسے مرثیہ کا مطالبہ کیا جو حضرت کے اوصاف و خصوصیات پر مشتمل ہو تو موصوف کو اسکی فکر ہوئی کہ اس بحر شریعت و معرفت کے کن کن موتیوں کو نظم کی لڑی میں پرو دیا جائے اور ان کے اوصاف کا احاطہ یا انتخاب کیسے کیا جائے اسی تردد و حیرانی کے عالم میں۔

رمضان ۱۳۹۹ھ میں کسی دن روزہ کی حالت میں انہوں نے حضرت والاؒ کو خواب میں دیکھا،

اور حضرت والاؒ نے مولاناؒ سے موصوف کو تین بڑے بڑے سادے کاغذات عطا فرمائے اور تشریف لے گئے آنکھ کھلی تو طبیعت پر غیر معمولی نشاط پایا اور برجستہ اشعار کی آمد شروع ہو گئی اور بڑے تین کاغذوں یعنی پورے چھ صفحات پر وہ اشعار پھیل گئے اس طرح انہوں نے یہ طویل نظم بہت تھوڑے وقت میں (گویا فی البدیہہ) سپرد قلم کر دی اسکے بعد خیال آیا کہ حضرت نے خواب میں تین کاغذ ہی مرحمت فرمائے تھے اور یہ کئی نظم بھی تین کاغذوں (۶ صفحات) پر جا کر تمام ہو گئی۔ اس طرح اس خواب حقیقت باب کی تعبیر بھی فوراً ظاہر ہو گئی۔ اس کو حضرت والاؒ کی کرامت اور روحانی توجہ کے سوا کیا کہا جاتا گویا محضر کی روحانیت نے اپنے چمکتے شاگرد کے تردد کو اس طرح رفع فرمایا کہ ہم یہ تین سادے کاغذات دے رہے ہیں ان پر اپنے خیالات کا اظہار کر دو اور ہمارے دنیا سے چلے آنے کے بعد بھی آپ ہماری روحانی توجہات سے فیضیاب ہیں۔

یہ نظم ”ذکر اسعد“ کے نام سے علیحدہ بھی شائع ہو چکی ہے اور زیرِ نظر کتاب۔
 ”حیات اسعد“ کے اخیر میں بھی وہ ایک سو چوبیس اشعار پر مشتمل طویل نظم درج کر دی گئی ہے۔

اس کے بعد جب وہ موقع آیا کہ سوانح کے مسئلہ میں ہر طرف سے مایوسی ہوئی اور مولاناؒ نے موصوف کے پاس عریضہ لکھ کر سوانح کی ترتیب کی درخواست کی گئی اور مولاناؒ نے موصوف نے اس کو کھلے دل سے جذبہ کامل کے ساتھ شرف قبولیت سے نوازا اور پوری آمادگی کے ساتھ ترتیب سوانح اور جلد تکمیل کی توقع دلائی اس وقت بھی اسی نوع کا واقعہ پیش آیا۔ مولاناؒ سے موصوف فرماتے ہیں کہ میں نے ذمہ داری تو قبول کر لی تھی لیکن مواد کے مہیا نہ ہونے اور تعاونِ متوسلین سے مایوسی کے علاوہ عذیم الغرضیٰ کی وجہ سے میں سخت تردد اور اس مسئلہ میں ذہنی پریشانی کا شکار تھا کہ حضرت والاؒ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ اور پھر طبیعت میں اب نشاط پیدا ہوا کہ قلم رواں دواں ہو گیا۔ اور اس بات کو میں نے برملا سب سے کہنا شروع کر دیا کہ حضرت والاؒ کی سوانح (حیات اسعد) بہت جلد با پنجو صفحات پر پیش کر رہا ہوں۔ اور میری طبیعت ایسی کھل گئی کہ تردد اور ذہنی پریشانی دور تک بھی نہ رہی اور میں ”حیات اسعد“ کو تیزی کے ساتھ ترتیب دینے لگا۔

نظاہر اس کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ”محمد اللہ“ کی درخواست کے ساتھ ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا حکم و منشار بھی یہی ہے کہ سوانح کی ترتیب و تالیف کا کام ان کے محبوب شاگرد و خادم مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری ہی انجام دیں گویا یہ سعادت انہیں کے نصیب میں لکھی ہوئی تھی۔ اسی لئے انہوں نے اسی نشاط و شوق سے ”حیات اسعد“ کی ترتیب کا اہم اور بڑا کام بہت تھوڑے دنوں میں انجام دے لیا جس طرح نظم مذکور — رذکر اسعد کو بے تکلف (فی البدیہہ) کہہ دیا تھا اور شاید مؤلف ”حیات اسعد“ کی ملاقات کے وقت جو بار بار حضرت والاؒ کی زبان فیض ترجمان پر جملہ کثر اللہ امثالکم جاری ہوتا تھا۔ وہ ان کے کشف کی ترجمانی تھی جسکی سربستہ حقیقت میں ان کی سوانح (حیات اسعد) کی تالیف و ترتیب بھی مضمر تھی واللہ اعلم الحمد للہ اس طرح فریدی صاحب کی ترکیب، مقدمہ نگار (محمد اللہ) کی درخواست اور حضرت والاؒ کا اشارہ منائی و منشام اور ان کی روحانی توجہات مل کر ایک خاص ہونہار اور لائق صاحب تسلیم فاضل پر متحد و متفق ہو گئیں۔ اور سب بڑھکر فاضل مؤلف مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری سلمہ کی توفیق خداوندی نے انتخاب کے ساتھ ہی دستگیری و مدد فرمائی۔ اس پر یہیں سب کو حق تعالیٰ شانہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

ابن سعادت بزورِ بازو نیست ۔۔۔ تانہ بخشد خدائے بخشنده

لیکن من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ، (جس نے انسانوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا) پر نظر

رکھتے ہوئے۔ میرا فرض ہے کہ میں اپنے محترم مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری سلمہ اللہ کا بصیم قلب شکر یہ ادا کروں کہ انہوں نے میری درخواست کو شرف قبول سے نواز کر مجھے عزت بخشی اور اپنی ہمہ نوع مشغولیتوں کے باوجود اس اہم اور مفید کام کو انجام دیا۔ اور حضرت والاؒ کے جملہ متوسلین و متعلقین کو بھی ان کا ممنون ہونا چاہیے کہ انہوں نے ایسے ایک فریضہ کو ادا کر دیا جسکی ذمہ داری ان سب پر عائد ہوتی تھی خیرہ اللہ فی الدنیا والاخرہ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مزید سعادتوں سے بہرہ اندوز فرمائے اور دین و دنیا کی صلاح و فلاح سے نوازے۔

اور محض اپنے فضل و کرم سے اپنے حبیب پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور نیک بندوں

کے صدقہ و طفیل میں میری بھی مغفرت فرمائے آمین یا رب العالمین۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ و اولیائہم اجمعین
برحمتک یا محمد حم المرحمین فقہ فقیر۔ محمد اللہ

برمکان برادر عزیز مولوی حکیم محمد فاروق آفاق صاحب محلہ بارہ دری
محمد علی روڈ مراد آباد

بقلم یکے از خدام حضرت والا۔ رئیس الدین مدرس مدرسہ شرف العلوم گنگوہ
نسلع سہارنپور ۱۹ رز ۲ ۱۳۰۶ھ دوم نیم مارچ ۱۹۸۳ء بروز شنبہ

~~~~~

## طلبہ، مدرسین اور واعظین کے لئے ایک علمی خزانہ

عزراۃ الافوار شرح اردو مشکوٰۃ الآثار، حل لغات، ترکیب نحوی، جامع تشریحات  
بیش بہا فوائد، عجیب لطائف، عمدہ نکات، فرق باطلہ کی تردید جیسے اہم مباحث پر مشتمل  
نہایت عمدہ شرح ہے۔ جس کے حسن کو سلیس و برجستہ زبان شمسۃ عبارت  
اور واضح بیان نے چار چاند لگا دیئے ہیں۔ یہ علمی و ادبی شاہکار شیخ التفیم  
والحدیث حضرت مولانا سید احمد صاحب غازی مظاہری دامت برکاتہم نے اکابر کے حکم اور  
اصاغر کی درخواست پر نہایت جانفشانی اور عرق ریزی کے ساتھ تالیف فرمایا۔  
اور بکھرے ہوئے بے بہا علمی موتیوں کو ادبی لڑی میں خداداد سلیقہ سے سجایا ہے۔  
جلد اول شائع ہو کر تقریباً ختم ہو چکی ہے۔ اب مکمل کتاب زیر کتابت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ  
زیور طبع سے آراستہ ہو کر عنقریب منظر عاکیں بر آ رہی ہے فقط

ناظم مکتبہ تسمیہ سکر ایجنٹ مراد آباد۔ یو پی

# نگار سرالائقی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ اِلَعْلٰی الْعِلَامِ ذِی الْمَجْدِ وَالْاَكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِی لَا تُرَامُ  
وَالصَّلٰوةُ الدَّائِمَةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَمَّاكُمُ النَّبِیْنَ وَوَسِیْدِ الْاَنْمَامِ  
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ الْبَرَّةِ الْکَلَامِ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَهُمْ بِالْاِحْسَانِ وَالْاِسْلَامِ  
وَعَلٰی سَائِرِ الصَّالِحِیْنَ وَعُلَمَآءِ الْاَدْعِلَامِ وَاٰلِ کُلِّ مِلٍّ اٰمُوْمِنِیْنَ بِرِفَآئِةٍ  
مَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَسْأَلَہُمُ السَّآیَکُوْنُ اِلٰی اَخِرِ الْاٰیَامِ اَمَّا بَعْدُ فَمَرْکُزِ عِلْمِ وَفُنُوْنِ  
مَادِرِ عِلْمِیْ جَامِعِہٖ نَظَامِہٖرِ عِلْمِ سِہَارِنِ پُورِ رِقَامِ شَدِہٖ یَمِ رَجَبِ الْمَرْجَبِ ۱۲۸۳ھ مطابق  
۱۹ نومبر ۱۸۶۶ء علوم نبویہ (علیٰ صاجہا) الف الف تجنیہ کی وہ ممتاز دمایہ ناز بلند درگاہ،  
منقول و معقول علوم و فنون کی وہ یکتا و بے مثل درگاہ اور صلاح و تقویٰ، تربیت و  
تزکیہ، اور ایقان و عرفان کی ایسی پرکیف و پرکشش عظیم الشان جلوہ گاہ ہے کہ بلا مبالغہ  
وہ اپنی گوناگوں خصوصیات و امتیازات میں بے مثل و بے مثل ہے۔

اس درگاہ نے سورج کی طرح نہایت خاموشی کے ساتھ اپنی جاوہ زاکر نوں سے پورے عالم کو جگمگ  
بنا دیا، بغیر کسی طمطراق و تزک و احتشام کے اس بحر علم و فن نے پوری ملت اسلامیہ کو سیراب کیا، اس گلستان  
محمدی کی پرکیف خوشبوؤں کو رحمت ربانی کے جھونکوں نے چہار دانگ عالم میں پھیلا کر پرستار ان توحید کے  
دیباغوں کو معطر کیا، اسکی شراب کہنہ کی سیتوں سے ارباب علم و فن کی دنیا نشا و سرور کے آغوش میں پہنچ گئی  
اس خاموش بحر فیض سے اہل سعادت کی ایک بڑی جماعت نے علوم و فنون، اخلاص و دلہست،  
شریعت و طریقت اور معرفت و حقیقت کا آب حیات پی کر اس عالم رنگے بو کو سیراب و فیضیاب  
کیا۔ اور الحمد للہ یہ ایک صدی کا قدیم و عالمگیر ادارہ آج بھی ابر رحمت کی طرح پورے عالم پر  
اپنے فیوض و برکات برسا رہا ہے۔

۱۲۸۱ھ فیوض و برکات کا تھا۔

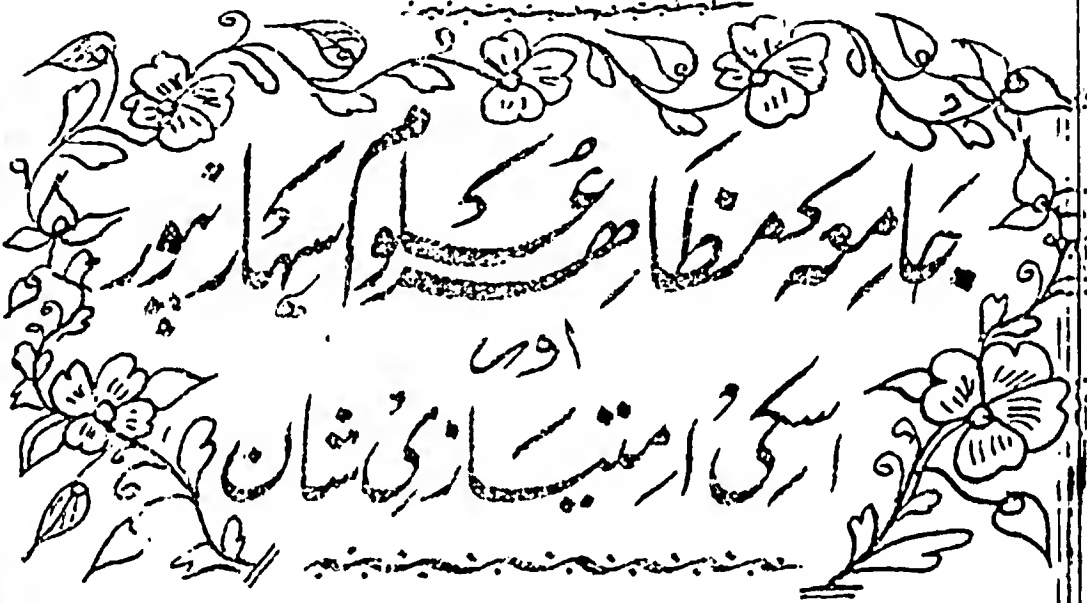
# جامعہ مظاہر علوم و دیگر مدارس کی قیام

تاریخ ہند سے واقفین حضرات کو بخوبی معلوم ہے کہ ۱۸۵۷ء میں  
 مغلیہ سلطنت کے زوال پذیر ہو جانے کے بعد جب انگریزی اقتدار و حکومت کا تسلط  
 ہندوستان پر ہوا تو مسلمانوں کی قوت و شوکت پائمال ہو گئی، اہل اسلام بیکس اور  
 بے شمار یتیموں کی طرح مضطرب و پریشان ہو کر رہ گئے، مذہب اسلام خطرہ میں پڑ گیا کہ  
 ہر طرف سے گمراہی و جہالت کے بادل اُٹھ اُٹھ آئے، عیسائی مشنریاں تبلیغی علم لے کر  
 میدان میں اُتر آئیں اور باشندگان ہند کے سروں پر زبردستی عیسائیت کو تھوپا  
 جانے لگا۔

ایسے تاریک ماحول اور سیاہ حالات میں علمائے حق کی دلی الٰہی جماعت سے کفن باندھ  
 کر اللہ کے بھروسے پر آگے بڑھی، اور عیسائیت کے بڑھتے ہوئے خطرناک طوفان کا  
 پوری ہمت و جرأت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ مسلسل تقریر و تحریروں، مناظروں اور  
 مباحثوں کے ذریعہ عیسائیت پر پیا پے حملے کیے، ایسی کاری فرمیں اور بھر پور چوٹیں  
 لگائیں کہ عیسائیت کو میدان چھوڑنا پڑا۔

حضرت اقدس مولانا قاضی محمد اسماعیل صاحب منگلوری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق  
 اس دور کے اکابر و مشائخ اور علمائے حقانی کے قلوب میں بالہام ربانی یہ تقاضا پیدا ہوا  
 کہ ہندوستان میں ایسے مردم ساز کارخانے قائم کیے جائیں جن میں حق آگاہ و حق محوش  
 مردان حق پیدا ہوں، ہر قسم کی گمراہی و بے دینی اور ضلالت و جہالت کے مقابلہ کیلئے اور  
 اسلام و مسلمین کی حفاظت کے لئے ایسے رجال مجاہدین وجود میں آئیں جن کا مقصد حیات  
 اَبَتْ صَلَواتِ وَ شَکَی وَ مَحَبَّاتِ وَ مَمَاتِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِینِ ہو وہ کارخانے یہی مدارس  
 دینیہ و مراکز اسلامیہ ہیں جو درحقیقت ایسی اسلامی چھاؤنیاں ہیں جہاں وہ خدائی فوج  
 ہر وقت ہر باطل پرستی و ضلالت کے مقابلہ کیلئے تیار رہتی اور تیار ہوتی ہے جو شعار اسلام  
 و دینی احکام کی حیات کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دینا اپنا فرض منصبی سمجھتی ہے۔  
 اس الہام ربانی کے موافق علمائے عارفین و مشائخ مسلمین نے اللہ کے توکل پر قدم

بڑے ادیب اور اسلام و مسلمین کی بقا و ابر و تقار کیلئے مدد ابس اسلامیتہ بفضل خداوندی  
وجود میں آنا شروع ہو گئے۔ اس سلسلۃ الذمیب کی ادلیں کوفیاں دارالاسلام دیوبند  
جامعہ مظاہر علوم سہارنپور و جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی سراد آباد میں جن سے اربابِ نقل و کمال  
واصحابِ علم و عرفان، علمائے راسخین و مشائخِ کاملین اور مجاہدین اسلام و دین کی ایک  
بڑی جماعت وجود میں آئی جس پر سے عالم رنگ و بو کو علم و عرفان کی خوشبوؤں سے  
خطر اور نوحی سے منور کر دیا۔ فالحمد للہ علی احسانہ



جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، علوم دینیہ کا ایک مدرسہ، علوم اسلامیہ کا ایک ادارہ، نقلی و عقلی  
علوم کا ایک عظیم مرکز، مسلک حق کا ایک عمدہ ترجمان، ایک خاص مکتب فکر کا استیجا محافظ،  
گلشن حق کو سرسبز رکھنے کیلئے ایک بہترین چشمہ فیض، امت مسلمہ کے بقا و دار تقار  
کیلئے ایک دریائے آب حیات، عالم انس و جن کیلئے ایک منبع رشد و ہدایت، تاریکیست  
ماحول میں ایک شمع علم و یقین، ضلالت و گمراہی کی اندھیروں میں ایک آفتاب عالم تاب اور  
بس در پر فتن میں حق تعالیٰ کی عظیم نعمت و عنوانِ خیر و برکت ہے۔

جامعہ مظاہر علوم سیاسی بچھڑوں، رواجی ہنگامہ آرایوں، مردوخ تابشوں، خاموشوں  
درموقیانہ جوش و خروش سے ہٹ کر ایک نہایت خلدھانہ، پرسکون، باوقار، پرتمانت  
اور ایسی خاموش تحریک ہے جو اسلاف کے نشاناتِ قدم پر پیہم رواں دواں ہے۔

جس میں سنت کی پیروی، ہمتیابہ کی جہاں شماری، اکابر کی سادگی، ذکر و فکر کی ہم آنجکی  
نصوف و سلوک کی رنگ آمیزی، محبت و ایثار کا حسن، صبر و فطانت کے انوار، توکم  
و اعتماد کی برکات موجود ہیں۔

**جامعہ مظاہر علوم کی بنیاد اور اسکے بانی** | حضرت سید احمد بریلوی کے  
رفیق خاص سید الطائفہ حضرت

حاجی انداد اللہ خان صاحب کی اور جتھے الاسلام قاسم العالی و الخیرات حضرت مولانا نانوتوی  
استاذ الاساتذہ امام العلماء تاج الفقہاء، مجاہد دوراں ملقب بہ فقیہ سہارنپور حضرت  
مولانا سوادت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہ نے ۱۲۸۳ھ میں یہ پودا لگایا  
اور علمائے ربانیین فقہائے راسخین، عرفائے عالمین، اولیائے کاملین اور جلیل القدر  
رباعظمت و شوکت ہستیوں نے سر پرستی و نگرانی اور آبیاری فرما کر اس ننھے پتے پر  
کو پر دان چڑھایا اور اسکو ایک اباہمہ گیر و عظیم البرکت شجرہ طوبی بنا دیا کہ پورے عالم میں  
اسکی بابرکت شاخیں پھیل گئیں۔

علم و فضل کے آفتاب و مہتاب، مجد دین و اغواث و اقطاب نے اپنے اخلاص و اللہیت  
ایمان و یقین، علوم و معارف، معرفت و خشیت، رسوخ فی العلم اور اپنی خیراداد  
عبقری صلاحیتوں سے آبیاری فرما کر جمہوریت و مقبولیت کی راہوں سے انکو عروج  
و ارتقاء کی بلند منزلوں تک پہنچا دیا ہے۔

اگر اس ہدایت و معرفت اور علوم نبوت کے لہلہانے ہوئے شاداب گلستان کے باغبان  
(ارباب انتظام و انصرام) علوم و معرفت، فقہات، و ثقافت اور فطانت و ذکاوت  
کے امام اور شریعت و طریقت کے رہنمائے عالی مقام رہے ہیں تو اس معطر بار  
محمدی کے خدمت نگار و استاذ با وقار بھی اخلاص و اللہیت، تقویٰ و طہارت، زہد  
فطانت، صبر و عبادت، اور اخلاق و سیرت میں یکتا، آسمان و ولایت کے مہر و ماہ  
درخشان و بخوم تاباں رہے ہیں۔ فاطمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ



# اساطین کا جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

اساطین سے ہماری مراد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے حضرات کس پرستان،  
رہا باب انتظام اور اساتذہ عالیہ مقام ہیں۔ یہ اُن حضرات کرام کے تفصیلی تذکرہ و تعارف  
بالمقام نہیں۔ البتہ ان محبین کا اجمالی تذکرہ ہم اسلئے ضروری سمجھتے ہیں کہ ان حضرات  
کی مساعی جلیلہ و توجہات جلیلہ کی برکت سے ہم کو ایسے اساتذہ و سرسین نصیب ہوئے  
جنکی تعلیم و تربیت نے ہم پر منزل مقصود کی راہیں روشن کیں۔ دوسرے اسلئے بھی  
ان کا تعارفی تذکرہ اہمیت کا حامل ہے کہ ہماری سابقہ تحریر کو ناواقفین محض محققانہ  
بہانہ آرائی پر محمول نہ کریں۔ بلکہ حقائق کو حقیقت میں لگا ہوں سے دیکھیں۔

## ع۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب

۱۔ حضرت مولانا مفتی سعادت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور  
برقیہ خاص حضرت سید احمد شہید بریادی نور اللہ مرقدہ سلم الثبوت۔ فقیہ، مآقب بہ فقیہہ  
سہارنپور تھے۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپور تھے، سید الطائفہ حضرت حاجی  
امداد اللہ صاحب مہاجر مکی، حمۃ الاسلام حضرت مولانا محمد تاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم  
دیوبند، محدث کبیر حضرت مولانا غلیل احمد صاحب، مہدی اعظم حضرت مولانا غنایت الہی صاحب  
حضرت مولانا قمر الدین صاحب اور حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب انہوی رحمہم اللہ  
دیگر اکابر کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ (متوفی ۱۲۸۶ھ)

۲۔ حضرت قاضی فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت فقیہہ سہارنپور کے رفیق  
خاص بانی و ہتھم ثانی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، نماز بیوت حضرت حافظ محمد رضا من جانا  
شہید و مجاز بیعت اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی و ہتھم جامع مسجد  
سہارنپور، قاضی شہر سہارنپور۔ اور ترسیل نظم سہارنپور ہونے کے باوجود نہایت  
عابد و زاہد مشک المزاج اور اپنے دور کے اولیائے کاملین میں سے تھے آپ حضرت فقیہہ سہارنپور  
کی وفات کے بعد ۱۲۸۶ھ سے ۱۲۹۰ھ تک جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے ہتھم رہے



اس سے قبل نائب مستم تھے۔ ۱۲۹۱ھ میں حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپور کلکتہ سے سہارنپور تشریف لے آئے تو ان کو شریک انتظام کر دیا گیا ۱۲۹۴ھ میں حضرت محدث سہارنپوری کا وصال ہو گیا تو پھر عہدہ انتظام پر تنہا قاضی صاحب رہ گئے اسلئے مندرجہ ذیل حضرات کی ایک کمیٹی ان کی معاذرت کیلئے تشکیل دی گئی۔

- (۱) حضرت شیخ الہندؒ کے والد محترم حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبند
- م ۱۲۲۲ھ (۲) حضرت مولانا فیض الحسن صاحب ادیب سہارنپوری بھارت بیعت حضرت حاجی صاحب م ۱۳۰۲ھ (۳) حضرت مولانا نجف علی صاحب سہارنپوری م ۱۳۱۳ھ
- (۴) حضرت مولانا محمد حسن صاحب نانوتوی م ۱۳۱۲ھ (۵) حضرت مولانا خلیل الرحمن صاحب ابن محدث سہارنپوری م ۱۳۵۲ھ حضرت قاضی صاحب ۱۵ ارشوال ۱۳۲۶ھ شہنہ کو بونا بخارہ وفات پائی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۳) حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری علوم سے فراغت کے بعد دہلی میں مطبع احمدی قائم فرما کر کتب حدیث کی طباعت و اشاعت کی اور انکی تصحیح و حواشی میں بڑی محنت و کاوش فرمائی ۱۸۵۴ھ میں مطبع احمدی کو سخت نقصان پہنچا تو مطبع کو میرٹھ منتقل فرمایا، پھر کلکتہ جا کر تجارت کی۔

جامعہ مظاہر علوم میں ۱۲۹۱ھ سے ۱۲۹۴ھ تک قیام رہا لیکن آپ روزِ ادا ہی سے مدرسہ کیلئے پورنی جدوجہد کرتے رہے۔ بہت سی کتب مدرسہ کو عنایت فرمائیں۔ مدرسہ قدیم کی مسجد و مدرسہ کی تعمیر وغیرہ میں کثیر رقم ہتیا فرمائی۔ آپ کے ممتاز شاگرد حضرت مولانا مفتی سادات علی صاحب بانی اول جامعہ مظاہر علوم سہارنپور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی اور حضرت مولانا مفتی الہی بخش صاحب کانڈھلوی رفیوہ نماں حضرت سید احمد شہید بریلوی وغیرہم ہیں۔ اور مشہور تلامذہ میں سے (۱) اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرکتی و سید طاہر اکابر دیوبند (۲) حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند (۳) حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اولیں شیخ الحدیث و مدرسہ مدرس دارالعلوم دیوبند (۴) حضرت مولانا محمد علی مونگیری بانی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (۵) حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب بھلواری مورث و معین خاص ندوۃ العلماء لکھنؤ (۶) حضرت مولانا محمد حسن صاحب نانوتوی برادر خواجہ

حضرت مولانا محمد مظہر صاحبؒ بانی جامعہ مظاہر علوم (۷)، حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحبؒ ٹوکی (۸)، حضرت مولانا سراج الحق بن مولانا عبدالحق ڈیوبندی مجاز بیعت حضرت گنگوہیؒ (۹)، حضرت مولانا شاہ ابوالحسن صاحبؒ سہارنپوریؒ خلیفہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ راہپوریؒ و خطیب و مہتمم جامع مسجد سہارنپور و استاد مظاہر علوم سہارنپور حضرت تھانویؒ آپ کے بہت معتقد تھے (۱۰)، حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحبؒ سلطانپوریؒ مجاز بیعت حضرت گنگوہیؒ صاحبؒ تصانیف (۱۱)، حضرت مولانا حافظ سید جمال حسین صاحبؒ بہاریؒ وغیرہم رحمہم اللہ

دارالعلوم دیوبند کی مشہور عمارت فودرہ کاسنگ بنیاد بھی حضرت محدث سہارنپوریؒ نے رکھا تھا۔ چنانچہ رواداد دارالعلوم دیوبند باب۲۹۲ ص ۱۷۲ میں ہے کہ:

”اول پتھر بنیاد کا جناب مولانا احمد علی صاحبؒ اپنے دست مبارک سے رکھا اور بعد میں جناب مولانا مولوی محمد قاسم صاحبؒ و مولانا رشید احمد صاحبؒ اور مولانا مولوی محمد مظہر صاحبؒ نے ایک ایک اینٹ رکھی (ماہنامہ برہان دہلی ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ)

حضرت محدث سہارنپوریؒ کا دصال ۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۶ھ م ۱۷ اپریل ۱۸۸۰ء شنبہ کو ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۱۲) حضرت مولانا محمد مظہر صاحبؒ نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ محمد مظہر آپ کا تاریخی نام ہے ولادت ۱۲۴۶ھ میں ہوئی آپ کے اساتذہ میں آپ کے والد خرم حافظ لطف علیؒ، حضرت مولانا ملوک العلی صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی صدر الدین خان صاحبؒ، حضرت مولانا رشید الدین خاں صاحبؒ محدث دہلویؒ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحبؒ اور حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ محدث سہارنپوریؒ ہیں۔ آپ کا جہادین جنگ آزادی میں شمار ہے شمالی کے مشہور جہاد میں اکابر کے ساتھ آپ بھی شریک تھے اسی جہاد میں آپ کے پیر میں گولی لگی تھی۔ اور یہ ہوش ہو گئے تھے اسی بے ہوشی کے عالم میں جنت کی حور نے آپ کے منہ کو جنتی شربت کا گلاس لگایا جسکی لذت زندگی بھر محسوس فرماتے رہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے محبوب اور خلیفہ تھے اور حضرت گنگوہیؒ سے گو عمر میں بڑے تھے۔ مگر حضرت گنگوہیؒ سے بھی آپ کو اجازت بیعت حاصل تھی۔

آپ کا جامعہ مظاہر علوم کے بانیوں میں شمار ہے آپ جامعہ مظاہر علوم کے صدر الصدور و مدرس اعلیٰ

اور محدث اعظم مفتی ۳۸۳ھ سے وفات تک جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں تشریف فرما رہے۔ ۲۴ رزی الحجہ ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۵ء بمطابق ۱۸ اکتوبر ۱۸۸۵ء کو وفات پائی۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں چند یہ ہیں۔

(۱) حضرت مولانا امیر بازاں صاحب سہارنپور ۲۵۵ھ، حضرت مولانا راغب اللہ صاحب پانی پتی ۲۵۷ھ، حضرت مولانا مفتی شاہ دین لدھیانوی ۲۵۸ھ (۴) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند (۵) حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی ۲۵۹ھ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند (۶) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپور ۲۶۰ھ (۷) حضرت مولانا فخر الدین صاحب گنگوہی وغیرہم رحمہم اللہ۔ آپ کے بھی دارالعلوم دیوبند کے نوادرہ کی بنیاد رکھی تھی جیسا کہ ان پر مذکور ہوا۔

(۵) حضرت حاجی حافظ شیخ محمد فضل حق صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ امانت و تقویٰ میں مشہور علماء حق کے عاشق زار حضرت مولانا محمد مظہر صاحب و حضرت مولانا مفتی غایت اللہ صاحب مہتمم مدرسہ کے معین و دست راست جامعہ مظاہر علوم کے امین و خازن تھے۔ مدرسہ مجلہ قاضی سے موجودہ مقام پر انہیں کی مسماعی سے منتقل ہوا۔ اپنی معتد بہ جائداد آپ کا کثیر سرمایہ بھی مدرسہ پر خرچ کیا اور فراہمی بھی کی۔ آخر ماہ صفر ۱۳۰۲ھ میں وصال ہوا رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۶) حضرت مولانا فیض الحسن صاحب ادیب رحمۃ اللہ علیہ آپ رکن منظمہ و متفق جامعہ مظاہر علوم سہارنپور تھے آپ عالم عجیب، ادیب اریب، فقیہہ لیب محدث اجمل، مفسر اجل، فاضل افضل، صاحب تصانیف کثیرہ اور مجاز بیعت حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی تھے (۱۳۰۲ھ)

(۷) حضرت مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی برادر خورد حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی و مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب مجددی نقشبندی مہاجر مدنی و رکن منظمہ مدرسہ و تلمیذ رشید محدث سہارنپور ۲۶۱ھ و حضرت مولانا مملوک العالی صاحب و شاہ عبدالغنی صاحب محدث مذکور و صاحب تصانیف کثیرہ آخر رمضان ۱۳۱۲ھ مدفون قبرستان قاسمی دیوبند۔

(۸) حضرت مولانا ابوالحسن صاحب سہارنپور ۲۶۲ھ مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب

دلایلی سہارنپوری خلیفہ و مستقیم جامع مسجد سہارنپور و استاد و رکن مدرسہ ہذا  
(۹) اما کرتبانی قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی خلیفہ اجل حضرت حاجی  
امداد اللہ صاحب نہا جرمکی سرپرست و نگران مدرسہ ہذا تادمت حیات -

(۱۰) حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری مجاز بیعت حضرت شاہ عبدالرحیم  
صاحب دلایلی سہارنپوری و حضرت گنگوہی سرپرست مدرسہ ہذا از ۱۳۲۰ھ  
تا ۱۳۳۴ھ (۱۱) محمد الملت، حکیم لائمت حضرت اقدس مولانا شمس علی صاحب

نقانوٹی سرپرست مدرسہ ہذا از ۱۳۲۰ھ تا ۱۳۶۲ھ (۱۲) شیخ الہند حضرت مولانا  
نمود الحسن صاحب دیوبندی سرپرست مدرسہ ہذا از ۱۳۲۰ھ تا ۱۳۳۹ھ حضرت اقدس

مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری مجاز بیعت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب  
نہا جرمکی و قطب عالم محدث گنگوہی سرپرست مدرسہ ہذا از ۱۳۳۶ھ تا ۱۳۴۷ھ

(۱۳) حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ  
عبدالرحیم صاحب رائے پوری سرپرست مدرسہ ہذا از ۱۳۴۴ھ تا ۱۳۸۴ھ

(۱۴) حضرت مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی مجاز بیعت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب

محدث سہارنپوری سرپرست مدرسہ ہذا از ۱۳۴۴ھ تا ۱۳۶۰ھ (۱۵) حضرت اقدس

مولانا شاہ محمد الیاس صاحب دہلوی مجاز بیعت حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب

محدث سہارنپوری نہا جرمکی سرپرست مدرسہ ہذا از ۱۳۵۰ھ تا ۱۳۶۳ھ

(۱۶) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب گمنقلوی مظللہ مجاز بیعت حضرت رائے پوری

سرپرست مدرسہ ہذا از ۱۳۵۱ھ تا ۱۳۶۶ھ (۱۷) عالیجناب میر آل علی صاحب

مجاز بیعت حضرت رائے پوری سرپرست مدرسہ ہذا از ۱۳۶۰ھ تا ۱۳۸۴ھ

(۱۸) حضرت مولانا حکیم محمد الیوب صاحب مظللہ مجاز بیعت حضرت اقدس مولانا شاہ محمد

اسد اللہ صاحب رحمہ اللہ سرپرست مدرسہ ہذا از ۱۳۶۱ھ تا ۱۴۰۲ھ (۱۹) حضرت

اقدس مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث جاموہ نظام العلوم مجاز بیعت حضرت اقدس

مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نہا جرمکی سرپرست مدرسہ ہذا

از ۱۳۶۴ھ تا ۱۳۸۴ھ (۲۰) امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کانڈھلوی

مجاز بیعت حضرت اقدس مولانا شاہ محمد الیاس صاحب استاد و سرپرست مدرسہ ہذا

از ۱۳۸۲ تا ۱۳۸۴ (۲۲) حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مجاز بیعت حضرت  
 مولانا شاہ محمد الیاس صاحب سرپرست مدرسہ ہذا از ۱۳۸۶ تا حال  
 (۲۳) مفتی اعظم حضرت مولانا محمود الحسن صاحب گنگوہی مجاز بیعت حضرت شیخ سہارنپوری  
 استاذ و مفتی سابق سرپرست مدرسہ ہذا از ۱۳۸۶ تا حال ر ۲۲ علیہ العبد  
 حاجی عبدالحکیم صاحب مراد آبادی مجاز بیعت حضرت شیخ الحدیث صاحب سرپرست مدرسہ ہذا  
 از ۱۳۹۰ تا حال ۱۳۸۸ (۲۵) حضرت مولانا سخاوت اللہ صاحب اینٹھوی مجاز  
 بیعت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی اولیں استاذ مدرسہ ہذا (۲۶) حضرت  
 مولانا احمد حسن صاحب کاپورٹی مجاز بیعت حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی استاذ  
 حدیث مدرسہ ہذا (۲۷) حضرت مولانا حافظ قاری قمر الدین صاحب مجاز بیعت حضرت  
 اقدس سہارنپوری استاذ شعبہ حفظ و تجوید (۲۸) حضرت مولانا امیر باز خاں صاحب  
 سہارنپوری مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری استاذ مدرسہ ہذا  
 (۲۹) حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب استاذ و شیخ الحدیث و ناظم اعلیٰ جامعہ  
 مظاہر علیم و مجاز بیعت قطب عالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث (۳۰)  
 حضرت مولانا محمد مکی صاحب کاندھلوی والدہ ماجد حضرت شیخ الحدیث و مجاز بیعت  
 حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری استاذ مدرسہ ہذا (۳۱)  
 حضرت مولانا ظفر احمد صاحب شیخ الاسلام پاکستان بنز بیعت حضرت تقانوی و حضرت  
 سہارنپوری استاذ مدرسہ ہذا (۳۲) حضرت مولانا مفتی اشفاق الرحمن صاحب  
 کاندھلوی مجاز صحبت حضرت اقدس تقانوی استاذ و مفتی جامعہ ہذا (۳۳) حضرت العلام  
 مولانا عبدالرحمن صاحب کمال پوری مجاز بیعت حضرت تقانوی صدر مدرس مدرسہ ہذا  
 (۳۴) حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب بارہ نیکوئی مجاز بیعت حضرت اقدس شاہ  
 محمد یاسین صاحب مگنپوری و مجاز صحبت حضرت تقانوی استاذ مدرسہ ہذا (۳۵)  
 حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرپھی مہاجر مدنی مجاز حضرت مولانا قاری شاہ محمد اسحاق  
 صاحب استاذ جامعہ ہذا (۳۶) حضرت مولانا شاہ سید ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی  
 مجاز بیعت حضرت اقدس مولانا تقانوی استاذ سابق جامعہ ہذا (۳۷) حضرت مولانا  
 عبدالحکیم صاحب جوہر پوری مجاز بیعت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب و حضرت شیخ الحدیث

استاذ و رکن مدرسہ ہذا (۳۸) حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب کمرہ لوی<sup>۲</sup> مجاز بیعت  
 حضرت نقانوی<sup>۲</sup> و مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب استاذ مدرسہ  
 ہذا (۳۹) حضرت مولانا عیوب التجار صاحب مجاز بیعت حضرت شیخ الحدیث صاحب  
 استاذ سابق مدرسہ و حال شیخ الحدیث مدرسہ ہی مراد آباد (۴۰)

اسعد الملک حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب رام پور بی بی خلیفہ ارشد  
 حضرت اقدس مولانا نقانوی<sup>۲</sup> استاذ حدیث و ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور  
 (۴۱) حضرت مولانا جمیل الرحمن صاحب امر دہوی مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ  
 صاحب استاذ و ناظم مدرسہ خلیفہ شاخ مظاہر علوم سہارنپور (۴۲) حضرت  
 اقدس مولانا شاہ مفتی مظہر حسین صاحب نزلہ العالیٰ مجاز بیعت حضرت اقدس  
 مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب استاذ حدیث و مفتی اعظم و ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور  
 (۴۳) حضرت مولانا محمد یونس صاحب مجاز بیعت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب و حضرت اقدس  
 مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب جامعہ مظاہر علوم سہارنپور (۴۴) حضرت مولانا  
 محمد عاقل صاحب مجاز بیعت حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب  
 صدر مدرس جامعہ مظاہر علوم سہارنپور و غیر ہم رضی اللہ عنہم و عنابوسیلنظم و  
 ارفضانا دار فناء ہم (مختصر از علمائے مظاہر علوم) ۵

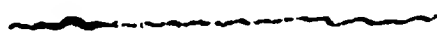
اُولَٰئِكَ اَنْبَاۤئُ نَجَاتٍ بِمَثَلِهِمْ ۝ ۱۰ اجمعتنا باجریدہ جامع  
 اس مذکورہ فہرست میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے وہ خاص خاص حضرات  
 بانیین و سرپرستان، مشائخ اور اساتذ کرام ہیں جو سب کے سب حقانیت  
 دار باب فیض حضرات ہیں۔ اور علوم و فنون میں ماہر و اہل فضل و کمال ہیں یوں تو  
 اگر اصحاب نسبت دار باب کمال کا احاطہ کیا جائے اور ان کے متعلق تفصیلات لکھی  
 جائیں تو اسکے لئے ایک طویل دفتر کی ضرورت ہوگی اگر اس باب کی ایک جھلک دیکھنی  
 ہو تو شمار سچ مظاہر، اور علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات کا مطالعہ  
 کیا جائے۔ ہم نے یہاں چند شاہیر کے اسمائے گرامی بطور سبہراک و استدلال  
 ذکر کر دیئے ہیں۔ تاکہ ہمارے سابقہ تحریروں کو کوئی ناواقف کورانہ عقیدت و

مبالغہ آرائی پر محمول نہ کرے۔

انہیں پُر انوار و با عظمت بائین، صاحب صلاح و تقویٰ منتظین، عساکر ثانیین

و اساتذہ کالمین کے فیضِ صحبت، مخلصانہ محنت اور انوار و برکات بے نہایت سے یہ منظرِ علومِ نبوت و مطّلع انوار و ولایت بحاموہ مظاہرِ علوم سہارنپور الحمد للہ اپنے یومِ تاسیس سے آج تک تسلیم و تربیت کا بے مثال گہوارہ، یکتا بقعہ نور اور تجلیاتِ ربّانی کا طور بنا ہوا ہے۔ اس زہد و انقار، صبر و رضا، تعمیل و تسلیم اور اخلاص و للہیت کے تابناک ماحول میں آسمانِ علم و عرفان کے نورانی بادل اس سدا بہار گلستاں پر سسل برستے اور علومِ نبویہ کے میکران سمندر اپنے اپنے آبِ حیات سے ہمیشہ اس کو سیراب و شاداب کرتے رہے ہیں اسی لئے اس گلشنِ محمدی کی پُر کیف و خوش آئند بہاروں نے عالمِ رنگ و بو کے ہر ایک گوشہ کو معطر و خوشبودار بنا دیا ہے اس نورانی و عالیشان درس گاہ سے ہزار ہا ایسے پُر انوار و نادر روزگار افراد وجود میں آئے ہیں جو درس و تدریس، تسلیم و تلقین، اصلاح و تربیت، تصنیف و تالیف، دعوت و تبلیغ، امامت و خطابت، تصوّف و طریقت، مناظرہ و مجاہدہ، تردیدِ کفر و ضلالت اور اشاعتِ حق و صداقت وغیرہ کے تمام اہم میدانوں میں مدہ شاہکار و لائق شہسوار ثابت ہوئے اور الحمد للہ جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور کی آغوشِ تربیت کے پروردہ فائق و لائق فرزند کسی بھی میدان میں ہرگز کبھی ناکام و نامراد نہیں رہے بلکہ ہمیشہ کامرانی و کامیابی کا تاج ان کے مبارک سروں پر رکھا گیا۔

ذِکِّ فَضْلِ اللّٰہِ اِیَّیْہِ



اخلاقِ احمدی کا نمونہ ہیں سب صفات  
صحت ہے انکی باعثِ رحمت و نجات  
قاصر ہے ان کی مدح سے منہ میں مری زبان  
اور علم تھا کمالِ بحر سے ہم عنان

خوشید پر خورشیدِ مدیت ہے ان کی ذات  
روشن ہیں ان کے نام سے عالم میں شش جہا  
شہ اسعد بختا کی ہے سعادت کا یہ بیان  
نیشانی ان کی مطّلع انوارِ جسا و داں



# حضرت والا کی ایک تحریر پر تنویر

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں وہ مبارک مضمون درج کر دیا جائے جو حجت الاسلام حضرت آقدس ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ مظاہر علوم اور اسکی خدمات کے تعارف کے سلسلہ میں اپنے دست مبارک سے اسوقت تحریر فرمایا تھا جب کہ آپ انتظام و اہتمام کے جلیل القدر عہدہ پر فائز تھے۔ حضرت والا نے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اور اسکی گونا گوں خدمات کو بہت ہی مختصر اور جامع انداز میں پیش فرمایا ہے۔

نسیم احمد غازی مظاہری

## دنیا علم اسلام کا ایک مرکزی ادارہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

از قلم فیض رقم حجت الاسلام حضرت مولانا الشاہ محمد اسحاق صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

بارہویں صدی ہجری کے آخر میں جب سلطنت مغلیہ کا چرخِ راع گل ہو چکا تھا انگریز کی سیاست ہندوستان پر پوری طرح حاوی ہو چکی تھی اسلامی روایات ایک ایک کر کے رخصت ہو رہی تھیں اسلامی تہذیب اور علوم و فنون کے زوال کی صورتیں نمودار ہو چکی تھیں قریب تھا کہ اسلامی تعلیمات خود مسلمانوں کے لئے لاشیء بن کر رہ جائیں۔ حکومت انتہائی شدت سے زندگی کے اس دلچسپ جوہر کو اہل اسلام کے

ذہن و دماغ سے محو کرنے کی سعی و کوشش میں مصروف تھی وقت کے تعلیمی ادارے ختم ہو چکے تھے اور مسلمانوں کی تعلیمی و اجتماعی حیات ملی کما شیرازہ منتشر ہو چکا تھا، انقلاب کے بعد جس کشمکش سے عام طور سے مفتوح قومی دوچار ہوتی ہیں اور جو ذہنی اضمحلال و پراگندگی ایسے وقت میں رونما ہوتی ہے ان عام مشکلات سے صد ہا سال حکومت کرنے والی قوم کے افراد بھی مامون نہ تھے۔

ایسے ظلمت آگئیں دور میں چند مردان حق کیش و  
حق کوشش اٹھے اور انہوں نے جہل و لاعلمی کے

اس ماحول کو علوم و فنون کی روشنی سے تابناک و تابدار بنایا ان بزرگان ملت میں حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے احسانات علمی دنیا پر ہمیشہ قائم رہیں گے جن کی فیوض و برکات نے ہندوستان میں سیکڑوں مدارس و مکاتب کی بنیادیں قائم فرمائیں اسلامی تہذیب کے ان مقدس علمبرداروں کو اس پرفتن دور میں کس قدر مصائب سے دور چار ہونا پڑا ہوگا، آج جبکہ ہمارے سامنے یہ علمی ماحول اور قلعہ دینی ادارے موجود ہیں تو اس کا صحیح اندازہ بھی مشکل ہے تاہم انہیں کی انتہا کوششوں اور جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ اب ہندوستان میں اسلامی علوم و فنون کی روشنی اہل اسلام کے دماغوں کو منور کر رہی ہے۔

میرٹھ ایس ایم سہارنپور کا قیام  
انہیں حق آگاہ اور حق شناس بزرگوں میں

جلیل القدر اور مفتاحی جو فقیہ سہارنپور کے لقب سے معروف تھی۔ حضرت مدوح کے متبرک ہاتھوں نے یکم رجب ۱۲۸۳ھ مطابق نومبر ۱۸۶۶ء کو مظاہر علوم سہارنپور کی بنیاد رکھی اور حضرت مولانا عنایت الہی صاحب سابق ہتم مظاہر علوم اور حضرت حافظ قمر الدین صاحب خطیب، جامع مسجد سہارنپور خلیفہ حضرت سہارنپور ذبیحہ طلبہ جو پہلے سے حضرت مولانا مرحوم سے ان کے مکان پر پڑھتے تھے اب مدرسہ کے طالب علم بن گئے، قیام مدرسہ کے بعد سب پہلے مدرس مولانا سخاوت علی صاحب انہوئی مقرر ہوئے تو ان سب طلباء کے کچھ اسباق ان کے سپرد ہوئے،

اور مولانا نے ان کو تجوید شروع کرائی اور حضرت مولانا سادات علی صاحب کچھ  
 اسباق ان کو پڑھاتے اور بقیہ وقت مدرسہ کی وسیع و ترقی میں خرچ  
 کرتے، لوگوں کو اسکی مالی اعانت کی طرف توجہ دلاتے اور خود بھی فراہمی چندہ کیلئے  
 تکلیف فرماتے قیام مدرسہ چوتھے ہی سال ۱۲۸۶ء میں حضرت مولانا سادات علی  
 کے سایہ سے مدرسہ کو محروم ہوا پڑا۔ لیکن حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نور اللہ مرقدہ  
 خلیفہ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ کے وجود کی وجہ سے مدرسہ  
 اس حادثہ سے متزلزل نہ ہوا اس لئے قیام مدرسہ کے تین ماہ بعد شوال ۱۲۸۳ء میں  
 حضرت موصوف صدر مدرس اور مولانا سادات علی صاحب مدرس دوم مقرر ہو گئے  
 ابتداء یہ مدرسہ ایک مکتب کی حیثیت سے محلہ تانہی میں تھا بعد میں موجودہ جگہ  
 پر مدرسہ کبیرہ کی عمارت میں منتقل ہوا، تو حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کے اس  
 عمارت میں قیام کے اعتبار سے مظاہر علوم تانہی نام رکھا گیا اس قبل مدرسہ  
 سہارنپور کے نام سے معروف تھا، آج اپنے تعلیمی اور انتظامی امور کی وسعت کے باعث  
 مختلف احاطوں میں پھیلا ہوا ہے اسی سال ۱۲۸۳ء میں مرکز العلوم دیوبند کا قیام  
 ہوا۔ گویا یہ ادارہ دارالعلوم کامسک سنت و خفیت اور نصاب تعلیم کے توافق کے  
 علاوہ ہم عمر بھی ہے۔ فخر المحدثین حضرت اقدس مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپور  
 کا قیام اس زمانہ میں ملکتہ میں زیادہ رہتا تھا لیکن جب وطن شریف لانے  
 گئے تو مدرسہ آپ کی ہر نوع کی سرپرستی میں نشوونما پاتا رہا، حضرت کے بے  
 مدرسہ کیلئے ضلع کے مہران کی ایک کمیٹی بنادی گئی۔

**تعلیمی و انتظامی ارتقا** مدرسہ کے تعلیمی اور انتظامی امور میں برابر ترقی ہوتی  
 رہی، حضرت اقدس مولانا محمد مظہر صاحب کے  
 فیوض و برکات سے یہ مدرسہ چند ہی سال میں ایک مکتب کے بجائے مشہور و معروف  
 مدرسہ بن گیا ۱۳۰۲ء کے ختم پر مدرسہ حضرت مرحوم کے سایہ سے بھی محروم ہو گیا  
 جس مدرسہ کی روز افزوں ترقیاں ایک دم رک گئیں، بالآخر حضرت گنگوہی کے  
 ارشاد پر ۱۳۰۵ء میں شیخ المحدثین حضرت اقدس الحاج مولانا خلیل احمد منّا نور اللہ مرقدہ  
 جو ۱۳۸۸ء میں مظاہر علوم ہی سے فارغ التحصیل ہوئے تھے اور اس وقت دارالعلوم

دیوندر ہیں، تیس دوم تھے، مظاہر علوم کی مدد مدرسہ پر تشریف لے آئے اور  
تیس سال تک مدرسہ میں قیام فرمایا، یہ دور اپنی گونا گوں علمی و عرفانی رفعتوں  
کیلئے بایہ افتخار اور تازہ تخیل مدرسہ کے ذریعہ باب ہے، دارالطلبہ قدیم، دارالحدیث  
سب کی کلتوریہ وغیرہ حضرت ہی کی مساعی جمیلہ کے ثمرات ہیں، فخر المحدثین حضرت  
مولانا احمد علی صاحبہ محدث سہارنپور، خاتم الحدیث حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی،  
شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبند، رئیس الاقیام حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب راجپور  
اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی جیسی شہوینالم بابر تہستیاں  
اپنے اپنے دور میں مظاہر علوم کی سرپرست رہیں اور مدرسہ کی جانب گہری  
وجہیں اور خصوصی توجہات مبذول فرماتی رہیں، مدرسہ کے الازمہ جلسوں میں یہ  
جلالت مآب بزرگ جس طور پر شرکت فرما کر نشر فیوض و برکات کا موجب  
بنے تھے ابھی اس کے روح نواز مناظر کو دیکھنے والے کثرت قداد میں موبود ہیں اسکی پوری  
کیفیت مدرسہ کی قدیم رودادوں سے معلوم ہو سکتی ہے، حضرت سہارنپوری  
نور اللہ مرقدہ نے شوال ۱۲۳۵ھ میں اپنے سفر حجاز کے وقت حضرت الحاج المحافظ  
مولانا سید عبداللطیف صاحب کو ناظم مدرسہ مقرر کیا، انھوں نے نہ صرف یہ کہ  
اس منصب کی جملہ ذمہ داریوں کو انتہائی کامیابیوں سے انجام پہونچایا، بلکہ  
مختلف علمی اور تعمیری ترقیات فرمائیں اور اکابر کی روایات کو پوری طرح باقی رکھا  
طلبہ کی کثرت کی وجہ سے قدیم دارالطلبہ کے ناکافی ہونے پر جدید دارالطلبہ کی بنیاد  
ڈالی اسکی وسیع مسجد اور کئی حجرے تعمیر کرائے، کتب خانہ کے ناکافی ہونے پر اسکی  
عمارت میں توسیع فرمائی ۲ رذی الحجہ ۱۳۴۳ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۲ء کو حضرت  
موصوف نے انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون ط اور مدرسہ ایک  
قدیم محسن اور جاں نثار مربی سے محروم ہو گیا بحمد اللہ تعالیٰ آج بھی مدرسہ شاہراہ

عہ حضرت مرحوم کے بعد حضرات سہارنپور نے نظامت رئیس المناظرین عالیجناب حضرت الحاج  
مولانا اسد اللہ صاحب کو تفویض فرمایا جو کئی سال سے نائب ناظم تھے اور حضرت ناظم صاحب کے طویل سفر بخیر و مرض میں نظامت کے  
امور بھی انجام دے رہے تھے مولانا موصوف حکیم الامت حضرت تھانوی کے اہل خلفاء میں ہیں اور علمی و علمی و طوبیہ جلیل القدر  
حیثیت مالک ہوئی جو منفعتی عن التعارف ہیں آج کے دور میں مدرسہ کے جملہ امور میں حضرت موصوفی سے مراجعت ہوتی ہے منظور احمد



ہمہ گیر کوشش شروع فرمائی جس کے ثمرات آپ کے سامنے ہیں۔

## خدمتِ حدیث

اشاعتِ حدیث کے سلسلہ میں مظاہر علوم کا جتنا نمایاں اور وسیع حصہ ہے وہ بجا طور پر اس ادارہ کے لئے مایہ ناز اور قابلِ افتخار ہے، درحقیقت یہ عنوان اتنی تفصیل کا متقاضی ہے جیسے ایک مستقل رسالہ لکھا جاسکے، لیکن ہم اختصار سے کام لے رہے ہیں۔

سب سے اول حضرت مولانا احمد علی صاحب سہروردی مدظلہ العالی بخاری شریف اور دوسری کتبِ احادیث کے حواشی تحریر فرما سے اور انتہائی محنت و مشقت برداشت فرما کر نہایت صحت کے ساتھ کتبِ حدیث کی طباعت کا سلسلہ شروع فرمایا، حضرت مدوح سے قبل ہندوستان اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم تھا اب جتنی بھی کتبِ حدیث ہندوستان یا پاکستان میں طبع ہو رہی ہیں وہ حضرت ہی کا صدقہ جاریہ ہے۔

قدوة المحمدین حضرت مولانا فہیل احمد صاحب نے ابوداؤد شریف کی مشہور آفاق شرح بذل الجہود تصنیف فرمائی جو اپنی گونا گوں خصوصیات اور خداداد شہرت کی بناء پر مستغنی عن التوضیف ہے، حضرت مولانا محمد نجی صاحب نے حضرت گنگوہی کی تقاریر کتبِ حدیث ضبط فرمائیں جن میں الکوکب الدری کے نام سے نزدیک شریف کی تقریر عرصہ ہوا شائع ہو چکی، بقیہ تقاریر مسودات کی شکل میں موجود ہیں حضرت مولانا اشفاق الرحمن صاحب کاندھلوی نے جو اسی مدرسے کے فارغ التحصیل اور کئی سال تک مفتی مدرسہ رہے ہیں ناسی شریف کا حاشیہ موطا امام مالک کے اسماء الرجال اور ترمذی کے ابتدائی حصہ کی شرح کی ہے۔

حضرت الحاج الحافظ مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم نے موطا امام مالک کی شرح ادجز المالك کے نام سے تصنیف فرمائی جو چھ جلدوں میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر اہل علم سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہے، اور شمس الدین ترمذی کی اردو شرح اور عربی حاشیہ نیز کوکب الدری پر ایک نہایت بہتر محققانہ حاشیہ تحریر فرمایا، حدیث شریف کا ایک بہت بڑا ذخیرہ آپ اردو میں منتقل فرمایا ہے جو مختلف موضوعات پر مستقل کتابوں کی شکل میں شائع ہو رہا ہے۔

اور عام طور پر مقبول ہے۔

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ جو اسی مدرسہ کے فارغ التحصیل ہیں مشکوٰۃ شریف کی شرح "التعلیق الصیح" تالیف فرما کر شائع فرمائی۔

حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی نے جو اسی مدرسہ کے فارغ التحصیل ہیں حضرت مولانا الہ شاہ صاحب کی تقریر بخاری جو فیض الباری کے نام سے شائع ہو چکی ہے غنہ پر فرمائی اور اب ترجمان السنہ کا مستقل سلسلہ زیر تالیف ہے

الحاصل یہ ادارہ اپنے مختلف شعبوں میں بہرہ نوع ترقی پذیر ہے،

اس دور طلعت میں ایک روشنی کا ستارہ ہے جسے مخلوق خدا کی رہنمائی ہوتی ہے اور جسکی ذریعہ خدمات اور شاندار تاریخ کا تبلیغ دین اور اسلامی علوم و فنون کی اشاعت میں ایک ممتاز و نمایاں اور رفیع مقام ہے۔

(ماہنامہ نظام کا پورہ بابۃ سنی ۶۲ء)

اسی بحسب علم و عرفان کا ایک در شاہوار،

اسی چشمہ فیض سے سیراب ہونے والا

ایک نادر روزگار، اسی گہوارہ علم و فضل میں پروان چڑھنے والا ایک فرزند بادشاہ،

دعا و مصلحین و علمائے ربانین کا آفتاب و رخشاں، خانقاہ امدادیہ سے طلوع ہونے والا نیر تیاں، نمیل احمد فیہ شرف علی کا دارث ذیشاں اور گلستان مظاہر کا تابعدار

عالیشان وہ اماں روزگار بھی ہے جسکی ذات گرامی کا تذکرہ پیش نظر اوراق میں کیا جا رہا ہے۔

اور وہ ہے جامع معقول و منقول، حاوی اصول و فروع امام المسلمین، تاج الادبار۔۔۔

سراج الفقہاء، راس الاتقیاء، خزانہ المثل صدر الافاضل شیخ طریقت مصلح امت حجتہ الاسلام، مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا شاہ محمد اسعد الشہرہ رضی اللہ عنہ وارضاه و جعل الجنة شواہ کی ذات والا صفات۔۔۔

حضرت اللہ جود و ما یتبین بمثلہ بن و کفئ آتی فمعجزت عن فضلہ ازمانہ گذرے مگر ان جیسا کوئی پیش نہ کر سکے۔ اور جو ہستیاں پیش کیں وہ ان جیسی نہ تھیں۔



اس تابناک ماحول اور نورانی اساتید و شاہنچ کی پُر نور گودوں میں پرورش پا۔  
والے حضرت موصوف اپنے تنورات و نورانی کیفیات کا اظہار خود ہی بطور تحدیث  
نعمت اسطرح فرماتے ہیں کہ :

گم ہوا ہوں حسن کے انوار میں      مجھ رہتا ہوں خیال یار میں  
جلوہ گر ہیں حسن کی رنگینیاں      ترے ہر طرزِ نشاط آثار میں  
روح چسکی دل بھلٹی ہو گئی      جانے کیا دیکھا جمال یار میں  
دیکھتے فطرت کا حسن انتظام      بجلیاں بھر دیں نگاہ یار میں

حسنِ جانناں چشمِ استعد کیلئے

جلوہ گر ہے ہر در و دیوار میں

اور ان انوار کی بدولت آپ کی دائمی کیفیت یہ رہتی تھی ۔  
رہتی ہے ترے استعد بے خود کے سامنے      وہ بزمِ خاص عالم بالا کہیں ہے  
بلکہ دنیا کے لوگ بھی آپ کی نورانیت کے قائل ہیں ۔

لوگ کہتے ہیں ذکرِ استعد پر      اک فرشتہ ہے آدمی بیباہ

## فیوض و برکات کے تین اتھاہ سمندر

مذکورہ بالا فہرست میں ہر ایک شخصیت شریعت و طریقت کی عالمِ محقق، اہلِ فضل  
کمال اور صاحبِ فیوض و برکات ہے ۔ تاہم جس طرح حق تعالیٰ شانہ نے انہیں  
و مرسلین علیہم السلام میں ایک کو دوسرے پر فضیلت و فوقیت عطا فرمائی ہے ۔  
تِلْكَ الْأَسْوَءُ فَضْلًا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۔ اسی طرح علماء و اولیاء میں بھی ایک  
کو دوسرے پر علم و فضل اور افادۂ فیض میں متفاوت اور درجات کے اعتبار  
سے مختلف بنا کر بعض کو دوسرے بعض کے مقابلہ میں فضیلت و فوقیت عطا  
فرمائی ہے ۔ مثلاً استاذ الاساتذہ ، شیخ المشائخ سید القہار امام الصوفیہ  
حضرت مولانا سعادت علی صاحب دہلوی سہارنپوری ، بانی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

موجود حق تعالیٰ نے صاحب فضل و کمال بنانے کے ساتھ ساتھ ایسا صاحب فیض بنایا ہے کہ دیوبند، سہارنپور، مراد آباد، اور لکھنؤ، وغیرہ پورے ہندوستان بلکہ عرب و عجم و ممالک یورپ میں ان کے فیوض کے سمندر آج بھی تمام عالم دنیا کو فیضیاب و سیراب کر رہے ہیں۔ کیونکہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی نسبت روحانی و رُوحۃ الاسلام قاسم العلوم و الخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی و قطب عالم محدث گنگوہی وغیرہ کے ظاہری و باطنی اور علمی و عرفانی فیوض پورے عالم میں مدارس و مراکز خانقاہوں اور دعوت و تبلیغ کے سلسلوں کی شکل میں پھیلے ہوئے ہیں اور ”فیض سہارنپور“ حضرت مولانا سعادت علی صاحب، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مدنی و رُوحۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتوی و محدث دیوبند حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اور حضرت مولانا محمد علی مونگیری بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ وغیرہ جملہ اکابر کے استاذ الاساتذہ اور شیخ الشیوخ ہیں۔ جیسا کہ سابق میں معلوم ہو چکا ہے لیکن اکابر مذکورین میں بھی چند ہستیاں ایسی جامع الصفات و اصحاب کمالات ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کا ظاہری و باطنی فیض اور نسبت روحانی عالم گیر ہے۔

نصوصاً مشائخ مظاہر علوم سہارنپور میں تین ہستیاں اس روحانی سلسلہ تقویت و اشاعت میں یکتا و بے مثال ہیں۔ (۱) حضرت مولانا جلیل احمد صاحب حدیث مظاہر علوم و مہاجر مدنی (۲) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی (۳) اسعد العلماء حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور۔ چنانچہ ”علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات“ میں لکھا ہے کہ :

مظاہر علوم میں اس بابرکت روحانی سلسلہ (شریعت و طریقت کی ہم آہنگی کے ساتھ نسبت باطنی) کو سب سے زیادہ ترقی دینے والی ہستیاں یہ تین ہیں۔ حضرت مولانا جلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زاد مرقدہ۔ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب زاد مرقدہ۔ یہ ایک ہی مثلث کے ان زوایے۔ جامعہ عربیہ مظاہر علوم میں بوئے گل، نالہ دل۔ دود چہ راعِ محفل ان کر رہے ان حضرات نے اپنی تمام عمر مدرسہ کی چہار دیواری میں گزار دی

اور بیک وقت درس و تدریس، تزکیہ و تربیت، فقر و تقاری، علم و مطالعہ، سکوک و احسان اور تصنیف و تالیف کا بازار گرم کئے رکھا حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات بِالْبَيْلِ سُرُھَبَانٌ دُیَالِہَا بِسُفُوسَانِ کی زندہ حقیقت اور ختم شہادت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ احقر اقدس قطب عالم گنگوہیؒ کے تربیت یافتہ اور اُن کے خلیفہ و مجاز تھے دسویں پشت پر حضرت کا سلسلہ نسب اپنے روحانی باپ حضرت گنگوہیؒ کے نہیالی نسب سے مل جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے قطب عالم کو مجموعہ حسنات اور مجموعہ کمالات بنایا تھا۔ اور آپ کی ذات میں مختلف الانواع خوبیاں و دہیت و زبانی تہیں بعینہ یہی چیز آپ کے تمام خلفاء و مجازین میں سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے حصہ میں آئی تھیں کہ آپ بیک وقت محدث بھی تھے، نقیب بھی تھے، عارف کامل بھی تھے اور شیخ طریقت بھی غیرتِ اسلامی اور حمیتِ اسلامی آپ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ تمام عمر آپ اعلیٰ کلمۃ الحق کیلئے کمر بستہ رہے مناظرے، مباحثے، تقاریر و وعظ اور اہل بدعت و ضلالت کے خلاف آپ کے دینی و اصلاحی کارنامے یہ سب اسی غیرت و حمیت کے اثرات و نتائج تھے۔ روحانیت کے جس بلند مقام پر آپ فائز تھے اس کا اندازہ محدث گنگوہی علیہ الرحمہ کے اس فرمان سے ہو گا کہ!

” اللہ تعالیٰ شانہ نے میرے قرۃ العین، سید اذلی خلیل، احمد کو نسبت صحابہ سے نوازا ہے اور یہ کہ تمہاری نسبت کو میری نسبت سے زیادہ قرب و مناسبت ہے۔“

(تذکرۃ الرشید ص ۳۹)

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی زیادتیاں۔ ازاد مجدہ جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی جانب سے خلیفہ و مجاز (بلکہ اُن کے سچے جانشین) ہیں ہمارے اس بیان میں اخلاص و تقویٰ اور اتباعِ سنت میں اپنی نظیر آپ ہیں ان کے یہاں ذکر و فکر کا اتنا اہتمام ہے کہ ان کے نزدیک مدارس میں روٹنا ہونے والے نت نئے تمام فنون کا واحد صلاح ذکر ہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ذکر کے اہتمام اور اس کی عظمت و بامندی کو دو بارہ ان مدارس میں شدت کے ساتھ فروغ دیا جائے اور مدارس

کو زمانے کی رفتار و مقتضیات سے بچا کر صرف اپنے اسلاف و اکابر کے اسودہ و طریقہ پر چلایا جائے۔ حضرت شیخ اپنے ایک مکتوب میں (جو پاکستان و ہندوستان میں متعدد جگہوں سے طبع بھی ہو چکا ہے) تحریر فرماتے ہیں۔

مدرسے کے روز افزوں فتن، طلبہ کی دین سے بے رغبتی و بے توجہی اور لغویات میں اشتغال کے متعلق کئی سال سے میرے ذہن میں یہ ہے کہ مدرسے میں ذکر اللہ کی بہت کمی ہوتی جا رہی ہے بلکہ قرینہ سلسلہ معدوم ہی ہو چکا ہے اور اسکی بڑھکر یہ کہ بعض میں تو اس لائن سے تنفر کی صورت دیکھتا ہوں جو میرے نزدیک بہت خطرناک ہے ہندوستان کے مشہور مدرسے دارالعلوم، مظاہر علوم، شاہی مسجد مراد آباد وغیرہ کی ابتداء جن اکابر نے کی تھی وہ سلوک کے بھی امام الائمہ تھے ان ہی کی برکات سے یہ مدرسے ساری مخالف ہواؤں کے باوجود اب تک چل رہے ہیں اس مضمون کو کئی سال سے اہل مدرسے، منتظمین اور اکابرین کی خدمت میں تقریر اور تحریروں پر لکھتا اور لکھتا رہا ہوں میرا خیال یہ ہے کہ آپ جیسے حضرات اسکی طرف توجہ فرمادیں تو زیادہ موثر اور مفید ہوگا۔ مظاہر علوم میں تو میں کسی درجہ میں اپنے ارادہ میں کامیاب ہوں اور دارالعلوم کے متعلق جناب الحاج قاری محمد طیب صاحب سے عرض کر چکا ہوں اور یہی اپنے سے تعلق رکھنے والے اہل مدرسے سے عرض کرتا رہتا ہوں۔ روز افزوں فتنوں سے مدرسے کی بچاؤ کیلئے ضروری ہے کہ مدرسے میں ذکر اللہ کی فضا قائم کی جائے شر و فتن اور تباہی و بربادی سے حفاظت کی تدبیر ذکر اللہ کی کثرت ہے جب اللہ تعالیٰ کے پاک نام میں اتنی قوت ہے کہ ساری دنیا کا وجود اس سے قائم ہے تو مدرسے کا وجود تو ساری دنیا کے مقابلہ میں دریا کے مقابلہ میں ایک قطرہ بھی نہیں اللہ تعالیٰ کے پاک نام کو ان کی بقا و تحفظ میں جتنا دخل ہوگا ظاہر ہے۔ اکابر کے زمانہ میں ہمارے ان جملہ مدرسے میں اصحاب نسبت اور ذاکرین کی جتنی کثرت رہی ہے وہ آپ سے بھی صغی نہیں اور اب اس میں جتنی کمی ہو گئی ہے وہ بھی ظاہر ہے بلکہ اگر یوں کہوں کہ اس پاک نام کے مخالف جیلوں اور بہانوں سے

مدارس میں داخل ہوتے جا رہے ہیں تو میرے تجربے میں تو غلط نہیں اسلئے میری  
 تمنا ہے کہ ہر مدرسہ میں کچھ ذاکرین کی تعداد ضرور ہو کرے۔  
 طلبہ کے ذکر کرنے کے تو ہمارے اکابر بھی خلاف رہے ہیں اور میں بھی موافق نہیں لیکن  
 منہتی طلبہ یا فارغ التحصیل یا اپنے سے یا اپنے اکابر سے تعلق رکھنے والے ذاکرین کی  
 کچھ مقدار مدارس میں رہا کرے اور مدرسہ ان کے قیام کا کوئی انتظام کر دیا کرے مدرسہ  
 پر طعام کا بار ڈالنا تو مجھے بھی گوارا نہیں طعام کا انتظام تو مدرسہ کے اکابر میں سے کوئی  
 شخص ایک یا دو اپنے ذمہ لے لے یا باہر سے مخلص دوستوں میں سے کسی کو متوجہ کر کے  
 ایک ایک ذکر کرنے والے کا کھانا کسی کے حوالہ کر دیا جائے جیسا کہ ابتداء میں مدارس  
 کے طلبہ کا انتظام اسی طرح ہوتا تھا البتہ اہل مدارس ان کے قیام کی کوئی صورت  
 اپنے ذمے لے لیں جو مدرسہ میں ہی ہو اور ذکر کیلئے کوئی ایسی مناسب جگہ  
 تشکیل کریں کہ دوسرے طلبہ کا کوئی حرج نہ ہو نہ سونے والوں کا نہ مطالعہ  
 کرنے والوں کا دارالعلوم، مظاہر علوم اور شاہی مسجد کے ابتدائی حالات آپ کو  
 مجھ سے زیادہ معلوم ہیں کہ کن صاحب نسبت، اصحاب ذکر کے ہاتھوں انکی ابتدا ہوئی  
 ان ہی کی برکات سے یہ مدارس اب تک چل رہے ہیں فقط و مختصراً  
 ایسا ہرگز نہیں کہ طریقت و تصوف میں مشغولیت کی وجہ سے انکی علمی خدمات دوسروں  
 سے کچھ کم رہی ہوں بلکہ انہی حضرات نے درحقیقت علمی خدمات کا حق ادا کیا ہے  
 حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے تن تنہا حدیث کی وہ عظیم خدمت انجام دی ہے کہ بلا  
 مبالغہ ایک بڑا جماعت اس خدمت کو انجام دے سکتی تھی۔ چودھویں صدی  
 میں حدیث پاک کا اتنا عظیم شارح و مصنف اور خادم کم از کم میری کوتاہ نظر میں  
 کوئی دوسرا نہیں ہے۔

ابن سعادت بزور بازو نیست  
 تانہ بخشد خدائے بخشندہ

نسیم احمد غازی مظاہری

# حضرت مولانا الحاج شاہ محمد اسعد اللہ صاحب زاو مجد ناظم مدرسہ

حضرت اقدس مولانا  
تھانوی نور اللہ مرقدہ  
کے جلیل القدر خلیفہ

ہونے کے باوصف اسلاف و اکابر کا زمانہ دیکھے ہوئے ہیں اور ان کی روایات اور  
تابناک تاریخ کے ولرٹ و امین ہیں۔ عشق نبوی اور حبّ محمدی آپ کی ذات  
میں رچا ہوا ہے جس کے مبارک شرات سے مظاہر علوم اب بھی معنوی طور پر مالا مال  
آپ کے مریدین و سترشدین کا حلقہ بھی بہت وسیع ہے جو مسلسل آپ سے مستفید  
ہوتے رہتے ہیں آپ کے خلفاء و مجازین کی ایک بڑی جماعت آپ ہی کے فیض کو  
تقسیم کر رہی ہے۔ ان میں متعدد حضرات بلند مرتبہ اور صاحب احوال ہو کر بدعت  
و ظلمت کے عمیق غاروں میں پہنچ کر توحید و سنت اور نور ایمانی کے پھیلائے  
میں مشغول ہیں اور ان کی ذات بلا شک و شبہ ان علاقوں کے لئے قاصد بدعت  
اور قاطع ظلمت بنی ہوئی ہے۔

ان اکابر ثلاثہ نے اپنی گہری نفس اور تابش دروں سے ایسی بڑی جماعت  
پیدا کر دی ہے جو انہی کے نقش قدم پر چل کر تزکیہ نفوس اور تربیت مخلوق میں  
مشغول ہے اور خوش قسمتی ہے کہ یہ سب حضرات مظاہر علوم کے ساتھ جڑے ہوئے  
ہیں اور اپنی عنایات و توجہات اس کی طرف مبذول کیئے ہوئے ہیں۔

(ان علمائے مظاہر علوم ج ۱)

لوگ کیوں محبت کی زندگی سے جلتے ہیں۔ یہ وہ آگ ہے جس میں ہم خوشی سے جلتے ہیں  
حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جامع کمالات شخصیت  
جامع کمالات شخصیت

ایک تھی۔ ایک طرف آپ تبحر عالم، بہترین متکلم، بے نظیر مناظر قلوب کو پگھلا دینے  
والے مقرر و داعط، دلوں کو روشن کر دینے والے ناصح و مرشد تھے تو دوسری  
طرف آپ خوش طبع و خوش گو، قادر الکلام اور بکثرت روزگار شاعر بھی تھے جو طرح  
نظم میں آپ کا جواب نہ تھا نہ نثر میں بھی اپنی مثال آپ خود ہی تھے آپ ایک روشن ضمیر و  
محقق شیخ طریقت تھے تو فلسفہ و منطق میں ابنا بد طولی اور اجتہادی شان رکھتے تھے

کہ ارسطو و افلاطون جیسے بڑے بڑے فلسفیوں اور مناظر کے اصولوں کی چٹکیوں میں  
 دھجیاں بکھیر دیتے تھے۔ بایں ہمہ اربع سنت آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ آپ  
 کی ذات گرامی بلاشبہ نمونہ اسلاف تھی اس انداز کے مبتحر علماء محقق صوفیاء  
 متصالب صلحا، جو رضا و تسلیم کے پیکر، بے پناہ مجاہدات کے خوگر، اہل صفت  
 کے عاشق ہوتے ہوئے علوم قدیمہ و فنون جدیدہ میں بھی مہارت تامہ اور  
 نظم و ثرب میں یکساں قدرت کاملہ رکھتے ہوں، جو قدامت پسند حضرات کو مطمئن  
 کرنے کے ساتھ ساتھ جدت پرستوں کیلئے بھی سامان تسکین و تسلی فراہم  
 کرتے ہوں اور ہر دو طبقوں کی اصلاح و تربیت ایسے لطیف اھولوں اور نامعلوم  
 طریقوں سے کر دیتے ہوں کہ مصلحین زمانہ بھی حیران رہ جاتے ہوں (ایسے حضرات  
 امت میں سلفاً و خلفاً اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں کم از کم ایسی جامع الصفات  
 و جمع الکملات شخصیت ہماری نظروں میں دور تک نہیں ہے۔  
 نہ تھا آئینہ کے سوا مثل ان کا ۱۰ کوئی تھا تو مد مقابل یہی تھا۔

یہ آفتاب علم و عمل نصف دنیا سے زائد طول مدت تک دنیا سے علوم و فنون کو برابر چمکاتا  
 رہا اور اپنی نوزانی شعاعوں سے عوام و خواص، دارین و صا درین اور طالبین و سائلین  
 کے قلوب کو مسلسل فیضیاب و منور کرتا رہا۔ یہ رحمت باری کا حبیب و پیر انوار بادار  
 کشت نزار امت پر خصوصاً گلستان مظاہر کی خوشگوار و شاداب بہاروں پر  
 لگاتار برستا اور ان کو شاداب سے شاداب تر کرتا رہا۔ یہ علم و عرفاں  
 کا بحر ذخار شنکان علوم و معرفت کو اپنے آب حیات سے بے دریغ میراب  
 کرتا رہا۔

غروب آفتاب علم و عرفاں

۵۵۱۰ھ علم و فضل کا آفتاب عالم ۱۵ رجب المرجب  
 ۱۳۹۹ھ ۱۰ رجب المرجب ۱۹۷۹ء کی درمیانی  
 شب رشب دوشنبہ میں اس عالم رنگ و بو کو نیر و تار و سمو گوار چھوڑ کر ہمیشہ  
 کیلئے غروب ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ ۱۲ ذی  
 جادہ ۱۹۷۹ء حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ اپنا کام پورا کر کے آغوش رحمت  
 میں آرام فرما ہو گئے انہوں نے اپنی عمر عزیز کے قیمتی اوقات بے بہا لمحات کو صحیح



مصارف میں صرف فرمایا۔ حق تعالیٰ نے ان کو انشاء اللہ بہتر مقام پر پہنچایا ہے  
 یوں نے جس رب محبوب کے امر پر زندگی گزاری، جس محبوب حقیقی کے عشق میں  
 زندگی بھر وہ تڑپتے رہے۔ جسکی رضا جوئی ہر آن ان کے پیش نظر رہی اس مالک  
 محبوب کی جدائی کا غم ختم ہوا۔ لذت وصل سے وہ ہم کنار و لطف اندوز ہوتے  
 بل قطرہ سمندر میں چلا گیا تو زندگی پا گیا۔ ہمیں اس کا غم نہیں مشقت کے  
 راحت اور کام کے بعد آرام حق تعالیٰ کا بڑا انعام ہے اللہ نے اپنے چہیتے بندے  
 وہ انعام عظیم عطا فرما دیا۔ پسماندگان کو اس کا غم ہے کہ وہ یتیم ہو گئے ایک  
 شفق باپ، ایک مہربان استاذ اور ایک بہترین مربی کا سایہ عاطفت، نقل  
 ادب و شفقت ان کے سردوں سے اٹھ گیا۔ گلستانِ علم و عرفان کا ہر برگ  
 اسلئے سو گوارہ ہے کہ بہارِ دس کا عمر اس گلستان کا باغباں اور ملکِ علم و معرفت  
 ایک تاجدارِ ذی شانِ رخصت ہو گیا۔ جدائی کا غم ہے، اپنی نیر و می کا افسوس  
 ستہ میں کار و دہاں ہے رہنما جاتا رہا۔ افسوس ہے بھنور میں ناخدا جاتا رہا  
 جدارِ ملکِ عرفان، بادشاہِ علم و فضل، باغباںِ گلستانِ پر دنیا جاتا رہا

شیریں کی

نزدوں کی تسلی کیلئے، یتیموں کی تسکین کے لئے، ترہینے ہوئے خدام کو مہر کی تلقین  
لئے، غم سے پٹر مردہ چہروں کو شگفتہ بنا دینے کیلئے کیا اس حقیقت کا اظہار  
نہیں کہ حضرت کو اس قیدِ حیاتِ دنیوی سے آزاد کر دیا گیا۔  
موتوں سے چھٹرا کر! احتیاج میں پہنچا دیا گیا، محنت و مصیبت کے عالم سے بُلا کر  
بس رحمت میں صلا دیا گیا ہے۔ ادھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صدقاتِ  
یات، باقیاتِ صالحات اور فیوضِ برکات کے پائدار چشمے رواں  
ن ہیں۔ انشاء اللہ شہزادگانِ علم و عرفان تا قیامت ان سے سیراب ہوتے رہیں گے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ  
الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا  
مِنْ ثَلَاثَةٍ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَابِيَةٍ  
أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ  
يَدْعُو لَهُ دَوَاءً مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ بشریف ص ۳۲)

دعا گو رہی رہتی ہے۔

حضرت والا نے الحمد للہ اپنے بعد صدقات جاریہ بھی بہت سے چھوڑے ہیں  
خصوصاً جامعہ مظاہر علوم کی تعمیر و ترقی جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بے مثل  
آپ کی علمی اور روحانی اولاد بھی ہندو بیرون ہند میں بکثرت پھیلی ہوئی ہے اور  
عرب و عجم میں آپ سے حاصل کیے ہوئے علوم و فنون اور عیسائی فیوض کی اشاعت  
کر رہی ہے آپ نے جسمانی اولاد بھی چھوڑی ہے جن میں خاص طور پر مولانا احمد  
صاحب اور مولانا محمد اللہ صاحب حضرت والا کے ہر طرح جانشین لائق ہیں  
حضرت مولانا محمد اللہ صاحب مذللہ استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ہیں  
اور الحمد للہ تشنگانِ علوم کو سیراب و فیضیاب فرما رہے ہیں حق تعالیٰ ان کو ہر  
نوع کی برکات سے نواز کر ان کے ظاہری و باطنی فیوض سے امت مسلمہ و طالبانِ  
علوم و دینیہ کو تادیر بالا مال فرمائے۔ آمین

کر رہیں خیر و کامرانی کے ساتھ  
بجا رہیں ہر وقت مثل سلف  
دل ان کا رہے مائیلِ کارِ خیر  
رہیں رہیں سیراہلِ اسلام وہ  
شریعت، طریقت میں وہ طاق ہوں

رہیں حامیِ دینِ حق، صبح و شام

بحق محمد علیہ السلام

(راخوذ)

# وجہ تالیف

شکر منتہائے ادایمان خود دانستہ ام ذکر اوتابودہ ام بودست حرز جان من  
(ان کے احسانات کا شکر اپنے ایمان کا تقاضا جانا ہوں جنک میں زندہ رہونگا انکا ذکر مرا تعزیر نہ رہے گا)

سوانح کا تقاضا اور تحریک اول | صاحب سوانح (حیات اسعد)

حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی وفاتِ حسرت آیات کے بعد ہی سنی تلافی و متعلقین، متوسلین و مسترشدین بلکہ بعض اکابر کو یہی حضرت والا کی سوانح حیات، کی تالیف کا شدید تقاضا تھا۔ بہت سے حضرات اسکے شمنی تھے کہ حضرت کے تفصیلی حالاتِ زندگی کتابی شکل میں محفوظ ہو جائیں تاکہ بے والوں کیلئے وہ مشعلِ راہ اور پسماندگان و متعلقین کے غمزدہ اور زخمی دلوں کے لئے مرہمِ شفا ثابت ہوں۔ مرہمِ زخمِ دلی ذکرِ جمیل: نسخہ پُر شفا ہست بہرِ علیل۔

بندہ نے بھی حضرت کے مرثیہ (ذکر اسعد) کے شروع میں تمہیدی مضمونِ منشور (مُلَقَّب بہ ذکر اسعدِ سلامیاں) میں اس امر کا اظہار کیا تھا کہ واقعات و حالات کا تجسس جاری ہے انشاء اللہ دیر سویر حضرت کی سوانح ترتیب دیدی جائیگی۔ میرے علم میں تھا کہ حضرت کے حالاتِ محفی دستور ہیں۔ لیکن قطعاً یہ امید نہ تھی کہ آپ کے حالاتِ زندگی مخصوص خدام و بے تکلف احباب کے ذریعہ بھی معلوم نہ ہو سکیں گے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں جس قدر کوشش و کاوش اور گفتگو و جستجو کی گئی اتنا ہی ناکامی و مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ جن صاحبِ بھی آپ کے متعلق سوال کیا گیا اور زندگی کا کوئی پہلو اجاگر کرنے کی درخواست کی گئی تو جواب ما المسلوکی عنہا با علمہ من السائل (سوال سائل سے زائد علم نہیں رکھتا) کے علاوہ دوسرا جواب نہ مل سکا۔ بلکہ صاحبِ تذکرہ حضرت والا

کا بھی حال یہی تھا وہ فرماتے ہیں

اے پوچھنے والو! تمہیں کیا خاک بتائیں ہم خود ہی نہیں جاننے کیا دیکھ رہے ہیں

اس فانی فی اللہ باقی باندہ ہستی کا حال تو یہ تھا کہ  
ہماری زندگی کا لمحہ لمحہ کیف آگیا ہے ہمیشہ محو رہتے ہیں خیال رکھیں یہ  
عشق و شوق کی وسیع دایوں میں گمشدگی و فنایت و جبریت اور سبقت کا یہ عالم  
تھا کہ

عشق کی دشواریوں نے کر دیا کامل مجھے اب کوئی مشکل نظر آتی نہیں مشکل  
شوق کی وسعت مجھے منزل سے آگے لگتی میری ہمت نے کیا گم کردہ منزل  
کی بختی ریزیاں تھیں التفات خاص میں اپنے دنیا و دین سے کر دیا غافل  
تا بشوں نے حسن کی نظروں کو خیرہ کر دیا  
روح کی بیداریوں نے کر دیا غافل مجھے

آخر کار بابوس ہو کر بندہ نے حضرت کی سوانح لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن  
اس سلسلہ میں تسلی تقاضی اور جذبہ میں کمی نہ آئی۔ دوسرے بہت سے حضرات  
بھی مہر رہے کہ حضرت کی سوانح کا آنا انتہائی ضروری ہے اسلئے بندہ یہ کوشش  
کرنارہا کہ کوئی صاحب سوانح نگار اور صاحب علم و اہل قلم خصوصاً حضرت اقدس  
رحمۃ اللہ علیہ خاص نسبت رکھنے والے مزاج داں بزرگ اس طرف متوجہ ہوں  
جتنے حالات بھی ٹھیک ہو سکیں ان کو ترتیب دیدیں اس سلسلہ میں ہمارا  
نظر زیادہ تر حضرت والا علیہ الرحمہ کے مجاز خاص، خادم مخصوص اور مزاج داں  
تلمیذ رشید حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی خانہ  
پیر پختی - اپنی خصوصیات کی بنا پر ہماری نظر میں اس کے اہل و ہرے تھے۔ اور  
حال تو یہ ہے کہ :

ع ہمارا کیا ہے اے بھائی نہ صوفی ہیں نہ ملّا ہیں

حسن اتفاق کہ حضرت موصوف مولانا باندوی خانہ  
سوانح کی تحریک شانی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے چند روز بعد  
مراد آباد شریف لائے ملاقات ہوئی تو میں نے عرض مذکور کے باصرہ بار  
درخواست کی مگر جواباً بار بار تاکید کے ساتھ انہوں نے بندہ ہی کو حکم دیا اور فرمایا  
کہ ”آپ ہی اس کام کو بہتر طریقہ پر انجام دے سکتے ہیں“ حالانکہ مجھے اس بات

یقین ہے کہ مجھ جیسے رند مشرب آدمی کے لئے یہ کام زیبا نہیں۔ گو الحمد للہ اس  
راہ کی دشواریاں میرے لئے خوشگواریاں ہیں بقول حضرت علیہ الرحمہ  
شونئی ہے میرا شرب، رندی ہے میرا ذہب۔ میں جانتا ہوں غلط حسن عمل کی راہیں  
استد کو عاشقی میں حاصل ہیں دستگاہیں۔ پہچانتا ہے ظالم ہر طرز کی نگاہیں  
میں نے حضرت باندوی مدظلہ سے عرض کیا کہ ٹھیک ہے میں انشاء اللہ اس کام  
کو انجام دوں گا لیکن حضرت کے احوال چونکہ مستور و مخفی ہیں اسلئے ان کی تحقیق  
و تفتیش میں آپ جیسے حضرات میرا تعاون فرمائیں گے تو انکو ترتیب دیدنیامیرا کا  
ہوگا۔ حضرت موصوف نے تعاون کا وعدہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ جو معلومات مجھے ہیں  
میں وہ سب لکھ کر آپ کے پاس بھیج دوں گا۔ اس کے بعد مولانا سے محترم دوا مراد آباد  
تشریف لائے اور ہر مرتبہ اس کام کی تاکید فرما گئے اور ہر بار بندہ نے بھی وعدہ  
کی یاد دہانی کر کے وعدہ کی تجدید کرائی۔ اسکے بعد متعدد خطوط بھی لکھے، کئی  
برس گزر گئے مگر انتظار آخر انتظار ہی رہا۔

کیا وعدہ دلفریب کیا اس دلفریب نے مجھے میرے مکان کا درباں بنا دیا  
وعدہ خلافی تو وہ نہیں فرماتے حاشا وکلاً یہ الزام ان پر ہرگز نہیں۔ البتہ ان پر  
کاربائے متعلقہ کے بار، سسل اسفار اور پیش آینوالے گونا گوں حوادث و حالات  
نے ان کو اس طرف متوجہ نہ ہونے دیا اور اب تو وہ ایک عرصہ سے خود بھی کافی علیل  
ہیں حق تعالیٰ شانہ، اپنی رحمت کاملہ سے ان کو شفائے کلیہ عطا فرمائے اور ان کے  
فیوض و برکات سے امت کو مالا مال رکھے آمین۔

میں نے حضرت کے در سے تلامذہ، تعلقین و متوسلین سے بھی درخواست کی کہ  
وہ حضرت کے حالات جمع کرنے کی کوشش کریں۔ بہت سے حضرات نے وعدہ  
بھی کیا مگر ہنوز ایفار کی نوبت نہیں آئی۔ میری مجال نہیں کہ میں اس کو سرد مہری  
پے دفنائی یا وعدہ خلافی سے بغیر کر دوں۔ مجھے معلوم ہے کہ ان سب حضرات کو گونا گوں  
دینی، علمی، تبلیغی اور اصلاحی خدمات و مصروفیات کے علاوہ حالات کے پردہ خفا  
میں ہونے کا انداز معقول ہے۔ اس ذات عالی کے متعلق کوئی کیا کہہ اور لکھ سکتا ہے  
جس نے اپنی ذات کے ساتھ اپنے احوال کو بھی پردہ گمنامی میں چھپانے کی بھرپور

کوشش کی ہو جسکی زبان پر اپنا اپنے آبار و اجداد اور خاندان کا تذکرہ بھی نہ آتا ہو۔ اگر کوئی غلام ہمت کر کے اس سلسلہ میں سوال کی جرأت کرتا تو اس کو یہی جواب ملتا۔ بھی ہم کیا اور ہمارے حالات کیا اللہ اللہ کرد و عمر عزیز کو صانع نہ کر دیا کیڑہ زندگی خدا کو محبوب ہے ان فضول باتوں میں اپنی قیمتی عمر برباد نہ کرو اس قسم کی باتوں سے سائل کو خاموش کر دیتے اس لئے کسی کو سوال کی جرأت نہ ہونی تھی اور حقیقت یہ تھی کہ

اے پوچھنے والو! تمہیں کیا خاک بتائیں نہ ہم خود ہی نہیں جانتے کیا دیکھتے ہیں رہتی ہے تیرے استعدائے خود کے سامنے وہ بزم خاص عالم بالا کہیں۔ صے کیا بتائیں کسی کو ہم استعدائے کیف اسرار باطنی کیا ہے۔

اس حقیقت کا اظہار حضرت نے ایک اور جگہ اس طرح کیا ہے کہ کھانا ہوں وہ غم کہ جسٹن کھایا ہے جہاں کو اس دردِ محبت کی بھی کیا خوب دوا ہے اتنی بھی خبر جو شش محبت میں نہیں اب سرگرم و فابے کہ وہ مصروفِ جفا ہے کیوں رشک نہو تیرے شہیدوں پہ خضر کو آغازِ حیاتِ ابد، انجامِ فنا ہے اے پوچھنے والو! تمہیں کیا خاک بتاتے جو خود نہیں جانتا کیا دیکھ رہا ہے

آپ ذکر و فکر، درس و تدریس اور کارِ ہائے متعلقہ میں ہمہ وقت و ہمہ تن متوجہ و مصروف رہتے تھے۔ زندگی کا کوئی ایک لمحہ ضائع کر دینا آپ کو ناگوار تھا حضرت والا کا شعر ہے

رد و شب مشغول رہتے ہیں نوشت و خواند میں ہم کو کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے فراغ حاصل یہ ہے کہ جس ذاتِ گرامی کی فنایت و بے نفسی، تواضع و انکاری کا یہ عالم ہو کہ جسکو بلا ضرورتِ شدیدہ مخلوق کا تذکرہ بھی پسند نہ ہو، وہ اپنی ذاتِ بیا خاندان کے متعلق ایسے الفاظ سے بھی محتاط و مجتنب ہوں جن سے خود ستائی کا ادنیٰ شبہ بھی ہو سکتا ہو۔ اور وہ اپنی کیفیات و حالات کو پوشیدہ رکھنے کا زبردست اہتمام بھی کرتے ہوں اور کوئی دوسرا ذریعہ بھی ایسا نہو جس حالات متعلقہ کا علم ہو سکتا ہو تو ایسی شخصیت کے متعلق کوئی لکھ

تو کیا لکھ اور کہے تو کیا کہے؟ خصوصاً مجھ جیسا آدمی جو راہِ سلوک و طریقت سے نا آشنا، معرفت و حقیقت سے بیگانہ اور آپ کی کتاب زندگی سے ناواقف سے وہ کس طرح آپ کی حیاتِ بابرکات پر خام فرسائی کر سکتا ہے؟

**مشک آنست کہ خود بموید** | ہاں، مشک آنست کہ خود بموید نہ کہ عطار بگوید  
کے اصول سے جو کچھ آپ کے علمی و عرفانی

احوال و کیفیات کو محسوس کرنے اور آپ کے علوم ظاہری و باطنی کی خوشبودوں سے فیضیاب و معطر ہونے والوں کے ذریعہ معلوم ہوا اس کو سپردِ قلم کیا جاسکتا ہے اور بقول حضرت والا حقائق چھپانے سے کہیں چھپتے نہیں؟

مجھ کو خاموشی نے رسوائے زمانہ کر دیا میری سعی ضبط سے اظہارِ الفت ہو گیا  
جلد ہائے حسن سے بیتاب ہونا لوٹنا میری فطرت ہو گیا میری طبیعت ہو گیا

کس طرح ظاہر کیا ہے تو نے استعدادِ کیفِ عشق  
حسن والوں کو بھی شوقِ عشق و الفت ہو گیا

**امید کی روشنی اور مایوسی کا بادل** | پانچ سال سے زائد عرصہ اسی شوقِ پنج  
پسرا و پیش اور فکر و انتظار میں

گزر گیا کہ یہ نام کون کرے اور حضرت مرحوم کی سوانح کس طرح وجود میں آئے۔

اسی اشار میں ایک معتز ذریعہ سے معلوم ہوا کہ اسعدی برادری کے ایک اہل علم نے

تالیفِ سوانح کا بطرا اٹھا لیا اور کام شروع کر دیا ہے تو مجھے اپنے اور پوری

اسعدی برادر کے قلبی تقاضے اور دلی جذبے کے پورا ہونی کی امید سے طبعی طور

پر بے حد خوشی اور نہایت متسر ہوئی۔ لیکن جب میں نے ان سے ملاقات کی اور

سوانح کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ کام شروع کر دیا تھا مگر پھر

اسکو التوار کے فانی میں رکھ دیا گیا۔ اس بات سے قلبی کوفت ہوئی۔

بہت سوچنا رہا کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے؟ کیا بنیم اسعدی میں حرارت ہی نہ رہی

یا بے حسی و مدہوشی کا غلبہ ہے۔ بہر حال میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا ہاں حضرت

کے یہ اشعار ذہن میں آتے رہے

کچھ بتاتے ہی نہیں ہم کو یہ آنے والے کیوں تری بزم سے انگشت بدنداں آتے  
 ونا غرض ہے، محبت ہو س، خلوص نفاق ہر ایک چیز جڑالی ہے اس زمانے کی  
 جنہیں ہے فکر سری قبر کے مٹانے کی مٹائیں پہلے وہ شہرت مرے نسا کی  
 چراغ بزم عدد تو نہیں ہوں میں اسعد  
 وہ کیوں اٹھاتے ہیں رحمت مرے جلانے کی

اس کے بعد شہزادہ محترم حضرت مولانا صاحبزادہ محترم سے ملاقات  
 محمد اللہ صاحب مدظلہ سے ملاقات ہوئی۔  
 دوران گفتگو سوانح کا ذکر آگیا تو موصوف نے فرمایا کہ ہم تو کچھ کر نہیں سکتے اور  
 دوسرا بھی کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جسکو اس سے پوری طرح دل چسپی  
 ہو اور وہ اس کام کو صحیح طور پر انجام دے سکے یا ہم اسپر مطمئن ہوں کہ وہ یہ  
 اہم کام کر سکے گا۔

پھر بڑے عجیب و موثر انداز میں فرمایا کہ۔  
 ”مولانا میں آپ کے منہ پر عرض کر رہا ہوں جو مناسب نہ تھا مگر ضرورت  
 کہتا ہوں کہ حضرت کی سوانح پر کام آپ کر سکتے ہیں اور دوسرا کوئی آدمی  
 اس انداز کا ہماری نظر میں نہیں۔ علم کے ساتھ ساتھ آپ کو دولتِ قلم حق تعالیٰ  
 کی طرف سے عنایت ہوئی ہے۔ آپ ہی بخوبی اس کو سرانجام دے سکتے ہیں۔“  
 حضرت موصوف نے سوانح کی توجہ و ترغیب ایسے محتاط الفاظ سے دلائی کہ ان میں  
 صیغہ امر کا استعمال نہ تھا۔ مولانا کے تقریبی الفاظ کو میں نے ان کے حسن ظن پر محمول  
 کیا اور عرض کیا کہ میں زیر قلم تالیف درسی تفسیر (پنٹ و پست) کی تکمیل میں مصروف  
 ہوں اسکے علاوہ درس و تدریس، دغظ و تقریر وغیرہ کے مختلف مشاغل ہیں  
 بالکل عدیم الغرضت ہوں اور یہ کام بہت ہی اہم ہے اسلئے دشوار ہوگا پھر واقعہ  
 یہ ہے کہ میں اس کا اہل ہرگز نہیں ہوں۔

نور آفتاب کجاست و من خراب کجا بہ میں تغایت رہ کجاست تا بجایا  
 حضرت صاحبزادہ محترم نے مزید جوش کے ساتھ فرمایا:  
 ”مولانا اس کا اہل میں صرف آپ کو پاتا ہوں یہ واقعہ ہے تصنع نہیں



اور شخص حسن ظن نہیں اگر آپ اس کام کا بیڑا اٹھالیں گے تو مجھ امید ہے کہ یہ پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا ورنہ تو رخ نہیں ہے رومی عظیم الفرستی کی بات تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کام تو عظیم الفرستی ہی میں ہوتا ہے فرصت میں نہیں ہوتا دوسرے کاموں کے ساتھ اسکو بھی جوڑ لیں ایک نہ ایک دن انشاء اللہ مکمل ہو جائے گا۔

ان جلوں پر میں نے سکوت اختیار کیا۔ اپنے دل کو ٹوٹا اور اپنے آپ کو اقدام پر مسلسل آمادہ کرتا رہا مگر طبیعت آمادہ نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہ راہ دشوار ہے اور کوئی معین نہیں، رہبر نہیں۔ کسی کو اس طرف توجہ نہیں۔ جمود کا عالم ہے۔ غرض اپنی نااہلیت اور دشواریوں کے پیش نظر اس مسئلہ میں مجھے پھر پاپی کا سامنا کرنا پڑا۔ اسلئے اب صبر و سکوت کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ بیانِ رازِ محبت ہو کس طرح رنگیں۔ زبانِ شوق میں جبرأت نہیں سنا کی

جن حضرات کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح سے دل چسپی اور قلبی تقاضا ہے ان میں سے مراد آباد

کے مشہور بزرگ جناب افتخار صاحب فریدی بھی ہیں۔ وہ بھی ہر ملاقات پر اپنے تقاضے اور جذبے کا اظہار فرماتے رہے۔ میں بھی ان کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اپنی دلی تمنا و آرزو کا اظہار اس طرح کر دیا کرتا کہ جی تو چاہتا ہے کہ حضرت کی سوانح آجائے اور ان سے کہنا کہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب، یا کسی اور بزرگ کو اسپر آمادہ کر نیکی کوشش کریں۔ اس سے پہلے اس سلسلہ کے جو واقعات لکھ چکا ہوں وہ بھی ان کے علم میں آچکے تھے۔ فریدی صاحب ایک جہاندیدہ و تجربہ کار آدمی ہیں مدتوں جماعت تبلیغ سے وابستہ رہ کر بہت کام کیا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ کس آدمی سے کس طرح کام لیا جاسکتا ہے اتفاق سے ان کا رائے پور اور پھر سہارن پور جانا ہوا۔ سہارن پور شہزادہ محترم حضرت مولانا محمد اللہ صاحب کے پاس پہنچے اور ملاقات کر کے کہا کہ میں آپ کے پاس صرف اسلئے آیا ہوں کہ آپ سے یہ درخواست کر دوں کہ حضرت ناظم صاحب کی سوانح پر کام ہونا ضروری ہے ان کی زندگی کے حالات

جور والوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوں گے، ان کے احوال حیات میں امت کیلئے سبق ہے امت کیلئے انکی سوانح بہت ضروری اور نہایت مفید ہے۔ آپ خود حضرت کے حالات کی ترتیب کا کام کریں آپ ان کے فرزند ارجمند دلائق جانشین ہیں اولاً آپ پر یہ فرائض عائد ہوتا ہے اور آپ اس کام کو بخوبی انجام بھی دے سکتے ہیں کیونکہ حضرت کی زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ آپ کے سامنے ہے اسلئے آپ کو ان کے متعلق جتنی معلومات ہیں اور کسی کو نہیں ہو سکتیں اور اگر آپ یہ کام نہ کریں تو کسی دوسرے آدمی کو مامور کر دیں۔ بہر حال حضرت کی سوانح پر کام ضروری ہے۔ صاحبزادہ محترم نے ان کی اس تقریر کے جواب میں فرمایا کہ میں اپنی اقتدارِ طبع سے مجبور ہوں اور یہ کام میرے بس کا بھی نہیں۔ علاوہ ازیں کچھ اعذار اور مجبوریوں اسطرح کی ہیں کہ اطمینانِ قلب و یقین اور جمعیتِ خاطر بیس نہیں اور کوئی دوسرے صاحب ایسے میرے سامنے نہیں جو اس بارِ عظیم کو برداشت کرنے کیلئے بخوشی آمادہ ہو جائیں اور بخیر و خوبی اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیں فریدی صاحب نے فرمایا آدمی تو میں بتاتا ہوں آپ ان کو مامور کر دیں، پوچھا وہ کون ہیں؟ فریدی صاحب نے فرمایا مولانا نسیم احمد صاحب غازی ہیں۔ ان کو اس شخص بہت دل چسپی ہے قلبی تقاضا ہے اور وہ اس کام کو بخوبی کر سکتے ہیں اور آپ کے حکم کے منتظر ہیں وغیرہ۔ یہ گفتگو محکو فریدی صاحب نے سنائی تھی)

غالباً فریدی صاحب میرے اظہارِ آرزو اور تقاضائے قلبی کے بیان سے یہ سمجھ گئے کہ میں لکھنا چاہتا ہوں اور حکم کا منتظر ہوں حالانکہ ایرس نہیں تھا یا ممکن ہے کہ درودِ مصلحت آمیز، کے اصول پر عمل کر لیا ہو۔ بہر حال وہ اپنی ترکیب میں اسطرح کامیاب ثابت ہوئے اور اظہارِ تمنا کی پاداش میں وہ ذمہ داری میرے سر پر آگئی جس میں پنج رہا تھا اور واقعہ بھی میں اس کام کا اہل نہیں ہوں کہ اپنی پرداز عقل و ہمت اور رسائی خیال و دہم سے بلند و بالا و گرامی تقدیر شخصیت کی زندگی کو قوم کے سامنے پیش کر سکوں۔ غرض اس قابلِ بیاں میرا نہ اس قابلِ زباں میری۔ مگر مہندی کا وہ مثالِ شہور صادق آگئی کہ ”جو بولے وہ دیو بابا لے اور یہ شعر ہے کسی دن بے خودی میں چھو لیا تھا ان کے دامن کو بے۔ وہ دن تھا، آج کا دن، پشیمانی نہیں جاں

مختصر یہ ہے کہ میرے کرم فرما جناب فریدی صاحب نے صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد اللہ صاحب کو والا نامہ بلکہ حکم نامہ لکھنے پر آمادہ کر لیا۔ اور حضرت موصوف نے ایک گرامی نامہ رد درج ذیل ہے، اس انداز سے تحریر فرمایا کہ اس میں اگرچہ صراحتہ حکم اور صیغہ امر نہیں ہے مگر حکم سے زائد شدت و قوت اور تاکید موجود ہے جس میں معذرت کی بھی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

آسمان بار امانت توانست کشید ... قرآنہ فال بنام من دیوانہ زدنہ  
 سماں امانت کا بوجھ نہ اٹھا سکا اس لئے قرعہ مجھ پگھلے کے نام پر ڈال دیا  
 شب غم دل کے پہلنے کی یہ صورت ہوگی آپ کی دی ہوئی تکلیف بھی راحت ہوگی  
 صاحبزادہ محترم کا مکتوب گرامی پڑھ کر اس میں ذمہ داری اور  
 اس سے عہدہ برائی کی فکر ہوئی۔ خصوصاً اسباب تا ایف  
 کے فقدان کا نا اہل احساس تھا۔ احباب کی بے شکری و بے نیازی کا ذکر تو اوپر کر چکا  
 ہوں جو خدا خواستہ شکوہ و شکایت نہیں ہے

بے شکوہ لڑتا ہوں نہ گلا کرتا ہوں وہ سلامت رہیں بس یہ دعا کرتا ہوں  
 علاوہ ازیں نہ ریکارڈ، رودادیں اور ایسی کتب میرے پاس موجود ہیں جن سے ترتیب  
 مواخ میں مدد لی جاسکے اور کچھ تازہ کنی واقعات یا واقعات حقائق ان سے اخذ کئے جاسکیں  
 نہ ہی اتنی فرصت کہ جامعہ مظاہر علوم میں چند دن قیام کر کے پرانے ریکارڈوں اور رودادوں  
 سے کچھ معلومات فراہم ہو سکیں۔ لے دے کر چند خطوط و مضامین مختلف میرے پاس  
 آگئے ہیں۔ اندازہ ہوتا ہے کہ یا تو جملہ خطوط و مضامین کو محفوظ نہیں رکھا گیا یا وہ  
 دست برد ہو گئے ہیں واللہ اعلم

مزید برآں بندہ چند ماہ سے گونا گوں امراض کا شکار ہے اور عدیم الفرستی کا یہ عالم ہے کہ  
 بقول شخصے سر کھجلا نے کی بھی فرصت نہیں، درس و تدریس کا مشغلہ، درس تفسیر کا  
 مسئلہ، وعظ و تقریر کیلئے مسلسل اسفار اور تیر قلم نایافت کی تکمیل وغیرہ کے ساتھ  
 خانگی انجمنیں، سونے پر سہاگر، یا کرپلا اور نیم چڑھنا، کامصداق ہیں۔

الغرض ایک بنان نا تو اں اور ہزاروں تیر و سناں ہیں۔ ایک انار سو بیمار، میری زندگی  
 کی تصویر ہے۔

غم ماضی، غم امروز و احساس غم فردا مری روداد ہے کتنے ہی عنوانوں سے وابستہ  
لیکن اللہ کا شکر ہے مصروف و سرگرم ہوں تاریخ و بیکار نہیں ہوں۔ اور  
خندوم زادہ محترم کا حکم ایسا نہیں کہ ٹال دیا جائے یا لیت و حل میں ڈال دیا جائے  
اگر برسرِ چشم من نشینی نانت بحشم کہ ناز نہیں  
(اگر آپ میرے سر اور آنکھوں پر بیٹھیں تو آپ کی ناز براری کروں گا کیونکہ آپ نازین ہیں)  
پھر جبکہ ہر طرف سے مایوسی ہے اور میرے محسن و مربی، صاحب تذکرہ کے بیکار  
احسانات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ میں انکی حیات بابرکات پر نگھوں اور ان کا تذکرہ  
کردن سے

و ذکرکے للمشتاق خیر شراب و کل مثل ب، دونوں کسلی ب  
آپ کا ذکر چاہنے والے کیلئے بہترین شراب ہے اور آپ کے ذکر کے بغیر شراب بھی ریت ہے  
اعد ذکر نعمان لنا ان ذکره ہوا ملسک ما کرس تما یتضوع  
نعمان کا ذکر ہمارے سامنے بار بار کرو کیونکہ وہ شک جتنا کریدو گے اتنی ہی ٹپکے گی،  
اسلئے اللہ کے نام اور اسی کے بھر دے پر اس (حیات اسعد) کو شرع کرنا ہوں  
اور اس تحریر کو اپنے لئے باعث صد افتخار و وجہ سعادت و رحمت پر در دگار سمجھتا  
ہوں

احب الصالحین و لست منهم فعل اللہ یرزقنی صلاحاً  
بنکوں سے محبت کرنا ہوں گو میں خود نیک نہیں ہوں شاید حق تعالیٰ مجھے بھی نیکی عطا فرمادیں،  
اسی کے ساتھ ساتھ میں اپنے کرم فرما جناب فریدی صاحب مظلہ اور خندوم زادہ حضرت  
محترم مولانا محمد اللہ صاحب مظلہ کا شکر گزار ہوں کہ ان حضرات کی توجہ سے مجھ پر  
یہ خیر کا عظیم الشان دروازہ کھلا اور اپنے استاذ و محسن و مربی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت  
کا ایک موقع ان کے رحلت فرما جانے کے بعد میسر آیا ہے  
جنراک اللہ کہ چشم باز کر دی مرا با جان جاں ہم سزا کر دی  
تقویت و تائید میں چونکہ اپنی خواہش سے اس کام کو شروع نہیں  
کر رہا ہوں بلکہ مامور ہوں اسلئے مجھے اس راہ کی مشکلات  
سے کوئی اندیشہ نہیں بلکہ یقین ہے کہ حق تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگی۔

ہران سطور بالا لکھنے کے دوران خواب میں صاحب تذکرہ علیہ الرحمہ کی زیارت سے  
میل شد قلب کو ایسی تقویت حاصل ہو گئی ہے کہ ہر قسم کا تردد و زائل ہو گیا۔ اور ارادہ  
نہ مصمم بلکہ غل پیہم کی شکل اختیار کر گیا ہے مجھے یقین ہے کہ فضل خداوندی اور  
حضرت والاؒ کی روحانی توجہات اس سیہ کار کی جانب مبذول ہیں۔

روح چمکی دل بجلی ہو گیا جانے کیا دیکھا جمالِ یار میں  
دیکھئے فطرت کا حسن انتظام بجلیاں بھر دیں نگاہِ یار میں

میں بھی طبقاً الحمد للہ میں سہاروں کی تلاش کا عادی نہیں ہوں۔ اور میں کسی  
ہری سہارے کا ہرگز محتاج بھی نہیں ہوں مجھے تو صرف اللہ وحدہ لا شریک  
رحمت و غایت اور اعانت درکار ہے میں اسی کے فضل و کرم کا محتاج ہوں۔

دور ہے منزل سفر دشوار ہے کوئی ہدم ہے نہ کوئی یار ہے  
گھائیاں ہیں دامن کو ہمارے جھاڑیاں ہیں وادیِ پیر خاں ہے  
چاہیئے اللہ کا فضل و کرم

اسکی رحمت ہے تو بیڑا پار ہے

نثار اللہ تھوڑا تھوڑا کام کرتا رہوں گا جو کچھ جہاں ملے گا یا خزانہ حافظ کے  
موجود ہو گا اس سب کو سپرد قلم و ددِ یعت قرطاس کر دوں گا۔  
یا ہوں اس طرح دلِ صد پارہ ڈھونڈ کر ٹکڑا جہاں پڑا ہوا پایا اٹھا لیا  
ہے امید ہے کہ تھوڑی تھوڑی معلومات جمع ہو کر حضرت والا علیہ الرحمہ کے حالات  
اچھا خاصا ذخیرہ بہم ہو جائے گا۔

اندک اندک خیلے گردد قطرہ قطرہ سیلے گردد

تھوڑا تھوڑا بہت ہو جاتا ہے۔ اور قطرہ قطرہ دریا بن جاتا ہے

قطر الی قطل اذا تفتت نہر و نہر الی نہر اذا جمعت بحر  
ہے قطرہ ملکر نہر ہو جاتی ہے اور نہر نہر مل کر سمندر بن جاتا ہے

اندک اندک بہم شود بسیار دانہ دانہ است غلہ در انبار

تھوڑا تھوڑا اکٹھا ہو کر بہت ہو جاتا ہے ایک ایک دانہ مل کر ہی تو غلہ کا ڈبیر ہوتا ہے

## پیش نظر اوراق کا نام

ان اوراق اور منتشر معلومات کے مجموعہ کا نام سوانح رکھنا تو موزوں نہیں ہے کیونکہ سوانح میں تو ایک خاص ترتیب کے ساتھ جزئیات و واقعات پر تفصیلی بحث کی جاتی ہے۔ اور یہ آپ کو بخیر بالا سے معلوم ہو چکا کہ حالات زندگی کی تمام جزئیات کو جمع کرنا اور انکی تفصیلات سے بحث کرنا یہاں ممکن نہیں۔ یہ تو ایک ناقص و ناتمام اور غیر مرتب تذکرہ ہے اسلئے معلومات و مضامین کے اس مجموعہ کا نام ”حیثیت، اسعد، تجویز کرتا ہوں جس میں عموم ہے اور یہ لفظ اجمال و تفصیل دونوں کو حاوی و شامل ہو سکتا۔ اس ناتمام مجموعہ سے مقصد یہ ہے کہ اس وقت حضرت کے حالات پر ایک چیز آجائی تو ممکن ہے کہ دوسرے ایڈیشن میں اس میں مزید تفصیلی معلومات کا اضافہ کر کے جدید ترتیب کے ساتھ اس کو سوانح کی صورت میں زیور طبع سے آراستہ کیا جاسکے یا حق تعالیٰ کسی صاحب علم و اہل قلم کو توفیق دے دیں کہ وہ اس ناقص و ناتمام کوشش کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیں اور وہ اضافات و تفصیلی جزئیات کو اس میں شامل کر کے اس کو سوانح کی شکل دیدیں۔ اور اگر اس وقت اتنی مقدار میں بھی حضرت کا تذکرہ منصف شہود پر نہیں لایا جاتا تو آئندہ پھر اسکی توقع بھی نہیں کی جاسکتی تھی واللہ اعلم۔

اَسْعٰی مَنی وَاِلٰہِ اِنَّمَا مِنَ اللّٰہِ الْقَوٰی وَمَا تَوْفِیْقِی اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَكَّلْتُ  
وَ اِلَیْہِ اُنِیْبُ۔۔۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا  
محمد بن النبی الالہی و آلہ و صحبہ اجمعین برحمتہ یا  
ارحم الراحمین

بماند سالہا میں نظم و ترتیب  
غرض نقشیہ سبک زما یاد ماند  
زما ہر ذرہ افتادہ بجائے  
کہ ہستی را نمی بینم بقائے  
مگر صاحب دے روزے برحمت  
کنند در کار درویشان دعائے

نسیم غازی طاہری  
۱۵ اردو قعدہ ۱۴۰۵ھ

# حضرت شاہزادہ محترم کا مکتوب گرامی

نظامِ ہر علوم سہا بنپور

۳۰ جنوری ۱۹۸۵ء بوقت شنبہ بجے

میرے بہت محترم اور ہر طرح قابلِ اعزاز اور کمالات سے انتساب کھنے والے

حضرت مولانا نسیم احمد صاحب غازی نظامی مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے آپ، نعیم صاحب اور سب متعلّقین و اہل خانہ بعافیت ہوں  
کچھ زمانہ گزرا ہے کہ ظہیر ایزد مرحوم کے انتقال پر آپ کا تعزیت اور تسلیت کا مکتوب گرامی  
باعثِ اعزاز و کرم ہوا تھا جسکی قلب کمزور و منتشر کو تقویت اور اطمینان ہوا تھا  
کلی محمد دم و معظم من قبلہ فریدی صاحب مدظلہ سے نیاز حاصل ہوا۔ انہوں نے ازراہ  
خورد نوازی بہت اعزاز فرمایا اور بہت ہی توجہ سے فرمایا کہ ”آپ مولانا نسیم احمد صاحب  
غازی کو حکم دیں کہ وہ حضرت ناظم صاحب نور اللہ مرقدہ کی سوانح اور کمالات کی  
صح و ترتیب کا کام کریں۔ وہ کر سکتے ہیں اور آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔

میں چونکہ مفتی سعد اللہ صاحب کے وطن (مراد آباد) سے تعلق رکھتا ہوں تو اس  
دینی رشتہ کے تحت کہتا ہوں کہ حضرت کی سوانح سے بہت فائدہ ہوگا۔ اب  
اس میں تاخیر نہ ہونا چاہیے، یہ تقریباً محترم فریدی صاحب کے الفاظ ہیں۔ میں خدا نخواستہ  
آپ کو حکم تو کیا دوں گا ہاں درخواست کرتا ہوں، معروض پیش کرنا ہوں کہ آپ اس  
کام کو انجام دیں تو مجھ پر کرم ہوگا۔ اور خدا نے آپ کو بہترین صلاحیتوں سے نوازا  
ہے قلم اور علم کے عطایا دربار خداوندی سے آپ کو ملے ہیں اور آپ کے ذوق تصنیف  
و تالیف میں حسن اور نکھار ہے۔ آپ کی توجہ اس مشکل کام اور ذمہ داری سے عہدہ  
بر آہو سکتی ہے یہ سب لکھتے ہوئے یہ خیال دامن گیر ہوتا ہے کہ کہیں آپ یہ سوچیں  
کہ یہ اپنا بوجھ بوجھ پر ڈال رہا ہے۔ مگر آپ میری بے ربطی تحریر سے خود ہی اندازہ  
فرمائیں کہ مجھ میں اہلیت نہیں اور اب تو اجتماع خاطر بھی نہیں۔ حضرت کے انتقال

پر جتنے خطوط آتے جتنے اخباروں اور رسائل میں حضرت کے متعلق چھپا اور کچھ اد کاغذات میں نے مولانا اسلام الحق صاحب کو دیدیئے تھے وہ کہتے تھے کہ وہ لکھتے انہوں نے غالباً کچھ لکھا بھی۔ مگر تکمیل نہ ہو سکی آپ وہ سب چیزیں ان سے لے سکتے ہیں ان سے کہہ دو نگاہ در رخ نہیں کریں گے۔ میں اخلاق کو زمانہ سے امید و اتق رکھتا ہوں کہ آپ کی طرف سے ایسا جواب ملے گا جس سے میری معروض کی عزت باقی رہے جیسا کہ احباب مراد آباد اور اساتذہ مدبرہ اور نعیم صاحب سلام مسنون قبول فرمائیں

نقط منقطع کرم نخلص محمد اللہ

## احسان و ائمان

پسینہ آگیا پھولوں کو سرِ یادِ عناد سے

زیر نظر کتاب "حیات اسعد" کے اکثر مضامین کی ترتیب ہو چکی تھی۔ اور ارزادہ تھک کہ کاتب صاحب کے حوالہ کردوں لیکن مناسب معلوم ہوا کہ اسکی اطلاع شہزادہ محترم حضرت مولانا محمد اللہ صاحب منظرہ العالی کو کر دی جائے چنانچہ عریفہ لکھنؤ یا لکھا۔ تو حضرت موصوف میں ایک غیر متوقع جوش پیدا ہو گیا اور مولانا رئیس الدین کی مدد سے خود کچھ معلومات لکھوا کر بندہ کے پاس ارسال فرمائیں اور دوسرے حضرات کو بھی متوجہ فرمایا جس نئے پتہ میں مولانا عبد القیوم صاحب سہیلی نے بھی چند واقعات لکھ کر بھیج دیئے۔ میں اس کرم فرمائی کا بھرا دل سے شکر گزار رہوں اور اس عنایت کو اپنے لئے باعث سعادت و برکت سمجھتا ہوں۔ ان مراسلہ معلومات میں سے جو چیزیں مسودہ میں نہیں تھیں مناسب مواقع پر ان کو شامل کر دیا گیا ہے۔

امید ہے کہ "حیات اسعد" کی اشاعت کے بعد صاحب تذکرہ کے متعلقین و متوسلین مزید متوجہ ہوں گے اور تکمیل سوانح کی صورتیں پیدا ہوں گی۔

واللہ تعالیٰ اعلم

العبد

نسیم احمد غازی مظاہری



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَفْضَلِ الْأَنْبِيَاءِ  
وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ الْبَرَّةِ الْكَرِيمَةِ وَالْتَّابِعِينَ  
وَهَذِهِ الدِّينِ الْقَوِيمِ وَعُلَمَائِهِ أَجْمَعِينَ آمَنَّا بَعْدَ ۝

بندہ نوازا آپ مجھے جانتے نہیں اسعد ہے میرا نام وطن رام پور ہے

اس میں شک نہیں کہ ہر انسان پاکیزہ فطرت اور قبول حق و اسلام اور اطاعت  
و عبادت کی صلاحیت لے کر دنیا میں آتا ہے۔ پھر وہ جس ماحول میں آنکھیں کھولتا ہے  
وہ ماحول اس کو خود بخود اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ عموماً آدمی اپنے گرد و پیش  
کے ماحول میں غیر شعوری طور پر ڈھلتا چلا جاتا ہے۔ والدین و سرپرستان اگر  
موشیاری و اطاعت شعار ہوتے ہیں تو وہ اس کو وارد انسان کو اس ننھے ننھے پیارے  
معصومیت کو برے ماحول کی زد سے اسبطرح محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں  
جسطرح اسکو سردی، گرمی اور دوسری مضر چیزوں سے بچاتے ہیں۔ اور  
اس کا رخ صحیح سمت کی طرف موڑ دیتے ہیں بلکہ صحیح راہ پر اس کو قائم رکھنے میں  
اپنی پوری توجہ اور تربیتی صلاحیت کو صرف کر دیتے ہیں ورنہ یا تو والدین و سرپرستان  
اسکی فطری صلاحیت اور حقیقی انسانیت کا خاتمہ کر کے خود ہی اس کے قاتل بن جاتے ہیں  
یا ان کی غفلت شعاری و بے پروائی اسکی لئے مہلک ثابت ہوتی ہے۔ ہماری  
اس تقریر کی اصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد سرِ ابرار شاد ہے جسکو  
حضرت امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری شریف میں روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ  
ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر  
اسکے ماں باپ اسکو یہودی بنادیتے ہیں یا اس  
اسکو نصرانی بنادیتے ہیں یا اسکو مجوسی بنادیتے  
ہیں۔ جیسا کہ چوپا کے کا بچہ صحیح و سالم پیدا  
ہوتا ہے۔ تم ان میں سے کسی کو کھنکھاتا نہیں  
دیکھتے لیکن پیدائش کے بعد لوگ اس کا

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
ما من مولود الا يولد على فطرة  
فأبواه يهودانه أو ينصرانه أو  
يمجسانه كما تنجح البهيمة بهيمة  
فما رأه من فصوص فيهما من جدناه  
ثم يقول فطرة الله التي فطر الناس  
عليها لا تبدل ولا يأتى الناس

ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيُّمُ

درس داکا البخاری و مسلم

کان کاٹ دیتے ہیں) پھر بطور دلیل  
آپ اس آیت کو تلاوت فرماتے تھے  
فَطَرَحَ اللَّهُ التِّيْزَ جِزْلَ مَطْلَبٍ هَے کَ تَم  
اس فطرت الہی پر قائم رہو جس پر اللہ تعالیٰ نے  
انسانوں کو پیدا فرمایا ہے اس میں رد و بدل کرو  
وہی سیدھا راستہ ہے۔

بنی  
بنی  
بنی

حاصل یہ ہے کہ ہر انسان پیدائشی طور پر قبولِ حق کی صلاحیت رکھتا ہے۔ والدین کی  
ناماقبت اندیشی اور ماحول کی خرابی انسان کو اسکی فطری استعداد و صلاحیت سے محروم  
کر دیتی ہیں اور اسکو فطری تقاضوں سے ہٹا کر غیر فطری راہوں پر چلا دیتی ہیں اگر وہ ماحول  
اور غلط تربیت کی زد سے محفوظ رہتا ہے تو وہ اپنے خالق و مالک کو پہچانتا اور  
اس کی اطاعت گزاری میں مصروف رہ کر زندگی گزارتا ہے۔ لیکن جب حق تعالیٰ شاکر  
کی رحمت و غایت کسی کی دستگیری فرماتی ہے تو وہ غلط ماحول میں ڈوبتے ہوئے  
انسان کو بچا کر ساحلِ مراد سے ہم کنار کر دیتی ہے۔ اس تمہید کے بعد ہمیں بتانا ہے  
کہ ”صاحبِ تذکرہ“ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے رام پور کے کیسے عجیب و غریب اور  
متضاد ماحول میں آنکھیں کھولیں اور حق تعالیٰ نے آپ کی کس طرح دستگیری فرما کر آپ  
کی تربیت فرمائی اور آپ کو رام پور کے متضاد و متضاد ماحول سے نکال کر اپنے لئے منتخب  
فرمایا اللہ یُخَلِّقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ غَنِيٌّ

تقسیم کیا ہر ایک کو قسمِ ازل نے جو آدمی جس چیز کے قابلِ نظر آیا  
بیل کو دیا نعم تو پروانے کو جلنا غم ہم کو دیا اس نے جو مشکل نظر آیا  
اور حقیقت یہی ہے کہ حق تعالیٰ نے جس کو جس کام کیلئے پیدا فرمایا ہے وہ اس کے  
اسبابِ خود ہی ہتھیار فرما دیتے ہیں اور اسی ماحول میں اسکو پہنچا دیتے ہیں۔

اسلئے پہلے ہم رام پور کا ماحول اور اسکی تاریخ کا خلاصہ لکھتے ہیں۔ تاکہ ناظرین اس بات کا  
اندازہ لگا سکیں کہ اسباب کی شگستگی و فقدان کے باوجود حق تعالیٰ نے اسے بندے پر  
کس طرح کسب و کمالِ مرتبت کے دروازے کھولے اور اپنی قدرت و مشیت سے حضرت کو  
کہاں سے کہا پہنچایا یا اشارتِ کان و مالِ یشالم یکن ۛ خاص غم ہونے میں قسمت میں اگر  
زندگی موت کے آغوش میں بل جاتی

# ریاست رام پور

## اس کے ماحول کے نشیب و فراز

اس کو سوتا ہے ذوقِ علم و عمل جس کی گھر رام پور موتا ہے  
حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس شعر میں "رام پور" کے اصل مزاج اور  
وہاں کے باشندوں کی اصل افتادِ طبع کو بیان فرمایا ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ اس مردم  
خیر سرزمین میں پیدا ہونے اور نشوونما پانے والوں میں اکثر وہ جو ہر موجود ہونے  
میں جن پائے سلم و عمل کی تعمیر و جود میں آتی ہے۔ اور وہ ہیں ذکات و ذہانت،  
خصوصاً وہ ہمت، شجاعت و جرأت اور اولوالعزمی و بلند حوصلگی۔

رام پور کا وجود اور اس ریاست مرحومہ کی آبادی و شادابی انہیں انمول جواہر کی  
سرہون منت ہے۔ یہ ہماری کتاب تاریخ رام پور نہیں لیکن مدعا پر اس قدر لال کے  
طور پر ہم اس کی تاریخ کی جانب خفیف سے اشارات کرتے ہیں۔

تاسیس ریاست  
شاہ عالم خان بن شہاب الدین خاں افغانی کے متنی  
داؤد خان ۱۱۹۱ھ میں ۱۷۷۷ء میں شاہ عالم خان  
کی اجازت سے تجارت یا نوکری کا ارادہ ظاہر کر کے ہندوستان آئے فردری ۱۷۷۷ء  
میں اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کی وفات ہو گئی تھی ان کے بعد ان کا بڑا بیٹا  
محمد معظم بہادر شاہ تخت سلطنت پر بیٹھا۔ پانچ سال حکومت کر کے فردری ۱۷۸۲ء  
میں اس کی بھی وفات ہو گئی اسکے بعد اس کا بیٹا معزز الدین جہاندار شاہ تخت  
نشیں ہوا اور ایک سال بعد اپنے بھتیجے فرخ بن شیرین عظیم الشان کے ہاتھوں  
فردری ۱۷۸۳ء میں مارا گیا۔ پھر فرخ سیرا پنے چچا کی جگہ دلی تخت و تاج بنا

چھ سال بعد اپنے مقربین سید عبداللہ و سید حسین علی خاں کے ہاتھوں میں شراب خوردگیاش بھی ۱۷۱۹ء میں مارا گیا۔ تو شاہزادے رفیع الدرجات کو ریح الثانی ۱۱۳۱ھ م فردی ۱۷۱۹ء میں تخت نشین کیا گیا جو تین ماہ بعد مر گیا پھر دوسرے شاہزادے کو تخت نشین کیا گیا وہ بھی تین ماہ بعد وفات پا گیا اس کے بعد شاہزادہ روشن اختر (محمد شاہ) کو ذوقعدہ ۱۱۳۰ھ م ستمبر ۱۷۱۹ء میں تخت پر بیٹھا یا گیا۔ اس بادشاہ کے وقت میں سلطنت تباہ ہو گئی نادر شاہ نے دہلی کو لوٹا اور قتل عام کر کے بیس کروڑ کا سرمایہ اور وہ بہ تخت طازس، جو شاہ جہاں نے سات کروڑ کی لاگت سے بنوایا تھا لے گیا اور ہر پر صوبے کے ذمہ داروں نے اپنی حکومت الگ کر لی برہان الملک نے اودھ کا صوبہ دیا لیا جہاں نواب واجد علی شاہ وغیرہ ۱۸۵۶ء تک حکومت کرتے رہے نظام الملک نے جہا آباد کی ریاست بڑپ کر لی جو آزادی ہند کے بعد ختم ہوئی۔ اسی ماحول میں داؤد خاں (جو تجارت اور نوکری کر رہا تھا) کے حوصلے کھلے اور ملک گیری کی کوشش شروع کر دی اور انجام کار وہ ہیکھنڈ کا فاتح بن گیا۔ اسی سلسلہ کی لڑائیوں کے دوران ایک خوبصورت ہونہار بچہ موضع بانکولی تحصیل بہیری ضلع بریلی یا باکوئی پرگنہ بسولی ضلع بدایوں سے اس کے ہاتھ لگا۔ داؤد خاں ہنوز لادلہ تھا اس کو اپنا بیٹا بنا لیا اس بچہ کا نام سید علی محمد تھا جو بعد میں نواب سید علی محمد خاں صاحب بنا۔ داؤد خاں کے ایک لڑکا اس کے بعد محمد خاں غامی پیدا ہوا۔ اور داؤد خاں کو ۱۲۹۹ء میں راجہ دیپ چند دالی بدایوں نے دھوکہ سے بھری طرح قتل کر کر سالوں ندی کے کنارے دفن کر دیا۔

**نواب سید علی محمد خاں بہادر** | سید علی محمد خاں داؤد خاں کے جانشین قرار پائے۔ انہوں نے شہر آئولہ ضلع بریلی میں اپنا اہم تعمیر کرایا وہاں رہے اور اپنی ریاست کو فتوحات سے بڑھاتے رہے انھوں نے الہ گان اسلام گوناؤز کیا مساجد، مدارس اور خانقاہوں کی تعمیر کیں علماء وقت کی بہت قدر دانی کرتے تھے، شجاعت و سخاوت رعیت پر دہی و عدل گستری میں طاق تھے۔ نواب سید علی محمد خاں کے دور میں اُن کا دار الحکومت

شہر آئولہ بڑا عظیم الشان شہر تھا یہاں شترہ سو مساجد تھیں شجاع الدولہ  
کی یورش کے وقت ۱۱۸۸ھ میں قلعہ زریں گنبد، مذہب مسجد وغیرہ سب ویران  
تباہ ہو گئیں۔ اب وہاں کی اکثر مساجد شکستہ یا ویران ہیں۔

نواب سید علی محمد خاں کا حوصلہ اتنا بلند تھا کہ وہ شاہ ہند محمد شاہ سے مقابلہ کر کے  
ہلی کے تخت و تاج کو حاصل کرنا چاہتے تھے مگر وہ علیل ہو کر انتہائی ضعیف و نحیف  
ہو گئے ادھر محمد شاہ کا اس وقت انتقال ہو گیا جبکہ نواب صاحب موصوف صاحب فرارش  
تھے۔ نواب علی محمد بہت نیک دل نواب تھے نواب نجیب الدولہ والی نجیب آباد کو اپنے  
وقت کے اولیائے اکابر میں سے تھے بعض بزرگوں کے بقول حضرت شاہ ولی اللہ  
عزت دہلوی نواب نجیب الدولہ سے ملاقات کیلئے ان کے پاس تشریف لائے تھے  
ان کے سعدھی تھے نواب علی محمد کی صاحبزادی بڑے نواب زادہ ضابطہ خاں سے منسوب  
تھیں۔ نواب سید علی محمد کی پیدائش ۱۱۱۸ھ میں ۷۰۶ھ میں اور وفات  
۱۱۶۲ھ میں ۱۲ ستمبر ۷۴۹ھ میں۔ آئولہ ضلع بریلی میں ہوئی وہیں مدفون  
ہوئے۔ کل عمر ۴۴ برس ہوئی اور ریاست تقریباً تیس سال کی۔ مادہ تاریخ  
ذات (رہے ہیں افغان) ہے۔

ان کے سبب ان کے صاحبزادے  
نواب سید سعد اللہ خاں (متولہ ۱۱۴۹ھ  
۱۱۴۸ھ متولہ ۱۱۴۵ھ شعبان ۱۱۴۵ھ) ہوئے اس وقت دونوں  
بڑے صاحبزادے (سید عبد اللہ خاں و سید فیض اللہ خاں) قندھار میں مقیم  
تھے واپسی پر بڑے صاحبزادے جانشین شمار ہوئے۔ بھائیوں میں اختلاف ہوا  
اور دو بار ریاست کا بٹوارہ ہوا

آخر کار بعد از خرابی بسیار نواب  
سید فیض اللہ خاں والی ریاست ہوئے  
جو نہایت ذکی و ہوشیار منتظم المزاج سخی و صاحب حوصلہ ولی صفت اور رعایا  
پر دروہ عدل گستران تھے۔

یہی نواب سید فیض اللہ خاں بانی رام پور ہیں انھوں نے اس بستی کو آباد کر کے

اس کا نام مصطفیٰ آباد رکھا فیض آباد اس لئے اس کا نام نہیں رکھا کہ فیض آباد ایک مشہور و قدیم شہر اجودھیا کے قریب پہلے سے موجود تھا۔ کہتے ہیں کہ نواب صاحب موصوف آنو کہ کے بعد شاہ آباد میں رہتے تھے چونکہ اس کے تئیں رام گنگا بہتی ہے اسلئے اندیشہ یہ تھا کہ مرہٹے (جن سے طویل جنگیں ہو چکی تھیں) ایسے موقع پر اچانک حملہ آور نہ ہو جائیں کہ رام گنگا چڑھی ہوئی ہو تو پہاڑ کی طرف چلنے میں دقت ہوگی۔ اسلئے ان کو اپنا دارالریاست ایسی جگہ پر منتقل کرنے کی ضرورت ہوئی کہ اسکے اور پہاڑ کے درمیان کوئی بڑا دریا حاصل نہ ہو۔ اسلئے انھوں نے اپنے بھتیجے سید مصطفیٰ خاں بن سید آکر بیار خاں بن نواب سید علی محمد خاں کو ایسی جگہ تجویز کرنے کیلئے بھیجا اور ان کو یہ بھی ہدایت کر دی کہ وہ مقام شائع عام سے علیحدہ بھی ہو۔ نواب زادہ کو یہ سرزمین پسند آئی یہاں شاہ آباد کے متعلق ایک گاؤں راجپورہ نامی آباد تھا۔ نئی آبادی کے بعد اس شہر کا نام سید مصطفیٰ خاں کے نام کی رعایت سے مصطفیٰ آباد مقرر ہوا۔ مگر یہ نئی آبادی رام پور کے نام سے مشہور ہو گئی۔ نواب صاحب نے اس بستی کے گرد اگر دنہایت گنجان اور چوڑا بانسی کا حصار تیار کرایا تھا اس حصار کا دور تقریباً آٹھ دہائیوں میں تھا۔ آمد و رفت کیلئے دروازے بنائے گئے تھے۔ اس کی شہر پناہ اور بانسی کا اب کہیں نام و نشان نہیں۔ یہ شہر مراد آباد سے اٹھارہ میل مشرق کی طرف آباد ہے اس کا عرض البلد شمالی ۲۸ درجہ ۱۸ دقیقہ ۳۰ ثانیہ اور طول البلد ۷۹ درجہ ۵ دقیقہ ۳۰ ثانیہ ہے۔ اس وقت دو ہزار ایکڑ سے زائد اس کا رقبہ ہے۔

نواب سید فیض اللہ خاں میں وہ تمام صفات موجود تھیں جو ایک فرماں روا و مرد باخدا میں ہونی چاہئیں۔ وہ اپنی ریاست سے پانچ سو علماء و مدرسین کو و طبیعت ریتے تھے۔ علم و عمل سے رام پور جگمگ تھا اس وقت رام پور بخار آئے ہندو می کہلاتا تھا۔ نواب صاحب موصوف نے مساجد و مدارس کی بحشت تعمیر کرائی۔ جامع مسجد قدیم ان ہی کی تعمیر کرائی ہوئی تھی جو نواب سید کلب علی خاں کی تعمیر کرائی ہوئی جامع مسجد کے پہلو میں آگئی تھی پھر نواب سید حامد علی خاں نے دونوں کو ملا کر ایک خوبصورت و عالیشان جامع مسجد بنوادی تھی جو اب تک اسی طرح موجود ہے

نواب سید فیض اللہ خاں ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے عہد نامہ لال ڈانگ کے بعد  
 بیس برس ریاست کی عمر کا چونٹھواں سال شروع ہوا تھا کہ بغل میں پھوٹا  
 نکلا اور بڑھکر جب تک پہنچ گیا اسی میں ۱۷ یا ۱۸ ذوالحجہ ۱۲۰۸ھ بم ۱۶ جولائی  
 ۱۷۹۳ء چہار شبہ یا پنج شبہ کو تریکٹھ سال سات ماہ پانچ دن کی عمر پا کر انتقال  
 کیا۔ اور شہر رام پور کی عید گاہ کے دروازے کے قریب مقبرہ میں مدفون ہوئے  
 مہرا۔ اخوض امری الی اللہ عینہ فیض اللہ، بھتی

ان کے دور میں بہت سے مشائخ و اکابر رام پور میں جمع ہوتے مثلاً شاہ جمال اللہ  
 شاہ عبد اللہ بغدادی، حسن شاہ، بحر العلوم مولانا عبد العلی بن ملا نظام الدین، مولانا ستم علی  
 محشی میرزا ہد اور ملا حسن شارح سلم العلوم وغیرہ۔ نواب سید فیض اللہ خاں اہل  
 سنت و جماعت ولی صفت آدمی تھے۔

نواب سید محمد علی خاں بہادر | ان کے جانشین ان کے بڑے صاحبزادے  
 نواب سید محمد علی خاں ہوئے جو نواب

آصف الدولہ لکھنؤ کے اثر سے متشیع ہو گئے تھے ان کی سخت گیری کے سبب درباریوں  
 نے ان کو قتل کر دیا تھا انکی پیدائش ۱۱۶۶ھ میں اور سند نشینی ۱۷۷۱ھ  
 ۱۲۰۸ھ ۱۶ جولائی ۱۷۹۳ء میں اور ۱۳ محرم ۱۲۰۹ھ کو مجروح ہو کر ریاست  
 سے جدا ہوئے ۲۱ محرم ۱۲۰۹ھ شبہ میں مقتول ہو کر وفات پائی سید محمد یار  
 خاں ابن سید نواب سید علی محمد خاں کے مقبرہ میں (جو میرانا مدیرہ) کے نام سے مشہور  
 ہے) مدفون ہوئے کل پچیس یوم ان کا زمانہ ریاست رہا۔

نواب سید غلام محمد خاں بہادر | ان کے بعد سید غلام محمد خاں مسند نشین ہوئے  
 آصف الدولہ اور انگریزوں سے جنگیں کیں۔

شکست خوردہ ہوئے انگریزوں کی حراست میں رہے۔ انگریز سے اجازت لے کر حج  
 کیا حج سے افغانستان واپس ہوئے پھر کشمیر نادوں میں قیام کیا جہاں سند چند  
 حاکم تھا۔ وہیں انتقال ہوا وہیں مزار ہے۔ یہ نواب صاحب سنی العقیدہ تھے۔

پیدائش ۱۷۷۱ھ مسند نشینی ۱۳ محرم ۱۲۰۹ھ وفات ۶ ج ۲ ۱۲۲۸ھ میں  
 ہوئی۔

نواب سید احمد علی خاں بہادر | نواب سید غلام محمد خاں کے ترک و طعن  
کر دینے کے بعد کچھ شرائط کے ساتھ انسرو

سے صلح ہو گئی اور نواب سید احمد علی خاں خلف نواب سید محمد علی خاں کو مسند  
نشین کیا گیا۔ لیکن یہ نواب بہت عیاش طبع، بے رحم اور جاہر تھا۔ پیدائش ۱۲۸۵  
م ۱۸۴۵ء میں ہوئی وفات ۵ ج ۱۲۵۷ھ ۲۶ جولائی ۱۸۴۵ء میں ہوئی تقریباً  
پچیس سال کی عمر ہوئی اور ستائیس سال ریاست کی۔

اس کے بعد نواب سید محمد سعید خاں ابن نواب  
نواب سید محمد سعید خاں بہادر | سید غلام محمد خاں کو کمشنر صاحب نے ۱۲۸۶ ج ۲

۱۲۵۶ھ م ۲۰ اگست ۱۸۴۵ء میں مسند نشین کیا۔ نواب صاحب مذہب امامیہ  
رکھتے تھے مگر سید احمد علی خاں مذکور کی طرح سنیوں سے بیر نہیں رکھتے تھے طبیعت  
میں رعایت تھی۔ انہوں نے شہر کی خستہ حالی کو دور کیا کچھ تعمیرات بھی کرائیں۔  
نواب صاحب طبیب بھی تھے حکیم مرزا علی لکھنوی سے تلمذ تھا شرعی خوبی  
لکھتے تھے مرزا قیقل سے مشورہ تھا میر تقی تک کتب پڑھیں مولانا فضل حق صاحب  
ابن مولانا فضل امام خیر آبادی کو بلا کر حکمہ نظامت و مرافقہ عدالتین پر مامور کیا۔

موصوف نے "ہدیہ سعیدیہ فی حکمتہ الطبعیہ" فلسفہ میں لکھ کر اس کو نواب صاحب موصوف  
کے نام سے معنون کیا۔ پیدائش ۲ رجب ۱۲۵۵ھ م ۱۹ مئی ۱۸۴۴ء روز جمعہ  
میں اور وفات ۱۳ رجب ۱۲۷۱ھ م یکم اپریل ۱۸۵۵ء دوشنبہ میں ہوئی۔

امام باڑہ میں غسل دیا گیا پہلے سنیوں نے پھر شیعوں نے نماز جنازہ پڑھی اور  
حب و صیت وہیں مدفون ہوئے بعد وفات لقب "جنت آرام گاہ" ہوا "غروب  
کو کب" تاریخ وفات ہے۔ ۷۱ سال عمر پائی ۱۵ سال ۲۱ روز ریاست کی۔

نواب سید یوسف علی خاں بہادر | نواب صاحب مذکور کے بعد ان کے خلف  
سید یوسف علی خاں بہادر مسند نشین

ہوئے۔ مفسدوں کی سربکوبی کی اور مختلف جنگوں میں بہادری کے جوہر دکھلائے  
ان کو ملکہ و کٹوریہ نے "ستارۂ ہند" لقب سے نوازا۔ یہ نواب صاحب علم دوست  
علمدار نواز، شاعر اور ابن کمال کے قدر داں تھے انہوں نے اپنے استاد حضرت علامہ



مولانا مفتی محمد سعد اللہ صاحب (حضرت ناظم صاحب کے جد امجد) کو لکھنؤ سے رامپور بلوایا اور حاکم مراقبہ وغیرہ کے بلند عہدوں سے نوازا تھا۔

نواب سید یوسف علی خاں کی ولادت ۵ ربیع ۱۲۳۱ھ م ۵ مارچ ۱۸۱۶ء میں اور وفات ۲۲ ر ذوقعدہ ۱۲۸۱ھ م ۲۱ اپریل ۱۸۶۵ء جس میں ہوئی۔  
دس برس چار ماہ گیارہ دن ریاست کی۔ اور پچاس برس آٹھ ماہ پچیس دن کی عمر پائی۔ یہ بھی شیوخِ حقہ اسلئے حسب وصیت ان کے مذہب کے موافق بختیڑ و تکفیس کی گئی اور امام باڑہ کے بیرونی دالان میں اپنے والد کے پاس دفن ہوئے بعد وفات لقب ”فردوسِ رکاں“ تجویز ہوا۔ شرف میں تخلص ناظم تھا۔

نواب سید کلب علی خاں بہادر  
بعد ازاں نواب سید کلب علی خاں بہادر  
خلف ابر نواب سید یوسف علی خاں بہادر

بعض سال مسند نشین ہوئے ۱۵ محرم ۱۲۸۲ھ م ۱۰ جون ۱۸۶۵ء مدرسہ جہان انگلش ایجنٹ ریاست و کمشنر و ہیکمندا رامپور آئے اور اسی دن انکو باضابطہ طور پر مسند نشین کیا گیا انکی پیدائش ۲۰ ذوالحجہ ۱۲۵۰ھ م ۱۹ اپریل ۱۸۳۵ء یکشنبہ کو اور وفات ۲۴ رجب ۱۳۰۱ھ م ۲۳ مارچ ۱۸۴۴ء چہار شنبہ ۳ ربیعہ دن کو ہوئی ۲۲ برس سات ماہ حکومت کر کے بعمر ۵۳ سال وفات پائی بعد وفات لقب ”غلد آشتیاں“ تجویز ہوا۔ اور حافظ جمال اللہ صاحب کے مزار کے قریب مغربی جانب مدفون ہوئے۔ انہوں نے اپنی حیات ہی میں اپنی برتیا کر کر توفیقاً کو وہاں ختم قرآن و ایصالِ ثواب کیلئے مقرر کر دیا تھا دفن کے بعد بھی وہی حفاظ قبر پر قرآن خوانی کیلئے عرصہ تک مامور رہے۔ نواب صاحب نے اپنے غسل کیلئے آب زمزم کا نظم کیا تھا چنانچہ غسل کے بعد آپ پر زمزم چھڑکا گیا کہتے ہیں کہ دم واپس اسہم ذات جاری تھا انکی ریاست کے دور میں رام پور بہت معمر اور جگمگ رہا۔ نواب صاحب نے عمدہ تعمیرات بڑے بڑے دروازے اور سڑکیں بنوائیں۔ صفائی کا معقول نظم کیا اور جامع مسجد کی تعمیر کی بہت سی مسجدیں اور مدرسے تعمیر کیے طلبہ و طالبات کے وظائف جاری کیے ۲ مدرسے شہر رام پور میں تھے جن میں سے ایک مدرسہ عالیہ جو نواب فیض اللہ خاں بہادر

کے دور سے قائم ہے مگر اس کا باقاعدہ اجراء نواب سید محمد سعید خاں کے دور سے ہوا نواب سید کاظم علی خاں بہادر کے دور میں یہ ترقی کے بام عروج پر پہنچا ایک فارسی کا مدرسہ تھا ایک حفظ قرآن پاک کا چوتھا ناگری کا پانچواں انگریزی کا چھٹا لڑکیوں کا اور چار مدرسے عربی فارسی کے شاہ آباد، بلاسپور ٹانڈہ اور ملک میں قائم کئے تھے۔ نواب سید فیض اللہ خاں نے جس کتب خانہ کی بنیاد رکھی تھی نواب صاحب موصوف نے اسکو بہت ترقی دی نایاب کتب تلاش کر کر کے اس میں داخل کیں منتخب خوشنویس رکھ کر کتابیں لکھوائیں۔

خود خریدتے اور ہدایا میں بھی کتابیں پسند کرتے تھے۔ اس کی اتنی حرص تھی کہ وہ اس سلسلہ میں حد جواز کو بھی نظر انداز کر دیتے تھے چنانچہ حضرت مولانا مفتی لطف اللہ بن حضرت مولانا مفتی سعد اللہ صاحب کے ان کے کتب خانہ کی خاص خاص کتابیں منگا کر اپنے کتب خانہ میں داخل کر لیں نواب صاحب کے دور میں مختلف علوم و فنون کی کتابوں کی تعداد ۸۶۹۷۱ ہو گئی تھی۔ تمام محکموں کو، منشیوں کی نگہبانی میں دے کر حکم کر دیا تھا کہ تمام فیصلے شریعت کے مطابق ہوں۔ فوجی نظام میں باقاعدگی پیدا کی تو بجائے بنایا اسپریتین سو کار بندے رکھے۔ زندہ دل مہاجرین اور علوم و فنون کے ماہرین۔ علمائے کابلیں، شعرائے اردو ہندی، تاریخ گو، کالمین زبان فارسی، حفاظ و قسرا، موز خوان و ردھہ خوان اور داستان گو وغیرہ بہت سے جمع کر لئے تھے۔ اخبار المصابداں و جہانگیر میں ہے کہ نواب صاحب خوش اقبالی میں اپنے آباء و اجداد سے بڑھے ہوئے تھے علماء و فقراء اہل ہند و شرار و غیرہ تمام اہل ہنر کے بڑے قدرداں اور جویا۔ یہ کہاں تھے نکلتے کو کتابوں کے سولی خریدتے تھے (کچھ آگے لکھتے ہیں کہ) اگرچہ ان کا دربار اگری یا شاہجہانی دربار نہ تھا مگر اہل فضل و کمال رشان ریاست سے بے درجہا زیادہ تھے چونکہ نواب صاحب خود محقق و ماہر فن تھے اور ان کے دربار میں فروع پانا کچھ آسان بات نہ تھی شہر میں کمال کا عام رواج ہو گیا تھا اور اسکے ساتھ نواب سید کلب علی خاں کی پایہ شناسی اور فیاضیوں سے اور بھی جو عیال بڑھا دیتے تھے، ایک جگہ لکھتے ہیں کہ اس ریاست کو آج شہر برکس سے زیادہ ہوتے اس مدت میں ایک رئیس بھی

ایسا نہیں گذرا جو فضل و کمال کے شوق میں تو اب سر سید کا لب علی تھما کی شان یکسانی کا حریف ہو سکتا۔ افسوس یہ ہے کہ ریاست کے انتساب نے ان کو نوابوں کے پہلو میں جگہ دی در نہ شاعری و تاریخ۔ ادب، موسیقی، فقہ کو نسی بزم ایسی ہے جہاں فخر و شرف کے ساتھ انکو جگہ نہیں دی جاتی تحقیق مسائل کی طرف ہمیشہ توجہ رہتی تھی شکل اور دشوار مسئلے ہر فن کے کامل سے حل کرتے تھے۔

مباحثے سے زیادہ ذوق تھا یہی وجہ ہے کہ بہت سی تحقیقات علمیہ کا ذخیرہ ان کے ذہن میں جمع ہو گیا تھا مشہور فارسی کے دیوانوں اور نثروں میں شاید ہی کوئی کتاب ہوگی جو انکی نظر سے نہ گزری ہو الخ (انجام الہنا دیر ج ۳ ۱۸۵۵ء)

نواب صاحب موصوف نے کتب فارسی خلیفہ غیاث الدین عزت صاحب غیاث اللغات سے پڑھی تھیں۔ مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی سے بھی کچھ علوم عقلیہ حاصل کیے شمس العالی کار مولوی عبد الحق صاحب خیر آبادی۔ یہ بھی علوم عقلیہ کی بہت سی کتابیں پڑھیں اور میر عیون علی خوشنویس سے اصلاح خطی تھی۔ نواب صاحب نے ۱۲۸۹ھ میں چار سو افراد کے ساتھ حج کیا علاوہ انہوں نے بمبئی سے اپنے مصارف و دسویں غریبوں کو حج کرایا۔ اس سفر حج میں نواب صاحب کے چھ لاکھ انتیس ہزار چھ سو ساٹھ روپے آٹھ آنے اور تیس ہزار بہتر اشرفیاں اور دو ہزار ریال خرچ دئے جن میں سے انتیس ہزار اڑتیس اشرفیاں ہشت ماشی اور ایک ہزار چونتیس پوری تھیں۔ فیاضی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے مئی ۱۸۶۵ء سے مارچ ۱۸۸۴ء تک زکوٰۃ و خیرات و ہدایا کے علاوہ صرف انعامات و عنایات میں دس لاکھ اٹھتر ہزار دو سو چوں روپے ایک آنہ اور چار ہزار نو سو چھپن عدد اشرفیاں صرف کر دیں۔ نواب صاحب اعلیٰ درجہ کی عیش و عشرت کے باوجود مذہبی معاملات میں نہایت راسخ تھے ذرائع و اعمال کے سمجھ پائند تھے سچے سچے سنی حنفی مسلمان تھے بدعات کی طرف قدرے میلان تھا اور اخیر عمر میں غم و سرور کا غلبہ ہو گیا تھا اور آگے نواب زادہ ملک وزیر خطرات متوقع تھے جو واقع ہو کر رہے اسی وجہ سے نواب صاحب کے دور حیات میں صاحب موائج جو تہ الامم و حضرات اقدس میں ناظم صوابت کے مجدد اکبر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد سعید صاحب یہاں سے دل برداشتہ ہو گئے تھے

اور بھوپال منتقل ہو جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ اچانک ۱۴ رمضان ۱۲۹۲ء میں وفات ہو گئی اور بجائے بھوپال کے جناب رب تعالیٰ کی طرف منتقل ہو گئے۔

**نواب سید مشتاق علی خاں بہادر** کے بعد ان کے خلف نواب سید مشتاق

علی خاں بہادر والی ریاست تسلیم کئے گئے اور ۲۹ رجب ۱۳۰۲ھ ۲۵ مارچ ۱۸۸۷ء کو لنگ صاحب کمشنر نے رامپور آکر انکو مسند نشین کیا مگر یہ شیعوں کے محکموں مغیبتوں کی نگرانی ہٹادی، اسلامی تاریخ کو لکھوانا ملتوی کرادیا۔ مدارس دینیہ کو بہت تنزل ہوا ان کے بجائے اسکول اور کالج چا بجا کھولے گئے۔

حاصل یہ ہے کہ نواب سید کلب علی خاں بہادر کے دور میں جو ایک عمدہ فضا قائم تھی ارباب کمال کی جمعیت تھی وہ سب ختم ہو گئی۔

نواب سید مشتاق علی خاں کی پیدائش ۱۲۷۲ھ ۲۲ اپریل ۱۸۵۷ء کو اور وفات ۲۴ رجب ۱۳۰۶ھ ۲۵ فروری ۱۸۸۹ء دوشنبہ کو ہوئی۔

عرش اشیاں کے لقب سے ملقب ہوئے۔ صحن دیوان خانہ میں غسل دیا گیا اور حافظ جمال اللہ صاحب کے مقبرہ کے احاطہ میں صحن چبوترہ سے متصل مدفون ہوئے اس مقام کو نواب صاحب نے اپنی حیات ہی میں تجویز کیا تھا۔

**نواب سید حامد علی خاں بہادر** ان کے بعد ان کے خلف اکبر نواب سید حامد علی خاں بہادر والی ریاست قرار

پائے۔ تاریخ پیدائش ۲۹ رجب ۱۲۹۲ھ ۳۱ اگست ۱۸۷۵ء دوشنبہ ۱۱

بچے دن ہے اور تاریخ جلوس ۲۶ رجب ۱۳۰۳ھ ۲۷ فروری ۱۸۸۶ء چار شنبہ

مسند نشینی کے وقت نواب صاحب کی عمر چودہ سال دس ماہ ستائیس دن تھی

اسلئے مجلس استقامت بنام "کونسل آف رجمنسی" قائم کر کے ریاست کا انتظام کیا گیا

یکم جون ۱۸۹۶ء کو میکڈانل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر مالک متحدہ نے گورنر

کی جانب سے اختیارات کاملہ نواب صاحب موصوف کو عطا کیے۔ نواب صاحب رحمہ

تھے رعایا کی پرورش میں کرتے تھے تعمیرات کا بہت شوق تھا تعمیرات خوب کراہیں

نواب صاحب نے منور محل میں آنکوش تشیع میں پرورش پائی چنانچہ شیعہ المذہب ہوئے

**نواب سید رضا علی خاں** ان کے بعد دالی ریاست نواب سید رضا علی

خاں ہوئے ان کے دور ریاست میں یکم جولائی ۱۹۴۲ء کو ریاست رام پور کا انضمام متحدہ آزاد ہندوستان سے ہو کر ریاست کا ماتم ہو گیا آخری دالی ریاست موصوف کی وفات ۱۹۶۶ء میں ہوئی۔ ان حضرات نے وہ سب کچھ کیا جو کوئی دولت مند صاحب اقتدار و اختیار کر سکتا ہے۔ ان دونوں دالیان ریاست نے اس کام کو جو نواب سید شقائق علی خاں بہادر نے شروع کیا تھا انتہا تک پہنچا دیا۔

برہے بہت مختصر خلاصہ تاریخ رام پور کا جس سے دلچسپ معلومات، لذت اہل ذوق و ضیافت اہل طلب و شوق کے علاوہ رام پور کے دینی و دنیوی نشیب و فراز، شندگان رام پور کے مزاج اور الناس علی دین ملوکہم کے اصول سے ان کے الطوار عادات وغیرہ کا اندازہ لگانا بہت آسان ہے۔ خصوصاً ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۷ء سے خاتمہ ریاست ۱۳۶۹ھ ۱۹۴۹ء تک کا دور دینی علوم و اعمال کے تنزل و عطا کا دور اور خاص طور پر سنیت و حنفیت کیلئے انتہائی صبر آزما وقت ہے۔ اس خطرناک ماحول اور صبر آزما دور میں ریاست رام پور جدت و نفیس دینی و شیعیت کے طوفان میں گھری ہوئی تھی

گزیر دلوں کے منشاء پر ریاست کے جملہ امور بروئے کار آ رہے تھے۔ ان کی منشاء کی خلاف ورزی کرنے کی کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی تھی۔ انگریزی تعلیم سے مایہ فخر تھا انھیں نافرمانیوں اور بغاوتوں نے ریاست کو فنا کے گھاٹ اتار دیا جیسا کہ ہندوستان کی تمام ریاستیں مظالم و معاصی کی نذر اور رنگ ریلوں کا شکار ہو گئیں بلکہ مسلمانوں کی حکومتوں کا خاتمہ اسی شیوہ تغافل و بے راہی سے ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ریاست میں جو خالی خالی گھرانے اپنی پُرانی وضع، پُرانے طرز اور دین برحق پر ماموشی سے قائم تھے ان ہی میں سے حضرت علامہ مفتی محمد سعد اللہ صاحب گھرانہ نے تھا جس میں صاحب تذکرہ، حجتہ الاسلام حضرت اقدس مولانا شاہ محمد سعد اللہ صاحب

کی ولادت باسعادت اور تربیت بابرکت ہوئی اس خاندان میں علمی آثار، زہد و  
 اتقان کے نشانات گویا باقی تھے اور اس گھر کے مرد اور عورتیں اپنی پرانی دینی و دنیوی  
 اور تقویٰ و دینداری پر قائم تھے تاہم ماحول کے اثرات اس دینی ماحول کی جڑ و  
 تک پہنچ چکے تھے دینی تعلیم و تربیت دشوار ہو چکی تھی۔ اندرون و بیرون کے  
 ماحول متضاد و متصادم تھا۔ اور شدہ شدہ اس گھرانے کے اندرون پاکیزہ  
 ماحول میں باہر کی بددینی کے جراثیم اثر انداز ہو رہے تھے

## حضرت امام کاظم علیہ السلام

مشہور یہ ہے کہ آپ شیخ صدیقی النسب تھے جیسا کہ آپ کے خاندان ذیشان کے ایک  
 شخص (جناب حافظ احمد علی صاحب شوق رام پوری) نے اپنی کتاب ”تذکرہ کاملان“ میں  
 حضرت دالّا کے جد اکبر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد سعد اللہ صاحب اور ان کے صاحب  
 حضرت مولانا مفتی لطف اللہ صاحب کے تذکروں میں اس بات کی تصریح کی ہے  
 یہ حضرات ”شیخ“ تھے آپ کے اعزہ میں بھی یہی مشہور ہے چنانچہ آپ کے خاندان  
 اکثر افراد اپنے آپ کو صدیقی کہتے اور لکھتے ہیں اور اپنے نسب کی نسبت حضرت  
 ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسلک کرتے ہیں۔ اور بعض حضرات اپنے  
 کو ”سید“ بھی کہتے ہیں۔

جناب فریدی صاحب وغیرہ بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ آپ دراصل خاندان سادات  
 کے چشم و چراغ تھے اور مشہور و معروف تھے۔ اور واقعہ اس طرح ہوا کہ ہندوستان  
 میں مالک عربیہ و حجازی مسلمانوں کے دوستوں کے لوگ آئے ہیں (یا فاتحین و مسلمان  
 و مسلمانین و داعیین) یہ دوسری قسم کے حضرات ہندوستان کے مختلف  
 گوشوں میں قیام پذیر ہوئے اور اسلام کی دعوت و اشاعت کا کام انجام دیا۔

نہ یوپی میں دار دوسرے وہ بھی یہاں مختلف مقامات پر ٹھہرے۔ پہلے اطراف  
 ان کا قیام بدایوں۔ گجرات۔ اغوان پور۔ جب پور۔ وغیرہ رہا اور اپنی اپنی قیام گاہوں  
 کے قرب و جوار کے علاقوں کو انہوں نے محنت و دعوت و تبلیغ کا میدان بنایا۔ حضرت  
 الّا کے اجداد بھی اسی لائن (دعوت و تبلیغ) سے جھانز سے ایران و افغانستان  
 تھے ہوئے ہندوستان آئے اور یہاں مراد آباد سے چند میل کے فاصلہ پر  
 نب مغرب فروکش ہوئے۔ یہیں پیر بہرام بھی رہے جو غالباً آپ کے اجداد میں  
 سے ہیں۔ چونکہ تبلیغی قافلہ افغانستان سے چل کر ہندوستان آیا اور۔۔۔۔۔

اس مقام مذکور پر پڑاؤ کیا تھا۔ اسی لئے اس مقام کا نام افغانستان پور ہوا پھر عوام  
 کو اغوان پور کہنے لگے اور اب یہ بستی "اغوان پور" کے نام سے موسوم و مشہور  
 نہیں بلکہ جن حضرات میں سے کسی بزرگ نے دیوان خانہ محلہ کسرہ دل مراد آباد  
 اپنی خانقاہ بنائی اور اس خانقاہ کو انہوں نے تبلیغ و اشاعت اسلام اور اصلاح  
 ریت خلق کا مرکز قرار دے کر تبلیغ اور تعلیم و تربیت کا کام انجام دیا۔ یہاں انہوں  
 رسلموں میں اور خاص طور پر ہندوؤں کی مشہور قوم کلاسہ شراہ فرڈش) میں جو  
 اس مقام پر آباد تھے تبلیغی حمد و جہد کی اور وہ لوگ بفضلہ تعالیٰ مشرف باسلام ہوئے  
 حضرات نے انکی تعلیم و تربیت فرمائی۔ یہی نو مسلم (کلار) کلال کہلائے اور بعد  
 ان خود وہ لوگ بھی صدیقی کہنے لگے۔ حضرت کے اجداد نے اسلام کی خاطر جہاں اپنے  
 وطن، راحت و آرام اور اعزہ و احباب وغیرہ کو قربان کیا وہیں انہوں نے اپنے  
 امتیاز کو بھی اسلام پر اس طرح نثار کر دیا کہ وہ ان نو مسلموں میں مشہور و شکر کی طرح  
 آگئے۔ ان کے ساتھ رشتوں، ناٹوں اور بیاہ شادیوں سے بھی دریغ نہیں کیا  
 اور اگر ایسا ہی ہے تو یہ ایک عظیم شہر بانی اور بے مثال ایثار ہے کہ انہوں نے ان غریب  
 لوگوں کو رشتہ داریاں قائم کر لیں بلکہ انہیں لوگوں میں ضم ہو گئے۔ یہ سب کچھ انہوں  
 لام کی محبت، انسانی ہمدردی و مروت اور اپنے بھولے بھٹکے بھائیوں کی تحیر خواہی  
 نے ہی کیا۔ اسی لئے یہ حضرات سادات بھی قوم کلار کے ساتھ ساتھ شیخ صدیقی  
 مشہور ہوئے۔ واللہ اعلم

دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ مولانا محمد علی جوہر رام پوری کا خاندان صدیقی نسب

شیوخ کا خاندان ہے۔ اور شیوخ و سادات کے دونوں خاندانوں میں ایک دوسرے کے ساتھ زمانہ قدیم ہی سے رشتے ناٹے اور شادی بیاہ ہوتے چلے آئے ہیں اور توارث و تسلسل کے تحت حضرت والا کے خاندان (سادات) اور مولانا محمد علی جوہر کے خاندان (شیوخ) میں آپس میں بیاہ شادیاں ہوتی رہی ہیں اور اب بھی ہوتی ہیں اور اس کثرت سے ہوتی ہیں کہ دونوں خاندان ایک دوسرے بالکل ضم ہو گئے ہیں شاید اسی وجہ سے تذکرہ نگاروں نے حضرت علامہ مولانا مفتی محمد سعد اللہ صاحب کی ان کی اولاد کو شیوخ میں شمار کیا ہو اور خاندان کے بیشتر افراد بھی خود کو شیخ صدیقی القب کہتے اور لکھتے ہیں یہ دوسری وجہ قوس قیاس اور ذہن سے قریب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

شاہزادہ محترم حضرت مولانا محمد اللہ صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ ایک دن میں نے حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت ہم تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد اور خاندان سادات میں سے ہیں؛ یہ سن کر حضرت نے ناخوشی و ناگواری سے فرمایا۔ میں ان باتوں سے کیا ہوتا ہے حق تعالیٰ کے یہاں حسب و کچھ نہیں چلتا وہاں تقویٰ کام آئے گا اللہ اللہ کرو، تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ کے حصہ میں فلاں ابن فلاں کی کوئی حیثیت نہیں ان کے یہاں تو تقویٰ کی قدر و عظمت اتنا کہ ان کے ہاں اللہ آفتاکہ ایک دن ارشاد فرمایا کہ ہمارے خاندان کے کچھ لوگ اپنے آپ کو "سید" کہتے ہیں ممکن ہے کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ شیوخ و سادات کی رشتہ داریاں باہم ہمیشہ ہوتی رہی ہیں اسوجہ سے کچھ افراد اپنے کو صدیقی "اور کچھ افراد اپنے آپ کو "سید" کہنے لگے ہوں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں احترام شریعت اور احتیاط کا پہلو بہت غالب تھا اس بنا پر انہوں نے کبھی اپنی نسبت کو نہ لکھا نہ اسکا اظہار پسند فرمایا کیوں کہ ان کے فرمانے کے مطابق نسبت کا مکمل ثبوت اور اسکی پوری تحقیق نہیں ہو سکتی حضرت والا یہ بھی فرماتے تھے کہ جو شخص "صدیقی" اور "سید" ہے وہ تو ہر حال میں ہے کچھ اور لکھنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ نیز ارشاد فرمایا کہ نسب شروع کے اظہار میں تفاخر و تعالیٰ پائی جاتی ہے جو شرعاً حرام ہے اسلیئے بھی اس طرف سے احتیاط فرمائیے۔



زائد توجہ نہ کرنی چاہیے جو چیز توبہ کی مستحق ہے وہ تقویٰ ہے اِنَّ اَكْمَلَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ  
 اَتْقٰكُمْ۔ ایک بار فرمایا کہ ”موجودہ دور میں بہت سے ”غیر صدیقی“ اور ”غیر سید“  
 بھی اپنے آپ کو ”صدیقی“ اور ”سید“ کہنے لگے ہیں اسلئے اپنے آپ کو ”صدیقی“ و  
 ”سید“ کہنا اور لکھنا اپنے نسب کو رشتہ کرنا ہے۔

اور واقعہ یہی ہے کہ ابن اللہ اپنے نسب اور خاندانی شرافت کی طرف التفات نہیں  
 فرمائے خصوصاً جب کہ اس کا کوئی یقینی ثبوت بھی نہ ہو۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ  
 ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم جامعہ مظاہر علوم پہنچے دارالطلبة قدیم کی مسجد  
 کلتوریہ میں نماز ادا فرمائی۔ حضرت کی اجازت سے نماز کے بعد کسی صاحب نے  
 حضرت کے بیان کا اعلان ان الفاظ میں کیا کہ ”حضرت مولانا سید ابرار الحق صاحب  
 تشریف فرما ہیں بیان فرمائیں گے“ حضرت موصوف بیان کیلئے کھڑے ہوئے تو  
 ارشاد فرمایا کہ جن صاحب نے بیان کا اعلان فرمایا انہوں نے میرے نام کی کٹھن لفظ ”سید“ لگایا  
 اور مشہور بھی یہی ہے لیکن کیونکہ میرے پاس اس کا کوئی ثبوت یا نسب نامہ نہیں اسلئے  
 میرے نام کے ساتھ ”سید“ لگانا مناسب نہیں بلکہ خلاف احتیاط ہے، ”معلوم ہوا کہ  
 یہ حضرات ان چیزوں کو زائد وقعت و اہمیت نہیں دیتے۔  
 کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیز ہے نیست۔

پھر بے ثبوت و بے سند ہونے کی وجہ سے اسکو خلاف احتیاط و خلاف تقویٰ بھی سمجھتے  
 ہیں اور حجتہ الاسلام حضرت اندس ناظم صاحب میں تو احتیاط و اخفاء اور نہایت کا  
 کمال تھا۔ وہاں تو کسی ایسی چیز کا اظہار بھی انتہائی ناپسندیدگی و ناگواری کا سبب  
 تھا جس کی بوجہ بھی آتی ہو یا بڑائی کا اندیشہ و شبہ بھی ہو سکتا ہو۔ حضرت والا  
 فرماتے ہیں۔

خاک ساری ہمارا شبہ ہے سب ملتے ہیں ہر و الفت سے  
 ہم کو نفرت ہے بغض و نفرت سے ہم کو دشت ہے کبر و نخوت سے  
 ہم کو چڑھو ہے بفضلہ اسعد  
 طعن و تشنیع و لعن و غیبت سے

یہی عادت آپ کے جد اکبر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد سید اللہ صاحب رحمہ اللہ کی تھی

کہ کثیر التماہیف و صاحب تسلیم ہونے کے باوجود انہوں نے اپنے خاندان، آبار و اجداد اور نسب و نسبت کا کہیں ذکر ہی نہیں فرمایا۔ اسلئے آپکا پورا سلسلہ نسب بھی نہیں بیان کیا جاسکتا۔ ہمیں اتنا ہی معلوم ہے کہ آپکے مویث اعلیٰ حضرت مولانا نظام الدین صاحب مراد آبادی ہیں۔ جو محمد کسرول موسوی والی مسجد کے عقب میں رہتے تھے آپکا وہ مکان اب بھی موجود اور حضرت مفتی سعد اللہ کے نام سے مشہور ہے۔ اب انہی کے خاندان کے افراد مولانا حفظ الرشید صاحب (جنکی عمر سو سال سے متجاوز ہے) اور انکی اولاد اس مکان میں مقیم ہیں۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ مکان ان حضرات کے پاس کس طرح پہنچا۔ میراث کے ذریعہ یا خرید کر واللہ اعلم بعض لوگوں نے حضرت والاؒ کو پوچھا ان کہا ہے لیکن یہ بالکل غیر واقعی بات ہے اس غلط فہمی کی بنیاد دو باتیں ہو سکتی ہیں۔ آپکا وطن رام پور ہے اور وہاں پر اصلی اور نقلی چٹھانوں کی اکثریت ہے۔ ریاست کی جانب سے اس خاندان کی عظمت کے لئے خاں صاحب کا خطاب ہوگا چنانچہ اہلک رام پور میں سادات کے نام کے شر و رع میں سید اور اخیر میں خان بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ رام پور میں لفظ خان عظمت کیلئے مخصوص ہے۔ (فہ) نوابان رام پور کے ناموں کے شرع میں سید اسلئے بولا اور بکھا جاتا تھا کہ ان کے جد امجد نواب اول سید احمد علی عرف سید محمد علی خاندان سادات کے چشم و چراغ تھے اور اخیر میں لفظ خان اسلئے ہوتا تھا کہ نواب صاحب موصوف داؤد خاں کے متنبی اور جانشین تھے۔ جیسا کہ تاریخ رام پور کے خلاصہ میں آپکا ہے۔ اسلئے رام پور کے کاخیان یہ ہے کہ رام پور محض حضرت لفظ سید اور خان دونوں کو تعظیمی الفاظ سمجھ کر ناموں کے اول و آخر استعمال کرنے لگے ہوں گے۔ اسی عادت کے ماتحت حضرت والاؒ کے خاندان والوں کے بعض ناموں کے ساتھ بھی لوگ لفظ خان لکھ دیتے ہوں گے۔ بہر حال آپ کو پوچھا کہ کیا لکھنا خلاف واقعہ اور غلط ہے۔ اس خاندان کی شہرت جس ذات گرامی کے ذریعہ زیادہ ہوتی ہے۔ وہ ہیں حضرت علامہ مولانا مفتی محمد سید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ اور حضرت اقدس مفتی صاحب

محرم ۱۴۱۲ھ بم ۱۲ مارچ ۱۹۹۶ء شنبہ کو مولانا کا انتقال ہو گیا قبرستان بدر حاشاہ جنت کاناہ مراد آباد میں مدفون ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲ نسیم احمد غازی مظاہری

کے آبار و اجداد کے حالات معلوم نہیں ہیں اسلئے ہم پہلے بقدر معلومات مختصر حضرت  
اقدس مفتی صاحب اور ان کی اولاد و احفاد کے حالات بیان کرتے ہیں۔

## حضرت والا کے جد اکبر

جراح فضائل و کمالات، حاوی معقولات و منقولات، حائظ الاحادیث، والایات، ماہر شریع  
والفروع، امام الفقہاء، مقدم الادبار، صدر علماء الاسلام، بدر العزائم، الکاملین فخر الکلماء العارفين  
فیقرہ المائۃ البیضار والدین حضرت مولانا مفتی محمد سعد اللہ بن مولانا نظام الدین مراد آبادی  
رحمہم اللہ البہادی۔۔۔۔۔ ولادت، ۱۲۱۹ھ وفات ۱۲۹۹ھ۔

آپ کے جد اکبر مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد سعد اللہ صاحب خلف الصدق حضرت مولانا شیخ  
محمد نظام الدین صاحب مراد آبادی کی ولادت باسعادت، ۱۲۱۹ھ رجب المرجب ۱۲۱۹ھ کو اپنے  
آبائی مکان واقع محلہ کسر دل عقب مسجد موسری مراد آباد میں ہوئی۔ آپ کے تازہ نام  
ظہور حق۔ اور بیدار بخت تھے اور مشہور مفتی محمد سعد اللہ سے ہوئے۔ آپ  
نارنگی کی انجم میں اپنا مجلس آشفہ کرتے تھے۔

بچپن اور دور طلب علم حضرت مفتی صاحب ابھی میر السن (بچے) تھے کہ شفقت  
اپنی کاسایہ سے راہ لگا گیا اور آپ یتیم ہو گئے  
تھے۔ اسلئے اس زیتیم کی پرورش و تربیت آپ کے بڑے بھائی سنے کی۔ آپ کی  
تعلیم کا آغاز مراد آباد میں ہوا۔ آپ نے یہیں کتبہ فارسی اور ابجدی کتب عربی بھی پڑھیں  
اتفاق سے بھادرج کی کسی معمولی شکایت پر بڑے بھائی نے کچھ زائد کسختی کا برتاؤ  
کیا اسلئے اکتا کر آپ گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور مفتی الخیر ہو گئے۔ پھر تو شہروں  
شہروں پھر کر مسجدوں میں قیام کر کے علم حاصل کرتے رہے جہاں کسی فن کے ماہر  
و مشہور استاد کا پتہ پایا وہیں پہنچ گئے۔ اس ماہر استاد فن کے سامنے زانوے  
تلمذ طے کیا اور کسی مسجد میں امامت یا مؤذن کی صورت میں اپنے قیام و طعم کا

ان نظام خود کر لیا یہاں تک کہ آپ جامع فضیل و کمال، علوم و فنون میں یکتا و طاق اور معقول و منقول میں مشہور آفاق ہو گئے۔ آپ کو بچپن ہی سے علم کی زبردست پیاس، تحصیل علوم کی شدید حرص اور اس راہ میں اپنے تمام اہم عہدوں سے آگے بڑھ جانے کا اتہالی شوق تھا۔

بالائے سرش زہوشندی: فی تافت ستارہ بانندی

چنانچہ آپ نے ہندوستان کے چیدہ چیدہ اساتذہ کرام اور ہزار ہا منتخب علمائے اعظام و فضلاء عظام کی خدمت میں حاضر ہو کر تحصیل علم و کمال و اکتساب فیض لازوال کیا۔ آپ مراد آباد سے نکل کر سیدھے مصطفیٰ آباد زریاست رام پور پہنچے۔ فراسخوار کے سامنے دانی مسجد میں قیام کیا یہ دور نواب سید احمد علی خاں بہادر کی ریاست کا تھا۔ آپ نے یہاں عربی کی کچھ ابتدائی کتب مولانا نور محمد خان صاحب وغیرہ سے پڑھیں یہاں ان کو یہ معلوم ہوا کہ نجیب آباد میں علوم و فنون کے ماہر استاد حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب قہستانی رام پوری معروف بہ علامہ دکنی تشریف فرما ہیں جن کو خصوصاً علم نحو میں نہایت نامہ ویدہ طوئی حاصل ہے تو آپ یہ سن کر ۱۲۲۹ھ میں نجیب آباد پہنچ گئے اور علامہ مولانا عبدالرحمن صاحب قہستانی سے کافیہ و شرح جہانی وغیرہ کتب پڑھیں رام پور اور نجیب آباد آپ کا قیام بہت مختصر رہا۔ اس کے بعد ۱۲۲۹ھ ہی میں آپ شاہ جہاں آباد (دہلی) پہنچے۔ یہ دور خاتم السلاطین شاہ ابوالمنظر کے والد اکبر شاہ ثانی کا دور حکومت تھا۔ دہلی میں آسمان علم و فضلی کے ستارے جگمگا رہے تھے بہت سے اہل صلاح و کمال علوم و فنون کے ماہرین موجود تھے۔ سراج الامت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی، محدث اعظم حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی، صدر العلماء حضرت مولانا مفتی صدر الدین خان صاحب، حضرت مولانا آخوند شیر محمد صاحب دلائی، اور حضرت مولانا محمد حیات صاحب پنجابی جیسے مایہ ناز، ماہرین علوم و فنون، کالمین، حدیث و افتاء حضرات کے کمالات کی شہرت کا ڈنکا پورے ہندوستان میں بج رہا تھا۔

حضرت مفتی صاحب نے تین سال چار ماہ یہاں قیام فرما کر دہلی کے ان تمام اساتذہ سے

کتاب درسیہ کی تکمیل اور حدیث و فقہی میں خاص طور پر کمال حاصل کیا۔ آپ نے حضرت مولانا محمد حیات و حضرت علامہ مفتی صدر الدین صاحب سے خصوصاً علوم حاصل کیے۔ خاتم النبیین سراج الامۃ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے رہتے اور کتب کے معلق مقامات کو آپ سے حل فرمائے۔ جب آپ ان تمام علمائے اعلام و اساتذہ کرام سے تحصیل علم کر کے استعداد کامل حاصل کر چکے تو علوم باطنی و طریقت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس وقت دہلی میں حضرت شاہ غلام علی صاحب خلیفہ دوم حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی شخصیت کا بہت شہرہ تھا۔ اسلئے آپ حضرت موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہو گئے ایک مدت تک شیخ کی خدمت میں رہ کر کتاب فیض کیا اور علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی سے فیضیاب و سیراب ہو کر فیض باطنی میں بھی کمال حاصل کر لیا۔ ظاہری و باطنی علوم و فیوض میں مہارت و کمال حاصل کر کے قلب میں معقولات میں مزید مہارت تامل و استعداد کاملہ حاصل کرنے کا جذبہ و شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ اس جذبہ و طلب کو لے کر ۱۲۴۳ھ میں دار السلطنت لکھنؤ پہنچے وہاں آپ نے اشرف العلماء حضرت مولانا اشرف علی صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد ظہور اللہ صاحب لکھنؤی، حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب مراد آبادی، حضرت مولانا مرزا حسن علی صاحب محدث لکھنؤی، ارشد تلامذہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی و حضرت مفتی صدر الدین خان صاحب، حضرت مولانا مرزا محمد ہاشم علی صاحب محدث لکھنؤی، تلمیذ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور دیگر ممتاز فضلا کا ملین، علمائے رفیعین اور اساتذہ ماہرین سے علوم عقلیہ و نقلیہ میں مزید کمال حاصل کیا۔ جملہ علوم و فنون عقلیہ و نقلیہ اور علوم ظاہریہ و باطنیہ میں رسوخ کامل و کمال راسخ حاصل کر چکے تو ۱۲۴۸ھ میں جب آپ کی عمر شریف ۲۹ برس کی تھی۔

مہاراجہ شاہی لکھنؤ میں مدرس ہو گئے۔ مدرس ہونے سے پہلے یا مدرس ہونے کے بعد آپ نے مراد آباد اپنے اعزہ کو اپنا پتہ دیا ۱۲۵۰ھ میں مراد آباد سے آپ کے اعزہ لکھنؤ پہنچے اور آپ کو گھر لائے اور شادی کر دی۔ شادی کے بعد پھر لکھنؤ پہنچے اور مدرس و مدرس، تصنیف و تالیف میں پوری دل چسپی و انہماک کے ساتھ مشغول ہو گئے۔

کتاب بینی اور مطالعہ کا شوق | مطالعہ کتب کا آپ کو بہت شوق تھا اس کیلئے آپ رات و آرام کو بھی قربان کر دیتے تھے

آپ کے عزیز، صاحب "تذکرہ کالمان رام پور" لکھتے ہیں کہ :  
 "نفیر کی والدہ کی حقیقی پھوپھی سے (حضرت مفتی صاحب کی) شادی ہوئی نفیر نے خود آپ کی بیوی صاحبہ سے سنا کہ شادی کے بعد بھی رات بھر مطالعہ کتب میں گذرتی تھی چھت میں ایک رتی لٹکا رکھی تھی شب کی وہ رستی رکے بالوں میں باندھ لیتے تھے تاکہ غیند نہ آتے اور اگر آجائے تو جھٹکا لگ کر آنکھ کھل جائے ، نیند اڑ جائے اور آپ مطالعہ میں مشغول رہیں (شادی کے بعد ۵۰ سالہ میں مدرسہ ہی میں مدرس ہوئے ، آپ کے خلف الصدق حضرت مفتی لطف اللہ صاحب مقدس قنادی سیدیہ میں لکھتے ہیں کہ :

۴۹  
 "وہ علم و عمل درچارہ دانگ عالم بلند ساختند در ۵۰ سالہ خستین بھر بست  
 سالگی بعدہ مدنی مدرسہ ہی لکھنؤ شرف امتیاز داشتند" اس تحریر سال  
 کے مطابق ۱۲۵۰ھ میں آپ کی عمر ۲۶ سال نہیں بلکہ کم از کم تیس سال ہونی چاہیے  
 کیونکہ حضرت مفتی صاحب کی پیدائش ۱۲۱۹ھ کی ہے۔ اس لئے ۱۲۵۰ھ والی  
 روایت مذکورہ قابل قیاس و درست معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم۔

قیم لکھنؤ اور علمی کارنامے | آپ لکھنؤ قیام فرما کر درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی شروع فرمایا  
 مختلف علوم و فنون میں مختصر و مطول کتب تالیف فرمائیں۔ مدرسہ ہی کے بعد آپ دینی شامی میں ملازم ہوئے اور تاج الافان ترجمہ قاموس کی چند جلد رات لکھیں پھر مدت دراز تک لکھنؤ ہی میں افتائے عدالت کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے اور بحیدر مسائل کی گتھیاں سلجھاتے رہے۔

مناظر لکھنؤ | حضرت مفتی صاحب بہترین مناظر بھی تھے چنانچہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۲۶۰ھ یکشنبہ کو شاہ عثمانی پیر محمد کے

یٹلہ والی مسجد لکھنؤ میں تو حسد و تعدد جموں کے مسئلہ پر حضرت مفتی صاحب کا مولوی محبوب علی صاحب مراد آبادی سے کامیاب مناظرہ ہوا۔ آپ تعدد جموں کے

تاکل تھے اس میں آپ کو شاندار فتح حاصل ہوئی۔ اسکی مفصل رپورٹ (کیفیت و  
 زاداد) بنام "اشاعة الجمعہ" محمدی پریس لکھنؤ سے ۱۳۳۵ھ میں شائع ہوئی پھر مولوی  
 شاد علی مرحوم ابن مولوی نجیب علی مراد آبادی مرحوم نے اس مناظرہ کو اپنی کتاب  
 "ازال منالفسق" میں درج اشاعة الجمعہ میں، میں مطبع زبدۃ الاخبار  
 آگرہ سے ۱۳۶۰ھ میں دوسرے انداز سے تبدیل و تغیر کے ساتھ شائع کیا۔

۱۳۷۰ھ میں آپ حرمین شریفین تشریف  
 لے گئے اور بفضلہ تعالیٰ حج و زیارت کی توفیق و

## حج و زیارت کی سعادت

سعادت حاصل ہوئی مکہ مکرمہ میں شیخ العلماء مولانا شیخ جمال اللہ رحمہ اللہ المتعالی سے  
 سند حدیث کی تجدید کا شرف حاصل ہوا۔ اور عالم ربانی، عارف باللہ حضرت شیخ  
 نجی داغستانی خلیفہ شیخ خالد نقشبندی قدس سرہ کی صحبت میں مراقبہ  
 سے ایک مدت تک استفیض ہوتے رہے۔ حاصل یہ ہے کہ حرم محترم میں بھی آپ نے  
 غامری و باطنی علوم و عرفان کے ذخیرے جمع فرمائے۔ اور حرم مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں  
 مسجد نبویؐ کے منبر کے نیچے بیٹھ کر حضرت شیخ الدلائل کے سامنے دلائل الخیرات پڑھی  
 در سند اجازت حاصل فرمائی۔ آپ کے جانشین صدق حضرت علامہ مفتی لطف اللہ  
 صاحب رحمہ اللہ بھی سفر حج میں آپ کے ہم کابہ تھے تو وہ بھی دلائل الخیرات سننے  
 پر اجازت لینے میں شریک برکت رہے وہ خود فرماتے ہیں کہ !  
 "و دریں سماعت دلائل و استجازات آن راقم سطور (مفتی لطف اللہ صاحب)"

ہم شریک برکت بود الحمد للہ علی حصول ذلک المقصود، (مقدمہ فتاویٰ سعودیہ)  
 حج و زیارت سے فراغت کے بعد واپس لکھنؤ تشریف لائے۔ اور حسبِ اہل بیت  
 سلسل مفتی عدالت کے عہدہ پر فائز رہے۔ آپ نے ۲۹ برس برابر لکھنؤ میں اقامت  
 ملازمت کی اسکے بعد سلطنت اودھ میں لڑائی جھگڑے اور اختلافات پھیل گئے۔  
 حکومت واجدی کی بنیادیں متزلزل ہو گئیں اور سکون و اطمینان درہم برہم ہو گیا۔  
 خکسار جب حکومت لکھنؤ کا خاتمہ ہو گیا تو ۱۲۴۳ھ ۱۸۵۶ء میں نواب نردوس  
 کان سبزوئی مسد علی خاں بہادر دالی رام پور نے آپ کو رام پور تشریف آوری  
 بادعوت دی حالات کے پیش نظر آپ نے رام پور مراجعت فرمائی۔ نواب صاحب

موصوف حضرت مفتی صاحب سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔ نواب صاحب آپ کو عہدہ قضا و افتار پر فائز کیا، عدالت مراۃ کا حاکم بنایا اور مدرّس کی نگرانی و انصری کے عہدہ جلیلہ سے بھی سرفراز کیا۔ تاحیات آپ انہی عظیم الشان و جلیل القدر عہدوں پر معزز و برقرار رہے علاوہ ازیں طلبہ علوم آپ کے درّس سے مستفید و مستفیض ہوتے رہے۔ آپ نے تمام زندگی تعلیم و تعلم، درّس و تدرّیس، تصنیف و تالیف اور دین کی مختلف، الانواع خدمات میں صرف فرمائی۔ ہزار ہا شاگردان علم آپ کے دریاۓ فیض سے سیراب ہوئے اور انہوں نے عالم کو سیراب کیا۔

(نوٹ) نواب سید یوسف علی خاں بہادر والی رام پور اور امیر مینائی نے قیام لکھنؤ ہی میں حضرت مفتی صاحب سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا اور اسی نسبت سے سقوط سلطنت اودھ کے بعد نواب صاحب موصوف نے حضرت مفتی صاحب کو رام پور بلا کر جلیل القدر عہدوں پر فائز کیا تھا، آپ نے رام پور ہی میں اپنا ذاتی مکان و محلہ بنگلہ آزاد خاں سجدہ درگاہ کے عقب میں، بنایا تھا اور مراد آباد سے اپنا رہائشی تعلق بالکل ختم فرما دیا تھا۔ وہ مکان آج بھی مفتی لطف اللہ کے مکان کے نام سے مشہور ہے اور حضرت مفتی صاحب موصوف کے پوتے، یہیں قیام پذیر ہیں۔

کتا ہیں جمع کرنے کا شوق و محنت

حضرت مفتی صاحب نے تحصیل علم میں از سر دست محنت اور بے پے اسفاد کیے ہیں اور مطالعہ کتب میں اپنے اپنے آرام و راحت کو قربان کر دیا تھا اور پر معلوم ہو چکا ہے کہ کمرہ کی چھت میں رسی لٹکی رہتی تھی جس کو وہ اپنے کمرہ والوں میں بانٹھ لیتے، بند کے غلبہ کے وقت جھٹکا لگا، آنکھ کھلی اور مطالعہ جاری ہوگا۔ اسے بطرح علوم و فنون کی کتابیں جمع کرنے کا آپ کو بہت ہی شوق تھا۔ اس وقت کتابیں نایاب تھیں۔ طباعت کے معقول اشکانات نہ تھے حضرت مفتی صاحب کو جو کتاب ملی فوراً نقل کر ڈالی اور اپنے پاس محفوظ کر لی۔ صاحب تذکرہ کا ملان رام لکھتے ہیں کہ :-

”فقیر نے اکثر رسائل آپ کے ہاتھ کے نقل کیے ہوئے دیکھے ہیں اس وقت کتابیں نایاب تھیں جہاں جو کتاب ملی نقل کر لی، ایک نسخہ سے زائد آپ کی نقل کی ہوئی کتب اور



رسائل ہوں گے۔ سچ ہے کہ

بِقَدْرِ الْكَلْبِ تَكْتَسِبُ الْمَعَالِي

بلذرتہ محنت کی بقدر حاصل ہوتے ہیں

وَمَنْ طَلَبَ الْعُلْمَ سَلَكَ سُبُلَ الْإِلَهِ إِلَى

اور جو بلند یوں کا طالب ہوتا ہے رانوں کو جائز

حضرت مفتی صاحب کی ساعی جمیلہ اور محنتوں کا صلہ دنیا میں تو یہ ملا کہ آپ اپنے  
اقران اہم عصروں پر فائق ہوئے، دنیوی بلند مراتب آپ کو حاصل ہوئے، آپ کے  
فیوض کے دریا جاری ہوئے اور آپ کی نسلوں میں علمائے متبحرین پیدا ہوئے اور  
آخرت میں بھی انشاء اللہ وہ مالا مال و فائز المرام ہوں گے

بمضطرب ہو گا نہ بعد منزل مقصود سے جس کو حاصل لطف ذوق جستجو ہو جائیگا

یہ جہان رنگ و بو ہو گا ترے دل پر خدا جب ترا دل بے نیاز رنگ و بو ہو جائیگا

یہ جنوں آرزو سندی کمال عقل ہے لیکن دل بے نیاز آرزو ہو جائے گا

(حضرت اسعد)

آپ تہرین شاعر بھی تھے

اس طرح حضرت مفتی صاحب علوم عقلیہ و نقلیہ میں  
نادرہ روزگار اور اپنے ہم عصروں میں فائق و

سابق تھے اسی طرح آپ کی ذات جامع الصفات کو اردو، فارسی اور عربی نظم و نثر میں  
وہ کمال و ید طولیٰ اور مہارت تامہ حاصل تھی کہ آپ جیسی ہستیاں ادبار میں کم ملتی  
ہیں۔ آپ کی نظم و نثر کو بے حد قبولیت حاصل ہوئی آپ نظم فارسی میں آشفہ تخلص  
کرتے تھے۔ آپ کا کلام زیادہ تر عربی اور فارسی میں ہوتا تھا اسلئے یہاں ہم  
بطور نمونہ انکی دو نظمیں ایک عربی کی اور ایک فارسی کی پیش کرتے ہیں۔ اندازہ  
کیجئے کہ آپ کے دونوں قسم کے کلاموں میں کس قدر قوت و رفعت ہے

قصیدہ عربیہ در مدح بندگان حضور پر نور و املاکہم و اقبالہم  
(ترجمہ از مؤلف)

قد شرف الله امر المملک والدین و کرم المجد فی عن و تمکین

اللہ تعالیٰ نے ملک و دین کا معاملہ باعزت بنایا اور عزت و مرتبہ میں بزرگی کو چار چاند لگا دیئے ہیں

در ایہ صائباً اجلی الی براہین  
 اور اسکی درست رائے جو دلائل میں سبب زائد روشن  
 فنل نہا حکماء من ائی تنریین  
 تو ممدوح کے حکم نے انکو کتنی عجیب زینت بخش دی  
 کما غفلانہا صرن اولاد السراجین  
 گویا کہ ہر نون کے بچے شیروں کے بچے ہو گئے ہیں  
 غیر اذان فی عبود المحور والعین  
 اس کے سوا جو معشوقوں کی زنگاہوں میں ہے  
 کحل لعین ملولہ التروم والاصلین  
 شاہانِ روم و چین کی آنکھوں کا سرمہ ہے  
 معطی الفیول و اصناف البرانسین  
 بہت سے ہاشمی اور اقسام و انواع کے گھوڑے عطا  
 لصادق فی حلقہ رنق السکا کین  
 تو وہ اس کے حلق میں چھڑیوں کی روزنی بن گئی  
 احاد ملہمسا کالوسد فی الالبین  
 تو وہ گلاب کے پھول کی طرح چکنی اور نرم ہو گئے  
 کسبا و ارضا من الغنم الملیا میں  
 خود اپنی حاصل کردہ بھی ہیں اور ایسے بابرکت بزرگوں  
 ذوی المناقب فرس سان امیا دبین  
 اور فضیلتوں والے اور میدانوں کے شہسوار  
 طاب النساد من روض الشریا حین  
 جس طرح بیج کی بھینی بھینی خوشگوار ہوائیں پھولوں بانغات گزریا کرتی  
 معطر ہو جاتی ہیں

بحسن تدبیرہ العالی و فطنتہ  
 ممدوح کے بلند حسن تدبیر اور اسکی دانائی سے  
 کان الممالک عطلاً لا بہ ہاء بہا  
 حکیمتیں ایسی بے رونق تھیں کہ ان میں کوئی روشنی نہ تھی  
 من عدلہ الف الاسد الطباء  
 اس کے انصاف کے اثر سے شیر ہر نون سے مانوس ہو گئے ہیں  
 فلا یروی فتنہ فی عہد دولہ  
 اس کے دورِ حکومت میں کوئی فتنہ نظر نہیں آتا  
 تلاب سدقہ العلیا صد ارجھا  
 اس کے بلند مرتبہ آستانہ کی خاک  
 دھاب الاف الاف و انشیدھا  
 وہ ہزار ہا ہزار بلکہ ان سے زائد کی بخشش کر نیوالا  
 لو خصمہ شب السلسال من عطش  
 اگر اس کے دشمن نے بحالت تشنگی شراب نوش گوار پی  
 اومس سیوف الہند خادمہ  
 یا اس کے کسی خادم نے ہندی تلواروں پر ہاتھ پھیر دیا  
 المکارم والعلیا با جمعھا  
 اسکی تمام بزرگیاں اور بلندیوں  
 اولی الفضائل سباقین غایتھا  
 جو خوبیوں والے اور خوبیوں کی انتہا کو پہنچے والے  
 طاب الممدوح من مدح الامیر کما  
 امیر ممدوح کی تعریف و توفیوں میں اس طرح عمدگی پیدا ہو گئی

کات السما مطیبا دائما ابدا

آسمان ہمیشہ ممدوح کے حکم کا فرماں بردار

لحکمہ حین تحریرت و تشکیب  
 رہے اپنی ہر حرکت و ہر سکون میں

# فارسی اشعار

ترجمہ نے مولفے

جزا روزیکہ جادر طیبہ و بطحا کنم چشم خود را فرش راہ حضرت طابا کنم  
 کتبہ مبارک ہو گاہہ دن جسدن میں مدینہ منورہ پہنچ کر کیا کرونگا۔ اپنی نگاہوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں بچاؤ دےنگا  
 بریلیم بستہ احرام تو گویم تبلیہ سر برہنہ کردہ چشم خوشتن را پا کنم  
 متعا تبلم پر احرام باندھ کر تبلیہ پڑھوں گا سر نہنگا کر کے اپنی آنکھوں کو پیہ نازنگا آنکھوں کی سرباز  
 اگر نمایم طوف بیت اللہ، گے بوسم حجر سینہ را بر ملترزم فرسودہ وادیا کنم  
 درم پاک ہو نہ پہنچ کر کبھی بیت اللہ کا طواف کرونگا تو کبھی حجر اسود کو بوسہ دےنگا۔ اور اپنے سینہ کو ملترزم پر رگڑ کر دے دے دھونا کروں گا  
 اگر کنم سجدہ درون کعبہ، گاہے در حرم گر گرفتہ سنبر کعبہ نالہ و غوغا کنم  
 کبھی کعبہ کے اندر دنی حرم میں سجدہ کرونگا تو کبھی بیرون کعبہ حرم شریف میں۔ اور کبھی کعبہ اللہ کا پردہ پیکر کر گریہ دزاری کرونگا  
 بر درت بار معاصی بہر عفو آوردہ ام از تو استغفار و ز غیر تو استغفار کنم  
 رضا و نعل آپ کے در پاک پر معافی کیلئے بارگاہ لایا ہوں آپ سے مغفرت چاہتا ہوں اور آپ کے غیر سے بنیادی کرتا ہوں  
 آرزو سے من دریں دنیا ہمیں بس تازہ بیم در مدینہ باشم و خاک درت مادا کنم  
 اس دنیا میں میری تمام صرف یہ ہے کہ مدینہ میں تازہ نگاہوں اور آپ کے در پاک کی خاک کو ٹھکانا بنا لوں  
 حال من آشفقہ نہ ہر روز می آید نظر روز بروز میرا حال ابتر ہوتا نظر آتا ہے  
 بہ کہ خود را فسدیہ راہ دز مولا کنم بہ کہ خود کو فسدیہ راہ دز مولا کنم  
 بہترین ہے کہ میں خود کو دیر آتاک کی راہ میں قربان کر دوں

بے مثال جامع الصفات شخصیت :- حضرت مفتی صاحب کو جس طرح حق تعالیٰ شانہ نے علوم عقلیہ و نقلیہ میں کمال عطا فرمایا تھا اسی طرح اسالیب کلام، تقریر و تخریر اور نظم و نثر میں مہارت تامہ و مکمل دسترس سے نوازا تھا آپ عربی، اردو اور فارسی تینوں زبانوں کے

ایب اربیح حقے۔ یابں ہمہ آب اخلاق و مروت، صبر و قناعت، نفاست و شرافت خوداری و غیرت، تواضع و انکاری اور ایشا و محبت و غیرہ جملہ صفات حسنہ، اوصاف سنیہ، فضائل و فوائد عالیہ سے پورے طور پر آراستہ و پیراستہ حقے۔ آپ کے ذاتِ اقدس میں حق جل مجدہ نے ظاہری و باطنی اور صوری و معنوی ہر قسم کی خوبیاں یکجا جمع کر دی تھیں۔

ولیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد  
اور حق تعالیٰ پر یہ بات دشوار نہیں کہ وہ ایک پورے عالم کو ایک ذات میں جمع فرمادے۔ ان کمالات کا حصول درحقیقت اللہ جل شانہ کی عطا سے ہوا لیکن ظاہری سبب یہ کہ حق تعالیٰ نے آپ کو بچپن ہی سے ضبطِ اوقات، محنت و مشقت اور مجاہدات کا خوگر و عادی کر دیا تھا اور جدوجہد کی عادت کے ساتھ آپ کو بلند حوصلہ و عالی ہمت بنایا تھا جسکی وجہ سے آپ کمالات اور بلندیوں کے بامِ عروج پر پہنچے۔

ہمت بلند دار کہ نزد خدا و خلق باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو  
لامبالغہ ہماری نگاہ کو ناہ کو پھیلی کئی صدیوں میں ایسی جامع کمالات شخصیت نظر نہیں آتی۔ صاحب تذکرہ کاملانِ رام پور، لکھتے ہیں کہ:

”فارسی و عربی علوم و فنون میں (مفتی صاحب) ایک بے مثل بزرگ تھے کہتے ہیں کہ اس جامعیت کا آدمی اس وقت تک کوئی نہیں ہوا۔“

صاحب تذکرہ کی تصدیق و تائید کرتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ حضرت مفتی صاحب کے بعد حق تعالیٰ نے انکی نظیر انہیں کی نسل میں پیدا فرمادی ہے بلاخوفِ نزدیکان کے پڑنے حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب کو انکی مثال میں پیش کیا جاسکتا ہے بلکہ جس طرح حضرت موصوف کے اسم گرامی میں حضرت مفتی صاحب کے اسم گرامی سے ایک حرف زائد ہے اسی طرح کسبی میں بھی حق تعالیٰ نے بعض خصوصیات و صفات ایسی رکھی تھیں کہ جن میں آپ ممتاز و فائق حقے جیسا کہ پیش نظر کتاب ”حیلتے سعد“ کے مطالعہ سے ناظرین کو انشاء اللہ اس کا ثبوت میسر آجائے گا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدا سے بخشنده

## تصنیفات و تالیفات

حضرت علامہ مفتی محمد سعد اللہ صاحب رحمہ اللہ جامع العلوم  
مناظر اسلام، ادیب اریب، مدرس باکمال، مفکر بے مثال

اور مختلف الاتواع ذمہ داریوں کے حامل ہونے کے باوصف کثیر التصانیف مصنف  
و مولف بھی تھے انکی صد ہا تصنیفات و تالیفات مطبوعہ و غیر مطبوعہ تھیں جن میں سے  
بہت سی دست برد زمانہ ہو چکیں موصوف مرحوم کی جن مصنفات و مولفات کا علم  
ہو سکا ان کی فہرست مندرج ذیل ہے۔

آپ کے خلف الصداق و خلیفہ صادق حضرت علامہ مفتی محمد لطف اللہ صاحب مقدمہ فتاویٰ  
احمدیہ میں رقمطراز ہیں کہ :

اس مقام پر کہ کلام کے گلشن آپ کی طبع  
گوہر بار کی چھینٹوں سے تازہ ہیں اور فضائے علم  
آپ کی بزرگیوں اور خوبیوں کی شہرت سے  
گو نچ رہی ہے۔ اور آپ کے شاگرد ہزاروں  
کی تعداد میں ہیں تو آپ کی تصنیفات بھی بہت  
اور بے شمار ہیں مگر جتنی تصنیفات گردش  
ایام کی دست برد سے محفوظ ہیں وہی اس جگہ  
لکھی جاتی ہیں اور ان (موجودہ) تصانیف کی  
تعداد کل اڑتیس ہے اور کتب خانہ میں  
بندہ کی تولیت میں موجود ہیں

از آنجا کہ ریاض سخن از رشتہ  
طبع گوہر بار شاں تازہ است و فضا سے  
جہاں از صیبت فضا ئل و فواضل شاں پر  
آوازہ و شاگردانش ہم ہزاراں ہزار و تقاض  
ہم بسیار و بے شمار مگر چند از آنہا  
کہ از دست برد گردش زمانہ بتلف روز  
در بنجا شرت افتاد و آن سی شہشت  
معدود دست و در کتب خانہ بتولیت  
این فقیر موجود۔

مندرجہ ذیل فہرست میں اول ان اڑتیس کتابوں کا نام مذکور ہے جو حضرت مفتی لطف اللہ  
صاحب کے کتب خانہ میں موجود تھیں اور اب ان میں سے کچھ رضا لاہری بری رام پور میں اور  
کچھ کتب خانہ جامعہ مظاہر علوم میں ہیں اور باقی مفتی صاحب موصوف کی اولاد کی لاپرواہی  
سے کتب خانہ کی دوسری کتابوں کے ساتھ ضائع ہو گئیں۔ ان اڑتیس کتب کے بعد  
چند ان کتابوں کے اسماء درج فہرست ہیں جن کے نام ہمیں دوسرے ذرائع سے معلوم  
ہو سکے ہیں۔

(۱) مفید الطلاب فی خاصیات الابواب۔ فن صرف کی عمدہ کتاب ہے (۲) القول الفصل فی تہذیب الوصل

(۳) عقود الاجیاد فی مجہول اختیار و انقاد۔ اس میں صرف کے مشہور مسئلہ کی وضاحت ہے (۴) کاشف الظلام عما يتعلق بالالف واللام (عربی) یہ رسالہ ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے مطبع مصطفائی لکھنؤ میں ۱۲۹۰ھ میں چھپا تھا۔ (۵) رسالہ لایبہ (در فارسی) در اصل اس رسالہ میں الف لام کی اقسام وغیرہ کی تفصیلات ہیں اور یہ رسالہ عربی، اردو اور فارسی تینوں زبانوں میں شائع ہوا ہے اسکے صفحات آٹھ ہیں مطبع محمدی رام پور سے شائع ہوا (۶) نوادر الاصول فی شرح الفصول ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے یہ کتاب مطبع علوی لکھنؤ سے ۱۲۸۷ھ میں طبع ہوئی یہ اس کتاب کا تازہ نسخہ نام ہے جس کے ۱۲۵۹ عدد ہیں یہ کتاب حضرت مفتی صاحب لکھنؤ کے قیام میں ۱۲۵۹ھ میں لکھی تھی اس کے چند اجزاء ہاں پھیلے تھے کہ سلطنت لکھنؤ کا انقلاب ہو گیا اور حضرت مفتی صاحب رام پور منتقل ہو گئے اسکے بعد یہ کتاب مکمل ۱۲۹۲ھ میں مطبع علوی لکھنؤ میں بھی (۷) غایۃ البیان فی تحقیق السببان (۸) وجوہ ترکیب تسمیہ اس رسالہ کے صفحات ۵۱ ہیں مطبع علوی لکھنؤ سے ۱۲۶۳ھ میں طبع ہو کر شائع ہوا اس رسالہ میں بسم اللہ شریف کی پانچہزارہ نحو ترکیبیں بیان کی گئی ہیں (۹) نوادر البیان فی علم القرآن (۱۰) التنبیہ بالتشبیہ یہ رسالہ ۱۰۳ صفحات پر مشتمل ہے مطبع علوی لکھنؤ میں ۱۲۹۳ھ میں چھپا (۱۱) نور الصباح فی اغلاط الصراح (عربی) اس رسالہ میں لغت کی مشہور کتاب الصراح کی غلطیوں اور غثرات کو جمع کیا گیا ہے صفحات ۶۶ مطبع علوی لکھنؤ میں ۱۲۹۳ھ میں طبع ہوا (۱۲) القول المانوس فی صفات القاموس یہ کتاب عربی لغت میں ہے ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے مطبع حسنی رام پور سے ۱۲۸۷ھ میں شائع ہوئی (۱۳) تحقیق علم واجب تعالیٰ عربی زبان میں علم کلام کا اہم رسالہ ہے ۸ صفحات پر مشتمل ہے مطبع علوی لکھنؤ میں ۱۲۹۳ھ میں چھپا (۱۴) خیر المسہل لمسائل الطہر المتخلل اس رسالہ میں کتاب الحیض کے مشہور مسئلہ کی وضاحت و تحقیق ہے عربی میں ہے صرف تین صفحات پر مشتمل ہے اور مطبع علوی لکھنؤ سے ۱۲۹۳ھ میں شائع ہو چکا ہے (۱۵) رسالۃ المنۃ فی وجود الغنۃ یہ رسالہ فن قرأت کا ہے غنۃ کی بحث میں ہے (۱۶) ترجمۃ الفقہ الاکبر۔ یہ شرح فقہ اکبر کا اردو ترجمہ حامل متن ہے ۱۲۵۶ھ میں شائع ہوا۔ (۱۷) ترجمۃ حقیقۃ الاسلام (۱۸) ہدایۃ النور فیما يتعلق بالانظار والشعور۔ (۱۹) زاد السبیل الی دار الخلیل یہ رسالہ زبان اردو میں ہے

۶۲ صفحات پر مشتمل ہے مطبع مصطفائی لکھنؤ میں طبع ہوا اس رسالہ میں مناسک حج و مقامات مبرکہ کا ذکر ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے یہ رسالہ سفر حج ۱۲۷۰ھ میں تصنیف فرمایا تھا۔ (۲۰) عارشیۃ المابدنہ (فارسی) (۲۱) حاشیہ شرح سلم مولوی حمزہ اللہ۔ (۲۲) تعلیقات بر صدر (۲۳) شرح ضابطہ تہذیب (۲۴) شرح خطبہ قطبی (۲۵) رسالہ قوس قزح (۲۶) رسالہ تناسخ (۲۷) رسالہ سبع عرض شیعہ (۲۸) حاشیہ شرح چغینی (۲۹) عروض با قافیہ (۳۰) شرح العروض والقوانی۔ (۳۱) جواہر العروض (۳۲) کیفیت ایجاد رباعی۔ (۳۳) شرح سند شریظ پوری (قلمی) اس کا کاتب ابو دھبیا پرشاد دہلوی ہے۔ ۱۱۲ صفحات پر یہ کتاب مشتمل ہے ۱۸۳۸ء تاریخ کتابت ہے۔ (۳۴) شرح نکتہ رسالہ عبدالواسع (۳۵) وسیلۃ النجاة فی مسائل الزکوٰۃ (۳۶) میزان الافکار شرح معیار الاشعار۔ یہ کتاب فن شعر میں عربی زبان میں ہے ۲۲۲ صفحات پر مشتمل ہے مطبع نو لکھنؤ میں ۱۲۸۲ھ میں طبع ہوئی (ف) حضرت مفتی صاحب نے اپنے شاگرد نواب سید یوسف یلخان بہادر کی خاطر معیار الاشعار کی شرح کر کے اس کا نام میزان الافکار رکھا تھا اور ایک متن عروض و قافیہ کے بیان میں عربی زبان میں لکھ کر اس کا نام یوسفیہ (نواب صاحب موصوف کی طرف نسبت کر کے) رکھا تھا اور اس (یوسفیہ) کی شرح بھی کی تھی جسکو عروض با قافیہ کہتے ہیں۔ (اخبار الصنادید ص ۱۲۶) اب حال ہی میں یہ کتاب ایران میں طبع ہوئی ہے۔ مقدمہ نگار نے لکھا ہے کہ اگر حضرت مفتی صاحب یہ کتاب تالیف نہ فرماتے تو فن عروض دنیا سے ختم ہو گیا ہوتا درحقیقت مفتی صاحب نے اس فن کو از سر نو زندگی عطا فرمائی ہے۔ (۳۷) قصیدۃ لامیہ عربیہ (۳۸) قصیدۃ لامیہ فارسیہ (۳۷ و ۳۸) کے متعلق و فحارۃ (۵) کے ذیل میں ہو چکی ہے (تنبیہ) مذکورہ ۳۸ کتابوں کے صرف ناموں کا ذکر مقدمہ فتاویٰ سعیدیہ کے اندر ہے۔ توضیحات دوسری کتب سے منقول ہیں فقط۔

(۳۹) شرح الفیۃ ابن مالک عربی۔ یہ مخزومی مشہور کتاب الفیہ ابن مالک کی عمدہ شرح ہے (۴۰) سوانح مخمری شرح فضول اکبری (۴۱) خلاصۃ النوادر (۴۲) وصیت نامہ حضرت امام اعظم (۴۳) الفتاویٰ السعدیہ فی الفردع الخفیہ حضرت مفتی صاحب کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو بڑی عجیب تحقیقات اور محققانہ جوابات اور فتوؤں پر مشتمل ہے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت علامہ مفتی محمد لطف اللہ صاحب نے اس کا تقریباً ایک چوتھائی حصہ ایک جلد میں شائع کیا تھا۔ باقی فتاویٰ شائع نہ ہو سکے۔ اسکی ترتیب بھی خود حضرت مفتی لطف اللہ صاحب نے فرمائی جلد اول کے صفحات ۱۵۲ ہیں سائز ۸ ۲/۴ ہے مطبع محبتبائی دھلی میں چھپی۔

ان کے علاوہ حضرت مفتی صاحب کی بہت سی تصانیف تھیں جن میں سے تقریباً پچیس کتب شائع ہو سکیں باقی کتب ضائع ہو گئیں اور اب تو شائع شدہ کتب بھی نایاب ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ قیمتی علمی جواہرات، و دقیق تحقیقات امت کے سامنے نہیں۔ کاش کوئی صاحب پھر ان نایاب و بے برہاموتیوں کو تلاش کر کے ملت کے سامنے پیش کر دیں تاکہ طالبین و علمائے دین جنہیں ان سے فیضیاب و مستفید ہوتے رہیں۔

**حضرت مفتی صاحب کا کتب خانہ** | اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے کس قدر محنت و جانفشانی سے کتابیں

مہتیا کیں اور بہت سی کتابوں کو اپنے قلم سے نقل کر کے اپنے پاس محفوظ فرمایا تھا مگر صد افسوس کہ ان کی اولاد نے اس خزانہ کو ضائع کر دیا۔ حضرت مفتی لطف اللہ ان حضرت مفتی سعد اللہ کے بعد یہ ذخیرہ خرد برد ہو گیا۔

صاحب ”تذکرہ کاملان رام پورہ“ لکھتے ہیں کہ :  
 ”مولانا (مفتی سعد اللہ صاحب) کا کل کتب خانہ وقتی آپ کے پوتے مولوی فضل اللہ (ابن حضرت مفتی لطف اللہ صاحب) کے قبضہ میں ہے اور بہ تحقیق معلوم ہے کہ کتابیں خراب ہو رہی ہیں اس کتب خانہ میں اس وقت بھی آٹھ سو کتابیں موجود ہیں، صاحب اخبار الدنیا دیوہ نے لکھا ہے کہ :

”کیونکہ نواب صاحب (سید کلب علی خاں بہادر بن نواب سید یوسف علی خاں بہادر) کو علوم و فنون سے خاص دلچسپی تھی اسلئے ان کے اہتمام و توجہ کا اثر وہ ہوا جو ایک شوقین اور قدر دان کا ہو سکتا تھا منتخب خوش نویس نوکر رکھ کر ان سے کتب لکھواتے اور کتب ہمیشہ تزیین و ترمیم کے تحت رہتے تھے اور ان کی قدر و دانی کے لحاظ سے دور دور سے لوگ کتابیں لایا کرتے تھے جن لوگوں سے دوستانہ تعلق تھا چونکہ



آپ کا میلان اسی طرف پاتے تھے اسی غرقِ تحتِ تحائف ہدایا بھیجتے تھے ان کی خوش قسمتی یا قدر دانی سے تیرہ ہزار نو سو اٹھ <sup>۱۳۹۶</sup> کتا ہیں ہر علم و فن کی جمع ہو گئیں نواب صاحب نادر اور نفیس کتاب لینے میں کسی طرح دریغ نہیں کرتے تھے۔

مولوی سعد اللہ جو مشہور عالم تھے اور نوابوں کے درباروں کے زیادہ خواہشمند تھے ان کے کتب خانہ میں کچھ کتابیں ایسی تھیں جو نواب صاحب کے کتب خانہ میں نہ تھیں مولوی صاحب نے اس نظریہ سے کہ یہ کتابیں ہمیشہ ان کے بیٹے مولوی لطف اللہ صاحب کے قبضہ و تصرف میں رہیں اور زبردستوں کی دست برد سے بچیں اپنی وفات سے کچھ دنوں قبل یہ تدبیر کی کہ ایک مہر میں یہ عبارت کھرا کر ”الوقف لا یملک“ وہ مہر سب کتابوں پر لگا دی اور ایسی کوئی عبارت کسی کتاب پر نہیں لکھی جو وقف ہو جانے پر دلالت کرتی۔ جب مولوی صاحب کا انتقال ہو گیا تو مولوی عبد الحق خیر آبادی نے نواب صاحب کو سو جھایا کہ اس عبارت سے کتاب وقف نہیں ہو سکتی یہ عبارت کتب فقہ میں موجود ہے۔ پھر وہ کتابیں اسکے موجود ہونے سے کب وقف ہو جاتی ہیں۔ مولوی سعد اللہ نے غیروں کے ہاتھ سے بچانے کی مصلحت کیلئے یہ کام کیا ہے۔

نواب صاحب کو جب یہ نکتہ معلوم ہو گیا تو مولوی لطف اللہ صاحب سے نایاب کتابیں لیکر اپنے کتب خانہ میں جمع کرا دیں اخبار الصنادید (جلد ۱۱۱ و ۱۱۲)

**تبصرہ :-** اخبار الصنادید کے مصنف صاحب اپنی کتاب میں جاہل علمائے کرام پر ایسے فقرے اور جملے چسٹ کرتے ہیں جو ان حضرات کے شایان شان نہیں ہوتے۔ مثلاً اوپر کا خط کشیدہ جملہ (اور نوابوں کے درباروں کے زیادہ خواہشمند تھے) حضرت مفتی سعد اللہ صاحب پر چسٹ کیا ہے۔ اسکی معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہ طبقہ علمائے سداور۔ میر رکھتے تھے۔ عداوت و حسد کے مرض نے ان کو بلا وجہ علمائے کرام کی شان میں گستاخیاں کرنے پر مجبور کر دیا تھا گوان کے نام کے ساتھ بھی اولانا مولانا اور عالم ناضل سب کچھ لکھا ہے لیکن وہ سب کچھ خلاف واقعہ معلوم ہوتا ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ وہ نواب صاحب کے اس ناجائز نقل مذکور و غصب کی تعریف و تحسین بھی کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ :

میرے دوست! غور سے دیکھو تو نتیجے کے اعتبار سے یہ کوئی برائی کام نہیں کیونکہ وہ

کتابیں ہمیشہ کو محفوظ ہو گئیں اور اسی ملک میں رہیں اور علماء ان سے مستفید ہوتے رہیں گے۔ (ص ۱۹۲)

ایک موٹی عقل والا، معمولی پڑھا لکھا عامی آدمی بھی جانتا ہے کہ کسی کی مملوکہ چیز کو اس سے چھین کر محفوظ کر دینا گواہی دوسروں کا نفع ہی کیوں نہ مقصود ہو اور چاہے وہ اسی ملک یا شہر میں رہے بالکل ناجائز و حرام ہے۔ مگر مؤلف اخبار الصنادید کیونکہ خود نوابوں کی خوشامد کے مرض میں مبتلا تھے اس لئے انہوں نے شرعی مسئلہ کو نظر انداز کر دیا، حق کو نگل گئے اور نواب صاحب کے ایک خلاف شرع کام کو سر نہ بیٹھ گئے۔ زمانہ ماضی میں خوشامدی، فحشاء عشاق دنیا علماء رہی نے اپنی اقتدار حضرات کو بگاڑا ہے۔ اور آج بھی ایسے ہی لوگ امت کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ جو بہتان عظیم حضرت مفتی صاحب کے سر بھو پا گیا ناظرین اس کے طرز سے یقین کر لیں گے کہ بہتان طراز خود اس جرم کا مرتکب تھا وہ خود نوابوں کے دربار کا خواہشمند تھا

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

خدا محفوظ رکھے بر بلا سے ۔۔۔ خصوصاً ہر کہیں و کج ادا سے

فتنہ حاسد سے خصم نامز سے ۔۔۔ دوستان بے وفا کی ہر دعا سے

بعض پرانے لوگوں سے اس بہتان کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ صاحب اخبار الصنادید پٹھان تھے اور حضرت مفتی صاحب سید تھے اور رام پوری پٹھان کسی دوسرے کو خواہ وہ سادات ہی ہیں سے ہو برداشت نہ کر پاتے تھے دانش عالم اور حضرت مفتی صاحب نوابوں کے قرب و خوشامد سے متنفر ہونا مستعد واقعات سے معلوم ہوتا ہے ان میں سے ایک واقعہ آگے آ رہا ہے جو مفتی صاحب کے بھوپال کے ارادہ سفر کا سبب بنا تھا۔

**حضرت مفتی صاحب کو شبہ نہیں بزرگ تھے** حضرت مفتی صاحب کو حق تعالیٰ شانہ نے ان تمام کمالات و اوصاف حمیدہ

اور صفات جمیلہ سے مزین و بہرہ ور فرمایا تھا۔ جو ایک مرد باخدا، بزرگ باصفا اور متوجہ عالم دیں کیسے موزوں ہیں آپ کی خود داری و شان استغناء ضرب المثل تھی آپ کسی کی خوشامد اور محضوری کے قطعاً قائل نہ تھے۔ آپ ہدیت جلیل القدر عہدوں پر فائز رہے مگر کسی نواب کے درباری کبھی نہیں بنے۔ آپ نے ان عہدوں کو قبول فرما کر خلیق خدا کی خدمت

کی عدل و انصاف قائم کرنے کی کوشش کی اور اپنے مستقل مشاغل علم و عمل اور تصنیف و تالیف وغیرہ سے کبھی غافل نہیں رہے۔ آپ کا نصب العین قال اللہ و قال الرسول تصنیف و تالیف، افادہ خلق اور عبادت حق تھا۔ آپ کے طرز حیات صحت از تو استغفار و زغیر تو استغنا کم، تھا آپ زیادہ میل جول اور غیر ضروری ملاقاتوں کو پسند نہ کرتے تھے۔ گوشہ نشینی آپ کو محبوب تھی اور درخیز جلیں فی الزمان کتاب ہے، (دنیا میں بہترین ہم نشین کتاب ہے) آپ کا اصول رفاقت تھا۔ آپ کی قلبی پرکار تھی ہے

لقاء الناس ليس يفيد شيئاً — سوی اٹھن بیان من قیل و قال (لوگوں سے میل جول قطعاً غیر مفید ہے) — اس سے جو اس اور لایعی گفتگو کے سوا کچھ حاصل نہیں بہت سے لوگ اس (خلوت نشینی کے) مزاج کو ناپسند کرتے ہیں اور ایسے لوگوں پر عموماً غرور و کبر وغیرہ کے الزامات عائد کرتے ہیں یہ وہ لوگ جو تھے ہیں جو اپنی زندگی کے سرمایہ بے بہا کی قدر دانی نہیں کرتے انھیں میں سے صاحب اخبار السنادید بھی ہیں جنہوں نے، خلاف واقعہ حضرت مفتی صاحب کے مزاج کی ترجمانی اس انداز سے کی کہ خود انھیں کے دل کا چھپا ہوا چور ظاہر ہو گیا۔ اور وہ اس الزام کا اپنی تصنیف میں کوئی ثبوت فراہم نہ کر سکے۔ نیز صاحب اخبار السنادید نے جن مقامات پر اپنی اس تصنیف میں خوشامدی لوگوں کے واقعات بیان کیے ہیں یا جس جس مقام پر خوشامدی لوگوں کی پکڑ کی ہے حضرت مفتی صاحب کے متعلق وہ اس نوع کا ایک واقعہ نقل کر سکے نہ خوشامدی کے کسی مقام میں وہ حضرت مفتی صاحب کو دکھاسکے۔ بلکہ حضرت مفتی صاحب کی حیات بابرکات اس مرض سے بلند و برتر چلی اور اس شعر کا حقیقی مصداق ہی ہے نہ ہم خوشامدی نہ خوشامد پسند ہیں۔ یہ دونوں پستیاں ہیں ہم ان سے بلند ہیں اگر آپ کی زندگی میں اس مرض کا شائبہ بھی ہوتا تو کوئی نہ کوئی تذکرہ نویس اس کا افہام کرتا بلکہ جو اوصاف ضبط اوقات اور علمی و عملی کاوشیں حضرت مفتی صاحب کے دستور حیات بقیں ان اوصاف کے حامل ہیں اس قسم کے امراض پیدا ہی نہیں ہو سکتے۔ ان مذکورہ بالا اوصاف کی وجہ سے ان کی زندگی کیا حضرت مفتی صاحب کا ہر خشک ٹھہرہ؟

پسند نہ فرماتے تھے اسی لئے بہت سے ایسے لوگ ان سے چڑتے تھے جو اپنے لمحاتِ عمر میں غفلت کا شکار تھے چنانچہ بعض حضرات نے اسی وجہ سے ان کو ”زادِ خشک“ لکھ دیا ہے اور وہ لکھنے والے خود جدتِ زرد فشا قیاسم کے لوگ ہیں جن کی بارت یوں بھی اہلِ تدبیر کے نزدیک غیر معتبر ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ یہ طبقہ اپنی عمر عزیز کے اوقات بے بہا کو کسی مفید و انسانی کام پر صرف کرنا پسند نہیں کرتا۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب کے استغناء عن الناس اور تحفظ اوقاتِ عزیز (جو بلند ترین صفات ہیں) کو کج طبیعت و بد فہم لوگوں نے برائی و بد اخلاقی پر محمول کر لیا، اور ان حضرات اہل اللہ کو اسکی پرواہ نہیں ہوتی ان کا دلی جذبہ تو یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ سمجھیں مجھے محروم و قرار تمکین وہ نہ سمجھیں کہ تیری بزم کے قابل نہ رہا۔  
**حضرت مفتی صاحب کا سیاسی نظریہ** اہل نظر اس سے خوب واقف ہیں کہ ایک اخلاقی نشی، صوفی منش اور علم و

عرفان کے سمندروں میں ہمہ نسبت غوطہ زن مردِ باصفا کو رواجی سیاست اور دنیوی لابی بکھیڑوں سے کوئی سروکار نہیں ہو سکتا۔ پھر فقیہ النفس ان کی نظر ہمیشہ احکامِ شرع و اصولِ احکام پر مرکوز رہتی ہے وہ ہر پیش آہن والے معاملہ کو نصوٹ پر پیش کرتا اور اس کا حکم اصولِ شرع کے موافق دیتا ہے اور عارف باللہ کا معاملہ تو یہ ہوتا ہے کہ ”قائدِ ہرچہ گوید دیدہ گی گوید“ اسکو فراموش ایمانی و انوارِ عرفانی حاصل ہوتے ہیں اور وہ جو کہتا ہے روشنی میں کہتا ہے۔

۱۔ تقویٰ فراسۃ المؤمن فاذہ بنفل بنور اللہ۔ اور بفضلہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کو حق تعالیٰ نے ان تمام اوصافِ حمیدہ سے مزین و مالا مال فرمایا تھا وہ ایک طرف تو فقیہِ کامل بلکہ امام الفقہاء تھے اور دوسری طرف علومِ باطنی میں بھی دستگاہِ کامل رکھنے والے اور عارفِ کامل تھے۔ اسلئے آپ کے فتاویٰ آخری فیصلے کی حیثیت رکھتے تھے الفتاویٰ السعدیۃ فی الفروع الخفیۃ، (حضرت مفتی صاحب کا مجموعہ فتاویٰ) اس پر شاید عدل ہے۔

حضرت مفتی لطف اللہ صاحب نے ان فتاویٰ کا تعارف کرائے ہوئے مختصر فرمایا ہے۔  
 دلائل کانت مشتملہ علی خرافات فتاویٰ سیدیہ پر شبِ دروز میری نظر

دس دوفاشس غرس من تفصیل ارجا  
 لم تنظمها بعد بنان البیان و البکا  
 افکار و اعلا اسر اس من تسهیل  
 ۱۹۱ شکائی نہ بیٹھا ہن قبل انس  
 ولا جان و متضمنہ لبیان انواع  
 ۱۹۲ عبادات خلت عنہا فتاویٰ انبا  
 ۱۹۳ الزمان و قبیان اقسام المعاملات  
 ۱۹۴ مست ایزھا حاجۃ ۱۹۵ انسان  
 بل ہی جنات تجری من تحتھا الا  
 ۱۹۶ دروضات قدس تفتق فیہا النوار  
 ۱۹۷ الا نولس و حلا و تہ الشمار میانہما  
 ۱۹۸ فائقة علی العسل و السكر و دروا  
 ۱۹۹ ریاحین معانیہما ارجی من المسک  
 ۲۰۰ و العنبر کیف ۲۰۱ و قد رقتھا  
 ۲۰۲ یراع من جد و بنیان علی  
 ۲۰۳ الفقد بعد ما اندر ست مر اسہ  
 ۲۰۴ و شید اساس ۲۰۵ افتاء غیب ما  
 ۲۰۶ طمست معالمد بحر المحقوی  
 ۲۰۷ ما المنقوی نہر الفروع و ۲۰۸ صولی  
 ۲۰۹ ذروۃ المجد الشامخ سنا الفضل  
 ۲۱۰ البازخ اہام الفقہاء ۲۱۱ علا  
 ۲۱۲ مقدام الکملاء ۲۱۳ العظا کشف  
 ۲۱۴ صداف الفرائد قطا، ازہار  
 ۲۱۵ الفوائد المصقع ۲۱۶ العرف و الامع  
 ۲۱۷ الیہوف المستغنی عن المدیج

اسلئے مرکوز رہتی تھی کہ وہ اجمال کی تفصیلاً  
 کے ایسے یکتا موتیوں اور عمدہ و روشن  
 حقیقتوں پر مشتمل ہیں کہ بیان کے پورے  
 جدید افکار اور اہل اسرار نے ہم شکل  
 مسائل اور ان کے اشکالات حل کر کے  
 اس انداز کی موتیوں کی لڑیاں نہیں  
 پر دیں کہ ان تک انس و جن میں سے کسی کی  
 رسائی رزہن نہ ہوئی ہو۔ اور یہ فتاویٰ  
 اقسام عبادات کے بیان پر اس طرح حادی  
 تھے کہ اس دور کے مفتیان کرام کے فتاویٰ  
 ان سے خالی ہیں اور ان فتاویٰ میں ہر قسم کے  
 معاملات کی ایسی توضیحات موجود ہیں کہ  
 ہر انسان کو انکی احتیاج ہے بلکہ یہ فتاویٰ  
 ایسے خوشنما باغات ہیں جن کے نیچے  
 (حقائق کی) نہریں بہہ رہی ہیں اور یہ  
 عالم قدس کے ایسے چمن ہیں جن میں النوار  
 کے پھول کھلتے ہیں اور ان کے مہاتی درختوں  
 کے پھلوں کی شیرینی شہد و شکر پر بھی  
 فوقیت رکھتی ہے اور ان کے معانی کے پھولوں  
 کی خوشبوئیں شک و عنبر سے بھی زیادہ نازک  
 رہی ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ اس ذات  
 عالی کے قلم نے ان فتاویٰ کو لکھا ہے جس  
 علم فقہ کی بنیاد کی تجدید کی ہے اسکے بعد کہ  
 اسکے نشانات نہٹ چکے تھے اور انتشار کی  
 بنیاد کو مضبوطی ملافت بخشی ہے

والتوصیف وهو الحریف الغضلیف  
اعنی به والدی و استاذی فحیم  
الشان عظیم الجاه المفتی محمد  
سعد اللہ روح اللہ شراک و جعل  
الجنة مثواک الخ  
مقدمة ننادی السعدی  
فی الف و ع الجنفیه

~~~~~  
~~~~~  
~~~~~  
~~~~~  
~~~~~  
~~~~~  
~~~~~  
~~~~~  
~~~~~  
~~~~~

اسکے بعد کہ اسکی علامات نحو ہو چکی تھیں اور  
وہ معقول و منقول کے سمندر فروغ  
واصول کے دریا بلند بزرگی کی چوٹی کھنسل  
و برتری کے کوہان بڑے بڑے فقہار کے  
امام اور بڑے بڑے کابین کے پیشوا بکتا  
موتیوں کی سیپیون کو کھولنے والے  
رحقق فائدوں کے پھولوں کو چننے والے  
نہایت ہوشیار فصیح، روشن دماغ  
بلخ ہیں جو تعریف و توصیف سے مستغنی  
ہیں اور وہ صاحب عرفان رئیس عظیم الشان  
ہیں میری مراد ان سے میرے والد محترم  
استاذ معظم، عظیم الجاہ مفتی محمد سعد اللہ ہیں  
حق تعالیٰ ان کو راحت قبر و مکان جنت عطا  
فرمائیں۔

اتنی تفصیل ہم نے اسلئے بیان کی ہے کہ بعض علماء سے ناقصین یا جدت پسند راہزن ٹاپ  
نادانانہ نے حضرت مفتی صاحب کے بعض فتاویٰ پر بغوا اعتراضات بھی کیے ہیں۔ مثلاً  
مسلمانوں کے کسی ایک مختصر سے گردہ نے گورنمنٹ انگلیشیہ کے کسی قلم پر حملہ بول دیا  
اور اس کا نام جو سادر رکھ دیا۔ حضرت مفتی صاحب نے اس حرکت کے خلاف فتویٰ دیا۔ کیونکہ  
در اصل وہ جہاد نہ تھا بلکہ ملت اسلامیہ کیلئے ایک فتنہ بپا کرنا تھا حضرت مفتی صاحب  
ایسے حملہ کے قطعاً قائل نہ تھے نہ اسکو جہاد کہنے کیلئے تیار تھے جو ادچھا حملہ ہو اور ملت  
اسلامیہ کا اسیں زبردست نقصان ہو جاتے۔ آپ سوچئے کہ ایک مختصر و بے سرو سامان  
جماعت ایک زبردست گورنمنٹ کے قلعہ پر حملہ آور ہو کر اسکی ٹکڑ بکڑ کر سکتی  
ہے؟ ظاہر ہے کہ چند آدمیوں کی اس ستم کی حرکت کے نتائج پوری قوم کو بھگتنے پڑتے ہیں  
چنانچہ اس نام نہاد جہاد کا انجام یہی ہوا۔ حضرت مفتی صاحب متحر عالم و خلوت نشین  
بزرگ ہونیکے باوصف سیاست میں بھی کمال رکھتے تھے انکی سیاست نور شریعت

و نور بصیرت سے منور تھی وہ انگریزوں کے ہرگز حیا کی نہ تھے چنانچہ اودھ، رام پور، دہلی  
نجیب آباد میں تو ابان نجیب آباد درام پور کی انگریزوں کے خلاف جہاد اور استخلاص  
وطن کی جنگ میں وہ شریک اور نوابوں کے موقف کے حامی رہے ہیں اور اس  
سلسلہ میں انہوں نے بڑا حصہ لیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب انگریزی اقتدار سے  
غیر منظم جہاد کرنے، یا کیف بالافتقار

## جنگ آزادی میں شرکت سے اجار

کرنے اور اختیار کی شمولیت میں آزادی حاصل کرنے کے بھی حامی نہ تھے۔ کیونکہ  
ان کے نزدیک ان تینوں صورتوں میں ملت اسلامیہ کا نقصان اور مذہب اسلام  
و مسلمانوں کو عظیم خطرہ درپیش تھا۔ کیونکہ اول کی دونوں صورتوں میں نقصان و  
خراب ان کھلا ہوا تھا۔ تیسری صورت میں غلبہ مشرکین بھی یقینی تھا اور فقہ  
کا مشہور اصول ۱۲۲ بتلیت: بملیتین فاختر اھو ذھما رجب ذو صیبتوں میں  
گرفتار ہو جاؤ تو آسان کو اختیار کرو، ظاہر ہے کہ نصاریٰ کا اقتدار، مشرکین کے  
اقتدار سے بہتر تھا۔ اور اب تو اس کا ساری دنیا کو کھلی آنکھوں مشاہدہ ہو چکا ہے  
اس میں اب کسی جاہل مطلق یا دین برحق سے غافل و احمق کو بھی شک و شبہ باقی  
نہیں رہا۔ ہاں جن کے قلوب کفر سے مانوس ہو چکے ہیں وہ آج بھی اس حقیقت کو تسلیم  
نہیں کر سکتے۔ اور اہل علم تو پہلے ہی سے قرآن مقدس کے آیتہ میں اس حقیقت  
و احوال کا نظارہ کرتے ہیں مثلاً قرآن پاک کی آیت ہے۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً  
لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ  
أَشْرَكُوا وَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُ  
بُودَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا  
إِنَّا زنا ومارئ (سورۃ المائدہ)

یقیناً آپ یہود و مشرکین کو مسلمانوں  
کا سخت ترین دشمن پائیں گے۔ اور  
مسلمانوں کی محبت میں قریب ترین ان  
لوگوں کو پائیں گے جو اپنے آپ کو نصاریٰ  
کہتے ہیں۔

اس قسم کی آیات سے یہ حقیقت واضح ہے کہ یہود و مشرکین کی بہ نسبت نصاریٰ  
کا معاملہ اہم ہے۔ اس وقت یہ ہمارا موضوع نہیں ہے اس لئے ہم اشارہ ہی پر  
اکتفا کرتے ہیں۔

منشار یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب کا نظریہ سطحی اور سرسری نہ تھا یا اپنے ذاتی خیالات پر ان کے اس انداز کے فتاویٰ کی بنیاد نہ تھی بلکہ نصوص قطعیہ و احادیث بنو یہ کی روشنی میں انہوں نے اس سلسلہ میں فتوے دیئے تھے۔ اور جن اکابر نے بغاوت یا جہاد کے اقدامات کیئے تھے ان کی نیت بھی فاسد نہ تھی وہ بھی اہل علم تھے اور اجتہادی غلطی کا امکان ہر اک سے ہے اسلئے ہم دونوں میں نہ کسی کی مذمت کرتے ہیں اور نہ ان حضرات کی باتوں کو پسند کرتے ہیں جو اپنی خواہشات نفسانیہ و خیالات فاسدہ یا جماعتی عصییت کی بنیاد پر کسی کی توہین و مذمت کرتے ہیں۔ اللہم احفظنا منہ۔

علمائے زمانہ اور ہمارے طرز فکر

کو ہم لعنت سے کم نہیں سمجھتے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں کہ حق تعالیٰ نے ہم کو دل و دماغ اور آنکھوں سے محروم رکھا ہو ہم بفضلہ تعالیٰ نصوص کے آئینہ میں حقائق کی صورتیں دیکھ سکتے ہیں۔ ہم بہت سے تقدس مآب حنفیہ اور نااہل جہلا کی طرح اس کو بھی پسند نہیں کرتے کہ اپنی آنکھوں اور اپنے دل و دماغ کو معطل کر کے دوسروں کی آنکھوں سے دیکھیں اور دوسروں کے دل و دماغ سے سوچیں سمجھیں ہم اس کو رانہ تقلید کو بھی لعنت کا طوق سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ہم شخصیتوں کو شریعت ناپنے ہیں شریعت کو اشخاص سے نہیں ناپتے جیسا کہ آج اس پارٹی باز اور اور مخلوق پرستی کے دور کا عام مرض ہے۔ اور بڑے بڑے تقدس مآب اسمیں تبتہ نیز جن حضرات کی زندگی نقاہت و فراست کی روشنی میں گذرتی ہے۔ جو لوگ تقویٰ و طہارت کے خوگر اور اتباع سنت و شریعت کے عادی ہیں ہم ان سے محبت رکھتے ہیں ان ہی اکابر سے سچی عقیدت رکھتے ہیں۔ اور کسی بھی بزرگ ناحق بُرا بھلا کہنا ناجائز و باعث محسوس خیال کرتے ہیں۔

گرچہ ہم کو ہر اکہے کوئی ہم کسی کو بُرا نہیں کہتے

ہاں جس مقام پر ضرورت شریعہ داعی ہو وہاں ہم کسی بھی رو رعایت کے قائل نہیں اور کسی کے تقدس و دجاہت اور قطبیت سے مرعوب نہیں ہوتے۔



علم ساری کی دو قسمیں : اس تمہید کے بعد ہم یہ ضرور لکھیں گے کہ سہار کی نظر میں اہل علم کا طبقہ دو قسموں میں بٹا ہوا ہے (۱) وہ علماء جو ہر معاملہ کو نفوس اور شرعی اصول پر پیش فرما کر اس پر حکم صادر فرماتے ہیں (۲) وہ جو ایک نظر یہ قائم کر کے اس پر نفوس کو پیش کر کے رادہ جواز تلاش کر نیکی کوشش کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اہل جماعت بنیاد دین و شرع کو بنا کر اس پر حکم کو مزب کرتی ہے دوسرے گروہ کے نزدیک اصل اپنا خیال ہوتا ہے اور نفوس و اصول شرع کو کھینچ تان کر اس پر چسپاں کرنا اور عوام الناس کے نزدیک سرخ رو ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

حضرت مفتی سید الشہ صاحب ادلی قسم کے علماء میں سے تھے اور ان پر اعتراض کرنے والے یا تو دوسری قسم کے لوگ ہیں یا ان کے اندھے مقلد جو آج تک کبھی پر مٹھی مارتے۔

اگرچہ ہیں ،  
بجہد الملت، حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ بھی قسم ادلی کے علماء میں سے ایک اہم ترین شخصیت تھے گو ایک طبقہ ان کو بوریہ نشیں، خلوت نشیں اور دنیا کے حالات سے بے خبر ہونے کے ٹھنڈے دیکر اپنے طرز نازیبا کی حسیں تو جیہ کرتا ہے لیکن یہ حقیقت روز روشن سے زائد عیاں ہو چکا ہے کہ اسی خلوت گزین و صاحب فرست انسان نے سیاسی بحران کے دوران جو کچھ فرمایا یا لکھ دیا تھا وہ پتھر کی بکیر ہے ان حقائق کا قوم آج کھلی آنکھوں مشاہدہ کر رہی ہے اور اس اندھا دھند سیاسی کبڈی کے نتائج خوب بھگت رہی ہے آج بھی حکیم الامت کے ارشادات و تحریرات ان کی کتب مابیل سیاسی و اخلاقیات یومیہ میں امت کے سامنے ہیں۔ اور وہ بباگ دہل پرکار رہے ہیں

سند ہے میرا فرمایا ہوا سارے عالم پہ ہوں میں چھایا ہوا  
دوسرے طبقہ کے برخلاف کہ ان کے بیانات خلاف واقعہ اور حسین وعدے طاق نسیان ہو چکے ہیں آج گہی دودھ کی نہروں کے وعدے خون کے دریاؤں کی شکل میں نمودار ہیں۔ آزادی مذہب کا تو حال یہ ہے کہ اذان و نماز سے لیکر حج تک قربانی سے بے کر ڈاڑھی تک اور معاملات سے لیکر خیالات اسلام کی ہر چیز نذر آزادی ہو چکی ہے تبتی، نفقہ، طلاقہ اور

سلم پرسنل لا ہی کے مسائل درپیش نہیں جن سے اسلامیان ہند ایک زبردست کشمکش میں مبتلا ہیں دورِ کثرت کا مسئلہ بھی درپیش ہے اب تو اس قرآن مقدس کو بھی اس سرزمین ہند پر برداشت نہیں کیا جا رہا ہے جو مذہب اسلام کی بنیاد و اساس اور دستورِ حیات ہے یہ نتائج ہیں اس اندھی اور بے نور سیاست کے جو شرعی بندہ شریوں اور قرآنی اصولوں سے آزاد تھی۔ انا للہ الخ

ہم بلا خوف و تردید دلائل یہ ضرور کہیں گے کہ بعض حضرات سے اس مسئلہ میں اتنی زبردست غلطی ہوتی ہے خواہ وہ اجتہادی غلطی ہو یا بالقصد ہم کسی کی نیت کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے کہ اسلامیان ہند کو کم از کم ایک صدی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا کیونکہ امام کی غلطی کا اثر تمام مقتدیوں پر جس طرح ناگزیر ہے اسی طرح ایک لیڈر کی غلطی کے عواقب دنیا بھر کی قوم کو بھگتنے پڑتے ہیں اور امام کی غلطی کا اثر صرف مقتدیوں پر پڑتا ہے لیکن لیڈر کی لغزش سے مقتدی وغیرہ مقتدی سب ہی متاثر ہوتے ہیں۔ ہمیں بادِ ثوق طریقہ پر معلوم ہے کہ بعض حضرات کو اپنے اخیر وقت میں اسپر سخت ناراضی بھی ہوتی تھی اگرچہ خود کردہ یا عللاً جیست، لیکن ان کے اندھے مقلدین ابھی تک کوربانہ تقلید کے پابند ہیں۔

دیں فروشی عادت ارباب ملت ہو گئی

کثرت کثرت میں گم مقصود وحدت ہو گیا

یہ سطور ہم نے قصداً سیاہ کی ہیں جس کا جی چاہے پسند کرے جس کا جی چاہے ناپسند کرے ہمیں اسکی پرواہ نہیں، نہ ہمیں دادِ مطلوب ہے نہ عادتِ زیادہ آہ یہ سب کچھ ملتِ مسلمہ کی بدقسمتی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے

آپ بے شک بے خطا ہیں آپ کے شک کے تصور، میری قسمت بھکو آزارِ محبت ہو گیا اور اب تو ہمارا یہ عالم ہے کہ

بہت عزت سے یہ احساس بھی اسعد نہیں ہوتا۔ کہ وقفِ یاس و ناکامی ہماری زندگی ہے

اہل کمال کی فہرست میں

”اخبار الصنادید“ ہی میں ایک عنوان ”نواب (کلب علی شاہ) صاحب کی سرکار کے اہل کمال“ کے تحت ایک ذیلی سرخی، علماء، ”قام کر کے حضرت مفتی صاحب کا اسم گرامی

بھی اس میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :

مولوی عبدالحق صاحب خیر آبادی مؤلف ہدایۃ الحکمتہ و شرح مسلم الثبوت و  
جواہر الغالبہ فی حکمتہ المتغالبہ، حاشیہ حمد اللہ و حاشیہ میرزا ہد و امور عامہ  
وغیرہ۔ مولوی سعد اللہ صاحب ابن مولوی نظام الدین مراد آبادی مؤلف القول المأثور  
فی صفات القاموس اور نور الصباح فی عشرات الصراح اور خلاصۃ التوارد اور  
نوادیر البیان فی علوم القرآن اور رسالہ قوس و قزح اور شرح منابغ تہذیب  
اور نوادر الاصول فی شرح الفصول اور عروض باقائہ وغیرہ (آگے چند علمائے  
اہل کمال کے ناموں کے بعد) مولوی لطف اللہ صاحب بن مولوی سعد اللہ صاحب  
(ص ۲۰۲ و ص ۲۰۳)

حضرت مفتی صاحب کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں سے  
متجاوز ہے حضرت علامہ مفتی لطف اللہ صاحب تحسیر

## تلامذہ ذیشان

فرماتے ہیں کہ :

”شاگردانش ہم ہزاروں ہزار و تصانیف ہم بسیار و بے شمار، (ان کے شاگرد  
بھی ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور انکی تصانیف بھی بہت اور بے شمار ہیں)  
آپ کے علمی فیوض سے مخلوق خدا بڑی تعداد میں فیضیاب و سیراب ہوئی ہے سب کا  
احاطہ ناممکن ہے البتہ چند شاگردوں کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں

- (۱) حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی دہا جرمی بانی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ (۲)
- ملا محمد نجف صاحب دلاپتی (۳) مولانا حکیم عبدالکریم خاں صاحب رام پوری (۴) مولانا
- حکیم علی حسین خاں صاحب لکھنوی (۵) حکیم محمد ابراہیم صاحب لکھنوی (۶) مولانا ہادی
- علی صاحب لکھنوی (۷) مولانا نور علی صاحب لکھنوی (۸) مولانا شاہ عبدالنقی صاحب
- کاپنوری (۹) مولانا شاہ عبدالحق صاحب کانپوری (۱۰) حکیم فرزند علی صاحب بیجاپوری
- (۱۱) مولانا حکیم احمد سعید صاحب امر پوری (۱۲) حکیم شبیر علی صاحب امر پوری (۱۳)
- مولانا قریب الدین صاحب کاکوری (۱۴) مولانا عبدالملک صاحب رام پوری ثم التونکی (۱۵)
- مولانا مفتی دوست محمد صاحب دلاپتی مفتی ریاست ٹونک (۱۶) حضرت علامہ مولانا
- مفتی محمد لطف اللہ صاحب (۱۷) حضرت مولانا مفتی محمد بشارت اللہ صاحب

مؤخر الذکر دونوں حضرات مفتی صاحب کے فرزند ان ارجمند ہیں۔ ان سب حضرات کے علاوہ جناب نواب سید یوسف علی تھان بہادر دلی ریاست رام پور کو بھی آپ سے شرف تلمذ حاصل تھا ان میں سے اکثر وہ تلامذہ ہیں جو دیباچے علم و عمل کے مہر و ماہ اور نجوم تباہ بن کر چلے۔

**نواب صاحب کی ناراضگی اور ترک وطن کا قصہ** یوں تو ریاست رام پور کے حالات کے پیش نظر حضرت

مفتی صاحب دل برداشتہ و کیدہ خاطر تھے ہی لیکن ایک واقعہ نے آپ کو ترک رامپور کے فیصلے پر مجبور کر دیا اور وہ یہ کہ حضرت مفتی صاحب کے پاس ایک مقدمہ آیا نواب سید کلب علیخان نے حضرت مفتی صاحب کو طلب فرما کر مفتی صاحب کے سامنے مقدمہ کی نوعیت کی وضاحت کی مفتی صاحب نے فرمایا کہ مدعی و مدعی علیہ جب حاضر عدالت ہوں گے تو ثبوت و عدم ثبوت پر جو شرعی فیصلہ ہو گا وہ کیا جائے گا نواب صاحب نے فرمایا ہم آپ کے سامنے حقیقت حال بیان کر رہے ہیں مفتی صاحب نے فرمایا کہ مقدمہ سرکار کے پاس بھیج دوں سرکار فیصلہ کر دیں نواب صاحب نے غصہ سے فرمایا آپ اسکی روشنی میں فیصلہ کریں مفتی صاحب نے فرمایا میں شرعی اصول ہی پر فیصلہ کروں گا سرکار اگر یہ فیصلہ چاہتے ہیں تو میں بیٹھ دیتا ہوں کہ سرکار کا یہ فیصلہ ہے اس پر نواب صاحب نے سرخ پردہ کھینچ دیا اور اسکے پیچھے چلے گئے جو ناراضگی کی علامت تھی حضرت مفتی صاحب اٹھ کر مکان واپس آ گئے اور نواب صاحب کی نفوٹ آمد کی نہ موسافی مانگی بلکہ ترک رام پور کا قصد کر لیا۔ مگر چند یوم کے بعد حضرت مفتی صاحب کا اچانک وصال ہو گیا نواب صاحب کو جب آپ کے وصال کی اطلاع ہوئی تو ایک آہ بھری اور کہا کہ ہم تو اپنے مفتی صاحب کو مٹانے کیلئے حاضر خدمت ہونے کا ارادہ کر رہے تھے افسوس کہ وہ رحلت فرما گئے۔ (مولانا محمد اشرف صاحب نقلاً عن مولانا عبدالسلام رامپوری)

**وفات و حیرات** اخیر عمر میں رام پور کے حالات کی تشددی سے خصوصاً

ارادہ ہو گیا تھا۔ اسی حال میں آپ کو ریستہ بھوپالی نے غبرگہ نقضا کی دعوت دی جو اپنے بقول فراتی اور ماہ رمضان ۱۲۹۲ھ میں بھوپال منتقل ہونے کی تیاری شروع

ی کہ عمر کا پیمانہ بسر بڑھ گیا اور ۱۲ رمضان ۱۲۹۲ھ بم ۲۲ ستمبر ۱۸۷۷ء یکشنبہ  
 الخ کے مارضہ سے روزه کی حالت میں جبکہ قہیدہ بردہ کا درس دے رہے تھے  
 نے داعی اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اس وقت آپ کی عمر  
 پچھتر سال تھی۔ حضرت شاہ عبداللہ بغدادی کے مزار پر انوار کے متصل  
 مد کی منڈیر کے پاس مدفون ہوئے۔ طاب اللہ ثراک وجعل الجنة مثواک  
 ۱۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں جو چارٹ دکا ہوا ہے جہیں لکھا ہے کہ حضرت مفتی سعد اللہ  
 ب کا انتقال لکھنؤ میں ہوا وہ غلط ہے۔

**منح وفات شریات** حضرت مفتی صاحب کی تاریخ وفات بہت  
 سے حضرات نے کہی ہے۔ حضرت مفتی لطف اللہ  
 حب فرماتے ہیں کہ سب سے اول علامہ افضل منظم جلیل، مناظر نبیل مولانا حکیم محمد لطف اللہ  
 حب لکھنؤ نے ادران کے بعد صدر ایوان سخن مولانا عبدالعلی صاحب مدرسی لکھنوی  
 نے اسی نے اسی زمین اور تانیہ ردیف پر تاریخ کہی ان دونوں حضرات کی منظومات  
 حضرت مفتی صاحب کے اوصاف و کمالات و حالات بھی آگئے ہیں اسلئے ہم صرف ان دونوں  
 نزات کی منظومات تاریخیہ بزبان عربی و فارسی دار و ذیل میں نقل کرتے ہیں۔  
 - مخی مصرعے یہ ہیں -

از مولانا عبدالعلی صاحب آسمی

از مولانا لطف اللہ صاحب لطف

(۱) مات مفتی الانام سعد اللہ

قبل مثواک طاب طیب ثراک

(۲) بشگفت روح از نسیم جناں بجفت

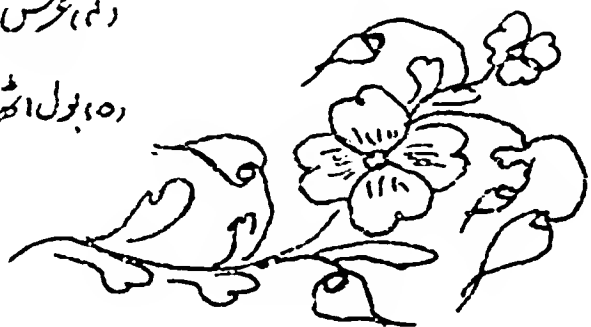
عنوان زجنت آمد و جنت خرام گشت

(۳) بر ملا وہ زیر عرش بنی کے پاس ہے

آساں کہتا ہے وہ عرش خدا کے پاس ہے

(۴) عرش کے سائے میں معصومان حق کے پاس ہے

(۵) بول اٹھا رضواں کہ رضوان جنان کے پاس ہے



(۱۱)

# قصیدہ عن ناریحیۃ

للعلاء الفائق والطیب مولا لنا محمد لطف الله لطف  
(ترجمہ از مولف)

جامعاً للفضائل والجمال  
وہ بزرگیوں اور مرتبہ کے ایسے جامع تھے  
فی کمال الذین ہم برعوا  
کمال میں انکو بھی، جو فائق ہیں  
ما رأى الناس في وعاء الدهر  
ما لوگوں نے زمانہ بھر میں کوئی ان جیسا  
عاش في رامفور کم سنة  
ایک مدت رام پور میں مسند قضا پر متمکن رہ کر  
فيه كثر اراى من الاف  
جبکہ اس میں فتنہ دیکھا تو  
لقضاء البغال المتسوا  
تاکہ بھوپال میں قاضی بن جائیں اہل بھوپال  
بغلة جاء في تهيبه  
تیار ہی سفر کے دوران ان کے مولا کے پاس سے  
قال قم فانطلق الخاسر بك  
فرمایا اٹھیے اور چلیے اپنے رب کے پاس  
فتوفى خلاى شهر الصوم  
چنانچہ دس روزہ رمضان میں آپ کی وفات ہو گئی

لم تراعين مثل سعد الله  
کہ آنکھ نے سعد اللہ جیسا نہیں دیکھا  
فاق اقراننا كما سترنا  
وہ اپنے ہم عصروں پر فوقیت لگئے جیسا کہ انکو سنا  
قاضي مفتيا لما افتا  
قاضی و مفتی نہیں دیکھا  
مسنداً مسنداً لقضا فقضاء  
زندگی گزاری پھر اس کو خیر یاد کہد یا  
شد منه الحال والمستغفاء  
استغفار دیکر سفر کی تیاری کر لی  
فتحياً له على تقوا  
ان اسی درجہ کی تھی تو وہ تیار ہو گئے تھے اپنی احتیاط  
ملك الموت من لدى مولا  
ملک الموت نے اپنے مولا کے پاس سے  
قال لبيك ذاك فضل الله  
انہوں نے لیبیک کہا یہ اللہ کا فضل ہے  
صايئنا قائماً فنيا مسفا  
ہم سب سے بڑھ کر قائم ہوئے مسافر

مان اذ ذلک قصد کا العقبیٰ مات فی قرب ترکہ دنیا کا  
 اب آپکا دار آخرت کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ ہوا تو ترک دنیا کرنے کے بعد اتعال فرمایا  
 انا اللطف خضت تار منھا لسنی موتہ وما افنا کا  
 میں (لطف) نے تار تیغ میں غور کیا یعنی آپ کی موت اور فوت کے سال میں

قبو جہ الجمیل بالشریٰ  
 نوداہ و اکتے عمدہ طریقہ پر تار تیغ نکلی  
 قیل مثواک طاب طیب ثوا کا  
 کہا گیا ان کا ٹھکانہ عمدہ ہے اچھا ہے ٹھکانہ ان کا

## قصیدۃ عینیا جیہ (۲)

لعلامة مولانا محمد عبدی السی الکھنوی المدراستی

نا جری ذکر فضلہ بالجاہ فی جمیع البرسی علی الافواہ  
 کی بزرگی و مرتبہ کا ذکر ساری مخلوق کی زبانوں پر جاری ہے  
 لنا العلم والتقی طرا جاء بالحق والهدی فتوا کا  
 علم و تقویٰ کے تمام کمالات سے متصف ہے اور آپکا فتویٰ حق و ہدایت سے مزین ہوتا تھا  
 سب العظمم الیہ ہون والا دیب المعبیہ ۱۲۱۲ واک  
 علم کے بحرِ خاں و ہوشیار عالم اور صاحبِ بلاغت و نقابت ادیب تھے  
 التصانیف صاحب التدریس یستفید الانام من قدسیہ  
 صاحب تصانیف کثیرہ مصنف اور بہترین معلم تھے آپکے فتوے سے دنیا فائدہ اٹھاتی تھی  
 ہی العلم مبتدیہ ہڈی کبریا ۱۲۱۲ لا کا ببر صغرا کا  
 علم رہبران کے مقابلہ میں مبتدی تھے اور بڑوں کے بڑے ان کے چھوٹے تھے  
 لا مثیل فی الامثال ولنا لا شبیہ فی الاشباہ  
 ان کے ہم عصروں میں نہ کوئی ان کا ہمسر تھا و نہ ان جیسوں میں کوئی ان جیسا تھا

درس العلم کلاہ نفعاً

تمام علوم کی تعلیم انہوں نے نفع رسائی کیلئے دی

مجمع الفضل مخزن البرکات

تمام بزرگیاں اور برکات ان میں جمع

عجز النطق عن فضائلہ

گویائی ان فضائل بیان کرنے سے عاجز ہے

ما من الريب في قبحه

آپ کے قبح علمی میں کوئی شک و شبہ نہیں آپ

ہیبر منی و محض ب نثر

آپ پڑھے مابہر عالم، نہایت فصیح و بلیغ ادیب مجدد تیز عقل فہم دہ

کان سعد ابل اسعد السعد

آپ نیک بخت تھے بلکہ نیک نختی کو آپ سے نیک نختی حاصل ہوئی اور آپ کی سعادت عطا خداوندی

هو فجاؤ لکات مفلوجا

آپ پر چالاک فالج کا حملہ ہوا اور وسط

سعد کا قال انتی سعد یلک

قرب مرگ جب ملک الموت تشریف لاتے تو

صاٹھا کان عند قبض الروح

اور جاں کنی کے وقت آپ روزہ دار تھے

هو فی المل مضور مرموس

وہ رام پور میں مدفون صلیب

فاظ من فاظ رب فی الدنیا

جو کو موت آگئی وہ سرگئے اے پروردگار

مصاع لا سرخ انشد الاسی

تاریخ کا مشعرہ پڑھا اے آسی

علم الفن جلد و بلا

اور تمام فنون سکھلا اور ظاہر فرما

مبوع العقل معدن الاکتفا

اور محفوظ عقول وہ سرچشمہ عقل اور آرزو ہاں سرچشمہ

حارث الاتقیاء من تقوا

اور متقی حضرات بھی انکے تقوے میں حیران

شبہة لا تری عیون جیبا

جیسا پشایموں کی آنکھیں نہ دیکھ پائیں

لم یجئ قط فی العلوم سید

انسان نے علم میں آپ جیسا جامع الکمال

انما سعد کا یسعد اللہ

وسط رمضان رجبہ روزہ کو ذوات ہوئی بک انور

ملاک الموت حین حان انار

انفوں نے بسیک کہہ

ذاکر اکثر لا الہ الا اللہ

اور لا الہ الا اللہ (کلمہ طیبہ) کا ذکر کر رہے تھے

جعل اللہ جنة مشور

اللہ تعالیٰ جنت کو ان کا ٹھکانہ بنا دے

لا فاضانہ ادر مضافتار

ان کے فیوض کو جاری رکھنے کیلئے انکی نیکو

مات مفتی لا نام سعد الد

مرگئے مفتی انام سعد اللہ رحمہ اللہ

مرگئے مفتی انام سعد اللہ رحمہ اللہ

مرگئے مفتی انام سعد اللہ رحمہ اللہ



## تاریخ ثنائی در فارسی از حضرت لطف موصوف

چوں مفتی زماں بز بین عدم نہفت  
کم کرد ر حلتش ز مدارس علوم را  
بیدار چشم فضل و نہر زیر خاک خفت  
دلہائے خلق از خلش خار این الم  
طلاب را بر شتہ اندوہ جہل سفت  
اے کاش نیز بمر دے کہ زیست را  
شد مثل غنچہ کہ نغمدید و نہ شکفت  
چو خاک رہ ز قالب کاواک پاک رفت  
القصد لطف از پئے تاریخ ر حلتش  
رضواں ز جنت آمد و جنت خرام گفت  
۱۲۹۳ھ

## ایضاً در فارسی از حضرت آسی مدراری

سید حیف و صد در یخ و صد افسوس صدالم  
بیں صدمہ کہ تیغ غمش دل دو پارہ کرد  
کلان آفتاب علم و عمل زیر خاک خفت  
ایں ماستی کہ تیر ملاش جگر بسفت  
روزیکہ اد بخاک لحد روی خود نہفت  
از تھلندیش گل ہر علم و فن شکفت  
کز صحن کلمتہ ان یقین خار شبہ رفت  
حقیق یک کبیر کش آمد چو خاک و ب  
رضواں باستی از پئے تاریخ ر حلتش  
شکفت روح از نسیم جہاں بگفت  
۱۲۹۳ھ

## تاریخ ثالث در اردو از حضرت لطف

س جہاں بے بقا کی زیست چند انعام ہے  
س بھروسے پر کوے کوئی یہاں دل استگی  
یہ وہ گل ہے خوشنما جس میں نہیں بویاس ہے  
موت تو سر پر کھڑی ہے اسکو کس کا پاس ہے

آپ دیوانِ قضا میں وہ سیراجِ اس ہے  
کشت زارِ زندگی کی چارچ کو کمپاس ہے  
اس الم سے سب کو اپنی زندگی سے پاس ہے  
عیش کا دل تنگ ہے عشرت کی ٹوٹی آس ہے  
ہوش کیسیاں معطل قوتِ حساس ہے  
اشکبار آنکھیں ہیں چہروں پر نمود آماس ہے  
عالم بالا سے حاصل اسکو استیاس ہے  
لطف سے کیا پوچھتے ہو اس کا تاریخی مقام  
آسمان کہتا ہے وہ عرشِ خدا کے پاس ہے  
۱۲۹۴ھ

اس کے نیچے سے نہ چھوٹا ہے نہ چھوٹے کا کوئی  
فی الحقیقت تنگ چشم موت کی بچی نگاہ  
اے حق آگاہ سعد اللہ نے پائی وفات  
بار کوہِ رنج و درد و بیقراری کے سبب  
بوریا تے غم پہ غمیدہ پڑے ہیں نیم جاں  
فتنہ ماتم بیا ہے صحبتِ احباب میں  
نازد و نعمت میں ہے وہ اسپرہِ رونا چاہیے

## ایضاً بزبان اردو از حضرت اسی مدراسی

جیسے رنگا رنگ سے رنگیں گلِ عباس ہے  
اسکے پھولوں میں نہیں دل دینے کی باؤ پاس ہے  
جسکو اسکی قیغِ سیرت کا ذرا احساس ہے  
جسکے پاس ارشادِ حق کی راہ کا ہنر اس ہے  
حبِ دنیا سب پر ہے چھوٹے گناہ اس ہے  
نخواہ رہی ہو وہ اس دنیا کی سب کو اس ہے  
اول و آخر نسا داس کون کا مقیاس ہے  
مہلت اس میں جینے کی مقدار چند نفاس ہے  
اسکا ہے احساس اسی کو جو کوئی سمجھتا ہے  
اکٹھ کئے دنیا سے اس کی سر اس ہے  
آج کل قاضی قضا کا ہر احب اس ہے  
جس کو سنکر زندگی سے سبکی ٹوٹی آس ہے

کیا ہے دنیا نام ہے نیزنگیوں کے باغ کا  
اسکے رنگوں میں ہے زہریلا اثر دل لینے کا  
وہ نہ ہو کمال اسکی حسنِ صورت پر کبھی  
لیکن اسکو کیا کوئی بہکائیگا باطل کے سانچہ  
ہے سمجھنے کے لئے کافی یہ مضمونِ حدیث  
واہی اور بے سود اس دنیا کی ہے سب گفتگو  
یہ وہ ہستی کا ہے دریا نیتی ہے جس کا آب  
فرصت اس میں مرنے کی ہے اک نفس سے بھی قلیل  
اس دور و زہ زندگی پر کوئی اترا سے کیا  
دیکھیے وہ مفتی علامہ سعد اللہ آج  
حیف صد حیف ایسے قاضی ایسے مفتی ہیں  
اے صد آہ ایسے عالم ایسے فاضل اٹھ گئے

روتے روتے طالبانِ علم کا پوچھو نہ حال  
مثلاً اس علامہ سعد اللہ کے ہے سعد وہ  
اس جہاں میں بھی وہی ماجور عند اللہ ہے  
عالمِ سفلی کو چھوڑا آخر اسکی روح نے  
وہ خدا سے راضی اور اس سے خدا راضی ہوا  
خود سمندِ کلک جولاں واسطے تازنخ کے  
پوچھا اسی نے جو تارِ بجی تقرب کا مقام  
دوسری تازنخ میں ہے اس بڑے عکسِ قرب حق

پڑ گئے آنکھوں میں حلقے چہروں پر آس ہے  
جسکو اس دنیا تے دلوں میں دینِ خفی کا پاس ہے  
اس جہاں میں بھی وہی شکر عند الناس ہے  
عالمِ علوی سے اسکے دل کو استیناس ہے  
ردفہٗ رضواں میں وہ یاخبر دے دوس اس ہے  
جادہٗ پیمائے سوادِ عرصہٗ قرطاس ہے  
بول اکتفا رضواں کر رضواں جساں کے پاس ہے  
عرش کے سایے میں معصومانِ حق کے پاس ہے

۱۲۹۴ھ  
۱۲۹۴ھ

تیسری تارِ بجی میں ہے اس بھی برتر مقام  
بر ملا وہ زبیر عرش احمد نبی کے پاس ہے

۱۲۹۴ھ

مولانا محمد کحی صاحب نے جو تارِ بجی ذفات کہی وہ یہ ہے

تارِ بجی ذفات گفت یحییٰ

گنجینہٗ علم و فضل ص ۱۴۱

حضرت مفتی صاحب نے پچاسوں کتابوں اور ہزاروں شاگردوں  
کے علاوہ باقیاتِ صالحات میں دو فرزند ارجمند جلیل القدر

باقیہ صالحا

و عظیم المرتبہ چھوڑے جن سے امت مسلمہ فیضیاب ہوئی۔

(۱) حضرت علامہ مولانا مفتی محمد لطف اللہ صاحب (۲) حضرت مولانا مفتی بشارت اللہ صاحب

# حضرت علامہ مفتی لطیف اللہ صاحب کسٹ

ولادت ۱۲۴۲ھ وفات ۱۳۱۲ھ ۲۲ ربيع ۱۳۱۲ھ

حضرت اقدس علامہ مولانا مفتی محمد سعد اللہ  
ولادت، تعلیم اور عمدہ کارنامے | صاحب کے خلف اکبر حضرت علامہ مولانا  
مفتی محمد لطیف اللہ صاحب تھے آپ کی پیدائش ۱۲۴۲ھ میں شہر گجوان میں  
ہوئی تاریخی نام ظہر الحق ہے اپنے والد محترم و دیگر اساتذہ ریاست رام پور  
سے فارسی، عربی اور طب پڑھی فراغت کے بعد تعلیم و تدریس کے سلسلہ میں  
لگ گئے۔ مدرسہ الیہ میں ابتداء مدرس اول مقرر ہوئے پھر بھوپال میں ہنرم بخش گری  
ہوئے حضرت مفتی محمد سعد اللہ صاحب کی وفات کے وقت رام پور شریف  
لائے تو نواب سید کلعلی خاں بہادر، خلد اشیاں، والی رام پور نے حضرت  
مفتی صاحب مرحوم کی جگہ ان کو قاضی و مفتی اور حاکم مرافعہ مقرر کیا۔ نماز عیدین بھی  
آپ ہی پڑھایا کرتے تھے۔ نہایت پرہیزگار و شب بیدار تھے۔ تبحر علمی مسلم ہونے  
کے ساتھ اشاعت علوم دینیہ کا شوق، عشق کی حد تک تھا۔ اپنے ریاست رام پور  
میں ایک مدرسہ بنام مدرسہ انوار العوام جاری فرمایا اور اس میں اپنے پاس  
سے بھی بہت کچھ صرف فرمایا۔ مدرسہ مذکورہ کا شہر سے بھی کافی چندہ ہوتا تھا۔  
حضرت مفتی صاحب نے جب مرافعہ کا کام چھوڑ دیا تو مدرسہ کی حالت بھی ابتر ہونے  
لگی مگر وہ برابر مصروف کار رہے اور محنت و جد جہد فرما کر مدرسہ کو تادم  
واپس قائم و جاری رکھا۔

صاحب۔ تذکرہ کمالان رام پور۔ حافظ احمد علی صاحب شوقی لکھتے ہیں کہ :  
 ”الحمد للہ کہ اب وہ مدرسہ راقم السطور کے زیرِ اہتمام چل رہا ہے یہ منفی صاحب  
 کا فیض جاری ہے اور حسن نیت کا نتیجہ ہے۔“

حضرت منفی صاحب کے خاندان کے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ”جامعہ فرقانیہ رام پور“  
 کے نام سے جو اداوہ ہے یہ وہی مدرسہ واللہ اعلم۔

**عدل و حق گوئی** | حضرت منفی صاحب نہایت حق گو، حق شنو اور حق پسند  
 انسان تھے اسلئے وہ عدالت کے معاملات میں اپنے

والد محترم کی طرح کسی شخصیت کی دخل اندازی کو پسند نہ فرماتے تھے۔ اور اہتہائی  
 جری تھے اسلئے کسی بڑے سے بڑے انسان سے اور کسی کی وجاہت و مرتبت سے  
 مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ پوری ریاست میں آپ کے عدل و انصاف کی شہرت  
 اور حق پسندی و جرات کا چرچا تھا نواب سید کلب علی خاں بہادر۔  
 ”غلد آشیاں“ کے انتقال کے بعد ۱۹۰۶ء میں آپ کی پنشن ہو گئی تھی۔

**علمی مساعی اور مطالعہ کا شوق** | آپ کو آغازِ عمر ہی سے علم کی طلب بلکہ  
 ”حرص شدید“ حق تعالیٰ شانہ نے

عطا فرمائی تھی اسی طلب پر اخیر عمر تک قائم رہے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ  
 کی طرح آپ بھی خلوت نشین تھے، الگ تھلک رہنا پسند فرماتے آپ نے پوری  
 زندگی تحصیل و اشاعتِ علوم دینیہ میں بسر فرمائی۔ مطالعہ کتب کا اسی  
 ایک بات سے اندازہ لگائیے کہ فقہ و فتاویٰ کی مشہور و ضمیمہ کتاب  
 ”فتاویٰ عالمگیریہ“ کا انھوں نے بالاستیعاب (از اول تا آخر) سولہ بار  
 بنظر غائر مطالعہ فرمایا تھا۔

**ازواج و اولاد** | حضرت منفی لطف اللہ صاحب کی دُوبیاں تھیں  
 ایک ایرانی ایک ہندوستانی اور دونوں سے ہی اولاد

ہوئی ہے۔ آپ کی ایرانی نسل بیوی ”سیدہ“ تھیں۔  
 اور ایرانی بیوی کا واقعہ یہ ہوا کہ کوئی ایرانی تاجر بمبئی میں بسند تجارت فروش  
 ہوتے وہاں وہ بیمار ہو گئے اُن کے ہمراہ دو بچے تھے ایک لڑکا اور ایک لڑکی

وکیل مرزا احسن صاحب رام پوری کے والد صاحب ممبئی میں تھے اور ان تاجر حد سے دعار سلام اور تعلق تھا اسلئے ان تاجر صاحب نے مرزا صاحب کو اپنا دھو بنا کر مال و اولاد ان کے حوالہ کر دیئے اور انتقال کر گئے مرزا صاحب ان تاجر صاحب کے مال اور دونوں بچوں کو رام پور لے آئے اور ان دونوں بچوں کی پرورش کی اور کما تو جوان ہو کر اپنے وطن ایران واپس چلا گیا۔ اور لڑکی کا نکاح حضرت مفتی صاحب سے ہو گیا۔ دوسری بیوی مراد آباد یا رام پور کی تھیں رگی اختلاف کر رہے غالباً وہ اصل مراد آباد کی رہنے والی تھیں اور سنگر خانی نگلی رام پور میں ان کا قیام تھا۔ وہیں سے ان کا عقد حضرت مفتی صاحب سے ہوا واللہ اعلم۔

زوجہ ابراہیمہ سے تین اولاد ہوئیں (۱) حضرت مولانا حکیم فضل اللہ صاحب (۲) جناب مولانا شکر اللہ صاحب (۳) سماءہ حبیبہ جان صاحبہ دوسری بیوی چار لڑکے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں (۱) ظہور اللہ (۲) نعمت اللہ (۳) رحمت اللہ (۴) محفوظ اللہ (۵) سماءہ بنتو (۶) سماءہ راشدہ۔

مولانا حکیم فضل اللہ صاحب کی اولاد آپ کی اولاد چھ بیٹے اور ایک بیٹی ہوئیں۔ بیٹے علی الترتیب یہ ہیں۔

ہیں (۱) افضل اللہ صاحب (۲) انوار اللہ صاحب (۳) اسرار اللہ صاحب (۴) انصار اللہ صاحب (۵) طاہر اللہ صاحب (۶) محمد ہاشم صاحب۔ ان میں سے اس وقت جناب انصار اللہ صاحب سہارنپور میں تشریف فرما ہیں اور معذرت ہے اور محمد ہاشم صاحب پاکستان میں بقیہ حیات ہیں۔ باقی تمام حضرات موخاندان رام پور میں ہیں۔

جناب سعادت النساء صاحبہ حضرت موصوف کی صاحبزادی ہیں اور اولاد میں سب بڑی ہیں۔

آپ ہی صاحب تذکرہ حجت الاسلام حضرت اقدس ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ اور حضرت مولانا محمد اللہ صاحب وغیرہ کی والدہ محترمہ ہیں جو بفضلہ تعالیٰ باحیات و بابرکات ہیں حق تعالیٰ ان کے سایہ عاطفت و رحمت کو دراز فرمائے۔ حضرت مولانا مفتی حکیم فضل اللہ صاحب کی زوجہ محترمہ کا نام کنیز النساء بیگم تھا۔

ان کے حقیقی چچا زاد بھائی ذوالفقار اللہ صاحب ہیں جو جتنا گورنمنٹ میں کیمنٹ  
نظر رہ چکے ہیں اور ہندوستان کی مسلم سیاسی تاریخ میں ان کا اور ان کے  
ماذان کا نام ممتاز ہے الہ آباد میں، نور منزل جو ایک شہور و معروف مسلم تحریکات  
کے لئے مرکزی حیثیت کا حامل مقام ہے وہاں ان کا قیام ہے حضرت مفتی حکیم  
فضل اللہ صاحب مانا واٹر کا ٹھہرا دار میں ۱۹۴۴ء تک مفتی ریاست کی حیثیت  
سے رہے ۲۴ رجب ۱۳۸۶ھ ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۶ء پیر کے دن ایک بجکر پانچ منٹ پر  
حضرت موصوف کا سہارنپور میں جنت الاسلام حضرت ناظم صاحب کے دو تنگ  
بر انتقال ہوا سو چار بجے دارالطبیۃ قدیم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت  
مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور نے آپ کی نماز  
جنازہ پڑھائی۔ اور احاطہ حاجی شاہ کمال میں ڈاکٹر برکت اللہ صاحب مرحوم  
کا قبر کے برابر میں جانب مشرق شام کو ساڑھے پانچ بجے تدفین عمل میں آئی  
بحمدہ اللہ تعالیٰ

جناب مولانا شکر اللہ صاحب اولاد | جناب مولانا شکر اللہ صاحب گو  
باقاعدہ عالم نہ ہو سکے تھے لیکن

اردو، فارسی، عربی، انگلش وغیرہ دینی و دنیوی معتد بہ علوم سے آراستہ و پیرستہ  
تھے۔ آپ کی بھی دس بیویاں تھیں ایک عربی النسل تھیں جو نواب سید حامد علی  
صاحب بہادر کے پیشکار، حافظ صاحب کی بیٹی تھیں ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا  
تھا لیکن ان دونوں (ماں اور بیٹے) کا انتقال ہو گیا تو آپ کے دوسری شادی  
خوشنودی بیگم رام پوری سے کی ان سے چار بیٹے پیدا ہوئے اور تادم مختبر چاروں  
موت کثیر اہل و عیال بقید حیات رام پور میں ہیں۔

۱۱، حکیم ڈاکٹر شفیع اللہ صاحب۔ آپ ایک معتمدین، زندہ دل بزرگ، طبیب  
خلاق، بہترین خوش کلام، پیر گوشتا عربی سید نگر ضلع رام پور کے قریب ضلع  
ننگر میں ایک مکان اور صحرائی جائداد ہے وہیں آپ کا مطلب ہے۔

آپ سے خلق خدا کو بہت فیض ہے صاحب اولاد ہیں انکی پہلی بیوی۔ تے ایک لڑکی  
ہندو جہاں پیدا ہوئیں جو بقید حیات و صاحب اولاد ہیں دوسری بیوی سے

علی الترتیب چھ اولاد ہیں محمد اللہ صاحب فریدہ صاحبہ زوجہ عظمت اللہ صاحبہ  
 ابن عزیز اللہ صاحب ڈاکٹر مختار احمد صاحب (ان کا مطلب سید نگر ضلع رام پور میں ہے)  
 ڈاکٹر عطیہ اللہ صاحب (اچھے ڈاکٹر طبیب حاذق اور خوش گو شاعر ہیں) ان کا مطلب  
 لال پور ضلع رام پور میں ہے ریاض الدین صاحب۔ رفعت اللہ صاحب یہ لوگ  
 اپنی شہرتی باڑی اور کاروبار میں مصروف ہیں اور سب صاحب اہل و عیال ہیں  
 (۲) عنہ اللہ صاحب۔ ان کی سات اولاد علی الترتیب ہیں ضیاء اللہ صاحب  
 کرامت اللہ صاحب مرحوم۔ سلامت اللہ صاحب۔ عظمت اللہ صاحب۔ نعیم اللہ صاحب  
 امیر جہاں صغیر جہاں۔ یہ بھی سب لوگ خوشحال و صاحب اہل و عیال ہیں۔  
 (۳) قدرت اللہ صاحب۔ ان کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ وحی اللہ صاحب  
 سمیع اللہ صاحب، رضا اللہ صاحب، کہکشاں صاحبہ۔ ریشماں صاحبہ۔ یہ  
 بھی سب لوگ خوشحال و برسر کار دوبارہ ہیں۔

(۴) حفیظ اللہ صاحب۔ یہ قطر میں مقیم ہیں ان کی اولاد میں چار لڑکیاں  
 نیر بی صاحبہ۔ کوثر بی صاحبہ۔ اختر بی صاحبہ، انور بی صاحبہ اور تین لڑکے  
 صادق اللہ، راشد اللہ اور ساجد اللہ ہیں جو کافی متمول و خوشحال ہیں۔  
 (۵) محترمہ حبیبہ جان صاحبہ ان کی صاحبزادی ہیں بحمد اللہ تادم محترمہ بر بقیہ

حیات ہیں انکی عمر سو سال سے متجاوز ہے ان کا عقد حضرت مولانا مفتی محمد یوسف  
 صاحب ہوا تھا۔ موصوف ادل مدرسہ عالیہ رام پور میں مدرس رہے پھر عثمانیہ  
 یونیورسٹی حیدر آباد میں استاذ کی حیثیت سے رہے حیدر آباد کی جامع مسجد  
 کے خطیب و امام بھی رہے وہیں وفات ہوئی ان کے ایک لڑکے قطر میں استاذ  
 ادب ہیں اور ایک پوتے بھی وہیں کسی ادارہ میں معلم ہیں۔ بفضلہ نوالی محترمہ  
 حبیبہ جان صاحبہ کے گیارہ بیٹے ہیں جن میں سے کچھ تاجر ہیں اور کچھ بڑے عہدوں  
 پر فائز ہیں۔ ایک عرصہ سے محترمہ حبیبہ جان معہ اہل و عیال گلشیکر بنگلور (کرناٹک)  
 میں مقیم ہیں۔ آپ کے صاحبزادے یونس میاں خاص طور پر آپ کی خدمت  
 میں رہتے ہیں۔



## حضرت مولانا مفتی لطف اللہ صاحب کی دیگر اولاد

جو حضرت مفتی لطف اللہ

صاحب کی چار اولاد ظہور اللہ وغیرہ ہیں  
ان کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہو سکے

حضرت مفتی صاحب کی اولاد کو دنیوی خوشحالی، دولت و راحت تو خوب  
حاصل ہے مگر صد افسوس کہ خاندانی میراث (علوم نبویہ و اعمال صالحہ) اب ہونے  
کے درجہ میں ہے۔ اور اب اس طرف ان حضرات کے رجحانات بھی نہیں ہیں۔  
ان میں سے اکثر افراد کو اپنے خاندان کی اہمیت کا احساس اور اپنے بڑوں کے  
حالات کا علم بھی نہیں ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو اور ان سب کو توفیق خیر عطا فرمائے  
(آمین) نہ معلوم کس قدر سکھات و ساعی کے بعد یہ پیش نظر کچھ حالات جمع  
کر دیئے گئے ہیں۔

حضرت علامہ مفتی لطف اللہ صاحب کی وفات

## وفات و صدقہ جاریات

۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ در شنبہ کو ہوئی اور مزار

شاہ بغدادی میں اپنے والد ماجد حضرت مفتی محمد سعد اللہ صاحب کے پہلو میں مدفون  
ہوئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

اولادِ صالحہ اور ہزاروں تلامذہ کے علاوہ مدرسہ انوار العلوم اور متعدد تصنیفات  
بطور صدقہ جاریہ چھوڑیں جن سے امت مسلمہ کو بہت نفع ہوا۔ مثلاً الدقائق  
فی تحقیق البصیح الصادق ضمیمہ فتاویٰ سعدیہ (افتاویٰ سعدیہ کی ترتیب و تزیین بھی  
آپ ہی نے فرمائی تھی جس کا ایک چوتھائی حصہ سائز  $\frac{7}{8}$  ۱۵۲ صفحات پر  
مشتل مطبع مجتہبی دہلی سے شائع ہوا تھا) رسالہ در بیان نکاح باذن شیخ  
بزبان فارسی یہ رسالہ اٹھارہ بڑے صفحات پر مشتمل ایک فتویٰ ہے جو حضرت  
مفتی صاحب نے ثواب سید کلب علی خاں بہادر "خلد آشتیاں" کی طلب پر تحریر فرمایا  
تھا یہ فتویٰ قسیمی ہے اور رضا لا بصریری رام پور میں محفوظ ہے۔

# حضرت علامہ مولانا مفتی محمد سعد اللہ صاحب

## بشارت اللہ بیتاب

ولادت تعلیم اور ترقی | صاحبزادے اور صاحب تذکرہ جتے الاسلام حضرت اقدس ناظم صاحب جتے اجد حضرت علامہ مولانا مفتی بشار اللہ صاحب تھے۔ ان کی پیدائش ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۷۲ھ کو گھنٹوں میں ہوئی آپ کا تازہ کنی نام محمد ظفر تھا۔ اور دوسرا نام "بشارت اللہ" مشہور ہوا۔ آپ کا تخلص "بیتاب" تھا آپ علوم عقلیہ و نقلیہ خصوصاً فقہ و ادب میں نہایت تامل کے ساتھ خوش گو شاعر بھی تھے آپ کے کلام کا مجموعہ "دیوان بیتاب" کے نام سے مطبوعہ موجود ہے آپ نے فارسی، عربی اور طب کی تکمیل اپنے والد شرم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد علی اللہ صاحب، مولانا حکیم محمد ابراہیم خاں صاحب تلمیذ حضرت مفتی صاحب اور مولانا حکیم عبدالکریم خان صاحب رام پوری وغیرہ سے کی ایک عرصہ تک درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا نہایت ذہین و ذکی اور ہوشیار تھے۔ بقول جناب حافظ احمد علی صاحب شوق رام پوری مصنف "تذکرہ کاملان رام پور" اگر ان کا زمانہ فرصت دینے تو علامہ وقت ہوتے۔

انہوں نے کہ آپ حوادث کا شکار رہے اور امت مسلمہ آپ کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ نہ اٹھا سکی اور نہ ہی آپ کی اولاد میں سے کوئی باقاعدہ عالم و فاضل بن سکا۔ ماسوائے انڈیا کان و عالم یشار المبین۔ آپ ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ مدرسہ عالیہ رام پور میں مدرس عربی ہوتے تھے رام پور کے حالات میں انقلاب اور علمدار کی ناقدر دانی کے سبب آپ رام پور میں قیام نہ فرما سکے بلکہ بہت جلد بھوپال منتقل ہو گئے۔ ریہ بھوپال کی آپ کے خازان پر خاص نظر پرورش و نوازش تھی۔

وہاں ۱۹۱۵ء تک محکمہ دکانت میں راسیڈٹ پولیٹیکل سکرٹری، کی حیثیت سے رہے اس کے بعد آپ کا ریٹائرڈ منٹ ہو کر پنشن ہو گئی تو رام پور میں قیام فرمایا۔

**تصنیفات** آپ نے بسم اللہ شریف کی تفسیر بربان ناری لکھی تھی دوسری کتاب آپ کا دیوان ذیشان ہے جو آپ کے پسر سوز کلام کا مجموعہ ہے دیوانہ بیتاب کے نام سے طبع ہوا۔ ممکن ہے کہ موصوف کی ان تصنیفات بھی ہوں۔ گردش دورا نے آپ کو یکسوئی کے ساتھ علمی کاموں کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا ورنہ آپ کے پاکیزہ رواں دواں تسلیم سے بھی امت مسلمہ کو عظیم نفع پہنچتا۔

نمونہ از خردوارے استاذ مرحوم حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب کسوی مجازہ صحت حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی و مجد بیعت حضرت مولانا شاہ وحی اللہ صاحب الہ آبادی قدس سرہم محترم فرماتے ہیں کہ:

”حسن اتفاق سے جناب مولانا سعد اللہ صاحب موصوف (جن کا کلام منظوم درج ہوا) کے پاس آپ کے جدا جدا مولانا حکیم بشار اللہ صاحب بیتاب ابن علامہ مفتی سعد اللہ صاحب صاحب تصانیف مشہورہ قدس سرہ کا دیوان نشر سے گذرا اہذا حقیر نے اپنے مذاق کے موافق دیوان مذکور سے بھی مندرجہ ذیل اشعار کا اقتباس کر لیا۔

## ”کلام بیتاب“

عشق چوڑوں میں تو ہو جائے زبانِ زندگی  
افت محبوب ہے روحِ روانِ زندگی  
ماجرہ در نہ ہے یا سرگزشت مجرہ ہے  
کیا سناؤں آپ کو میں داستانِ زندگی

دل میں بھری ہے حیرت دیدار کیا کریں  
فرایہ حضور گنہگار کیا کریں  
آنکھوں میں کوند جاتی ہے برقِ صوفی حسن  
نظارہ جمال رخ یار کیا کریں

## ذہبتے

طفیل ذاتِ پاکس عاشقی را وضع شد تا لوزن  
برائے آلِ اولیٰ تند آئینِ محبت را  
لود بیتاب را وجہ تسلی مصرعہ سدی  
جو باشد چوں تو پشتیبانِ چہ غم دیوارِ امت را

ہوا کرتا ہے مشفق کو ہمیشہ فخرِ مصد سے      بنی کی ذاتِ عالی سے بڑھارتہ نبوت کا

نخنِ اقرب سے ہوا معلوم ہم کو قربِ یار      لینِ ترائی، تک گماں تھا دور کی آواز ہے

سکرِ غفور نامِ جنابِ الہ کا      بلتا نہیں دماغ ہمارے گناہ کا

عبت ہے بے نصیبوں کو تفریقِ بخشونکا      کہ بجائِ خشک رہتی ہے ہمیشہ ابرو باراں میں

اتنا بھی نہ نکلا ترا ایمان تو واعظ      میخانہ میں ایک جاگ کی قیمت ہی ادا سو

مری شوریدگی پر چارہ گر تجھ کو بخیر ہے      نہیں دیکھیں جلالِ یار کی نیرنگیاں تو

نہ تھا کچھ قلمِ الفت کا ساحلِ گوشہ تربت      کہاں پہنچا دیا اے کشتی عمر و دلاں تو نے

کامیابی گر نہیں ہے لذتِ حریاں سہی      جھکو فحو کو شش بیکار رہنے دیجئے

شبِ فراق میں آہِ شرافشاں نے میری      نئے بخوم بنائے ہیں آسماں کے لئے

میں صورتِ گلِ خورشیدِ اور تم خورشید      میں ہوں تمہارے لئے اور تم جہاں کیلئے

نباہ، دیکھئے کس طرح سے ہوا الفت کا      میں بدستور ہوں نازک بہت تند خویری

بجائے دل کے ہے پہلوئیں اب خیالِ تیرا      بھٹی سے کرتے ہیں ہر خطِ گفتگو تیری

عاصی و گنہگار و خطاوار ہے بیتاب      ستارے تو دامنِ جنت میں چھپا لے

ہے یہ ابدِ خیالِ رخِ جاناں سے تجھے      کر رہے کامرے رقعہ میں اُجالا ہو کر

میں کہہاں سے عہد جوانی کی پھرتیاں پیری میں پشت خم ہوئی بارگاہ سے  
 بش جنوں میں سرکریاں ہی دفن ہونا تجویز ہوں کہ ناحق دھتیرے لگا کفن کا  
 مرقور دل میں روئے بار کا رہنے لگا خانہ تار یک پھر خورشید منزل بن گیا  
 بال وصل محفل دل میں آئے ہوا ہے عشق اک پردہ نشیں کا  
 ہی امید ہے بخشش کی بیتاب وسیلہ ہے شفیع المذنبین کا  
 بے عالم آئینہ ان کے جلال رکھ دیکھا وہ خود ہیں آئینہ میں اپنا جلوہ دیکھنے والا  
 دیکھا فی الحقیقت تو نے عالم میں کسکی کو اگر اپنی حقیقت کو نہ دیکھا دیکھنے والے  
 ان حسن کی ہر چیز سے جاذب نگاہوں کی نگاہ شوق سے دیکھ لیا کیا دیکھنے والے  
 ان اشارہ مذکورہ ہی سے آپ کے فہم پر دانہ ذہن اور صلاحیت علم و قلم کا اندازہ ہوتا  
 راضی دہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

**اولاد و احفاد :** حضرت مولانا مفتی بشارت اللہ صاحب کے دو صاحبزادے  
 (۱) مفتی حمید اللہ صاحب (۲) مفتی رشید اللہ صاحب تھے  
 دو صاحبزادیاں (۱) رقیہ صاحبہ (۲) کلثوم صاحبہ تھیں کل چار اولاد ہوئیں رحمت  
 فی صاحبہ موصوف کی زوجہ محترمہ کا اسم شریف عنایت اینر دی تھا  
 مولانا مفتی حمید اللہ صاحب کی دو بیویاں تھیں ان کی اولاد وغیرہ کی پوری تفصیل  
 موم نہ ہو سکی۔ اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ ان کے ایک صاحبزادے اختر جہاں صاحب  
 بت پور گاؤں ر ضلع رام پور میں ہیں اور دو سکر صاحبزادے عزیز اللہ صاحب  
 تاجن بھوپال میں ہیں۔

مولانا مفتی رشید اللہ صاحب پٹنہ (عظیم آباد میں رہتے تھے ان کی وفات وہیں  
 فی اس وقت حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا الشہ محمد اسعد اللہ صاحب رحمہ اللہ کی  
 شریف بارہ برس تھی۔ آپ کی اہلیہ محترمہ یعنی صاحبہ تذکرہ حضرت داتا گ  
 لہ ماجدہ کا نام گرامی اشغری بیگم تھا۔ جو نہایت دیندار و پرہیزگار تھیں حضرت  
 میں نے فرمایا کہ میں نے عملی طور پر نماز کی ادائیگی اور اس کے تمام تر آداب شرائط  
 تبت و تربیت اپنی والدہ محترمہ مرحومہ سے حاصل کیں قرآن پاک بھی انھیں سے پڑھا  
 نرت موصوفہ کی وفات ۲۷/ ۱۳۴۵ھ بم ۱۳ نومبر ۱۹۲۶ء بروز مشنبہ بوقت

صبح صادق بہار پور میں ہوئی اور احاطہ حاجی شاہ کمال میں مدفون ہوئیں۔ ایک عرصہ مرض دق میں مبتلا رہیں۔ رام پور سے سہارن پور بحالت مرض منتقل ہوئیں اور سہارن پور شریف لاکر حضرت آندس کے گھر پندرہویں دن وفات پا گئیں۔  
غفر اللہ لہا ورحمہا۔

مولانا مفتی رشید اللہ صاحب کی اولاد ایک صاحبزادے صاحب تذکرہ حجتہ الاس حضرت آندس مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب بھی اور دو صاحبزادیاں تھیں۔  
(۱) شرف خاتون صاحبہ۔ انکی شادی مراد آباد محلہ کسرول میں ہوئی۔  
(۲) ۳۲ شعبان کی درمیانی شب ۱۳۸۶ھ بم ۱۷ نومبر ۱۹۶۴ء میں رات کو تقریباً ایک بجے مراد آباد ہی میں انتقال ہوا۔ اولاد میں تین صاحبزادیاں۔ ہاجرہ۔ طاہرہ اور ساجدہ چھوڑیں۔ جو سب بقیہ حیات و صاحب اولاد ہیں۔

(۳) ام کلثوم ان کا نکاح جدر آباد میں ہوا نقان کا انتقال بھی وہیں ہوا مرحوم کے ایک لڑکا ارشد اللہ عرف طیب پیدا ہوا۔ طیب صاحب بھی مرحوم ہوئے۔ اب ان کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں پاکستان میں ہیں۔

**دقیقہ اد کلثوم** حضرت مولانا مفتی بشارت اللہ صاحب کی ان دونوں صاحبزادیوں کی شادیاں بھوپال کے قریب جا بڑیا بھو کے نواب زادوں سے ہوئیں تھیں۔ انکی اولاد کی تفصیلات کا علم نہیں۔

**دونوں صاحبزادے** حضرت مولانا مفتی محمد بشارت اللہ صاحب دونوں بیٹے مفتی حمید اللہ صاحب و مفتی رشید اللہ صاحب

صاحب) انتہائی ذہین اور فہیم ہونے کے باوجود بتقدیر الہی علوم عربیہ کی تکمیل نہ کر سکے۔ اس کا ظاہری سبب حضرت مولانا مفتی بشارت اللہ صاحب پر گردشیں زمانہ جوانی گونا گوں کا ہجوم تھا۔ البتہ مفتی رشید اللہ صاحب کے صاحبزادے حجتہ الاس حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے آبائی علوم و فنون خصوصیات و صفات کے پیچھے وارث اور بہترین امین بنے۔ آپ حضرت مولانا مفتی قاضی محمد اسعد اللہ صاحب کے کمالات و اوصاف کے آئینہ دار ہیں۔

ن خصوصیات میں یگانہ روزگار تھے۔ جناب حافظ احمد صاحب شوق نے آپ کے  
 عنوانِ شباب میں اپنی تالیف "تذکرہ کابلانِ رام پور" میں لکھا ہے کہ :-  
 الحمد للہ آپ (حضرت علامہ مولانا مفتی بشار اللہ صاحب) کا پوتا سعد اللہ ولد  
 شہید اللہ مرحوم تمام علوم سے فارغ ہو کر درسِ عربہ و دغظہ میں مصروف ہے،  
 بھوپال سے ریٹائرڈ منٹ کے ہیں۔ چونکہ قیامِ رام پور ہی میں فرمایا  
 تھا اس لیے بنظاہر رام پور میں وفات ہوئی جیسا کہ بعض اعزہ کا  
 خیال ہے لیکن حضرت مولانا محمد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا  
 حاجی بشارت اللہ صاحب اس وقت کے نواب سید مشتاق علی خاں والی  
 رام پور سے کسی ناچاتی کی بنا پر بھوپال منتقل ہو گئے تھے اور وہاں امور مالیات کے  
 مدۂ اہتمام پر مامور ہوئے اور بھوپال ہی میں حضرت موصوف کی وفات  
 اپنی تاریخِ وفات معلوم نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ :-

۱۔ اگلے صفحہ (۱۲۰) پر خاندانِ سعادت انشائی کا نقشہ ہے جس میں حقۃً الاسلام  
 حضرت اقدس مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت  
 سعادت النساء صاحبہ کا نسب نامہ حضرت مولانا نظام الدین صاحب  
 کے مذکورہ ہے۔ نقطہ

شمس احمد عازی مٹاھی

سرانے پختہ مراد آباد

یو پی

— — — — —

”وَقَدْ خَطَانَاكَ سَاعَاتُ نَفْسَانِ“

جامع الکمال انت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد سعید الشہید صاحب المیزان مولانا نظام الدین صاحب مراد آبادی

حضرت علامہ مولانا نجیب الرحمن بشارت الہیہ

حضرت علامہ مولانا حکیم مفتی لطف اللہ صاحب

مردی بنام محمد  
مردی بنام علی  
مردی بنام احمد  
مردی بنام حسن  
مردی بنام حسین  
مردی بنام محمد

مولا یحییٰ نفس السوء و ملائکہ اللہ جبریل جان فہو اللہ فمفوطا اللہ نعمت اللہ دھمت اللہ فمفوتو اللہ اللہ اللہ

سجاد بن الحسن. انصاف الشهد  
ابن الشهد انصاف الشهد علي بن الشهد  
محمد بن الشهد

الميرزا محمد رفیع خان صاحب

حضرت آقاسی مولانا الشاہ نور محمد  
 شیخ خاں  
 حاجہ  
 ملا  
 سیدہ  
 ۱۔  
 حبیب  
 اسلم

عزیز الدعویٰ ابنی

مولانا احمد ابراهيم صاحب  
مولانا محمد ابراهيم صاحب  
ابراهيم الشمر  
محمد ابراهيم الشمر  
ابو راشد



# جلوۂ حیاتِ اسعد

وز سے معمور ہے میرا بیان زندگی  
درد کی دنیا ہے میری داستانِ زندگی  
ترہ، فقرہ میں نہاں ہے عالمِ سوز و گداز  
کون سن سکتا ہے میری داستانِ زندگی  
بار آتا ہے حسنِ جانِ فزا کا تذکرہ  
کیوں نہ ہو دلچسپ میری داستانِ زندگی  
ایمان والے بھی اکتھے ہیں نہایت شوق سے  
کس قدر پُر لطف ہے میرا بیانِ زندگی  
یاس و ناکامی و حسرتوں کے سوا کچھ بھی نہیں

کیا سناؤں میں کسی کو داستانِ زندگی

جیسے لطفِ میری عاشقی کی زندگانی ہے  
نصیحت کی نصیحت ہے، کہانی کی کہانی ہے  
بیعت میں بقا آتا کیفِ حسنِ فانی ہے  
دعائِ عشق میں مضمحلِ حیاتِ جاوِ دانی ہے  
نقشِ محشر ہے کہ تیری نوجوانی ہے  
یہاں قاصر ہمارا امتیازِ نکتہ دانی ہے  
ت میں کسی بیمار کی اتنی کہانی ہے  
کہ زندہ ہے مگر خردم لطفِ زندگانی ہے  
میں رکتی نہیں رکتی کسی موت نہیں رکتی  
تری شمشیر میں میری طبیعت کی ردائی ہے

بہت مدت سے یہ احساس بھی اس قدر نہیں ہوتا

کہ وقفِ یاس و ناکامی ہماری نوجوانی ہے

انتیں ہیں کھلی ہوئی ترے حسنِ عشقِ نوازیں  
کہ نہال ہیں کیف کی خفتیں مردی کے سوز و گداز میں  
خین و جیل ہے کشتِ غیب و غریب ہے  
سے عشقِ حسنِ فرد میں ترے حسنِ عشقِ نوازیں  
نا وقفِ نقص و سرود ہے کوئی نوحہ و جھوٹ  
ترے ناز کا بھی ہے تذکرہ میری داستانِ نیاز میں  
نصلِ گل سے نہیں غرض مجھے چڑھے فصلِ بہار سے  
مے دل میں قہ خزاں کی ہے کہ جنوں پر دہ راز میں

یہ نگاہِ حضرتِ نقادِ نوحی کا اثر ہے اس قدر بے لوث

نظر آرہی ہیں حقیقتیں تجھے اس جہانِ مجاز میں

(رازِ کلامِ اسعد)

# حجت الاسلام حضرت علامہ

مولانا اسحاق

محمد اسعد اللہ صاحب

الافضل

ولادت، نام اور وطن | آپ کی ولادت بابرکت ماہ شوال المکرم ۱۳۱۲ھ کی تاریخ میں بروز دوشنبہ مطابق ۱۸۹۷ء کو اپنے وطن مالون، مصطفیٰ آبادہ، ریاست رام پور میں ہوئی۔ آپ کے تاتاری نام مرغوب اللہ اور چراغ علی ہیں اور غیرت نام محمد اسعد اللہ، رکھا گیا۔ یہ تاتاری و غیرتاری تینوں نام آپ کے جد امجد حضرت علامہ مولانا مفتی محمد بشارت اللہ صاحب رحمہ اللہ نے تجویز فرمائے تھے۔ آپ اپنے غیرت نام نامی محمد اسعد اللہ، کے ساتھ مشہور ہوئے۔

بندہ نواز آپ مجھے جانتے نہیں۔ اسعد ہے میرا نام وطن رام پور ہے۔ آپ اپنا تخلص اسعد فرماتے تھے۔ بعض منطوبات میں، فضل، بھی تخلص فرمایا۔

**نسب مبارک** | آپ کا نسب شریف اس طرح ہے۔ حجت الاسلام حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب بن حضرت مولانا مفتی محمد رشید صاحب بن حضرت علامہ مفتی محمد بشارت اللہ صاحب بن فقیہ دوران، علامہ زین حضرت اقدس مولانا مفتی محمد اسعد اللہ صاحب رام پوری بن حضرت مولانا شاہ محمد نظام الدین صاحب براد آبادی۔ اس کے آگے سلسلہ نسب کا علم نہیں۔ حضرت والا خاندان کے فرد فرید ہیں خاندان سادات میں سے ہیں یا صدیقی النسب؟ اس کی تفصیل بحث عنوان، خاندان عالی شان، کے تحت گذشتہ ادراک میں آچکی ہے۔

ماحول، بچپن اور آغاز تعلیم و تربیت | مذکورہ صفحات میں تاریخ رام پور کا نام مختصر خلاصہ گزر چکا ہے جس کے وہاں

ول، اس سے نشیب و فراز اور صلاح و فساد کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ  
 خلوم ہو چکا ہے کہ نواب سید کلب علی خاں بہادر والی رام پور کے اخیر دور ولایت میں  
 امت کے علمی پر مسکون ماحول کے لئے خطرات محسوس کیئے جانے لگے تھے جسکی بنا پر  
 حضرت والاؒ کے جد اکر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد سعد اللہ صاحبؒ وہاں سے دل برداشتہ  
 گئے تھے۔ اور ریاست رام پور کو خیر باد کہہ کر بھوپال چلے جانے کا غزم مصمم کر چکے تھے۔  
 سفر بھوپال کی تیاری کے دوران ہی آپ کا دصال ہو گیا۔

اب سید کلب علی خاں بہادر کے بعد ۱۳۰۶ھ بم ۲۵ مارچ ۱۸۸۷ء میں ان صاحبزادے  
 اب سید شتاق علی خاں بہادر، ان کے بھائیوں ہوئے۔ نواب صاحب موصوف  
 شیعہ العقیدہ تھے اور ان کا دینی مزاج بھی نہ تھا اس لئے برسر اقتدار آنے ہی عدالتوں  
 میں شرعی قوانین اور مفتیان شرع کی نگرانی کو ختم کر دیا گیا۔ انگریزی تعلیم کا  
 سر دج اور اسلامی تعلیم کا زبردست زوال ہوا۔ مدارس اسلامیہ میں روز بروز زوال  
 پاتا گیا اور باشندگان ریاست کے رجحانات دینی تعلیم سے ہٹ کر انگریزی تعلیم  
 طرف آ گئے۔ امور مذکورہ میں جو کچھ کمی باقی رہ گئی تھی وہ ان کے جانشین نواب سید  
 علی خاں بہادر کے ددر ولایت میں پوری ہوئی یعنی ان کے زمانہ اقتدار میں شیعیت  
 انگریزیت کا پورے طور پر غلبہ اور بول بالا ہو گیا۔ پدہ توانست دپسرتما کرد، نواب  
 فی تعلیم و اسلامی ماحول کی حکومت عام فضا سے سمٹ کر خاص خاص خانوادوں میں محدود  
 کر رہ گئی اور ان گھرانوں کیلئے اندرون و بیرون کے ماحول متضادم و متضاد ہو گئے۔ انہیں  
 اسے ایک خاندان حضرت مولانا مفتی محمد سعد اللہ صاحبؒ کا بھی تھا۔ حضرت والاؒ کی  
 مبادت اور ابتدائی تعلیم و تربیت اسی متضادم و متضاد ماحول اور نواب سید حامد علی  
 بہادر کے اختیار و اقتدار کے دور شباب میں ہوئیں۔ کیونکہ نواب صاحب موصوف  
 ۲۶ مارچ ۱۳۰۶ھ بم ۲۷ فروری ۱۸۸۹ء کو چودہ برس کی عمر میں مسند نشین  
 ولایت و ریاست ہوئے تھے۔ اور نواب صاحب کی کم سنی کی وجہ سے مجلس شہر  
 (محضی) نے ریاست کا سات سال تک انتظام کیا تھا اس کے بعد یکم جون ۱۸۹۶ء  
 ریاست کے جملہ اختیارات نواب صاحب کے سپرد کئے گئے اور اس واقعہ کے تقریباً  
 یک سال بعد ۱۸۹۷ء مطابق ۱۳۱۱ھ میں حضرت والاؒ کی ولادت باسعادت  
 ہوئی تھی۔

ماحول کی کشمکش کے باوجود آپ نے جس گھر میں آنجلیں کھولیں وہاں تدریس و تقویٰ  
 باغ سبز و شاداب تھا وہاں علوم نبویہ کے چشمے ابھی جاری تھے، وہاں  
 کتاب و سنت کی بہا میں مسکرا رہی تھیں، اور وہاں دین و رحمت کے موافق تدریس  
 زندہ تھی۔ یہ ایک چھوٹا سا پر بہار چمن تھا جو دور خزاں میں بھی لہلہا رہا تھا  
 اسی چمن سعدی کی پر بہار و موطر آغوش شفقت میں اس ولایت و معرفت  
 علوم نبوت کے ننھے ننھے پودے نے پرورش پائی اور پھر وہاں چڑھا۔

آپ نے دورِ کم سنی ہی میں اپنی والدہ ماجدہ مرحومہ سے قرآن مقدس ناظرہ پڑھ لیا  
 نماز و آداب و شہادت سیکھ لی اور نسلی طور پر اس کا مکمل امتیاز شروع  
 کر دیا تھا۔ جب آپ تادم واپس اس طرح قائم و یقیم رہے کہ ایسے اہتمام و انتظام  
 کی مثالیں اس دور میں خصوصاً نایاب ہیں۔ آپ کی تربیت پر آپ کی پھوپھی  
 کی بھی خاص نظر تھی۔ حاصل یہ ہے کہ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اور آراء  
 انشوائیہ اسی علم و عمل کے گہوارہ اسی "خانہ ہمہ آفتاب" کے دیہی و نورانی ماحول  
 میں دو لائق علموں اور بہترین مربیوں (والدہ محترمہ اور پھوپھی صاحبہ) کی سرپرستی  
 نورانی فطرت پر خانگی ماحول کے اثرات اس کے باوجود کہ نصائے رام پور  
 پر اس دور میں شیعیت و انگریزیت

کی سیاہ گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں باشندگان ریاست حق و حقیقت کے انوار  
 سے محروم نہیں تھے۔ اور اس دورِ جدت میں بھی پڑانے ماحول اور قدیم تعلیم  
 آثار و نشانات باقی تھے چنانچہ اس وقت بھی وہاں بچوں کو فارسی نظمیں اور فقہیں  
 زبانی یاد کرانے کا رواج تھا خصوصاً رام پور کے عسلی خاندانوں میں تو زبان فارسی  
 گویا انکی اپنی مادری زبان تھی پھر حضرت اقدس مولانا مفتی محمد سعد اللہ صاحب  
 کا خاندان تو عسلی حلقوں میں بہت ممتاز و نمایاں تھا اسلئے حضرت والا کو فارسی  
 تو خود بخود بالکل بچپن ہی میں آگئی تھی۔ علاوہ ان میں تحریر، خوش خطی، شریک  
 انشا پر داری، مضمون نویسی، سخن سنجی، سخن فہمی، شعر گوئی، شعر فہمی، عروض و  
 اور علوم معقول و منقول سے فطری مناسبت اور طبعی رغبت آپ کو خاندانی و رانی  
 میں ملی تھیں۔ پھر ذاتی خدمت، علمی ازہاک و شغف، جہل سے نفرت، وقت

کی قدر دانی و قیمت شناسی، تہذیب و ادب اور شرافت جیسی بلند صفات  
ابتداءً عمر ہی سے آپ میں نمایاں تھیں۔

بالائے سرش ز ہوشمندی      نمی تافت ستارہ بلندی

پھر حضرت اقدس مولانا تھانویؒ کی نظر کیمیا اثر نے ان فطری صفات و ذاتی  
خصوصیات کو مزید جلا بخش کر پاپیہ تکمیل و درجہ کمال تک پہنچا دیا تھا۔  
شد منور از جمال اشرفی      شد مکمل از کمال اشرفی

چونکہ نواب صاحب اور باشندگان  
پاکیزہ طبیعت پر بیرونی اثرات

تعلیم کی جانب تھیں جسکی بنا پر ریاست میں بہت سے اسکول اور کالج انگریزی  
تعلیم کے لئے قائم ہو چکے تھے۔ اور انگریزیت کا غلبہ ہو چکا تھا۔ اسلئے حضرت  
والا جب خانگی تعلیم کی اس مقدار سے جو عام طور پر گھروں میں ہو جاتی ہے  
فارغ ہوئے تو رام پور کے کسی اسکول میں داخلہ لے لیا اور انگریزی تعلیم حاصل  
کرنے لگے کچھ عرصہ کے بعد یہ تعلیم چھوڑ کر آپ اپنے چچا مولانا مفتی حکیم فضل اللہ  
صاحب کے ہمراہ تھانہ بھون چلے گئے اور دینی علوم میں مشغول ہو گئے تھے  
بعد میں سہارنپور علوم دینیہ حاصل کرنے کے دوران ہی خارجی اوقات میں  
مولوی شہاب الدین صاحب وکیل اور ماسٹر محمود صاحب انگریزی میں مہارت  
حاصل کی تھی آپ کی عادت تھی کہ انگریزی تعلیم یافتہ حضرات سے آپ انگلش  
میں بے تکلف و برجستہ گفتگو فرماتے۔ غالباً اسی نسبت سے جدید تعلیم یافتہ  
طبقہ آپ سے بہت تعلق اور وابہانہ عقیدت و محبت رکھتا تھا اور ان حضرات کی آپ کے  
پاس بجزرت آمد و رفت تھی آپ بھی ان لوگوں سے خاص دلچسپی رکھتے اور ایسے  
طور پر آہستہ آہستہ ان کی اصلاح فرماتے کہ ان کو کوئی ناگواری یا احساس نہ  
ہوتا۔ اس طرح آپ نے اس تعلیم کو بھی دین کیلئے استعمال فرمایا۔ انگریزی تعلیم  
نے مناظروں و رد و ارتداد کے میدانوں میں روشن خیال اور غیر مسلم ان لوگوں  
کو متاثر کر کے انکی اصلاح کرنے میں بہت کام دیا۔

آپ اردو، فارسی، عربی اور انگلش چاروں زبانیں بے تکلف بولتے تھے۔

اور بعض مرتبہ اشعار میں چاروں زبانوں کو یکجا استعمال فرماتے تھے۔  
مثلاً سرفر علی خاں ایڈیٹر اخبار زمیندار لاہور سے ملاقات فرما کر آپ نے  
چند مندرجہ ذیل اشعار ان کی مدح میں ارشاد فرمائے۔ سرفر علی خاں صاحب  
نے ”ردِ قادِ یانیت“ کے سلسلہ میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ یوں  
بھی وہ اپنی ذاتی خصوصیات و خدا داد صفات میں امتیازی جہت و شخصیت  
کے حامل تھے۔

## قصیدہ

شکر کرتا ہوں حق تعالیٰ کا  
رَاقِبًا فِی مَنَاقِبِ الْعُقَبِی  
روح کو کیوں نہ وجد آجائے  
اِنَّهُ فِی کَمَائِلٍ بِرَفَرْدٍ  
ماحی شبنِ اُمتِ سرحوم  
جو بیدست شوکتِ اصنام  
ہر کہ ناواقفِ سیاستِ ہست  
ہم نے پائی نہیں مثال اس کی  
رَشکِ بجنوں نبی ہے اس کیلئے  
جس کے خاتمے کی ایک جُذْبِ ش سے  
وہ ہے دنیا میں تاثر بے مثل  
یَعْمَلُ الصَّالِحَاتِ مُجْتَهِدًا  
وہ جو کرتا ہے کامِ جہاد کے  
ابس، ہی از، اے دیری گدلیڈر  
ہر کہ شک آرد اندر بی ابیات  
بُھکو یہ افتخار ہے اس سے  
عَنْ مَرْوَقِ الدَّهْوِی قَاطِبَةً  
صَانُ اللّٰهُ دَائِمًا اَبَدًا

من باریدِ مطفہ علی خاں  
مُعِیْنٌ عَنْ مَثَالِبِ الدُّنْیَا  
نام آیا طفہ علی خاں کا  
مَا سَا اُیْنَا عَدِیْلَهُ اَصْلًا  
ماحی شانِ فلت بیضا  
قَالَ سُبْحَانَ رَبِّیْ اِلَّا عَنِ  
کے شناسد سرفر علی خاں  
ہم نے دیکھا نہیں مثیل اس کا  
شرف و احترام کی لیلی  
منہدم قصرِ دعوتِ مرزا  
وہ ہے عالم میں شاعرِ یکتا  
یُبْتَغِیْ وَجْهَ رَبِّهِ اِلَّا عَلٰی  
اِنَّہ لَا یَخَافُ عِقْبَاہَا  
حاملِ فضل و رتبہ اعلیٰ  
او نہ بیند طفہ علی خاں  
معتقد ہوں طفہ علی خاں کا

اس قصیدہ میں آپ نے چاروں زبانوں اردو، فارسی، عربی اور انگلش کا بلی استعمال فرمایا ہے۔

**شرافت و ذکاوت** | ذہانت و ذکاوت، تہذیب و شرافت کے  
جو اسرار یکے خاندانی سرمایہ اور آبائی میراث

تھی اور حق تعالیٰ شانہ نے ان صفات میں آپ کو خصوصی امتیازات سے بھی نوازا تھا۔ اور یہ صفات و خصوصیات آپ کی نورانی فطرت اور روشن طبیعت میں بچپن ہی سے نمایاں تھیں۔ واقعات سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ غوش مادر ہی میں انتہائی مؤدب و مہذب ہو چکے تھے۔ آپ کا بچپن، بچکانہ حرکات سے ستر اور پاک تھا یہاں مثال و استدلال اور نمونہ کے طور پر آپ کی کمسنی کے دو واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

**یہ لاء واقعا:**۔ جائداد کے کسی مسئلہ پر بعض اعزہ نے حضرت والاؒ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ اپنے دادا (حضرت مولانا مفتی بشارت اللہ) صاحب کے خلاف عدالت میں دعویٰ دائر کر دیں اور عدالت کے ذریعہ اپنا حق وصول کر لیں حضرت والاؒ نے اس مشورہ پر ناگواری کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ میں ہرگز اس بات کو پسند نہ کروں گا کہ اپنے دادا صاحب پر دعویٰ کروں اور عدالت میں ان کے مقابلہ میں جا کر کھڑا ہوں۔ یہ واقعہ آپ کی انتہائی کمسنی کا ہے جب کہ آپ کی نگاہ نہ بھون بھی حاضری نہ ہوتی تھی۔ اس عمر میں عمو ماجھوں کے ذہن میں اتنی بلندی و شائستگی نہیں ہوتی۔ اس واقعہ سے فطری نجابت و شرافت کے ساتھ آپ کی فطانت و ذہانت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ اور آپ کی مؤدب و مہذب طبیعت اور بہترین تربیت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

حضرت والاؒ کا آبائی پیشہ درس و تدریس،  
**آبائی جائداد کا مسئلہ** | تصنیف و تالیف اور معاشی اعتبار سے

زمینداری رہا ہے۔ اخیر میں رام پور تحصیل ملک موضع چمروہ میں ایک تنو پچیس بیگہ زمین باقی رہ گئی تھی جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دنیا سے زہد و التغاتی اور روحانی تقدس کی نذر ہو گئی ۱۹۴۷ء سے پہلے رام پور کے رہنے

دلے کچھ عزیزوں کو اس جائداد کا مختار بنادیا گیا تھا انہوں نے کاشت  
میں اپنا نام لکھوا لیا۔ پھر وہ لوگ پاکستان چلے گئے اور حضرت کی طرف سے  
کوئی پیروی نہیں کی گئی۔ اس طرح وہ سب آراضی ختم ہو گئی۔ اور حضرت والاؒ  
اپنے طبی استخار کی وجہ سے اس کے فارغ البال اور مطمئن ہو گئے۔

(مولانا محمد اللہ صاحب)

**ذہانت کا دو سرا واقعہ** | اڑپکن ہی میں ذہانت و ذکاوت کا اظہار

حکمت آنرینی سے ہونے لگا تھا جس کے ثبوت میں ذیل کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے  
جو حضرت والاؒ ہی کے الفاظ میں نقل کرنا ہوں وہ فرماتے ہیں کہ :

.. ایک بار قاضی شہار اللہ صاحب پانی پتیؒ کی کتاب .. مالا بد منہ .. میں یہ  
مسئلہ پڑھا کہ سفر و اقامت میں غلام کی نیت کا اعتبار نہیں، اگر آقا  
مسافر ہے تو غلام بھی مسافر ہے اگر چہ وہ اقامت کی نیت کرے  
اور اگر آقا مقیم ہے تو غلام بھی مقیم ہے میں نے ذہانت ظاہر کرنے کیلئے  
حضرت مولاناؒ کو نوٹ سے دریافت کیا کہ حضرت! اگر ایک غلام دو  
آدمیوں کا ہوا ان میں سے ایک مسافر ہو اور دوسرا مقیم ہو جائے تو  
اس صورت میں غلام کس کے تابع ہو گا۔ حضرت نے اپنی جلیبی بڑھائی  
کے ماتحت فرمایا کہ بھائی معلوم نہیں۔ پھر تیس دن فرمایا کہ اسعد اللہ  
تم نے عبد مشترک کا مسئلہ پوچھا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت  
میں نے یہ تو نہیں پوچھا تھا بلکہ یہ دریافت کیا تھا کہ اگر ایک غلام  
دو آدمیوں کا ہو (غیرہ وغیرہ) حضرت نے مسکرا کر فرمایا: بندہ خدا!  
اسی کو تو عبد مشترک کہتے ہیں، (اور فرمایا) اس صورت میں غلام مقیم  
سمجھا جائے گا۔ (صحائف اسعد اللہ ص ۲۰۲، ص ۲۰۳)

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آپؐ نے قضاۃ مجنون پہنچ کر ابتدائی تسلیم شروع کی تھی  
اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مہنوز گو لفظی علم حاصل نہوا تھا مگر ذہانت و ذکاوت  
معنوی علم کی طرف آپؐ کی رہنمائی کر رہی تھی۔



**پور سے تھانہ بھون** | حضرت اقدس مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت  
 رس علامہ مولانا مفتی محمد سعد اللہ صاحب اور ان کے خاندان سے خاص تعلق اور  
 اوستھا۔ حضرت مولانا تھانوی ہمیشہ اپنے سفر رام پور میں حضرت مولانا مفتی  
 لطف اللہ صاحب بن علامہ مولانا مفتی محمد سعد اللہ صاحب کے دولت خانہ  
 نکلے آزاد خاں رامپور پر قیام فرماتے تھے۔ وہیں حضرت مولانا مفتی فضل اللہ صاحب  
 نرت حکیم الامت مولانا تھانوی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور پھر  
 نرت اقدس کی خانقاہ میں تھانہ بھون تحصیل فیض و اصلاح کیلئے حاضر ہوتے  
 کے ساتھ ہی حضرت والا بھی تھانہ بھون حضرت مولانا تھانوی کی خدمت بابرکت  
 بغرض تعلیم حاضر خدمت ہو گئے۔ یہ تھانہ بھون کی پہلی حاضری شوال ۱۳۲۹ھ  
 ہوئی۔ حضرت والا نے رام پور سے تھانہ بھون آمد کی تاریخ اسی وقت خود فرمائی  
 ہے: آیا تھا رام پور سے جب۔ فخر رام پور۔

اسی نو عمری میں حضرت اقدس مولانا تھانوی قدس سرہ سے آپ کا تلمذ اور بیعت  
 رات کا تعلق قائم ہو گیا تھا۔

**سلسلہ تعلیم** | تھانہ بھون مدرسہ امداد العلوم خانقاہ میں حضرت مولانا مفتی  
 محمد عبداللہ صاحب گنگوہی خلیفہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد  
 احب سہارنپوری سے عربی کی ابتدائی کتب سے متوسطات تک کی تعلیم حاصل کی  
 ان سے مشکوٰۃ شریف کے بھی کچھ اسباق پڑھے۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب  
 ہانی (شیخ الاسلام پاکستان) اور حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانوی سے  
 تھانہ بھون ہی میں کچھ کتابیں پڑھیں۔ حضرت اقدس مولانا تھانوی سے  
 اسباق کے علاوہ پوری مشکوٰۃ شریف اور ترجمہ قرآن کریم پڑھنے کا شرف  
 حاصل ہوا۔ آپ کا قیام مدرسہ امداد العلوم (خانقاہ امدادیہ) تھانہ بھون میں تقریباً  
 سال رہا۔

**خانہ بھون سہارنپور** | آپ ۲۲ شوال ۱۳۳۲ھ کو تھانہ بھون سے جامو  
 مظاہر علوم سہارنپور پہنچے اور ۲۳ شوال ۱۳۳۳ھ  
 مدرسہ موصوفہ میں باضابطہ داخلہ ہو گیا۔ یہاں آپ نے مشکوٰۃ شریف، ہدایہ ادینی

مختصر المعانی، سلم العلوم، مقامات حریری، ہدیہ سعیدیہ، ملا حسن، نختہ الفکر سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا اور ۱۳۳۲ھ میں دورہ حدیث میں داخلہ لیکر صحاح ستہ کی تکمیل فرمایا۔ کتب صحاح کے ساتھ ہی آپ نے جلالین شریف، شرح عقائد نسفی، نو خیالی اور طالع بھی پڑھیں۔ ۱۳۳۲ھ میں دورہ حدیث میں پندرہ طلبہ شریک تھے جن کے اسمائے گرامی (حضرت اقدس کے علاوہ) یہ ہیں (۱) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی (۲) حضرت مولانا خیر محمد صاحب منظر گد بھی مہاجر مکی بانی رباط منزل البیضاء مدینہ منورہ (۳) حضرت مولانا عبد الغنی صاحب بارہ بنکوی مجدد حضرت مخاوی و سابق استاد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (۴) امام النور حضرت علامہ مولانا صدیق احمد صاحب کشمیری (۵) حضرت مولانا محمد بخش صاحب ڈیرہ غازی خاں پاکستان (۶) مولانا بشیر الدین صاحب دینا چپوری (۷) مولانا سید ابجد علی صاحب سلٹی (۸) مولانا محمد حسن بجنوری (۹) مولانا امام محمد بنوی (۱۰) مولانا غلام محمد نیال والی (۱۱) مولانا عبد الوحید صاحب برہ قاضوی (۱۲) مولانا سجاد کریم صاحب بردوانی (۱۳) مولانا محمد یوسف صاحب بمبئی (۱۴) مولانا حسن احمد صاحب سہارنپوری۔

حضرت والا نے دورہ حدیث شریف میں عمدہ نمبرات کے ساتھ کاپیائی حاصل کی۔ ۱۳۳۵ھ میں آپ نے درجہ فنون میں داخلہ لے کر یہ کتابیں پڑھیں، بیضاوی تفسیر سلم شریف، ہدایہ آخرین، سراجی، حمد اللہ، قاضی مبارک، میرزا بدیع، توضیح و تلویح (ڈھوٹ)، آپ کے رفیق درس حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث یکم محرم الحرام ۱۳۳۵ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے ابتدائی مدرس مقرر ہوئے اور اصول الشاشی، علم الصیغ، مایۃ عالم منظوم وغیرہ ابتدائی کتب سے ان کا سلسلہ تدریس شروع ہو گیا تھا مگر حضرت والا نے مزید دو سال جملہ علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنے کی غرض سے پڑھنے کا سلسلہ قائم رکھا۔ کمال استعداد حاصل کرنے کے بعد ۱۳۳۷ھ میں تدریسی سلسلہ شروع فرمایا۔ جیسا کہ آپ کے جد اکبر حضرت اقدس مولانا مفتی محمد سعد اللہ صاحب تمام علوم و فنون میں کمال استعداد حاصل کی اور ۱۳۳۷ھ کے بعد تدریسی سلسلہ جاری فرمایا تھا۔ ۱۳۳۷ھ میں بھی آپ طالب علمانہ حیثیت سے جامعہ مظاہر علوم میں مقیم رہے اور



نہیں کہا گیا پھر حضرت والاؒ فرماتے ہیں کہ فلاسفہ کے اس نظریہ میں مجھے خود کلام یعنی حضرت کے نزدیک یہ اصول غلط ہے حضرت والاؒ نے بہت سے شواہد و دلائل اس کے پیش کئے ہیں کہ کالمین کے نفوس آن واحد میں بھی شیعین کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں اسکی کچھ وضاحت عنوان تبلیغی جماعت سے تعلق و دل چسپی تحت آپ کے اس والا نامہ میں آرہی ہے جو آپ نے اپنے شاگرد مولانا بشیر اللہؒ رنگونی کے پاس تحریر فرمایا تھا۔ بہر حال آپ نے زمانہ طالب علمی میں درسی وغیرہ علوم نہ صرف حاصل کئے بلکہ ان میں مہارت کاملہ سے سرفراز ہوئے اسکے نظام تدریس مشکل ہیں اس سے آپ کے نفسی و ذاتی کمال کا پتہ چلتا ہے۔ اور جب ابتداء کا یہ عالم ہے تو انتہاء کا عالم کیا ہوگا؟

فلک اوج ترقی پہ درخشاں تھے آپ۔ اہل بنیش کیلئے نیر تاباں تھے آپ۔ مجلس علم میں اک سمیع فروزاں تھے آپ۔ بارغ ایشار میں اک عجب خنداں تھے آپ۔ درویشی و ناداریؑ اسباب شکستہ تھے تقریباً عمر شریف بارہ سال کی تھی۔

کہ سایہ پدری سے اٹھ چکا تھا۔ اور اضطرابی طور پر جسطرح پیر کے دن پیدا ہونے کی سنت نصیب ہوئی تھی تیہی کی دولت سے بھی مالا مال ہوئے۔ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جسطرح یتیمی میں دادا صاحب اور ان کے بعد چچا ابوطالبؓ ساری عاطفت میسر آیا وہی صورت یہاں ہوئی کہ حضرت والاؒ سایہ پدری کے بعد دادا صاحب حضرت مولانا مفتی بشارت اللہ صاحب اور ان کے بعد اپنے چچا حضرت مولانا مفتی حکیم فضل اللہ صاحب کے سایہ عاطفت و تربیت میں رہے۔ حق تعالیٰ نے اس عاشق اتباع سنت کو بے اختیاری سنتوں سے بھی مالا مال فرمایا۔ چنانچہ وفات بھی پیر کے دن ہوئی۔ یتیمی کے دوران جن صبر آئے ماحالات سے دوچار ہونا ضروری تھا وہ سب حالات بھی آپ پر گزرے۔ اسی لئے آپ کو دور طالب علم میں فراخ دستی و وسعت حاصل نہ ہو سکی جب آپ کا قیام مدرسہ امداد العلوم خانہ امدادیہ کھانہ بھون میں تھا اس وقت وہاں قانون تھا کہ سردی کے زمانہ میں گرم پانی سے وضو کرنے والے کو ایک ہفتہ میں دو پیسے مدرسہ میں داخل کرے۔

پڑنے لگے۔ حضرت دالّا کے پاس کیونکہ پیسے نہ ہوتے تھے اسوجہ سے ٹھنڈے پانی ہی سے وضو کرتے تھے۔ لیکن حق تعالیٰ نے کم سنی ہی سے خود داری و عزت نفس اور استغناء کی دولتوں سے ایسا مالا مال فرمایا تھا کہ کبھی اہل ثروت کی دولت و ثروت پر رال نہیں پڑکا۔ حق تعالیٰ شانہ نے اسباب کی شکستگی کے ساتھ آپ کی ایسی تربیت فرمائی کہ ان اوصاف و کمالات کو جو حضرت دالّا کی ذات اقدس میں ودیعت تھے قدرتِ خداوندی کا کرشمہ اور حق تعالیٰ شانہ کا فضل خاص ہی کہا جاسکتا ہے۔

قرآن عزیز نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چند حالات کا تذکرہ فرما کر عطاۃ خداوندی کا اظہار فرمایا ہے۔ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَآوَىٰ ه وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم پایا تو ٹھکانہ عطا فرمایا اور آپ کو بھولا بھالا پایا تو ہدایت سے مالا مال فرمایا اور نادار پایا تو آپ کو غنا عطا فرمایا۔ خداوند تعالیٰ کا پیغمبر صفاتِ ربّانی کا منظر ہوتا ہے اور عاشقِ رسولِ متبعِ سنت میں پیغمبرِ صفات کی تجلیات نظر آتی ہیں اسلئے بلا خوف تردد و بلا مبالغہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو جہاں پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشقِ کامل و اتباعِ سنت کیلئے منتخب فرمایا تھا وہیں ان کے اوصاف و صفات کی تجلیات کا منظر و مرکز بھی بنایا تھا کیونکہ غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں محمدی نورانی ادراں کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے۔ اور عشقِ رسول میں جو نسا ہوتا ہے اسکا انوارِ سنت اور برکاتِ رسالت کی دولت سے مالا مال ہونا بھی ایک یقینی دلائلِ بدیہی ہے اسلئے حق تعالیٰ نے حضرت دالّا کو عشق و اتباع کیلئے منتخب فرما کر یتیمی و ناداری و بیکسی اور ان پر بہترین ٹھکانے کمالِ غنا و استغناء اور ہدایتِ کاملہ کی دولتوں سے بھی مالا مال اور سرفراز فرمایا تھا۔ مجدِ دلت و اقطابِ داغواٹ کی آغوشِ شفقت و سایہِ عاطفت سے بہتر ٹھکانہ اور کون سا ہو سکتا ہے؟ غنائے قلبی و زہد و قناعت کی دولت سے بڑھکر کون سا غنا ہو سکتا ہے؟ اور عشقِ خداوندی و عشقِ پیغمبرؐ میں فنایت و محویت سے بلند و بالا کون سی ہدایت ہو سکتی ہے؟ یہ سب دولتیں حق جلّ مجدہ نے حضرت دالّا کو بدرجہ کمال عطا

فرمائی تھیں۔ آپ کی صحبت بابرکت سے مالا مال ہونے والے اس کے شاہد ہیں۔  
گو نا واقف لوگ شاید مبالغہ آرائی پر محمول کریں لیکن عظیم شہیدہ کے بودمانند دیدہ۔  
بیشک معراج کمالات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و اتباع صحیح  
میں مضمر ہے۔

حضرت والاؒ نے جامعہ مظاہر علوم سے سند نہیں لی  
**بیٹا خود سند بنو** اور یہ بات مجھے اس طرح معلوم ہوئی کہ میرے بعض اساتذہ

نے مجھ سے فرمایا کہ مدرسے سے سند لے لو میں نے کہا کہ سند لیکر کیا کروں گا۔ اگر کچھ  
لیاقت ہوگی تو سند کی کیا ضرورت ہے اور اگر استعداد و لیاقت نہیں تو سند  
بیکار ہے۔ اور کہیں مجھے سرکاری ملازمت کرنی نہیں ہے اسلئے سند لینا بے سود  
ہے۔ اس پر ان حضرات نے فرمایا کہ سند ضرورت کیلئے نہیں برکت کیلئے لے لو اب  
جو اساتذہ کرام ہیں ان کے بابرکت دستخط اس سند پر ہوں گے۔ اور تمہارے  
پاس یہ معتبر یادگار رہے گی تو اچھا ہے۔ اس بات سے طبیعت میں آمادگی پیدا ہو گئی  
اور سند کی درخواست کرنے کیلئے حضرت والاؒ کی خدمت میں پہنچا۔ اور ہمت کر کے  
درخواست پیش کی۔ حضرت والاؒ مسکرائے اور فرمایا۔ بیٹا سند کیا کرو گے  
خود ہی سند بن جاؤ۔ میں نے بھی سند نہیں لی۔ اور نہ اسکی کبھی ضرورت پیش آئی۔  
میں نے عرض کیا کہ حضرت میری تو جرات نہ تھی کہ آپ سے میں سند مانگتا اسلئے کہ سند  
کیلئے اہلیت کی ضرورت ہے اور سند کی درخواست میں میرے نزدیک اہلیت کا  
دعوئی مضمر ہے۔ لیکن بعض حضرات اساتذہ نے مجھ سے سند لینے کا باصرار حکم فرمایا  
اور اس میں برکت کی حکمت بھی بیان فرمائی ہے تو اب حضرت والاؒ جیسا مناسب خیال فرماتا  
وہ حکم فرمادیں بندہ ہر طرح راضی ہے اس پر حضرت والاؒ نے ناظم تعلیمات کو حکم فرمادیا  
اور سند مل گئی۔

سید محمد غازی مظاہری

# حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی مادت ہے کہ اس عالمِ فُساب میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اسباب کے ذریعہ ہوتا ہے۔ ہر کام کیلئے اللہ نے اسباب پیدا فرماتے ہیں۔ اس عالم میں بلندی و پستی، علم و جہل اور ایمان و کفر تک کو اسباب سے وابستہ فرمایا گیا ہے جن حضرات کو اس عالم رنگ و بو میں کسی لائن سے بلندی عطا ہوئی اسکے بھی اسباب پیدا فرما دیئے ہیں۔ حضرت والاؒ کو علوم و اعمالِ صالحہ میں جو بلندی و رنعت عطا فرمائی اُنکی حق تعالیٰ نے اسکے لئے اندرونی و بیرونی اسباب بھی مہیا فرما دیئے تھے داخلی اسباب کمال عقل و فہم، دکاوت و ذہانت اور پاکیزہ طبیعت جیسے بے بہا جواہر اور خارجی اسباب میں آغوشِ مادر سے لیکر تکمیلِ علوم و عرفان تک با کمال اساتذہ و شایخ کے سلسلے ہیں۔

(۱) اولین اساتذہ و معلمین آپ کو ایسی خوش گوہر و پُر از علم و ہنر مادر میتہ سرائیں جنکی آغوشِ شفقت آپ کی سب سے پہلی درس گاہ تھی۔

یہاں آپ کو کلامِ الہی کے الفاظ اور قرآن و سنت کی روشنی میں تعلیم و تربیت حاصل ہوئی۔ اور علوم و عرفان کی منزلوں کیلئے راہیں کشادہ و ہموار ہو گئیں۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا مفتی رشید اللہ صاحب کی وفات تو ۱۳۲۶ھ میں اس وقت ہو گئی تھی جبکہ آپ کی عمر شریف صرف ۱۲ سال کی تھی اور غیر اختیاری طور پر سنتِ یتیمی کی دولت بھی آپ کو میتہ سرائیں تھی۔ حضرت والاؒ کی والدہ ماجدہ، امیری بیگم، کافی غرضہ تک حیات رہیں اور اپنے یتیم کی بلندیوں کو دیکھ دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرتی رہیں۔ اپنے فوہ نظر کی خوشگوار و پُر بہار زندگی کی آیت حسین بہار میں دیکھ کر ۶ رجب ۱۳۲۵ھ م ۱۳ نومبر ۱۹۲۶ء بروز شنبہ بوقت صبح صادق اپنے لاڈلے فرزند ارجمند کے گھر

جان عزیز جانا فریں کے حوالہ فرما کر احاطہ حاجی شاہ کمال سہارنپور میں مدفون ہوئیں  
رحمۃ اللہ علیہا۔

(۲) حضرت اقدس مولانا حافظ عبد اللہ صاحب گنگوہی آپ حضرت اقدس  
مولانا خلیل احمد صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و مجاز اور مشہور کتابوں (تیسیر المبتدی و تیسیر المنطق وغیرہ)  
کے مصنف ہیں، آپ بیشتر در اعداء العلوم خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں درسی  
خدمات انجام دیں۔ جامعہ مظاہر علوم میں بھی استاذ کی حیثیت سے ایک مدت  
رہے۔ علوم و فنون میں بہت مہارت تھی۔ انداز تدریس انوکھا تھا، انہماق و تفہیم  
میں نکتہ تھے۔ ابتدائی تسلیم سے خاص شغف تھا وفات سے پہلے اپنا تہ تیغ کتب خانہ  
جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کو وقف کر دیا تھا آپ کی وفات ۱۵ رجب ۱۳۳۹ھ  
کو ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

(۳) حضرت مولانا شبیر علی صافار وئی تھانوی بھائی جناب اکبر علی صاحب  
آپ حضرت تھانوی کے چھوٹے

کے فرزند ارجمند تھے۔ ولادت ۸ رمضان ۱۳۱۲ھ میں ہوئی حضرت حکیم الامت نے  
اپنے بیٹے کو یہ کہہ کر مانگ لیا تھا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہے شبیر علی کو مجھے دیدیں  
میں اسکو عالم بناؤں گا۔ پھر تو آپ حضرت تھانوی کے پاس رہے۔ اور حضرت مولانا  
ظفر احمد صاحب کی معیت میں آپ نے حضرت مولانا عبد اللہ صاحب گنگوہی سے صرف  
دخو کی ابت رالی کتابیں پڑھیں۔

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب گنگوہی نے تیسیر المبتدی حضرت موصوف کیسے ہی  
تصنیف فرمائی تھی چودہ سال کی عمر میں متوسطات تک بلکہ کتب پڑھ چکے۔ تو  
دورہ حدیث کیسے حضرت تھانوی نے حضرت سہارنپوری سے خط کے ذریعہ  
مشورہ طلب کیا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے جواب میں تحریر  
فرمایا کہ شبیر علی کو میرے پاس بھیج دیا جائے۔ میں ان کو مثل اپنی اولاد کے  
رکھوں گا اور پڑھاؤں گا۔ چنانچہ آپ سوال ۱۳۳۰ھ میں سہارنپور آئے اور  
دورہ حدیث میں داخلے لیا بخاری شریف و ترمذی شریف حضرت اقدس



سہارنپور کے اور الوداد شریف، ابن ماجہ شریف، نسائی شریف حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب پٹنہیں۔ دورۂ حدیث کے ساتھ آپ نے برینڈاوی شریف، توطا امام مالک شریف، توطا امام محمد شریف اور توفیق تلویح بھی پڑھیں۔

حضرت مولانا محمد حیات صاحب خنبلی صدر العلماء حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب پلپوری غیرہ آپ کے دورۂ حدیث کے خفیص رفقا رہیں ۱۳۳۲ھ میں آپ نے دوبارہ مظاہر علوم میں داخلہ لے کر اقلیدس، تفریح، قدیہ، حدائد، ماحسن، شہرح چغینی، —

یعنی مبارک، خلافت الحساب سبع شداد، رسالہ میرزاہد، شمس باز غہ پڑھیں۔ حضرت سہارنپور کے اپنے دست مبارک سے تحریر فرما کر سند مخصوص خطا رمائی۔ مظاہر علوم سے تکمیل و فراغت کے بعد آپ نے حضرت شیخ الہندؒ سے کتب حدیث کی سماعت کی۔ اس کے بعد آپ نے ایک سال تک بلا استخواہ مظاہر علوم سہارنپور میں درس دیا اور غربی کی ابتدائی کتب پڑھائیں پھر آپ حقانہ بیرون میں قیام

فرمادے گئے اور تدریسی خدمات انجام دیتے رہے ۱۳۳۷ھ میں مدرسہ امداد العلوم خانقاہ کا نظم و نسق بھی آپ کے حوالے کر دیا گیا۔ جس کو آپ نے بہت خیر خوبی سے انجام لیا علاوہ ازیں آپ کو "سیرا خوت ہونے کا بھی شرف حاصل رہا ہے حضرت مولانا تھانویؒ اکثر آپ ہی کو سٹر محمد علی جناح کے پاس بغرض تبلیغ دارشاد بھیجتے تھے۔ حضرت تھانویؒ کو آپ سے بے حد محبت تھی آپ کے نام کا سماع بھی حضرت نے "محبوب نبی شبیر علی"

بہا تھا۔ حضرت تھانویؒ کے زوال کے بعد ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ م ۱۸ اپریل ۱۹۴۱ء میں آپ کو جامعہ مظاہر علوم کاسرپرست منتخب کیا گیا۔ آپ ان سرپرستان میں سے نمبر پر آتے ہیں جو مظاہر علوم سے فارغ ہو کر مدرسہ کاسرپرست منتخب ہوئے

۱۳۶۵ھ کو مولانا نے حقانہ بھون سے تحفہ فرمایا کہ میں ماہ شوال میں رخ کیلئے جا رہا ہوں اور وہاں ایک سال قیام کا ارادہ ہے اسلئے کاسرپرستی سے میرا استغفار منظور کیا جائے۔ ۱۳۶۳ھ سے ۱۳۶۷ھ تک آپ دارالعلوم دیوبند

میں مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے۔ مولانا کی اولاد الزی اور بلند ہمتی کا ایک نمونہ یا زندہ نمونہ یہ ہے کہ انہوں نے اعلا السن کی سات جلدیں (بارہ سے اٹھارہ تک)

پہنچوائیں اور انہماک سے اعلا السن کا دوسرا حصہ اور انجاء الوطن کا پہلا حصہ بھی

طبع کرایا۔ نیز حضرت مولانا طفر احمد صاحب عثمانی کی احکام القرآن کی جلد اول و دوم بھی طبع کرائیں۔ اس کے علاوہ مولانا تقانوی کے مواظ و مسودات درستی و صحت کے بعد طبع کراتے اپنے مولانا تقانوی کے علوم سے امت کو مالا مال فرمایا۔

حضرت مولانا مرحوم صحافت کے میدان میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔ ماہنامہ الامداد نقانہ بھون کے نائب مدیر رہے جو ماہ رجب ۱۳۳۳ھ میں جون ۱۹۱۵ء کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی یادگار میں جاری ہوا تھا، ماہنامہ الشیخ نقانہ بھون کے مدیر رہے ماہنامہ "المبلغ نقانہ بھون" کے مدیر رہے جو شوال ۱۳۲۵ھ میں جاری ہوا تھا اور ماہنامہ "النور نقانہ بھون" کے بھی مدیر رہے حجۃ الاسلام حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا شبیر علی صاحب سے متعدد ابتدائی کتابیں نقانہ بھون کے قیام میں اموقت پڑھیں جبکہ مولانا مرحوم موصوف دورۂ حدیث پڑھنے کیلئے سہارنپور نہیں آئے تھے بلکہ تقانہ بھون زیر تعلیم تھے۔

**وفات و حیات** اخیر عمر میں ضعف و علالت کے ساتھ آپ کو سانس کی تکلیف بھی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے کہیں آنا جانا

مشکل تھا اسلئے ہم وقت اپنے مکان ہی پر تشریف فرما رہتے تھے چلنے پھرنے سے سانس پھول جاتا تھا آخر کار ۲۸ رجب ۱۳۸۸ھ میں ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو مدینہ منورہ ۱ بجے آپ کی کراچی میں انتقال ہوا اور ناظم آباد کے قبرستان میں حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری کے پہنچے دفن ہوئے۔ انا للہ الخ

**حضرت مولانا طفر احمد رضا عثمانی شیخ الاسلام پاکستان** حضرت مولانا طفر احمد رضا عثمانی بن شیخ لطیف احمد

بن شیخ نہال احمد، مجدد الملت، حکیم الامت حضرت مولانا تقانوی کے حقیقی بھانجے تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۳ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ کو دیوبند میں ہوئی قرآن پاک ناظرہ جناب حافظ نامدار صاحب، جناب حافظ غلام رسول صاحب اور جناب مولانا ذبیح اللہ صاحب پڑھا کر اسکے بعد چوالیس سال کراچی میں جبکہ درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور افتاء جیسے اہم شاغل میں مصروف تھے صرف چھ ماہ کے عرصہ میں مولانا عبداللطیف صاحب کے پاس قرآن پاک حفظ کیا، ناظرہ ختم کرنے کے بعد نو سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور فارسی کی ابتدائی کتابوں

سے لے کر پاکستان و بوستان تک مولانا محمد یونس صاحب سے پڑھیں۔ آپ کے دل سے صاحب کی خواہش تھی کہ انگریزی تعلیم حاصل کریں مگر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اس نفرت تھی اسلئے اپنے بڑے بھائی (مولانا سید احمد صاحب) کو ققانہ بھون خط لکھا کہ میں دینی تعلیم کا شائق ہوں انگریزی سے نفرت رکھتا ہوں، ماموں، جان! حضرت اقدس نقانویؒ ہے اس کا تذکرہ کر کے میرے لئے مشورہ کریں آپ کے بھائی صاحب نے وہ خط حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی یخند سمت میں پیش کر دیا حضرت کو بہانے کے اس دینی جذبہ سے بہت متاثر ہوئی اور آپ کو ققانہ بھون بذلیا وہاں پہنچ کر آپ نے عربی کی ابتدائی تعلیم حضرت مولانا تھانویؒ کے بعد اللہ صاحب گنگوہیؒ سے حاصل کی بعد ازاں ہدایۃ النور، قدوری، التلخیصات العشر اور ترجمہ قرآن شریف تک کی تعلیم بھی آپ نے ققانہ بھون ہی میں حاصل کی۔ ۱۳۲۳ھ میں مدرسہ جامع العلوم کا پرنسپل شریف ہو گئے، وہاں مشکوٰۃ و جلالین و ہدایہ کی جماعت میں شریک ہوئے اور نصاب کی تکمیل کے بعد وہیں حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب بردوانیؒ جیسے کتب صحاح ستہ مؤوطا امام مالک سبقا سبقا پڑھیں۔ فراغت کے بعد حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ کی خواہش تھی کہ معقولات کی تکمیل کیلئے دیوبند چلے جائیں۔ مگر حضرت مولانا کی خواہش جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہونے کی تھی اسلئے حضرت اقدس مولانا تھانویؒ کی اجازت سے آپ جامعہ مظاہر علوم چلے آئے اور وسط محرم ۱۳۲۴ھ میں یہاں داخلہ لے کر آپ نے حدیث شریف اور معقولات و فنون کی کتابیں پڑھیں۔ منطق، فلسفہ، ریاضی، اور ہیئت کی تکمیل شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب اور حضرت مولانا عبد القادر صاحب پنجابی سے کی۔ ۱۳۲۸ھ میں فراغت ہوئی اسی سال (۱۳۲۸ھ میں) مظاہر علوم کے انٹراساتذہ حج کیلئے تشریف لگے تو مولانا نے موصوف بھی اسی سال حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ ۱۳۲۹ھ میں حضرت مولانا حافظ عبداللہ صاحب گنگوہیؒ استاذ جامعہ مظاہر علوم ققانہ بھون، تشریف لے گئے تو انکی جگہ پر حضرت مولانا نے موصوف کو جامعہ مظاہر علوم میں استاذ مقرر کر دیا گیا۔ یہاں آپ نے شرح و قایہ، نور الانوار، سبع مقلات، دیوان متنی، ہدایہ، مشکوٰۃ شریف، مہذی، شرح عقائد، خیالی وغیرہ علوم و فنون کی کتابیں پڑھائیں (آپ کے مخصوص تلامذہ میں سے جتوۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب، عارف بانشہ حضرت

مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی، شیخ الادب و مفسر قرآن حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی، قطب العالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی اور صدر العلماء حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کابل پوری بھی تھے۔ (جمہم اللہ) لیکن ناموافقت آب و ہوا کی وجہ سے آپ ۱۳۳۶ھ میں ایک سال کیلئے گڈھی پنختہ تشریف لیکر وہاں بھی ابتدائی کتابوں سے بخاری شریف و مسلم شریف تک کتابیں پڑھائیں۔ ۱۳۳۸ھ میں دوبارہ حج کیا اور واپسی پر مستقل تھانہ بھون میں قیام فرمایا اور اسی لئے آپ کو تھانوی کہتے ہیں حالانکہ آپ کا اصل وطن دیوبند تھا۔ تھانہ بھون کے قیام میں درس و تدریس، فقہ و فتاویٰ اور تصنیف و تالیف کے مشاغل کے ساتھ ساتھ حکیم الامت حضرت اقدس مولانا تھانویؒ کی نگہ رانی و سرپرستی میں دینی و سیاسی تحریکات میں سرگرم عمل رہے۔ تقسیم کے موقع پر پاکستان تشریف لے گئے۔

آپ نے جامعہ منشاہر علوم سہارنپور، مدرسہ دارالعلوم گڈھی پنختہ اور مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کے علاوہ مدرسہ راندریہ زنگون مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ، ڈھاکہ یونیورسٹی، مدرسہ عالیہ ڈھاکہ اور جامعہ فرزانہ ڈھاکہ میں بھی تعلیمی خدمات انجام دیں۔ اخیر میں دارالعلوم منڈوالیہ میں شیخ الحدیث کے عہدہ جمیلہ پر فائز رہے اور یہیں کے زمانہ قیام میں ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ بم ۸ دسمبر ۱۳۸۲ھ بروز یکشنبہ صبح نو بجے نوے سال کی عمر میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ صحافت کے میدان میں آپ کا مقام ایک امتیاز مقام تھا۔ آپ کی تصنیفی خدمات بڑی کامیاب و تابناک ہیں آپ تقریباً چالیس جلیل القدر تصانیف کے مصنف اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے اجل خلفا میں سے تھے۔ انوار النظر فی آثار النظار، آپ کی اپنی خود نوشت مختصر و جامع حیات ۲۰ صفحات پر مشتمل دو حصوں میں شائع ہو چکی ہے

(۵) شیخ الاسلام حضرت مولانا حافظ سید عبداللطیف صاحب آپ کے والد محترم کا نام مولانا جمیعت علی صاحب

ولادت اندازاً ۱۲۹۹ھ میں پور قاضی ضلع مظفرنگر میں ہوئی حفظ قرآن پاک مدرسہ تعلیم الاسلام جامع مسجد پور قاضی میں جناب حافظ امانت علی صاحب بگھروی سے کیا پھر ابتدائی کتب فارسی اپنے والد محترم سے بھاؤ پور میں پڑھیں۔

حضرت مولانا سید جمیع علی صاحب گورنمنٹ کالج بھادپور میں شعبہ عربی و فارسی کے صدر تھے اور جامعہ مظاہر علوم کے سرپرست بھی ایک مدت تک رہے ایک مرتبہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بھادپور شریف لے گئے تو آپ کے والد صاحب نے آپ کو دینی تعلیم کیلئے حضرت اقدس کے حوالہ کر دیا اور آپ حضرت کے ہمراہ سہارنپور آ گئے ۱۳۱۵ھ میں آپ کی داخلہ جامعہ مظاہر علوم میں ہوا اس وقت آپ کی عمر سولہ سال کی تھی۔ یہاں تعلیم کا آغاز میزان الصرف، ایسا غوجی، قال اقوال زرداری، مزاج الارواح، بوستاں وغیرہ سے کیا ۱۳۲۰ھ میں شکوۃ شریف، ہدایہ اولین، ملا جلال، مہندی - اور ۱۳۲۱ھ میں جلائین، بیضاوی، مقامات، حلالہ، پڑھیں ۱۳۲۲ھ میں کتب صحاح کے ساتھ بیضاوی، ہدایہ آخرین، اور قاضی مبارک پڑھ کر فراغت حاصل کی ۱۳۲۳ھ میں شعبہ فنون میں داخل ہو کر توضیح تلویح، دیوان مقبلی اور صدید وغیرہ کتب پڑھیں آپ نے بخاری، سلم، ترمذی، اور ابن ماجہ حضرت اقدس سہارنپوری سے اور نائی حضرت مولانا عنایت الہی صاحب اور شکوۃ شریف حضرت مولانا ثابت علی صاحب سے پڑھی تھیں اور آپ دورہ حدیث کے امتحان سالانہ میں تمام جماعت میں اول نمبرات سے کامیاب ہوئے تھے۔

## درس و تدریس

فراغت کے بعد ۱۳۲۳ھ میں حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب راپوری کی تجویز کے مطابق آپ کو جامعہ مظاہر علوم کا استاذ بنالیا گیا۔ مظاہری سبب یہ ہوا کہ ۱۳۲۳ھ میں حضرت مولانا علی محمد صاحب نائب مہتمم بیمار اور امور استہام کی انجام دہی سے معذور ہو گئے تو بڑے حضرت راپوری موصوف نے حضرت مولانا مفتی عنایت الہی صاحب کو مدرسہ کا مہتمم تجویز کر دیا اور ان کے چند اسباق حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب کے حوالہ فرما دیئے گئے اہل مدرسہ کو اس تجویز کی اطلاع دیتے ہوئے حضرت راپوری نے تحریر فرمایا کہ مولوی عبداللطیف جو قریب الفراغ اور نہایت مستعد طالب علم ہیں ہر شاہروہ دش رو پے انکی جگہ مقرر کئے جائیں یکم جماد الاول سے اس کا اجراء کیا جائے جو اس تجویز کے مطابق آپ کا تقرر بعدہ معین مدرس ہوا اور شرح زنا از صلا شرح تہذیب، میر تقی، ہدیہ سعیدیہ، فتاویٰ اکبری، اصول الشاشی کے اسباق آپ کے لئے طے ہوئے آپ کے حسن کارکردگی و مستعدی کے پیش نظر حضرت سرپرستان نے

۱۵ ذوالحجہ ۱۳۲۲ھ کو پندرہ روپے مشاہرہ پر آپ کی تقریر مستقل کر دیا۔ سوال ۱۳۳۹  
 میں استاد حدیث بنائے گئے اور پہلی ہی بار حدیث کی دو بڑی کتابوں بخاری شریف  
 و ترمذی شریف کا درس آپ کے حوالہ کیا گیا۔ آپ نہایت جید الاستعداد عالم  
 ہر فن کی کتب بے تکلف پڑھاتے تھے لیکن آپ کی محنت کا اصل میدان حدیث شریف  
 تھا۔ ۱۳۲۴ھ میں جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب حجاز شریف - بحار ہے تھے  
 تو صحاح ستہ کے اسباق حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب، حضرت مولانا  
 عبد الرحمن صاحب کالمپوری اور حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب پر تقسیم کئے گئے  
 حضرت مولانا محمد زکریا صاحب ۱۳۲۶ھ میں جب مدینہ منورہ سے واپس وطن شریف  
 لائے تو وہ بھی اس آئندہ حدیث کی اس بزم میں شامل ہوئے۔ ۱۳۲۶ھ سے ۱۳۲۷ھ  
 تک بخاری شریف جلد ثانی کا درس حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب کے  
 پاس رہا۔ اسکے علاوہ دوسری کتب حدیث اور علوم و فنون کی کتابیں آپ کے پاس  
 ہوتی رہیں۔ (علماء غاہر علوم)

سوال ۱۳۲۸ھ میں پہلی بار حضرت سہارنپوری کے ہمراہ حج و زیارت کا شرف  
 حاصل ہوا اور آپ کے اسباق حضرت مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری نے  
 پڑھائے ماہ صفر ۱۳۲۵ھ میں واپسی ہوئی، دوسرا حج ۱۳۲۸ھ میں کیا اس سال  
 قائلہ میں حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب، حضرت مولانا ثابت علی صاحب، حضرت  
 مولانا فیض الحسن صاحب اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مراقیم تھے۔  
 حضرت سہارنپوری جب ۱۳۳۲ھ میں حج کو تشریف لینگے تو آپ کو عارضی طور پر  
 مظاہر علوم کا ناظم قرار دیا گیا۔ آپ کے حسن کارکردگی اور بہترین انتظام کو مدبر مظاہر علوم  
 کی روداد ۱۳۳۳ھ میں بہت سراہا گیا ہے۔ حضرت سہارنپوری ۱۳۴۱ھ میں جب  
 حجاز مقدس تشریف لینگے، تو یہ تحریر فرما گئے تھے کہ :

” میری غیبت میں حافظ عبد اللطیف صاحب شترہ روپے (مشاہرہ) پر ناظم اور  
 مولانا عبد الرحمن صاحب باضافہ پانچ روپے مدرسہ میں حافظ صاحب کے پاس تین تھے  
 سبق ہے اور باقی وقت میں مدرسہ کا انتظام فقط “  
 چنانچہ ۱۳۴۱ھ تک حضرت مولانا عنایت الہی صاحب ہتھم اور شیخ الاسلام حضرت مولانا

لفظ سید عبداللطیف صاحب ناظم رہے۔

۲۰ رجب ۱۳۴۲ھ میں حضرت مہتمم صاحب موصوف کے وصال پر یہ سلسلہ درپیش ہوا کہ اہتمام کیلئے کوئی جدید تقریر کیا جائے یا غنیدہ اہتمام بھی ناظم صاحب موصوف دیا جاتے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی رائے سے اہتمام و انتظام نوں حضرت ناظم صاحب کے حوالہ کر دیئے گئے اور مجلس شوریٰ منعقدہ ۲۳ رجب ۱۳۴۲ھ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۸ء میں تفویض کی قرار داد منظور ہو گئی۔

پچھلے دور اہتمام و انتظام مظاہر علوم کیلئے ہر اعتبار سے روشن و تابناک رہا۔ دارین و ادین آپ کے حسن انتظام سے بے حد متاثر ہوتے اور کھلے دل سے اعتراف کرتے تھے۔ خیر الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند بکثرت فرمایا کرتے تھے کہ عمارت کے حساب سے تو دارالعلوم بڑا ہے اور نظم و انتظام کے اعتبار سے مظاہر علوم۔ انکہ وہاں پر حضرت شیخ الاسلام (مولانا سید عبداللطیف صاحب) جیسی منتظمہ شخصیت نے زیر اہتمام کام ہوتا ہے۔

**رہما کے دوسفر** حضرت ناظم صاحب قرب و جوار کے دیہات، مند وستان کے مختلف علاقوں اور دور دراز شہروں میں جاموہ مظاہر علوم لئے تشریف لے جاتے رہتے جس جاموہ مظاہر علوم کو زیر دست تعارف و استحکام کا نئے اسی سلسلے میں اپنے رنگون برما کے دوسفر کئے۔ پہلا سفر ۱۳۴۳ھ میں حضرت سہارنپوری کے ہمراہ کیا اس سفر میں حضرت مولانا منظور احمد خان صاحب و حضرت مولانا زکریا قدوسی بھی ہمراہ تھے۔ مؤخر الذکر دونوں حضرات مدرسہ کی انتظامی مصالحوں میں پیش نظر رمضان میں اور حضرت سہارنپوری

حضرت ناظم صاحب شوال میں واپس تشریف لائے

۲۳ صفر ۱۳۴۳ھ میں ہوا۔ ۲۳ صفر ۱۳۴۳ھ یکم نومبر ۱۳۵۳ھ یکشنبہ کی صبح کو سہارنپور سے دہلی کیلئے روانہ ہوئے دیرا دغیرہ کی تکمیل کے بعد ۲۴ صفر کو مملکت اشرف لگے ایک ہفتہ وہاں قیام کر کے یکم ربیع ۱۳۴۳ھ ۸ نومبر ۱۹۵۳ء کو کلکتہ سے واپسی جہاز کبذریعہ براہ چاٹکام رنگون پہنچے۔ ہوائی اڈہ پر رنگون کے علماء، تجار، اراکین و معززین نے شاندار استقبال کیا۔ اس سفر میں حضرت مولانا امیر احمد صاحب

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب حال ناظم اعلیٰ جاموہ مظاہر علوم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ ۹ نومبر کو برما سے شائع ہونے والے اخبارات و جرائد میں موٹی سرخیوں کے ساتھ ان حضرات کی آمد کی خبر شائع ہوئی۔ اظہارِ شہادت اور مختلف تقریبات کے اعلانات ہوئے۔ روزنامہ دور جدید رنگون، میں خاص طور پر آپ کے پروگرام، تقریروں کے اقتباسات اور دوروں کی تفصیلات شائع ہوئیں اور آپ کے بیانات کتابچوں کی شکل میں شائع ہوتے رہے۔

برما کے مختلف شہروں کے دوروں میں وہاں کے وزراء، علمائین اور علماءِ ہمارے پورے ملک میں شور مچا کہ حضرت شیخ الاسلام، تشریف لے آئے، حضرت شیخ الاسلام تشریف لے آئے۔ ان حضرات کے اس دورہ سے مسلمانوں میں دینی بیداری، سکھ کی اشاعت، بہت سے مدارس کا قیام اور قدیم دینی اداروں کو استحکام حاصل ہوا اور جاموہ مظاہر علوم کو زبردست فائدہ پہنچا۔

۲۴ ۱۳۴۳ھ، ۱۲ فروری ۱۹۵۴ء نیکشہ کی صبح رنگون سے ذریعہ ہوائی جہاز چانگام پہنچے وہاں سے ۱۲ فروری کی شب میں ریل سے روانہ ہو کر دھاکہ آئے اور وہاں ایک ہفتہ قیام فرما کر ۱۹ فروری جمعہ کی صبح کو ہوائی جہاز سے کلکتہ اور وہاں سے ۲۴ فروری کی شام کو چلکر ۲۵ فروری ۲۰ جمادی الثانیہ کی شب میں دہلی، بنجیر و عینیت سہارنپور پہنچے یہاں مظاہر علوم کے علماء و طلبہ استقبال کیلئے اسٹیشن پر موجود تھے اس چار ماہ کے طویل سفر میں امورِ انتظام و انصرام حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب و فقیہ الاسلام حضرت مولانا قاری سعید احمد صاحب مفتی اعظم جاموہ مظاہر علوم سہارنپور، پوری مستعدی و ذمہ داری کے ساتھ انجام دیتے رہے راقم السطور کی کنز الدقائق کا سبق حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کے پاس تھا آپ کے اس سفر کے دوران یہ سبق حضرت مولانا ظہور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا۔ واپسی پر کتاب الودیعۃ سے پھر حضرت موصوف نے پڑھایا اور کتاب کی تکمیل کے بعد تعلیم المتعلم بھی پڑھائی۔

اس سال بخاری شریف مکمل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے پڑھائی حضرت اقدس ناظم صاحب سفر سے واپسی پر بہت علیل ہو گئے تھے۔



البتہ بخاری شریف حضرت موصوف نے ختم کرائی تھی۔ بخاری کا آخری سبق دارالافتہام مدرسہ قدیم میں ہوا، ختم میں علامہ طلبہ موجود تھے راظم السطور بھی حاضر تھا حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، "بھائی میرے لئے دعا فرمائیے کہ ایمان پر خاتمہ ہو اب زندگی کی امید نہیں ہے،" اس جملہ کو سنکر سب حاضرین زار و قطار رو دینے لگے اور ایک گہرا مرنے لگا، حجتہ الاسلام حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب کھڑے ہوئے آنسوؤں سے چہرہ تر تھا اور یہ شعر پڑھ کر بیٹھ گئے۔

محبت گرم گرم آنسو، محبت سرد سرد آہیں بند الہی ساری دنیا کو یہی آزار ہو جائے  
حضرت اقدس ناظم صاحب حضرت اقدس سہارنپوری سے بیعت اور انھیں کے تعلیم فرمودہ اور اذکار مولانا

### بیعت اور اجازت و خلافت

کے پابند تھے ۱۳۴۷ھ میں سفر برا کے موقع پر حضرت مولانا فخر زکریا صاحب شیخ الحدیث نے انتہائی لجاجت اور تواضع کے ساتھ درخواست کی کہ حضرت آپ میرے استاد ہیں، بڑے، میں لیکن ضرورت کی وجہ سے مجبور ہو کر عرض کرتا ہوں کہ برائیاں سلوک و رذائل کی لائق چلانا بھی ضروری ہے لہذا حضرت سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو دریغ نہ فرمائیے بیعت فرمایا کریں۔ میری طرف سے حضرت کو اجازت ہے۔

حضرت شیخ لکھتے ہیں کہ ۱۳ صفر ۱۳۴۸ھ کو دہلی بھڑورت

### علامت و رحلت

مدرسہ تشریف لے گئے تھے وہاں شیخ رشید احمد صاحب کی کوٹھی پر مرض ہمیشہ ہو گیا۔ سب ڈاکٹروں نے اور طبیبوں نے جواب دیدیا شیخ رشید احمد صاحب نے سو روپے پر ایک کار کے حضرت ناظم صاحب کو سہارنپور روانہ کیا۔ حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پچھلی سیٹ پر تکیوں کے سہارے لٹایا گیا لیکن ناکارہ اور چاچا جان قدس سرہ پنجے جوڑوں کی جگہ بیٹھے کسی کو امید نہ تھی کہ جہنا بھی پار کر سکیں گے بالکل آخری حالت تھی مگر جہنا کا پل پار کرنے کے بعد جب حضرت ناظم صاحب کو اناٹہ ہوتا شروع ہوا تو پور قاضی دطن کی سڑک پر پہنچ کر شدت سے اصرار فرمایا کہ میں گھر ہوتا آؤں۔ ہم لوگوں نے شرت سے انکار کیا مگر اللہ کی قدرت کے کرشمے کہ میں اور چاچا جان ان کو سہارا دے کر مکان پر لگئے جو سڑک کے قریب ہی سہارنپور پہنچے پر محمد اللہ مرض میں بہت تخفیف تھی لیکن ضعف و مرض کا کچھ اثر کئی ماہ رہا اس

کے بعد حضرت کی صحت متاثر رہی اور گونا گوں امراض کا شکار ہوئے۔ ضعیف پیری بھی لاحق تھا اسی کمزوری کی حالت میں آپ ۲۲ مئی ۱۳۳۵ھ کو بھڑورت مدرسہ رنگون شریف لیگے اور وہاں طبیعت ناساز ہوئی۔ ۲۰ جمادی الثانیہ کو واپسی ہوئی اور واپسی کے بعد سے مرض کی شدت بڑھتی ہی چلی گئی بالآخر ۲ ذوالحجہ ۱۳۳۵ھ و شبہ کی صبح ۱۰ ربیعہ وصال ہو گیا اور ڈھائی بجے شام کو حاجی شاہ میں اس مجسمہ اخلاق کو سپرد خاک کر دیا گیا (آپ بیتی ۱۲)

حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا شاہ محمد سعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس نظامت علیا کے عہدہ جلیلہ پر سرفراز کیا گیا۔ آپ نے تادم آخر اس غظیم ذمہ داری کو باحسن وجوہ نبایا اور جامعہ مظاہر علوم کی روز افزوں ترقیات کو چار چاند لگا دیئے۔ خیر ہم اللہ خیر الجزاء

**حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کابلپوری** (پاکستان) میں ۲۷ اگست ۱۸۸۲ء

میں پیدا ہوئے والد صاحب کا نام مولانا حکیم گل احمد ہے فارسی اور ابتدائی عربی تا کا فیہ اپنے وطن میں مولانا فضل حق شمس آبادی دشاگرید حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرین سے پڑھی پھر مختلف علوم و فنون کی تعلیم مولانا قاضی عبدالرحمن صاحب مولانا عبدالرؤف صاحب مولانا حسن الدین صاحب اور مولانا عبدالکرم صاحب وغیرہم سے حاصل کی۔ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں ۱۳۳۱ھ م ۱۹۱۳ء میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ آپ نے بیضاوی شریف، توضیح تلویح، ہدایہ آخرین، ترمذی شریف اور بخاری شریف حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ابوداؤد شریف، نسائی شریف، اور ابن ماجہ شریف حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب اور بقیہ کتب اور اساتذہ سے پڑھیں۔

حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانویؒ اور حضرت مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی آپ کے مخصوص رفقاء میں سے ہیں۔ دورہ حدیث کے امتحان سالانہ میں آپ پوری جماعت میں نمبر اول کامیاب ہوئے ۱۳۳۲ھ میں آپ نے کتب فنون، سبوعہ معلقہ مقامات حریری، جامعہ، شرح چغینی، تحریر اقلیدس، تفسیر فتح، صمد، دیوان متنبی، مسلم الثبوت، غلامۃ الحساب، سبع شداد، شمس بازغہ پڑھیں اور اس مرتبہ بھی امتیازی نمبرات سے

کامیاب ہوئے۔ پھر ایک سال دارالعلوم دیوبند میں گزارا اور حضرت شیخ الہندؒ کے درس حدیث میں شریک ہوئے ۱۳۳۳ھ میں دیوبند سے واپسی پر آپ کو پندرہ روپے مشاہرہ پر مدرس مقرر کیا گیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مدرس دوم قرار دیئے گئے۔ اور ۱۳۴۲ھ میں حضرت سہارنپوریؒ نے حجاز مقدس کو روانگی کے وقت حضرت مولانا کو صدر مدرس اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حافظ سید عبداللطیف صاحب کو ناظم علی تجویز فرمادیا۔

یہ انتظامات گو عارضی تھے لیکن حجاز پہنچ کر حضرت سہارنپوریؒ نے جب ہجرت کی نیت فرمائی اور مدینہ پاک کا قیام مستقل ہو گیا تو وہاں سے تحریر فرمایا کہ :

”جو انتظامات عارضی طور پر کئے گئے تھے ان سب کو متعل کر دیا جائے ،

چنانچہ آپ اس عہدہ صدارت پر آزادی ہند تک فائز رہے۔ آپ کے زمانہ صدارت میں انضباط تعلیم کا نقشہ بھی مرتب کیا گیا اور حضرت مولانا کو اس کا نگران قرار دیا گیا آپ نگرانی فرماتے اور ماہانہ نقشہ جات خواندگی مدرسین سے پرکرا کر جانچ پڑتال اور فروگزاشتوں پر تنبیہات فرماتے۔ ان کے بعد والے صدر بھی تاہنوز اسی طرز پر اسکی انجام دہی کرتے ہیں۔ حضرت مولانا نے کل ۳۵ سال مدرسہ میں کتب حدیث اور کتب فنون پڑھائیں ان میں ۲۳ سال صدر مدرس کی حیثیت سے رہے۔ آپ اردو، فارسی، عربی اور برنگالی زبانوں میں مہارت و عبور رکھتے تھے۔ آپ کی درس ترمذی بہت ستم اور مشہور رہا ہے۔

آپ کا روحانی و اصلاحی تعلق حضرت اقدس سہارنپوریؒ سے

جمعیت و ارشاد تھا آپ کی فطری صلاحیتوں اور کمالات و محاسن کی وجہ سے حضرت آپ پر خصوصی شفقتیں اور توجہات فرماتے تھے۔ حضرت سہارنپوریؒ کی وفات کے بعد حضرت تھانویؒ کے دامن فیض سے وابستہ ہو گئے آپ نے حضرت تھانویؒ کو پہلا خط ۳۰ رجب ۱۳۴۶ھ میں تحریر فرمایا تھا کہ :

”حق کا ارادہ حضرت کے سلسلہ میں داخل ہو کر ذکر و اذکار کرنے کا حسب تجویز اقدس ہے۔

حضرت تھانویؒ نے جواباً تحریر فرمایا کہ :

”گو میں حضرات اہل کمال کی خدمت کی اہلیت نہیں رکھتا لیکن تاہم خدمت سے  
عذر نہیں۔“

پھر آپ معاملات سلوک و مسائل مشککہ میں مسلسل مراسلت رکھتے آئے مکاتیب کی اہمیت  
کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ تمام جواب ہر پارے اس راہ کے سالکین کیلئے مشعل راہ  
قرار دے کر حضرت تھانویؒ کی سوانح ”اشرف السوانح“ کا جز بنا دیئے گئے۔

حضرت مولانا تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ :

”مولانا کامل پوری نہیں کامل پورے ہیں۔“

جس زمانے میں آپ مظاہر علوم میں صدارت کے منصب پر فائز تھے حضرت اندلس  
تھانویؒ نے از خود مولانا کو مجاز بیعت بنا دیا اس پر آپ نے معذرت نامہ میں  
لکھا کہ میں نے تو ابھی تک بیعت بھی نہیں کی پھر خلافت کا استحقاق کیسا ؟  
اس پر حضرت تھانویؒ نے جواباً تحریر فرمایا کہ

”میرے نزدیک اہلیت شرط ہے بیعت شرط نہیں۔“

حضرت تھانویؒ بیعت ہوئے والے اکثر علماء فضلہ کو تربیت کیلئے حضرت مولانا ہی  
کے حوالے فرماتے تھے۔ آپ کی ذات بابرکات مجموعہ کمالات و حسنات تھیں آپ سے  
خلق خدا کو بہت فیض ہوا ہے

۱۹۴۷ء کے ہولناک فسادات سے قبل رمضان المبارک کی تعطیلات میں آپ اپنے وطن  
بہبودی تشریف لے گئے تھے ادھر ملک تقسیم ہو گیا راستے میں روک ہو گئے۔ آپ کا  
واپس آنا مشکل ہو گیا۔ ادھر پاکستان میں بھی تیزی سے مدارس کا قیام عمل میں آیا

اسلئے آپ وہیں خدمت دین و اشاعت علوم بنویہ میں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ پہلی بار  
۱۳۶۷ھ سے ۱۳۶۹ھ تک مدرسہ خیر المدارس ملتان میں رہے اس دو سالہ مدت

میں (۱۰۸) طلباء نے آپ سے علوم حدیث کی سند حاصل کی ۱۳۶۹ھ سے ۱۳۷۲ھ

تک دارالعلوم ٹنڈوالہہ یار حیدر آباد میں شیخ الحدیث رہے۔ اس کے بعد چار سال

جامعہ اسلامیہ اکوڑہ ٹنڈک کی سند حدیث پر جلوہ افروز رہے اور شیخ الحدیث

کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔

۲۷ شعبان ۱۳۸۵ھ ۲۱ دسمبر ۱۹۶۵ء کو پنڈی (پاکستان) میں عیلم و عمل، زہد و تقویٰ

خاروشن مینار آسودہ خاک ہوا رحمہ اللہ۔

آپ کے صاحبزادہ محترم مولانا سعید الرحمن صاحب نے آپ کی مفصل سوانح تجلیارحمان کے نام سے لکھ کر پاکستان سے شائع کرادی ہے۔

محدث کبیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں

حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دفاتِ دنیائے علم و اخلاق ایک بڑا حادثہ ہے اور ایسے اکابرِ علم کی رحلت اماراتِ الساعۃ (علاماتِ تیار) سے ہے مولانا مرحوم علومِ اسلامیہ دینیہ اور عقلی و نقلی فنونِ علم کے جامع ترین الم تھے اصنافِ علم و فضل و کمال ان کی شخصیت میں مجتمع تھیں وہ عالم و علم تھے، یونی، و محققِ فقیہ و محدث تھے علمِ اصول و کلام کے ایک ماہر اصولی اور فاضل شکرِ حق رضِ علی دنیا کے آفتابِ دہشتاب تھے گوہِ وقار و تمکنت، پیکرِ حلم و درزانتِ جسمِ خول تواضع اور صلاح و تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے فطری ملکات میں انکو ایک نمایاں امتیاز حاصل تھا۔ ریاضت و مجاہدہ کے بغیر طبعی طور پر مرتاض تھے اللہ تعالیٰ نے جوم کو دہی اور فطری اخلاق و ملکات کے وہ مقامات عالیہ عطا فرمائے تھے کہ ریاضت و مجاہدات کے بعد بھی ان کا حاصل ہو جانا قابلِ فخر و جہ شرف ہے۔ اس علم و فضل اور شرف و کمال کے ساتھ انکار و تواضع، خاموشی اور کم گوئی ان کی ایک فطری کرامت تھی۔ ایسی جامع کمالات شخصیت اور جمع فضائل ہستی کی دفاتِ علم پاکستان کے دینی اور علمی حلقوں میں جو زبردست خلا پیدا ہوا ہے افسوس ہے کہ اس کے پُر ہونے کی توقع نہیں (اخیر میں لکھتے ہیں)

دعا ہے کہ اس پیکرِ صدق و صفا، سراپائے وقار و تمکنت جسٹہ درع و تقویٰ، عزیزِ علم و عمل، جامع کمالات بزرگ، روح پاکیزہ، ابر رحمت کا فیض قدسی ہمیشہ شہر اور شاداب رہے۔ اور انکی بتر مبارک آفتابِ کرم کی ضوفانی سے ہمیشہ حقہ نور نبی رہے اور ان کا نورانی چہرہ سراپا نور ہو، فقط

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نہا جید نے اپنی تالیف ”بذل الجہود“ پر نظر ثانی کا ذمہ داری حضرت مولانا کے سپرد فرما رکھی تھی حضرت مولانا بہت اہتمام سے نظر ثانی فرماتے اور اشکالات و ایرادات فرماتے پھر حضرت سہارنپوریؒ ان پر کئی کئی بار غور فرماتے

اور اصلاح کی ضرورت ہوتی تو اصلاح فرماتے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی تالیفات و شروح و احادیث پر بھی حضرت مولانا نظر ثانی فرماتے اور مشورے عنایت فرماتے حضرت شیخ اپنی تالیفات پر صاحب سوانح حضرت مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب و حضرت مولانا مفتی سید احمد صاحب مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور سے بھی نظر ثانی کراتے اور ان کے مشوروں کو کھلے دل سے قبول فرماتے تھے حضرت مولانا ظہور الحق صاحب نے بھی اپنی تالیف "نور الایضاح مع الحاشیہ الجدیدۃ المصباح" پر نظر ثانی حضرت مولانا سے کرائی اور حضرت مولانا نے اس میں اصلاح کی اور مشورے دیئے۔

حضرت علامہ مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ آپ مولانا محمد اسماعیل صاحب کاندھلوی کے منجھلے صاحبزادہ تھے آپ

والدہ صاحبہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کاندھلوی کی نو اسی تھیں بڑی پاکیزہ صفت عابدہ زاہدہ اور ذکر و شغل والی پاکیزہ خاتون تھیں آپ کی ولادت غرہ محرم ۱۲۳۳ م ۲۳ مارچ ۱۸۴۷ء پنجشنبہ کو ہوئی تاریخ نام "بلند اختر" تھا آپ فطرتاً ذہین و ترقی اور طبعاً لطیف المزاج تھے سات برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا اور اسکے بعد والد صاحب کا حکم تھا کہ "ایک قرآن پڑھ لیا کرو باقی سارے دن چھٹی" مولانا فرماتے تھے کہ میں فجر کی نماز بعد امی بی کے مکان کی چھت پر قرآن شروع کرتا اور ختم کر کے کھانا کھاتا تھا پھر مولانا دیگر کتب کا مطالعہ پورے نشاط سے کرتے وہ خود فرماتے ہیں کہ :

میں عموماً ظہر کے پہلے پورا قرآن مجید ختم کر لیتا پھر کھانا کھا کر چھٹی کے وقت اپنے شہ سے فارسی پڑھتا تھا۔

آپ کے والد شب زندہ دار بزرگ تھے تہجد کا شوق و اہتمام تھا اسلئے وہ اور آپ بڑے بھائی مولانا محمد صاحب کو اخیر شب میں سویرے ہی اٹھا دیا کرتے تاکہ شروع سے عادت پڑے۔ مولانا محمد صاحب تو اٹھ کر ٹوبی نعلیں پڑھا کرتے مگر مولانا محمد یحییٰ صاحب مختصر نوافل پڑھ کر کتاب دیکھنے میں لگ جاتے تھے۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب فرماتے ہیں کہ والد صاحب کو وضو کے اوراد کا خاص اہتمام تھا اور ہم پر بھی اصرار

لانگی پابندی کریں مگر مجھے علم کی دھن تھی اسلئے میں وضو کرتے ہوئے بھی فارسی و عربی لغات یاد کرتا تھا۔ والد صاحب میری رٹائی کو سنتے تو ملامت کے طور پر فرماتے خوب وضو کی دعائیں پڑھی جا رہی ہیں شرم کی بات ہے۔

مولانا محمد یحییٰ صاحب کی یہ عملی زندگی مدارس کے طلبہ بلکہ علماء تک کیلئے قابلِ مشرک و ملالانہ فرماتے ہیں کہ ”ادب“ میں میں نے مقامات حریری کے صرف نو مقالے پڑھے۔ وہ بھی اس طرح کہ استاد نے فرمایا کہ میرے مکان پر آتے جاتے راستہ میں حصہ لیا کرنا اسلئے میں ساتھ جاتا اور راستہ میں پڑھا کرتا اور اکثر جبکہ استاد یاد دیا کرتے کہ اس لفظ کے معنی مجھے معلوم نہیں خود دیکھ لینا۔ لیکن عربی ادب میں آپ اتنی مہارت تھی کہ نظم و نثر دونوں بے تکلف لکھ لیتے تھے۔ علاوہ ازیں نو عمر ہی ہی علوم عقلیہ و نقلیہ میں ایسی مہارت تارہ حاصل ہو چکی تھی کہ وہ علماء عصر نزدیک مسلم مشہور اور قابلِ رشک ہو چکے تھے۔

والسلامہ میں حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حدیث پڑھنے کیلئے گئے کیونکہ آپ کے بے بھائی مولانا محمد صاحب نے بھی حضرت اقدس... گنگوہی سے ہی پڑھی تھی اسوجہ سے آپ کو بھی حضرت گنگوہیؒ سے عقیدت و محبت ہو گئی تھی۔

لیکن حضرت کو نزولِ نام کی شکایت ہو چلی تھی اسلئے حدیث کا درس بند ہو چکا تھا۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب نے وہیں قیام اختیار کر لیا اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہابپوریؒ کی درخواست پر دورۂ حدیث پھر شروع ہو گیا اور یہ حضرت آخری درس تھا جسکی رونق اور روح رواں مولانا یحییٰ صاحب تھے اگر کسی وجہ سے حاضری درس میں تاخیر ہو جاتی تو درس رکا رہتا۔ حضرت کو آپ سے ناقلی اور اتنی محبت تھی کہ اگر مولانا کہیں چلے جاتے تو حضرت بے چین ہو جاتے جانتے کہ مولوی محمد یحییٰ اندھے کی لاکھی ہیں۔

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نے اثنائے درس اس کا بھی اہتمام فرماتے کہ حضرت گنگوہیؒ تقریروں کو ضبط فرماتے وہ تقریریں ہر کتاب کی ایک عمدہ شرح بن گئی۔ بارہ سال حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں گزارے حضرت گنگوہیؒ کی وفات کے بعد حضرت سہابپوریؒ نے جامعہ مظاہر علوم میں آپ کو استاد حدیث کی

حیثیت سے بلایا تھا چنانچہ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۸ھ میں منظر ہر علوم میں مستقل تشریف لے آئے اور اس وقت سے ساڑھے پانچ سال تک مدرسہ میں بلامعاوضہ درس و حدیث رہے۔ معاش کیلئے ایک تجارتی کتب خانہ قائم کر لیا تھا جس کا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے آپ راتوں کو روتے دالے اور دنوں کے سکرانے دالے تھے۔ قرآن مقدس سے بڑا شغف تھا دن بھر میں چلتے پھرتے پورا قرآن پڑھ لیتا۔ ہاتھوں سے کام کرتے اور زبان پر تلاوت رہتی نہ کام میں خلل آتا نہ تلاوت میں صریح ہوتا تھا، خدمت خلق حسن سلوک، ذلیفہ زندگی تھا۔

سخاوت آپ کا شعار تھا۔ انتقال کے وقت آٹھ ہزار کے مقروض تھے آپ کے جانشین و خلف الصدق قطب عالم حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے تمام قرض ادا کیا۔

۸ ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ صبح چاشت کے وقت ہیفہ میں مبتلا ہوئے اور چند ہی گھنٹوں میں دھال ہو گیا سہارنپور کے مشہور قبرستان ”حاجی شاہ کمال“ میں حضرت اقدس مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ و دیگر اکابر منظر ہر علوم کے قریب مدفون ہوئے۔

رحمہ اللہ تعالیٰ - (من سوانح مولانا محمد زکریا صاحب)

(۸) حضرت مولانا ثابت علی صاحب | آپ شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا

جامعہ منظر ہر علوم سہارنپور کے حقیقی چچا تھے ۱۲۸۳ھ (یعنی جبکہ مدرسہ منظر ہر علوم کی ابتدا ہوئی تھی اسی وقت اسے مدرسہ کے طالب علم رہے ہیں۔ ابتدائی فارسی سے لے کر دورہ حدیث شریف تک تمام علوم و فنون آپ نے جامعہ منظر ہر علوم ہی میں حاصل کیے۔ یکم محرم ۱۲۹۷ھ میں معین مدرس کی حیثیت سے مدرسہ میں آپ کا تقرر ہوا۔ وظیفہ طالب علمی مبلغ دو روپے تھا اس میں مزید دو روپے کا اضافہ کر دیا گئی یعنی چار روپے پر آپ معین المدرسی پر تقرر ہوا۔ معین المدرسی کے ساتھ آٹھ ۱۳۹۱ھ میں حدیث شریف کی تکمیل کی اور ۱۲۹۹ھ میں صرف بیضاوی ثمر

پڑھی۔ ابتدائے کتب فارسی اور ابتدائی کتب عربی کا درس دیتے رہے۔ اور چند سال میں اونچے مدرسین میں شمار کیے جانے لگے تو حدیث کی مختلف کتابیں



بڑھائیں۔ ابن ماجہ شریف و مشکوٰۃ شریف آپ کے خاص اسباق تھے۔ حضرت شیخ آپ بیتی ۱۰۵ پر لکھتے ہیں کہ:

مولانا مرحوم حضرت قدس سرہ کی ریاضی پر مدرسہ اول ہی ہوتے مگر ۳۳ھ میں ب حضرت اقدس و حضرت شیخ الہند معرکہ الآراء سفر میں تشریف لے جا رہے تھے اپنی نیابت کیلئے میرے والد صاحب قدس سرہ کی تحریک اور اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کی تائید سے مولانا ثابت علی صاحب کے بھتیجے مولانا سید عبداللطیف صاحب کو مدرسہ اول بنادیا گیا میرے والد صاحب کی تحریک کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ بڑے والد صاحب ۲۸ھ سے قائم مقام صدر مدرس تھے اسلئے حضرت کے طویل سفر ان ہی کو مدرسہ اول ہونا چاہئے تھا مگر والد صاحب نے یہ کہہ کر کہ صدر مدرس کیلئے اس متانت، انتظامی صلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے وہ مولوی عبداللطیف میں زیادہ ہے۔ میرے حضرت نے بھی اس تجویز کو پسند کیا اور بڑے حضرت لاہور گئی تھے۔ حضرت مولانا ثابت علی صاحب کو اس پر رنج و تعلق طبعی تیز تھی مجھے خوب یاد ہے کہ مولانا مرحوم کی دن تک المسحون وقد صا المرحون بلاء ذلک یہ مشہور حدیث بولوا و قد شریف ہیں۔ ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد منقول ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اور اس کی قدامت و مشقت کی رعایت ضروری ہے اس غلیظ پاک کو زبان پر گنگنا یا کرتے۔ مگر چونکہ اصل استحقاق میرے والد صاحب کا تھا۔ اور مولانا ثابت علی صاحب کے درجہ میں دو کمر مدرس مولانا عبدالوجید صاحب سمجھائی بھی تھے اسلئے کچھ مولانا ثابت علی صاحب کی حق تلفی نمایاں نہ ہوئی لیکن اپنی علو شان و قدیمت، جلالت کی وجہ سے امتحان کی روداد خاص طور سے وہی تھے۔ بہت ہی اہتمام سے نمائندگی کی نگہ رانی کیا کرتے تھے۔ طلباء کی نگہ رانی تو مدرسین حضرات کرتے اور مولانا مرحوم کے زبانی مدرسین کی نگہ رانی فرماتے۔ انکی نگہ رانی کا منظر بھی کاغذ پر لانے کا نہیں بلکہ کر کے دکھانے کا ہے بڑے فور سے دانتیں ٹوٹ دیکھ رہے ہیں بلکہ بائیں طرف منہ پھیر لیا رد محافظ مدرسین اکابر میں سے بھی اگر اس موقع پر ایک دوسرے سے مختصر سی بات کرتے تو مولانا مرحوم جن کے کلام میں بہت عملیت تھی اور بہت جلدی بولا کرتے تھے۔ وہ اس سے انت دینے لگتے اور مولانا

عبدالوجید صاحب کے علاوہ سارے ہی مدرسین مولانا کے شاگرد تھے یہ صاحب کو امتحان انگماہ میں ہوتے نہ تھے۔ مولانا مرحوم جلدی جلدی فرما۔ میاں صاحب، میاں صاحب، تم تو بات کرنے لگے رہ اپنا کام کر لیں گے اس زمانے میں امتحان اتنی شدید چیز تھی کہ مدرس کے کسی ملازم کو وہ دفتر ہی ہو، سفیر ہو، ناظم تنخواہ ہو کسی کو کسی حال میں بھی چھٹی نہیں مل سکتی تھی چندہ بھی اس زمانہ میں اگر دور و دراز نہ ہوں تو واپس بلا لیے جاتے تھے کئی دور مالیات کا دفتر بھی صبح کو بند رہتا تھا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۵ء میں پیلوں میں حضرت اقدس قطب الاقویاء راہ گزرے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال کا منظر دیکھا حضرت قدس سترہ نے سہارا پنور میں ایک شب پہلے خواب دیکھا کہ چاروں کتب خانوں کو دیکھتے ہی بے چینی سے اٹھ کھڑے ہوئے انا لاجی مرحومہ نے حضرت قدس سترہ نے پوچھا کیا بات ہوئی حضرت قدس سرہ نے فرمایا مولانا محمود الحسن صاحب مالٹا میں ہیں اور مولانا عبدالرحیم صاحب عرصہ سے یہاں ہی خبر فرمادے علی الصباح حضرت نے پیلوں کا ارادہ فرمایا۔ یہ گاؤں زاہد حسن صاحب رئیس بہٹ کا خرید ہوا تھا بہت ہی پر فضا جگہ تھی رات کی درخواست پر حضرت قدس سرہ زندگی کے آخری ایام میں بتا ایل آب و یہاں تشریف لے آئے تھے یہیں وصال ہوا۔ وصال کے بعد جنازہ رات ہی حضرت سہارا پنور کی گلی کے پہنچنے پر انکلی شب میں وصال ہوا۔ اخیر شب میں یہاں یہ خبر گونج گئی تھی ہمارے مدرسہ میں امتحان ششماہی ہو رہا تھا۔ حضرت مولانا عنایت الہی صاحب ہمعلم مدرسہ نور اللہ مرقدہ سے پیلوں کی اجازت مانگی۔ انہوں نے اجازت دیدی اور یہ کہا چیکے سے چلا جا مولوی نے دیکھیں میں بہت ہی آہستگی سے اٹھا مگر مولانا نہایت علی صاف بتائے کہ کہاں سے دیکھ لیا حادثہ کی خبر ان کو بھی ہو چکی تھی میرے اور میرے والد کے تعلق کی بنا پر ان کو شبہ ہوا کہ یہ جالو نہیں۔ ہا ایک دم شور مچا دیا جا رہا ہے یہ کہاں جا رہا ہے؟ اور میں دارالطلبہ قدیم کے زینہ تک تو ذرا

نہین سے اس زور سے بولتا ہوں کہ کچھ انتہا نہ رہی۔ کبھی کوئی آدمی بکڑ کر  
 جائے بہتم صاحب شہر دوع میں تو ادھر سے منہ پھیر لیا استعان کا بالکل  
 رہا تھا۔ سوالات کے پرچے بٹ رہے تھے بہتم صاحب عمداً اس طرف مشغول  
 مولانا مرحوم شور مچاتے رہے۔ میرے پاس کوئی پیسہ نہیں تھا مگر پھر بھی گھر  
 لیا کہ کبھی مولانا ثبات علی صاحب کا قاصد پکڑ کر نہ لے جائے اس نیت سے  
 میں تو کوئی واقف ملے گا ہی چار پانچ آنے سواری بہٹ تک تلنگے کی بھی  
 ن چلی تھیں۔ تلنگے بھی صرف بہٹ تک آئے تھے۔ اڈے پر ایک صاحب  
 سے چار آنے ادھار لئے اور مولانا ثبات علی صاحب کے ڈر کے مارے یارپٹ  
 سا ہوا حدو دسہار پنور سے نکل گیا جب جمان میں جان آئی۔ بہٹ سے  
 آیا تھا کہ ادھر سے جنازہ آنا ہوا نظر آیا راستہ ہم سے جنازہ کے ہمراہ آگے پور  
 نہ میرے حضرت قدس سرہ نے پڑھائی تھی تدفین کے بعد مولانا ثبات علی  
 کے ڈر کے مارے اسی وقت پاؤں بہٹ آیا۔ دیاں تو واقف بہت مل گئے  
 سے ادھار لئے تھے نہ معلوم سواری پوری ملے یا ناقص رات میں سہارنپور  
 حضرت اگلے دن تشریف لاتے (از آب بتی ۳۲) مولانا کی زندگی بڑی قریب  
 مدرس کے اوقات کا خاص اہتمام فرماتے تھے رمضان و بقرعید کی تعطیلات  
 مدرس کے حرج کی وجہ سے اپنے گھر تشریف نہ لے جاتے تھے۔ آپ مدرسہ  
 کے مدرس دوم تھے۔ مگر نظم و نسق کی درستگی میں کوشاں رہتے تھے۔  
 غلط بجانے والے ملازم نے درد منٹ دیر سے گھنٹہ بجایا آپ فوراً اپنی درسگاہ  
 اور اس ملازم کے پاس پہنچ کر اس کے ایک تھپڑ رسید کیا اور فرمایا کہ وہ  
 پر نہیں بجایا جاتا سارے اسباق گڑ بڑ کر دیئے، استاذ اکل ہوئے  
 اسے بھی آپ سب پر کنٹرول تھا۔ اور سب ہی حضرات آپ کا لحاظ اور  
 تھے

۱۱۱ احتباس البول کے مریض میں مبتلا رہ کر ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۲ء شہر  
 ۱۱۲ سال کی عمر میں سہارن پور ہی میں آپ کی وفات ہوئی اور احاطہ  
 ۱۱۳ کمال میں (جہاں بجا موعہ ظاہر علوم کے دوست کے اکابر مدفون ہیں) دفن ہوئے  
 ۱۱۴ ہمیشہ تدفین

انتقال کے وقت دونوں ہاتھ اٹھا کر زور سے قرا یا۔ بچے نہ کسی سے کچھ لینا ہے نہ کسی کو کچھ دینا ہے۔ یعنی میرے سب معاملات بالکل صاف ہیں۔

حضرت مولانا عبد الوحید صاحب سنبھلی  
 ۱۲۹۰ھ میں سنبھلی ضلع مراد آباد میں

ہوئی ابتدائی عمر میں ان کے والد نے اردو اسکول میں تسلیم دلائی اور اس کے فراغ کے بعد دینی کاروبار میں لگا لیا مگر اللہ تعالیٰ شانہ نے علم کا اعلا درجہ مقدر فرمایا تھا اسلئے ابتداء میں سکے اتریں ضلع مراد آباد کے مدرسہ عربیہ میں داخل ہوئے مگر چونکہ وہ گھر سے دھائی میل کے فاصلہ پر تھا اسلئے روزانہ آمد و رفت میں دشواری اور وقت کی بربادی ہوتی تھی اسلئے حسن پور ضلع مراد آباد کے مدرسہ میں مولانا احمد الدین صاحب مدرسہ حدی کے پاس صرف و نحو کی تعلیم پوری کی اسکے بعد کسی ماہر فن سے علوم عقلیہ پڑھنے کا شوق ہوا اور معلوم ہوا کہ مولانا غلام محمد صاحب ان فنون کے امام ہیں چنانچہ انکی خدمت میں حسن پور سے گھر والوں کو اطلاع کیے بغیر پہلا چل دیئے دو آنہ صرف ان کے پاس بچے ایک ماہ میں لاہور پہنچے وہاں علوم عقلیہ کی تکمیل اور خاص طور سے علم ہیئت میں تبحر حاصل کیا اور معلوم ہوا کہ لاہور کے قیام میں حضرت اقدس شاد عبد القادر صاحب رائے پوری قدس سرہ بھی مولانا موصوف کے رفیق درس رہے ہیں علوم آلہ کی تکمیل کے بعد حدیث شریف کی تکمیل کے لئے دارالعلوم شریف لاہور اور فراغت کے بعد تقریباً پانچ برس مدرسہ سرتر میں درس کی خدمت انجام دی اسکے بعد مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں صدر مدرس رہے اسکے بعد مینڈھو ضلع علیگڑھ کے مدرسہ میں مدرس رہے وہاں کے قیام میں جملہ دستار بندی ہوا۔ جس میں حضرت سہارنپوری، حضرت مولانا احمد حسن صاحب امرد ہوئے اور اعلیٰ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری نے شرکت فرمائی۔ اور حضرت سہارنپوری نے نواب صاحب (جو مدرسہ کے سرپرست و مربی تھے) مولانا مرحوم کو مظاہر علوم کیلئے طلب کیا حضرت کے اصرار پر نواب صاحب مرحوم نے حضرت مولانا کو اجازت دیدی اور مولانا عبد الوحید صاحب ۱۹ ذوالحجہ ۱۳۲۱ھ کو مظاہر علوم شریف لے آئے۔

یقیناً ۲۳۳ھ میں بعض خانگی مجبوریوں کی وجہ سے استعفار دیدیا اور ربیع الثانی ۲۵۳ھ میں دوبارہ تشریف لائے اور مظاہر علوم سے پھر دوبارہ استعفار دے کر ریشم ہی مراد آباد میں پھر مینڈھو میں چند برس مدرس رہ کر دارالعلوم متونامہ بھنجن سیدی مدنی پر تشریف لیگئے اور وہاں۔ علالت کی وجہ سے مکان تشریف لے آئے۔ چند ماہ کی علالت کے بعد غرہ رمضان المبارک ۱۲۵۵ھ میں تریٹھ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ مولانا مرحوم کی مستقل عادت تھی کہ بچے نظر کر کے چلتے تھے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ سے بیعت تھے۔ مولانا حیات صاحب نے ولادت تقویم ۱۲۹۱ھ لکھی لیکن وصال ۱۲۵۵ھ بعد ہجری ۱۲ سال لکھا ہے اس حساب ولادت ۱۲۹۲ھ میں ہوتی ہے بعد میں مولانا مرحوم کے صاحبزادے قاری عبدالمعید صاحب نے یہی لکھا ہے۔

مولانا چلنے میں اور سبقت میں بھی نظر نیچی رکھتے تھے تقریر نہایت متانت سے آہستہ آہستہ فرمایا کرتے تھے مولانا مرحوم کا ایک مقولہ اس نا بجا ہے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار سنا نہایت نیچی نظر فرما کر بہت متانت سے کئی بار ہاتھ دائیں سے بائیں کر کے ارشاد فرماتے تھے کہ ہمیں اس کا یقین ہے، بالکل اعتراض ہے، اس میں نہ تو واضح ہے نہ مبالغ ہے کہ ہم لوگ ان کتابوں کے پڑھانے کے ہرگز بائیں نہیں مختلف الفاظ سے اس مضمون کو دہراتے اور پھر ایک دم صفحہ اوپر کو اٹھا کر غماض کی طرف اسی طرح سے ہاتھ سے اشارہ کر کے زور سے فرماتے کہ یہ جو بیٹھے ہیں یہ ہم سے بھی پڑھنے کے قابل نہیں ہیں۔ سرمہ لگانے کی مولانا مرحوم کو بہت عادت تھی۔ (آپ بیٹی ۷۷)

حضرت مولانا کے صاحبزادے مولانا قاری عبدالمعید صاحب لکھتے ہیں کہ: میرے والد صاحب قبلہ حضرت مولانا عبد الوحید صاحب بھٹائی دیوبند سے حضرت شیخ الہند سے دورہ پڑھ کر فارغ ہوئے اور حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ سے بیعت تھے حضرت نہایت شفقت فرماتے تھے ایک بار خانقاہ امدادیہ کیلئے مدرس کی ضرورت ہوئی تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے والد صاحب کو جبکہ وہ ریاست مینڈھو ضلع علیگڑھ میں مدرسہ یوسفیہ کے صدر مدرس تھے تحریر فرمایا:

”خانقاہ کے مدرسہ کیلئے ایک مدرس کی ضرورت ہے جو آپ جیسا جامع مانع ہو  
حضرت والد صاحب کو مجاز بنانے کو ارشاد فرمایا تو والد صاحب نے یہ فرما کر منع  
کر دی کہ:

”مجھ سے اس کا تحمل نہ ہو سکے گا“

ایک بار والد صاحب نے کچھ تاجیر سے خط بھیجا تو جواب تحریر فرمایا کہ:

”آپ عبدالوحید تو تھے ہی وجد بھی ہو گئے عورت دراز باد کہ اس ہم غنیمت است“  
یہ خط میرے پاس محفوظ ہے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظاہر علوم سہارنپور اور  
ریاست مینڈھو کے مدرسہ مذکورہ میں دونوں جگہ ملا کر تقریباً پندرہ سال رہے  
ہوتا یہ تھا کہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری قدس سرہ  
الغریز جب نواب لیاقت حسین خاں صاحب کو، جو والی ریاست تھے تحریر فرمایا کہ  
”مولوی عبدالوحید کو مظاہر علوم بھیج دو“

تو وہاں چلے جاتے اور جب نواب صاحب حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ  
کو تحریر کرتے کہ:

”اب یہاں مولوی عبدالوحید کی سخت ضرورت ہے“

تو حضرت وہاں بھیج دیتے اس زمانہ میں حضرت تھانوی کے معتمد صاحب امیر الدیوان  
ارواح ثلاثہ، حضرت امیر شاہ خاں بھی مینڈھو ہی میں مقیم تھے اور وہاں ہی وصال فرمایا  
تو جب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظاہر علوم تشریف لے جاتے تو حضرت سہارنپوری  
رحمۃ اللہ علیہ کے نائب رہتے اور جب حضرت حج کو تشریف لے جاتے تو حضرت  
والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اسباق پڑھاتے  
تھے اس طرح قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ و رفع اللہ ذکرہ کے والد  
صاحب اساتذہ میں سے تھے جن کا تذکرہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ”آپ بیٹی“ میں  
بھی فرمایا ہے اور اجز، کے مقدمہ میں۔ رئیس المناطقم، کے لقب سے ملقب  
فرمایا ہے۔ یہ واقعہ میں نے اسوجہ سے تحریر کیا ہے تاکہ میرا تعلق حضرت سے معلوم  
ہو جائے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس احقر فقیر بے توہین سے انتہائی شفقت  
فرماتے تھے ورنہ میری نالائقی اور بے ماسخی میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

والد صاحب کے کمالات علمی و اخلاقی اور ذکر دردم اور نظر بر قدم، وغیرہ اوصاف کا کیا بیان کروں؟ مظاہر کے اکثر اساتذہ کا بیان ہے کہ جس وقت شمس بازغہ، ملاحسن، میندی وغیرہ کی تقریر فرماتے تو پورے مدرسہ قدیم میں معلوم ہوتا کہ شیر دنگ رہا ہے۔ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبد الرحمن صاحب کا ملپوری، مولانا ظفر احمد صاحب بھٹاؤی، مولانا ادیس صاحب کاندھلوی، مولانا اشفاق الرحمن صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی، مولانا منظور احمد خان صاحب سہارنپوری، مولانا علامہ صدیق احمد صاحب کشمیری مدس مظاہر، میرے ماموں حقیقی حضرت مولانا محمد حیات صاحب دامت برکاتہم شیخ الجامعہ عزیمہ حیات العوام مراد آباد۔ یہ سب حضرات وغیرہم مجدد دیگر اساتذہ کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیض یافتہ تھے اور لیں فرمایا کرتے تھے کہ: اگر مجھ سے کوئی شرح جامی دو گنتہ روزانہ پڑھے تو تین سال میں ختم ہو۔ سراجی کے مسائل، مناسبہ وغیرہ سنٹوں میں حل فرماتے تھے علم بیہیت پڑھانے کیلئے اسطراب ذکر کی حاجت نہ تھی مٹھی کا کرہ بنا کر سب نشان سمجھا دیا کرتے تھے۔ (از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی اور ان کے خلفائے کرام ج ۲) رحمۃ الاسلام حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا موصوف سے کتب معقولات پڑھی تھیں۔

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب محدث (۱۰) سہارنپوری مہاجر مدنی آپ کے والد محترم کا نام شاہ مجید علی اور دادا صاحب کا نام شاہ احمد علی تھا آپ کی پیدائش اپنے ناناہال

نالوتہ ضلع سہارنپور میں اواخر صفر ۱۲۶۹ھ بم اداہل دسمبر ۱۸۵۲ء میں ہوئی قرآن مجید ناظرہ اور ابتدائی فارسی و عربی کی تعلیم انہیہ اور نالوتہ میں حاصل کی گیارہ سال کی عمر میں اپنے چچا انصاری صاحب کے ہمراہ گوالیار جا کر میزان الصرف، پنج گنج وغیرہ کتب پڑھیں۔ وہاں سے جب اپنے وطن واپس آئے تو حضرت مولانا سخاوت علی صاحب کا نذیہ تک تعلیم حاصل کی۔

بچپن میں چند ماہ انگریزی پڑھی مگر نفرت کر کے چھوڑ دی۔ ۱۳۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند

کی بنیاد رکھی گئی تو وہاں جا کر کافیہ کی جماعت میں شریک ہوئے۔ وہاں سے چھ ماہ بعد  
 مظاہر علوم سہارن پور تشریف لے آئے۔ یہاں کافیہ و شرح جامی کا کوئی  
 سبق نہ تھا اسلئے مختصر المعانی میں شریک ہو گئے انیس سال کی عمر میں جملہ  
 علوم و فنون سے فارغ ہو کر مظاہر علوم میں جب پہلی بار مشکوٰۃ شریف و بخاری شریف  
 ہوئی تو اس میں آپ بھی شامل تھے اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوئے۔ مظاہر علوم سے  
 آپ کی فراغت ۱۲۸۸ھ م ۱۸۷۱ء میں ہوئی ابن ماجہ کے سوا صحاح کی جملہ کتب  
 رئیس الاساتذہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی سے پڑھیں۔ شیخ احمد  
 دحلان مفتی شافعیہ، استاذ الکمل حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب مہاجر مدنی  
 مولانا سید احمد برزنجی، مولانا عبدالقیوم بڑھانوی سے بھی آپ کو اجازت حدیث  
 حاصل ہے۔ فراغت کے بعد آپ مظاہر علوم میں چار روپے ماہانہ مشاہرہ پر  
 معین مدرس مقرر ہوئے کچھ عرصہ بعد آپ حضرت مولانا فیض الحسن صاحب ادیب  
 سہارن پور کی خدمت میں لاہور تشریف لے گئے اور ان سے علوم ادبیہ  
 کی تکمیل کی داپسی پر اپنے ماموں مولانا محمد یعقوب صاحب کے حکم سے قانوس کار در  
 ترمیم کرنے کیلئے مصدوری پہاڑ پرت تشریف لے گئے اس کے بعد منگلاور، بھوپال  
 بھادلوپور، سکندر آباد، برزلی اور دارالساوم دیوبند میں مختصر مختصہ عرصہ تک  
 درس و تدریس کی خدمات انجام دیں پھر حضرت گنگوہی کے حکم سے ۵ رجب ۱۳۱۲ھ  
 کو مظاہر علوم تشریف لے آئے اور چالیس روپے ماہوار مشاہرہ پر صدر مدرس  
 مقرر ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی۔ ۱۳۳۶ھ میں مظاہر علوم  
 کے صدر پرنسپل بنائے گئے۔

آپ کے زمانہ میں مظاہر علوم نے ہر شعبہ میں بہت ترقی کی۔ آپ صدر مدرس ہوئے  
 تو ۱۳۱۲ھ میں کل طلبہ کی تعداد ۱۵۷۷ تھی اور بوقت ہجرت مدینہ ۱۳۲۱ھ میں  
 تعداد طلبہ ۵۰۲ ہو گئی تھی۔ آپ نے پورے اکتیس سال مظاہر علوم میں گزارے  
 اور اسکو ترقی کے بام عروج پر پہنچا کر ۱۳۲۱ھ میں مدینہ منورہ کو ہجرت فرما گئے  
 اور ۵ رجب ۱۳۲۶ھ چہار شنبہ کو دار آخرت کی طرف رحلت فرما گئے۔  
 جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قریب نحو خواب ہیں رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ دار  
 (علمائے مظاہر علوم)



آپ کی متعدد تحقیقی تہنیفات ہیں ان میں سب سے زیادہ عظیم الشان مشہور عالم  
تہایت بہترین اور شاہکار تالیف بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد ہے۔ آپ نے  
قرآن پاک بوڑھا پے میں ایک سال کے اندر نامعلوم طریقہ پر حفظ کیا تھا۔

**حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اثر علی صاحب تھانوی** رحمہ اللہ  
مجدد الملت حکیم الامت حضرت  
مولانا شاہ محمد شفیع علی صاحب

کی ولادت باسعادت خاندان شرفا میں محمد پور عرف تھانہ بھون میں ۵ ربیع ۲ سن ۱۰۸۰ ھ چھار  
کو بوقت طلوع صبح صادق ہوئی آپ کا دادھیال فاروقی اور نھیال علوی تھا آپ کی تعلیم  
و تربیت بڑی بیدار مغزی و ہوشیاری سے کی گئی تھی سایہ مادر ی پانچ برس کی عمر ہی  
میں سکر اٹھ چکا تھا۔ ۱۲-۱۳ برس کی عمر میں ہجرت و فغان صبح گاہی کے عادی ہو گئے تھے  
آپ کے بچپن کے استاد عارف باللہ حضرت مولانا فتح محمد صاحب کی نظر یکمیا اثر نے  
نوعمری ہی میں آپ کو گنبد بنادیا تھا۔ آپ میرٹھ جناب حافظ حسین علی صاحب  
سے قرآن پاک حفظ کیا اور ابتدائی فارسی بھی یہیں رہ کر پڑھی۔ پھر تھانہ بھون  
آکر حضرت مولانا فتح محمد صاحب سے فارسی کی متوسط کتابیں اور عربی کی ابتدائی  
کتابیں پڑھیں اور فارسی کی انتہائی کتابیں اپنے ماموں جناب واجد علی صاحب  
اسے پڑھیں جو ادب فارسی کے استاد کامل و ادیب ماہر تھے پھر دیوبند پہنچ کر  
حضرت مولانا منفعت علی صاحب سے زبان فارسی میں پورا عبور حاصل کیا۔  
آخر ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور پانچ سال یہاں مشغول رہ  
کر ۱۳۰۱ھ میں تعلیم سے فراغت حاصل کی اس وقت آپ کی عمر شریف ۱۹-۲۰ برس  
کی تھی۔

حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے اساتذہ میں ہیں۔ حضرت مولانا  
محمد یعقوب صاحب آپ کے خصوصی استاد و مربی رہے ہیں حضرت موصوف حضرت حاجی  
امداد اللہ صاحب کے خلیفہ ارشد اور اعلیٰ درجہ کے بزرگ تھے۔ آپ نے قرأت حضرت  
مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب بہاجر مکی سے مکہ معظمہ میں پڑھی تھی۔ اور اس میں آپ نے  
زبردست کمال حاصل کیا تھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۱ سال مسلسل درس و تدریس  
ذعظ و انقار اور تصنیف و تالیف کی شکل میں فیوض کے دریا بہائے اور ایک عالم کو اپنے

علم و عرفان سے رنگین کیا ۔

شباب رنگین، جمال رنگین، وہ سب پانک تمام رنگیں ۔۔۔ تمام رنگیں بنے ہوئے ہیں تمام رنگیں بنا رہے ہیں  
 کانپور میں ایک مدرسہ فیض عام، تھا اہل کانپور کی طلب پر اپنے والد ماجد واساتذہ  
 کرام کی اجازت سے ۱۳۰۱ھ میں اسکی صدر مدرس کیلئے مبلغ ۲۵ روپے مشاہدہ  
 پر کانپور شریف لیکے ۔ یہاں بہت جلد مدرسین و علماء میں آپ کے علم و فضل کی  
 شہرہ ہو گیا اور بارشندگان کانپور مواعظ حسنہ سے آپ پر دل و جان سے فریاد  
 ہو گئے ۔ اہل مدرسہ نے آپکی اس مقبولیت سے مالی فائدہ حاصل کرنے کیلئے جلسوں پر  
 چندہ کی اپیل کرنی چاہی آپ اس قسم کے چندوں کو غیرت دینی کے خلاف سمجھتے تھے  
 اسلئے اراکین مدرسہ کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی ۔ اور چہ میگوئیاں ہونے لگیں ۔  
 حضرت کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپنے استغفار پیش کر دیا اور باوجود اصرار آپ  
 مدرسہ علیحدہ ہو کر وطن واپس ہونے کا ارادہ فرمایا واپسی سے پہلے حضرت مولانا  
 فضل الرحمن صاحب کچھ مدت میں گنج مراد آباد حاضر ہوئے کہ شاید پھر موقع نہ مل سکے  
 اہلیان کانپور میں ایک بیجان بپا ہو گیا ۔ تو عبدالرحمن خان صاحب دکفایت اللہ صاحب  
 وغیرہ نے یہ سوچ کر کہ ایسی جامع شخصیت نایاب ہے اپنی طرف سے (۲۵ روپے)  
 کی تنخواہ کا انتظام کر کے مراد آباد سے واپسی پر حضرت کو باصرار رکھ لیا اور جامع  
 مسجد پٹر کا پور میں درس دینے لگے ۔ اس طرح ایک نئے مدرسہ کی بنیاد  
 پڑی جس کا نام حضرت نے خود ہی جامع مسجد کی مناسبت سے جامع العلماء  
 رکھا جو آج تک قائم ہے ۔ کانپور میں جو وہ سال قیام کے بعد اپنے سرشد شیخ العوام  
 والجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے ارشاد پر آخر صفر ۱۳۱۵ھ میں کانپور  
 سے تعلق ختم فرما کر تھانہ بھون کو رواق بخشی اور یہاں خانقاہ کے مدرسہ کو بھی گواہ  
 فرمایا ۔

۱۳۱۵ھ میں اپنے پہلا حج اپنے والد ماجد کے ہمراہ کیا اور مکہ معظمہ میں حضرت علامہ  
 صاحب سے شرف بیعت حاصل کیا ۔ حاجی صاحب کی خواہش تھی کہ چھ ماہ  
 مکہ معظمہ میں قیام فرمائیں مگر حضرت کے والد ماجد نے آپکی جدائی گوارا نہ کی  
 حاجی صاحب نے بخوشی واپسی کی اجازت دیدی ۔ ۱۳۱۵ھ میں دوبارہ حج کیا

در حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں چھ ماہ قیام فرما کر ہندوستان واپس  
 ہوئے۔ واپسی کی بوقت حضرت مرشد نے دو نصیحتیں فرمائیں، (۱) میاں اشرف علی  
 ہندوستان پہنچ کر تم کو ایک حالت پیش آئے گی عجلت مت کرنا۔ (۲)  
 کانپور کے تعلق سے دل برداشتہ ہو جائے تو دوسری جگہ تعلق نہ کرنا تو کلی بخدا  
 تھانہ بھون جا کر بیٹھ جانا ۱۳۱۵ھ میں حجاز مقدس سے واپس تشریف لا کر  
 جامع العلوم کانپور میں درس و تدریس و افاضہ خلق میں مصروف ہو گئے ۱۳۱۶ھ  
 کے ختم پر کانپور سے ترک تعلق طے فرمایا۔ اولاً تنخواہ سے دست برداری حاصل  
 لی پھر مولانا محمد اسحق صاحب بردوانی کو مدرس اول قرار دے کر خود برائے نام  
 مدرسہ پرستی قبول فرمائی اور مدرسہ کو ہر طرح کے نقصان و خرچ سے بچانے ہوئے  
 دربار شاہدگان کانپور سے بے مروتی نہ کرتے ہوئے کانپور کو نہایت خوش اسلوبی  
 کے ساتھ خبر باد بکھدیا اور آخر صفر ۱۳۱۵ھ میں تھانہ بھون تشریف لے آئے۔  
 ۱۳۱۵ھ سے ۱۳۶۱ھ تک تقریباً نصف صدی حضرت والا نے خانقاہ امدادیہ  
 تھانہ بھون میں بیٹھ کر اصلاح و تبلیغ، تصنیف و تالیف، رشد و ہدایت اور  
 واظف و اشاعت علوم نبویہ کے وہ کارہائے نمایاں کئے کہ جو ایک بڑی جماعت  
 ایک عظیم ادارہ انجام دے سکتا تھا۔ آپ کی تصنیفات تقریباً ایک ہزار ہیں چار سو سے  
 اندر مبلوغہ مواظب ہیں اور ایک سو اسی گنا مجازین ہیں جن میں سے بیشتر مجازین بیت  
 جنی خانقاہ اور ۵۹۹ مجازین صحبت ہوئے ہیں جن میں سے بہت سے خلفاء راشدین  
 فی العلم والعمل اور آسمان علم و عرفان کے درخشندہ ستارے ہیں۔ مثلاً حضرت  
 مولانا مفتی محمد شفیع صاحب حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری، حکیم الاسلام  
 حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ستم دار العلوم دیوبند، حجت الاسلام حضرت مولانا  
 شاہ محمد اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، حضرت علامہ مولانا  
 سید سلیمان صاحب ندوی۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان  
 صدر المدارس حضرت علامہ مولانا عبدالرحمن صاحب کانپور کی صدر مدرس جامعہ مظاہر علوم  
 سہارنپور، حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندوی پروفیسر فلسفہ اسلام جامعہ  
 عثمانیہ حیدرآباد، حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی ناظم دارالمدارس

و دعوت الحق ہر دوئی، مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ تعالیٰ صاحب مظاہرۃ شریعہ الحدیث مدرسہ  
 مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفرنگر وغیرہم، تصانیف و مواظبہ اور خلفائے کرام ہی آپ  
 کی بہترین میراث ہے۔ یہ آفتاب تجدید، حضرت حکیم الامت، جو مطلع تھانہ بیون سے  
 ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ میں طلوع ہوا تھا۔ انوار شریعت و طریقت سے ایک عالم  
 کو جگمگا کر ۱۳۶۲ھ میں غروب ہو گیا ان اللہ دانا الیہ راجعون تاریخ و نجات حشر آیات  
 ۱۷ رجب ۱۳۶۲ھ ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء شب شنبہ بہت کل عمر شریف ۸۲ سال  
 ۲ ماہ ۱۱ دن ہوئی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (از تلخیص سوانح ملخصاً)

اک نظر سے خزاں کو بہار کرتے تھے      وہ بے قرار کو وقف تیار کرتے تھے  
 ہم اپنے دل کی عقیدت تیار کرتے تھے      وہ خدمت حق لیل و نہار کرتے تھے

## سند حدیث شریف

حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب دہلی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب دہلی  
 امام المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبھٹوی، صدر علماء حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کابلوی، شیخ الاسلام  
 حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب پرتھوی، رئیس نقیہ حضرت علامہ مولانا محمد نجی صاحب انڈھلوی  
 اساتذہ العلماء حضرت مولانا تاج علی صاحب اور حضرت علامہ مولانا محمد عبداللہ صاحب گنگوہی، رحمہم اللہ تعالیٰ  
 سے پڑھی اور ان سب حضرات نے دیوبند، سہارنپور، گنگوہ اور دہلی کے علمائے اعلام و محدثین  
 عظام سے علم حدیث حاصل کیا۔ ان سب حضرات کی سند تین چار یا پانچ واسطوں سے سراج الامت  
 امیر المؤمنین فی الحدیث سند الہند حضرت اقدس مولانا الشاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تک پہنچ جاتی ہے اور  
 حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد الامام الاعظم الشاہ ولی اللہ دہلوی سے حدیث پاک پڑھی  
 آگے کی اسناد ائمہ حدیث تک بہت سی کتب میں مذکور و مطبوع ہیں اور یہ حدیث نے ہر حدیث کی  
 سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنی کتب میں ذکر فرمادی ہیں۔ ذیل میں سند الہند حضرت شاہ  
 صاحب تک صاحب سوانح حضرت حجۃ الاسلام کی سند حدیث کا نقشہ ملاحظہ فرمائیے

نسیم احمد غازی منظر ہری



## حضرت اساتذہ کرام سے عقیدت و محبت | حضرت والا کو اپنے تمام

اساتذہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

سے بے حد عقیدت و محبت تھی آپ اساتذہ کرام نے متعلقین تک زبردست احترام فرماتے تھے۔ جب اپنے کسی استاذ کا ذکر فرماتے تو عجیب والہانہ انداز ہوتا۔ ایک مناظرہ میں حضرت والا کے استاذ محترم صدر العلماء حضرت علامہ مولانا عبدالرحمن صاحب کابلپوری بھی تشریف فرما تھے۔ مناظرہ شروع فرماتے وقت اپنے استاذ محترم موصوف کے پاس حاضر ہوئے اور درخواست کی حضرت اپنا عمار شریف میرے سر پر رکھ دیجئے حضرت نے فوراً اپنا عمارہ حضرت والا کے سر پر رکھ دیا۔ آپ کھڑے ہوئے اور قسم کھا کر فرمایا کہ اب میری فتح یقینی ہے کیونکہ میرے سر پر اس ذات گرامی کا عمارہ ہے جس کے ہوتے ہوئے شکست ممکن نہیں چنانچہ چند ہی منٹ میں تہ مقابل شکست خوردہ ہو کر میدان مناظرہ سے بھاگ کھڑا ہوا اور حضرت والا کا میاب و فائز المرام واپس ہوئے۔

قطب عالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث آپ کے رفیق اندر پوری زندگی کے بے تکلف دوست تھے اور حضرت شیخ خوب بے تکلفی کا معاملہ بھی فرماتے تھے لیکن چونکہ حضرت والا کے استاذ حضرت علامہ مولانا محمد یحییٰ صاحب کے خلف الصدیق بھی تھے اسلئے استاذ ہونے کی وجہ سے حضرت والا حضرت شیخ کا اتنا ادب کرتے تھے کہ شاید اکثر لوگ اپنے استاذ و مرث کا بھی نہیں کرتے اور اسی وجہ سے حضرت شیخ بے تکلفی میں بھی حضرت والا کی عظمت اور ادب کو پورے طور پر ملحوظ رکھتے تھے

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام زبانی زبان سے ادا فرماتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ایک بار سید کلثومیہ مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب ندرت سہارنپوری کا ذکر فرمایا تو آواز بھرا گئی، آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور بار بار یہ دو شعر پڑھتے رہے

ہزار بار بشویم دین زمشک و گلاب      ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است  
زبان پہ بار الہا کیس کا نام آیا      میرے لفظ کو لو سے میری زباناں نے دیتے  
اسی طرح جب بعد اللہ حکیم الامت حضرت مولانا تقاوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر فرماتے تو عجیب حال ہو جاتا

حضرت حکیم الامت سے عشق و عقیدت | حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ آپ کے  
استاذ و معلم بھی ہیں اور مرث۔ درباری بھی

تو غریبی سے حضرت والا حضرت حکیم الامت کے سلسلہ میں داخل ہو گئے تھے۔  
اور آپ کی تعلیم و تربیت اصلاح و تکمیل کا بیشتر حصہ دربار تھانوی ہی کا  
مرہونِ منت ہے حضرت اقدس مجدد الملت رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی والہانہ عقیدت  
اور عاشقانہ محبت کا اندازہ آپ کے بہت سے اشعار سے خصوصاً اس مکتوبِ مظلوم  
سے لگایا جاسکتا ہے۔ جو حضرت والا نے اپنے رشد و مربی کو لکھا تھا۔ اس کے چند  
اشعار ایک غزل اور ایک تہنیت نامہ نیز دوسری منظومات سے اسکے دوسرے چند متفرق  
نمونے درج ذیل ہیں۔

## ”مکتوبِ مظلوم“

بہارِ گاہِ حضرت تھانویؒ

|                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                             |                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                          |
|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| <p>نورِ برساتیں ریحِ دلدار کی باتیں کریں<br/>یہ ہمارا منہ کہاں، سرکار کی باتیں کریں<br/>گل کا اگر مضمون نہ سوچے خار کی باتیں کریں<br/>چاہتے ہیں چشمِ مست یار کی باتیں کریں<br/>کیوں سلوکِ دادی پر خار کی باتیں کریں<br/>تفح کیا کیوں گوششیں بیکار کی باتیں کریں<br/>جو ہمیشہ شاہدِ بازار کی باتیں کریں<br/>آپ کے کچھ اسعد بیمار کی باتیں کریں<br/>ہم کم از کم حشرِ دیدار کی باتیں کریں<br/>رنج کے قہقہے کہیں، آزار کی باتیں کریں<br/>آپ کے کچھ اسعد بیمار کی باتیں کریں</p> | <p>آؤ بیٹھیں مرکزِ انوار کی باتیں کریں<br/>کب ہیں شایاں ہے ہم اسرار کی باتیں کریں<br/>کیوں رہیں والبستگانِ الفت گلزارِ چپ<br/>جو صلہ تو دیکھتے زندانِ بادہ نوش کا<br/>پریش رہا چمن بھی، غالی از لذت نہیں<br/>کیوں خجل ہوں کیا شکست تو بے قہہ نہیں<br/>خاک سمجھیں گے وہ ظاہر ہیں رموزِ معرفت<br/>چاہتے ہیں حکیم الامت سمجھانے بھون<br/>گو بہت سے کامیاب لذت دیدار ہیں<br/>دل کے جذباتِ الم کا یہ آفاقی ہے حضور<br/>اب یہ خواہش ہے ہماری بادی راہِ خدا</p> |
|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|

دوستوں کو یہ دھیت ہے چراغاں کی جگہ میری تربت پر جمال یار کی باتیں کر کر  
اے ایسر النفس اسود بترے یہ اعمال بد پھر یہ خواہش مجھ سے حضرت پید کی باتیں کر  
شمر رہے جنگی سیخانی کا سارے دہر میں  
اَدان سے اسود یار کی باتیں کریں

## غزل

بد بارگاہ عالی حضرت مولانا تہاذوی نوالہ اللہ مرقدہ

حضرت والا خود تحریر فرماتے ہیں کہ یہ غزل قلم برداشتہ حضرت شیخی استاد  
حکیم الامت مولانا تہاذوی کے تصوف خیال میں لکھی گئی تھی۔ رنگون ۸، مارچ ۱۹۳۷ء  
ہوں اگرچہ عتاب کی باتیں  
وہ حدیث و کتاب کی باتیں  
کیوں کرے وہ شراب کی باتیں  
میکدے سب کے سب ہوئے برباد  
بے پیئے لوگ مست ہوتے ہیں  
کاش کھوتا نہ وقت کو واعظ  
رشتک کرتا ہے جب سناتا ہوں  
یہ دعا ہے خدا کرے ہو جائیں  
وائے قسمت کہ میں رہوں محروم  
بھکو یہ افتخار ہے حضرت  
زینتِ حق نیوشاں ھیں  
ناز کرتا ہے اپنی قسمت پر  
کاش پیروں کو پوجنے والے  
درد آور ہیں کیف پرور ہیں  
اس طرف ہے جنید کا قہقہہ  
محترم ہیں جناب کے قہقہے

ہیں مزے کی جناب کی باتیں  
یاد ہیں سب جناب کی باتیں  
کر سکے جو جناب کی باتیں  
جب سے پھیلیں جناب کی باتیں  
کیف زاہیں جناب کی باتیں  
کاش کرتا جناب کی باتیں  
میں کسی کو جناب کی باتیں  
میری باتیں جناب کی باتیں  
اور سن لیں جناب کی باتیں  
میں نے لکھیں جناب کی باتیں  
ہیں لا لی جناب کی باتیں  
سننے والا جناب کی باتیں  
مجھ سے پوچھیں جناب کی باتیں  
کس کی باتیں، جناب کی باتیں  
اس طرف ہیں جناب کی باتیں  
مغتنم ہیں جناب کی باتیں



نہ ہوئے دغظ میں تاثر  
جب سناؤں جناب کی باتیں  
نے غفل کو کر دیا سحر  
جب سناؤں جناب کی باتیں  
بد کرتا ہے رقص کرتا ہے  
سن کے استعد جناب کی باتیں  
ناز کرتا ہے کملک استعد بھی  
جس لکھیں جناب کی باتیں

## تہنیت نامہ

مرتبہ طویل علالت سے حصول صحت کی خبر فرحت اثر پر حضرت والا نے اپنے اسناد  
بی حضرت حکیم الامت کیلئے بطور تہنیت یہ اشعار برجستہ کہے تھے۔ بنیم احمد غازی مظاہری  
میرے غم کا غل صحت ہو گیا  
قطرہ قطرہ گوہر بحر مست ہو گیا  
پتہ دہر کا تصویری راحت ہو گیا  
میں مرہون لطف عیش و عشرت ہو گیا  
ذرہ ذرہ جلوہ گاہ حسن عشرت ہو گیا  
یارِ گدگد بھوسنی ہے اضطراب فرج  
میرا قلب مضطرب ممنونِ فرحت ہو گیا  
پس میری دعائیں مستجاب ہو گاہ  
ریشہ ریشہ وقف آثارِ مست ہو گیا  
دُنیا کو ستانا ہوں نویدِ ابتہاج  
شکر ہے اچھا میرے بازو کی قوت ہو گیا  
چونکہ میں فرماں روا تے ملکِ بہوت ہو گیا  
آپ کی صحت سے تاباں نجمِ قسمت ہو گیا  
آج مجھ پر کس قدر احسانِ قدرت ہو گیا  
آج مجھ کو علمِ اسرارِ مست ہو گیا  
غلِ صحت سے علاجِ جوشِ وحشت ہو گیا  
آج مجھ کو علمِ اسرارِ مست ہو گیا  
میں مجسمِ پیکرِ شادی و فرحت ہو گیا  
آج مجھ کو علمِ اسرارِ مست ہو گیا  
اشکِ ثونی کا سبب یہ غلِ صحت ہو گیا  
گو یا تارِ نبض تارِ سازِ عشرت ہو گیا  
اشکِ شادی سے مبدلِ اشکِ حسرت ہو گیا  
جائے میں شافی مطلق نے صحت بخش دی  
نئے سرے در رکھ کر انگلیاں حاذقِ لمیب  
یا صحت کا حسین آبی تقاطر دیکھ کر

آب حیواں مجھ کو علم غل صحت ہو گیا  
جلتہ انجم فلک پر بزم عشرت ہو گیا  
اور عدد پر دانہ شمع عداوت ہو گیا  
داغ حشر میرے دل میں شوق خدمت ہو گیا  
ہو گیا میں غرق دریائے ندامت ہو گیا  
روزانہ زردں میرے دل میں جوشِ وحشت ہو گیا  
میں غریبی بحرِ ذخارِ خجالت ہو گیا  
میرے حق میں آپ کا چھٹنا قیامت ہو گیا  
اسعد اندوہ لگیں دنیا سے رخصت ہو گیا  
تسکِ اظہارِ الم بھی ایک آفت ہو گیا  
آپ کا اسعد شکایہ رنج و آفت ہو گیا  
میں امیرِ دامِ آلام و مصیبت ہو گیا  
در نہ شغلِ شوم گوی مجھ سے رخصت ہو گیا  
لکھ دیا جو کچھ مہبتِ حسبِ طاقت ہو گیا  
نچھو لیکن اتنا رخصت و مرحلت ہو گیا  
میرا دل آمادۂ عنبرِ اطاعت ہو گیا

اے مرے اچھے سچا بیٹے بھائی خبر  
آپ کا اسعد مریض دردِ فرقت ہو گیا

## چند متفرق اشعار

کیوں نہ سمجھیں امتیازِ کعبہ و تہ خانہ  
نامِ توقیر سے لیتے ہیں سخنداں میرا  
آپ نے دونوں جہاں سے کر دیا غافل مجھ  
روح کی بیداریوں نے کر دیا غافل مجھ

ہے نویدِ زندگانی غلِ صحت کی خبر  
مشرقی نے گیت گاتے رقصِ زہرہ نے کیا  
منوشاں ہیں دوستوں کی بزم میں گھٹی چراغ  
ہو سکی مجھ سے نہ کچھ تیسار داری آپ کی  
کچھ میری خطائیں حسبہ للہ عفو  
مجھ سے ہر دھبہ کا دامن چھٹا جاتا ہے اب  
اپنی بے حد لغزشوں سے ہوں نہایت تیسار  
کچھ اب جلد میری دستگیری کیجئے  
ورنہ بیشک آپ سن لیں گے کہ زطر رنج سے  
میرے جذباتِ نہاں الفاظ میں آتے نہیں  
اے مرے محسن مرے مخلص عنایت کیجئے  
آپ کے قدموں سے چھٹ کر آپ سے ہو کر جدا  
تہنیتِ نار یہ لکھا ہے دُورِ شوق سے  
گر قبولِ انتد نہ ہے غرض شرفِ بندہ نواز!  
انفع اس بگو اس سے کچھ بھی نہیں ہے آپ کو  
میں رہوں گا آپ کا حلقہ بگوشی بے درم

آپ کی مخصوص نظروں نے شہنشاہِ اکرو دیا  
آپ کے ذکرِ مبارک کا صد پہ حضرت  
کیا تجلی رہیزیاں تھیں انقیادِ خاص میں  
ناباشوں نے حسن کی، نظروں کو خیر کر دیا

زمرہ ارباب الفت میں جو شامل ہو گئیا  
بے چھری ذبح کر دینا اسی کا نام ہے  
جنگ گانٹ ہے سری تخیل رنگیں کا جہاں  
معنوی لذات کی جنت میں داخل ہو گیا  
تم نے نظر میں پھیر لیں جس سے وہ بسل ہو گیا  
جب سے وہ تنویر سپر مجھ پہ مائل ہو گیا

جانتے ہیں جنہیں ہے ذوقِ سلیم  
یہ نگاہِ حضرت تھا نوی کا اثر ہے اسعد ہے نوا  
نئی روح، اسعد نغز گو اجذبا عشق میں پہنچ کر  
ساقی دکھا کے تو نے مستی بھری نگاہیں  
جنب ہیں تری ادائیں نظرت کی جلوہ گاہیں  
میں جانتا ہوں ساقی کیا ہیں تری نگاہیں  
دنیا کو ستیوں کا عالم بنا رہی ہیں  
گم ہوا ہوں حسن کے انوار میں  
جس وہ گر ہیں حسن کی نیرنگیاں  
روح چمکی دل مجھلی ہو گئی  
دیکھتے نظرت کا حسن اثر طام  
کچھ بتاتے ہی نہیں ہم کو یہ آنے والے  
جان پڑ جاتے نئی مردہ دلوں میں اسعد  
ہم نے ان اوراق میں بطور نمونہ دترک ایک "کتوب منظم" ایک "غزل" ایک  
"تہنیت نامہ" اور چند متفرق اشعار لکھ دیتے ہیں۔ جن سے اس بات کا بخوبی اندازہ  
لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت والا کو اپنے استاد و مرشد حضرت حکیم الامت  
مولانا تھانوی علیہ الرحمہ سے کس قدر عشق تھا۔ آپ کی منظومات و غزلیات میں  
عموماً اشارۃ و کنایۃ حضرت تھانوی کا ضرور ذکر ہوتا ہے۔ "مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذَكَرَهُ"  
کے اصول سے آپ اپنے شیخ و مرشد کو نظم و نثر میں عجیب و الہانہ انداز میں ذکر فرما

اکابر سے بے پناہ تعلق، اساتذہ کرام سے والہانہ محبت اور اپنے مربی و مرشد سے

انتہائی عشق نے آپ کو عیلم و عرفان کی بلندیوں پر پہنچایا اور نمونہ سلف بنایا  
رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ حضرت والا فرماتے ہیں ۷

عشق کی دشواریوں نے کر دیا کامل مجھے اب کوئی مشکل نظر آتی نہیں مشکل ہے  
شوق کی وسعت مجھ منزل سے آگے لے گئی میری ہمت نے کیا گم کردہ منزل  
اپنے مرشد و مربی حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر فرماتے تو بسا اوقات یہ شعر  
پڑھتے تھے۔ ۷

ہمیں است گد دل بردہ د خون کردہ بسہ را بسم اللہ اگر کتاب نظر بہست کسے  
اور بعض مرتبہ عربی کا یہ شعر پڑھتے تھے۔ ۷

اَنْتَ فَحَيِّتْ نَحْنُ تَامِتْ فَوَدَّعَتْ فَلَمَّا قَوْلَتْ كَلَفَتْ النَّفْسُ تَنْهَهُ  
فرمایا کرتے تھے کہ فار تعقیب مع الوصل کیلئے اور تم تاخیر و فصل کیلئے ہے تو اس شعر  
مطلب یہ ہوا کہ معشوقہ انتہائی مہذب ہے کہ آئی تو فوراً سلام کیا اسکے بعد دیر تک  
رازہ دنیا کی باتیں کرتی رہی جبکہ منظر عام پر لانا مناسب نہیں۔ پھر وہ چلی گئی اور  
یہ ٹھہرنا گویا نہ ٹھہرنے کے برابر تھا اسی لئے فار کا استعمال ہوا کہ اس نے فوراً ہی رخسہ  
کر دیا اور جب اس نے جانے کیلئے منہ پھیرا تو جان نکلی جا رہی تھی فرمایا کہ انہی  
جدائی کی تلخیوں کے مضمون کو تقریباً اردو کے اس شعر میں بیان کیا گیا۔ ۷  
وہ گلے مل کہ جو چلے تو یہ سلام ہوا جیسے کہ پہنچے لئے جاتا ہے کیلجی کو  
کبھی کبھی عجیب و غریب دوستی سے اپنے مرشد گرامی کی اداوں کا ذکر فرماتے ہوئے  
شعر پڑھتے تھے۔ ۷

بھر دیں عجب ادا ہیں اس شوخ سیم تن میں اک شیرازہ سادگی میں اک سیدہ بانیکر  
اور انکی شریعت و طریقت اور عشق و ادب کی جامعیت کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد  
فرماتے ۷

در کفہ جام شریعت در کفہ سناپ عشق ہر دستان کے نازد جام و سندان باغ  
ایک ہاتھ میں شریعت کا نازک جام اور ایک ہاتھ میں عشق کا ہتھوڑا ہو کسی نفس پرست کے بس کی  
دونوں سے کھینچ لے

# درس و تدریس

۱۳۳۷ھ

جامعہ مظاہر علوم سے فراغت اور حملہ علوم و فنون کے حصول میں بہارت کے بعد شوال میں آپ مادر علمی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں موعین مدرس مقرر ہوئے۔ یہ تقرر حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایما و تجویز سے ہوا۔ سند تدریس پر بیٹھے ہی آپ کی فطری صلاحیتیں نمایاں اور اجاگر ہوئیں۔ طلباء و معلمین و مراح ہوئے اور اکابر جامعہ کے دلوں میں باقاعدہ مدرس و استاذ کی حیثیت اسے آپ کا تقرر کر لینے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ ایک سال بعد ہی شوال ۱۳۳۸ھ میں مبلغ پندرہ روپے مشاہرہ پر آپ کا مستقل استاذ ہونے کی حیثیت سے تقرر کر لیا گیا۔

قدر گوہر شاہ بداند | مدرسین کے تقرر کے سلسلہ میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معیار بہت بلند تھا۔ آپ تدریس کیلئے جیسا کہ تعداد فاضل اور بامعنی دھارم عالم کان کا انتخاب فرمایا کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں آپ کا تعلق بہت مشہور تھا۔ اُدھر حضرت والا کی ظاہری وضع اور لبو سی قطع مظاہر علوم کے اکابر و مشائخ اور اساتذہ و مدرسین سے بالکل جابجا تھی۔ دیکھنے والا آپ کو اولیں نظر میں یہ سمجھتا تھا کہ کوئی ماڈرن ٹائپ شخص ہیں اسکے باوجود حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نے حضرت والا کا انتخاب کیا اور ان کو علامہ فی ثور پر مبین مدرس اور ایک سال کے بعد ہی مستقل مدرس و استاذ مقرر فرمایا۔ لوگوں کو اس سے حیرت تھی کہ حضرت اقدس نے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے بارے میں اپنے سیار کو کیوں نظر انداز فرمایا۔ اور ظاہری ناموافق وضع کے باوجود انکو جامعہ مظاہر علوم کا مدرس مقرر فرمایا۔

لیکن مستقبل نے ثابت کر دیا کہ حضرت سہارنپوریؒ کی دور رس نظر اور دور بین نگاہ نے ایک در شاہوار کا انتخاب کیا ہے۔ وہ شخص جس کا لباس جدت کا رنگ نہ ہوئے تھا اس میں علوم و عرفان کی وہ حقیقی پوشیدہ تھیں جو نایاب نہیں تو کمیاب ضرور تھیں۔ یہی ایک جدید طرز کا انان مستقبل میں علماء و عرفاء اور نقباء کا بننا، حق و باطل کی جنگوں میں ایک زبردست مردِ شجاع، ایک بہادر شہسوار اور یکتا فاتح ثابت ہوا جس نے مرزائیت کے ٹکڑے کر دیئے، بریلویت کے دائرہ کھٹھے کر دیئے، مشرقیت کو دفنا دیا، عیسائیت کا تیشی علم سزنگوں کو ارتداد کے طوفانوں کے منہ پھیر دیئے، جس نے سندھ و ریس کو زینت بخشی، خانقاہ کو رونق بخشی جو تصوف و سلوک کا امامِ ذیشان اور بزمِ اشرف کے چراغِ تائیاں ثابت ہوا۔ سچ ہے سچ قدر گوہر شاہ بزد یا بزد گوہری ۷ جہاں پہنچی ہیں پردے چاک کر کے عشق کی نظریں، کہاں تو نے وہ منظر نے نگاہِ عام دیکھا۔

۷ ہر دانِ علوم و ہوی کے رہبر اور کاروانِ فنونِ ادبی کے رہبر

## علمی سفر

ہوا اپنے اولاً درجہ ابتدائی و درجہ وسطیٰ کی کتب کا نہایت کامیاب درس اپنی مستوری دہارت کا سکہ اکابر و اصاغر کے قلوب پر بٹھاتے ہوئے بہت جلد آگے بڑھ گئے اور درجہ علیا کی کتب کا درس مسلسل دیتے رہے، جلالین شریف، بیضاوی شریف، تفسیر مدارک، ہدایہ جلد ثالث، ہدایہ جلد رابع، شرح عقاب خیالی، امور عامہ، خلاصۃ الحساب، دیوانِ متنبی، دیوانِ حماسہ، توضیح تلویح صدر، شمس بازغہ، اقلیدس، حمدائد، رسم المفتی ملا جلال، میرزاہد، شرح چغی عروض المفتاح وغیرہ درس نظامی کے ہر شعبہ معقول و منقول کی جملہ کتب بار بار فلسفہ و منطق، ہئیت و حساب کی وہ کتابیں جو اب درس نظامی سے خارج کر دی گئی ہیں، اکابر کے اٹھ جانے کے بعد گہرائی و گہرائی کے ساتھ انکو پڑھانے والی جان و عظیم شخصیت آپ ہی کی ذات گرامی تھی، ہو یا ایسا ہوتا ہے کہ بعض حضرات معقولات سے زائد دل چسپی ہوتی ہے اور منقولات سے کم اور بعض حضرات کی طبائع اس کے برخلاف منقولات سے زائد مناسب رہتی ہیں۔ اور معقولات

فیض اتنی نہیں چلتیں مگر حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والاؒ کو دونوں قسم کے علوم میں اتنی نہایت تامل و حذاقت کا مادہ عطا فرمایا تھا کہ بڑے سے بڑوں کو اس کا اندازہ دشوار تھا کہ آپ کی طبیعت پر کونسی قسم کے علوم کا غلبہ ہے۔ یہ معقولات میں اگر بحر عالم کامل تھے تو منقولات میں بھی لائق و فائق علامہ حاذق یہ معقولات میں اگر اپنی نظر آپ تھے تو منقولات میں بھی بے نظیر تھے۔

فسیر و حدیث، فقہ و ادب اور تمام علوم نبویہ پر آپ کی اتنی ہی وسیع و عمیق نظر تھی جتنی ان علوم کے کسی ماہر کامل کی ہو سکتی ہے۔ حالانکہ علوم نقلیہ و علوم عقلیہ ان بظاہر کافی بوند ہے۔ لیکن حق تعالیٰ نے حضرت والاؒ کو دونوں قسم کے علوم میں حظ وافر عطا فرمایا تھا۔

لَیْسَ عَلَی اللّٰهِ بِمُسْتَنکَرٍ اَنْ یَّجْمَعَ الْعَالَمُ فِیْ وَاحِدٍ  
 (ایک جہاں کو ایک ذات پر جمع کر دینا اللہ پر کوئی مشکل نہیں)  
 سب کے باوجود کہ علوم عقلیہ، فلسفہ و منطق وغیرہ پر کامل دسترس رکھتے تھے مگر ان کی کوئی خاص عظمت و وقعت آپ کے قلب مبارک میں نہ تھی۔ بلکہ جن بحثوں کا تو منطق اور فلسفہ کے اصول کی دھجیاں بکھیر دیتے۔ اور فرماتے کہ علوم تو صرف علوم نبویہ ہی ہیں۔ عقلی علوم اُنکل کے تیر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شادات ہی علوم ہیں۔ اور فرمایا کرتے تھے۔

گفتہ اد گفتہ اللہ بود گر چہ از حلقوم عبد اللہ بود  
 (آپ کا ارشاد اللہ کا ارشاد ہوتا ہے جو بندہ کے منہ سے نکلتا ہوا علوم ہوتا ہے)

در بحیرت فرماتے تھے۔  
 اِذَا قَالَ الرَّسُوْلُ فَصَدَّقُوْهُ فَاِنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَ الرَّسُوْلُ  
 جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو تم اس کو سچا جانو۔ کیوں کہ بات وہی جو رسول اللہؐ ارشاد فرمائیں۔

یہاں یہ بتا دینا بھی مناسب ہے کہ اردو، فارسی، عربی ادب میں بھی آپ یدِ طولیٰ کہتے اور صرف دُخو، معانی و بیان اور حساب میں بھی سبکدہ نہایت رکھتے تھے۔ آپ کو انگریزی زبان پر بھی پورا عبور حاصل تھا۔

اردو، فارسی یا عربی کے کسی لفظ میں اختلاف ہو جاتا یا کسی لغت میں کوئی تردد و اشکال پیش آتا تو علماء کے نزدیک قول فیصل حضرت والا ہی کا قول ہوتا تھا۔ ایسے موقع پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرما دیا کرتے کہ اس لفظ کو حضرت ناظم (مولانا اسعد اللہ) صاحب کیسے بولتے ہیں؟ اگر کوئی کہتا کہ ایسے بولتے ہیں تو فرماتے کہ بس یہی صحیح ہے کیونکہ وہ کوئی لفظ غلط نہیں بولتے۔

مری نظر میں ہے جب کسی کا گلشن حسن... کسی چمن، کسی منظر میں دل کشی نہ رہی سات سال تک آپ نے مختلف علوم و فنون کی کتابیں نہایت

### درس حدیث

ادلو العزیمی و بہت اور محنت سے پڑھائیں ۱۳۲۱ھ میں جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب حجاز مقدس تشریف لے گئے اور وہاں ہجرت کی نیت کر لی تو حضرت اقدسؒ کی تجویز کے مطابق حدیث کے اسباق سے العلماء حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کابل پوری صدر مدرس، شیخ الاسلام حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب ناظم اعلیٰ اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا الشاہ خیر اسعد اللہ صاحب کے پاس ملے ہو گئے۔ دو سال بعد ۱۳۲۶ھ میں حجاز سے واپسی پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب بھی اساتذہ حدیث کے زمرہ میں شامل ہو گئے پھر تو ۱۳۸۹ھ تک حدیث کی کتابیں آپ کے زیر درس رہیں اس پینتالیس سالہ طویل عرصہ میں آپ نے طالبان حدیث کو خوب سیر و سیراب کیا۔ آپ نے مشکوٰۃ شریف، ترمذی، مسند، یف، تین بار، ابوداؤد، یف، گیارہ بار، نسائی، شریف، مؤلفہ بار، طحاوی، شریف، انیس بار، پڑھائیں ان کے علاوہ دیگر کتب حدیث بھی بار بار پڑھائیں نیز دوسرے علوم و فنون کی تعلیم بھی نظامت، علیا، جلیل، القدر، عمدہ، ملنے تک دیتے رہے۔ بارہ نظامت کے ساتھ اکثر حدیث کے دو اسباق آپ کے پاس رہتے تھے۔ اس پینتالیس سالہ عرصہ میں دو ہزار سے زائد طلباء نے آپ سے علم حدیث حاصل کیا جن میں ایک بڑی تعداد ایسے فضلاء کی ہے جو دنیا میں آسمان علم و عرفان کے ستارے بن کر چمکے۔ دور حاضر کے اکثر مشائخ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔



سلسل عوارض و امراض اور ضعف و نقاہت کی وجہ سے ۱۳۸۹ھ میں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ بند فرمادیا تھا۔ اس طرح آپ کی حیات ہی میں تشنگانِ علوم و طالبانِ علم حدیث کا ایک عالم آپ کے تدریسی فیوض سے محروم ہو گیا تھا۔ البتہ معذوری کے ایام میں اناضلہ روحانی و افادۃ باطنی تین تر ہو گیا تھا۔

**درس بعد الفجر و بعد العصر** مدرسہ کی بجانب سے سپرد کیے ہوئے اسباق کے علاوہ آپ اپنے زمانہ قوت و صحت میں بعض

سباق خارجی اوقات میں صرف طلبہ کو فائدہ پہنچانے کی خاطر پڑھاتے تھے ان کے اوقات اکثر بعد الفجر اور بعد العصر ہوتے تھے۔ فجر کے بعد ہمارے دور طالب علموں میں غرض المفتاح اور اقلیدس کا سبق پڑھاتے تھے اس وقت آپ معمول تھا کہ تہجد کے بعد ذکر و تلاوت اور مطالعہ سے نماز فجر سے پہلے فارغ ہو جاتے اور دارالطلبہ کے تمام کمروں میں تیزی سے ایک چکر لگا دیتے تاکہ کوئی طالب علم نماز یا اجازت سے نہ رہ جائے نماز فجر سے فارغ ہو کر ایک چکر پھر تمام کمروں میں لگاتے اور اپنے منہ میں شریف لاکر تھوڑی دیر ورزش کرتے دونوں ہاتھوں میں نوکریاں لے کر ان کو خاص انداز میں گھماتے اور اقلیدس کا سبق پڑھانے بیٹھ جاتے یہ سبق تقریباً بیس منٹ ہوتا تھا اور عصر کے بعد اس زمانے میں ریاض الصالحین کا سبق ہوتا تھا جو مولانا سید وقار علی صاحب دھام پوری حال استاذ جامعہ نظامیہ علوم پڑھتے اور دوسرے طلباء بھی اس میں شرکت کرتے یہ سبق پانچ سات منٹ ہوتا۔ عبارت سنکر آپ بہت مختصر شریح اور خاص خاص فوائد بتلاتے اور یہ سبق مختصر دعا پر ختم ہو جاتا تھا پھر آپ مکان اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں شریف لے جاتے اور نماز مغرب وائس شریف لاکر مسجد کلثومیہ دارالطلبہ قدیم میں ادا فرماتے تھے اس تمام وقت میں ذکر فرماتے اور بیس ہاتھ میں رہتی تھی۔

حضرت والا کی عادت تھی کہ طلبہ کی تربیت پر ہر وقت خاص زکاہ **الطیفہ** رکھتے تھے اور اصلاح و تربیت کا انداز بڑا ہی عجیب اور نرالا تھا موسم گرما میں خصوصاً چونکہ صبح کو نیند کا غلبہ رہتا ہے۔ اسلئے عروض المفتاح اور

ایلیس کے سبق میں بعض طلبہ پان کھا کر جاتے تھے۔ ایک رفیقِ درس مولوی جیل احمد الوری تھے جو بے ریش تھے اچھے ذہین طالب علم تھے حضرت انکو جیل الوری کہتے تھے۔ وہ ایک دن بند سے بچنے کیلئے پان کا بیڑا منہ میں دبا کر سبق میں چلے گئے حضرت والا کی نظر ان پر پڑ گئی اور ان کی یہ حرکت ناگوار ہوئی تو آپ نے ان کو بڑے عجیب شفقانہ انداز میں اس طرح نصیحت اور ان کے اس فعل پر نیکر فرمائی کہ جیل الوری سے کوئی کہہ دے کہ کھانا پان کا اچھا نہیں ہے۔ اسکے بعد وہ کبھی پان کھا کر سبق میں نہیں گئے۔

درسی خصوصیات و عادات

(۱) تمام علوم و فنون مستحضر ہونے کے باوجود آپ جو سبق بھی پڑھاتے پہلے اس کا مطالعہ ضرور فرماتے خواہ چند ہی منٹ مطالعہ فرماتیں بغیر مطالعہ آپ کوئی سبق نہ پڑھاتے تھے اور طلبہ کو بھی اسکی تاکید فرماتے کہ بلا مطالعہ سبق ہرگز نہ پڑھیں۔ مطالعہ میں درسی مباحث کے اقوال و دلائل اور حوالہ جات پر نظر ضرور ڈالتے خواہ آپ کو وہ سب چیزیں یاد ہوتیں۔

(۲) سبق کا گھنٹہ شروع ہوتے ہی بلا تاخیر آپ درس گاہ میں پہنچ جاتے۔ اور طلبہ کی حاضری لے کر فوراً سبق شروع کر دیتے اور گھنٹہ ختم ہوتے ہی سبق ختم ہوتا اگر کوئی بحث ناتمام رہ جاتی تو اگلے دن اسکو ابتداء سے انتہاء تک مکمل فرماتے۔

(۳) عبارت کی صحت و درستگی پر بہت زور دیتے۔ نحو کی قواعد کے اعتبار سے بھی اور تلفظ و ادائیگی کے اعتبار سے بھی ان کے یہاں عبارت کا صحیح ہونا انتہائی ضروری خصوصاً حدیث کی عبارت میں قواعد نحو و صحت تلفظ کے ساتھ قواعد تجوید کی رعایت بھی ضروری تھی۔ ہمزہ و صلی کو درج کلام میں گرانا اور نون قطنی تک کا پڑھنا ضروری تھا اسکے علاوہ صحابہ کرام کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہم صاف صاف کہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف پر درود پاک صحیح صحیح اس طرح پڑھنا ضروری تھا کہ سننے والے کو محسوس ہو کہ پڑھنے والا درود پاک سے لطف اندوز ہو رہا ہے آپ تنبیہ فرماتے کہ رسول اللہ، نبی اللہ اور آپ کے اسم گرامی کو بہت ہی صحت و ادب اور عظمت کے ساتھ اس طرح ادا کریں کہ اسکی لذت و جلالت محسوس ہونے لگے

اسی طرح درود پاک بہت ہی مزے لے لے کر پڑھا کریں۔ بار بار تنبیہ کے باوجود بھی طلبہ عبارت میں غلطیاں اور اصول کی خلاف ورزیاں کرتے تو آپ ناراض ہو جاتے بعض مرتبہ آپ اتنے متاثر ہوتے کہ سبق بند کر دیتے۔ پھر جب کوئی ایک طالب علم عرض کر دیتا کہ حضرت معاف فرما دیجئے، تو فوراً خوش ہو جاتے معلوم ہوتا کہ ناراض ہی نہ تھے اور پوری شفقت کے جذبہ کے ساتھ سبق شروع فرما دیتے ایک مرتبہ ایک طالب علم کو بار بار تنبیہ فرمائی مگر وہ غلطی پر ضد کرتا رہا دوسرے سے عبارت پڑھوائی اس نے بھی غلط پڑھی آپ خفا ہو کر کمرہ میں چلے آئے میں فوراً پیچھے پیچھے آیا اور عرض کیا۔ حضرت ہمیں معاف فرما دیجئے، آپ اس لفظ کو سننے ہی راضی ہو گئے اور درس گاہ میں واپس تشریف لے آئے۔ اسی اہتمام کی وجہ سے آپ کے سامنے عبارت پڑھنے کی طلبہ ہمت نہ کرتے تھے بلکہ بعض فضلاء اساتذہ جو سبق میں اجازت لے کر شامل ہو جاتے۔ عبارت پڑھنے کی انکو بھی ہمت نہ ہوتی۔ بندہ انکو یہ بات پہلے سے معلوم تھی درجہ حدیث کے سبق میں اس ارادہ سے کہ حضرت اگر ماریں گے بھی تب بھی عبارت ضرور پڑھا کر ذنگا ادل ہی دن سے عبارت پڑھنی شروع کی اور آخری دن تک پڑھتا رہا طحاوی شریف کی اکثر عبارت، ابو داؤد شریف کی اکثر عبارت اور مؤطا امام محمد شریف کی پوری عبارت الحمد للہ بندہ ہی نے پڑھی تھی درمیان میں بہت سے طلبہ نے شروع کی اور نہ نباہ سکے۔ میرے ساتھی مولوی عبدالکریم صاحب آسامی نے البتہ کافی دنوں تک عبارت پڑھی تھی۔ حضرت شیخ کے درس بخاری شریف میں بھی ساتھ ہی آسمان تک میں عبارت پڑھتا رہا لیکن عبارت اسی انداز میں پڑھتا تھا جو حضرت والا کے درس میں سیکھا تھا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے سہ ماہی کے بعد فرمایا اؤ قاری صاحب ہمارے یہاں تو عبارت رواں دواں ہوتی ہے تیرے بس کی نہیں۔ چنانچہ بخاری شریف کی عبارت اور دوسرے تیز رو ساتھی پڑھتے رہے اور ہم ختم بخاری تک سامع بنے رہے۔

(۴) حضرت والا لغوی تحقیق اور اسماء الرجال کے صحیح ضبط کا بھی اہتمام فرماتے تھے لغوی کلیات اور مواد کلمات کی کلیات مفتہ بیضاوی و صاحب کشف کے طرز پر

عموماً طلبہ کو بتاتے تھے اس سلسلہ میں قرآنی آیات سے استدلال فرماتے بلکہ بعض قواعد کا قرآن مقدس کی روشنی میں استنباط فرماتے مثلاً ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ "لفظ سورہ جب مضاف ہوگا تو بضم الین ہوگا جیسا کہ قرآن پاک میں سورہ طہ ہے اور جب مضاف الیہ ہوگا تو بفتح الین ہوگا جیسے یٰٰلَہُمَّ ذٰلِکَ السُّورَہ اور شاعر کے قول، اذْکَاکَ الطَّبَاعِ طِبَاعٌ شَوَّہٌ میں ہے اور اگر نہ مضاف ہو نہ مضاف الیہ اور اس صورت میں بضم الین ہی ہوگا۔

(۵) عبارت کا ترجمہ اب سلیس و شمسند ہوتا کہ مطلب تک ذہن پہنچ جاتا ترجمہ میں ضما کے مراجع کا مکمل اظہار فرماتے۔ مطالب و معانی اور مفہیم اس مقام پر مختصر اور مختصر انداز میں بیان فرماتے کہ طلبہ الفاظ کتاب سے معانی کتاب سمجھتے اور اس میں کوئی دشواری نہ ہوتی۔ تقریر اتنی مختصر نہ ہوتی کہ تشنگی رہ جاتے اور اتنی طویل بھی نہ ہوتی کہ مطلب ضبط ہو جاتے۔ ہاں دوران درس علمی و ادبی محکموں کا خوب بیان فرماتے ردائد اور فضولیات سے آپکا بیان مبسٹا اور پاک ہوتا ہاں قواعد و حکم آپ خوب بیان فرماتے اور اس سلسلہ میں آپ کے تفردات بہت تھے۔ جو بحمد اللہ ہمارے پاس حضرت دالاک کی تقاریر میں محفوظ ہیں

(۶) ائمہ کے اخلاقات کا بیان فرما کر سب کے دلائل بیان فرماتے اور احناف کے مسلک کو دلائل نقلیہ و عقلیہ سے مبرہن فرماتے تھے آپ کے عقلی دلائل بڑے مضبوط، عجیب اور فیصلہ کن ہوتے تھے۔ پوری تقریر تائید و تردید، میں ائمہ کرام و شراح حدیث کا احترام ملحوظ رہتا۔ بیان میں کبھی تعلی کا شائبہ بھی نہ ہوتا۔

قدیم و جدید فرق باطلہ کی تردید بھی خوب فرماتے مگر ابن باطل کی بھی توہین نہ فرماتے ہر فرقہ اور ہر مذہب کے مقتداؤں کا ذکر احترام سے کرتے اور تاکید فرماتے کہ کسی کی توہین نہیں کرنی چاہیے ہاں حق کی تائید اور باطل کی تردید یقیناً ضروری ہے اسی کا نتیجہ تھا کہ غیر مسلم ادب شیعہ حضرات تک بھی آپ سے محبت و عقیدت رکھتے تھے حالانکہ آپ سائلوں کے مبداءوں میں ان سے نفرت و زہار تھے ہیں۔

(۷) اگر کوئی طالب علم سوال یا اعتراض کرتا تو اسکو بغور سنتے۔ اگر اعتراض غلط کیا جاتا تو اس کے اعتراض کی اولاً غلطی ظاہر فرماتے پھر اسکو درست کرتے کہ اس طرح کہنا چاہیے تھا

پھر اس کا معقول جواب دینے اگر اعتراض نامعقول کیا جاتا یا ایسا سوال کر لیا  
تا جس کا جواب آپ دے چکے تھے تو مسکرا کر اسکو تھوڑا سا اسطرح بناتے تھے کہ  
ب طلبہ کی طبیعت میں تازگی پیدا ہو جاتی۔ اور پھر ارشاد فرماتے کہ ہم ابھی اس کا  
اب اسطرح دے چکے ہیں۔

ا اگر کسی مسئلہ کی کما حقہ تحقیق نہ ہو سکی تو بر ملا اس کا اظہار فرما دیتے۔ اور  
تک حضرت کے اساتذہ حیات رہے تو درس چھوڑ کر ان کے پاس پہنچ جاتے  
رطلبہ کی موجودگی ہی میں نہایت ادب کے ساتھ ان سے جا کر دریافت فرما لیتے  
و واپس آکر طلبہ کو بتا دیتے تھے۔ کسی لغت میں اشکال ہو جاتا تو فوراً لغت دیکھ  
طلبہ کو بتاتے۔

ا اگر کسی طالب علم نے کوئی ایسا سوال کر لیا جس کے جواب کی تحقیق نہ تھی تو آپ صاف  
تراف فرما لیتے اور لا ادری (مجھے معلوم نہیں) کہنے میں آپ کو قطعاً تردد نہ ہوتا تھا۔  
ام السطور جلالین پڑھنے کے زمانہ میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ :

ا دہا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنباء الا یہ سے عدالت صحابہ پر صرف  
اہے۔ اور سوال کی تقریر کر دی۔ حضرت والا نے فوراً فرمایا، ”بھی اس وقت اس کا  
ب میرے ذہن میں نہیں ہے۔“

ا دوران درس انتہائی سنجیدگی و متانت، غیر متعلق باتوں سے گریز و پرہیز،  
سکھ، کتاب اذیلم کا مکمل احترام، طلباء پر نظر کہ وہ سبق سے غافل تو نہیں ہیں  
ان کی نشست احترام کی خلاف ورزی نہ کرتے تو نہیں ہے یہ سب باتیں ملحوظ رہتی  
ا۔ ہاں گاہے گاہے۔ طلبہ میں چستی و تازگی پیدا کرنے کیلئے کوئی مفید لطیف یا  
ت آموز داقو یا اچھا ایک شعر یا چند اشعار سنایا کرتے تھے۔

ا پوری متانت و سنجیدگی کے ساتھ کبھی کبھی طلبہ سے مزاح فرما کر ان کو مانوس  
انے۔ ایک مرتبہ طحاوی شریف کے درس میں شہکار درس کی حاضری لے رہے  
ے۔ تو آپ نے فرمایا، ”عبدالکریم“ جلدی سے مولوی عبدالعزیز گوندی بولے، ”حاضر خباہ  
نرت نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا اور اس انداز سے کہ جماعت میں ہنسی کے  
ول کھل گئے اور نشاط کی لہر دوڑ گئی فرمایا ہے

نہ دانش برداری نہ عقل و تمیز ۔۔۔ دماغ خراب است عبد العزیز  
(۱۲) بعض خاص خاص باتوں کو بشرکی اشعار یاد کرا دیتے تھے کیونکہ عموماً نظم کا حفظ  
کرنا نثر کی بہ نسبت آسان ہوتا ہے مثلاً حضرت ابوہریرہؓ کی روایات کو یاد کر  
کیلئے ایک شعر سناتے تھے ۔

کن حدیث ابوہریرہؓ را شمار پنج الف و ۳۰۰ صد و ہفتاد و چار  
(ف) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرآۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں  
حضرت ابوہریرہؓ کی تعداد پانچ ہزار تین سو چونتیس لکھی ہے چنانچہ فرماتے ہیں ۔  
و بلغ ما رواه خمسۃ آلاف حدیث و ثلثمائۃ و اربعۃ و ستین من  
حضرت اقدس مولانا امیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پھر حضرت اقدس مولانا  
الشاہ محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر تنبیہ فرمائی کہ یہ حدیث  
ملا علی قاریؒ سے چوک ہوئی ہے یا کاتب سے سہو ہوا ہے ان کی روایات کی  
تعداد پانچ ہزار تین سو چونتیس ہے ۔ چنانچہ امام لوزکیؒ نے شرح مسلم میں  
میں لکھا ہے کہ بقی بن مخلد اندلسی نے اپنی سند میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ  
کی احادیث کی تعداد پانچ ہزار تین سو چونتیس ہے ۔ کذا قال الاساتذۃ المحققو  
رحمہم اللہ تعالیٰ ۔ جزئی اللہ عنا خیر الجزاء

اور حضرات عشرہ مبشرہ کو یاد رکھنے کیلئے یہ دو شعر یاد کرائے جتھے  
دہ یار بہشتی اند قطعاً  
ہم سعد است و سعید و عبیدہ  
جن پانچ بچوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش مبارک میں پیشاب کیا  
ان کے نام اس طرح یاد کرائے جتھے ۔

بائی بحیرہ احمدی ابن الزبیر بہت  
حضرت امام طحاویؒ کی ولادت و عمر اور وفات یاد رکھنے کیلئے فرمایا تھا کہ شہزادہ  
طحاویؒ کی توفی اندر تولد اور زمانہ عمر  
یعنی سن وفات محمد مصطفیٰؐ کے اعداد (۳۴) اور سن ولادت لفظ مصطفیٰؐ کے اعداد (۲۹)  
اور عمر شریف لفظ محمدؐ کے اعداد (۹۲) ہیں ۔

داد شریف کی احادیث کی تعداد ایک شعر میں اس طرح ضبط فرمائی ہے  
کل احادیث ابو داؤد دواں ۱۰۰ چار الف و ہشت صد اہرباں  
اس کا ترجمہ اردو شعر میں فرمایا قلم

کل حدیثیں ہیں ابو داؤد کی ۱۰۰ چار ہزار اور آٹھ سو اے متقی  
خندوں میں بشیر نامی کئی روادہ ہیں کہیں بشیر بردوں نذیر بکتر ہے اور بردوں  
بصفر اس کو یاد رکھنے کیلئے بطور کلیہ ارشاد فرمایا ہے

بشیر است ہر جا بکتر مگر ————— بشیر بن کعب دبشیر نثار  
لم برداشتہ جو چند مثالیں ذہن میں آگئیں وہ لکھ دی گئیں۔ یہ مذکورہ بالا خصوصیات  
مادات وہ ہیں کہ بیک وقت ایک معلم و مدرس میں جمع ہونی دشوار ہیں۔

**مذہب نفع رسانی** | حق تعالیٰ شانہ نے آپ کی طبیعت میں نفع رسانی  
کا زبردست جذبہ رکھا تھا وہ دوسروں کو بھی

نصیحت و وصیت فرماتے تھے اور حدیث خیر الناس من ینفع الناس ہمیشہ  
زندہ باں رہتی تھی۔ آپ بھی ہر شخص کو نفع پہنچانے کی ہمیشہ کوشش فرماتے  
تھے۔ خصوصاً طلباء کرام کیلئے تو انہوں نے اپنی زندگی ہی وقف فرمادی تھی۔ وہ طلبہ کو  
بہترین اولاد اور سرمایہ حیات سمجھتے جس کو خطاب فرماتے تو ”بیٹا“ فرما کر  
باب فرماتے ایک مرتبہ بندہ سہارنپور زیارت و ملاقات کیلئے حاضر خدمت ہوا  
آپ یہ تذکرہ فرما رہے تھے کہ میری علمی اولاد کی اتنی نسلیں چل گئیں۔ بعد سے  
پھاڑ بیٹا، آپ کی علمی نسلیں کتنی ہو گئی ہوں گی میں سوچ کر عرض کیا کہ ”حضرت  
زہ ہے پانچ نسلیں ہو گئیں“ حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ حق تعالیٰ  
میری زندگی ہی میں میری علمی نسلیں دو رنگ چلا دیں۔ اور کئی پشتوں تک علمی  
سلسلہ پہنچ گیا۔

اب جذبہ افادہ و انافہ علی کیلئے بنیادی چیز ہے۔ جن اساتذہ میں یہ جذبہ قوی  
ہے ان کے علمی فیوض سے طلبہ و تلامذہ بہرہ ور اور مالا مال ہوتے ہیں۔

**طلبہ کا استفادہ** | طلبہ اگر اوقات درس کے علاوہ آپ سے کچھ سمجھنے  
کیلئے حاضر خدمت ہوتے تو آپ ان طلبہ کی بہت

زیادہ قدر فرماتے اور نہایت خندہ پیشانی سے ان کے سوالات کے جوابات دیتے۔ درپیش سائل مشکلہ کو پوری توجہ سے حل فرماتے اور جب تک سائل مطمئن نہ ہو آپ کو چین نہ آتا۔ بعض وہ طلبہ جن کے اسباق آپ سے متعلق نہ ہوتے تھے۔ کسی فن کی کوئی کتاب لے کر پہنچ جاتے آپ کو ناگوار نہ ہوتا بلکہ پوری بشارت کے ساتھ انکی طرف متوجہ ہوتے اور جب تک ان کو مطمئن نہ فرما دیتے سمجھاتے رہتے۔

شرح جامی بحث اسم امام النحو حضرت علامہ مولانا صدیق احمد صاحب کشمیر پڑھایا کرتے۔ اتفاق سے جس سال ہماری باری آئی شرح جامی وہاں سے برا کر دوسری جگہ چلی گئی۔ بعض مقامات پر دل مطمئن نہ ہوتا تو ہم لوگ سوال کا سوال باسولی وغیرہ شروحات سے حل کرتے تھے۔ شروحات دیکھنے کے بعد بھی اطمینان حاصل نہ ہوتا تو ہم لوگ کتاب لے کر حضرت والا کی خدمت حاضر ہوئے اور حضرت والا بغیر کتاب دیکھے حل طلب مسئلہ پر شرح و بسط کے ساتھ اس طرح بیان فرماتے کہ قلب کو اطمینان ہو جاتا تھا۔ ایک دن راقم السطور کمرہ میں بچہ پہنچ گیا اور شرح جامی کی مشہور بحث "مصول و حاصل" کو سمجھانے کی ذمہ داری کی آپ کھڑے تھے فوراً بیٹھ گئے اور نہایت خندہ پیشانی سے بحث کا مفہوم مختصر الفاظ میں سمجھا کر چند مثالوں سے اسکی خوب وضاحت فرمادی۔ اس طرح چند منٹ میں یہ بحث ذہن نشیں ہو گئی اور چونتیس سال گزرنے کے بعد بھی ذہن اس بطور تازہ ہے۔ الحمد للہ۔

جو طلبہ حضرت سے تعلق و تقرب رکھتے اور حاضر خدمت ہوتے رہتے تھے وہ آپ سے بہت زیادہ مستفید و مستفیض ہوتے رہتے تھے۔ حضرت والا خود بھی ان کی علمی نشوونما، گفتار و کردار وغیرہ پر کڑی نظر رکھتے تھے اور وقتاً فوقتاً ان کا محاسبہ کرتے رہتے تھے۔ بعض مرتبہ ایسے طلبہ کو خود ہی کوئی کتاب پڑھا دیتے۔

چنانچہ مولانا عبد القیوم صاحب شاکر الاسعدی لکھتے ہیں کہ زمانہ طالب علمی میں یہ ناکارہ محنت نہیں کرتا تھا کہ بفضلہ تعالیٰ ذہن اوسط درجہ کا تھا اسلئے حضرت والا کو بجا طور پر میری بد استعادی کا ظن غالب تھا اتفاقاً سے دیوان متنبی یا عروض المفتاح کا ہمارا امتحان حضرت والا کے پاس تھا اتفاقاً



جب اچھا ہو گیا حضرت والاؒ کو اس سے حیرت بھی ہوئی <sup>تسبیح</sup> ملا کر مبارک باد دی اور فرمایا تمہارے اندر صلاحیت موجود ہے اگر تم محنت سے پڑھو تو کچھ کام کر سکتے ہو۔  
 اس چہار دیواری سے نکلو گے اور درس و تدریس کا مشغلہ ہو گا تو دیوار سے سر ٹکڑا دینے کو جی چاہے گا۔ پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ تم سے میرا ایک کام ہے وہ میرا اپنا ذاتی کام ہے کیا تم اسکو انجام دے سکتے ہو؟ میں نے عرض کیا انشاء اللہ۔  
 انجام دوں گا فرمایا جانے دو تم اسکو انجام نہ دے سکو گے تم سے کہنا فضول ہے۔  
 کرو گے نہیں تو کیا فائدہ کہنے سے؟

یہ طرح چند منٹ تک اصرار پر انکار فرماتے رہے اس کے بعد فرمایا کہ میرا کام سمجھ  
 مجھ سے کوئی کتاب دسٹل منٹ پڑھ لیا کر دو۔

ایک بات ہی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت علیہ الرحمۃ طلباء کی کتنی محبت و شفقت  
 حاملہ فرماتے اور اہل تعلق طلبہ کا کتنے خیال فرماتے تھے اور کس دل سوزی اور  
 اسے افادہ فرماتے افسوس اب اساتذہ میں یہ جذبات مفقود ہو گئے۔  
 انجان سے ایک خاص نسبت دلکو ہوتی ہے۔ مگر یہ حسن بھی تو بے نیاز دل نہیں ہونا  
 عاجزادگان کے ساتھ برتاؤ اگر سبق میں شریک کوئی طالب علم حضرت والاؒ  
 کے استاد زادہ یا کوئی بزرگ زادہ ہوتے

اب ایک طرف تو انکی طالب علمی کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی تعلیم و تربیت  
 میں دھیان رکھتے پھر اسکے ساتھ ہی انکی معاذرت کی گئی کے احترام کو بھی ملحوظ رکھتے  
 تھے۔ ان کی ضروریات کا بھی بہت خیال فرماتے اور ان سے خدمت لینا بھی گوارا نہ  
 تے تھے۔ چنانچہ مولانا عبد العلی صاحب لکھتے ہیں کہ!

دارالعلوم پڑھنے کے زمانہ میں حضرت کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتا  
 ایک مرتبہ تاخیر ہو گئی کئی ہفتہ حاضری نہ ہو سکی تو حضرت نے ایک شعر لکھ بھیجا  
 میں تم یاد آتے ہو تمہیں ہم یاد کرتے ہیں۔ تمہاری یاد سے بیٹا دل اپنا شاد کرتے ہیں  
 برا ہی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا امتحان کے قرب کی وجہ سے ملاقات کر کے واپسی  
 اجازت چاہی تو حضرت نے آمد و رفت کا کرایہ بھی عنایت فرمایا۔ ہر حاضری پر چاہتا  
 پیر دباؤں مگر درخواست منظور نہ ہوتی۔ آخری ملاقات میں بھی درخواست منظور نہ

ہوئی تو آنکھوں میں آنسو آگئے فرمایا لیجئے آپ اپنی خوشی پوری کر لیجئے اور پیر  
پھبلا دیئے۔ چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ سنبھل کر بیٹھ گئے اور یہ فرماتے ہوئے  
پیر سمیٹ لئے کہ آپ کی خوشی پوری ہو گئی اب مجھے زائد شرمندہ نہ سمجھئے  
آپ مخدوم زادہ ہیں۔

**طلبہ کرام سے تعلق اور محبت** <sup>نرالی ہے جہاں سے سرگزشت زندگی اپنی</sup>  
کہانی سے کسی کی میرا فسانہ نہیں ملتا

افادۂ استفادہ کیلئے استاذ و شاگرد کے درمیان تلبی ربط، بے لوث تعلق  
اور خالصانہ محبت ناگزیر ہے۔ اس زمانہ میں یہی چیز مفقود ہو چکی ہے۔ اور عموماً اس کا  
مقام نفسانیت دُخود غرضی نے لے لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افادۂ استفادہ کا دروازہ  
تقریباً بند ہو گیا ہے۔ نہ اب اساتذہ طلبہ کو اپنی روحانی اولاد سمجھتے ہیں نہ ہی  
طلبہ تلامذہ اساتذہ کو بہترین باپ نیال کرتے ہیں۔ **۱۔ اَلَا مَاشَاءَ اللّٰہ**۔  
اللہ کی راہ اب بھی ہے کھلی آثارِ نشانِ قیام ہیں ہر اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ پر چلنا چھوڑ  
اب سوز و گداز اس محفل میں کچھ بھی نہ رہا اندھیر ہوا۔ شمعوں نے پگھلنا چھوڑ دیا، پروانوں نے چلنا چھوڑ  
جب سر میں ہوائے طاعت تھی سر سبز شجر ابد کا تھا  
جب صرصر عصیاں چلنے لگی اس پیڑ نے پھلنا چھوڑ دیا

الحمد للہ علی احسانہ ہم نے ایسے اساتذہ کرام پائے ہیں کہ وہ طلبہ عزیز سے اللہ فی اللہ  
محبت رکھتے، انکی تعلیم و تربیت کیلئے خالصانہ انتھک محنت کرتے اور ہر حال میں ان کی  
شفقت و عنایت کرتے تھے۔ **۲۔ فَاِذَا هَمَّ اللّٰہُ وَرَحِمَہُمْ**  
لیکن صاحب تذکرہ حضرت اندس علیہ الرحمہ کی اس معاملہ میں عجیب اور نرالی شان  
حضرت والا جیسا شفیق و مہربان استاذ، شفقت و محبت کرنے والا مری ہم نے نہیں دیکھی  
یہ نظر میں کوئی سماتا نہیں زمانے میں گزریہ کس کا ہے میرے خیال نما نے میں  
جب بیسی سال ختم ہوتا، طلبہ اپنے گھروں کو جانے کی خوشیاں مناتے اور تیاریاں کر لیتے  
لگتے اور حضرت والا انکر مند اور اس نظر آتے تھے۔ امتحان سالانہ کے بعد تعطیل کلام  
ہوتا۔ طلبہ رہنماں کی چھٹیوں میں اپنے وطن بہانے اور رخصتی مصافحہ کیلئے حضرت  
کچھ مدت میں ماضر ہوتے تو حضرت پر رقت طاری ہو جاتی۔ بسا اوقات زار و قطار  
روئے لیتے تھے

نصرت ہونے والے طلبہ بھی اپنے شفیق و مہربان استاذ سے روتے ہوئے نصرت ہوتے وہ منظر بڑا عجیب و قابل دید ہوتا تھا۔

**عمریت کا آخری سبق** حضرت والا نے طحاوی شریف کے بعد مولانا امام محمد شریف پڑھائی طحاوی شریف کی اکثر

ساری اور مولانا امام محمد ازاں تا آخر پوری کتاب کی عبارت بفضلہ تعالیٰ راقم السطور کو لڑھنے کی توفیق ہوئی۔ مولانا امام محمد کا آخری سبق تھا اس پورے سبق میں حضرت والا کی آنکھوں سے آنسو جاری رہے یہ سبق صبح کی نشست کے آخری (چوتھے) حصہ میں ہوتا تھا۔ حضرت کے دانتوں میں پائٹریا کا اثر تھا اس لئے سبق کے پسند و نواز نہ دانت صاف کرنے کا معمول تھا اور یہ خدمت بندہ کے سپرد تھی، اسی وقت تیز واشک آلود حالت میں کتاب ختم ہوئی اسکے بعد صوبہ بول کمرہ میں تشریف لے آئے راقم الحروف پانی بھر کر لایا تو دیکھا کہ حضرت کمرہ میں بیٹھے ہوئے خوب درہے ہیں۔ فرمایا بیٹا! یہ آپ کا آخری سبق تھا۔ آپ سے میرا دل باغ باغ ہے۔ آپ آج اس انداز سے عبارت حدیث پڑھ رہے تھے کہ معلوم یہ ہوتا تھا کہ تو یا آپ خود بنا کر اپنی عبارت پیش کر رہے ہیں اور پھر بہت دیر دعا میں دیتے رہے آپ کا یہ محاسبانہ، مشفقانہ اور مجاہدانہ بزناؤ کسی ایک کے ساتھ خاص نہ تھا۔ تو ماسبب آپ محبت فرماتے تھے اور خدام و اہل تعلق سے بہت زیادہ محبت و شفقت کا معاملہ فرماتے تھے۔

**عمریت کا عانت** حضرت والا کی طبیعت میں غلیظ خدائی کی خصوصیت تھی کہ یہ وہ نغمہ ہے جو ہر سانس پر گایا نہیں جاتا۔ طلبہ کرام کی ہمدردی و خبر خواہی حق تعالیٰ نے بہت

بھی کھنی ہر درد و صادر کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ فرماتے اور اپنی نصیحتوں سے مستفید فرماتے تھے۔ خاص طور پر طلبہ کی تعلیم و تربیت پر خاص نگاہ رکھتے ان کو بڑی دل سوزی سے زندگی کے نشیب و فراز سمجھا کر ان کو تدبیر و تقویٰ کا خوگر بنانے کی کوشش فرماتے تھے۔

بقانا فوتنا طلبہ کو عمومی نصیحتوں سے نوازتے رہتے۔ جو طلبہ کسی بھی درجے کے آپ سے

ملاقات کرتے ان کو بھی بہت اہتمام سے کوئی نہ کوئی نصیحت فرماتے۔ کوئی منکر اور  
 خلاف شرع بات معلوم ہوتی یا کوئی کوتاہی دیکھتے بہت ہی احسن طریقہ سے اس  
 منکر فرماتے۔ طلبہ کو بار بار احتیاط و تقویٰ، بلند کردار و پاکیزہ زندگی کی وصیت  
 فرماتے جن طلبہ کا آپ سے ربط خاص ہوتا ان کی اصلاح میں لگا رہے گئے سختی کا  
 بھی اختیار فرماتے کبھی خفا بھی ہو جاتے اور ناراضگی و خفگی اعتراف تصور اور لغو  
 معافی سے فوراً ختم ہو جاتی اور عنایت و شفقت جوش میں آجاتی۔ آپ تمام طلبہ  
 نظر رکھتے اور ان کے احوال کا تفقد فرماتے تھے۔ مستحقین طلبہ کی بہت خاموشی  
 سے امداد و اعانت فرماتے تھے۔ جن طلبہ میں علم کا ذوق و شوق اور لگن محسوس  
 فرماتے ان پر آپ کی عنایات بہت ہوتیں۔ اور ان کے نوگو یا آپ گریہ ہو  
 راقم کا خاص تعلق حضرت والاؒ سے دورۂ حدیث کے سال ہوا تھا لیکن میں جبراً  
 رہ گیا جب ایک دن حضرت والاؒ نے میری مظاہر علوم کی بیخ سالہ زندگی کے  
 حالات بھکھو سنا دیئے۔ فرمایا بیٹا آپ فلاں تاریخ کو مظاہر علوم میں آتے  
 فلاں فلاں کمرہ میں اتنے اتنے دنوں قیام رہا اتنے دن بیمار رہے وغیرہ وغیرہ  
 حضرت نے وہ باتیں یاد دلائی جو خود مجھے مستحضرنہ تھیں۔  
 ایک دن حضرت نے دیکھا کہ میرے پیر میں ٹوٹا ہوا جوتا ہے۔ تو اپنے ایک مرید خواہ  
 حکم دیا کہ میرے بیٹے کے لئے ایک جوڑی اچھے جوتے بنا کر لائے ان کا جوتوں کا  
 تھا اور جو دام اوروں سے لیتے ہیں وہی ہم سے لیں چنانچہ انہوں نے حضرت  
 حکم کی تعمیل کی۔ ایک دن ایک صاحب سے (جو کسی گاؤں کے رہنے والے تھے اور آتے  
 پاس ہر ہفتہ حاضر ہوتے تھے) میری طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ میرا بیٹا حدیث شریف  
 پڑھ رہا ہے اور بہت محنت کرتا ہے۔ پڑھتے پڑھتے اسکی آواز بیٹھ جاتی ہے میرے  
 بیٹے کے لئے عمدہ گھسی جو آپ کے گھریا ہو، اور اچھا قابل اطمینان ہو ایک سیر لا  
 اور مجھے اس کے پیسے بتادو، حضرت والاؒ بہت سے طلبہ کی بڑی خاموشی و رازداری  
 سے اس طرح اعانت فرماتے تھے کہ کسی دوسرے کو علم بھی نہ ہوتا تھا بلکہ آپ جبراً  
 فرماتے اخفا کی بھی ہدایت فرماتے تھے۔ ہدایا، تحائف وصول کرنے میں آپ بہت  
 محتاط تھے۔ تنخواہ کم کھتی اخراجات زائد اسلئے زیادہ فراخ دستی و وسوسہ بھی نہ

س کے باوجود آپ میں سخاوت خوب بھٹی حاصل یہ ہے کہ آپ نے نہایت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت و محبت کو اپنی زندگی کا حاصل و مقصود بنا رکھا تھا۔ آپ کی وجہات و عنایات اور امانتیں ان کے لئے وقف تھیں۔

مولانا صدیق احمد صاحب شریف نگر کی نے مجھ سے بیان کیا کہ: میں زمانہ طالب علمی میں تنگدست تھا۔ مجھے اساتذہ کی تقریریں لکھنے کا شوق تھا۔ اتفاق سے کاپی ختم ہو گئی پیسے بھی نہ تھے۔ اس لئے مجھے اسکی بہت فکر تھی کہ کل اساتذہ کی تقریریں کس طرح لکھوں گا۔ کسی سے قرض لینے کی عادت اور سمیت نہ تھی، اگر قرض لے بھی لیتا تو ادا کیسے کرتا اسلئے میں اسی فکر میں اپنے کمرہ میں بیٹھا تھا کہ حضرت والاؒ کا ایک خادم میرے پاس پہنچا اور کہا کہ حضرت ناظم صاحب کو بلا رہے ہیں میں حاضر خدمت ہوا تو کمرہ میں حضرت مولانا محمد اللہ صاحب (صاحبزادہ محترم) اور تاروی احمد گور خادم خاص اور حضرت والاؒ موجود تھے حضرت نے صاحبزادہ محترم سے رشاد فرمایا۔ جاد کمرہ ۱۹ کے سامنے والے نل سے ایک لوٹا پانی لاؤ، اور پھرتاری پور کو انھیں بلانے کیلئے بھیج دیا اور فوراً ایک جھڑے میں بندھی ہوئی کوئی چیز میرے اٹھ میں دیری کہ یہ دیکھو کیا ہے میں نے کھولا تو اس میں کچھ روپیہ کاری تھی میں نے فرض کیا پیسے ہیں فرمایا شمار کر لو میں نے شمار کئے تو ایک روپیہ کی روڑ کاری تھی فرمایا حبیب میں رکھ لو اپنے کام میں لاؤ اور کسی سے بالکل ذکر نہ کرنا اور یہ جھڑا مجھے دیدو! اتنے میں صاحبزادہ محترم اور خادم صاحب آگئے حضرت نے فرمایا جاد! مولانا صدیق صاحب کہتے ہیں کہ میرے اس حال کا علم میرے اور اللہ کے سوا کسی کو نہ تھا۔ مجھے حیرت ہوئی، اس واقعہ سے آپ کے کشف اور طلبہ کے حالات سے برداری کے علاوہ طلبہ کے ساتھ عنایت و اعانت کا معاملہ واضح ہوتا ہے۔

**بعوت کا عجیب انداز** ایک مرتبہ میں حاضر خدمت ہوا تو فرمایا۔ بیٹا! آپ کی

عجیب اس کے بعد حضرت نے اپنی حبیب ایک روپیہ نکالا اور فرمایا مجھے یہ آپ کی امانت کی دعوت کے ہیں۔ جو چاہیں کریں۔ اس دعوت میں وقت کی بھی بیش وقت و انتظار کی رحمت سے بھی طریقین کو نجات اور مدعو کو اختیار کردہ

ان بیسوں کو جس ضرورت میں چاہے خرچ کرے۔ ان سب کے علاوہ رسم و ریا سے حفاظت اور لوگوں سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت اس انداز سے دعوت فرما کرتے تھے۔

**تکلف سے بالا ترک کریم النفسی** نہ حضرت کی طبیعت میں تکلف تھا نہ تکلف کو پسند فرماتے تھے۔ آپ کی زندگی و مہم

انما من امت تکلفین کی آئینہ دار تھی مولانا عبدالقیوم صاحب لکھتے ہیں کہ : ایک مرتبہ حضرت والاؒ کے کمرہ میں شہر کے کچھ بے تکلف احباب ملاقات کیے تشریف لائے تو حضرت والاؒ نے اس ناکارہ سے فرمایا کہ دیکھو ٹوکری میں اگر کچھ ہو تو مہانوں کے سامنے پیش کر دو میں نے ٹوکری اتاری تو اس میں غالب نصف پیسہ اور ایک قسم کا اور کوئی پھل تھوڑی سی مقدار میں تھا۔ ناکارہ نصف بچا کر رکھ دیا اور نصف مہانوں کے سامنے پیش کر دیا۔ حضرت والاؒ نے فرمایا۔ اتنے ہی تھے یہ تو بہت ہی تھوڑے ہیں۔ بندہ نے صورت حال عرض

کر دی تو فرمایا سب لے آؤ انفق بلال ولا تخش من ذی العرش و آقلاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال خرچ کرو اور عرش والے کی طرف نہ گھمی کا اندیشہ نہ کرو) چنانچہ بچا ہوا حصہ بھی مہانوں کے سامنے پیش کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد مہان رخصت ہونے لگے یہ حضرات جانے کیلئے ابھی جوتے ہی پہنچے تھے کہ ایک صاحب بچوں سے بھرا ہوا ٹوکرا لیکر آگئے اور کہا کہ حضرت یہ فلاں صاحب آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، فرمایا یہاں رکھ دیجئے اور اس ناکارہ سے خطاب کر کے ایک خاص انداز میں ارشاد فرمایا دیکھا تم نے؟ اور یہ شعر پڑھا۔  
جھگنہ گارہ کو جو کچھ بھی خدا دیتا ہے : وقت سے پہلے ضرورت سے سوا دیتا۔

**مدرسین و اساتذہ کا احترام** جامعہ نظامیہ علوم سہارنپور کے مدرسین و اساتذہ میں اکثر آپ کے تلامذہ تھے بلکہ

اخیر دور میں تو آپ استاذ الکل تھے۔ لیکن آپ ان کے ساتھ اکرام و احترام کا ایسا معاملہ فرماتے تھے کہ گویا آپ ان سے جھوٹے ہیں۔ ان کے سامنے اگر نام لینے کی ضرورت پیش آئی تو حضرت مولانا پیش روغ میں لگاتے اسی طرح اگر عدم موجودگی

ن تذکرہ فرماتے یا ان میں سے کسی کا نام لیتے تو بہت احترام و اکرام کے ساتھ مثلاً حضرت  
 الاناسیر و تار علی صاحب، حضرت مولانا محمد یونس صاحب حضرت مفتی صاحب یا  
 حضرت مفتی مظفر حسین صاحب۔ دور نظامت میں اگر مدرسین کو کوئی حکم دینا ہوتا تو اس کا  
 پابندی بھی درخواست جیسا ہوتا نمونہ کے طور پر آپ کی ایک تحریر کا اقتباس پیش کرنا ہوں  
 امتحان کی صحیح نگرانی کے سلسلہ میں آپ نے مدرسین و معتمنین کے نام بحیثیت ناظم  
 ذمہ دار بطور حکمنامہ جاری فرمائی تھی

”مخدوم و کرم فرمایاں بندہ“ حضرت مدرسین و معتمنین و جہد کار کنان امتحان مدرسہ  
 شام علیکم درجۃ التدریس و کرامت۔ ادب و احترام سے گزارش ہے دگو یہ واقعہ ہے کہ  
 سے امور کی جانب توجہ مبذول کرانے میں مجھے شرم محسوس ہوتی ہے لیکن این نظامی ذمہ داری  
 آپ حضرات کے مکارم اخلاق کے پیش نظر جسارت ہوئی ہے۔

بانی الفرض و ملت بتیجہ المحدثات۔

یہ کہ امتحانی نگرانی وغیرہ کو با حسن وجہ انجام کو پہنچایا جائے۔ وقت امتحان ڈھنسا  
 جگہ جمع ہو کر گفتگو نہ فرمائیں اس نگرانی ناقص ہو جاتی ہے۔ طلبہ کو آزادی ہو جاتی  
 ہے۔ دوسروں کو لب کشائی کا موقع ملتا ہے اور فرض مفوضہ میں دیانتہ کمی و کوتاہی  
 رہتی ہے۔ واللہ بصیر بالعباد

انہیں کا بھی خیال فرمائیں کہ ہزاری سنہ و قفاس سے طلبہ کو غلط موقع نہ مل جائے  
 اپنی جمہوریوں اور معذوریوں کی وجہ سے امتحان گاہ میں حاضر نہیں ہو سکتے۔ اس لئے  
 منع ہے کہ اس موقع پر پہلے سے بھی زائد خیال رکھا جائے گا۔

اس سے زائد آپ حضرات کی خدمت میں کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانے اور حکمت  
 ہمارے آموختن کا مصداق ہے یقین ہے کہ اس مخلصانہ گزارش پر عمل فرما کر فحہ کو  
 یوں فرمایا جائے گا فقط

اسعد اللہ ناظم مدرسہ (علما مظاہر علوم ص ۱۲۱)

فرمائیے کہ اس حکم نامہ کا لکھنے والا جامعہ مظاہر علوم کا سب سے بڑا ذمہ دار و ناظم اعلیٰ  
 ہے اور اس کے مخاطب وہ حضرات ہیں جو ناظم اعلیٰ کے تلامذہ و خدام ہیں۔ اور جب  
 اپنے شاگردوں اور خادموں کے ہاں ادب و احترام کا یہ عالم ہے تو ایسی شخصیت کے دوسروں

کے اکرام و احترام کا عالم کیا ہوگا۔ اس کا تو کچھ اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں۔ جن کو حضرت والا سے شرف ملاقات و زیارت حاصل ہوا ہو اور آپ سے ہم کلام ہونے کی عزت حاصل ہوئی ہو۔ حضرت والا ہی کی ایک باغی ہے فرماتے ہیں کہ: دل میں اثر صدق طلب پیدا کر ... ہر بات میں سامانِ طرب پیدا کر وسعت نہیں بے باکی و گستاخی کی ... ہے عشق کا دعویٰ تو ادب پیدا کر حضرت اکثر خدام کو خطاب کر کے فرماتے تھے ۵

طرق العشق کلہا ادا داب ۶ اذہوا النفس ایہا الاصحاب  
دعشق کے تمام راستے آداب ہی ہیں اے دوستو! خود کو باادب بنا لو

# قیام رنگون

احسن

## نظامتِ جامعہ محمدیہ راندیرہ

حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
انیس سال کی عمر میں شوال ۱۳۳۳ھ میں تھانہ بھون سے سہاؤ پور جامعہ مظاہر علوم  
میں تشریف لائے اور مشکوٰۃ شریف وغیرہ کتب میں داخلہ لے کر پورے تین سال  
۱۳۳۶ھ تک پورے انہماک کے ساتھ علوم و فنون میں کمال استعداد بہم پہنچاتے  
رہے اور ۱۳۳۷ھ میں معین مدرس اور ایک سال بعد ۱۳۳۸ھ میں مستقل مدرس  
بشاہرہ مبلغ ۱۵۰۰ مقرر ہوئے اور اپنی زندگی کی تمام بہاریں اپنے مادر علمی  
پر قربان فرما کر ۱۳۹۹ھ میں داصل محنت ہو گئے۔ آپ کو ابتدائے مدرسہ کے دور میں  
جب کہ حضرت والا پنجاب یونیورسٹی میں امتحان فاضل دینے کے لئے تشریف  
لے گئے تھے اور وہاں وہ شاندار کامیابی حاصل ہوئی تھی جسکی وجہ سے یونیورسٹی  
کے ذمہ داروں نے آپ سے بہت اصرار کیا کہ آپ یہیں رہیں۔ آپ کو مقبول



نواہ (جس کا مدرس غریبہ اسلامیہ میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا) کے علاوہ کوٹھی، کار وغیرہ  
جو راحت و عیش و آرام کے تمام اسباب و سامان ملیں گے مگر حضرت والا نے ان تمام  
زروں کی طرف التفات نہیں فرمایا۔ بلکہ اس پیشکش کو ٹھکرا کر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور  
شریف لے آئے اور یہیں اپنی تمام عمر گزار دی۔

ان بر باد والوں کے بے حد خلصانہ اصرار پر آپ وہاں دوبار تشریف لے گئے۔ اہل برا  
جامعہ مظاہر علوم اور خود حضرت والا کے ساتھ انتہائی نگہار ربط اور زبردست تعلق  
کا۔ پھر حضرات اکابر کی رائے نے ان کے اصرار کو اور بھی زیادہ مضبوط و مستحکم کر دیا تھا  
لئے حضرت والا نے برما تشریف لے جانے کو منظور فرمایا اور آپ کے دو سفر جامعہ رانندیریہ  
ڈون کے ناظم اعلیٰ ہونگی حیثیت سے ہوئے پہلا سفر ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ میں ہوا۔ اور  
دو یا چھ ماہ وہاں قیام فرما کر شوال میں واپس تشریف لے آئے۔

تاریخ مظاہر ص ۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب اہل رنگون با خصوص حاجی سیٹھ داد دیوسف صاحب  
اصرار پر ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ رانندیریہ کی نظامت کیلئے رنگون (برما) تشریف  
لئے مدرسہ رانندیریہ رنگون کے منتظمین کا اصرار تھا کہ مولانا یہاں عہدہ نظامت قبول فرما کر  
میں مستقل قیام فرمائیں لیکن مولانا نے مظاہر کے ساتھ اپنے تعلق اور اساتذہ کے ساتھ  
نمودت و محبت کے پیش نظر اسے منظور نہیں فرمایا اور شوال میں واپس تشریف لے آئے  
پس کو جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اور وہاں کے احباب و اکابر کی مقلدیت گوارا نہ تھی۔  
ان تشریف لا کر حسب اہل درس و تدریس اور دیگر خدایات مدرسہ میں مصروف ہو گئے۔  
۲۷ سفر رنگون برما ۲۷ صفر النظم ۱۳۵۲ھ میں اسی مقصد مذکور کے تحت ہوا (یعنی  
کہ محمدیہ رانندیریہ کے ناظم اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے آپ رنگون تشریف لیگئے) اور  
ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ میں وہیں سے حج کیلئے تشریف لے گئے اور حج و زیارت سے فراغت  
بعد آپ برما واپس ہو گئے رنگون کا یہ دوسرا سفر ۲۵ محرم الحرام ۱۳۵۶ھ اپریل  
۱۹۳۷ء شنبہ کو پورا ہوا اور اس تاریخ میں آپ بعافیت سہارنپور تشریف لے آئے۔

تاریخ مظاہر ص ۱۱ میں ہے کہ

حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب گذشتہ سال ایک سال کی رخصت لے کر اہل رنگون

کے اصرار پر مدرسہ داندیریہ کی نظامت کے لئے تشریف لیگئے اور اختتام سال حج کیلئے تشریف لیگئے۔ حجاز سے واپسی پر رنگون کے احباب کے شدید اصرار پر دوبارہ ایک سال کیلئے بغرض نظامت تشریف لے گئے اور ۵۵ھ کے بالکل آخر میں تشریف لا کر آغاز ۵۶ھ سے پھر مدرسہ کو اپنے فیوض سے متبع فرمانا شروع کر دیا۔

„علمائے مظاہر علوم“ میں لکھا ہے کہ :

„مجموعی طور پر برہم میں آپ کی قیام (تقریباً) تین سال رہا۔ وہاں رہ کر آپ نے پورے تدبیر و تفیظ کے ساتھ جامعہ کی انتظامی ذمہ داریوں کو سنبھالے رکھا وہاں آپ کی ذات گرامی سے بہت بڑا علمی و دینی ماحول قائم ہوا عقائد حقہ کی تبلیغ ہوئی۔ آپ کے وعظ و تقریر سے بہت سی دینی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا۔ سنت و بدعت حقیقت اور ان میں باہمی فرق وہاں کے عوام پر آشکارا ہوا۔ عوام و خواص میں سلامتی کی بنا پر آپ کی ذات گرامی اور محبت بڑھی آپ کے اس زمانہ کے رفقار و مصاحبین نے آپ کی عظمت و عبقریت اور مردت و شرافت کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ آپ کی تشریف آوری کے بعد مولانا دلی محمد صاحب بٹالوی فاضل مظاہر علوم و مجاہد بیعت حضرت اقدس تھانویؒ، ۲۴ صفر ۱۳۵۶ھ میں اسی عہدہ نظامت کو قبول فرما کر برہم تشریف لے گئے۔ علمائے مظاہر علوم ص ۳۹۷ و ص ۳۹۸

حضرت مفتی محمود حسن صاحب کو ہی فرماتے ہیں کہ حضرت والا کے قیام رنگون کے مقاصد میں سے اہم ترین اور بنیادی مقصد حج تھا، گویا حج و زیارت کے شوق میں حضرت والا نے جامعہ مظاہر علوم اور اس کے اکابر و احباب سے ایک عرصہ کی عارضی مفارقت گوارا فرمائی اور حصول مقصد کے بعد پھر اترتائی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے مقام پر تشریف لے آئے اہل رنگون و برہم سے حضرت والا کے اخیر عمر تک نہایت فحاصلانہ و عمدہ تعلق قائم رہے وہاں سے مظاہر علوم سہارنپور آنے والے طلبہ اپنے سرپرستوں کی ہدایت پر حضرت والا سے خاص تعلق و وابستگی رکھتے رنگون و برہم کے علماء و دیگر حضرات حضرت والا کی زیارت و ملاقات کیلئے گاہے گاہے سہارنپور کا طویل سفر کرتے اور رنگون کے خواص کی مراسلت تو ہمیشہ جاری رہتی تھی حضرت والا کے مریدین و متوسلین بھی رنگون میں کافی تعداد میں تھے اور اب بھی ہیں۔ حضرت والا کے ایک

بلغہ و مجاز جناب پروفیسر الحاج علی احمد صاحب مائتھے دالے بھی وہاں تشریف فرما  
ہیں اور الحمد للہ اصلاح خلق میں انہماک رکھتے ہیں۔

**اہل رنگون کے تعلق کی ایک مثال** حضرت مولانا مفتی محمود، داؤد یوسف صاحب

حضرت شیخ الحدیث صاحب (عرض کیا کہ حضرت! دس سال کی دعاؤں کے بعد  
۱۹۷۸ء میں حضرت سے اور حضرت مولانا اسد اللہ صاحب سے ملاقات نصیب  
ہوئی۔ اور دعا بھی صرف یہ تھی کہ باری تعالیٰ زندگی میں کم از کم ایک باران دد لوز حضرت  
سے ملاقات کرادے ۱۹۶۲ء سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ یہاں عسکری حکومت نے  
بندی لگا رکھی تھی مدینہ مجھے ۱۹۶۲ء سے رابطہ کا ممبر بن رکھا تھا۔ مگر حکومت  
بطرف سے رکاوٹ تھی ۱۹۷۸ء میں حکومت کا طرز یکایک بدلا اور لندن کا سفر پیش  
لیا۔ واپسی میں حضرت سے ملاقات مدینہ میں ہوئی جس نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے  
معا کو قبول فرمایا اس پر حضرت شیخ قدس سرہ نے مسکرا کر فرمایا:

”پھر اب تک کتنی بار ملاقات ہوئی؟“

عرض کیا چھ بار۔ پھر دریافت فرمایا کہ

”مولانا اسد اللہ صاحب کتنی مرتبہ ملاقات ہوئی؟“

عرض کیا دو مرتبہ۔ (حضرت شیخ اور ان کے خلفاء ص ۳۸)

اس واقعہ سے اہل رنگون کے بے مثال تعلق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے حضرت  
لا کے پاس جو مسلسل خطوط اہل رنگون برما کے آتے تھے ان سب سے تمنائے ملاقات  
تھو زیارت اور انتہائی محبت کا پتہ چلتا تھا وہ خطوط اس وقت نہ ہمارے پاس  
ہیں اور نہ ان کے اندراج کچھندان ضرورت ہے۔

**سہارنپور واپسی کی وجہ** اہل رنگون (برما) کے خلفائے اصرار، مدرسہ محمدیہ

رانڈیرہ کی گونا گوں مصالح اور وہاں کے مسلمانوں

اصلاح و تربیت کی غرض سے حضرت والا نے گواہیک عرصہ تک رنگون میں قیام  
فرمایا لیکن سہارنپور کے اکابر و احباب کے نورانی ماحول سے جدا ہو کر آپ ماہی بے  
کی طرح بریشن و بے چین رہے جیسا کہ آپ کے ”مکتوبات رنگون“ اور وہاں

کے کچھ ہوئے اشعار و منظومات سے مترشح ہوتا ہے۔ ان میں سے چند منظوم مکتویاں  
 رجو اپنے اپنے بچوں کے نام لکھے تھے اور جن میں بڑی عبرتیں اور نصیحتیں ہیں ان کو  
 چند نصاب کے ذیل میں درج کر دیا گیا ہے یہاں ان سب کا نقل کر دینا طول لا طائل  
 ہے اسلئے اس جگہ پر صرف چند اشعار پھر ایک طویل منظوم نقل کی جاتی ہے جس سے آپ کو  
 بے چینی اور سہار پور داہل سہار پور کی یاد کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا  
 بحر بہ حاصل ہوا ہے ہم کو یہ رنگون میں ہم وفا جس سے کریں گے وہ عدد ہو جائے  
 رنگون نے بدلا ہے میرا طرزِ عمل معمولِ گزشتہ میں نمایاں ہے خلل  
 اس خاص فضا میں کہتا نہیں کچھ بھی قطعہ، نہ رباعی، نہ قصیدہ، نہ غزل

### رباعی (رنگون، پیہ)

ہے لغو غلط مہر و وفا کی امید تم سے نہیں چھوٹے گی فلک کی امید  
 پہنچان گیا ہوں میں تمہاری عادت بے فائدہ ہے عہدِ کرم کی تجدید  
 سرِ باعی (رنگون)

اخلاص و کرم کے نہیں آثارِ پدید مطلب کی ہے آمد و شد، گفت و شنید  
 کوئی نہیں دنیا میں کسی کا استعد احباب سے بے جا ہے وفا کی امید

## یادِ ماضی

وہ عقل و نقل کے ارباب ٹھکویا داتے ہیں وہ علم و فضل کے احباب ٹھکویا داتے ہیں  
 جنابِ محترم ناظم، جنابِ قبلہ مولانا اساتذہ ادلی الالباب ٹھکویا داتے ہیں  
 وہ علمی صحبتیں، عمدہ کتابیں مستند عالم نشاطِ روح کے اسباب ٹھکویا داتے ہیں  
 سہار پور کے احباب ٹھکویا داتے ہیں جیل و منظر و بیتاب ٹھکویا داتے ہیں  
 مستند ان دشمنِ فہم دشمنِ سخن و سخن آرا وہ چرخِ شعر کے مہتاب ٹھکویا داتے ہیں

عہدِ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبِ ناظم علی جامعہ مظاہر علوم سہار پور  
 عہدِ صدر العلماء حضرت مولانا عبدالرحمن صاحبِ کامل پوری مدرسہ مدرسہ مظاہر علوم

ہاں میں ڈھونڈھتا ہوں جنکی خوش آئند تیریں  
 سہارنپور کی ہر چیز مجھ کو یاد آتی ہے  
 سہارنپور کے آداب مجھ کو یاد آتی ہے  
 سہارنپور کی ندی، سہارنپور کے نالے  
 سپاہی، ڈاکٹر، مختار آنگر، قلی، دھوبی  
 نیران گرامی دم محمد، احمد، دارشد  
 ستر فلسفی، نحوی، محدث، متطقی، صر فی  
 اصولی، فقہ داں، طلباء مجھ کو یاد آتے ہیں  
 شفاعت مولوی اد رتیں، اظفار الحسن، مقبول  
 مرے مخلص، مرے احباب مجھ کو یاد آتے ہیں

شعار مندرجہ بالا اور منظوم (یاد ماضی) سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو سہارنپور اور اس کے  
 حوال سے جدائی نے کس قدر غم اور بے چین کر دیا تھا پھر جب تک آپ گلستانِ علم و  
 اہل جامعہ مظاہر علوم واپس تشریف نہیں لاتے آپ کو سکون و قرار میسر نہ آسکا۔  
 جامعہ مظاہر علوم اور اصحاب مظاہر علوم سے عشق اس حقیقت کو جاننے کیلئے کہ  
 مادر علمی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

اس کے بزرگین و اساتذہ، ملازمین و طلبہ اور وابستگان و متعلقین سے آپ کو بے پناہ محبت  
 بہانہ تعلق اور غیر معمولی عشق تھا عنوانِ سابق ”قیام رنگون“ کے تحت مذکورہ مضمون اور نظم  
 ”یاد ماضی“ کا مطالعہ ہی اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے، دنیا کی دولت و ثروت آپ کو  
 رنگون برما میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے کہیں زائد میسر آسکتی تھی اور وہاں  
 کے تمام حضرات آپ کے قیام رنگون پر بہت مہر اور خواہش مند تھے مگر پھر بھی حضرت  
 اللہ جامعہ مظاہر علوم اور وہاں کے اساتذہ و اکابر کی جدائی انتہائی شاق تھی۔  
 سی لئے آپ رنگون برما میں عین سال سے زائد قیام نہ فرما سکے اور جامعہ حمیدہ زاندر

احمد اللہ، محمد اللہ اور ارشد اللہ حضرت حجۃ الاسلام کے عاصرا دے ہیں اور آپ کی اہلیہ فخر مر کاہم گرامی۔  
 سعادت النساء، ہے اسلئے اس شعر میں لفظ سعادت سے بڑی لطافت و منویت پیدا ہو گئی ہے جو اہل ذوق  
 پر مخفی نہیں ۱۳

رنگون کی مسند نظامت کو خیر باد کہہ کر آپ مظاہر علوم تشریف لے آئے۔ آپ نے جامعہ مظاہر علوم کی خدمات کو ایسا اپنا مقصود زندگی قرار دے لیا تھا کہ اپنی ذاتی سکنتی و صحرائی جائیدادوں کی طرف بھی کوئی التفات نہ کیا اور جملہ املاک آپ کے استغناء و زبرد اور دنیا سے بے رغبتی کی نذر ہو گئیں آپ نے پنجاب یونیورسٹی کے بڑے زبردست اعزاز اور دہاں کی دیوی چمک دمک سے بھرپور ملازمت کی پیش کش کو بھی اسی لئے ٹھکرا دیا تھا کہ آپ کے نزدیک جامعہ مظاہر علوم کی خدمات اور ارباب مظاہر علوم سے قربت نزدیک ان تمام ظاہری دولتوں سے کہیں بہتر تھیں۔ حضرت والاؒ کو اس مادر علمی کے درو دیوار سے ایسا والہانہ تعلق تھا کہ آپ نے اسی کی عمارت میں اس طرح قیام فرمایا کہ آپ کا جواز دہی دہاں سے نکلا۔ گویا آپ نے پوری زندگی جامعہ مظاہر علوم کی چرب و دیواری میں ایک اعتکاف کیا کہ بلا ضرورت طبعی و حاجت شرعی دہاں سے آپ کبھی نہیں نکلے۔ جامعہ مظاہر علوم سے آپ چمکے اور آپ نے جامعہ مظاہر علوم کو دنیا میں چمکایا۔ اسکی تعمیر و ترقی میں آپ نے اپنی تمام تر توانائیوں کو قربان فرمادیا۔ اور جامعہ مظاہر علوم کے املاک سے اس طرح محتاط رہے کہ اس احتیاط کی نظیر بھی اکابر مظاہر علوم ہی میں مل سکتی ہے۔

## جامعہ مظاہر علوم کا اہتمام و انتظام

رنگون دہرا میں آپ کا قیام انجوعی طور پر کل تین سال رہا اور شوال ۱۳۳۳ھ سے لیکر تا دم آخر تین سال کے استثناء کے ساتھ درجہ ۱۳۹۹ھ تک تقریباً تریسٹ سال کے طویل عرصہ دراز جامعہ مظاہر علوم میں مقیم رہے چند سال استفادہ کے بعد نصف صدی سے زائد طویل مدت آپ نے طلبہ و علماء اور خواص و عوام کو انصاف و افاضہ فرمایا۔ اس طویل عرصہ میں حضرت والاؒ نے تعلیم و تربیت، اصلاح خلق و غلط و تذکیر، مناظرہ و رد باطل اور تصوف و سلوک کی راہوں سے تابناک خدمات انجام دیں اور ہند و بیرون ہند میں پھیلی ہوئی فحلوں نے اس رواں دواں دریا فیض سے سیرابی حاصل کی۔

اپنے جامعہ مظاہر علوم میں ایک کامیاب ترین استاذ کی حیثیت سے تفسیر و حدیث  
 فقہ و ادب اور دیگر علوم و فنون کی تعلیم کے دریا بہا ہے۔ اور جامعہ مظاہر علوم کی تعمیر  
 ترقی میں آپ ہمیشہ معاون بنے رہے۔ انجمن ہدایت الرشید کی نظامت اور  
 اعلیٰ و مناظرین اور مؤلفین کی تیاری بھی آپ کے ذمہ رہی۔ ان جہنہ داریوں کے باوجود  
 ضرورت کے پیش نظر ارباب جامعہ نے یکم صفر المظفر ۱۳۶۵ھ میں آپ کو جامعہ  
 مظاہر علوم سہارنپور کا نائب ناظم قرار دیدیا۔ آپ آٹھ سال تک برابر نائب ناظم  
 ہونے کی حیثیت سے جملہ انتظامی امور کی نہایت جانفشانی و ہوشیاری اور  
 یانت داری سے انجام دہی فرماتے رہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبداللطیف  
 طویل اسفار میں آپ ہی نظامت علیا کے فرائض انجام دیتے تھے اور اس سلسلہ  
 میں آپ کے شاگرد رشید قیامہ الاسلام حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مفتی اعظم  
 جامعہ مظاہر علوم سہارنپور آپ کے معین و شریک کار رہتے تھے۔ لیکن جب  
 ۱۳۷۳ھ کو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب  
 اساتذہ ارحال پیش آگیا تو نظامت علیا کا مسند خالی رہ گیا۔ حضرت دالاک  
 ات گرامی کے علاوہ کوئی شخصیت ایسی نہ تھی جو اتنے عظیم ادارہ کی نظامت  
 علیا کا حضرت دالاک کے ہوتے ہوئے استحقاق رکھتی ہو۔ قطب عالم حضرت مولانا  
 عذکر یا صاحب کسی عہدہ کو خصوصاً نظامت علیا کے جلیل القدر عہدہ کو قبول  
 کرنے کیلئے کسی طرح تیار نہ تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام بھی گو عہدوں سے رغبت نہ  
 رکھتے تھے خصوصاً عہدہ نظامت سے بہت ہی گریزاں تھے لیکن اسکے علاوہ کوئی  
 عمارہ کار نہ تھا کہ حضرت دالاک کو اس عہدہ جلیلہ کیلئے با اتفاق رائے مجبور کیا گیا۔ اور  
 بنی طبیعت کے خلاف ارباب شوری کے اس متفقہ فیصلہ پر آپ نے یکم محرم الحرام ۱۳۷۳ھ  
 میں نظامت علیا کے مسند کو رونق و زینت بخشی پھر جامعہ مظاہر علوم جیسی معیاری  
 درجہ مثال دینی درسگاہ کے عہدہ انتظام و انتھا کو آپ نے جس بیدار مغزی و حوصلہ  
 اندی کے ساتھ سنبھالا اور اس درسگاہ کے ہر شعبہ کو ترقی کی راہوں پر بڑھایا  
 اس سے آپ کی قوت عمل، انتظامی صلاحیت اور ممتاز فہم و فراست کا بخوبی علم  
 ہوتا ہے۔ فجزاک اللہ احسن الجزاء۔

جناب تسکین میرٹھی کے نام ایک مکتوب میں اپنی طبعی رغبت، خلاف طبیعت عہد نظامت ادراکی گوناگوں ذمہ داریوں پر تبصرہ فرماتے ہوئے حضرت والا تحریر فرماتے ہیں اس وقت ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء کے کرامت نامہ کی جانب متوجہ ہوتا ہوں جناب نے ارشاد فرمایا ہے کہ :

”مجھے دہم دگمان بھی نہ تھا کہ آپ کو دفتری کاروبار سے دور کا بھی لگاؤ ہے اور آپ کے یہاں کوئی دفتر بھی ہے“ جناب کو یاد نہیں رہا کہ میں نے ایک عریضہ میں اس دفتر بے معنی غرقِ مئے ناب ادلیٰ کی مدد سے چند سطور لکھی تھیں۔ میری رائے میں جناب کو تفصیلاً نہیں تو اجمالاً یہ ہر ذمہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس مدرسہ میں جس کا تشریف ہزار سالانہ خرچ ہے، جس میں کم و بیش صحرائی و سکنائی تین سو اوقاف ہیں، جس میں مختلف علوم و فنون کی تقریباً پچیس ہزار کتابیں ہیں جس کے مختلف شعبوں میں پچاس سے زائد ملازم ہیں جس کے طلبہ کی تعداد تقسیم ملک سے قبل عموماً ۲۰۰، ۸۰۰ کے درمیان رہتی تھی اور جس کے متعلق ایک بڑا مبلغ ہے۔ اس کا ایک دفتر بھی تمام شعبوں کے نظم و نسق کے لئے موجود ہے۔

یہ مدرسہ پچاس سال سے قائم ہے قدرت کی فیاضی اور حسن انتظام اسے اس کو مخلص بانیوں کی طرح کارکن بھی ایسے ہی ملتے رہے جو معاصرین و اقران میں دیانت و تقویٰ اور علمی قابلیتوں کے اعتبار سے امتیازی شخصیتوں کے مالک تھے اسی وجہ سے دفتر میں رداجی ضوابط اور عرفی اصول و قواعد کی زیادہ پابندی نہ تھی۔ لیکن چند سال سے مختلف حالات و مصالحوں کے ماتحت اس باب مدرسے میں ضرورت محسوس کی کہ دفتر کو زیادہ سے زیادہ باضابطہ بنایا جائے چنانچہ اس اہم کام کی تکمیل کیلئے جناب مولانا حافظ اکرام الحسن صاحب کاندھلوی بی اے۔ ایل ایل بی عارضی طور پر سر دفتر مقرر ہوئے۔ بحمد اللہ یہ انتخاب بہت ہی مفید ثابت ہوا۔ غالباً تین سال کے بعد یہ رائے ہوئی کہ اب کسی مدرسے کے شخص کو یہاں پر رکھا جائے۔ حضرات سرپرستان مدرسہ کا اجتماع ہوا، مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔ تابل تابل اصحاب کے نام آئے لیکن ”منظم سازش“ کہنا تو بے ادبی ہے ”منظم شوریٰ“ کے ماتحت ”ع“ قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند۔



ندیں نے واقعی نااہلیت، حقیقی ناقابلیت اور ناجائز بہ کاری کی بنا پر انکار کیا  
انکار پر اصرار کیا لیکن میری آواز نہیں سنی گئی اور میری قابلیت، ہوشیاری  
معالجہ فہمی کی وہ تعریف کی گئی جس سے تھوڑی سی دیر کو مجھ کو خود شبہ ہونے  
لگا اگر مجھ میں یہ جو صہر پوشیہ نہ ہوتے تو یہ حضرات کیوں ایسی قصیدہ خوانی  
کام لیتے بہر حال میں نے طوعاً و کرہاً چھ ماہ کے لئے خلاف طبیعت اس خدمت  
بول کر لیا حضرات ممدوحین نے میری عزت افزائی کیلئے تمام مدرسہ کا نائب  
بنادیا نشر و اشاعت، تعلیمات و مالیات کے در و بست کو میرے حوالہ کر دیا  
مالی دفتر میں میرے لئے مسند بچھ گئی۔ گنا و تکیہ رکھا گیا اور میں طمطراق  
سپر جلوہ افروز ہو گیا۔

اب میں جب دفتر میں بیٹھا تو قلعی کھلنے لگی مجھ کو اردو کی رقیں نہیں آتی تھیں  
ما جاتا تھا نہ پڑھتا۔ خیر رقیں سیکھیں، مال گزاری اور لگان کو سمجھا۔ بیگم  
وغیرہ کو پہچانا۔ کچی رد کٹر، روزنامہ، کھتیاں، کھتونی وغیرہ الفاظ یاد کیے  
ات کے متعلق مجھ سے مشورے ہوتے تھے گو میں بہت ہوشیاری سے کا لیتا  
تین پھر بھی بعض باتیں ایسی سرزد ہو جاتی تھیں جن سے اہل دفتر کو میری قانونی  
ت کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ کبھی معلوم ہوتا تھا کہ فلاں فلاں کرایہ داروں نے  
نہیں دیا ان کو نوٹس دیا جائے، قرقی کرائی جائے گی، بید خلی کا دعویٰ ہو گا۔  
فلکٹر سے ملنے کی ضرورت ہوتی تھی کبھی سپرینٹنڈنٹ پولس سے تو کبھی راشن کے  
ران سے وغیرہ وغیرہ میرے لئے یہ سب باتیں سوا ہاں، روح بقیں، میرے  
ان خزانے ہیں، ہر خزانے میں دو قفل ہیں جس خزانے سے لین دین زیادہ ہوتا ہے  
ایک کنجی میرے پاس رہتی تھی بلکہ اب تک ہے اس کنجی کی حفاظت میری لاابالی  
نے کیلئے "جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ ہر خرچ میری منظوری سے ہوتا تھا  
پولس، پر میرے دستخط ہوتے تھے۔ مجھے حساب سے نہ مناسبت نہ دل چسپی، لیکن  
میں چھپائی کر ڈرڈوں کا حساب کر ڈالا بعض مرتبہ ایک غلطی پر دو دو دن صرف ہو گئے  
دل و لا قوۃ الا با دتہ ع میں کہاں اور یہ وبال کہاں  
تمام عمر تو بسر ہوئی فَعَلَ، فَعَلَا، فَعَلُوا میں قال دراصل قَوْل بود میں،

کلی قاعین مرفوع میں بیہوشی اور صورت میں، ثابت دستاویزات ہیں، ادویہ، احادیث میں وضو اور صلوٰۃ کے مسائل میں مکی، مدنی، ناسخ و منسوخ کی تحقیق میں، حدیث حسن، ضعیف کی تفتیش میں، مطلع و مقطع ردیف و قافیہ میں، معانی و بیان و بدیع لیکن بزرگان مدرسہ کی کرم ظرفی، رستم ظرفی لکھنا سوئے ادب تھا اسلئے کہ ادبی بدعت کا ارتکاب کیا، نے یہ مناسب سمجھا کہ مذکورہ بالا جدی مشغلہ کے بھکو دفتری کاروبار سے بھی روشناس کرایا جائے۔ اگرچہ مجھ سے صرف چھ ماہ فرمایا گیا تھا لیکن میری نااہلیت نے مجھ کو دو ماہ کے اندر ہی داریلا کرنے پر مجبور لیکن اکابر کی خوش تدبیریوں نے مجھ کو پورے تین سال تک اس ورطہ مصیبت نکلنے نہیں دیا اس اشار میں متعدد بار مجھ سے یہ بھی فرمایا گیا کہ مشاہیر بڑے معاد میں تواضعا نہیں باکر واقعات کے پیش نظر عرض کیا کہ مجھ کو موجودہ تنخواہ میں تامل ہے۔ کیونکہ میں مفوضہ امور کو پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام نہیں دے رہا چاہیے کہ اور زیادہ تنخواہ لوں۔

اس مقام پر جناب کے لطف اندوز ہونے کیلئے ایک لطیفہ پیش کرتا ہوں۔ مرثیہ ریاضی داں شمس المار مولوی ذکار اللہ صاحب کسی شخص نے دریافت کیا کہ مرثیہ کو بھی کچھ ریاضی سے لگاؤ تھا۔ مولوی صاحب فرمایا، جی ہاں، ان کو ریاضی سے ہی لگاؤ تھا جتنا خاکسار کو شعرو سخن سے ہے۔ الحاصل کار ساز حقیقی نے میری دعاؤں کو شرف قبول بخشا اب میں بہت کچھ آزاد ہوں۔

رہیائف اسعد از ص ۲۳ تا ص ۳۰

حضرت والا نے یہ مکتوب گرامی ادا خیز جنوری ۱۹۶۹ء میں تحریر فرمایا تھا اس وقت آپ جامعہ مظاہر علوم کے نائب ناظم تھے۔ اس کے تقریباً پانچ سال ارباب شوریٰ نے آپ کو نظامت علیا کے عہدہ جلیلہ پر فائز کیا پھر تادم و آب آپ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے ناظم اعلیٰ رہے۔ اور مظاہر علوم آپ کے ذمہ دانتہام برابر ترقی کرتا رہا۔

مکتوب مذکور سے چند امور پر روشنی پڑتی ہے (۱) فحاطب کی خصوصیت کے لئے لکھنی پر (۲) تواضع و انکساری اور اپنی کمیوں کا بے تکلف اعتراف پر۔

حضرت والا کا میلان طبع و محبوب ترین مشغلہ درس و تدریس تھا (۴) انتظام  
تمام سے آپ کی طبیعت گریزاں تھی آپ نے اس کو مدرسہ کی ضرورت اور ارباب  
کے فیصلہ اور اصرار کی بنا پر بادل ناخواستہ قبول فرمایا (۵) حسابات و انتظامات  
معلق جن امور کی ضرورت تھی آپ نے ان کو حاصل کیا اور جملہ انتظامات اور انتظامی  
داریوں کو پورے حوصلہ سے انجام کو پہنچایا (۶) قناعت و زہد کی صفت بھی  
انہوں کی کہ قبیل تنخواہ کے باوجود آپ نے بلا طلب اضافہ کی پیشکش کو قبول نہ فرمایا  
بے مثالی تقویٰ اور اخلاص و لہبیت پر بھی روشنی پڑی کہ اتنی ذمہ داریوں کو پورا  
کے باوجود اپنی کوتاہیاں پیش نظر رہیں اور خود کو کسی مزید اضافہ و اکرام کا مستحق  
نہا۔ اور جو کچھ مدرسے سے بھجوری لیتے تھے اسی پر مواخذہ کا اندیشہ فرماتے تھے  
حضرت والا نے یکم محرم ۱۳۷۱ھ سے ۱۳۸۵ھ تک اس عظیم ادارہ جامعہ مظاہر علوم  
زیح و عریض انتظام کے بارگراں کو پوری ذمہ داری و حوصلہ مندی سے تنہا  
کاندھوں پر اٹھایا۔ گو امور انتظام میں آپ حضرت شیخ وغیرہ سے حسب ضرورت  
ملحمت مشورہ فرماتے رہتے تھے لیکن باقاعدہ آپ کوئی نائب و معین نہ تھا۔  
مرتب والا کے اعذار و امراض، ضعیف و پیری اور کمزوری کی بنا پر ۱۳۸۵ھ میں  
اب شوری نے نفع الامت حضرت اقدس مولانا مفتی مظفر حسین صاحب زادہ مجدد  
ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کو نائب ناظم قرار دے کر حضرت والا کا ان کو  
ن و مددگار اور شریک انتظام بنا دیا۔ حضرت مفتی صاحب موصوف کا اس عہدہ  
ت پر تقریب یکم رمضان ۱۳۸۵ھ میں ہوا تھا۔ حضرت والا کی علالت و معذوری  
مانے میں حضرت والا کی وفات تک حضرت مفتی صاحب موصوف نہایت مستعدی  
بقام انتظامی امور کو پورے طور پر باحسن و جود انجام دیتے رہے اور حضرت  
کی وفات کے بعد آپ کو جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا باقاعدہ ناظم اعلیٰ بنا دیا  
حضرت مفتی صاحب موصوف نظامت و بیعت دونوں امور میں حجۃ الاسلام  
رت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لائق اور سچے جانشین ہیں " احوال اشرافیہ جامعہ برکات  
ضہ آئین ۔

نسیم احمد غازی مظاہری

# ترقیات بدورِ بابرکات

بلاشبہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ صاحبؒ کے دورِ استہاداء میں جامعہ مظاہر علوم نے ہر شعبہ میں جو نمایاں اور بے مثال ترقیات کی ہیں وہ دورِ بابرکات کی خصوصیت ہے۔ کسی بھی دور میں جامعہ کو اتنی زبردست ترقی نہیں ہو تیں ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء

یہ حق تعالیٰ شانہ کی قدرت کاملہ کا عجیب کرشمہ ہے کہ ہندوستانِ طول و عرض میں پھیلے ہوئے مدارس اسلامیہ و مراکزِ دینیہ کے بانی و مہتمموں نے نیکہ سہارنپورؒ حضرت اقدس مولانا مفتی سعادت علی صاحبؒ بانی جامعہ مظاہر سہارنپور کے تلامذہ یا ان کے تلامذہ سے بواسطہ یا بلا واسطہ فیض یافتگان جیسا کہ ہم اس حقیقت کی طرف زیر نظر کتاب ”حیات اسعد“ شروع ادراک میں اشارہ کر چکے ہیں، اور ان کو ترقیات کے بامِ عروج پہنچانے والے عموماً مجدد الملت، حکیم الامت حضرت اقدس مولانا تھانویؒ کے و مجازین اور بواسطہ یا بلا واسطہ فیض یافتگان ہیں۔

چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے بانی حجۃ الاسلام قاسم العاد و الخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نالوتوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ”نیکہ سہارنپور“ علیہ الرحمہ کے حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ محدث سہارنپوری و محشی بخاری اور صدر العاد حضرت اقدس مولانا محمد مظہر صاحبؒ نالوتوی رحمہما اللہ کے شاگردِ برشید ہیں اس کے سب سے بڑے معمار جنہوں نے اس چھوٹے سے چمن کو عظیم الشان گلستان اور مدرکہ عربی دیوبند کو عالم گیر و شہرہ آفاق دارالعلوم بنایا وہ حضرت نالوتوی (بانی اول) کے نبیرہ عالی مقام، حکیم الاسلام حضرت اقدس مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ مجاز بیعت حکیم الامت حضرت اقدس مولانا تھانویؒ ہیں۔

اور جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے بانی حضرت نیکہ سہارنپورؒ اور ان کے عظیم تلامذہ کرام ہیں تو اس کو ترقیات کے اعلیٰ مقامات حضرت مجدد تھانویؒ کے تلامذہ

اسعد و مجاز بیعت حضرت حجۃ الاسلام کے استہام و انتظام کے دور مسعود میں حاصل ہوئے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بانی حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیری انہیں مذکورہ اکابر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے شاگرد رشید و فیض یافتہ ہیں تو حضرت مولانا سید سلیمان ندوی مجاز حضرت اقدس تھانوی نے اسکی آبیاری فرما کر اسکو پروان چڑھایا۔ مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفرنگر کے بانی و مؤسس اور معمار و مربی مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب شروانی دامت برکاتہم خلیفہ حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ ہیں۔ مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ، فقیہ سہارنپور، کے قریب ترین فیض یافتہ تھے کیونکہ سید الطائف حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا اسعد علی صاحب محدث سہارنپوری ددیگر تلامذہ فقیہ سہارنپور، کے فیض یافتہ و تلمیذ رشید تھے اور حضرت مجدد تھانویؒ نے حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمہ سے براہ راست اور بلا واسطہ انساب فیض کیا ہے۔

شاید اسی قدر ترقی نسبت و مناسبت کی وجہ سے تھانوی خانوادہ کو حق تعالیٰ جبرئیل نے فقیہ سہارنپور، کی باتیات صالحات کی پرورش و ترقی کے لئے قبول فرمایا ہے۔ وہ علم ہے۔  
ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خداے بخشندہ

**تعمیری ترقیات** جامعہ مظاہر علوم سہارن پور متعدد وسیع و عریض عمارتوں پر مشتمل ہے۔ یہ تمام عمارتیں الگ الگ بنی ہوئی ہیں اگر یہ سب عمارتیں یکجا ہوتیں تو دیکھنے والا ان عمارتوں کو ایک اچھا خاصا شہر محسوس کرتا۔ ان تمام عمارتوں کا تعارف، علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات میں موجود ہے۔ اس مختصر تحریر میں ان کی تفصیلات کو ذکر کرنا مناسب نہیں ہاں اجمالی طور پر اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد اسعد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور انتظام و استہام میں ہر احاطہ کی تعمیر میں پیش رفت ہوئی اور کروڑوں روپیہ تعمیرات پر صرف ہوا ہے جیسا کہ درجہ کے رجسٹروں اور سالانہ رودادوں میں ان مصارف کا باقاعدہ اندراج موجود ہے۔ ہم بلا خوف تردید اس امر کا اظہار کرنا چاہتے ہیں کہ جامعہ مظاہر علوم کے کسی بھی دور استہام میں اس قدر

تغیرات نہیں ہوئیں جتنی تعمیرات حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ اہتمام میں ہوئی ہیں۔ بلکہ حضرت والا کے دورِ مسعود کی تمام شجروں کی ترقیاں بے نظریہ مثال ہیں۔

مسجد مدرسہ قدیم کا برآمدہ | مدرسہ قدیم کی زیریں تعمیر ۱۲۹۲ھ میں شروع ہو کر ۱۲۹۳ھ میں مکمل ہوئی تھی

اور ۸ شوال ۱۲۹۳ھ کو اس عمارت کا افتتاح حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند رتلمیڈر رشید حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کی تقریر سے ہوا جو مسلسل تین گھنٹہ ہوئی۔ ۱۲۹۳ھ ہی میں مسجد مدرسہ قدیم تعمیر ہوئی ۱۲۵۱ھ میں اسکی غریب دیوار میں تین بڑے جنگلے اور کوڑ لگائے گئے تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ نظامت میں ۱۳۸۲ھ میں اس مسجد کا برآمدہ تعمیر کرایا گیا۔

کتب خانہ کی توسیع و تعمیر جدید | جامعہ مظاہر علوم سہارن پور کا کتب خانہ ایشیاء کے کتب خانوں میں ایک ممتاز و

نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ مدرسہ ابتدائی دوز ۱۲۸۲ھ ہی سے اس کا آغاز ہوا اور ۱۳۲۵ھ میں ایک کمرہ میں کتابیں جمع رہتی تھیں جب یہ ناکافی ہو گیا تو ۱۳۲۵ھ میں اسکے لئے مدرسہ قدیم کی شمالی دریوں پر ایک بڑا کمرہ تعمیر ہوا اس عمارت کی تاریخ تاسیس ۲۸ رذی الحجہ ۱۳۲۵ھ م ۲ فروری ۱۹۰۸ء ہے ماہ جنوری ۱۳۲۶ھ میں اسکی تکمیل ہوئی۔ ۱۳۵۲ھ میں کتابوں کی مجموعی تعداد (۱۷۸۵) تھی اور یونانیو مائے اضافہ ہو رہا تھا اسلئے مزید توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی تو یکم صفر ۱۳۵۲ھ م ۶ مئی یکشنبہ کو مجلس شوریٰ نے توسیع کا منصوبہ پاس کیا۔ چنانچہ ماہرین تعمیرات کے مشورہ کے بعد ۶ رجب ۱۳۵۲ھ چہار شنبہ کو توسیع کا افتتاح ہوا۔ پھر ۱۳۵۱ھ میں (جب کہ حضرت والا نائب ناظم تھے) مزید توسیع کر کے ایک بڑے کمرہ کا اضافہ کیا گیا۔ حجۃ الاسلام حضرت اقدس ناظم صاحب کے ایک مخلص خادم اور حائزِ باش شاگرد رشید جناب حاجی زندہ حسن صاحب نائب۔ درویشی ساکن محلہ شاہ بہلول سہارنپور نے اس جدید تعمیر کے موقع پر ایک تاریخی قطعہ حضرت والا کے ایما سے تحریر فرمایا تھا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو یہاں نقل کر دیا جائے۔

# قطعہ تارخ کتب خانہ کمرہ اندرونی

(ہم نتیجہ فکر جناب حاجی زند کا حسن صاحب تائب درستی شہاد)  
 بہت مشکل تھی اگرچہ فکر تارخ  
 دیکھ لیکن ہو گئی آسان ہمد  
 ہوتے یہ مصرعے مجھ سے فراہم  
 مطیع باعث تخلیق آدم  
 نقیدہ دبے ریا، لوزر مجسم  
 ادیب و نکتہ دان و عارف حق  
 خلیق و محسن و مسعود و اسعد  
 و جید عصر، دانا و معتمد  
 ہوا خادم کو یہ ارشاد عالی  
 کتب خانہ کا سن بھی ہے مقدم  
 خیال آیا کروں تعمیل ارشاد  
 مگر ہوں جاہل و نادان مسلم  
 رہا سر در گریباں بہر تارخ  
 مفکر، ششدر و با چشم پرہیز  
 کہ تائب غیب سے آواز آئی

کتب خانہ بناد لچسپ عالم

۱۷۱۳ھ

پھر ۱۳۷۱ھ میں جبکہ حضرت والا ناظم اعلیٰ تھے، لوہے کی مضبوط الماریاں نصب  
 کرائی گئیں۔ اور نوادرات و محفوظات کو محفوظ رکھنے کیلئے بارہ الماریاں چوبلی  
 نیا کرائی گئیں۔

اتنی وسیع و عریض عمارت بھی جب ناکافی ہو گئی تو اسی کتب خانہ کی غربی جانب  
 ایک وسیع قطعہ اراضی خرید لیا گیا اور اس پر قریباً دس لاکھ روپیہ کی لاگت سے  
 کتب خانہ کی تعمیر کا منصوبہ بنایا گیا اور حضرت والا کی حیات ہی میں اس پر دو منزلی  
 پر شکوہ جدید طرز کی عمارت تیار ہو گئی۔ زیریں عمارت بہت سے کمروں اور متعلقہ  
 ضروریات پر مشتمل ہے جہاں طلبہ مقیم ہیں اور یہیں وہاں حضرات قیام فرماتے ہیں۔  
 بالائی وسیع و عریض عمارت میں عمدہ آہنی الماریوں میں کتابیں سجائی گئی ہیں اور  
 پرانے کتب خانہ سے اس جدید کتب خانہ تک آمد و رفت کیلئے سڑک کے  
 اوپر ایک خوشنما راستہ بنایا گیا جس کے دونوں طرف محفوظ جنگل بنے ہوئے ہیں۔

اس عظیم الشان کتب خانہ کی تکمیل کے دوران ہی حضرت والا کا وصال ہو گیا۔  
**دارالطلبہ قدیم** یہ احاطہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ کے دور میں تعمیر ہوا تھا اس کا رقبہ ایک ہزار گرنہ ہے۔

اسکی زیریں عمارت طلبہ کی قیام گاہ ہے اور بالائی عمارت ڈرسنگا ہوں، نوڈرہ، خزار اور قدیم دارالحدیث وغیرہ پر مشتمل ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے دور نظامت میں اس احاطہ کے اندر ایک طویل برآمدہ نوڈرہ اور ایک وسیع عریض ہال کی تعمیر ہوئی، جہیں سیکڑوں طلبہ تکرار و مطالعہ کرتے ہیں اور امتحانات میں بھی یہ ہال کام آتا ہے۔ علاوہ انہیں بالائی حصہ میں فلش کی بیت الخلاء میں اسی طرح نوڈرہ کے پیچھے نیچے کی جانب بہت سے پرانے انداز کے بیت الخلاء تھے جن کو از سر نو فلش سسٹم پر تعمیر کیا گیا۔ مسجد کے غل خانوں کی از سر نو تعمیر کی گئی اسکے ملحق مسجد کلتو مبرہ کی جنوبی درہ پر ایک شاندار کمرہ تعمیر کیا گیا مسجد کلتو مبرہ کے حوض کے متصل ایک چھوٹا سا احاطہ ”دار جدید لب حوض“ کے نام سے موسوم ہے یہ شکستہ حالت میں تھا اسکی دو منزلہ تعمیر کی تجدید کی گئی۔ یہ سب تعمیرات و توسیعات اور اصلاحات حضرت والا علیہ الرحمہ کے دور اہتمام میں ہوئیں۔

**احاطہ مطبخ** اسکی اراضی چار سو گز ہے اور اسپر دو منزلہ شاندار عمارت ہے اور اس کے حصہ میں متعدد دکمرے ہیں جن میں طلبہ کا قیام رہتا ہے نیچے کی عمارت متعدد دکمروں، دفتر، گوداموں اور مطبخ پر مشتمل ہے۔ ۱۳۳۸ھ میں یہ مطبخ قائم ہوا تھا ابتداء میں (۱۳۶۱) طلبہ کو روزانہ کھانا دیا جاتا تھا اور اب تقریباً بارہ سو طلبہ کو دونوں وقت کھانا دیا جاتا ہے۔ اس احاطہ میں بھی لکڑی کے گوداموں کی تعمیر اور بالائی منزل میں جزوی ترمیم و تعمیر حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ سعادت میں ہوئی۔

**دارالتجوید** یہ دو منزلہ عمارت، دارالطلبہ قدیم اور مطبخ کے درمیان واقع ہے اور اس کے مشرق و مغرب میں ہر دو طرف سڑک ہے۔ اس میں حضرت والا کے دور نظامت میں کوئی خاص ترمیم و تعمیر نہیں ہوئی جزوی طور پر عمارت کی مرمت و اصلاح ہوئی ہے۔ البتہ یہ تغیر ضرور ہوا کہ اس عمارت کے بالائی وسیع کمرہ میں



ت مولانا قاری محمد سلیمان صاحب دیوبند کی ارشادگر درشید حضرت قاری  
 والدین صاحب الزیادہ متوفی ۱۳۸۱ھ) بتوید و قرأت پڑھاتے تھے اور بچے  
 نزل میں ان کے شاگرد درشید حضرت قاری محمد ابراہیم صاحب تجوید و قرأت  
 آتے تھے حضرت قاری محمد سلیمان صاحب (متوفی ۲۲ رمضان ۱۳۸۵ھ م  
 جنوری ۱۹۶۶ء) کی وفات کے بعد حضرت حافظ قاری محمد ابراہیم صاحب  
 الائی منزل میں منتقل کر دیا گیا اور بچے کی منزل میں محکمہ ڈاک و تار کی جانب  
 ایک ڈاکخانہ "ڈاک خانہ مظاہر علوم سہارنپور" کے نام سے کھول دیا گیا تھا  
 ت قاری محمد ابراہیم صاحب کا انتقال بھی حضرت والاکے وصال سے ۱۲ دن پہلے  
 ہوا تھا۔ اب جامعہ مظاہر علوم کے شیخ التجوید مولانا قاری رضوان نسیم صاحب ہیں۔  
**خلیل شاخ** | یہ عمارت "درہ خلیفہ شاخ مظاہر علوم" کے نام  
 سے موسوم و مشہور ہے۔ اسٹیشن کے راستے

غٹہ گھر کے قریب واقع ہے۔ بہت وسیع عمارت ہے اس میں ایک مسجد بھی ہے۔  
 اب یہ عمارت عالیجناب رازہ عبدالعزیز صاحب مرحوم نے دینی و قرآنی تعلیم کیلئے  
 ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۲۸ء میں وقف کی تھی۔ یہ عمارت ایرانی  
 حضرت والاکے دور انتظام و اہتمام میں اسکی مرمت و اصلاح اور بعض حصوں کی  
 اکی گئی۔

**مظاہرہ جدیدہ کی ٹیکہ بیل** | یہ وسیع و عریض احاطہ جو دو منزلیہ پر مشکوہ عمارت  
 پر مشتمل ہے جامعہ مظاہر علوم کے تمام احاطوں سے  
 ۱۔ اس میں ایک شاندار وسیع و عریض دو منزلیہ مسجد، عظیم الشان دارالحدیث جدیدہ،  
 قمار، درس گاہیں، خانقاہ اور تقریباً پچاس کمرے طلبہ کے قیام کیلئے ہیں۔ مسجد کے  
 حوض اور غسل خانے ہیں چالیس پچاس بیت الخلاء ہیں، اس پر مشکوہ عمارت  
 تعمیر حضرت والاکے زمانہ اہتمام ہی میں ہوئی۔

آغاز ۱۲ فرم ۱۳۵۵ء یکشنبہ کو بوقت دو پہر خوشنماؤ وسیع مسجد کے سنگ بنیاد  
 پڑا۔ تقریباً ایک سال کے عرصہ میں مسجد کا تختانی حصہ مکمل ہوا اور ۱۳۵۶ء  
 پہلی بار اس میں نماز عید الاضحیٰ ادا کی گئی۔ اس مسجد کے ملحق جانب جنوب

”دارالطلیعہ جدید“ کا شاندار دروازہ اور تین کمرے شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید عبداللطیف صاحب نور اللہ مرقدہ کے دراستہام و اشغال میں ہی تعمیر ہو چکے باقی کئی لاکھ روپے کی لاگت سے تیار شدہ پوری عمارت حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے زیانۃ اشغال کی ہے۔  
 ۱۳۹۲ھ میں اس وسیع ترین مسجد کا خوشنما برآمدہ تعمیر ہوا اس کا اثوث عمدہ ٹائلوں سے سجایا گیا اور فرش کو حوض تک وسعت دی گئی۔ اس احاطہ میں وسیع و کشادہ اور شاندار دارالحدیث کا سنگ بنیاد ۱۹ ارج ۱۳۸۵ھ ۵ اکتوبر ۱۹۶۵ء بروز جمعہ بعد العصر رکھا گیا۔ قطب عالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب جہاد مدنی و حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰ بر نظام تعلیم سیہارنپور کے علاوہ بہت سے اکابر و مشائخ اور اعیان امت تشرف فرما تھے سب سے اسکی ایک ایک بنیادی اینٹ رکھی۔ تعمیر مکمل ہو کر اس کا افتتاح ۲۵ شوال ۱۳۸۹ھ میں ہوا۔ قدیم دارالحدیث کی طرح اس جدید دارالحدیث میں ہر سال کتب حدیث کے اسباق ہوتے ہیں۔

حضرت دالائے کے دورِ نظامت ہی میں جامعہ مظاہر علوم کی تمام درسگاہوں میں بحکم کے چٹکھوں اور دورۂ حدیث کے اسباق کیلئے لوڈ سپیکر اور مانگ ٹی کا انتظام آمکد و مصارف کی ترقیاں | تحسیر بالا سے جہاں اخراجات و مصارف و سعت کا اندازہ ہوتا ہے آمد کی کثرت کا

بتہ چلتا ہے کیونکہ جاریے مدارس میں خصوصاً اور ہر مقام پر عموماً مصارف کا اندازہ آمد کی مقدار پر ہوتا ہے ہم یہاں آمد و صرف کی تفصیلات خاص طور پر اسلئے بیان کر سکتے کہ جامعہ مظاہر علوم سیہارنپور بھی دارالعلوم دیوبند کی طرح ایک بحرانی دور سے گزر رہا ہے۔ اہل سیاست کی فتنہ پر دازیوں اور ہنگامہ آرائی کیوجہ سے ہم کو باقاعدہ دفتر کے اندرونی حسابات تک پہنچنا دشوار ہے اور اسکی ضرورت بھی نہیں۔ اوپر کی تحریر ہی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عہدِ حجۃ الاسلام کے دراستہام میں جامعہ مظاہر علوم کے ہر شعبے میں بے مثال پیش رفت اور ترقی ہوئی ہے۔

تجلیہ حسب ذیل ہے۔ حضرت والا یکم صفر ۱۳۷۵ھ میں نائب ناظم مقرر ہوئے۔  
 ان کی کل تعداد (۵۷۸) فارغین کی تعداد (۸۹) اور طلبہ دورہ حدیث کی تعداد  
 (۱) مکتی کل آمدنی (۳۹۷۲) اور کل خرچ (۲۸۷۲) تھا اور کتب خانہ میں  
 کتب (۲۳۱۲) تھی اور یکم محرم ۱۳۷۲ھ میں جب آپ ناظم اعلیٰ اور صدر مہتمم ہوئے  
 طلبہ کی تعداد (۶۵۵) فارغین کی تعداد (۱۰۹) دورہ حدیث کے طلبہ کی تعداد  
 (۱) مکتی آمدنی (۱۷۵۰۶۹) اور خرچ (۶۹۳۳۲) تھا اور تعداد کتب (۲۷۱۰۸)  
 رجب ۱۳۹۹ھ یوم جون ۱۹۷۹ء میں حضرت والا کا وصال ہوا تو کل طلبہ  
 تعداد (۱۱۷۷) فارغین کی تعداد (۲۱۹) دورہ حدیث کے طلبہ کی تعداد (۱۲۲)  
 آمدنی (۱۱۸۷۷۷) خرچ (۹۳۰۳۹۷) تھا۔ اور کتب خانہ میں کتابوں کی  
 (۳۸۲۶۲) تھی اور اب ان کے جانشین صدق نقیہ الملت حضرت مولانا  
 مفتی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کے دور انتظام میں باوجود حوادث  
 الحمد للہ ہر شعبہ رو بہ ترقی ہے حق تعالیٰ شانہ اس شاداب گلستان اور اس کے  
 انوں کے روز افزوں فیوض و برکات کو ہمیشہ قائم و جاری رکھے آمین  
 ابن دعا از من داز جملہ جہاں آہیں باد

نسیم احمد غازی مظاہری

محامی امور میں ایک عادت | حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب محدث  
 و ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور نے ہجرت  
 کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب کو ناظم مدرسہ اور  
 قطب عالم مولانا محمد زکریا صاحب کو شیخ الحدیث و مشیر ناظم مقرر فرمادیا  
 چنانچہ حضرت ناظم صاحب موصوف جملہ امور میں حضرت شیخ الحدیث صاحب

کتب خانہ جامعہ مظاہر علوم میں اگر کسی کتاب کی متعدد جلدات ہیں تو ان تمام کو ایک  
 تاب شمار کیا جاتا ہے۔ بہت سی کتابوں کی دو چار چھ اور دس بیس جلدیں بھی  
 اور بعض کتابوں کی تیس چالیس جلدیں ہیں مگر کو ایک ہی کتاب شمار کیا جاتا ہے  
 وہ بیکر مدرسہ ہر جلد کو ایک مستقل کتاب شمار کیا جاتا ہے تو یہ تعداد لاکھوں تک پہنچ جائیگی  
 اس سے بڑا کتب خانہ مدارس میں کوئی دیکھتا ہے نہ ہو گا ۱۲

سے مشورہ فرماتے تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب نے بھی اسی افرزہ وطریق کو قائم رکھا اور وہ اپنے دیرنیزہ رفیق اور مخلص ساتھی شیخ حضرت قطب عالم سے تمام جزدی و کلی امور انتظامیہ میں ہمیشہ مشورہ کرتے رہے۔ یہ چیز نادانوں کیلئے ہر دور میں موجب اعتراض و باعث اشکال رہی اور رفتہ رفتہ نے اسی بنیاد پر متعدد بار نئے نئے اسٹراٹجک ۱۳۸۲ھ میں بھی اسی مذکورہ بالا طرزہ عمل کو بنیاد بنا کر ننگامہ آرائی اور جامعہ مظاہر علوم کو عظیم نقصان پہنچانے کی سازش کی گئی۔ بڑے ناظم صاحب (حضرت شیخ الاسلام) نے بھی اپنے دور میں اس اعتراض کی بڑی سختی سے رد کیا جسکی تفصیل حضرت شیخ کی آپ بیتی میں مذکور ہے اور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے بھی تقریر اور تحریک سے اس اعتراض کی بہت شد و حد سے نزدیک کی۔ بحمد اللہ عہدین کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے نہ جامعہ مظاہر علوم کو کوئی نقصان پہنچا اور نہ ان حضرات کے مخلصانہ تعلقات اور بھائی اللہ و رابطہ مبینہ کوئی فرق آیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضرات شیخین (حضرت قطب عالم و حضرت حجۃ الاسلام) کے مضبوط تعلقات اور گہرے روابط پر قدرے روشنی ڈالیں اور عقور اساذ کر اسٹراٹجک کے قیامت خیز ننگامہ کا بھی کر دیں۔ تاکہ ناظرین کرام کیسے ایسے مواقع پر یہ تحریک مشعل راہ ثابت ہو۔

## شیخین کے لیے مسائل و تعلقات

### اور مخلصانہ روابط

حضرت والا کے تلمیذ رشید و مجاز و جید حضرت مولانا مفتی منظر حسین صاحب نے ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم کا ارشاد ہے کہ !  
حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والاعنفات عجیب باہمہ و بے ہمہ معنی ہر خادم و متعلق اور ملاقاتی پہ سمجھتا تھا کہ حضرت والا سب سے زائد مجھ سے محبت فرماتے ہیں اور یہی مفت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب

ناظم جامعہ مظاہر علوم میں بھی تھی۔

اسی بنا پر تمام اکابر و اصاغر، مسلم و غیر مسلم اور ہر فرقے کے لوگ جو آپ سے ملنے آتے تھے وہاں نہ محبت اور مخلصانہ عقیدت رکھنے لگتے تھے۔

کیا اردوں کو دیوانہ لپٹا مگر گل خود گریباں چاک بھی ہے

اسی بنا پر سیح الامت حضرت مولانا سیح اللہ خان صاحب نے اس وقت ارشاد فرمایا جب کہ زائرین کی کثرت کی وجہ سے آپ کی نماز جنازہ و تدفین میں تاخیر ہوتی چلی جا رہی تھی کہ :-

”سلسلہ زیارت ختم نہ کیا جائے اور محبوب کو محبوب کی آخری زیارت کرنے دیجئے“

محبت گو یا حضرت والا کی گٹھی میں پڑی تھی وہ ہر شخص سے محبت کرتے اور ہر شخص ان سے محبت کرتا تھا ان کی بے لوث بے غرض اور پاکیزہ محبت کا صحیح اندازہ کچھ انہی لوگوں کو ہے جن کو حضرت والا کے قریب رہنے کا موقع نصیب ہوا ہے۔

مجھ سے قریب ہو کے جہاں آپ دیکھتے الفت کا ایک حسین سماں آپ دیکھتے

آپ کی زندگی محبت سے لبریز تھی۔ اس وسیع و عریض داستان کو چند اوراق میں

عجز بیکراں کو کوزہ میں بند کرنے کے مرادف ہے۔ پیش نظر کتاب میں جا بجا اس حقیقت

کے تراشے آپ کو ملیں گے۔ یہیں اس عنوان میں شیخین کی محبت اور ان کے مخلصانہ تعلقاً

لو بیان کرنا مقصود ہے، شیخین، کامصدق تو داعین حضرات سمجھتے ہی ہیں کہ

بجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب اور ان کے رفیق درس و

ہم عصر قطب عالم حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم

نہاجر مدنی ہیں۔ معاشرت کے باوجود شیخین کی مناسبت و ملاطفت اور محبت

و عقیدت کی روداد عجیب کرشمہ قدرت و لائق عبرت ہے۔

حضرت شیخ کی مجلس میں قطب عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کی عمومی مجلس ان کے اپنے مکان و جو

کچے گھر کے نام سے موسوم و مشہور ہے) میں نماز عصر کے بعد ہوتی تھی۔ اس ”کچے گھر“

میں ایک حجرہ ہے۔ اس حجرہ کا دروازہ جنوب رو بہ ہے اور اس دروازے کی دائیں جانب

(غرب میں) ایک چھوٹا ادخا چوترہ ہے اور بائیں جانب (مشرق میں) ایک طویل

جبوترہ ہے اس کے بالکل سامنے یکجانب ایک چھوٹا ہے اس جبوترہ کا سلسلہ اس چھوٹے کی آخری دیوار (مغرب) تک پھیلا ہوا ہے اور اسکے پاس غسل خانہ و بیت الخمار ہیں۔ اور باہر جانے کا دروازہ ہے۔ ان دونوں جبوتروں پر ٹاٹ کا فرش بچھا رہتا تھا اور زمانہ ضعف سے قبل حضرت شیخ کا پلنگ حجرہ کے دروازہ کے سامنے اس طرح مغربی جبوترہ سے ملا کر بچھایا جاتا کہ حجرہ میں خدام کی آمد و رفت ہو سکے اس چار پائی کاسبرائٹا جنوب کی طرف ہوتا اور پائنتی شمال میں (حجرہ کی طرف) پائنتی پر بڑا ٹکیہ یا پٹا ہوا بستر رکھا جاتا جس سے ٹیک لگا کر حضرت شیخ تشریف فرما ہوتے رکزوری کے دور میں نشست بدل گئی اور چھوٹے کے نیچے آگے پلنگ ہوتا آپ کے مغرب یکجانب خواص اور باہر دونوں جبوتروں پر عام لوگ ہوتے تھے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا مستقل معمول تھا کہ حضرت شیخ کی اس مجلس میں شرکت فرماتے تھے آپ کی نشست حضرت شیخ کے اسی پلنگ پر سرانے کی طرف ہوتی اور آپ کے پاس نقیۃ الاسلام حضرت مفتی سعید احمد صاحب بیٹھتے تھے اس طرح یہ مشائخ ثلاثہ و اکابر مظاہر علوم ایک چار پائی پر اسی ترتیب سے تشریف فرما ہوتے تھے۔ چھوٹے (مغربی) جبوترہ پر دوسرے علماء و مدرسین اور بڑے پر مہمانان کرام و عوام ہوتے تھے اس نشست میں خصوصی امور کے بارے میں مشورے، خاص خطوط پر گفتگو، ان کے جوابات کی تجویز، اہم باتیں اور دل چسپ فقرے ہوتے تھے۔ عوام و خواص کو ان تینوں بزرگوں (حضرت قطب عالم، حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت نقیۃ الاسلام) کی زیارت و ملاقات بیکوقت یکجائی طور پر ہمیشہ آجالی تھی۔ یہ تینوں مشائخ ایک دوسرے پر جان و دل سے فراتھے، والہانہ محبت رکھتے تھے، اور ان کی محبتوں کا اثر جامعہ مظاہر علوم کی پوری فضا پر چھایا ہوا تھا، بلابالغہ وہاں ہر اک کو ہر اک سے محبت تھی سب ایک دوسرے کا احترام و اکرام کرتے تھے کئی کئی سال وہاں مقیم رہنے والوں نے کسی ایک استاد سے دوسرے کی بُرائی ہرگز نہ سنی ہوگی اور نہ کسی کے اکرام و احترام کے خلاف کوئی لفظ سنیا ہوگا۔ عجیب جنتی ماحول تھا، اس ماحول میں پہنچنے والے دنیا و مافیہا کو فراموش کر جاتے اور اپنے دل میں چین، سکون، اور ٹھنڈک محسوس کرتے تھے اب ایسا جنتی ماحول کہاں ہے۔ اب تو ڈھونڈنے بھی نہیں مل سکتا ۵

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد۔۔۔ کسے را با کسے کارے نہ باشد  
**شرکت مجلس کی پابندی** حضرت والاؒ کی مستقل عادت تھی کہ  
 نماز عصر مسجد کلتومیہ دارالطبیہ قدیم

جامعہ مظاہر علوم میں پڑھتے اور ختم خواجگان و دعا سے فراغت پر دولت کردہ تشریف  
 لے جاتے اور اہل و عیال کی ضروریات، حالات اور حیثیت معلوم فرما کر حضرت شیخ  
 کی مجلس میں تشریف لے جاتے ایک دو خادم بھی آپ کے ہمراہ ہوتے تھے۔

تھوڑی دیر وہاں تشریف فرما رہتے، کبھی آدھی پیالی اور کبھی ایک پیالی چائے  
 بھی نوش فرماتے اور واپس تشریف لا کر نماز مغرب مسجد کلتومیہ میں ادا فرماتے  
 تھے دیگر معمولات کی طرح اس معمول میں بھی بلا عذر شدید کبھی تخلف نہ ہوتا تھا۔ آپ نے  
 ان دونوں مذکورہ معمولات کو اس وقت تک نبایا جب تک آپ کسی خادم کے سہارے  
 سے چل پھر سکے جب چلنے پھرنے سے قطعی معذوری ہو گئی تب ان معمولات کو موقوف  
 فرمایا۔ بندہ راقم السطور ایک دن استاذ مکرم، مرشد عالم حضرت محترم مولانا محمد زکریا  
 صاحب شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ حضرت والاؒ  
 دو خادموں کے سہارے تشریف لے آئے ضعیف بہت تھا کمزوری سے کپکپا رہے  
 تھے۔ محسوس ہو رہا تھا کہ تشریف لانے میں حضرت کو بہت مشقت ہوئی ہے  
 اور تکان ہو گیا ہے۔ حضرت شیخ نے زور سے فرمایا کہ: "میں نہیں بار بار منع کر چکا  
 ہوں کہ یہاں مست آیا کر دچلا نہیں جاتا، کمزوری بے حد ہے مگر بھر بھی آ جاتے ہو۔  
 اگر اب آئے تو بہت ڈانٹوں گا،" حضرت والاؒ نے مسکرا کر فرمایا میں یہاں حاضری کو وظیفہ

اور عمل خیر سمجھتا ہوں، اور حدیث میں ہے کہ خیر العن ماد یعو عیہ (بہتر بن  
 عمل وہ ہے جس پر ملامت اور پابندی کی جائے) اسلئے مجھ سے جتنک ہو سکے گا پابندی  
 حاضر ہونا ہونگا۔ اور جب مجبور ہو جاؤں گا تو نہیں آؤں گا۔ پھر حضرت والاؒ  
 کی طبیعت نازدنا سازد ہو جاتی تو تشریف نہیں لاتے اور ذرا سکون و افاقہ  
 ہوتا تو مجلس میں شرکت فرماتے۔ حضرت شیخ نے جب یہ دیکھا کہ ضعیف بہت  
 بڑھ گیا اب حضرت والاؒ کو آئے جانے میں بہت ہی تکلیف ہوتی ہے اور بہت  
 تکلف کرنا پڑتا ہے۔ تو ایک دن حضرت شیخ نے فرمایا کہ حضرت اب آپ ہرگز

تشریف نہ لایا کریں آپ کو بہت ہی تکلیف ہوتی ہے اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ "حضرت مجھے اپنے فیوض سے محروم نہ فرماتیں"

حضرت شیخ نے فرمایا کہ فیوض سے محروم نہ ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ (سب حاضرین) مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائی کل سے مجلس حضرت ناظم صاحب کے مجرم ہیں ہوا کر بچی سب لوگ وہیں آجایا کریں۔ اس پر حضرت ناظم صاحب نے ارشاد فرمایا اچھا اب میں حاضر نہ ہوا کروں گا۔ حضرت تکلیف نہ فرماتیں اس دن کے بعد حضرت مجلس میں تشریف نہیں لیگئے۔ لیکن حضرت شیخ ہمیشہ ملاقات کیلئے حضرت ناظم صاحب کے پاس تشریف لاتے رہے۔ عموماً بعد مغرب تشریف لاتے تھے۔

پس حضرت کے پیر چوموں کا ایک مرتبہ حسب معمول مغرب کے بعد حضرت شیخ تشریف لاتے اور حضرت ناظم صاحب

سے معافی کیا حضرت والا نے فرطِ محبت میں حضرت شیخ کے ہاتھ چوم لیے تو حضرت شیخ نے فرمایا لا بد بھائی ابوالحسن (حضرت شیخ کے خادم خاص) میں حضرت کے پیر چوموں کا حضرت مجھے ہمیشہ شرمندہ کرتے ہیں۔

ان دونوں بزرگوں میں ہم عمری و رفاقت درسی کا تعلق ہے۔ جو دورِ حاضر کے اندر اختلاف اور چشمک کا سبب ہو جاتا ہے لیکن ان دونوں حضرات میں باہمی محبت والہانہ تعلق، گہرے روابط اور ایک دوسرے پر فحاصلاتِ اعتماد و اعتقاد کا موجب تھا انکی نظریں دنیا کی آنکھوں نے بہت ہی کم دیکھی ہوں گی۔

قدم قدم پر ہزاروں چراغ جلتے ہیں

رہِ وفا میں مگر در تنگ اندھیرا ہے

یہی وجہ ہے کہ ان دونوں حضرات کی برکت سے جامعہ مظاہر علوم آپسی اختلاف اور انتشار و خلفشار سے محفوظ رہا۔ اور ان حضرات کا سایہِ عاطفت و رحمت اٹھ جانے کے بعد اس مثالی درسگاہ میں بھی وہی فتنے داخل ہو گئے جو دوسرے اداروں کی قسمت بن چکے ہیں۔ حق تعالیٰ ہی اپنی قدرت و رحمت سے تمام دینی اداروں کی ظاہری و باطنی شہر و زنتن اور سکارہ سے حفاظت فرمائے۔ اور ان کے فیوض کو اپنے فضل سے روز افزوں فرمائے آمین۔



ملے رارنگ و بوسے دیگر است | یہ دونوں حضرات اگر علوم نبویہ میں حضرت  
اقدس مولانا خلیل احمد صاحب جیسی ہستی کے

ارث اور جانشین صدق ہیں تو تصوف و طریقت، سلوک و معرفت میں، حضرت  
ع، حضرت محدث سہارنپوری کے اجل خلفاء میں سے ہیں اور حضرت اقدس  
صاحب مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ کے خلیفہ ارشد ہیں۔  
ان حضرات میں سے ہر ایک اپنی نظر آپ ہے۔ حضرت شیخ اگر محدث اعظم، فقیہ کامل  
بابیب صاحب تصانیف کثیرہ، شارح حدیث اور شیخ العرب والعجم قطب عالم ہیں تو  
والا بھی محدث جلیل، مفسر کبیر، فقیہ دوراں، متعدد زبانوں کے ادیب یکتا،  
دب میں استاذ الاساتذہ معقولات و منقولات میں یگیاں متحر و ماہر، مناظر اعظم،  
بے مثال۔ اور سنت و شریعت کے قالب میں ڈھلے ہوئے زرخشاں مسفت اور  
صورت و سیرت مرشد عالم حجۃ الاسلام تھے۔ ان دونوں آفتاب و مہتاب کے  
اسے بابر و مظاہر عظام منور اور جگمگ لیلہا و نہارہ اسواء کا سپاس و صدق تھا  
ان حضرات کرام میں ظاہری فرق یہ محسوس ہوتا تھا کہ حضرت شیخ کا طرز و انداز  
انہ تھا جس میں بے تکلفی غالب تھی اور حضرت ناظم صاحب میں عقیدت و محبت  
لا تھو ادب کا زبردست غلبہ تھا۔

حضرت والا علیہ الرحمۃ اپنے اکابر کا تو ادب و احترام اتنا کرتے تھے کہ  
اس قدر ادب نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ لیکن حضرت شیخ  
محمود رفیق درس تھے اسکے باوجود آپ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ حضرت کی مجلس میں  
بندی سے عقیدت مندانہ تشریف لے جاتے ہی تھے۔ لیکن اگر کوئی شخص آپ سے  
کی درخواست کرتا تو آپ کو حضرت شیخ کی طرف متوجہ فرماتے اس پر بھی اگر اصرار  
تو آپ فرماتے کہ میں آپ کی بھائی ہوں آپ کو میرے اوپر اعتماد ہے اور آپ مجھ کو  
برخواہ سمجھتے ہیں تو میں آپ کو صحیح مشورہ دے رہا ہوں جو خیر خواہی و اخلاص پر مبنی ہے  
حضرت سے رجوع فرمائیں میں بھی روزانہ حضرت کی خدمت میں حاضری دیتا ہوں  
نہت کی برکات سے فیضیاب ہوتا ہوں۔ پھر بھی آنے والا اگر مہر ہوتا تو آپ بیعت  
تھے۔ حضرت شیخ کا قیام جہنگ سہارنپور میں رہا آپ نے باقاعدہ حلقہ ذکر

قائم نہیں فرمایا۔ حالانکہ علماء و غیر علماء بڑی تعداد میں آپ کے دامن فیض سے وابستہ تھے نہ ہی آپ نے خاتما ہی نظام ادب و تہذیب کا انتہائی کام کیا۔ ہاں آپ نے وابستگان کی پوری توجہ رکھتے اور ہمہ وقت خصوصاً ان کی اصلاح کی کوشش فرماتے۔ اور عموماً تمام مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں تک کو بھی مفید نصیحتوں اور اصلاحی کوششوں سے نوازتے رہتے تھے۔ آپ کے در سے کوئی محروم نہیں جاتا تھا۔ حضرت شیخ کی کے بعد آپ کے حجرہ میں ذکر چہری کا حلقہ قائم ہو گیا اور متوسلین وہاں جمع ہو کر ذکر کرنے لگے تھے۔

اس سے آپ کے کمال ادب، تواضع، ایثار اور فنائیت کی شان واضح اور نمایاں ہوتی ہے۔

**آپ کی بہت ضرورت ہے**

حضرت شیخ جب بھی سفر حجاز فرماتے تو حضرت پریشان ہو جاتے اور تشویش کا اظہار فرماتے اور حضرت شیخ زبانی بھی فرماتے اور حجاز مقدس سے بھی تسلی کے خطوط رد فرماتے رہتے تھے۔ اکثر خطوں میں لکھواتے تھے کہ میں آپ کیلئے تمام مقالات مقدسہ پر دعا کرتا ہوں، گو آپ کو تو دعا کی اتنی ضرورت نہیں لیکن دعا اس لئے کرتا ہوں کہ میں منظر علوم کو آپ کی بہت ضرورت ہے۔ آپ صرف چار پائی پر بیٹھے رہیں تو آپ کی برکتوں سے منظر علوم مستفید ہوتا رہے گا۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے اور حضرت والا سے ملاقات کیلئے حضرت والا کے حجرہ میں تشریف لاتے اس وقت حضرت والا بے پردہ نہ تھے۔

آنسو بھی چشم تر میں محبت نے بھر دیئے

دل میں ہمارے آگ لگانے کے ساتھ ساتھ

بہر حال حضرت شیخ تو تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر ایک خط لکھوایا جس میں یہ شعر بھی تھا۔

نہیں بھولتا اس کی رخصت کا وقت

وہ درود کے ملنا بلا ہو گیا

اس واقعہ اور شعر سے جہاں دونوں بزرگوں کے خالصانہ تعلقات اور دالہانہ محبتوں

روشنی پڑتی ہے وہیں حضرت شیخؒ کے ذوق شعری کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اگرچہ مسلمات حضرت شیخؒ نے ہمیشہ حدیث مسلسل بالشعار پر فرمایا کہ یہ حدیث حضرت ناظم صاحب پر پڑھو وہ شاعر ہیں میں شاعر نہیں ہوں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ رسمی طور پر گو حضرت شیخؒ اعزہ کہا جاسکتا ہو لیکن شعر فہمی، سخن سنجی وغیرہ میں وہ کسی شاعر سے کسی طرح کم نہ تھے۔ اس کا ثبوت حضرت شیخؒ کا اپنی کتب فضائل میں خصوصاً فضائل فضائل درود اور فضائل بنوی میں منتخب اشعار کا اندراج اور فضائل درود شریف میں حضرت جانی کی مشہور نعتہ مناجات، ”ترحمہ یا بنی اللہ“ ترجمہ مولانا نانو توئی کی نعت کا انتخاب ہے۔ حضرت مولانا عبدالرحمن جانی کی مناجات کا نثر میں ترجمہ حضرت شیخؒ کے ارشاد پر حضرت ناظم صاحبؒ ہی نے فرمایا تھا بابت ہی بہترین ترجمہ ہے۔

## نثر شیخؒ کی تصنیفات پر نقد و نظر

اپنی تصنیفات و تالیفات کے سلسلہ میں حضرت شیخؒ کا یہ رہا ہے کہ وہ اپنی تصنیفات و تالیفات کو کتابت و طباعت کے مراحل سے پہلے اعتماد علماء کو نقد و نظر کیلئے دکھاتے اور ان کے مشوروں کو بخوشی قبول فرما کر حذف و سیم فرماتے تھے۔ ان معتمد علماء میں صدر العلماء حضرت اقدس مولانا عبدالرحمن صاحب پوری صدر مدرس، فقیہ الاسلام حضرت مولانا قاری سعید احمد صاحب مفتی اعظم اور الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب رحمہم اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں وغیرہ پر نظر ثانی خصوصاً حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب فرماتے تھے باقی پر دیگر حضرات ہم ہند کے بعد موصوف پاکستان منتقل ہو گئے تو پھر خصوصیت سے دو ہی حضرات الاسلام و حضرت فقیہ الاسلام، ہی اس کام کیلئے باقی رہ گئے تھے۔

مولانا محمد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت شیخؒ کی تمام تصانیف طباعت سے پہلے حضرت کی نظر سے گزری ہیں اور آپ نے ان کو حرفاً حرفاً دیکھ کر نقد فرمایا اور حضرت شیخؒ نے کھلے دل سے حضرت والاؒ کی رائے کو پوری وقعت و وسعت کے ساتھ قبول فرمایا تصنیفات کے سلسلہ میں حضرت حمزہ الاسلام، حضرت شیخؒ کے مشیر خصوصی کی حیثیت سے تھے۔ حضرت شیخؒ خود ایک خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ !

اس ناکارہ نے تو اس میں اپنی رائے پر مار نہ رکھا تھا بلکہ متعدد اہل علم بالخصوص مولانا اسعد اللہ صاحب، ناظم مدرسہ مظاہر علوم اور قاری سعید احمد صاحب مفتی مدرسے حرّہ حرقا ان (کتب فضاہل) پر اڈا لا نظر ثانی کرائی تھی اور جن چیزوں پر ان سے کسی نے بھی گرفت کی ان کو قلم زد کر دیا تھا، اسی بنا پر ان میں سے ہر رسالہ تقریباً ایک ربع یا ایک خمس کے قریب اصل سودہ سے کم ہے۔ اسکے بعد بھی یقیناً ان میں کسی کی گنجائش ہے۔ فقط۔۔۔ (کتب فضاہل پر اشکالات اور ان کے جوابات ص ۱۷۱)۔

اس معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب حضرات ایک دوسرے پر کس قدر اعتماد کرتے اور علم و دین میں کتنے محتاط تھے نہ کسی کو کسی کی رائے طلب کرنے اور قبول کرنے میں عار تھی اور نہ دیانت سے رائے پیش کرنے میں کوئی تردد تھا۔ دین کے معاملہ میں حجاب، تکلف اور تصنع کا ان کے یہاں گزر نہیں تھا ہم ذیل میں ان پاکیزہ تعلقات و روابط کا صرف ایک واقعہ ذکر کر رہے جو اس حقیقت و واقعہ کی وضاحت اور ثبوت کے لئے دلیل کافی و شاہد عدل ہے

**قابل رشک و بے مثال روابط** تقسیم ہند سے پہلے صدر العلماء حضرت عبدالرحمن صاحب کائن پوری صدر الاساتذہ

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے متعلق ہمیشہ ترمذی شریف و طحاوی شریف اسباق رہے ہیں طحاوی شریف فن حدیث میں احسان کی قابل فخر و مایہ ناز کتاب حدیث پاک کا ایک ایسا حین گلدرستہ و نورانی مجموعہ ہے کہ جو ترتیب و تالیف جمع حدیث کے علاوہ فقہی مسائل، بیان مذاہب اور منطقی نظر و استدلال کے مزین و دلچسپ ہے۔ اس میں متن حدیث، رجال و اسناد، مسائل مستنبط کی واضح، مدلل اور مضبوط مباحث از اولی تا آخر پھیلی ہوئی ہیں لیکن بہت افسوس ہے اور اکثر علماء کو آہ ہے کہ دوسری مشہور و متداول کتب حدیث کی طرح اس کی طرف اہل علم و قلم نے توجہ نہیں فرمائی اور اس کی عربی و اردو میں کوئی ایسی شرح نہیں لکھی گئی، جس سے منغلقات مشکلات طحاوی جامعیت و اختصار کے ساتھ اس طرح حل ہو جائے کہ طلبہ و اساتذہ کی علمی الجھنیں دور ہو جائیں اور اس کے مضامین سے متعلق کوئی تشنگی باقی نہ رہے۔

گراں فہم و تفہیم میں سہولت حاصل ہو جاتی۔ غالباً اسی سبب علمائے احفاد حدیث میں اس کا کوئی خاص اہتمام کرتے ہیں اور نہ دوسری کتب حدیث کی طرح

اسکو اہمیت دیتے ہیں حالانکہ علمائے اخلاف کو سب کتابوں سے نہیں تو بخاری شریف، مسلم شریف کے بعد اس کتاب کا اہتمام و اعتناء کرنا چاہیے تھا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد تو اس کے متعلق کچھ کتب لکھی گئی ہیں۔ مثلاً مولانا حکیم محمد ایوب صاحب سہارنپوری کی تصحیح اغلاط الطحاوی اور تراجم الاحبار۔ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب امیر تبلیغ کی امانی الاحبار جو اگرچہ طحاوی کی بہترین شرح ہے لیکن افسوس رہنمائی نہ ہو سکی۔ اور حضرت اقدس ناظم صاحب کی تقریر طحاوی شریف کی اشاعت کا سلسلہ بھی بنام، "مصباح الطحاوی"، شروع ہو گیا ہے۔ اور شائع ہوا کا برکی اجتماعی کاوش، "الحدادی علی مشکلات الطحاوی"، پاکستان سے شائع ہو چکی ہے لیکن سلسلہ سے پہلے ان میں سے کوئی چیز وجود میں نہیں آئی تھی تاہم طحاوی پر ابھی تک کام ناقص اور نا کافی ہے۔ کاش علمائے اعلام توجہ ہوں۔ اسپر مزید قابل افسوس بات یہ تھی کہ اس کتاب مقدس (طحاوی شریف) کی طباعت میں نہ معلوم کیوں تصحیح کا اہتمام بھی نہ ہو سکا تھا جسکی وجہ سے اس میں بہت سی اغلاط داخل ہو گئی تھیں (جس کا تذکرہ حضرت شیخ کے ایمار پر حضرت مولانا حکیم محمد ایوب صاحب موصوف نے کیا) جس کا نتیجہ لازمہ یہ تھا کہ تمام کتب حدیث میں سب سے زائد مشکل طحاوی شریف کا پڑھنا ہوتا تھا گو یا درس طحاوی شریف، لیاقت قابلیت کا زبردست امتحان تھا۔ ان چند تہمیدی کلمات کے بعد عرض ہے کہ صدر العلماء حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کامل پوریؒ کو جو کمال علم کے باوجود طحاوی شریف کے بہت سے مقامات میں اشکالات پیش آئے اور مباحث مشکوٰۃ میں اطمینان قلبی نہ ہو پاتا تھا۔ اور ان کی بلند و صاف طبیعت الجھے ہوئے مقامات کا حل اور طہائیت قلبی نوچا ہتی تھی۔ اسلئے صدر العلماء حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب ایسے مقامات مشکوٰۃ میں یقین و انتخاب فرما کر ان میں خود بھی فکر و نظر فرماتے اور ان کا اطمینان بخش حل تلاش فرماتے اور ان کو حل طلبی کیلئے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، قطب عالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپور، حجت الاسلام حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، اور نقیب الاسلام حضرت مولانا قاری سعید احمد صاحب

مفتی اعظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے پاس بھی بھیجتے تھے۔ یہ جملہ اکابر و مشائخ  
 اور ارکان جامعہ مظاہر علوم انفرادی طور پر بھی ان میں غور و فکر فرماتے اور اجتماعی  
 طور پر بھی ان مقامات پر بحث و گفتگو فرماتے اور اپنی اپنی آراء اور خیالات کو تحریر  
 طور پر ضبط فرماتے تھے اس طرح ان حضرات، اکابر کی باہمی یگانگت، بے تکلف  
 روابط اور ایک دوسرے پر مکمل اعتماد کی برکت سے طحاوی شریف کے مقامات  
 مشککہ کے حل و دھناحت کیلئے ایک قابل اعتماد اور با وزن شرح وجود میں آگئی  
 جو الحادی فی حل مشکلات الطحاوی، کے نام سے حضرت صدر العلماء کے صاحبزادے  
 مولانا سعید الرحمن صاحب کی عنایت و کوشش سے پاکستان میں شائع ہو چکی  
 یہاں اس تفصیل سے صرف یہ بتانا ہے کہ جامعہ مظاہر علوم کے یہ اکابر و اساطین  
 اور اساتذہ ایک دوسرے کی نظر میں کتنے معزز و ممتاز، ہم زبان و ہمراز اور قابل  
 احترام و لائق اعتماد تھے اس کا ہلکا سا اندازہ اس واقعہ مذکورہ اور اس کتاب مذکورہ  
 کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے جو صدر العلماء، شیخ الاسلام، خطیب عالم، حجت الاسلام  
 اور فقیہ الاسلام رحمہم اللہ کی اجتماعی کاوشوں اور فملصاتہ کوششوں کا حسین و پُر کیف  
 نتیجہ اور ان کے علمی گلوں کا رنگارنگ گلہ استہ ہے اس کتاب مذکورہ کے مطالعہ سے  
 ان حضرات کے مبلغ علم کے انداز کے ساتھ ساتھ ان کے امتیازات اور خصوصیات بھی  
 الگ الگ نمایاں ہو جاتی ہیں اور ان کے علم حدیث پر عبور، علوم میں مہارت و دقت  
 نظر، عمیق و عریض غور و فکر اور خداداد ذہانت و ذکاوت کے علاوہ قوت استدلال  
 اور انہستیوں کی علمی گہرائی و گیرائی کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔ اور صاحب سوانح  
 حجت الاسلام علیہ الرحمۃ کی امتیازی شان بھی کھل کر دکھائی دے سکتی ہے۔  
 ان حضرات کرام کے باہمی روابط و تعلقات کی وضاحت کیلئے یہ بتادینا بھی ضروری ہے  
 کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب و صدر العلماء حضرت مولانا  
 عبدالرحمن صاحب کا ملپوری باقی تینوں اکابر کے استاذ ہیں اور حجت الاسلام حضرت  
 ناظم صاحب و خطیب عالم حضرت شیخ الحدیث صاحب ہم درس و رفیق ہیں اور مفتی  
 اعظم حضرت مولانا قاری سعید احمد صاحب ان جملہ اکابر کے شاگرد و رشید ہیں لیکن  
 استاذی و شاگری کے اس واضح فرق کے باوجود ان سب حضرات میں معاشرت و

رفت بھی ہے اور قابل رشک و لائق عبرت محبت، یکجا محنت اور ربط و تعلق بھی  
 اس دور میں اس آئندہ تلامذہ مدرسین اور اساطین علم میں یہ نوری روابط  
 یہ مخلصانہ تعلقات کہاں ہیں انسوس صدانسوس  
 اب سوز و گداز اس محفل میں کچھ بھی نہ رہا اندھیر ہوا  
 پردالوں نے جلنا چھوڑ دیا شمعوں نے بگھلنا چھوڑ دیا  
 اس مقام پر میرا قلب مجبور کر رہا ہے کہ اشک سنبھلی مرحوم کی ایک عبرت ناک غزل  
 ہے قارئین کی ضیافت کروں۔

## غزل

(اشک سنبھلی)

بق و شرر ہیں چاند ستاروں کے روپ میں  
 ہر ایک پھول کا غصہ ہے سرخ ہے  
 شبنم بدل دیتے مری بد قسمتی نے آہ  
 با ہے ایسی بے کسی و بے حسی کا دور  
 بھی رہے، شناور ذی حوصلہ خیال  
 نام تو نہ ہوتی زمانے میں عکشی  
 خون ریز حادثے ہیں بہاروں کے روپ میں  
 شبنم مرے لئے ہے شراروں کے روپ میں  
 ساحل نظر پڑے مجھے دھاروں کے روپ میں  
 زندہ اب آدمی ہیں مزاروں کے روپ میں  
 طوفاں بلبس گئے تجھ کو سہاروں کے روپ میں  
 کچھ بواہوس ہیں بادہ گساروں کے روپ میں  
 اے اشک اب تو لگنے لگا دوستی سے ڈر  
 دشمن بہت ملے مجھے یاروں کے روپ میں

سٹرٹنگ اور تعلقات میں رخنہ اندازی  
 ہم ہمراہ گرد شو! چلو دو چار گام اور  
 یسنا ہے زندگی ملے بھی انتقام اور

ریح الثانی ۱۳۸۲ھ ۹ ستمبر ۱۹۶۲ء روزہ شنبہ کو شہر کے کچھ بدین لوگوں  
 اسلام دشمن طاقتوں نے بعض نا عاقبت اندیش طلبہ کو اکساکر "اسٹرٹنگ" کا  
 قیامت خیز، نہ گامہ بپا کرنے کی کوشش کی۔ جھوٹے پروپگنڈے کی غلط خبریں خبا  
 ر شائع کرائیں۔ اشتعال انگیز اور بہتان سے لبریز اشتہارات جا بجا چسپاں  
 کیے۔ اور اس تعلیمی مفاطہ، "اسٹرٹنگ" کی ابتداء مدرسہ خلیفہ شاخ جامعہ مظاہر علوم

سے کی جہاں ابتدائی تعلیم ہوتی ہے، وہاں کے اقامت پذیر انشی طلبہ میں سے پتیس<sup>۳۵</sup> طلبہ نے،، ادھے سیاسی نیتاؤں،، کے ایسا پر مندرجہ ذیل چند مطالبات اہتمام میں بھیجوائے۔

(الف) دار جدید لب نالہ و دار جدید لب حوض بن بجلی کا مستقل انتظام کیا جائے  
(ب) اعلاہ مطبع کے زینہ پر روشنی کا انتظام کیا جائے (ج) دارالطلبہ قدیم کے صحن کی بجلی رات بھر جلائی جائے وغیرہ وغیرہ۔  
یہ بے وزن مطالبات،، پوسٹر، کی شکل میں طبع کرائے گئے اور ۲۸ ربیع ۱۳۸۲ھ م ۲۹ ستمبر تک نامنظوری کی صورت میں مکمل اسٹراک کی دھمکی دی گئی۔ حالاں کہ یہ مسائل اہتمام میں زیر غور تھے۔ اور دفتر اہتمام سے ان کے اجراء کا حکم صادر ہونے والا ہی تھا۔

یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ اشتہارات و اخبارات میں خود ساختہ واقعات طبع کر اگر عوام کو یہ تاثر دینے کی پوری کوشش کی گئی کہ،، حضرت شیخ،، اور،، حضرت ناظم صاحب،، کے درمیان اقتدار کی زبردست جنگ ہے۔ اس فتنہ کی پشت پناہی کرنے والی غیر مسلم فرقہ پرست طاقتیں اور بعض اندرونی حُساد و معاندین کی کوششیں تھیں جنہوں نے مدرسہ کو بدنام کرنے اور بزرگانِ دین کی قبائے نقاہت کو تار تار کرنے میں ایڑی جوٹی کا زور لگا دیا بلکہ درمطالعہ علوم کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھانے رکھی تھی اس فتنہ کو حضرت حجۃ الاسلام و حضرت قطب عالم کی ماعی جمیلہ و تدابیر حسنہ نے تمام اساتذہ کرام اور اکثر طلبہ کے بھرپور تعاون سے کچل دیا۔ اور ایک دن کیلئے بھی تعلیمی مقاطعہ،، نہ ہو سکا۔ جب ان لوگوں نے درسگاہوں پر قبضہ کر لیا اور طلبہ کے راستے سد و کر دیئے تو حضرت قطب عالم نے فرمایا پڑھانے کیلئے درسگاہیں ضروری نہیں ہیں چنانچہ محدث جلیل امیر العلماء حضرت مولانا امیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ نے زمین کی خاک پر پیٹھ کر ترندی شریف کا درس دیا اور تمام اساتذہ اسباق پڑھانے لگے۔ ہنگامہ مختلف انداز اختیار کرتا رہا،، بیرونی علماء خصوصاً حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مواصلین تبلیغ شریف لاتے رہے اور حضرات شیخین کا بھرپور تعاون کرتے رہے۔ ان حضرات نے سرکش طلبہ پر قلعاً سختی نہیں کی پولیس انیسراں



درخواست کی کہ ہم ان کو گرفتار کر لیں اور سختی کریں لیکن حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ  
 میرے بچے ہیں اگر کسی نے بھی ان کو تکلیف دی تو میں اس کے لئے بد دعا کروں گا نادانی  
 شرارت کر رہے ہیں ٹھیک ہو جائیں گے چند آدمیوں کے مشورہ سے راقم السطور نے  
 اناسید وقار علی صاحب کیندریہ ان حضرات سے کہلوایا کہ ہم لوگ ان سے آج ہی  
 بکے خالی کرادیں گے، ہمیں آپ اجازت دیدیں حضرت شیخؒ نے کہلوایا کہ اگر ان  
 سے کسی پر سختی کی گئی تو تیرے لئے بھی بد دعا کروں گا ہاں دارالعلوم دیوبند  
 آیا ہوا..... یہ ردوانی ہے اسکو نکال دو اس نے بہت ستار کھا ہے۔  
 پتہ یہ پیغام ملتے ہی راقم السطور نے ایک خاص تدبیر بار د سے فوزا اس کو مظاہر علوم  
 ہمد کرانکال دیا کہ وہ شہر سہارنپور کی حدود میں قدم نہیں رکھے گا اور مولانا  
 ارعلی صاحب کو فوراً حضرت شیخؒ کے پاس خوشخبری سنانے کیلئے بھیج دیا اس پر  
 حضرت شیخؒ نے بہت ہی دعائیں دیں۔

**رٹ فیل ہو جاتا** ایک دن شورش بہت ہی تیز تھی حضرت مولانا محمد یوسف  
 صاحب اپنے رفقاء کے ہمراہ تشریف لائے ہوئے تھے  
 قلم قدیم کی مسجد میں ان حضرات نے مسلسل ڈیڑھ گھنٹہ دعا کی اور یہ فتنہ فرو  
 گیا۔ اس دن پولیس بھی کافی تعداد میں آئی ہوئی تھی کو قوال وغیرہ بھی موجود تھے۔  
 اٹت شیخ و حضرت ناظم صاحب اس فتنہ کو فرو کرنے کیلئے ہمہ تن متہ تمام تر توجہات  
 اروف تھے حجۃ الاسلام حضرت ناظم صاحب اپنی جگہ سے اٹھ کر کسی ضرورت سے جمع  
 تشریف لائے جمع میں راقم السطور موجود تھا۔ حضرت موصوف نے میرا ہاتھ پکڑ کر  
 بتاد فرمایا کہ:

بیٹا! حضرت شیخ کا وجود ہمارے لئے نعمتِ غظمی ہے اگر حضرت تشریف فرمانہ ہوتے  
 آج میرا رٹ فیل ہو جاتا،

**ناپاک اشتہار** فرمیں: "انہی خدام المسلمین" کے جعلی "سکرٹری" "علم ظہر"  
 کی جانب سے ایک پوسٹر شائع ہوا جس میں حضرات شیعین  
 الاسلام و قطب عالم ادریسان تفریق و رخنہ اندازی کی مذموم کوشش کے علاوہ  
 مرت قطب عالم پر ناجائز الزامات بھی لگاتے گئے تھے۔ اس اشتہار پر بدکردار

کا عنوان تھا، جامعہ مظاہر علوم کی بنیاد کو متزلزل کرنے والی پُر اسرار سیاستی، الزامات یہ تھے کہ (۱) حضرت شیخ نے اپنے آمرانہ غلبہ و تسلط کی بقا و تحفظ کیلئے فلاں فلاں کو مدرسہ کا سرپرست مقرر کرایا ہے۔ (۲) مالیات مدرسہ میں مالکانہ نفقات (۳) خویش نوازی وغیرہ وغیرہ نیز حضرت اقدس ناظم صاحب کے ساتھ ہمدردی کا اظہار اور اپنا دلی تعلق ظاہر کرنے کیلئے لکھا تھا جو درحقیقت حقہ الاسلام حضرت ناظم صاحب کی سخت توہین تھی،

موجودہ ناظم صاحب کے ساتھ باوجود کامل اطاعت و انتہائی چالوسی اور خدمت میں حاضر باشی کے دیہانتک حال ہو گیا ہے کہ وہ دستخط کرنے کے ناظم معطل ہو رہا اور کوئی دخل نہیں جسکا ناظم صاحب بار بار مجبور ہو کر اقرار کیا اور کرتے رہتے ہیں ان کے خلاف نااہل ثابت کرنے کیلئے ایسی ناجائز تدابیر کیجاتی ہیں جن کا تفصیل بیان کسی وقت ضرورت کیا جاسکتا ہے،

یہ مذکورہ الزامات اور اسی قسم کی دوسری ہفتوات اخبارات تک میں بھی شائع کرائی گئیں۔ جن سے واقفین کو سخت اذیت پہنچی اور ناواقفین کو سخت حیرت ہوئی مجبوراً حجة الاسلام حضرت ناظم صاحب نے اپنے قلم سے ایک سرزیدی مضمون لکھ کر بنام، مظاہر علوم سہارنپور و شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ ایک کتابچہ کی شکل میں شائع کرایا نیز بعض ماہناموں اور اخبارات میں بھی اس مضمون کو شائع کرایا گیا جس سے ان کے مزعومات کی قلعی کھل گئی۔ اور معاندین و دشمن ہو گیا کہ شیخین کے روابط و تعلقات ایسے کمزور نہیں ہیں جنکو ایسی یہودی تدابیر سے نقصان پہنچایا جاسکے۔ عجب یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔ جب کبھی دیکھتے تھے کہ دیئے بجھتے ہوئے۔ دل جلا کر میں نے دنیا میں اہلا کر دیا۔ قلب پر چوٹیں لگا کر گردش ایام نے۔ زندگی کی ہر نزاکت سے شناسا کر دیا۔ ذیل میں حضرت والا کا تحریر فرمودہ وہ مضمون بعینہ بریہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

۵

از علی آموز اخلاص عمل — شیر حق را داں، مُنرہ، بے دُغل  
گفت من تیغ از پے حق میزنم — بندہ حق نہ مامور تنم

# منظاہر علوم سہارنپور

## شیخ الحدیث مولانا محمد کریم صاحب مدظلہ

(حجت الاسلام حضرت اقدس ناظم صاحب)

قریباً دو ماہ کا عرصہ ہوا ایک مطلوبہ تحریر علم میں آئی جو کسی عظیم اظہر، صاحب کے نام سے شائع ہوئی ہے جنہوں نے اپنے آپ کو "خدام المسلمین سہارنپور" کے شعبہ شرواعت کا سکریٹری ظاہر کیا ہے پوری حدود جہد کے باوجود نہ تو اب تک سہارنپور میں اظہر، صاحب کا پتہ چل سکا اور نہ اس نام کی کسی انجمن کا اسلئے غالب گمان ہے کہ دونوں نام فرضی ہیں۔ واللہ اعلم بہر حال یہ نام فرضی ہیں یا واقعی، یہ تقریر اسی شہرت اور فتنہ انگیزی کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو مظاہر علوم کے خلاف آٹھ نو مہینہ سے جاری ہے اس تحریر کا نہایت سخت تکلیف دہ اور قاتل قابلِ مذمت پہلو یہ ہے کہ اس میں میرے ساتھ ایک طرح کی ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی ذات گرامی پر پوری ناخوشاں دہی کے ساتھ انتہائی رکیک حملے کیے گئے ہیں۔ یہ تقریر جب میرے علم میں آئی تھی تو اسکی انتہائی لغویت اور رکاکت کی وجہ سے میں نے اسکو قابلِ بیانات بھی نہیں سمجھا تھا۔ اور اطمینان تھا کہ جو لوگ مظاہر علوم اور حضرت شیخ مدظلہ کے بارے میں کچھ بھی جانتے ہیں ان پر اس کا ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوگا۔ بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کی ہمدردی اور تعلق میں اور اضافہ ہوگا اور الحمد للہ یہی ہوا بہت سے مقامات کے مخلصین نے انہ خود اہل برکت کو اطلاع دی کہ اس تحریر کو پڑھکر ہمیں مدرسہ اور زیادہ ہمدردی پیدا ہوئی لیکن بعض خطوط سے معلوم ہوا کہ یہ تحریر بہت سے

ایسے حلقوں میں بھی خاص کوشش سے پہونچائی گئی ہے جو مدرسہ کے حالات سے اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی ذات سے واقف نہیں جو ایسے لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتے ہیں اسلئے مظاہر علوم اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تعلق کے بارے میں آج میں کچھ باتیں سپرد قلم کرتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ ان باتوں کا اظہار اور ان کی اس طرح اشاعت حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کیلئے گرائی کا باعث ہوگی لیکن امید ہے کہ ضرورت کے پیش نظر وہ مجھے معذور قرار دیں گے۔

(۱) ہندوستان کے علمی اور دینی حلقے واقف ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اپنے علمی بھرپور زہد و تقویٰ کے لحاظ سے ہمارے اس دور میں بقیۃ السلف اور عالم اسلام کی ممتاز شخصیتوں میں سے ہیں آپ کی علمی تہ خاص کر شرح حدیث جحانہ اور دوسرے ممالک اسلامیہ میں مقبول معروف ہیں مظاہر علوم کی یہ خوش قسمتی ہے کہ قریباً پچاس سال سے ہمارے معاوضہ و تنخواہ کے آپ اس میں تدریسی خدمت انجام دے رہے ہیں فن کی سرسبز بلندی پر یہ کتاب بخار کا شریف کا درس عرصہ سے آپ ہی دیتے ہیں۔

(۲) ہندوستان بلکہ اب عالم اسلام کی عظیم ترین اور وسیع ترین دینی تحریک جو تبلیغ کے نام سے موسوم ہے۔ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اسکے روح رواں ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اس دینی تحریک کے اور اسکے خاص کارکنوں کے گویا روحانی سرپرست ہیں اس تعلق کی بنا پر ہندوستان اور بیرون ہند کے وسیع ترین تبلیغی حلقہ کی خاص بہر ویاں مظاہر علوم کو حاصل ہیں اور اس سلسلہ سے ہند و بیرون ہند وہ ممتاز اور صاحب اثر شخصیتیں آئے دن مظاہر علوم میں از خود آتی رہتی ہیں جن کو بلا کر مظاہر علوم دکھانا یا انکی ہمدر دیاں حاصل کرنا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔

(۳) بہت سے حضرات محض حضرت شیخ کے تعلق کی بنا پر بڑی بڑی رقمیں سرسہ گو بجھتے ہیں اور لکھ دیتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ الحدیث کے ارشاد

کے مطابق اسکو کسی مصرف میں خرچ کیا جاتے۔

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کے مدینہ طیبہ شریف لے جانے کی موت تک دورہ حدیث کے طلبہ کی تعداد بیس بیس تک ہوتی تھی اور اب یہ عدد گزشتہ چند سالوں میں ساٹھ ستر تک پہنچ گیا ہے اسی طرح مدرسے ہر شعبہ میں الحمد للہ کافی ترقی ہوئی ہے میں زیادہ تر دخل حضرت شیخ الحدیث کی ذات گرامی کو ہے۔

**حسرت کا الزام** | عظیم اظہار، ضابطہ نام سے جو تحریر شائع ہوئی ہے اس میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ پر آمریت کا الزام

ی لگایا گیا ہے۔ اور میرے بارے میں ظاہر کیا گیا ہے کہ گویا میں شیخ کی آمریت کے سامنے معطل اور بے بس ہوں۔

ان شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی خدا کا خوف ہو وہ ایسی بہتان طرازی آسانی سے نہیں کر سکتا واقعہ یہ ہے کہ حضرت شیخ اپنے علمی، تصنیفی و اصلاحی مشاغل و معمولات میں اس قدر مصروف اور منہمک رہتے ہیں کہ دوسرے کسی غلہ میں ایک منٹ صرف کرنا بھی گراں گذرتا ہے یہاں آنے جانے والے اب ہی حضرات جانتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں علماء اہل علم، مشائخ، بڑے بڑے اصحاب و جامعات اور رؤساء و دراز سے آنے آتے ہیں لیکن انکی وجہ سے شیخ اپنے اوقات اور معمولات میں کوئی تغیر نہیں لاتے اور نہیں چاہتے کہ کوئی ان اوقات اور معمولات میں مداخلت کرے اسلئے ضروری طور پر انکی ذاتی خواہش یہی رہتی ہے کہ مدرسے معاملات میں بھی ان کا وقت زیادہ نہ لیا جائے مگر میں مدرسے معاملات میں مشورہ لیتے حسب ضرورت مشاغل کے اوقات میں بھی پہنچ جاتا ہوں مدد و بخار اس کا اظہار فرمایا ہے کہ ہر معاملہ میں ان سے مشورہ نہ لیا جائے بلکہ صرف غیر معمولی اور اہم معاملات میں ان سے مشورہ کیا جائے۔ لیکن میں خود اپنی افتاد بلع اور ضعیف صحت کی وجہ سے اور شیخ کی اصابت راتے پر اعتماد کی وجہ سے بس اوقات ان امور میں بھی ان سے مشورہ کرتا ہوں۔

جن میں وہ نہیں چاہتے کہ ان سے مشورہ کیا جائے اور قریب قریب یہی طرزِ عمل حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے دورِ نظامت میں تھا وہ بھی حضرت شیخ کی اصابتِ رائے پر اعتماد ہی کی وجہ سے مدرسہ کی جزئیات میں بھی حضرت شیخ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ بس یہ ہے حقیقت شیخ کی آمریت کی۔

انہوں نے کس قدر ناخدا ترس ہیں وہ لوگ جو ان پر آمریت کا الزام لگاتے ہیں اور اس کیلئے افسانے تراشتے ہیں۔

منظاہر علوم کی مالیات، اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی علیہم اظہر صاحب کے نام سے شائع ہو۔

دلی تحریر میں حضرت شیخ الحدیث کے ادب پر دوسرا الزام مدرسہ پر غلبہ و تسلط اور مالکانہ تعریف کا لگایا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت شیخ مالیات کے بارے میں جو رد یہ اپنا رکھا ہے ہمارے علم میں وہ اس دور میں آپ ہی اپنی مثال آپ ہیں۔ حضرت مجددِ قریباً پچاس سال سے منظاہر علوم میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اس طویل عرصہ میں مرتبہ اشرف و اکابر کے چند سالوں میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کی تعمیل حکم میں انہوں نے تنخواہ لی ہے جسکی مجموعی تعداد دو ہزار سات سو روپے ہوتی ہے اس تنخواہ کے بارے میں ابے دو سال پہلے ارشوال میں کو حضرت موصوف نے میرے نام ایک تحریر لکھی جو اس سال کی روداد میں شائع بھی ہو چکی ہے میں اس کا خلاصہ یہاں درج کرتا ہوں۔

اس ناکارہ کا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ وہ تنخواہ جو اس زمانہ مجھے ملی تھی وہ میری حیثیت و استعداد سے زیادہ تھی اگرچہ اس ناکارہ مدرسہ کے اوقات کی پابندی کا ہمیشہ بہت اہتمام کیا اور شہرِ علم میں بھی رخصت بیماری بہت کم لی لیکن اکابر کے جو واقعات مدرسہ کی تنخواہ اور تحفظ اوقات مدرسہ کے دیکھتا اور سننا رہا ہوں وہ بہت شدید ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ حضرت مولانا محمد منظر صاحب نور اللہ مرقدہ

ال تھا کہ مدرسہ کے اوقات میں اگر کوئی ذاتی نہان آجاتا اور اس کے مزاج پر سی  
برہ میں چند منٹ خسرو ہو جاتے تو ان کو اسی وقت یا داشت میں لکھ  
نے اور پیسے کے ختم پر ایسے سب منٹ جمع فرما کر اتنے وقت کی تنخواہ وضع  
لیا کرتے تھے میں نے اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ سردی  
موسم میں مدرسہ کے حامی کے سامنے اپنا سالن رکھوا دیتے جو صرف ددر کی پیش  
ہی گرم ہو جاتا تھا اس کے عارضہ میں سردی کے اختتام پر ددر چار  
پے چندہ کے نام سے مدرسہ میں داخل فرمایا کرتے تھے ایسے ہی واقعات  
بنا پر میرے دل میں تنخواہ واپس کرنے کا داعیہ سرمدہ وراز سے پیدا  
نار یا مگر بعض مصالح اس پر عمل پیرا ہونے سے مانع رہے۔ تاہم مندرجہ  
مقدار میں سے تقریباً ایک ہزار روپے جس میں مجھے خصوصی اشکال تھا وہ ۱۹۵۵ء  
واپس کر چکا ہوں۔ اور اسی سال کی روداد میں بفضل شائع ہو چکا ہے  
رقم ایک ہزار سات سو ستہ روپے کی واپسی کی پیش کش اس وقت کرتا  
اس طرح پر کہ مبلغ پانچ سو ستہ روپے نقد ارسال خدمت ہیں اور  
بارہ سو کی ادائیگی بیس روپے ماہوار کے حساب سے کرتا رہوں گا  
خدا نخواستہ اس دوران میرا انتقال ہو جائے تو اس وقت جو باقی رہ  
تے اسکی وصیت کرتا ہوں کہ بندہ کے کتب خانہ سے وصول کر لیا جائے  
نرت شیخ مظہر کی اس تحریر کو اس وقت پورے دو سال ہو چکے ہیں اور  
اس دوران میں بالاقساط ۵۵۲ ادا ہو چکے ہیں۔

سلسلہ میں حضرت شیخ کا ایک قدیم معمول معلوم کر کے ناظرین کو حیرت  
اگر مدرسہ کے کسی ملازم سے غفلت یا کوتاہی کی بنا پر کوئی مالی نقصان مدرسہ  
ہو جائے تو حضرت شیخ بے ادقات وہ رقم بذات خود ادا کر دیتے ہیں  
بعض اوقات بعض مدرسہ فکھن احباب کو بھی اپنے ساتھ شریک  
لیتے ہیں۔ اور اس طرح مدرسہ کو نقصان سے اور اس بیچارے ملازم  
بیرباری سے بچا لیتے ہیں۔ ایسے واقعات بار بار پیش آتے ہیں اور  
مرتبہ تو اس قسم کی ایک بہت بڑی رقم حضرت ممدوح نے بذات خود

ادا کی ہے اور یہ تو لوگوں کو عام طور پر معلوم ہے کہ مدرسے کے تمام مہمانوں کے کھانے اور چائے ناشتے کا خرچہ حضرت ممدوح نے عرصہ دراز سے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ یہاں تک کہ جو طالب علم مدرسے میں داخلہ کیلئے باہر سے آتے ہیں بھٹک مدرسے میں ان کے کھانے کا باقاعدہ انتظام ہو۔ یہاں اوقات وہ بھی شیخ صاحب کے دسترخوان پر کھانا کھاتے رہتے ہیں بلکہ بعض طلبہ جن کا کھانا ضابطہ کی رو سے مدرسے کی طرف سے جاری نہیں ہو سکتا وہ مدرسے میں پڑھتے ہیں اور کھانا استقلالاً حضرت شیخ کے ہاں کھاتے رہتے ہیں اس طرح بلا مبالغہ حضرت شیخ الحدیث ہزاروں روئے سالانہ مدرسہ اور متعلقات مدرسہ پر خرچ کرتے ہیں کس قدر ظلم و نا انصافی کی بات ہے کہ اللہ کے ایسے بندہ کے بارے میں مدرسہ پر مالکانہ تصرف الزام لگایا جائے۔

اس تحریر میں حضرت شیخ مدظلہ پر ایک الزام یہ بھی لگایا گیا ہے کہ وہ مدرسہ پر اپنا اقتدار اور تسلط قائم کرنے اور رکھنے کی تدبیر کرتے ہیں یہ بات واقعہ کے خلاف اور دروغ محض ہونے کے علاوہ حضرت کے مزاج و مذاق اور طبیعت کے بھی خلاف ہے ان کا حال تو یہ ہے کہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کے زمانہ میں ایک دنہ ایک صاحب حضرت قدس سرہ سے عرض کیا کہ فلاں صاحب کا خیال ہے کہ مولانا محمد زکریا صاحب مظاہر علوم میں فلاں عہدہ کے خواہشمند ہیں۔ حضرت نے فرمایا وہ اسے کہا جائیں میں جانتا ہوں اسکو تو اگر نظامت بھی دی جائے گی جب بھی وہ نہیں لینگا اور بعد کے واقعات نے حضرت قدس سرہ کی اس فراست کی پوری تصدیق کی چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مولانا عاشق الہی صاحب مولانا رحیم بخش صاحب اور حاجی شیخ رشید احمد صاحب رحمہم اللہ نے اپنی سرپرستی کے زمانہ میں تجویز کیا کہ حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب (سابق ناظم مظاہر) کو صرف ناظم مالیات رکھا جائے اور شیخ الہی پش صاحب کو ناظم امور قرار دیا جائے۔ کسی طرح اس تجویز کا علم شیخ الحدیث صاحب کو بھی ہوا۔



نہ نے ان سرپرست حضرات کو لکھا کہ اگر ایسا کیا گیا تو بندہ سہارنپور  
چھوڑ دے گا پھر آپ حضرات ڈھونڈتے ہی پھریں گے کہ ذکر یا نام کا ایک  
من تھا۔

تو پچھلے واقعات ہیں جب نظامت کی ذمہ داری میرے سپرد کی گئی ہے  
نت سے برابر مجھے یہ پیش آرہا ہے کہ میں اپنے ضعیف صحت اور افتاد  
کیوجہ سے مدرسے اکثر معاملات میں حضرت شیخ سے مشورہ چاہتا ہوں  
آپ کی برابر یہی خواہش ہوتی ہے کہ آپ سے کم سے کم اور صرف اہم معاملات  
مشورہ کیا جائے اللہ کے کسی ایسے بندہ پر اقتدار پسندی کا الزام لگانا  
نظم کی بات ہے اسکے علاوہ یہ بھی سوچنا چاہیے کہ مظاہر علوم جیسے کسی  
ن ادارہ پر اقتدار کی خواہش یا تو مالی منفعت کیلئے ہو سکتی ہے یا حصول  
اہمیت کیلئے مالی استحصال کا حال تو معلوم ہو چکا کہ قریباً پچاس برس سے  
معاوضہ تدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں اور ہزاروں روپے سالانہ  
انہی ذات سے مدرسہ پر عرف فرماتے ہیں اور وجاہت کا معاملہ بھی یہی ہے  
جو شخص مظاہر علوم کے اور حضرت شیخ الحدیث کے حالات کچھ بھی باخبر ہے  
جانتا ہے کہ اس وقت حضرت ممدوح کی نسبت سے مدرسہ کی عظمت  
اسکا اعتماد بڑھ رہا ہے مدرسہ کیوجہ سے حضرت کی شان میں کوئی اضافہ  
ن ہو رہا ہے۔

**پیش نوازی کا الزام** | رالف ایک بات مطبوعہ تحریر میں یہ بھی کہی گئی  
ہے کہ شیخ الحدیث نے اپنے اثر و اقتدار سے کام  
کرائے ہی لوگوں کو مدرسہ سرپرست بنا رکھا ہے اور ملازمین میں بھی  
ان ہی کی بھرتی کر رکھی ہے۔ بیشک یہ واقعہ ہے اور قابل شکر اور موجب  
بتان واقعہ ہے کہ مدرسہ کے تمام سرپرست حضرت شیخ الحدیث مظلوم  
عقیدت اور محبت کا تعلق رکھتے ہیں ایسا تعلق جو خونی رشتوں کے  
ت سے بھی بالاتر ہے لیکن یہ بات جو اس تحریر میں ظاہر کی گئی ہے کہ حضرت  
شیخ الحدیث نے اپنے اقتدار کے تحفظ کیلئے ان کو سرپرست بنوایا ہے اسکی

غلطی معلوم کرنے کیلئے صرف اتنا جان لینا کافی ہے کہ یہ حضرات شیخ الحدیث کے در سے پرستی سے پہلے سے سر پرست ہیں سنہ ۱۲۰۵ھ (۱۷۹۰ء) میں میر آل علی صاحب اور مولانا اکرام الحسن صاحب اب سے ۲۲ سال پہلے شوال ۱۲۰۵ھ میں سر پرست بنائے گئے (۳-۴-۵) حاجی خدیم صاحب، مولانا حکیم محمد الیوب صاحب اور شاہ محمد مسعود صاحب اب گیارہ سال پہلے ذی قعدہ ۱۲۰۵ھ میں سر پرست تجویز کیے گئے۔ (۶) پھر اسکے دو سال بعد ذی الحجہ ۱۲۰۳ھ میں حضرت شیخ الحدیث مظلہ کو سر پرست تجویز کیا گیا۔ اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ موجودہ سر پرستوں کو حضرت شیخ نے سر پرست نہیں بنوایا بلکہ ان سر پرستوں نے حضرت شیخ الحدیث کو سر پرست بنایا ہے اور اب حال میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہ کی جگہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مظلہ کو سر پرست تجویز کیا گیا ہے کیا مظاہر عام کیلئے ان سے بلند مرتبہ اور ان سے زیادہ مفید و بابرکت سر پرست کوئی تجویز کیا جاسکتا ہے؟

(ب) اسی طرح مدرسہ اساتذہ اور کارپردازوں میں اکثر و بیشتر وہ ہیں جو حضرت شیخ الحدیث صاحب مظلہ سے عقیدت و نیاز کیشی کا ثقل رکھتے ہیں بلکہ ان کو حضرت سے علمی استفادہ اور تلمذ کا شرف بھی حاصل ہے اور اس معنی کو یہ سب کے سب حضرت کے نیاز مند ہیں اور یہ کوئی نئی اور عجیب بات نہیں دینی اداروں میں ہمیشہ سے یہی ہوتا ہے کہ ان کے خدام اور متعلقین اپنے ان اکابر کے نیاز مند اور حلقہ گوش ہوئے ہیں جنکو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل خاص کا مورد سمجھتے ہیں حضرت اقدس مولانا خلیل صاحب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھی یہی تھا اور اب بھی یہی ہے اور اسی میں ان مدارس کی خیر ہے۔ بیشک ان میں ایک دو حضرت شیخ مظلہ کے اور بعض دوسرے اکابر کے قرابت دار بھی ہیں لیکن ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کو نا اہلیت کے باوجود محض قرابت داری کی وجہ سے لیا گیا ہو یا اس قرابت داری کی وجہ سے کسی کے ساتھ کوئی خاص رعایت کی گئی ہو۔

ص کر حضرت شیخ الحدیث اپنے اہل قرابت اور اہل تعلق کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت اور بے لاگ ہیں اور اسکی وجہ سے ان کے قرابت و رضائے میں ہتے ہیں

(ج) آخری بات اس سلسلہ میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ حضرت اقدس مولانا بیل احمد صاحب قدس سرہ اور ان کے بعد حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب دور نظامت میں بھی اہلیت اور صلاحیت کی بنا پر ان کے دوسرے شاگرد و اساتذہ کے اہل قرابت مدرسہ میں رکھے جاتے تھے اور صرف قرابت کی وجہ سے ان کو ناقابل خدمت نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اگر کوئی معلوم کرنا چاہے تو نام بنام بتایا جاسکتا ہے جو لوگ نادانی سے اس پر اعتراض کرتے ہیں ان کو سوچنا چاہیے کہ انکی بات کتنی دور تک جاتی ہے۔

ان نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے دو لون خلیفہ آپ کے خسر و بھائی کے دو لون خلیفہ آپ کے داماد تھے اصل معیار اہلیت و صلاحیت ہے اور خاص کر حضرت شیخ الحدیث اسکے قطار و ادارہ نہیں ہیں کہ انکی کسی قرابت دار متعلق کو ان کے تعلق و قرابت کی وجہ سے مدرسہ میں لیا جائے بہت دور اس معاملہ میں دوسروں سے زیادہ مشدد ہیں

سوس ہے کہ آج وہ باتیں لکھتی پڑیں جو کسی طرح لکھنے کی نہیں تھیں آخر میں ہم اس تحریر کے شائع کرنے والے "علیم الطہر" صاحب سے اگر انکا کوئی وجود ہے اور نہ اس شخص یا ان اشخاص سے جو اس فرعی نام کے پس پردہ بول رہے ہیں نہ راہ خیر خواہی بس اتنا کہتے ہیں کہ اہل اللہ پر محض دنیوی اغراض یا حسد و عناد و دھرم سے اس طرح کے الزامات لگانا خود اپنی دنیا و عقبی کو برباد کرنا ہے ان حضرات سے الجھنے والوں کا انجام کبھی اچھا نہیں دیکھتا گیا۔ ایسے لوگوں کے لئے سوالی اور ردیایا ہی مقدر ہے، "من عادى عادى دلیا فقد اذنتہ بالخراب" حدیث قدسی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو میرے دلی سے دشمنی کرے اسکو میری طرف اعلان کیا ہے۔

۵۔ اسی تجربہ کر دیم دریں دارمکانات ۱۰۔ باڈر دکشاں ہر کہ درآدینخت برآوینخ  
(نوٹ) چونکہ ہر چہار سمت سے یہ تقاضا ہو رہا تھا کہ اس پمفلٹ کے بارے  
میں کوئی بیان شائع کیا جائے اس لئے انتہائی محنت میں یہ مختصر مضمون  
شائع کیا جا رہا ہے۔ ناظرین مفصل و مکمل مضمون کا قدرے انتظار فرمایا  
بغیرہ محمد اسعد اللہ

مذکورہ بالا مضمون شیخین کے روابط و تعلقات کا منظرہ کے علاوہ بہت  
فوائد پر چونکہ مشتمل ہے اسلئے طوالت کے احساس کے باوجود ہم نے اسکو یہاں  
پر درج کر دیا ہے۔ فقط نسیم احمد غازی منظرہری  
حضرت والاؒ نے مضمون کے خاتمہ پر حدیث قدسی ذکر فرما کر جس انتہائی  
کی طرف اشارہ کیا۔ دنیا نے دیکھا کہ ان سرکشوں اور انکو شرکشی پر ابھارنے  
کو انتہائی ذلت و خواری نصیب ہوئی۔ راقم الحروف کی موجودگی میں ان  
پسندوں کے خطوط حضرت شیخ کے نام آئے اور ان میں وہ اپنی تباہی  
بربادی اور ذلت و خواری کے رنگے کھڑے کر دینے والے عجیب غریب  
حالات لکھا کہ حضرت شیخ اور دیگر حضرات سے معافی مانگتے تھے۔ ایک نے جو ان  
بہت سورا تھا لکھا کہ ہم جہاں بتاتے ہیں تو ہم کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ کتنے کی بھی  
کچھ عزت ہے مگر ہماری اتنی بھی نہیں۔ حضرت شیخ اپنے ذاتی حقوق اٹکے پھیلے  
معاف فرماتے بلکہ اس کا باقاعدہ اعلان فرماتے کہ میں اپنے پچھلے اور آئندہ کے  
حقوق معاف کرتا ہوں مگر جس نے کو نقصان پہنچایا اسکو میں معاف نہیں کر سکتا  
کیونکہ میں مدرسہ کا مالک نہیں ہوں یہ پوری امت کی امانت ہے۔ لہذا جو  
کو نقصان پہنچاتے گا وہ برباد ہوگا اور میری یہ دعا ہے کہ وہ اس کا دنیا ہی  
خمیازہ بھگت لے کیونکہ آخرت کا معاملہ ایک تو بہت سخت ہے دوسرے اللہ  
تعالیٰ کو انکی بربادی سے رنج ہوگا اس لئے ان کیلئے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ  
ان کو اس دنیا ہی میں انکی اس بند کرداری کی سزا دیے۔ وغیرہ

۱۲۔ اس دنیا میں ہم نے بہت تجربہ کیا ہے کہ جو اللہ والوں سے ارکا دہ خاک ذلت پر آگرا

شہید کرنے کی سازش اور گرفتاری

راقم الحروف سہارنپور ہی میں تھا کہ رات کو تقریباً بارہ بجے شرپسند

ادی عناصر دران کے اگسانے والے بعض فرقہ پرست لیڈر گرفتار کر لئے گئے معلوم یہ ہوا ان پر کوئی نامعلوم طریقے پر ایک سخت الزام آگیا اسیں ان لوگوں کی پٹائی بھی اب ہوئی اور جیل میں سرکاری نہان بن گئے۔ صبح کو عقدہ یہ کھلا کہ ان لوگوں نے رات یہ طے کر لیا تھا کہ فرکے وقت حضرت شیخ جب نماز کیلئے مکان سے نکلیں تو خود ہیں شہید کر دیا جائے۔ مگر خدا جسے رکھے اسے کون چکھے۔

مکروہ اللہ واللہ اللہ خیر المکروبین۔ انکی اس خفیہ سازش کا علم اسوقت ہوا جب کہ لوگ جیل میں تھے۔ غور کا مقام ہے کہ اہل اللہ پر الزام لگاتے گئے ان کا بال کا نہ ہوا۔ اللہ نے ان پر ایسا الزام لگوایا کہ وہ انتہائی ذلیل و رسوا ہوئے۔

بہنوں نے جو گناہ عظیم کا ارادہ کیا تھا اللہ نے اپنے فضل سے ان کی بھی اسے حفاظت کی اور اپنے ولی کی بھی حفاظت فرمائی اور ان لوگوں کو زبردست تنبیہ بھی کر دی۔ سبحان اللہ جیل سے رہا ہونے کے بعد ان لوگوں نے جامعہ مظاہر علوم کے مقابلہ میں جامعہ کنز العلوم کھولا، اور چند ماہ وہیں سے اشتہارات و خرافات پائع کر کے مظاہر علوم کو بدنام کرنے اور نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہے بالآخر یہ رہا بانس اور نجی بانسری، اللہ نے سب ہی کا نام و نشان ختم کر دیا ہوا تقاضا ان عبادہ سے

غباب اپنی خودی سے بس یہی کہتا ہوا گذرا = بگول تھا ہوانے ایک گرہ دیدی تھی پانی میں ڈٹ، یہ چند سطور ضرورت لکھ دی گئی ہیں ورنہ اس حادثہ کی تفصیلات، شرپسندوں کے مسلسل زیادتیاں، بد سے بدتر حرکتیں اور حق تعالیٰ کی قدم قدم پر ارباب مدرے کے نصرتیں ایک مستقل ضخیم کتاب کا تقاضا کرتی ہیں لیکن

پوئی روداد بھی دل پر مرے تحریر نہیں۔ ذہن میں اب کوئی نقشہ کوئی تصویر نہیں **سٹرائیک کی لعنت** :- اسٹرائیک ملوں قوموں کا طریق کار ہے۔ اسی لئے اکابر ملت نے اسکو موجب لعنت خیال کیا ہے جو طلبہ اس حرکت کے متربکب ہوتے ہیں ان کا مستقبل خراب ہو جاتا ہے ان سے کوئی مفید کام اور دینی خدمت

نہیں ہو پاتی۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بددعا اسی لئے فرماتے اور ہر نماز میں فرماتے بلکہ بعض بعض مجلسوں میں ان کلمات کا اعادہ بار بار فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سڑائیک شیطان کی گناہ ہے جس کا نشاء تکبر ہے جو ناقابل معافی ہے کبھی سڑائیک میں مصد لیا ہوا اگرچہ وہ تاب ہو گیا ہو وہ ہرگز نجد سے بیعت نہوا اگر ایسا آدمی کوئی نجد سے بیعت ہوا ہو تو اسکی بیعت نسخ ہے نجد سے اسکو فیض نہیں ہو سکتا وغیرہ دل ہلا دینے والے کلمات ارشاد فرماتے تھے۔ حق تعالیٰ اپنے اولیاء کی عبادت، حق کی مخالفت اور ہر سڑائیکشی و گناہ سے پرہیز امت کی خصوصاً علماء اور طلبہ کی حفاظت فرماتے آمین۔

حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علم سہارنپور غنیمت و بدگوئی وغیرہ سے انتہائی محتاط تھے کوئی نازیبا بات کہنا تو سنا بھی گوارا نہ تھا۔ لیکن اس سڑائیک سورماؤں کیلئے ان کے بعض خطوط میں ایسے کلمات تھے جو اور لوگوں کے نزدیک تو بہت ہی احتیاط کے تھے اور واقعی ایسا ہی تھے لیکن حضرت والاؒ کے مزاج کو جاننے والے حضرات کے نزدیک وہ کلمات شدید تکلیف اور انتہائی کرب و بے چینی کے نرجمان ہوتے تھے حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ان دونوں آفتاب و مہتاب کیذریعہ اس حادثہ اور دیگر حوادث کی تاریکیوں کو جامعہ مظاہر علوم سے دور فرما کر اس ملکستان حق کی فضاؤں کو پرور اور انوار سے معمور فرمایا۔ فلسد الحمد

زربخ زرین من مشک گر پائے آہنی دارم  
اے شخص میرا زرد چہرہ نہ دیکھ میں آہنی پیر رکھتا ہوں  
چرمی دانی کہ در باطن چہ شامے ہمیشہ دارم  
مجھے کیا خبر میں اپنے اندر کس سنہشاہ حقیقی کو ہمیشہ رکھتا ہوں  
رو بے کہ مہست اور شیر پشت = لشکر کلہ پلنگاں را ہمیشہ  
جس لومڑی کو شیر کا سہارا نصیب ہو گیا تو وہ چیتے کا کلہ ایک گھونسے پھاڑ دیتی

# بہشت تراشے

العالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم  
ہارنپور نے مولانا ابوالحسن علی ندوی کو مدینہ منورہ سے ایک مکتوب  
میں لکھا تھا کہ :

غیر کرتے ہیں ملامت دوست کرتے ہیں گلہ  
کیا قیامت ہے تجھی کو سب بُرا کہنے لگے

پیرانہ رب اللہ کے فضل سے شروع سے یہ ہے کہ فیما بینی و بین اللہ تو معاملہ  
اف ہونا چاہیئے اور خود غرضی یا اتر بار پروری مدرسہ کے معاملہ میں ہرگز نہیں ہونا  
بیئے۔ میرے مدینہ پاک کے قیام میں موجودہ ناظم حضرت مولانا  
اللہ صاحب اللہ تعالیٰ ان کو جسزائے خیر دے ملے گا تقریر یا کم از کم سبق  
بہت ہی اصرار کیا میں نے مدینہ پاک سے انکار لکھ دیا کہ اس میں پڑھانے کی  
بت نہیں لیکن عاقل، سلمان کے بارے میں خوب گالیاں کھائیں مگر اسکی پرواہ  
کی اسلئے کہ میرے نزدیک دونوں میں پڑھانے کی اہلیت تھی،

(مکتوب مورخہ ۲۱ مئی ۱۳۹۲ھ)

مکرمات محترم مولانا انعام الحسن صاحب مولانا الحاج علی میاں مولانا منظور نعمانی  
جان، مولانا متوڑ حسین اور مفتی محمود حسن صاحب مدنیو ضنگم۔ بعد سلام سنون !  
فی مصالح کی بنا پر آج ۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ اقدام عالیہ میں عزیز ہارون کو  
نے تو کلاً علی اللہ بیعت کی اجازت دی ہے البتہ دینی مصلحت اور تبلیغی مصلحت  
نا پر اسکو یہ بھی کہہ دیا ہے کہ مولانا انعام الحسن صاحب کی حیات میں نظام الدین  
وات میں کسی کو بیعت نہ کرے۔ حب جاہ اور حب مال سے بہت زیادہ  
از کرے۔ اہل دنیا سے ان کی دنیاوی وجاہت کی وجہ سے تعلق نہ رکھے  
من مصالح کی بنا پر اجازت میں تقدیم و تاخیر اکابر سے بھی منقول ہے۔

اور بیک وقت کئی مشائخ کا ایک جگہ جمع ہونا با اوقات موجب ترقیات بہم ہوا۔ تھانہ بھون میں حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب، حضرت حافظ محمد رضا صاحب، حضرت مولانا شیخ محمد صاحب بیک وقت ایک ہی مسجد میں مقیم رہے اور حضرت شیخ الہند اور مفتی عزیز الرحمن صاحب دارالعلوم میں بیک وقت موجود رہے۔ یہ ناکارہ اور مولانا اسعد اللہ صاحب انکی خلافت کے بعد مظاہر علم

میں موجود رہے۔ میرا خیال ہے ہم دونوں کا بیک وقت موجود ہونا دونوں کیلئے موجب ترقی بنا الخ، (راز مکتوب ۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ)

(۳) آج کل لوگوں نے، توحید مطلب، کا مفہوم غلط سمجھ رکھا ہے کہ اپنے شیخ ساکت محبت و عطیت اس راستہ کا جزو لاینفک ہے مگر آج کل احمقوں اس کا مطلب دیگر اکابر کی تنقیص سمجھ رکھا ہے یہ نعمت اپنے والد صاحب تعلق سے ملی کہ ان کے یہاں سب اکابر کے ساتھ تعلق ایسا تھا کہ کسی بزرگ کی اپنے شیخ کے مقابلہ میں تنقیص محسوس نہیں ہوتی تھی،

(۴) جب میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ کا ۲۱ رجب ۱۳۶۳ھ ۱۳ جولائی ۱۳۶۳ء روز پنجشنبہ بوقت اذان صبح وصال ہوا تو میں نظام الدین میں تھا میں چچا جان نور اللہ مرقدہ کے وصال پر ایک مشترک کارڈ حضرت ناظم مولانا عبد اللطیف صاحب، مولانا عبد الرحمن صاحب مولانا اسعد اللہ صاحب نام لکھا کہ آپ حضرات میں سے کوئی نظام الدین تکلیف فرمانے کا ارادہ نہ کریں خود ہی کل یا پرسوں حاضری کا ارادہ کر رہا ہوں اور جب میں نے یہ لکھ دیا کہ میں خود حاضری کا ارادہ کر رہا ہوں تب کون ارادہ کرتا؟

اور یہ لفظ میں نے قصداً جان کر لکھا تھا کہ جب ان حضرات کو معلوم ہو جائے کہ وہ ایک دوسرے میں آنے کا ارادہ کر رہا ہے تو پھر کوئی نہیں آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (آپ بیتی ۳ ص ۹۲ و ۹۳)

شیخین آفتاب مہتاب تھے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے مدرسین و ملازمین اور طلبہ سب ہی حضرت قطب عالم و حضرت حجۃ الاسلام کو جامعہ مظاہر علوم کا آفتاب و مہتاب سمجھتے تھے اور متفقہ



پر سب حضرات ان دونوں بزرگوں کے معتقد تھے۔ یہی حال جامعہ سے باہر  
 لوگوں کا تھا باہر کے لوگوں میں ایک طبقہ ایسا بھی تھا کہ وہ حضرت قطب عالم سے  
 بیعتوں میں بلا کسی وجہ شرعی بعد رکھتا تھا لیکن حضرت حجۃ الاسلام سے  
 بندقہ بھی محبت نہ کرتا تھا۔ اسٹرائیک سٹم کے موقع پر ایک مرتبہ حضرت  
 عالم نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا تھا کہ اساتذہ کرام صفائی سے بتائیں کہ میرا  
 منتر ناظم صا۔ بکا انکی فطریں کبا قصور ہے ہماری کیا غلطیاں ہیں تاکہ علم میں  
 آئے بعد ان کا مدارک ہو سکے ہمیں کسی بات پر کوئی اصرار نہیں مدرسہ کو نقصان  
 پہنچا جائیے۔ اس پر ایک متفقہ تحریر مدرسین کی جانب سے لکھی گئی اور وہ  
 اساتذہ کرام کے حکم سے راقم السطور کے قلم ہی سے لکھی گئی تھی اساتذہ کرام کے  
 دستخط ہوتے اور شیخین کچھ مدت میں پیش کی گئی جس میں حضرات شیخین کی خدمات  
 کی برکات کو ذکر کرنے کے علاوہ یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ دونوں حضرات کا وجود جامعہ  
 پر علوم کے لئے انتہائی ضروری ہے اور آپ کے اقدام عالیہ کی برکات کے ہم سب  
 نہایت محتاج ہیں نیز آپ حضرات کے ہر امر پر ہم سب متفقہ طور پر ہر  
 بات لبیک کہنے کیلئے تیار ہیں۔ کسی ایک کو بھی آپ دونوں حضرات سے کوئی  
 فائدہ یا شکایت نہیں وغیرہ وغیرہ اس تحریر کی اصل میرے پاس موجود ہے۔  
 اس سے اس وقت نہ مل سکی ورنہ بعینہ اس تحریر کو یہاں نقل کرنے کی خواہش تھی۔  
 اب الذین یدعاش فی اکثافہم = بقی الذین یدعاشہم لا تنفع  
 بے گئے جنکی آغوش شفقت میں عیش کیا جاتا تھا = وہ رہ گئے جنکی زندگی غیر مفید ہے

یہ جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر۔ انہیں کے انقار پر ناز کرتی ہے مسلمان  
 میں اپنی خلوت میں توجہ دیتے کامرہ آئے۔ جو آپس اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سکتا ہے

**توجیب :-** حضرات شیخین کے ان مفصلہ تعلقات کا مٹا ہوا کرنے والے  
 ہمارے لوگ ابھی موجود ہیں۔ یہ کل ہی کی بات تو ہے کہ ان حضرات شیخین کے انوار  
 اور نگاہوں کو جلا عطا فرما رہے تھے لیکن ہمیں انتہائی حیرت و تعجب ہے کہ قطب عالم

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگاروں اور حالات  
 والوں نے انکی مبارک زندگی کے اس تابناک پہلو کو جس میں بعد والوں کیلئے  
 روشنی ہے کیوں تاریکیوں میں رکھا بلا قصد ایسا ہوا تو کیوں ہوا جبکہ اس پر  
 کی ضرورت اور چیزوں سے زائد ہے۔ اور قصد ایسا ہوا تو اس میں کیا مص  
 ہے؟ ہم اسکی تہ تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔ بہر حال ہمیں بجائے خود خیرت و  
 ہے اور ہماری عقل نارسا کا قصور ہے جس کے ہم معترف ہیں اگہی پر ہم معتر  
 ہو سکتے۔ حق تعالیٰ ہمیں ناحق اعتراض سے محفوظ رکھے اور ہماری لغزشوں کو  
 فضل و کرم سے معاف فرمائے۔ آمین۔

# علماء کرام کا احترام

~~~~~

حجۃ الاسلام حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ یوں تو سب ہی سے محبت، ادب، اور
 اور رواداری کا معاملہ کرتے تھے اس سلسلہ میں آپ کے یہاں مسلم و غیر مسلم
 امتیاز نہ تھا وہ فرق باطلہ اور غیر مسلموں کے ساتھ بھی انسانی رواداری اور
 ادب و احترام کا برتاؤ کرتے تھے کہ وہ لوگ بھی جن سے آپ میدان مناظرہ میں
 رہے ہیں دل و جان سے آپ کے گردیدہ ہو جاتے تھے۔ شیوخ حضرات اور غیر
 کما فی تعداد میں آپ کی بارگاہ میں بڑے اعتقاد و شوق سے نیاز مند نہ حاضر ہو
 آپ خاص طور پر علمائے اسلام کا بہت ہی زیادہ احترام فرماتے تھے۔ اپنے ہم
 اور اپنے اکابر کا احترام تو اور لوگ بھی کرتے ہیں حضرت والا کا کمال یہ تھا کہ
 ہی علماء کا بے حد احترام فرماتے تھے اور اسی نظر سے ان کا اختلاف بھی حاصل نہ
 آپ سیاسی اعتبار سے اپنے مربی و مرشد مجدد الملت، حکیم الامت حضرت مولانا
 صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کے موقف کے قائل و موافق اور پورے طور پر اسی
 کے مؤید و حامی تھے اس کے باوجود وہ کانگریسی علماء کا اتنا ہی ادب و احترام

اپنے نظریہ سے متفق علماء کا ادب و احترام فرماتے تھے شیخ الاسلام مولانا
 ابن احمد صاحب و حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور دیگر بزرگوں
 نب والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ مولانا مدنیؒ کی وفات پر حضرت
 کو انتہائی صدمہ ہوا۔ کئی روز بہت ہی بے چین رہے آپ نے ان کے بارے
 میں طویل مضمون تحریر فرمایا جس کے ایک ایک جملے سے عقیدت و محبت
 ہوتی ہے یہ طویل مضمون ”شیخ الاسلام نمبر نئی دنیا دہلی“ میں شائع
 ہے۔ اسی طرح مولانا مفتی محمود بن حاجی ہاشم داد درنگونی کی فرمائش پر
 مفتی کفایت اللہ صاحب کی منقبت میں برجستہ اشعار کہے جن میں
 واقعی اوصاف حیدرہ بیان فرماتے۔ وہ اشعار شوال ۱۳۵۸ھ میں دارالعلوم تانویہ
 کے ایک جلسہ میں پڑھے گئے جس میں خاص طور پر حضرت مفتی صاحبؒ صوف
 یا گیا تھا۔ یہ اشعار آپ نے خانقاہ تھانہ بھون میں قلم برداشتہ اور فی البیہ
 تھے جو اس کتاب میں عنوان ”شعر و ادب“ کے اخیر میں درج کر دیتے گئے ہیں۔

انہ تعلید کے سخت مخالف تھے سب کا احترام خصوصاً علماء و مشائخ
 کا ادب و اکرام کرینگے باوجود حضرت

شریعت مطہرہ اور اپنے مسلک سنیہ پر بہت ہی متضرب اور پختہ تھے
 راجعت و سنت کے خلاف ان کے یہاں کسی کا عمل حجت نہ تھا۔ وہ کسی بھی
 شے سے بشریعت کو ناپسند کے قائل نہ تھے بلکہ شخصیتوں کو شریعت کی روشنی
 رکھتے اور جانچتے تھے۔ کسی بھی ماحول میں آپ نے شریعت و سنت کے دامن کو
 چھوڑا۔ کسی شخصیت سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے آپ ایک سچے خدا پرست
 تھے ایک موجد و خدا پرست انسان کبھی بھی شخصیت پرست نہیں
 لگتا ہے جس شخص کو کورانہ تقلید اور شخصیت پرستی کا مرض ہو جاتا ہے
 نامرغومہ شخصیت کے عیوب اور گناہوں کو بھی معیوب نہیں سمجھتا اور
 کو گناہ نہ سمجھنا کفر ہے۔ اِنْ تَخِنْ دُوًّا اَحْبَادَهُمْ وَ سَ هَيَا نَهُمْ
 اَبَا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ میں اہل کتاب کے اسی بہرہ کو بیان کیا ہے جس سے
 گمراہ ہوئے اور کفر و شرک میں ڈوب گئے۔ آج اس مرض میں غمیت

ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ہم نے پانچ برس حضرت دالاکے قریب رہ کر یہی
 ہے اور سیکھا ہے، شریعت و سنت کا اتباع کیا جائے، کتاب و
 کی روشنی میں زندگی گزاری جائے۔ تمام ان لوگوں کا خصوصاً اہل ایمان
 اکرام و ادب ملحوظ رکھا جائے اہل اللہ و علمائے حق کا خاص طور پر دل
 احترام کیا جائے۔ خلاف شریعت کسی کے عمل سے استثناء نہ کیا جائے یہ چیز
 پارٹی بازی اور گرد پ بندی اور جبرائیم کا چشمہ ہیں ان سے اجتناب کر
 سچا پیکار مسلمان اور کامل و مکمل محمدی بن جائے۔ حق تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو
 توفیق عطا فرمائیں۔

حق گوئی و بے باکی مفاد پرست، بزدل اور کمینہ صفت لوگ ہی عموماً
 پرستی کے مرض میں مبتلا اور اس مشرکانہ جرم کے مرتکب
 ہوتے ہیں۔ شجاع، موحد، مخلص خود دار اور غیرت مند لوگ اس کمینہ
 سے دور و نفور رہتے ہیں۔ حجت الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب
 سب اکرام علما کرام کا بے حد اکرام کرتے تھے خصوصاً مجدد الملت، حکیم الامت حضرت
 تھانویؒ کے خالقار کا ادب تو ایسا کرتے تھے جیسا کوئی مخلص مرید باصفا
 دمری کا ادب کرتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب بھولپوری حضرت تھانویؒ
 خلیفہ اعظم اور اشرفی مشرب کے مرجع و مرکز تھے۔ اور حضرت مولانا شاہ
 صاحب کے بارے میں وہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں ان کو اپنا مرشد تصور کرتا
 لیکن ایک موقع پر حضرت حجت الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب حضرات سے
 اختلاف فرمایا اور اس بات کا ثبوت ہم پہنچا دیا کہ ہم اولیاء اللہ کا اکرام
 کرتے ہیں لیکن شریعت خداوندی اور حق بندگان حق کے مقابلہ میں اہم
 مقدم ہے۔ اور حق کے مقابلہ میں کسی کی شخصیت یا کسی کی ملامت کی پر
 یکجائی نہ آتیں جو انہیں حق گوئی و بیباکی۔ اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رہی
 اپنے دل کی سطور میں با اختیاراً بالاختصار اس ایک قضیہ نامرنیہ، کو ذکر کرتے ہیں۔ اس
 ہی مثال سے واضح ہو جائیگا کہ حضرت دالاکو رائے تعلید و شخصیت پرستی سے
 متفرق تھے

نقصیہ نامرضیہ :- حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اخیر
 حیات میں مدرسہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کا انتظام اپنے بھتیجے حضرت مولانا
 شیر علی صاحب کو سونپ دیا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد مولانا شیر علی صاحب
 حج کیلئے مکہ معظمہ شریف لیگئے پھر وہاں سے کراچی منتقل ہو گئے۔ اور اپنی جگہ
 حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی مجاز صحبت حضرت حکیم الامت کو عہدہ
 اہتمام و انتظام پر مقرر فرما دیا تھا۔ حضرت حکیم الامت کی وفات کے بعد حضرت
 مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی نے حضرت مولانا شاہ وحی اللہ صاحب الہ آبادی
 خلیفہ اجل حضرت حکیم الامت کی طرف رجوع فرما کر ان سے اپنا اصلاحی تعلق
 قائم کر لیا تھا اور حضرت الہ آبادی نے حضرت موصوف کو اجازت بیعت و خلعت
 خلافت عطا فرمائی تھی

حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب نے اپنے دورِ اہتمام میں حضرت مولانا سید حامد حسن
 صاحب امر دہوی مجاز بیعت حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی کو کبھی خانقاہ میں
 بلا لیا تھا اور تدریس وغیرہ کی خدمات ان کے حوالہ فرمادی تھیں۔ اور حضرت
 حکیم الامت کی چھوٹی اہلیہ محترمہ کا وہ مکان جو حضرت موصوف نے خانقاہ کیلئے
 وقف کر دیا تھا (اسی مکان میں حضرت حکیم الامت کی وفات ہوئی تھی وہ مکان)
 رہنے کیلئے حضرت مولانا سید حامد حسن صاحب موصوف کو دیدیا تھا ایک عرصہ
 کے بعد دونوں حضرات (حضرت مولانا کسولوی و حضرت مولانا امر دہوی) میں اختلاف
 ہوا اور اس اختلاف میں شدت یہاں تک بڑھ گئی کہ حضرت مولانا سید حامد حسن
 صاحب کا خانقاہ سے علیحدگی ہو گئی۔ مولانا نے موصوف کی خانقاہ میں آمد و رفت
 بند ہو گئی البتہ مکان بدستوران کے قبضے میں رہا۔ حضرت مولانا کسولوی نے بار بار
 مکان خالی کر دینے کا تقاضا کیا مگر خالی نہ کیا گیا۔ حضرت حکیم الامت کے خلفاء نے
 بھی فہمائش کی مگر بے سود ثابت ہوئی۔ اس معاملہ میں گفت و شنید کے لئے
 حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری نے تھانہ بھون کے دو سفر فرمائے
 مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔ پاکستان سے حضرت پیرانی صاحبہ۔۔

بھی تشریف لائیں اور حضرت مولانا سید حامد حسن صاحب مکان خالی کر دیا
 کا مطالبہ کیا مگر مکان خالی نہیں کیا گیا۔ جھگڑا بڑھتا رہا اور طریقہ میں سے ہر ایک
 کے پاس کچھ دلائل کا مواد ایسا موجود تھا کہ وہ اپنے لئے رادہ جواز کو ہموار کر رہے
 لیکن بظاہر قبضہ کا عدم جواز ہی تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت پھولپوریؒ
 حضرت الہ آبادیؒ اور دیگر خلفاء اس معاملہ میں حضرت مولانا سید حامد حسن
 سے ناراض ہو گئے اور موصوف کو بار بار تنبیہ کے بعد خلافت سے معزول کر دیا
 اور اس سلسلہ میں کہ وہ خلافت کے اہل نہیں رہے حضرت حکیم الامت کی زاری
 تحریر بھی حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحبؒ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ
 نے تمام خلفاء کے پاس بھیجوا دی۔ جسکی روشنی میں اکثر خلفاء نے مدسلب خلافت
 کی تجویز پر اپنی تائید و تصدیق کے دستخط بھی فرما دیئے۔ دستخط کرنے والوں میں
 حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند و حضرت
 الحاج نواب احمد علی خان صاحبؒ بہار پوری بھی تھے۔ اسکے بعد وہ تحریر جو الاس
 حضرت مولانا شاہ محمد سعد اللہ صاحبؒ کے پاس آئی تو آپ نے اس پر دستخط کر کے
 سے معذرت فرمادی اور فرمایا کہ میں فریقین میں سے کسی ایک کے حق یا باطل
 ہونے کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا ہوں اور میرے دستخط نہ کرنے کی وجہ
 صرف یہ ہے کہ کسی کو یہ حق ہرگز نہیں پہنچتا کہ وہ حضرت حکیم الامت کی عطا
 ہوئی خلافت و اجازت کو منسوخ کر دے اور کسی خلیفہ کو خلافت سے معزول
 کر کے ان خدمات سے معطل و محروم کر دے جو شیخ کی طرف سے ان کو سپرد کیے
 تھے۔

نظاہر ہے کہ حضرت والاؒ کے اس طرز حضرت مولانا سید حامد حسن صاحب کو تقویٰ
 پہنچی حضرت حکیم الاسلام اور حضرت نواب احمد علی صاحب کن قلعہ نواب گڑھ
 سہارنپور، جامعہ مظاہر علوم میں حضرت والاؒ کے پاس پہنچے اور حضرت والاؒ
 عزیمت سے قوت پا کر ان دونوں حضرات نے بھی رجوع کر لیا اور اپنے دستخط
 واپس لے لئے۔ حضرت مولانا حامد حسن صاحب اور ان کے صاحبزادہ بھی سہارنپور

ہنچے اور حضرت حجتہ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت و مشورہ سے مکان خالی کر دیا۔ مولانا سے موصوف کے صاحبزادہ مولانا خالد میاں صاحب مکان کی چابی لیکر نزلت والا کی خدمت میں پہنچے۔ اور وہ چابی حضرت والا کے حوالہ کرنا چاہی کہ حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب کے پاس بھیجوا دیں۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ہم فریق نہیں ہیں اور نہ فریق بننا چاہتے ہیں اور نہ فریقین میں سے کسی سے متعلق حق یا باطل پر ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک جو حق تھا اس کا اظہار کر دیا حق و حقیقت سے انحراف ہم نہیں کر سکتے۔ غرض ہم نے اپنے دیک کسی کی رو در عایت کے بغیر صحیح لائحہ عمل کو اپنا یا اور اس تحریر غزل پر دستخط کر کے دیا۔ اب آپ کیلئے مناسب یہ ہے کہ حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب کو پاس پہنچکر براہ راست چابی ان کے حوالہ کریں۔ چنانچہ حضرت مولانا حامد حسن صاحب کے صاحبزادے حضرت مولانا کسولوٹی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چابی بس کر دی۔

اس طرح حضرت حجتہ الاسلام کی عزیمت و استقامت کی برکت سے یہ "تضییہ رضیہ" نہایت سہولت و عافیت کے ساتھ ختم ہو گیا اور شدید اختلاف کی طرف مڑ گئی ہوئی آگ آپ کے اخلاص و ہمت کی بدولت سرد پڑ گئی۔ حضرت حجتہ الاسلام شخصیتوں پر نظر فرما کر رو در عایت سے کام لیتے تو حق پسندی دامن بائعہ سے جاتا رہتا۔

حضرت قطب عالم و حضرت فقیر ملت کے ارشادات | قطب عالم حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب

ایشان منظر علوم و مہاجر مدنی نے اس نزاع مذکور و عزل خلافت کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ :

”کیا صرف حضرت تھانویؒ کے خلفاء کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی خلیفہ معزول کر دیں یا کسی دور کے سلسلہ کے خلیفہ کو بھی یہ حق حاصل ہے؟ اگر اور کسی سلسلہ کے لیگوں کو بھی یہ حق حاصل ہے تو میں موجودہ دور کے سارے لوگوں کو معزول کرتا ہوں کیونکہ ان میں سے محض وہ بے گناہ کوئی نہیں ہے (

فقیر الملت حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور
 و خلیفہ ارشد حضرت حجۃ الاسلامؒ فرماتے ہیں کہ "حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ
 اپنے اس طرز عمل سے آنیوالے تمام خلق و حضرات پر عظیم احسان فرمایا ہے کہ انہوں
 نے ہمیشہ کیلئے ان کو ایک بڑے خطرہ سے بچالیا ورنہ اگر یہ "سلب خلافت" کی
 بات چل جاتی تو بعد میں حق و ناحق ذرا سے اختلاف پر کچھ لوگ مل کر جسے اختلاف
 ہوا کرتا اسکو خلافت سے معزول کر دیا کرتے مستقل فتنوں کی بنیاد پڑ جاتی اور
 طریقیت و تصوف بچوں کا کھیل بن کر رہ جاتے۔"

ریگانوں اور بیگانوں کی خدمت کا اعتراف | حجۃ الاسلام حضرت اقدس
 رحمۃ اللہ علیہ کا نائب صاف

شفاف آئینہ کی طرح تھا آپ کسی کی طرف سے تکرر کو پسند نہ فرماتے تھے۔
 حضرت والاؒ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ہم کو نفرت ہے کفر و بدعت سے ہم کو الفت ہے دین و ملت سے
 خاکساری ہمارا شیوہ ہے سب سے ملتے ہیں مہر و الفت سے
 دل ہمارا ہے مثل آئینہ سخت بیزار ہیں کد و رنڈ سے

اسلئے کوئی اچھا کام کسی کا بھی ہو اس کو آپ سراہتے تھے۔ ریگانوں اور
 بیگانوں سب کی خدمات کا کھلے دل سے اعتراف اور سب کی مساعی جمیلہ کا
 بہت احترام فرماتے تھے۔ علی الاعلان غیروں کے بھی اچھے کاموں کا اقرار و
 اعتراف کرنا اور انکی اچھی کوششوں کو سراہنا نیز محاسن کو بیان کرنا اور معارف
 و نقائص کو بلا ضرورت شرعیہ ظاہر نہ کرنا آپ کی مستقل عادت تھی۔ پھر علماء
 کرام کے محاسن اور مساعی جمیلہ کا ذکر کرنا گوان سے نظریاتی اختلاف ہی کیوں نہ ہو
 آپکے مزاج تھا۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کی وفات کے موقع پر اسی طرز
 مولانا ابوالکلام آزاد، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحبؒ نے سبحان الہند حضرت
 مولانا احمد سعید صاحبؒ اور مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ وغیرہ
 اساطین جمیعہ علماء و حامیان کانگریس کی وفاتوں کے موقعوں پر حضرت اقدس رحمۃ
 علیہ نے ربا و جودیکو آپکے نظریہ کانگریس کے خلاف تھا، تفریتی جلسوں میں ان خط

نئے وہ بلند کلمات اور ان کے ایسے محاسن بیان فرماتے اور تعزیتی قرار دادوں میں حضرات کی زندگی کے ان تابناک گوشوں کو اجاگر فرمایا بلکہ مستقل مضامین لکھے بارے خیال میں نظریاتی اختلاف کے باوجود شاید کوئی بڑے سے بڑا آدمی زبان و قلم سے ایسے محاسن بیان نہ کر سکے گا۔ اور نہ ہی بیان و تحریر ہی سے بار و غم نہیں فرمایا جس کو سیاست پر محمول کر لیا جائے بلکہ دانتہ آب ان حضرات میں سے ہر ایک کی وفات کے موقعہ پر بڑا رنج و غم ہوا۔ ابھی کثرت حضرت والاؒ کے حالات کو دیکھنے والے موجود ہیں۔ مولانا مولت علی صاحب پورمی نے اپنے دور میں ریاستی ظلم و جور کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ باشندگان ریاست کی مشکلات کے حل کی جدوجہد کی تو حضرت والاؒ نے خدمات کو کھلے دل سے سراہا اس سلسلہ کی انکی مدحت میں ایک نظم عنوان ”سرداد“ کے انہیں میں مذکور ہے۔ اسی طرح نظام حیدر آباد نے زبان دو کی ترقی کے سلسلہ میں کچھ پیش رفت کی اور یونیورسٹی حیدر آباد میں خاص مقام دیا تو حضرت والاؒ نے انکی اس کوشش کو نہایت فراخ دلی سے سراہا۔ اسپر انکی مدح فرمائی حالانکہ نوابوں اور روسا کی مدح سرائی سے آپ کے بڑے اتنے تھے اس سلسلہ کا بھی ایک منظوم قصیدہ عنوان ”شرداد“ کے اخیر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

بے باوجود آپ کسی منکر پر نچر کیے بغیر نہ رہتے تھے اور نہ کبھی اپنے مسلک اور یہ کو چھپانا پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ سیاسی بحران کے زمانے میں اکابر علماء ایک مشترکہ تحریر جب آپ کے دستخط و تائید کیلئے پہنچی تو آپ نے اسپر بابت تحریر فرما کر دستخط فرمائے۔ قول قول مولانا القادری۔ انہیں آزاد صاف اور پاکیزہ صفات کی وجہ سے مختلف الخیال علماء بھی حضرت کا ادب و احترام فرماتے تھے۔ اور ہمارے علم میں نہیں کہ معتبر علماء میں سے نے حضرت والاؒ پر تنقید یا ان کی تنقیص کی ہو۔ غیر معتبر لوگوں کی بات کا تو اعتبار ہی کیا ہے ؟

یکطرف اشارہ بھی کر دیا گیا اور صلاح و تقویٰ و اہلیت پر اعتماد کی دلیل یہ ہے
حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلعت خلافت و اجازت سے نوازا کہ
بیعت دارشاد اور اصلاح خلق کیلئے منتخب فرمایا۔

محدث سہارنپوریؒ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری

علیہ الرحمۃ نے آپ کو جامعہ مظاہر علوم کی خدمات کیلئے
تفرمایا جبکہ آپ کی ظاہری وضع علمائے مظاہر علوم سے بھی نہ ملتی تھی اور
کو تاہ نظر دل میں یہ سمجھتے تھے کہ جو اس سلسلہ میں استقدر متشدد اور
ت ہیں۔ اور علماء صلحاء کی وضع کے خلاف ادنیٰ تغیر کو انتہائی ناپسند فرماتے
ہوں تھے اس جدت پسند، اور ماڈرن ٹائپ، نوجوان کا مظاہر علوم جیسی
نیا کیلئے کس طرح انتخاب فرمایا مظاہر علوم اور مولانا اسعد اللہ صاحب ان دونوں
مظاہر کوئی جوڑ نہ تھا۔ مگر چند ہی دنوں کے بعد جب شدھی و سنگٹھن کے
ماک مورچہ ہولناک فتنہ ارتداد عیسائیت کے نحو س سیلاب اور قادیانیت
کی شرارتوں کے مقابلہ میں یہ نوجوان شیر میر کی طرح میدان میں اترا
پہر باطل پرست کے چھکے جھڑا دیئے اور اپنی قوت علم و استدلال کی ذریعہ
مکالمہ منوادیہ اور بہت سے دشمنان اسلام و فتنہ پرداز بھی آپ کی
جہد کی برکت سے حق و صداقت سے آشنا ہو کر اسلام کے سچے شیدائی بن گئے
میں حضرات نے جن کے دلوں میں شکوک و شبہات اور اعتراضات کے خار
رہے تھے اس حقیقت کے کھلے دل سے مقروہ و مترن ہو گئے کہ وہ
مندر ہر چہ گوید دیدہ گوید، بلکہ اہل اللہ کا ہر قول و فعل منشا تے ربانی کی روشنی
ہوتا ہے۔

ارت والا کی نوعمری و آغاز ملازمت ہی کا واقعہ ہے کہ محدث جلیل حضرت
میں مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کسی سفر میں تشریف لے جا رہے
۱۔ اور جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے اکابر اساتذہ آپ کے ہم کاب
حضرت والاؒ بھی ہمراہ تھے جو عمر میں سب سے چھوٹے اور بظاہر مرتبہ میں بھی
بوقت منب سے کم تھے بس وہی حیثیت تھی جو اساتذہ کے سامنے کسی طالب علم

کی ہوتی ہے۔ سب حضرات بیٹھ گئے اور حضرت اقدس سہارنپوری کیلئے مناسبت
اشراق کی غرض سے ریل میں مصلحتی بچھا دیا گیا حضرت والاؒ جگہ نہ ہونے کی وجہ
کھڑے ہو گئے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے حضرت والاؒ کو کھڑا ہوا دیکھ کر
ارشاد فرمایا، "مولوی اسعد اللہ رحمہ اللہ تم یہاں آ جاؤ"، اور اپنے مصلے پر بیٹھنے کیلئے ارشاد
فرمایا۔ حضرت والاؒ نے اپنے استاد و مربی کے حکم کی تعمیل اس طرح کی کہ مصلے
ایک کونہ اکٹھا دیا اور وہاں بیٹھ گئے۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ
فرمایا اس پر نجاست تو نہیں لگی ہے، حضرت والاؒ فرماتے تھے کہ میں حضرت اقدس
رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد پر ادباً خاموش ہو گیا۔ حضرت والاؒ فرماتے تھے کہ
میں نے یہ واقعہ حضرت مولانا تھانویؒ کی خدمت میں عرض کیا تو حضرت تھانویؒ
ارشاد فرمایا کہ (اگر موقع ہوتا) تو اس کا جواب یہ ہو سکتا تھا کہ اس مصلے میں
نجاست نہیں ہے لیکن مجھ میں نجاست ہے حضرت والاؒ کا اصلاحی تعلق حضرت
تھانویؒ کے دامن فیض و تقدس سے والہ تھا اسلئے حضرت اقدس مولانا
تھانویؒ نے اپنے اس مرید با اخلاص کی تکمیل تربیت و ادب اور کمال تہذیب
و اخلاق کیلئے یہ ہدایت فرمائی اور اس خالص مودب و مہذب جواب کی تلقین
دی۔ تاکہ آج کما یہ مرید با صفا کل برہم تھانوی کا ممتاز و صوفیانہ چراغ برہ
اپنے انوار سے اس عالم رنگ و بو کو جگمگادے۔

اس واقعہ سے ایک طرف تو حضرت تھانویؒ و حضرت سہارنپوریؒ کا حضرت
سے قلبی تعلق و محبت اور تخلصانہ نگاہ تربیت معلوم ہوئی اور دوسری طرف
والاؒ کی ان دونوں اکابر سے وابستگی و ادب کے ساتھ انتہائی یگانگت و قرب
ہوا مختلف تحریکات، جلسوں، اور سفروں میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ
آپ کو اپنے ہمراہ رکھتے اور بیانات کرنے خطبہ عمارت پر بڑھنے، اور پیغامات
و تجاویز کے سنانے وغیرہ امور سب حضرت والاؒ ہی کے حوالہ رہتے تھے اور حضرت
والاؒ اپنی خصوصیات و صفات و طلاق و شجاعت و علو ہمت کے ساتھ
و عملی اعلیٰ صلاحیت کی وجہ سے اسکے بالکل ابن تھے اور حضرت سہارنپوریؒ
پاس آپ کا کوئی بدل نہ تھا۔

شرح الاسلام پاکستان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت والا کے استاذ

تھے اسکے باوجود حضرت والا کے بہت ہی متفقہ تھے اور آپ کی انتہائی مدد فرماتے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام موصوف ہی کا ارشاد ہے کہ :
مولانا اسعد اللہ صاحب گو میرے شاگرد ہیں لیکن علم و تقدس میں مجھ سے بدرجہا افضل ہیں ۔

حضرت حکیم الاسلام | حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام اکابر دیوبند و علمائے عصر کی

لحم البشوت شخصیت ، حکیم الامت مولانا تھانوی کے اہل خلیفہ ، حضرت شیخ الہند علامہ الوزیر شاہ کشمیری کے معتمد علیہ شاگرد درشید اور اپنے دور کے صدر العلماء تھے دارالعلوم دیوبند کی نصف صدی سے زائد کی تانناک تاریخ ان کی ذات الی سے وابستہ ہے اور بلاشبہ ان کا وقار تمام علمائے دیوبند کا وقار ہے ۔ بایں ہمہ اوصاف حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت والا سے سبب عاشقانہ تعلق تھا ، حضرت والا سے ملاقات کرنے کیلئے بار بار سہارنپور شریف لاتے تھے کسی طویل سفر سے واپس آتے تو جب تک حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات نہ فرما لیتے ان کو چین نہ آتا ۔ حضرت والا کے خادم مجاز مولانا ربیع الدین صاحب فرماتے ہیں کہ :

حجۃ الاسلام حضرت ناظم صاحب پر ضعف کا ابتدائی حملہ ہو چکا تھا ۔ اکثر کوئی نہ کوئی خادم مسجد تک لے جاتا تھا اور پھر مسجد سے حجرہ تک آپ کسی خادم کے سہارے سے شریف لاتے تھے ۔ صبح کا وقت تھا حضرت والا آرام فرما رہے تھے غینہ آگئی تھی اور میں ہی حضرت والا کے پاس تھا کہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ شریف لے آئے ان کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند کے اکابر اساتذہ بھی تھے حضرت حکیم الاسلام بوزیکے کسی طویل سفر سے شریف لاتے تھے ۔ حضرت حکیم الاسلام کے معاصرانہ محترم حضرت مولانا محمد سالم صاحب نے حضرت والا کے حجرہ میں جہاز رکھا اور فرمایا کہ

حضرت مہتمم صاحب باہر تشریف فرما ہیں، حضرت والا کی زیارت و ملاقات چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا، حضرت سورہے ہیں، اور میں خود بھی حجرہ کے باہر برآمدہ میں چلا گیا۔ حضرت حکیم الاسلام صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ حضرت سورہے ہیں فرمایا کہ کیا صرف زیارت ہو سکتی ہے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں، اور میں نے حجرہ کا دروازہ کھولا یا حضرت مہتمم صاحب اور ان کے ہمراہی سب حضرات، اندر تشریف لے آئے۔ ابھی وہ حضرات کھڑے ہی تھے کہ حضرت والا کی آنکھ کھل گئی ارشاد فرمایا کون صاحب ہیں؟ حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا،، طیب دارالعلوم دیوبند سے حاضر ہوا ہے۔ حضرت والا کے اعزاز میں فوراً قالین پچھوائی اور گارڈ ٹیکہ رکھوا دیا اور خود بھی چار پائی سے نیچے اتر کر بیٹھ گئے ہیں۔ نے حضرت والا کے پیچھے بھی ایک بڑا ٹکیہ رکھوا دیا۔ لیکن ٹیکہ سے ٹیک نہ حضرت حکیم الاسلام نے لگائی اور نہ باوجود ضعف حضرت حجۃ الاسلام نے (حضرت حکیم الاسلام اس وقت تندرست تھے اور حضرت والا بیمار اور کمزور تھے)۔

طرفین سے یہ ایک دوسرے کا انتہائی ادب و احترام تھا۔ حضرت حکیم الاسلام مہتمم دارالعلوم دیوبند نے فرمایا یوں تو دنیا میں تعلق سمجھی سے ہوتا ہے مگر بچہ حضرت والا سے بہت ہی زائد خاص تعلق ہے کل پرسوں میں سفر طویل سے واپس ہو کر دیوبند حاضر ہوا ہوں، لیکن حضرت والا کی زیارت و ملاقات کے بغیر رہا نہ گیا اور میں حاضر خدمت ہو گیا۔ اسپر حضرت حجۃ الاسلام ناظم منابر و اوم نے حضرت مہتمم صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ پھر حضرت مہتمم صاحب نے باندایہ بیگمانہ ارشاد فرمایا کہ دیے تو حضرت والا کا اسم گرامی سعادت سے مشتق ہے اور رکل لث من اسمہ نصیب کے اصول سے) سعادت کے جملہ آثار حضرت والا کی ذات گرامی میں نمایاں ہیں، لیکن حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ کی صحبت کی یہی اثر ہے حضرت والا کو کندن بنا دیا ہے

وفات کے بعد تعلق زیر نذر کتاب "حیات اسعد" کی کتابت کا محاسب طے ہوا تو کاتب صاحب سے گفتگو کے درمیان

یہاں نے عرض کیا کہ کتابت میں آپ کس سی نہ کریں حسب وعدہ طے شدہ مقدار کی کتابت

کرتے رہیں گے کاتب صاحب نے فرمایا کہ آپ اعتماد کریں کہ میں پوری محنت سے کام کر دوں گا وعدہ خلافی اور سستی نہ ہوگی۔ اسکے باوجود درمیان میں سستی ہوئی اور طے شدہ مقدار سے کام گھٹ گیا۔ کاتب صاحب کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب کو دیکھا۔ ملاقات کی تو حضرت موصوف نے تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ کام محنت سے کرو اور اعتماد بحال رکھو۔ اس سے حضرت والا کے ساتھ حضرت حکیم الاسلام کے تعلق کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت والا کی سوانح سے بھی انکو خاص دلچسپی ہے اور ان حضرات کی روحانی توجہات اس طرف مبذول ہیں۔

چند اکابر کربلا دارالعلوم دیوبند | مولانا رئیس الدین صاحب جو ان دنوں مظاہر علوم میں زیر تعلیم تھے اور

حضرت والا کی خدمت میں رہتے تھے فرماتے ہیں کہ ایام ضعف ہی کا قصہ ہے کہ خدام حضرت والا کو نماز جو کیلئے مسجد میں لینگے حضرت والا کی عادت تھی کہ جماعت میں بالکل امام کے پیچھے اگلی صف میں تشریف فرما ہوتے تھے جب نماز ہو چکی تو حضرت والا وہیں سنن و نوافل میں مصروف ہو گئے اور خدام نماز سے فارغ ہو کر ایک طرف کو اس انتظار میں بیٹھ گئے کہ حضرت والا فارغ ہو جائیں تو ان کو حجرہ میں لے جاتیں اسی دوران حضرت مولانا فخر الحسن صاحب مراد آبادی صدر مدرس دارالعلوم دیوبند، حضرت علامہ مولانا محمد حسین صاحب بہار کی مشہور استاد دارالعلوم دیوبند اور دیگر ممتاز اساتذہ دارالعلوم تشریف لے آئے۔ اور پوچھا کیا اس وقت حضرت والا سے ملاقات ہو سکتی ہے؟

عرض کیا گیا جی ہاں ابھی نماز سے فراغت پر ملاقات ہو جائے گی۔ اتنے میں حضرت والا نے سلام پھیر دیا اور نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت مولانا فخر الحسن صاحب نے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھا دیئے۔ حضرت والا نے پوچھا کون صاحب ہیں مولانا نے موصوف فرمایا، فخر الحسن دارالعلوم سے، اسپر حضرت والا نے مسکراتے ہوئے فرمایا میں بوڑھے فخر الحسن کو نہیں جانتا ہوں اس وقت مولانا نے موصوف پیر بریٹھاپے کے آثار کافانی نمایاں ہو چکے تھے، موصوف خاتوشن رہے تو

حضرت نے فرمایا،، بوڑھے ہو گئے،، پھر علامہ محمد حسین صاحب نے مصافحہ کیا ان
 بھی حضرت نے فرمایا بھائی بوڑھے ہو گئے ہو۔ یہ دونوں حضرات چونکہ حضرت
 والا کے شاگرد تھے اسلئے حضرات والا نے محبت آمیز تعجب و بے تکلفی کو
 اظہار فرمایا۔ پھر حضرت والا خادم کے سہارے حجرہ میں تشریف لے آئے۔
 یہ حضرات بھی ساتھ ساتھ آ گئے۔ حضرت والا ضعف کی وجہ سے لیٹ گئے
 تو حضرت علامہ محمد حسین صاحب نے پاؤں دبا نا شروع کر دیئے اس پر حضرت
 نے فرمایا مجھے شرمندہ نہ کریں تو حضرت علامہ نے بہت ہی ادب اور لبا
 سے عرض کیا کہ،، حضرت میں تو اس در کا کتا ہوں،، حضرت علامہ نے یہ بات
 دہ مرتبہ فرمائی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایسا نہ فرمائیے۔

ان واقعات سے ایک طرف تو اکابر کی آپسی فحشاء نہ محبتوں پر روشنی پڑتی
 ہے دوسرا ساندہ و تلامذہ کے باہمی بے لوث اور والہانہ ربط و تعلق کا
 اندازہ ہوتا ہے۔ اسی ربط باہمی سے افادہ و استفادہ کے دریا بہہ رہے
 آج اسی ادب و تہذیب، محبت و عقیدت اور مہر و شفقت کا فقدان ہے جس کی
 نتیجہ میں افادہ و استفادہ کے دروازے بند ہو گئے اور علم و عمل کی روش
 کی جگہ بد عملی و جہل کی تاریکیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا
 وفاق غرض ہے، محبت ہوس، خلوص نفاق۔ ہر اک چیز بڑائی ہے اس زمانے کی
 اس سلسلہ کے واقعات بے شمار ہیں ان چند واقعات کو بطور نمونہ و مثال
 کر دیا گیا۔ اسی کتاب کے دوسرے مواقع میں بھی اس نوع کی بہت سی چیزیں
 مذکور و موجود ہیں۔

چند بزرگوں کے ارشاد

۱) حضرت مولانا سید عبد اشکور صاحب ترمذی فرماتے ہیں کہ،، (حجۃ الاسلام
 حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب مرحوم اپنے وقت کے عظیم محدث، مفسر، فقیہ
 اور محقق تھے تحریر و تقریر اور مناظرہ میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے،،

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مفتی اعظم پاکستان نے فرمایا کہ:
 حجت الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد اسود اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت
 ہماری کمر لوث گئی ہے وہ ہمارے مشفق استاد و مربی تھے اور اسلاف کی
 نثار تھے،

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی مدیر ”بینات کراچی“ فرماتے ہیں کہ:
 حضرت مولانا مرحوم کے ساتھ منظرِ علوم کی نصف صدی سے زیادہ کی تاریخ
 ہے۔ موصوف کو فرق باطلہ کے رد اور مباحثہ مناظرہ کا بھی ذوق تھا۔
 ان نے آریوں، قادیانیوں اور دیگر گمراہوں کے ساتھ بڑے کامیاب مناظرے
 اور اپنے فریقوں کو ہمیشہ شکست دی وہ برجستہ اور فی البدیہہ شعر کہتا
 تھے۔ مزاج میں مزاج اور ان کا مذاق بھی خوب تھا وہ طلبہ کو لطیف اور
 مکمل بھی خوب سناتے تھے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے خلیفہ خاص
 اور ان کی خدمت میں حاضری کے بعد آپ کی کایا پلٹ ہو گئی تھی اور صوفی
 اہل عارف و مرشد بن گئے تھے حق تعالیٰ شانہ حضرت مرحوم کو اپنے قرب و
 کے درجاتِ عالیہ سے نوازے آمین۔

حضرت مولانا سمیع اللہ صاحب مدیر ”الحق“، اکوڑہ خٹک لکھتے ہیں کہ:
 حضرت مولانا اسود اللہ صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ منظرِ علوم سہارنپور ایک
 لاجیت منظم، حدیث کے بلند پایہ استاد، ایک عظیم شیخ طریقت اور
 عالم دین تھے، مولانا مرحوم نے عمر بھر دین اور طلبہ دین کی خدمت کی آپ
 شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ کے دیرینہ رفیق و مستند
 تھے حق تعالیٰ ان کے فیوض و برکات کو جاری رکھے آمین۔

سلمان تیری، احمد پیر شہنم انشالی کرے: سبزۂ نور ستہ تیرے در کی در بانی کرے
 حضرت مولانا عبد الجبار صاحب شیخ الحدیث جامعہ تاسمیہ مدرسہ ہریرا آباد
 اتے ہیں کہ:

حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسود اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت
 ہی عجیب و غریب تھی علوم و فنون، مقول و منقول میں بہارت تارہ کے باوصف

وہ بہت بڑے ادیب اریب تھے ہزار ہا اشعار ان کو محفوظ جو موقع ہو
پر پڑھتے تھے اور فی البدیہہ درجستہ اشعار فرماتے تھے لیکن وہ طلبہ کیلئے
کو ناپسند فرماتے تھے ایگر تبہ ایک افغانی غالب علم نے ایک پرچہ پر کچھ اشعار
لکھ کر اصلاح کینئے حضرت کی خدمت میں پیش کیئے آپ نے ناگواری کا اظہار
فرماتے ہوئے اس پرچہ کی پشت پر یہ شعر لکھ دیا کہ
اثر جب اللہ بان علم پر ہوا ہے شیطان کا :۔ خیال شاعری میں دقت کو برباد کر

الحاصل تمام علمائے عصر اور دور حاضر کے اکابر و اصناف سب کے سب حضرت حجۃ الاسلام
رحمۃ اللہ علیہ کی جامعیت اور نادوہ روزگار شخصیت کے قائل و معترف
بعض علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت اور ابواب خیر و اعمال صالحہ میں سے بعض
کمال توامت میں بہت ملتا ہے۔ لیکن جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ اور فنون ادبیہ
مہارت تارہ اور صداقت کا ملکہ کے ساتھ ساتھ بختبر و تقریر تصنیف و تالیف
و عظم و مناظرہ، تصوف و سلوک، معرفت و طریقت اور خلق اللہ کی بہرہ نوع
و تربیت کے کمالات عموماً شخص واحد میں جمع نہیں ہوتے لیکن حق تعالیٰ نے
نے حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو ان صفات و کمالات کا جامع بنا
مذکورہ اوصاف میں سے ہر وصف میں غیر معمولی مہارت و صداقت اور رفعت
و بلندئ سے سے فراز فرمایا تھا

ولیس علی اللہ بیست کر — ان یجمع العالم فی واحد
اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں کہ پورے عالم کو ایک میں جمع فرمادیں

حق کیلئے ہم مثال جہاد اور زبرد مجاہد

آئین جوان مردان حق گوئی و بے باکی :۔ اللہ کے شہیدوں کو آئی نہیں رو دیا
یقین محکم، عمل پیہم، محبت مباح عالم
جہاد و زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شہیدیں

و فنون میں قابل رشک مہارت، درس و تدریس اور وعظ و تلقین و تبلیغ
 اعلیٰ انہماک و مصروفیت، شعر و سخن اور انشا و ادب سے شوق و دلچسپی
 بخاص رغبت اور اوراد و وظائف پر دوام و مواظبت کے ساتھ ساتھ گونا گوں
 دلیلیوں کی کثرت کا تقاضا تو یہ تھا کہ آپ کے حاشیہ خیال میں بھی کوئی دوسرا
 نہ گذرنا اور آپ کسی اور نماز کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے مگر اللہ و رسول اللہ
 (اللہ علیہ وسلم) کے عشق، اسلام و مسلمانوں کی محبت و خیر خواہی نے اس غنور شجاع
 و نشاۃ عبادۃ اللہ کے سچے مصداق جوان سعادت نشاں کو باطل اور باطل
 انوں کے مقابلہ میں بے جا کر کھڑا کر دیا۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ اس شیر خدا کے
 پیکر تھے ہی کفر و ضلالت اور گمراہی و جہالت کی ذلیل اور مڑیاں اپنے اپنے
 بلوں میں کس طرح جا گھسیں اور وہ بزدل و فریب کار عناعہ جو رسیدھے
 نے مسلمانوں کو منافطوں کے جال میں پھنسا کر یا دولت و ثروت کا دام بچھا کر
 ہمارا کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت دالّا کے بروقت برسر پیکار آجائے۔ اسے
 ذات و خواری کے ساتھ پسپا ہوئے اس دلی اللہی جماعت نے جس کے اس
 میں سرگردہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تھے ایک طرف تو ان بھولے بھالے مسلمانوں
 اشد ہی کے خطرناک سیلاب سے متاثر ہو کر مرتد ہو رہے تھے۔

ہولناک سیلاب سے بچایا اور جو ضلالت میں ڈوب چکے تھے ان کو دوبارہ
 بخشی یعنی ان کو دوبارہ حلقہ بچوش اسلام کیا اس سے بڑھکر ان کی مساعی
 بہت سے اغیار و اشعار نے بھی سچی سچی توبہ کیا اور دین برحق کی تہنیتی عزت و
 ہی سے دست بردار ہو کر اسلام کے سچے عاشق اور شہید بن گئے۔

ای طرف منافطوں اور مباحثوں کے میدانوں میں باطل پرستوں کے سنگین
 ہاتھوں کو زبرد خطابت و قوت دلائل کی آبدار تلواروں سے کاٹ کر رکھ دیا۔
 یہاں کفر و باطل میں ایک زبردست ہلچل مچا دی۔

دالّا کی پاکیزہ جوانی کے یہ دونوں کارنامے رات دن کے مقابلے اور کامیاب
 تاریخی ملت کی حسین پیشانی پر تادیر سورج کی طرح چمکتے رہیں گے۔
 دونوں عنوانوں کے تحت ہم انہیں دونوں شاندار و بے نظیر کارناموں کی مختصر گزارش

اور اجمالی کیفیت و داد لکھتے ہیں۔

عزم دالو: حوصلہ کی داد دینا چاہیے = مجھکو منزل پر گمان گرد منزل ہو

سرے منہ سے بجائے مانس کے شعلے نکالتے ہیں

تمنا شاہی محبت میں ہوا کا نار ہو جہاں انا حضرت دالو
ایک نازک مزاج و نازک بدن جوان صابح کی دین و ملت کی خاطر یہ عظیم مشقتیں
کوئی دل لگی نہیں۔ آنے والے دونوں عنوانوں سے پہلے حضرت دالو کے اس د
کے ان جذبات کو ملاحظہ فرمائیے جنکو انہوں نے زبانِ شعر میں ظاہر فرمایا اور
اپنے عمل سے ان کا ممکن ثبوت پیش فرما دیا تھا۔

جزاء اللہ احسن الجزاء

اسلام کی جہاد

تبلیغ کے کاموں پر، ہم خون بہا دیں گے
افسانہ ملت کو، رنگین بنا دیں گے

کفار کے خرمن پر، ہم برق گرا دیں گے
ہمت سے سبق ایسے مسلم کو پڑھا دیں گے
آثارِ اولوالعزمی، دنیا کو دکھا دیں گے
توحید کے نغمے ہم، دنیا کو سنادیں گے
ہاں طبِ نبی کا ہم، اعجاز دکھا دیں گے
تبلیغ کے کاموں پر، ہم خون بہا دیں گے
دہ نام کریں گے ہم، وہ کام کریں گے ہم
اخلاص کی قوت سے، اسلام کی طاقت سے
انحلاق کے حربوں سے، تبلیغ کے جذبات سے

پھر شرک کے گلشن میں ہم آگ لگا دیں گے
نادائقِ ناکامی، ہم اس کو بنا دیں گے
ہر ذرہ خاکی کو، خورشید بنا دیں گے
بدعت کو جلا دیں گے، سنت کو جلا دیں گے
امراضِ غلالت سے، دنیا کو شفا دیں گے
افسانہ ملت کو، رنگین بنا دیں گے
مستقبلِ مسلم سے، ماضی کو جلا دیں گے
مسلم کو پڑھا دیں گے، کلمہ کو گھٹا دیں گے
دنیا کا بادل جانا، دنیا کو دکھا دیں گے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، الْمُسْلِمُ لَا يَكْفُرُ
بِعَمَلِهِ ذُوهُنَا أَعْيُنَنَا نَفْسَانَا
اجز نہ ہیں جانو، قاصر نہ ہیں سمجھو
ہم بات کے سچے ہیں، ہم قول کے پکے ہیں
لَا تَقِيلْ لَنَا قَوْلَهُمْ وَلَا لَدَوْلِنَا دُولِي
ہم غزم مصمم سے، ہم کوشش بہیم سے
ہم قلب کی طاقت سے، ہم روح کی ثروت سے
زرنگ شقاوت کو، زہیم ضلالت کو
رشاد و ہدایت سے، تبلیغ و اشاعت سے

دنیا کو دکھا دیں گے دنیا کو بتا دیں گے
ہم دین کی طاقت سے، دنیا کو ملا دیں گے
ہم کفر کی شوکت کو، مٹی میں ملا دیں گے
جو کچھ بھی کہیں گے ہم وہ کر کے دکھا دیں گے
اس جوشِ عمل سے ہم، اعدا کو مٹا دیں گے
اعدا کی مٹائی کو، ناکام بنا دیں گے
فتنوں کو دبا دیں گے، جھگڑوں کو مٹا دیں گے
پاؤں سے کچل دیں گے، مٹی میں ملا دیں گے
بتحانوں کو دھنسا دیں گے، گرجوں کو گرا دیں گے

بابو کس نہ ہو اسعد جو کچھ بھی کہے گا تو
اسلام کے شیعہ لائی، وہ کر کے دکھا دیں گے

روزنامه

حضرت رالائے متوسلین و متعاقبین
سے درخواست ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام

کے متعلق مزید معلومات خصوصاً آئندہ کے دونوں عنوانوں کے تحت مستند واقعات سے مطلع فرمائیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں انکو شامل کر کے سوانح کی تکمیل ہو سکے۔ فقط نسیم احمد غازی مظاہری

یہ مسلمان زیر نہیں ہوتا، مسلمان بندیر نہیں ہوتا، اندک

۱۰۰ دنیا داروں کے سر و سامان ہم کو ہرگز روک نہیں سکتے یہاں لفظ اغراض ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ دنیا والوں کے مقاصد (غنائم) ہرگز ہم کو روک نہیں سکتے واللہ اعلم بالصواب۔

ہم سے مانگی جائیں گی ان سے زائد پر ہم تیار ہیں، انیسم احمد غازی مظاہری
بدنختی کے تحت کو اور گمراہی کے تاج کو، انیسم احمد غازی مظاہری

فتنہ ارتداد کا زہر و دست مقابلہ

یوں تو آپ کی پوری زندگی علم و عمل اور احیائے دین کے لیے مسلسل جدوجہد میں بسر ہوئی ہے آپ نے اپنی تمام قوتیں اور صلاحیتیں علو و فون و عرفان و معارف کے استفادہ اور افادہ نیز دین محمدی کے فروغ و ترقی، اسلام و مسلمین کی خیر خواہی اور کلمۃ اللہ کی بلندی پر قربان کی ہیں بعض اعتبارات سے سب کے زائد خطرناک و ہر آزما اور دشوار ترین مجاہدہ اور آپ کا ممتاز ترین کارنامہ فتنہ ارتداد کا مقابلہ ریواڑی، پنجاب، راجپوتانہ، ہتھلہ، آگرہ اور نوگانونہ وغیرہ کی سرزمین آپ کی ان زرین خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی جو آپ نے ارتداد اور شذیت ہی کے سنگین و ہولناک حملوں کو پسپا کرنے اور کفر و ضلالت کے ناپاک و خطرناک سیلاب کو روکنے میں انجام دیں۔ تاریخ کے اس تاریک و ہولناک دور پر راجپوتانہ اور ملکانون کا ملاقات آپ کیلئے گھر کا آگن بنا ہوا تھا قریہ قریہ ہکاؤں کاؤں آپ تشہیر یافتہ جاتے و عطا فرماتے تقریریں کرتے مناظروں کے پیادے جھنڈے کر کے آریوں اور دشمنان اسلام کی سازشوں کو کچلتے مسلمانوں کے قد و حق پر جھاتے اور کفر کے درندوں کو میدان سے ہٹاتے تھے۔ آپ اسلام دشمن جماعتوں پر بجلی بن کر گرتے اور ان کے ناپاک آرشیاؤں کو خاکستر بنا دیتے تھے اس دور شباب میں آپ جذبہ غیرت اور سخاوت پر پورے جوش پر مہم آپ کے جلال و قہر کا یہ عالم تھا کہ آپ کفر و باغی کے سردوں پر شمشیر برہت بن کر برس رہے تھے۔ نزاکت طبعی، راحت و آسائش اور اخیار کے اندیشوں سے بے نیاز ہو کر سرکھف آپ روز و شب بیابانوں اور سنگستانوں کے دشوار گزار اور خطرناک سفر کرتے اور اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ فاقہ پر فاقہ کرنا، چنے چھا اذقات بسر کرنا، کسی ریت کے تودے یا درخت کے سایہ میں ظاہری حفاظت سے بے نیاز ہو کر اور اپنے مولائے تعالیٰ کے خود کو سپرد کر کے راتوں کا بسر کر لیتے آپ کا معمول بن گیا تھا۔

معاقلوں میں مذہبی تعصب اور پرگنائی و دزدگی زیادہ ہوتی وہاں کے دوکاندار
کے ہاتھوں چنے فروخت کر دینے سے بھی انکار کر دیتے تو آپ بخوشی فاقہ برداشت
رہتے، وہاں کے باشندے آپ کو براستہ بتانے سے گریز کرتے، نفقے
سننے، برا بھلا کہنے، غایق اڑاتے لیکن آپ اسلام کی سر بلندی، مسلمانوں
کی خیر خواہی اور حق تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر سب پر سہر کر لیتے تھے۔

آپ پر اس زمانہ میں جذبہ دعوت و تبلیغ اس قدر چھا گیا تھا اور اظہار حق کیلئے
ماظہرہ و مباحثہ کا شوق اس قدر غالب آگیا تھا کہ آپ بغض و عناد سے سہرے ہوئے
ملاقوں میں جہاں کوئی شناسا و آشنا تو کیا ملتا کوئی کلمہ گو دین اسلام کو ماننے
لا ایمان والا بھی نہ ہوتا تھا آپ تمام خطرات و خدشات کا مقابلہ کرتے ہوئے
جہی جماعت لیکر ادیب اوقات تنہا پہنچ جاتے اور وہاں پورے یقین
و ثوق اور بھر پور عزم و حوصلہ کے ساتھ کھل کر دعوانیت و رسالت کی سب کو
غوت دیتے۔ اسلام پر کیئے جانے والے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات دیکر
لب کی تشفی فرماتے اور سامعین پر یہ حقیقت واضح فرما دیتے کہ دنیا میں صرف
اسلام ہی ایک مذہب، برحق ہے جو تمام انسانوں کی مدارج و فلاح کا ضامن ہے
آپ کی فیصلح و دلیل تقریروں سے متاثر ہوئے مرتد ہونے والے مسلمان اسلام
پا جم جاتے اور مائدین کفار حقیقت کو بے نقاب دیکھ کر حق کی طرف مائل
ہوتے اور بہت سے غیر مسلم آپ کے مواظفہ کو سن کر شرف باسلام بھی ہو جاتے
آپ کو جب کسی علاقہ یا گادوں کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہاں صبح کو ایذا دینا بازار
م ہو گا اور اگر یہ سماج کے بڑے بڑے لیڈر، پنڈت، دن موہن، مالویہ
شر، دھاند، پنڈت، دھرم بھکشو وغیرہ وہاں آ رہے ہیں۔ تو آپ بے چین
نہ جاتے اور ہزار دقیق ہر داشت کرتے، اور سیکرٹوں خطرات کو انگیز
یا کر راتوں رات اس علاقہ میں پہنچ جاتے اور صبح ہوتے ہی مدلل و مستحکم
تبیہ و در بیان حق نشان کی ذریعہ میدان کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے۔ اور
اسلام کی حقانیت کو ثابت کر کے باطل کے تار و پود اس طرح بکھر دیتے کہ
مٹ پرست لیڈر و پنڈت رششدر و حیران اور خاموش رہ جاتے

اور باطل پرستوں پر عرصہ حیات ایسا تنگ کر دیتے کہ ان کو میدان چھوڑ کر
راہ فرار اختیار کرنی پڑتی کتنی ہی مرتبہ ایسا ہوا کہ باطل کے ان علم برداروں -
اپنے پروگرام اور جلسے صرف اس لیے ملتوی کر دیئے کہ جامعہ مظاہر علوم کی جا
سے شیر خدا حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب پہنچ چکے ہیں اور ان
خلاف دفاعی عمل مضبوط کر چکے ہیں - اللہ تعالیٰ نے آپ کا ایسا رعب دشمنوں -
قلوب پر ڈالا تھا کہ آپ کا نام سنکر ان کے پتے پانی ہو جاتے اور قلوب
لگتے پیچتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت کھتی جسکی وجہ سے تفسیر
بالرغیب کا منظر حق تعالیٰ نے آپ کی ذات والا صفات کو بھی بنا دیا تھا -
فجاءہ اللہ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین

مشکلات کی کہانی خود حضرت کی زبانی | راجپوتانہ پہنچ کر حضرت والا
دیگر حضرات مبلغین کو جو لکھنا

اور اذیتیں اور مصیبتیں اٹھانی پڑیں اور جن پریشان کن و مہر آرمہ حالات -
انکو دو چار ہونا پڑا ان کا کچھ اندازہ ان دو خطوط سے لگایا جا سکتا ہے جنہ
رئیس المناظرین و صدر المجاہدین حضرت اندیس مولانا الشاہ محمد اسماعیل صاحب
نے وہاں کے چشم دید حالات، بود باش اور اپنی قربانیوں اور محنتوں کی سرگزشت
کے ذاتیات تحریر فرماتے ہیں یہ خطوط اس وقت کے ناظم عظمیٰ مظاہر علوم حضرت
مولانا سید عبداللطیف صاحب کے نام ہیں -

مکتوب نمبر ۱

محترم درمطالع بندہ جناب حافظ عبداللطیف صاحب دامت برکاتہ

السلام غیبکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اس وقت، مختصر کے دفتر میں موجود ہوں اور چونکہ دفتر میں مجھے ہر قسم
پرورٹیں دیکھنے کا اتفاق ہوا نیز مختلف کارکنوں سے اس درمیان میں تفصیل
گفتگو کا نتیجہ ملا اسلئے جناب کی اطلاع کیلئے اسی مختصر سی مہلت میں جو
یہاں میسر ہے جس قدر لکھ سکوں گا حالات قلم بند کر کے ارسال کرنا ہوں -

ہمارے جماعت ۳۱ پر ۱۹۳۳ء کو دو بجے اگرچہ پہنچی تین بجے دفتر میں داخل ہوئی

اب رکھکر مولوی عبدالحی صاحب ناظم اور مولوی وحید اللہ صاحب
 کے نائب ناظم صاحب سے گھر سے مراسم میں ملاقات ہوئی۔ مجھے سب سے
 دفتر کا کام سپرد کیا گیا گو سفر کا مکان تھا لیکن اول تو تفتیش مقصود تھی
 بعد دفتر میں تمام قریب و جوارہ کے مبلغین کی روزانہ تفصیلی رپورٹیں آتی ہیں
 بتدار سے معلومات کامل جانا۔ آئندہ کام کر نیکے لئے نہایت مفید خیال
 بعد عشاء تین گھنٹے تک دفتر کے کام میں مصروف رہا دوسرے دن چار
 ۱۹۱۲ء کو بھی رپورٹوں کے متعلق دفتر میں صبح سے گیارہ بجے تک کام کرتا
 جیسا خیال تھا یہ رپورٹیں نظر سے گذر جانا اپنی جماعت کے لئے
 کام کرنے میں بہت آسانیاں پیدا کرے گا۔ چار اپریل ۱۹۱۳ء کی
 ہمارے متعلق جائے تعیناتی میں تذبذب تھا۔ اول خیال ہوا کہ ہم
 پوری کے علاقہ میں تعینات کیا جائے بعد میں قرار پایا کہ مستقر میں تمام
 بجوارہ کر کام کرے۔

اپریل ۲۳ء کو علی عبا ح ہم لوگ مستقر پہنچے۔ یہاں مولانا عرفان غا
 ی سے ملاقات ہوئی شام کو یہ قرار پایا کہ میں خاص مستقر میں رہ کر کام
 اور میرے رفقاء موضع کراری میں جو رائے کے اسٹیشن سے گیارہ کو
 موضع ہے اپنا عدد مقام بنا کر مواصلات کو تہہ، سلطانپور، پتھرہ، سرخورد
 جگہ کا کام کریں گے اور شام کو روزانہ کراری میں جمع ہو جائیں گے اور
 ۲۳ء کی صبح کو میرے رفقاء اسٹیشن رائے کی طرف روانہ ہوئے
 اتنے دن دفتر مستقر میں رہ گیا نماز جمعہ مستقر کی جامع مسجد ادا کی بعد
 اب الارشاد مولانا عرفان صاحب اسلام کی خوبیوں اور اعلائے کلمۃ اللہ
 میں ہم میں نے ایک مبسوط تقریر کی بحمد اللہ سامعین پر اچھا اثر ہوا گو
 مبنائی مستقر کے دفتر میں ہوئی ہے لیکن نماز جمعہ سے کچھ ہی پہلے دفتر میں
 آئی کہ اگر دسے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر دو موضع ہیں پانی اور
 موضعوں میں پانچ اپریل ۱۹۱۳ء کو کچھ مسلمان ارشدہ کیے جانے والے
 اتفاق سے ایک مسلم راجپوت کی لڑکی کا انتقال ہو گیا اسلئے بجائے

پانچ اپریل ۱۹۳۳ء کے دن اپریل ۱۹۳۳ء تبدیل ہو گئی۔

مولانا عرفان صاحب نے اس اشدھی کو رد کرنے کیلئے مجھے مامور فرمایا۔ اس عجلت میں محض اجمالی حالات لکھ کر روانہ ہوتا ہوں جن موضوعوں میں میں جا رہا ہوں۔ تقریباً پچتر (۷۵) گھر مسلم راجپوتوں کے ہیں جن کو ملکائے کہتے ہیں۔ میرے ساتھ دو آدمی معین ہوں گے۔ سفر کیلئے میں نے صرف اور ایک چادر ہمراہ لی ہے۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تکالیف پر ختم یہاں پر عالی ہمت، بلند حوصلہ، جفاکش حضرات کی ضرورت ہے۔ جو برداشت کر لیں وہ لوگ جو پیدل نہ چل سکیں یا خوراک و پوشاک کی تکالیف نہ کر سکیں یقیناً یہاں بیکار ہوں گے ان موافقات سے فارغ ہو کر میں جا رہا ہوں کہ کام کر دینگا، یہاں ہنود کی کثرت ہے مہتمم کی آبادی سترہ کی ہے جس میں مسلم صرف دس ہزار ہیں ہنود ہم سے نہایت تعصب کا رہا ہے جب ہم لوگ اشیاء خریدنے جاتے ہیں تو دینے سے انکار کرتے ہیں وغیرہ میں تکالیف دیتے ہیں۔ مہتمم میں دفتر لکھتے مارچ کو قائم ہوا۔ مجلس نمایندگان تبلیغ جمعی قائم ہوئی ہے۔ بعض آنے والے حضرات کرتے ہیں کہ اشفاق خراب ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ اعتراض غلط ابتدائی کام میں جو دقیق پیش آتی ہیں اس کا اندازہ محض کام کرنے سے دیکھنے والوں کو نہیں ہوتا۔ اعتراض آسان ہے کام کرنا مشکل ہے۔ بحرحہ جو اس مدت میں ہوا وہ یہ ہے کہ کام نہایت تند ہی اور جانفشنا ہو رہا ہے۔ یہاں پر مناظرین اور ناخطین کی ضرورت تو ہے تاکہ سو پرکھی محسوس نہ ہو لیکن روز مرہ نہیں۔ اتفاقاً دغظ یا مناظرہ کی ضرورت ہے۔ اب جو اسے اپنی مجلس نے پاس کی ہے وہ یہ ہے کہ ہر گاؤ ایک آدمی مستقل طور پر قیام کرے وہاں سے جلدی علیحدہ نہ کر کے لوگ دغظ و غیرہ ہیں۔ سنئے ان کے اندر اسلام کی کوئی علامت نہیں صرف چار باتیں ہیں جو اسلامی علامت گنی جاتی ہیں۔ (۱) غلط سا بڑھتے ہیں (۲) مردے دفن کرتے ہیں (۳) قاضی سے نکاح پر فہم

رخصتہ کراتے ہیں اور باقی تمام اطوار و عادات ہنود کی ہیں ہم ان کے
 علاوہ اسلام کے فضائل بیان نہیں کر سکتے اور لا آہستہ آہستہ اُریوں
 مذ کی برائی کرنا چاہتے ہیں راجپوتوں کی قومی شجاعت ، وقار ، مردت ،
 فتن کے واقعات بیان کر کے ان کے شریف جذبات کو برا بھلا بگھٹا
 بادہ مفید ہو گا۔ نشست و برخاست میں ان کو بلند و با عزت جگہ دینا
 ان لوگوں سے کعبیتوں پر جا کر ملنا مقصد بر آری میں زیادہ منید
 ہے۔ ممد و فتر اگرہ سے یہ بات معلوم ہوتی تھی کہ آریہ اخبارات اشہ
 د سارے سات ہزار بتلاتے ہیں لیکن تحقیق کرنے سے ثابت ہوا کہ
 بالکل غلط ہے۔ البتہ سات سو کی تعداد اقرب الی الثواب ہے۔
 فتر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرتدین کی کافی تعداد مکرر دائرہ اسلام میں داخل
 ہے جس کا صبح ہزارہ تقریباً ایک سو پچاس بتلایا گیا۔ مکرر اسلام کے
 حسن پور آلور۔ رائے بہا وغیرہ مواضع میں ہوئے ہیں یہاں پر
 کے ہر گوشہ سے مبلغین آ رہے ہیں تاہم ضرورت اور زیادہ
 ضرورت اسکی ہے کہ جو صاحب تبلیغ کے لئے آئیں وہ عمدہ تک
 برس ماہ دو ماہ رہنے کے قصد سے آنا کچھ زیادہ سود مند نہیں ہو گا
 عربینہ ختم کرنا ہوں کیونکہ آدھے گھنٹہ بعد میں تبلیغ کیلئے روانہ
 ہوں گا۔ لیکن ایک ضروری امر قابل اطلاق ہے میں نے سہارن پور میں
 قصد کر لیا تھا کہ اس سفر میں اور مابعد قیام میں جو کچھ صرف ہو گا وہ
 تبلیغ سے نہ لوں گا۔ بلکہ کل اخراجات اپنی جیب سے کروں گا یہاں
 ارادہ میں تقویت ہو گئی چنانچہ آج صبح ٹکٹ ریل ، تلی شکر و فیر
 جرت و کرایہ کے دام کا سب حساب کر کے مولوی احمد نور صاحب کو سمجھا دیا
 جو مبلغ پانچ روپیہ اپنے مصارف ذاتی کیلئے دیتے تھے میں نے وہ بھی
 لے کر دیئے ہیں۔ انشاء اللہ اب میں اپنا فرض منصبی پٹے سے زیادہ اخلاص
 جانفشانی سے انجام دوں گا۔

فقط والسلام
 محمد اسعد اللہ ۲ اپریل ۱۹۲۳ء

مکتوب ۱۔

چھ اپریل ۱۹۳۳ء کو پہلا عریضہ ارسال کرنا
بعد میں تین ہفتوں کے ساتھ موضع پانی

ہو گیا موضع پانی متھرا سے تقریباً سات میل ہے لیکن راستہ کی ناواقفیت
باعث عشرہ کے قریب پہنچے وہاں بعض دیگر مبلغین سے ملے سے موجود تھے
مل کر ملکائوں کو جمع کیا کچھ لوگ آئے چونکہ ہندو مسلم میں کسی قسم کا امتیاز نہ
اسلئے ہم ان کو مسلمان سمجھے لیکن وہ ہمارے ساتھ تسخیر کرتے اور لغویان
تھے تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ ہندو تھے بعد میں کچھ مسلمان راجپوت بھی
ان سے گفتگو ہوئی گیارہ بجے تک یہ سلسلہ رہا اس گھاؤں میں مسجد نہ
چونکہ کنوؤں میں سے ہم خود پانی نہیں نکال سکتے تھے اور مانگ بھی نہیں
تھے بمجبوری ایک تالاب پر حضور کر کے فریضہ عشاء ادا کیا۔ کوئی محفوظ
سونے کیلئے بھی نہ مل سکی اللہ کے بھروسہ پر ایک ناہموار ریتیلی زمین
شب بسر کی بعد نماز صبح پھر گھاؤں کے نمبردار چودہری سے ملے۔
انہوں نے کہا کہ نہ ہم مسلمان ہیں نہ ہندو ہم تمہارے ساتھ کھائی سکتے
کیونکہ تم بڑا گوشت کھاتے ہو ہم اشدھ بھی نہیں ہوتے البتہ اگر مواضعا
اندھی۔ نوگاہاں، اسیار وغیرہ کے لوگ اشدھ ہو جائیں گے تو ہم بھی اشدھ
ہوں گے ورنہ ہماری برادری چھوٹ جاوے گی اور رشتہ ناطہ نہ ہو سکے گا
بہت دیر تک گفتگو کے بعد فی الجملہ اطمینان کی صورت ہوئی لیکن قابل اعتماد
چونکہ پانی کی اشدھی کی خبر دش اپریل کی تھی اسلئے بعض مبلغین کو واپس
کر سات اپریل کی شام کو مور فقار ارہر آیا۔ جو پانی سے ڈیڑھ میل
فاصلہ پر ہے۔ یہاں کے راجپوتوں سے مل کر بات چیت کی گو جوابات
کے بھی تقریباً وہی تھے جو پانی کے راجپوتوں نے دیئے تھے تاہم ان میں اضافہ
اور صلاحیت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ ان کو خوب اچھی طرح سمجھا کر اطمینان
کے بعد ہم نے متحضر کا قصد کیا کیونکہ معلوم ہوا تھا کہ آٹھ اپریل ۱۹۳۳ء
کو نوگاہاں میں اشدھی ہونے والی ہے۔ نوگاہاں خود بھی متحضر
بڑا موضع ہے اور اس کے زیر اثر اور بہت سے گھاؤں میں شب

قریب عشاء متقرر پہنچے، اس تمام سفر میں صرف ایک وقت ایک سقہ سے روٹی
 چکوا کر کھائی تھی یا اب متقرر ہیں بازار سے لے کر کھائی ورنہ فاقہ یا چنوں پر گزر ہوا
 اس نواح میں سقے، فقیر۔ زنگیز بکثرت ہیں یا ملک کا سنا راجپوت اور کوئی قوم نظر
 نہیں آتی۔ ارادہ تھا کہ ساٹھ اپریل ۱۹۳۳ء کی شب کو نوگائواں روانہ ہو جاؤں
 لیکن یہ معلوم ہوا کہ صرف دواشدھی ہوں گے اور علماء بکثرت وہاں پہنچ چکے ہیں
 شب کا قصد ملنوی کر دیا۔ آٹھ اپریل ۱۹۳۳ء کی صبح کو میں نے براری جانے کا
 قصد کیا لیکن متقرر میں شور تھا کہ نوگائواں میں عظیم الشان اشدھی ہونے والی
 ہے اور بہت سے ہندو وہاں جا رہے تھے میں نے بھی نوگائواں کے
 ارادہ سے اسٹیشن کا راستہ لیا اتفاق سے ریل تین گھنٹہ لیٹ تھی۔
 جلدی کے خیال سے کچھ دیر پیدل چلا اس کے بعد تانگے لے کر بیٹس پل
 طے کر کے نوگائواں پہنچا تانگے سے اتر کر اشدھی کے موقع پر پہنچا۔ اس تہلی
 کیفیت کو جو یہاں پہنچ کر میرے قلب پر طاری ہوئی سیر و قلم کرنا
 دشوار ہے۔ ہمارے اسلامی بھائی ہم سے ہمیشہ کیلئے جدا کیے جا رہے
 تھے، وہ قلوب جو محض خدائے واحد کی پرستاری کے واسطے کعبہ تھے
 ان میں بتوں کو جگہ دی جا رہی تھی، وہ دل جو خالص اسلامی بستی تھے
 ان میں سے اسلامی تسلط ہمیشہ کیلئے اٹھ کر کفر کی آبادی بھر رہی تھی۔
 اس منظر کو میں نے کس دل سے برداشت کیا کن آنکھوں سے دیکھا دشوار
 ہے کہ آپ پر منکشف کر سکوں اسکو صرف شاہد اور قوت ایمانی بتلا سکتی ہے
 میرے سوا وہاں کوئی دوسرا مسلمان نہ تھا ہر چہار جانب ہندوؤں کا مجمع
 تھا جھکواندیشہ ہوا کہ ان لوگوں کے جذبات ہیجان میں ہیں ایسا نہ ہو کہ درجے
 نرند ہوں اس جگہ قیام میں کوئی مفید صورت نہ تھی ظہر کا وقت ہو گیا تھا
 اسلئے مسجد میں گیا وہاں مختلف انجمنوں کے بارہ مبلغ پہلے سے موجود تھے۔
 بے مل کر غور کیا کہ اس وقت کیارہ عمل اختیار کی جائے لیکن کوئی مفید تدبیر
 نہیں میں نے آئی نوگائواں میں فساد کے اندیشہ سے تحصیلدار، تھانہ دار
 نے جو دونوں آریہ تھے ان مسلمانوں کے جواثر بھی میں مانع تھے چمک لے

لئے تھے آٹھ اپریل ۱۹۳۳ء کی صبح کو فاقہ رہا شام کو پاؤ بھلڑو خریدے جو
تین آدمیوں نے کھائے اور اسٹیشن کو روانہ ہو گئے تمام راستہ آریہ ملتے
تھے اور تسخیر کرتے تھے اس موقع پر تقریباً چالیس آدمی مرند ہوئے لیکن راستہ
میں کوئی تنہا کی تعداد بتلاتا تھا کوئی نوٹو اور کوئی چوڑا سو عشار کے قریب اسٹیشن پر
پہنچے گیارہ بجے متھرا پہنچے یہاں بھی کھانا کھانے ملا، بارہ
بجے دفتر پہنچ کر سو رہے۔

آج ۹ اپریل ۱۹۳۳ء کو مجھے دفتر کا باقاعدہ چارج مل گیا لیکن آمد و خرچ
کا حساب میں نے اپنے ذمہ لینے سے انکار کر دیا۔ یہ مولوی عرفان صاحب
پاس رہے گا۔

مسلل پا پیادہ چلنے کی وجہ سے پاؤں میں آبلے پڑ گئے۔ قبض کی شکایت رہتی
ہے۔ پانی یہاں دیہات میں بالعموم کھاری ہے ہندو راستہ نہیں بتلاتے یا
غلط سلسلہ بتلاتے ہیں بعض جواب بھی نہیں دیتے اس سے مشکلوں میں اور اغماز
ہو جاتا ہے تمام مبلغین کی متفقہ رائے ہے کہ یہاں محض دورہ بے سود ہے یا
تو پنجائیں قائم کرائی جائیں کیونکہ یہ لوگ پنجائیتوں کے فیصلہ کے بہت
زیادہ پابند ہیں یا جو شخص آئے وہ ایک ہفتہ گاؤں میں بالاسر قلیل اقامت
کرے تو ممکن ہے کہ چار چھ ماہ میں کوئی اچھا نتیجہ نکل سکے ورنہ

”کوہ کنڈن دکاہ بر آردن“ کا مصداق ہے یہاں گرمی شدید ہے جس گاؤں
میں جاتے ہیں لوگ ذلت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، فقرے کہتے ہیں۔ لیکن سوائے
خاموشی کے چارہ نہیں یہ امر پاپہ تحقیق کو پہنچ گیا کہ آریہ لوگ روپیہ کا لالچ دیتے
ہیں، سابقہ قرضوں کا دباؤ ڈالتے ہیں اسلئے یہ لوگ مرند پور ہے ہیں۔ ورنہ واقعہ
یہ ہے کہ یہ لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ مذہب، دھرم یا ایمان کیا ہے؟ آریوں نے
انکو ایسا روپیہ کا عادی کر دیا ہے کہ وہ اب مسلمانوں سے بھی روپیہ مانگتے ہیں۔
نوگائوں کا ایک نمبر دار کہتا تھا کہ یہ سب اشدھی والے انشاء اللہ دو تین دن میں واپس
ہو جائیں گے اور جینیو توڑ ڈالیں گے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آہن
موضع اکثر تقریباً دسلس آدمی اشدھی ہو کر پھر مسلمان ہو گئے۔ اس حقیقت سے

انکار نہیں ہو سکتا کہ ہندو جس سرگرمی سے کام کر رہے ہیں مسلمان اس کا عشر
عشر بھی توجہ نہیں کر رہے ہیں۔

بندت مدھن موہن مالویہ نے لکھا ہے کہ وہ ایک پرانے مقدمہ کی پیروی
میں مصروف ہے۔ اس سے فارغ ہو کر اشدھی سبھا میں کام کرے گا۔
شر دھانڈ خود گاؤں گاؤں پھرتا ہے۔ مالویہ جی کے لڑکے برابر کام کرتے
ہیں۔ آریہ سماج کے دیگر معزز لوگ پا پیاہ کو سوں سفر کرتے ہیں لیکن
افسوس کہ ہم مسلمانوں میں یہ جوش یہ جانفشانی یہ ایثار نہیں دیکھا جاتا
آریوں نے اشدھی کی تحریک عالمگیر بنا دی ہے۔ سنا ہے کہ سہاہ پور کے
گرد دلواں میں بھی یہ ناپاک تحریک شروع ہو گئی ہے۔ اس تحریک میں
بندوں کے کل فرقے جواب سے پہلے آپس میں سخت دشمن تھے نہایت اتفاق
سے کام کر رہے ہیں۔ اور سب کام روپے سے نکال لیتے ہیں کئی اشدھی لوگ ان
میں اور تین اشدھی دوسرے موضوعات میں ہوئیں۔ عام طور سے مالکانوں کی زبان
کا سمجھنا بھی دشوار ہے آپ وہاں کام کرنے کیلئے جماعت تیار کرتے رہیں۔
اب ہندوستان کے ہر گوشے میں تبلیغ کی سخت ضرورت ہے میں نے بہت
کوشش کی کہ کسی طرح آریوں سے مناظرہ ہو جائے۔ راجپوتوں کو ابھارا کہ جھوٹ
سچ مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے مگر روپے ان کی آنکھوں پر ایسی پٹی باندھ دی ہے
کہ کچھ نہیں سوچتا۔

نقطہ والسلام

محمد اسد اللہ ۱۹۲۳ء

۱۔ علما مظاہر علوم اور انکی علمی و تصنیفی خدمات میں جھے کہ :

۲۔ مظاہر علوم کی جانب سے اس کے مبلغین اور تربیت یافتہ افراد مرشد آباد، رڈر کی،
جالندھر، گلاؤ، جٹی، دہلی، مختسرا، ریلواری اور اس کے محفقات اطراف، راجپوتانہ
آگرہ، سلطان پور، لوی، مدنپورہ، الور، وغیرہ بے شمار مقامات پر گئے اور وہاں
جا کر مناظرے کیے۔ دینی خدمات انجام دیں راجپوتانہ کا علاقہ جوں کو اسم تھا اسلئے

وہاں مستقل طور پر چار جماعتیں مدرسہ کی جانب سے بھیجی گئیں بعض علاقوں میں بے شمار صوبہ میں اور تکلیفیں جھٹلنے کے باوجود طویل مدت تک ان حضرات کو تیار کرنے کی نوبت آئی مگر الحمد للہ پائے استقلال میں فرقہ نہیں آیا۔

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب زاد مجدد کا ایک طویل عرصہ راجپوتانہ، ستھرا اور آگرہ میں گزراد وہاں مولانا نے اپنے اوپر سخت تکالیف جھیل کر دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا جس سے متاثر ہو کر بہت سے لوگ دائرۃ اسلام میں داخل ہوئے اور جو متزلزل تھے ان کو ثبات قدمی اور قوت ملی۔

یہ حضرات جہاں جاتے تھے اسکی کوشش بھی کرتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ دینی مدارس اور قرآنی مکاتیب قائم کریں تاکہ جو دائرۃ اسلام سے خارج ہو چکے ان کیلئے یہ چیز کشش کا ذریعہ بنے اور جو دین پر باقی ہیں انکی ثبات قدمی میں مزید اضافہ ہو چنانچہ اس مقصد کیلئے بڑی تعداد میں چھوٹے چھوٹے مدارس قرآنیہ کھولے گئے۔

صرف ستھرا اور اسکے نواح میں چودہ مدارس ان حضرات نے قائم کیے جنہیں (۱۵۵) بچوں نے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا۔ اور دینی عقائد پر مشتمل تعلیم حاصل کی ان مدارس میں تعلیم دینے والے اساتذہ کی تنخواہیں، بچوں کیلئے قاعدے، سیپارے، قرآن شریف، لکھنے پڑھنے کا ضروری سامان اردو کی ابتدائی کتابیں اور دیگر اخراجات کا تکفل و انتظام مدرسہ کی طرف سے ہی ہونا تھا۔

مظاہر علوم کی جانب سے جتنے وفود یا افراد تبلیغ کیلئے جاتے تھے وہ اپنی مکمل رپورٹ اور کارکردگی کی تفصیل انجن میں بھیجا کرتے تھے۔ اور پھر انجن کی جانب سے وہ خصوصی طور پر ان اخبارات میں شائع ہوتی تھیں۔ اخبار سیاست لاہور، اخبار زمیندار لاہور، اخبار خلافت ممبئی، اخبار الحلیل بجنور، اخبار مہدم لکھنؤ۔ اخبار مدینہ بجنور۔ علی گڑھ گزٹ، اخبار نبرہ اعظم مراد آباد، ہمدانی الاخبار بھاولپور، رہبر دکن حیدر آباد، دعوت اسلام دہلی۔ صنایع الاسلام دہلی وغیرہ وغیرہ۔

ہدایت الرشید کی جانب سے وقتاً فوقتاً کتابیں، پمفلٹ اور اشتہارات بھی
 دئے جو بطریق خاص متاثرہ علاقوں میں بھیجے گئے چونکہ مظاہر علوم کی پوری
 ان علاقوں میں دفود بھیجے اور مکاتب قرآنہ جاری کرنے پر رہی اسلئے تصنیفات
 مات کا عدد مختصر ہی رہا لیکن جتنی کتابیں طبع ہو سکیں وہ سب مفید
 بہ خیر ثابت ہوئیں اور ان کے تارین نے ان کے مطالعہ سے اچھا اثر
 یہ طبع ہونے والی ایک درجن کتابیں، شعبہ تبلیغ انجمن ہدایت الرشید کی جانب
 سے طبع ہوئیں۔ ان میں پہلی کتاب، رفتہ ارتداد اور مسلمانوں کا فرض،
 مولانا اسعد اللہ صاحب زاد مجدد کی تالیف ہے۔ اور
 علاوہ دوسری کتابیں دیگر علمائے مظاہر علوم کی تالیفات ہیں
 (از منہ ۳۶۰ تا ۳۶۲)



حت و زبان آوری، ذوق شعور و ادب اور قوت گویائی کے ساتھ ساتھ حق
 عزت والا کو بے مثال ذہانت و فطانت اور علمی و عملی کمالات آراستہ
 راستہ فرمایا تھا۔ یہ چیزیں خاندانی میراث بھی تھیں پھر محنت و کسب سے
 آلات میں چار چاند لگ گئے تھے اس طرح آپ دیگر گونا گوں کمالات
 و عملیہ کے علاوہ میدان خطابت و مناظرہ کے یکتا شہسوار اور یگانہ روزگار
 اہم گیر شہرت، اور تمام اہم عہدوں پر فوقیت و فضیلت کے مالک ہو گئے
 مباحثہ و مناظرہ اور تقریر کی مشق جامہ مظاہر علوم کی مدائن
 الرشید، میں باقاعدگی کے ساتھ کی تھی عنفوان شباب ہی میں
 اسلام و ملک حق کی طرف سے شمشیر برہنہ کی عبورت میدان میں
 کھڑے ہوئے اور بالکل دھرموں، گمراہ فرقوں کی فریب کاریوں کے تار پود

بکھیر دیتے تھے آپ کی علمی و مدلل تقریروں، زورِ خطابت و قوتِ فصاحت
 پیارے باطل شکن مناظروں اور مباحثوں کے زبردست حملوں سے باطل پرستوں
 کے قدم اکھڑ گئے۔ آپ کی عادت تھی کہ باطل پرستوں پر فہرِ خداوندی کی محک
 کر پوری شجاعت کے ساتھ ٹوٹ پڑتے اور ان کے پتے پانی کر دیتے
 آپ کا نام سنتے ہی باطل پرست میدان چھوڑ بھاگتے اور اکثر مقابلہ کی جرات نہ
 تھے اگر کوئی نا آشنا مقابل ہو جاتا تو چند ہی منٹ میں راہ فرار اختیار کر
 مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس عظیم الشان انجمن کے تحت آپ نے مناظروں، مباحثوں،
 تردیدِ خطبات و گمراہی کے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اس کا قدرے تعارف
 پیش کر دیا جائے۔

انجمنِ تہذیبِ اُردو کا قیام اور اس کے مقاصد | جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور
 دین کی حفاظت اور بقاء

ایسے ہولناک وقت میں ہوا کہ ہندوستان میں انگریزی حکومت اپنے ظلم و ستم
 کی پوری طاقت کے ساتھ قائم ہو چکی تھی اور اسلام و مسلمین خطرات کی بلاست
 میں پھنس چکے تھے۔ حکومتِ کافرہ کی حمایت و تائید کے نام سے اسلام اور مسلمانوں
 کے خلاف مسلسل سازشیں تیار ہو رہی تھیں اور ہر طرف سے باطل پرستوں
 تقریروں، تحریروں اور تدبیروں سے اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ اس
 کا بر مظاہرِ علوم باطل پرستوں اور ہواؤِ ہوس کے متوالوں کے مقابلہ میں
 اول ہی سے برسہا برس پیکار و نبرد آزما تھے اور ہر قسم کی گمراہیوں کے دفاع
 کرتے رہتے تھے یہاں طلبہ علوم دینیہ کو وعظ و تقریر، دعوت و تبلیغ
 مباحثہ و مناظرہ سکھانے کا خاص اہتمام کیا جاتا رہا ہے۔

جناغہ طلبہ کرام پورے ذوق و اہتمام سے علمی استعداد بہم پہنچانے کے
 ساتھ اہل باطل سے تحریری و تقریری جنگ اور مقابلہ کیلئے خوب تیاریاں کر
 موقع پر اپنی قوتِ مطالعہ و حسنِ تربیت کے جوہر دکھلاتے تھے۔

جناغہ طلبہ میں سہارنپور میں جو سنے واسطے ایک مناظرے کی تفصیل مدرسہ
 کی روداد میں ان الفاظ ذیل کے سامعہ شائع ہوئی کہ :

تمام تر مسماعی و توجہات سے اس خطرناک سیلاب کو روکا۔ اس مو
منظاہر علوم نے بھی اپنے سپوتوں کو میدان میں اتار دیا اور انہوں نے
محنت و جدوجہد سے ان فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا و غلط و تقریر، دعوت
مباحثوں اور مناظروں کے ذریعہ اور تصنیفات و تالیفات نیز مکاتیب و
کالم کر کے ایک نئی انقلابی روح پھونک دی اور ان باطل تحریکات کو
کے گھاٹ اتار دیا۔

امام ربانی حضرت اقدس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے برکت
کرتے ہوئے اس انجمن کا نام ”انجمن ہدایت الرشید“، تجویز کیا گیا۔
شرہ اے دل کہ سیما نفس می آید : کہ زانفاس خوشش بوی کے
شیخ الاسلام حضرت مولانا حافظ سید عبداللطیف صاحب ناظم اعلیٰ جا
منظاہر علوم سہارنپور اس کے صدر تھے۔

شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کمال پوری ناظم، جتہ الار
حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب اور رئیس الواعظین حضرت
محمد زکریا صاحب قدوسی گنگوہی نائب ناظم تھے۔ تحریری و اشاعتی امور کی
اور سالانہ کوائف کی ترتیب، رئیس المناظرین حضرت مولانا نور محمد خاں
مناظر مدرس کے ذمہ تھی۔

مقاصد اور اصول و قواعد ”انجمن ہدایت الرشید“ اپنے منہ
کو بروئے کار لانے کیلئے ان مندرجہ ذیل

پر عمل کرتی تھی۔ (۱) مذہب اسلام کے پاک اور سچے اصول کو شناسگان
کے سامنے پیش کرنا۔ (۲) مسائل اعتقادی کی صیحیح اور سادہ شرح
شوکت و شبہات کا تسلی بخش ازالہ کرنا

(۳) مذہب باطلہ کے ماسی و اعتقادات جو عقل سلیم و فطرت انسانی کے با
ہیں انکی حقیقت مذہب الفاظ میں واضح کرنا اور بتلانا کہ حقیقی نجات کا
اسطرح ممکن ہے کہ مذہب اسلام کو شیخ راہ بنایا جائے نیز یہ کہ اسلام کی آغ
ہر طالب حق کیلئے آغوش رحمت ہے ہر مذہب و ملت اور ہر قوم کا

اس میں داخل ہو کر پچھلے تمام گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

(۴) دین اسلام کی تحریر و تقریر اشاعت کرنا۔

(۵) مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت و خدمت کرنا اور ان کو باہمی اخوت کا پیغام دینا۔

(۶) ملک و ملت کیلئے مقررین و مناظرین تیار کرنا۔

(تاریخ مظاہر جادو علمک مظاہر جادو)

انجمن کی خدمات | اس مبارک انجمن کی آغوش تربیت میں ہزار ہا طلبہ علماء

و طلبہ نے تربیت پاکر وعظ و تقریر اور مناظرہ میں کمال حاصل کیا اور انہوں نے ملک کے گوشہ گوشہ کو اپنے مواظ سے گرایا، مناظروں اور مباحثوں

کے ذریعہ اہل باطل کے چمکے چھڑاتے رہے۔ یہ انجمن آج بھی زندہ و تابندہ

بے گودین کے تمام شعبہ جات کی طرح اس میں بھی کافی انعطاف محسوس ہوتا ہے۔

اللہ کی راہ اب بھی بے کھلی آثار و نشان سب قائم ہیں، اللہ کے بندوں لیکن اس راہ پہ چلنا چھوڑ دیا

اس انجمن کے تربیت یافتہ حضرات نے، آریہ سماج کے کارکنوں، قادیانیوں، رضا خانیوں

غیر مقلدوں وغیرہ سے بکثرت مناظرے کیے ہیں جن میں انجمن و مناظرین کی جانب سے بھیجا گیا۔ ان کی کارکردگی کا تفصیلی ریکارڈ مدرسہ میں محفوظ رکھا جاتا تھا۔

اور مناظروں کی رپورٹیں ملک کے متعدد اخبارات میں شائع ہوتی تھیں۔

بلاشبہ ان تمام مناظرین میں حجت الاسلام حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد اللہ

صاحب سب سے زائد کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے

ملک گیر شہرت و نیک نامی حاصل کی۔

.. علمائے مظاہر علوم ^{۳۵۹} میں ہے کہ

چند مناظروں کا مختصر حال | یہاں پر چند مناظروں کی روداد مختصر طور

پر لکھی جاتی ہے تاکہ ہمارے قارئین.. لسانی جہاد.. کے اس پہلو سے بھی واقف

ہو جائیں

الہامیت قرآن و وید پر مباحثہ | میرٹھ میں جناب حکیم محمد مصطفیٰ صاحب

کی طلبہ پر حضرت والا شریف

لیکھے آپ کے ہمراہ جناب مولانا اخلاق احمد صاحب مدرس مظاہر علوم بھی تھے۔ دہرہ پنڈت دھرم بھکشو سے حضرت والا کا مناظرہ ہوا مومنو غ۔ الہامی کتاب قرآن مجید پر یا دیدہ حضرت والا کی قوت استدلال اور دلائل کی بھرمار سے مد مقابل انتر عاجز و پریشان ہو گیا کہ۔۔ نہ ہائے رفتن نہ پائے ماندن۔

آخر کار پانچ ہزار کے مجمع کے سامنے اس نے اپنی شکست کا اعتراف کیا اور اس بات کا صاف نغفوں میں اقرار کیا کہ نبات کیلئے وید کا ماننا ضروری نہیں۔

اس مناظرہ کی مفصل کارروائی اور چشم دید حالات روزنامہ ہند لکھنؤ، روزنامہ سیاست لاہور، روزنامہ زمیندار لاہور۔ روزنامہ الخلیل بجنور میں شائع ہوئے۔

اہل بدعت سے مناظرہ ۱ ۱۹۲۰ شعبان ۱۳۴۱ھ میں قصبہ ڈمکول ضلع مرشد آباد میں اہل بدعت سے مناظرہ ہوا مومنو غ۔

۲۔ جمونی القرنی تھا مظاہر علوم کی جانب سے حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ، مولانا محمد ذکریا صاحب قدسی گنگوہی استاذ مدرسہ اور مولانا نور محمد خاں صاحب مبلغ و مناظر مدرسہ تشریف لے گئے سپرینٹنڈنٹ پولیس کی نگرانی میں یہ مناظرہ ہوا۔ مولانا نور محمد صاحب نے قرآن و حدیث اور فقہی دلائل سے جمونی القرنی کے عدم جواز کو ثابت کیا ڈھائی گھنٹہ تک مجلس مناظرہ جمع رہی اس عرصہ میں مولانا مومنو غ نے فریق ثانی سے بارہ مطالبے کیے۔ لیکن ادھر سے کوئی جواب نہیں ملا آخر کار سپرینٹنڈنٹ پولیس نے کھڑے ہوئے حضرات علمائے مظاہر علوم کی تفسیر و تحسین کی اور ان کے حق میں فیصلہ دیدیا۔

آریہوں کے مناظرہ منظر آباد ضلع سہارنپور میں ۲۶، ۲۷، ۲۸ شعبان ۱۳۴۱ھ میں ایک مناظرہ آریوں سے ہوا مظاہر علوم کی جانب سے

مولانا نور محمد خاں صاحب اور انکی معاونت کیلئے جناب بابا خلیل داس صاحب جنرل سائیکس تھے۔ جلسہ کی صدارت غازی محمود۔ دھرم پال نے کی آریوں کی جانب سے ان کے مشہور مناظر پنڈت دھرم بھکشو تھے۔ جہاں الحق و ذہنی الہام ان الباطل کا ذھو کا کا منظر یہاں بھی دیکھا گیا۔

نادیائیں سے مناظرہ کریم پور متصل نوشہرہ ضلع جالندھر میں

۲۷، ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ میں قادیانیوں

سے مناظرہ ہوا حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کا پیلوری، رئیس الاسلام،
فقہ الاسلام حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب حال ناظم مدرسہ، مولانا نور محمد خاں
صاحب مبلغ مدرسہ اس مجلس مناظرہ کے اہم شرکار تھے مناظرہ کے لئے
۱۰ موضوع متعین کیے گئے ایک صدق مرزا، مدرسہ حیات مسیح، علیہ السلام
میں موضوع میں قادیانیوں کی طرف سے مولوی اللہ دتہ جالندھری مدعی تھے۔

زراہل اسلام کی طرف سے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب زاد مجدد
حضرت مولانا نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کہنے ہی سفید جھوٹ تاریخ
در کتابوں کے مکمل حوالوں کے ساتھ شمار کرا دیئے۔

پس جماعت مرزائیہ بڑی پر اگندہ خاطر ہوئی اور ان پر اس پر لگئی۔

دوسرے روز حضرت مولانا نے مدعی ہو کر آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ
کچھ ایسے سلجھے ہوئے عام فہم انسانہ میں پیش کیا کہ حاضرین اس کا اثر لیجے بغیر
رہ گئے اس مجلس میں تیرہ مرزائی تائب ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔

۱۳۵۷ھ میں گنگوہ کی آریہ سماج، نے
اپنی پچاس سالہ گولڈن جوبلی منائی اور

لنگوہ میں آریہ سماج مناظرہ

اپنے اجتماع میں مذہبی کانفرنس کا وقت رکھ کر وہاں کے معزز اور سربہ آوردہ
لوگوں کو خصوصی طور پر مدعو کیا۔ مسلمانان گنگوہ کی خواہش پر مظاہر علوم سہارنپور
سے حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب، دارالعلوم دیوبند سے مولانا عتیق الرحمن
اردو تشریف لے گئے۔ مجلس مناظرہ میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نے
آریہ سماجی اصول پر پانچ اعتراضات کئے آریوں کی جانب سے پنڈت کرمانند
جواب کیلئے مقرر تھے اس مناظرہ کی پوری تفصیل ماہنامہ قاسم العلوم محرم الحرام
۱۳۵۷ھ میں موجود ہے وہاں دیکھی جاسکتی ہے۔

اجتماع کے آخر میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نے اسلام کی حقانیت اور جامعیت
پر مفصل تقریر فرمائی اور اعلان کیا کہ اگر کسی کو اس پر اعتراض ہو تو اسی مجلس میں کر سکتا

مگر کسی کی ہمت نہیں ہوئی باوجودیکہ بہت سے آریہ مبلغ وہاں موجود تھے۔
اس جلسہ کے صدر حضرت ممدوح ہی تھے۔

ذیل میں ہم ناظرین کی دل چسپی کیلئے حضرت والا کی اس مناظرہ کی تقریر و گفتگو کا خلاصہ جو اعلان حق کے نام سے شائع ہوا ہے نقل کرتے ہیں۔ مناظرہ کی پورے کا روداد طویل ہے اس مختصر میں اسکی گنجائش نہیں۔

فلان حق میں ہے کہ گنگوہ کی "آریہ سماج" نے اپنی پچاس سالہ "گولڈن جوبلی" کے موقع پر جو

وسطِ فردری ۱۹۳۵ء میں منائی گئی اپنے پردگرام میں مذہبی کانفرنس اور فتنہ شکوک کا وقت دے کر گنگوہ کے معزز مسلمانوں کو خصوصیت سے شرکت کی دعوت دی واپس کے مسلمانوں کی خواہش پر دارالعلوم دیوبند سے مولانا معظم علی صاحب مبلغ دارالعلوم اور مولوی عتیق الرحمن صاحب اردو کا اور مظاہر علوم سہارنپور سے جناب مولانا اسعد اللہ صاحب وغیرہ گنگوہ تشریف لے گئے۔

"سماج" نے اپنی مذہبی کانفرنس میں آدھ گھنٹہ کا مختصر وقت اسلامی نمائندہ کیلئے بھی تقریر کا دیا جس میں جناب مولانا معظم علی صاحب مبلغ دارالعلوم نہایت مؤثر تقریر فرمائی جسکا خلاصہ درج ذیل ہے۔

ساتھ ہی رفع شکوک کے طور پر بھی آریہ سماج نے مختصر سا وقت دیا۔ جس میں مولانا اسعد اللہ صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سماجی اصولوں پر مضامینات کیئے جنکے جوابات کیلئے آریہ سماج کی طرف سے نمائندہ کرماندہ مقرر ہوئے۔ اسلامی مناظرہ اور آریہ نمائندہ کی اس مناظرہ نے گفتگو کو بغرض افادۂ ناظرین درج کیا جاتا ہے۔

آریہ مقررین نے اپنی سمجھا میں کئی روز تک اسلام پر جو مختلف قسم کے اعتراضات اٹھائے تھے ان کے مقابلے میں مسلمانوں کے ایک عظیم الشان جلسہ میں جناب مولانا عتیق الرحمن صاحب نے ایک بار جستہ تقریر کے ذریعہ اسلامی اصول کی صداقت اور قرآن کریم کی حقانیت کو ثابت کیا اس تقریر کو قباس بھی درجِ روداد ہوا ہے تقریر کے دوران میں چار پانچ آریہ مبلغین موجود تھے جنکو صدر جلسہ جناب

انا اسعد اللہ صاحب نے بعد ختم تقریر رفع شبہات کیلئے اعلان کر کے
ت دیا لیکن الحمد للہ کسی صاحب کو تقریر پر اعتراض کرنیکی جرأت نہ ہوئی۔
یہاں ہم اختصاراً صرف حضرت والاؒ کے مناظرہ کی روداد درج کرتے ہیں
(نسیم احمد غازی منظر ہری)

مولوی اسعد اللہ صاحب : (۱) سوامی جی سینار تھ
پرکاش ۳۳ ۱/۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو مذہب

روداد مناظرہ

سے مذہبوں کو جنکے ہزاروں کروڑوں آدمی متفقہ ہوں جھوٹا بتلا دے اور
بے کو سچا ظاہر کرے اس سے بڑھکر جھوٹا مذہب اور کون سا ہو سکتا ہے اور
لوگ سناتنی اور جینی وغیرہم کو ناستک اور چھوٹ پر کہتے ہیں تو اس سے
ل سوامی جی آریہ سماجی مذہب خود جھوٹا اور باطل ہوتا ہے۔

حسب عقیدہ تناسخ دینا پاپ پر قائم ہے کیونکہ اگر بدکردار اور پاپی رو میں پرتا
پاس نہ جاتیں تو وہ کائے بیل اور اناج غلہ وغیرہ پیدا نہیں کر سکتا ہے۔

جب کسی کو سزا دی جاتی ہے تو مجرم کو تہ دیا جاتا ہے کہ تو فلاں جرم کا مجرم
ہے کیونکہ جتنک مجرم کو اپنے جرم و قصور کا علم نہ ہو۔ پھر کیوں کر اپنے جرم سے
نہ رہ سکتا ہے اور دنیا جانتی ہے کہ مقصود سزا سے مجرموں کو جرم سے روکنا ہے
راجب علم نہ ہوا تو مجرم نہ رکیں گے۔ لیکن عقیدہ تناسخ سے معلوم ہوتا ہے کہ
ان میں دونوں باتیں مقصود ہیں۔

دنک کسی کو علم نہیں ہے کہ ہم کس جرم میں یہ سزا بھگت رہے ہیں اور
اس سے پاپ رفع بھی نہیں ہو سکتا تو حاکم تو اپنی سزا اور سختی کے ذریعہ بدکاروں
ازدک کر کا میاب ہو جاتا ہے لیکن خدا اپنی سختی اور سزا دینے سے
رہموں کو نہیں زدک سکتا ہے نہ سکے گا کیونکہ اتنے دلوں سے دنیا قائم ہے
جن یہی سلسلہ چلا جا رہا ہے اور اسی طرح ہمیشہ چلا جائے گا۔

مہ سماجی مقرر نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ سوامی جی اپنے مجرموں کو معاف
ر دیا کرتے تھے کیونکہ بہت رحمدل تھے لیکن آپ کے عقیدہ کے موافق خدا گناہ
معاف نہیں کر سکتا تو اگر معاف کرنا رحم ہے تو معاف نہ کرنا ظلم یقیناً ہو گا

اور پٹت بیکھرام جی کا قول ہے کہ جس مذہب کی وجہ سے خدا پر اعتراض پڑتا ہے وہ مذہب باطل ہے۔

(۵) حسب عقیدہ تناسخ ادھرمی اور پاپی بھی کبھی نہ کبھی ضرور کتنی اسی طرح جو دھرماتما (نیک) ہیں وہ بھی کبھی نہ کبھی مکنت پائیں گے کیونکہ اگر انسان ایسا آپ لوگ تسلیم نہیں کرتے کہ وہ تمام قسم کے گناہوں سے پاک جب گنہگار ہوا تو پھر تناسخ کے چکر میں ضرور آئے گا لہذا دھرماتما اور پاپی دونوں برابر ہو گئے اور وید کے ماننے نہ ماننے کا کوئی خاص اثر مرتب نہیں ہوتا۔ اچھا تو یہ ہوتا کہ ایک سوال پہلے ختم ہوتا تو دوسرے سوال کی طرف تو جھکی جاتی۔ لیکن مولیٰ صاحب کچھ ایسے جلدی بولتے ہیں کہ اتنے وقت میں پانچ سوال کر چکے خیر پہلے جواب عرض کرتا ہوں۔ کہ سوامی جی کا مطلب یہ ہے کہ جو دوسرے مذہب کو بلا جھوٹا بتلا دے وہ خود جھوٹا ہے کیونکہ جھوٹا بتلانا دوسم پر ہے با دلیل۔ بلا دلیل۔ سوامی جی کا مطلب بلا دلیل جھوٹا بتلانے کا ہے اور مقصود اس کے مذہب والوں کو روکنا ہے کہ کسی دوسرے مذہب والوں کو بلا دلیل جھوٹا کہہ کر جھگڑا فساد مٹ کرو۔ دوسرے سوال کے متعلق صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ تناسخ بنیاد پاپ پر کیوں ہے؟ یہ بھی دعویٰ بلا دلیل ہے یا کچھ آپ جلدی ہیں کہ لیکن ہم نے سمجھا نہیں۔ نیز ہم تو تناسخ میں دونوں مانتے ہیں کہ پاپ بھی اور پٹن بھی۔

اگر پاپ کسی نے کیا ہے تو اس قسم کی جوتوں میں جانا ہو گا۔ اور اگر پٹن کیا ہے تو اس کا بدلہ اچھا ملے گا تو فقط ایک شیع کو لے کر اعتراض کرنا کیسے صحیح ہو گا رہا جناب کا تیسرا سوال تناسخ کے عقیدہ پر خدا کا میاب نہیں ہوتا اور تناسخ سے جو غرض ہے وہ پوری نہیں ہوئی تو یہ خیال قرآنی عقیدہ سے پیدا ہوا ہے کہ خدا نے دنیا کو غرض سے رچا کر پیدا کیا ہے

ہمارے یہاں یہ ہے کہ خدا کو اس کے پیدا کرنے سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اور نہ خدا کا کوئی کام غرض سے ہوتا ہے۔ انہی پیدا کرنا اسکی ذاتی صفت

رہا یہ کہ مجرم کو یہ نہیں بتلایا جاتا کہ کس جرم کی سزا ہے تو بالکل درست
اس لئے حکام دنیوی اس لئے جرم سناتے ہیں کہ حاکم اور مجسٹریٹ کو
م نہیں کہ فی الحقیقت مجرم بھی ہے یا نہیں اسکو آگاہ کر دیا جاتا ہے ۔
اگر یہ اس جرم کا مجرم نہ ہو تو اپنی صفائی کا ثبوت دے نیز یہ کہ اگر حکام
ملت نے فیصلہ اپنے علم پر کر دیا حالانکہ قانوناً یہ مجرم نہ تھا تو حکام بالائے
اپیل کر کے رہائی حاصل کرے بخلاف ایسور کے کہ وہ تمام چیزوں کا جاننے
لا ہے اور اسکی بالا کوئی حاکم بھی نہیں ۔

آپ نے ایک پرسن اور کیا تھا کہ سوامی جی معاف کرتے ہیں لیکن پر ماتنا
سوامی جی نے اپنا قصور معاف کیا ہے ۔ وہ اسلئے کہ قصور ہم لوگ دوسرے
کرتے ہیں پھر خدا کیوں معاف کرے اسکو کیا حق ہے مولانا خود آپ کے یہاں
تو ہے کہ خدا حقوق العباد معاف نہیں کرتا وقت ختم ہو جانے کے باعث
غریب سوال کا جواب نہ دے سکے بلکہ اسی چوتھے جواب میں ڈومنٹ وقت
مطلب کیا تھا مسلمانوں نے خوشی سے دیدیا ۔

واللہ اعلم آپ فرماتے ہیں کہ سوامی جی کا یہ قول اسکے بارے میں ہے جو بے دلیل
دوسرے مذہب کو جھوٹا کہتا ہو بہر حال میں یہ جناب کی تصنیف ہے
سوامی جی کی عبارت سے جواب ہے اگر آپ کی تصنیف ہے تو ہم پر حجت نہیں
یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہو سکتا اور اگر سوامی جی کی عبارت میں ہے
تو کھلائیے اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اگر کوئی بے دلیل دوسرے مذہب
کو جھوٹا کہے تو وہ خود جھوٹا ہے چونکہ آپ اور آپ کے گرو مسلمانوں
بے دلیل جھوٹا اور غلط راستے پر کہتے ہیں اسلئے آپ خود جھوٹ پر ہیں
نکہ مسلمان اپنے پاس دلائل رکھتے ہیں اگر جناب کو شک ہو تو ہمارے پاس
را اسکو رفع کرا سکتے ہیں یہ بھی خوب فرمایا کہ ہم نے نہیں سمجھا اور پھر اسی
وال کا جواب دینے لگے بلا سمجھ جواب کیسا ؟ بات یہ ہے ہندو مت جی کو جب
اب صحیح نہیں آیا تو آپ نے یہ عذر کر دیا خیر ہم اسکو واضح کیے دیتے ہیں
ہئے ! اگر ویدک دھرم عالم گیر ہے اور مناسخ حق ہے تو پھر اگر تمام کے تمام

لوگ دیدوں پر چلنے والے ہو جائیں اور ہر قسم کے گناہوں سے بچیں تو دنیا فنا ہوگی۔
 کیونکہ جب پانی لوگوں کی ارواح خدا کے پاس نہ ہونگی یہ حیوانات نباتات و
 خدا پیدا نہیں کر سکتا ہے جب یہ پیدا نہ ہوں گے تو پھر انسان کا وجود
 ختم ہی ہے۔ یا بالفاظ دیگر یوں سمجھیے کہ آپ کے عقیدہ کے مطابق دنیا ابدی
 اور دنیا نام ہے حیوانات نباتات، جمادات وغیرہ کا اور ان سب کا ہونا موقوف
 ہے ہر قسم کی بر کاریوں پر لہذا معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ بر کاری پر موقوف
 اور یہی عقیدہ دید کا ہے۔

آپ نے یہ فرمایا کہ خدا کا کام غرض اور حکمت سے خالی ہوتا ہے تو اس کا لانا
 نتیجہ یہ نکلے گا کہ تماشخ کا کوئی نتیجہ نہیں وہ بالکل بے کار و بے حکمت
 نیز اگر کوئی کام غرض و حکمت سے نہیں تو یہ تمام دنیا فضول ہی ہوتی۔
 اور بندت جی کیا جناب کو معلوم نہیں کہ بے حکمت و غرض کام پاگلوں کا
 ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا پیدا کرنا خدا کی ذاتی صفت ہے۔ خوب! تو کہیں
 اندھا، لنگڑا وغیرہ پیدا کرنا خدا کا ذاتی خاصہ ہے پھر تماشخ ہاتھ سے گیا۔
 نیز اس سے لازم آئے گا کہ خدا نے اپنے ارادہ سے پیدا نہیں کیا اور پرماتما بلا
 ہے جیسے آگ کی ذاتی صفت جلانا ہے اس میں آگ کے ارادہ کو کچھ دخل نہیں
 ایسے ہی پرماتما آگ کے بے ارادہ ہے (معاذ اللہ)

آپ فرماتے ہیں مجسٹریٹ جانتا نہیں ہے اس لئے مجرم کو تلافی ہے بندہ خدا
 ہم گواہ طلب نہیں کرتے ہم تو فقط اتنا چاہتے ہیں کہ مجرم کو اپنے قصور
 علم ہوتا ہے کہ پھر وہ اپنے بد اعمال سے بچے اور پھر تماشخ کے چکر سے معفو
 ہو جائے جب آپ کو یہ معلوم ہی نہیں کہ ہم نے یہ خطا کی تھی جس کا یہ بدلہ
 مل رہا ہے تو پھر آپ کیسے بچ سکتے ہیں

آپ نے یہ کیا ہی عجیب بات کہی کہ ہم لوگ دوسرے لوگوں کا قصور کرتے ہیں تو پھر
 خدا کیسے معاف کرے گا۔ بندت جی!
 کیا ہم لوگ خدا کا قصور نہیں کرتے؟ کیا تمام قصور بندوں کا ہی کرتے ہیں
 کیا ناستک ہونا، دیدوں کا انکار کرنا، خدا کو ظالم خیال کرنا یہ سب بندوں کا

رہے یا خدا کا اگر خدا کا قصور ہے تو پھر یہ آپ نے کیوں کہا؟
 ہم ہوتا ہے کہ آپ ہمارے لاجواب سوالوں سے ایسے گھبرا گئے ہیں کہ کوئی
 سمجھ کر نہیں کہتے آپ نے یہ بھی کہا کہ سوامی جی نے اپنا قصور معاف کیا
 یا آپ اسکی تحریر دے سکتے ہیں کہ خدا بھی سوامی جی کی طرح اپنا قصور
 نہ کر سکتا ہے میں امید کرتا ہوں کہ آپ اسکی ضرور تحریر دیں گے۔
 تو ہمارے آپ کے بہت سے مسائل متنازعہ میں مناظرہ کی ضرورت
 باقی نہ رہے گی۔

طبت جی

خدا کو آپ سماج کے اصول پر ظالم ثابت کرنا چاہتے ہیں
 حالانکہ خدا .. آپ کے مذہب کی رو سے ظالم ثابت ہوتا ہے
 کہ انسان کو اندھا، لنگڑا وغیرہ پیدا کرتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ سوامی جی
 تحریر پر میرا اعتراض ہے۔ مہربان من ہم نے سوامی جی کا مدعا بتلایا ہے آپ
 نے ہیں کہ سوامی جی کی تحریر میں دکھلاؤ یہ بے انصافی ہے جناب نے قرآن کی
 سیر پڑھی ہے کیا جو تفسیر میں آپ کے یہاں ہیں قرآن میں وہ تمام چیزیں
 وجود ہیں؟ اگر نہیں تو پھر کہاں سے آئیں۔ آپ بھی کہیں گے کہ ان الفاظ کا
 ماؤ مقصد مفسرین نے ظاہر کیا ہے، ایسے ہی یہاں بھی۔ آپ کا یہ سوال تو
 اعلیٰ بے انصافی ہے۔ کہ خدائی غرض تو آپ کے یہاں ہے۔ ہمارے یہاں دنیا
 پیدا کرنا خدا کی ذاتی صفت ہے کہ دنیا میں حرکت کرے اور اپنے اپنے لیاقت
 اعمال کے انوسار (موافق) آدمی وغیرہ بناتا ہے۔ ہاں آپ لوگوں کا البتہ عقیدہ
 ہے کہ خدا لوگوں کو جہنم میں ڈالتا جائے گا یہاں تک کہ لات ڈال کر دیکھے گا کہ
 بھڑکئی ہے یا نہیں۔

ولانا

الجھا ہے پاؤں یا رکاز لطف درازہ میں
 اور آپ اپنے دام میں مہینے آدا گئی

پہلے اعتراض کو فرماتے ہیں کہ بے انصافی کا سوال ہے اگر میرا سوال واقعی
 متب اور بے انصافی کا تھا تو سینے سے نکال کر سوامی جی نے کہا ہے کہ تعصب اور
 انصافی سے بوجھنے والوں کا عقلمند آدمی بالکل جواب نہ دے تو آپ نے میرے

سوالوں کا جواب کیوں دیا اسکی تحریر دیں کہ میں عقلمند آدمی نہیں یا اس کا اذ کریں کہ میرا سوال تعصب اور بے انصافی کا نہیں ہے۔

میں نے پوچھا تھا کہ تاسخ کی کوئی حکمت و غرض ہے یا نہیں اگر نہیں تو ہر چکر فضول ثابت ہوگا اور اگر ہے تو پوری ہوئی یا نہیں، ہوتی ہے یا نہیں یا نہیں۔ مگر جناب جواب نہیں دیتے آپ نے مسلمانوں کا یہ عقیدہ بیان کیا خدایات ڈال کر دیکھے گا کہ بھری یا نہیں۔ میں صدر صاحبؒ درخواست کر رہا ہوں کہ اس کا حوالہ دیدیں تب پھر آگے سلسلہ سوال و جواب چلے۔ یہ سوال یہ بھی تھا کہ سزا دی جاتی ہے کہ جرم پاپ و بدکاری سے باز آئے لیکن تاسخ کے اصول پر لازم آتا ہے کہ جرم ہوتا رہے لیکن آپ عذر کر دیتے ہیں تیز گفتار ہیں اسلئے زیادہ سوال کر دیتے ہیں۔ یہ عذر کافی نہیں میرے جملہ سوال کا جواب دینا ہوگا۔ اور اگر زائد اعتراضات ہیں تو آخر کے اعتراضات چھوڑ دو، درمیان کے اعتراضات کیوں چھوڑ دیتے ہو کچھ دال میں کا لا نظر آتا ہے میرا سوال ابتدا میں تھا کہ جب ادھر می تاسخ میں مبتلا ہوگا تو دھرماتما بھی، لہٰذا کہ کسی کو دائمی عذاب نہ کسی کو دائمی نجات۔ اب فرق کیا ہوا میں نے کہا تھا کہ تاسخ کے صحیح ہونے پر یا تو دید عالمگیر نہیں یا خود دید بھگوان چاہتا ہے کہ برابر پاپ ہو رہے پنڈت جی کچھ میری باتوں کا جواب تو دیجئے آپ نے ایک سوال کا جواب دیا وہ بھی غلط۔ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن میں جو بات نہیں اسکو مفسرین نے مطلب بنا نے کیلئے اپنی طرف سے لکھا۔ ایسے ہی ہم نے کیا۔ خوب سے بڑا ہے داغ محمود اور داغ عشق میں فرق یہ ہے دل کیلئے اور وہ جس کی مفسرین نے جو تفسیر بیان کی ہے وہ ماقبل و بامقد کے الفاظ سے اور ایسے باتیں بیان کی ہیں کہ وہ عبارت ان کی متحمل ہو سکتی ہے لیکن آپ کا جواب یہ نہیں۔

مولانا کا وقت ختم ہو گیا اسلئے دلیل اسکی بیاد نہ کی جاسکتی، پنڈت جی | آپ مجھ سے میری بد عقلی کی تحریر مل سکتے ہیں۔ مولانا میں نے آپ کو جاہل نہیں سمجھا تھا۔ اس لئے جواب دیا سو ان کا یہ حکم

بل لوگوں کیلئے ہے۔ مولانا آپ بار بار فرماتے ہیں کہ مجرم کو سزا دی جاتی ہے۔
 باپ سے رد کے لیکن حسب اصول تناسخ برابر باپ کا ہونا ضروری ہے تو مولانا
 نبھا دک عادت ہے کہ ان ان گناہ میں مبتلا ہو جائے۔ اس سے چارہ کار
 میں۔ خود آپ کا عقیدہ بھی تو یہی ہے کہ خدا چاہتا ہے کہ دنیا نیک بنے لیکن
 عادتوں کی بنا پر لوگ گناہ کرتے ہیں اور نیک نہیں بنتے

پوچھتے ہیں کہ تناسخ کی حکمت و غرض سے یا نہیں۔ ہاں ہے اور وہ
 کی سزا پانا اور نیکیوں کا جزا پانا ہے۔ لیکن خدا کی کوئی غرض نہیں رہا
 فرمانا کہ مجرم کو کیوں نہیں اسکے جرم بتائے جاتے ہیں۔ اسلئے کہ اگر مجرم
 اپنا جرم یاد رہے تو گناہ پر دلیر ہو جائے گا اسکی پرانی عادت چھوٹ نہیں
 جاتی بلکہ یاد آجائے گی تو اور کرے گا۔

مولانا! تناسخ کے ماننے سے خدا ظالم نہیں ہوگا بلکہ منصف ثابت ہوتا ہے
 جس جیسا کرم (عمل) کیا دیا ہی اسکو بدل دیا جاتا ہے۔ لیکن ہاں میرا ایک
 سوال آپ سے ہے کہ جب بچہ سر جاتا ہے جس نے نہ کوئی برائی کی نہ بھلائی
 کو خدا کیوں جنت یا جہنم میں ڈالے گا۔ یہ ہے ظلم یا بے انصافی۔

افسوس کہ پنڈت جی اپنا وقت ادھر ادھر کی باتوں میں ضائع
مولانا کر دیتے ہیں لیکن میرے سوالوں کا جواب نہیں دیتے میں پہلے کہا تھا
 اگر خدا اپنا تصور معاف کر سکتا ہے جیسے سوامی جی اپنے مجرم کو معاف
 کرتے تھے۔ اسکی تحریر دیجئے لیکن اسکو پنڈت جی نے ایسا ٹال دیا کہ گویا
 سنیہ ہاں نہیں پھر مسلمانوں کی طرف ایک عقیدہ منسوب کیا کہ خدا ٹانگ رلات
 ل کر جہنم کو دیکھے گا انکا باوجود ثبوت طلب کرنے اور صدر کو متوجہ کرنے کے
 پنڈت جی نے کچھ نہ کہا ہاں! خلاف قاعدہ مناظرہ آپ مجھ سے ایک سوال کرنے
 اور کیونکہ پنڈت اس وقت عجیب ہیں اس کا کام جواب دینا ہے اعتراض کرنا
 میں ہے (بچہ بغیر عمل کے جنت میں کیوں جائے گا اسلئے جائے گا کہ وہ مالک
 کا بھی ہے اور جنت کا بھی۔ اپنی ملکیت کو اگر بغیر عوض بھی دیدے تو
 جی اعتراض نہیں۔ کچھ سوس اور بنیا نہیں ہے کہ اگر پیسہ لے کر کوئی جائے تو

دال دے گا ورنہ نہیں۔ آپ فرمایا کہ تناسخ میں جزا و سزا دونوں ہوتا۔
 میں نے کہا کہ پھر دنیا باقی نہیں رہ سکتی۔ آپ فرماتے ہیں کہ تمام دنیا کے ان
 نیک چلن نہیں ہو سکتے ہیں آپ سے اسکی تحریر لینا چاہتا ہوں کہ تمام دنیا نیک
 چلن نہیں ہو سکتی۔ آپ نے متعدد مرتبہ سوال کرنے کے بعد تناسخ کی حکمت
 بتلائی تو کہا کہ عمل کا پھل پانا۔ سبحان اللہ کیا خوب مگر ہم اسکو بھی غنیمت
 ہیں کہ کچھ کہہ تو دیا۔ لیکن اس پھل پانے کا نتیجہ اس سلسلہ کا مقصود بھی کچھ۔
 یا نہیں اس کو ضرور بتلائیے کہ اس جزا و سزا کے پانے کا نتیجہ کیا اور
 کہیں نکلا یا نکل سکتا ہے آپ نے پھر وی کہا کہ خدا کے کاموں کی کوئی غرض
 جناب فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة کیا آپ کا عقیدہ ہے کہ خدا کے
 حکمت سے خالی ہوتے ہیں اور جنوں، پاگلوں کے کام میں اور پر مانتوں
 کے کام میں کچھ فرق نہیں ہوتا؟ آپ خوب یاد رکھیں کہ میرے سوال کا اصول
 تناسخ پر اگر لوگ نیک ہو جائیں تو دنیا فنا ہو جائے گی، کبھی جواب نہ
 دے سکتے ہیں۔ کیونکہ اس قسم کا سوال سوامی جی نے بھی استیارتھ پر کا
 ۱۲/۱۱ میں جینیوں پر کیا ہے کہ اس اصول پر اگر لوگ چلنے لگیں اور ہمتیار
 کہنے سے سب لوگ گنہگار اور بیو پار چھوڑ دیں تو تم کیا کھا کر زندہ رہو
 یعنی سلسلہ دنیا ختم ہو جائیگا تو یہی سوال اگر سوامی جی کریں تو لا جواب ہے
 یہی سوال ہم سے کریں تو جواب کی کوشش ہو ممکن نہیں کہ اس کا جواب
 ورنہ سوامی جی کا اعتراض لا جواب نہیں رہ سکتا۔ آپ میرے سوالات کا جواب
 نہیں دیتے اب اور نئے سوالات سنیے !

(۶) جبکہ حسب قاعدہ تناسخ انسان کو وہی ملتا ہے جو اس نے پہلے جنم
 کیا ہے اور پر مانتا اس میں سے ذرہ بھر بھی کم و بیش نہیں کر سکتا تو آخر
 دیدوں کے بہت سے منتر و میں دعا پر ار تھنا سکھا یا گیا ہے کہ یہ مان
 اور وہ مانگو پھر اس کا کیا فائدہ؟ اس کو بیان کیجئے۔

(۷) حسب عقیدہ تناسخ جس روح نے جب عمل کیا ہے۔ اسکو وہی ہی
 جنم میں بدل ملے گا اگر ایسا عمل کیا کہ اسکو لڑکیاں ہی ہوں تو اس کے لڑکے

جی۔ اور اگر اچھے لڑکے پانے کا عین کیا ہے تو اسکو دہی ملے گا اگر
 ع ہو تب پھر سو افی جی ستیا رتھ پر کاش میں مختلف تدبیریں جاری
 بن، وغیرہ کی کیوں بنلاتے ہیں۔ اس کا فائدہ کچھ نہیں۔ بلکہ سوانی
 نے تو تناسخ ہی باطل کر دیا کیونکہ وہ ہر سنسکار و دھمی، عت میں
 ناد زمانے میں کر لڑکا اور لڑکی پیدا کر لینا ہمارا اپنا اختیار ہے
 پھر اسکی تدبیر بنلاتے ہیں۔ ان تمام سوالوں کا جواب دیں اگر نہ دے سکے
 بتین ہے کہ نہ دے سکیں گے تو یہ تمام حاضرین جلد سے یقین کر لیں گے
 سماج کا مذہب بالکل پاپ پر ہے۔ اور اگر تمام لوگ دیدوں پر
 ہو جائیں تو دنیا میں خاک اڑنے لگے گی اور فنا ہو جائے گا اور
 جنتک پر پاتا حکم نہ کرے اسوقت تک دنیا نہیں بن سکتی۔
 ع نجات یافتہ رجوں کو آپ کے عقیدہ کے موافق پھر دنیا میں نکالتے
 ہندو، سور بنایا جائے گا۔ بلا جرم و قصور۔ اور میں اعلان کرتا ہوں کہ
 تمام لوگ اسلام پر عائد ہوں تو کوئی نقصان دہیسا میں ظاہر نہ ہوگا۔
 ذنب میں امن و حسن سے عیب لوگ زندہ گئے کریں گے!
 جناب مولانا، خدا کا کام پاٹھوں کی طرح نہیں۔ کیوں کہ پانچو
 اسکا اطلاق ذاتی خاصہ پر نہیں آیا کرتا۔ میں نے پہلے ہی
 ہے کہ اسلامی عقیدہ کے موافق بھی خدایہ حقوق اہل اہل کو معاف نہیں کرتا۔
 آپ تحریر کیوں لیتے ہیں۔ جب کہ خود آپ کا بھی عقیدہ ہے کہ خدا کا
 ہوتا ہے کہ تمام لوگ نیک ہوں لیکن نہیں ہوتے بس وہی اپنے
 جہاں عادت ہے، اگر نیچے بنا عمل جنت میں جائیں گے تو چاہیے
 تمام بچوں کو قتل کر کے جنت میں پہنچایا جائے پھر اسلام کے پرچار
 بلغ، ان ضرورت نہیں۔ آپ پر چیتے ہیں کہ تناسخ کا مقصود ہوا ہوا
 ہوا ہوا وہ اپنا پھل پانا اور پہلے گناہوں کا بھول ہوا ہے مولانا
 نجات یافتہ ازواج بہشت سے پھر دنیا میں نہ بھیجی جائیں تو وہاں
 نہ ہمیشہ ازواج ہوں، ہو جائے گی۔ اسلئے تناسخ ہے کہ بذریعہ تناسخ

پھر یہ لوگ دنیا میں داخل کر دیئے جائیں ورنہ بہشت بجائے آرام کی
 ہونے کے تکلیف کی جگہ ہو جائے گی جیسے دیکھئے اسوقت اس دھرم
 میں کس قدر لوگوں کو تکلیف پہنچ رہی ہے معلوم ہوا کہ پنڈت جی
 بہشت کو بھی دھرم شالہ سمجھ رہے تھے جو بالکل ہی جھوٹا ہوا سوامی
 جینیوں پر اسلئے اعتراض کیا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ ان کاموں میں ہند
 ر جان مارنا ہوتا ہے۔ اسلئے اس کو رد کیا کہ اگر اس کا اعتبار ہے
 پھر دنیا قائم نہ رہے گی نہ کوئی بچتی کرے گا نہ یو پار، نہ چل پھیر
 ہے۔۔۔۔۔ اور نہ کوئی دوسرا کام کر سکتا ہے نتیجہ یہ ہوگا
 دنیا فنا ہو جائے گی۔ سوامی جی نے جو جماع وغیرہ کی ترکیب
 کی وہ اسلئے کہ جیسے اچھے مکان میں بڑے لوگ اور اچھے لوگ آکر
 کرتے ہیں اسیلئے اگر یہ ترکیبیں کی جائیں گی تو اولاد اچھی پیدا
 اپنے یہ کہاں سے نکال لیا کہ تناسخ کو باطل کر رہی ہے۔

پنڈت جی کی سخن پر دور کی اور
منظرہ کے بعد کے حالات

ماتنگ ڈال کر خدا دیکھے گا کہ وہ بھر گئی یا نہیں اس کا ثبوت دیکھئے
 چنانچہ پنڈت جی نے تحسیر مندی اب جبکہ روتاد کامل ہو چکی
 کتابت وغیرہ ہو چکی تو آریہ سماج کے منتری کا خط آیا کہ وہ حو
 شکوۃ جلد چہارم حدیث ۱۳۵ میں ہے اسلئے میں چاہتا ہوں
 حدیث نقل کر دوں اور ناظرین کو بتا دوں کہ یہ ہے آریہ سماج
 کا بیسٹ علم اور اسلامی تعلیمات سے واقفیت۔

دس جہ

حدیث

ان تزل جہنم یلقى فیہا ویقول من من مزیل جہنم میں برابر لوگ ڈالے جاتے رہیں گے
 حتی یضع رب العزاة فیہا قد علی فتن زعی
 مضیہا الی بعض فتقول قتلہ تلاقضت
 دیکھئے

ربا الفرض قدم سے مراد قدم اللہ تعالیٰ کا لیا جائے اور اہل لغت کے
 نہ بھی مانا جائے (جو کہتے ہیں کہ معنی قدم کے الذین قدمہ الا شرار کہ
 دم سے وہ بدترین لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اعمال بد کو مقدم کیا تھا)
 بھی دعویٰ کے مطابق ثبوت پنڈت جی نے نہیں دیا کیونکہ دعویٰ یہ کیا تھا
 ہم میں خدا مانگ ڈال کر دیکھے گا کہ بھر گئی یا نہیں اور اس کے معلوم
 جہنم پر قدم رکھنے سے بھر جائے گی دلوں میں رزین و آسمان
 سرق ہے جو اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے۔ لیکن چونکہ اس تحریر
 عمدہ تھا اور مجمع میں یہ کہہ چکے تھے کہ اگر ثبوت نہ دیں تو اعتراض
 لوں گا۔ اس لئے مدتوں کے بعد اس کی تلافی بھی کی تو یہ کہ دعویٰ کے
 ثبوت نہ دیا۔ سچ کہا ہے کسی نے سے

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی ۱۰ تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی۔
 کی قلت کی شکایت کرتے ہوئے سلسلہ تقریر میں مولانا اسعد اللہ رضا
 لہا تھا کہ اگر واقعی احقاق حق کا شوق ہوا اور سماج اور اسلام کو پرکھنا
 اسلامی جملہ میں آیتے اور دو چار روز برس دو برس تک مسلسل گفتگو
 اس پر مناظرہ ختم ہونے کے بعد صدر مناظرہ (جو غالب سکھ لال جی تھے)
 کہ مولانا ہم لوگ (آریہ مبلغین) کسوقت آویں جواب دیا گیا کہ ابھی بعد
 لیکن اپنی سرمایہ سمگی دیکھ چکے تھے اور اپنی طاقت کا اندازہ کر چکے تھے
 اسلامی جملہ میں نہ آتے۔ خط بھی لکھا گیا کہ آیتے ہم انتظار کرتے ہیں
 جن روز عظیم الفرستی کا عذر کر دیا۔ دوسرے روز اسلامی جملہ میں متعدد
 مبلغین تشریف لائے لیکن وقت دینے کے باوجود بھی کسی نے لب
 آئی نہ کی فقط۔

نیت دھرم بھکشو سے مناظرہ | ایک مرتبہ سہارنپور میں آریوں
 کے مشہور مناظرہ پنڈت دھرم بھکشو
 حضرت والا کا مناظرہ ہوا اس میں حضرت والا سائل تھے اور پنڈت جی مجیب
 نیت والا نے پنڈت دھرم بھکشو سے سوال کیا کہ سوانی جی نے لکھا ہے کہ:

جس مذہب کو اکثر لوگ مانیں وہ مذہب صحیح اور حق ہوتا ہے اور دنیا میں
کو ماننے والوں مسلمانوں کی تعداد مردم شمار کی کے اعتبار سے (آریوں سے)
زیادہ ہے لہذا مسلمانوں کا مذہب (اسلام) آپ کی مذہبی کتاب اور آپ کے
پیشوا سوانحی جی کے نزدیک بھی صحیح اور حق ہوا۔

پنڈت جی: پنڈت دھرم بھکشو نے کہا۔ آریہ سماج والے موتی ہیں اور مسلمان
اور موتی کم ہوتے ہیں قیمتی ہوتے ہیں۔ اور پتھروں کا کیا ہے اسکے
جا بجا پہاڑ موجود ہیں اور ان کی کوئی قیمت نہیں لہذا مسلمان بے قیمت
اگرچہ ان کی کثرت ہے۔

حضرت والا ۱۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اگر ایک معمولی سا چھوٹا سا
موتیوں پر پھینک کر مار دیا جائے تو سارے موتی ریزہ ریزہ ہو جائیں گے
پنڈت جی: موتیوں کو حفاظت سے رکھا جاتا ہے اور وہ پاک وال
ہوتے ہیں اور پتھروں سے استنجا کر کیا جاتا ہے اور ناپاکی کو صاف
جاتا ہے۔

حضرت والا ۱۔ جس طرح پتھر نجاست و گندگی کو پاک کرتا ہے اسی
مسلمان بھی انسانوں کو کفر و شرک وغیرہ کی نجاستوں اور گندگیوں
پاک و صاف کرتے ہیں لہذا آپ لوگوں کو صاف کرنے کیلئے ہم مسلمان موجود
پنڈت جی: نے تیرسری سے کہا کہ جنت میرے پیچھے ہے جو میرے
میں داخل ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا

حضرت والا ۱۔ نے مجمع عام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا آجاد دیکھو پنڈت
کے پیچھے جنت ہے دیکھو تو اس کا پھاٹک کتنا بڑا ہے

اس پر سب لوگوں نے تالیاں بجا دیں اور پنڈت جی شرع
ہو کر ایک دو تین ہو گئے اسی پر مناظرہ ختم ہو گیا راز مفتی محمود حسن صاحب
ایک اور مناظرہ سہارنپور میں ایک پنڈت جی نے مناظرہ کا چیلنج
دیدیا۔ مشورہ کے بعد حضرت والا کو طے کر دیا گیا

حضرت والا نوجوان تھے اور نہایت خوبصورت بھی تھے بوڑھے پنڈت

انے اسٹیج پر پہنچ کر رعب جما نے کیلئے گفتگو شروع کی اور کہا کہ ارے مولوی صاحب تو ابھی بچے ہیں میں نے تو ان کے بڑوں کو بارہا نیچا دکھا ہے۔ حضرت والا اس وقت ذرا فاصلہ سے تھے یہ سنکر فوراً اسٹیج پر پہنچے اور فرمایا کہ حضرات میں ایک بشارت و خوشخبری سنکر یہاں آیا ہوں آپ بھی اس بشارت کو سن لیں وہ یہ ہے کہ پنڈت جی نیچا دکھا رہے ہیں بہت سوں کو دکھا بھی چکے ہیں۔ ہم ان کا نیچا دیکھنے آئے ہیں۔ پنڈت جی آپ دکھائیے۔ پنڈت جی بڑے شرمندہ ہو رہے تھے۔ حضرت لانے فرمایا اگر آپ ہم سے شرم کرتے ہیں لیجئے ہم اپنی آنکھوں پر ماتہ ٹھٹھے لیتے ہیں آپ اردوں کو نیچا دکھا دیکھیے ورنہ ہم آریہ کمیٹی سے درخواست کریں گے یہ کہتے ہوئے آپ نے ان کی کرسی کے نیچے کو جھانکنا شروع کیا مجمع میں کھلبلی مچ گئی اور تالیوں کی آواز کے ساتھ تہقہوں کا گونج فضاؤں پر بلند ہو گئی اور پنڈت جی دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گئے۔ اس طرح شروع ہونے سے پہلے ہی محفل مناظرہ برخاست ہو گئی

(مولوی محمود مرحوم)

بند الحق پادری سے مناظرہ عبدالحق پادری سے سہارنپور کے ایک گرجا گھر میں مناظرہ ہوا عموماً جس طرح گرجا گھروں میں آدمی کم ہوتے ہیں اس طرح مناظرہ میں بھی آدمی بھڑے ہی تھے۔ زیر بحث مسئلہ الوہیت و صفات باری، تھا۔

عبدالحق پادری نے کہا کہ متکلمین اسلام کا مسلک بھی عجیب ہے وہ کہتے ہیں کہ صفات باری تعالیٰ نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات ہیں۔ یا تو صفات باری کو عین ذات ماننا چاہیے یا غیر ذات۔ نہ عین ہوں نہ غیر تو اس سے اتفاق تقصین لازم آتا ہے اور اتفاق تقصین محال و باطل ہے اور یہ محال صفات باری کو لایعین اور لاغیر ماننے سے لازم آیا اور جو شئی مستلزم محال ہوتی ہے وہ خود محال و باطل ہوتی ہے لہذا متکلمین اسلام کا مسلک محال و باطل ہوا۔

حضرت والاؑ نے فرمایا یہ آپ کا ہاتھ ہے بتایتے کہ یہ عین ذات ہے یا غیر ذات
جلد بولیتے کیا ہے؟ اگر عین ذات ہے تو اس کے کاٹنے سے آپ کو ہلاک
ہو جانا چاہیئے اور اگر غیر ذات ہے تو اس کا تفضا ہے کہ اگر اسکو کاٹا
تو آپ کو قطعاً کوئی تکلیف نہ ہو۔ پادری خاموش ہو گیا۔ اور سونے
بجا کر با آواز بلند کہا کہ مولانا صاحب کی بات ہمارے سمجھ میں آگئی
مولانا صبح فرماتے ہیں (مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی)

مسئلہ تاسخ بر منظرہ | ایک مرتبہ آرہے سماج، نے گنگوہی

سہارنپور ایک جلسہ کیا اس
میں یہ لوگ مسلمانوں کی دل آزاری اور ان کو مذہب اسلام سے بدظن کر
کیلئے اسلام پر رکیک حملے اور بے سرو پایا اعتراضات کیا کرتے تھے
جیسا کہ یہ منحوس سلسلہ اس دور میں بھی شروع ہو چکا ہے۔
مسلمانوں کو اس کا اندازہ تھا کہ یہ لوگ اپنی اس پست حرکت سے باز
آئیں گے اسکئے حضرت والاؑ کو بلایا، طے یہ ہوا کہ جب ان کا مقررہ تقریر
کرے گا تو سوالات و اعتراضات کیئے جائیں تاکہ وہ بولنے میں حد سے
بڑھے۔ پروگرام، "پندت رام چندر"، نامی کا تھا مگر وہ نہ آ سکے۔
کسی دوسرے صاحب نے تقریر کی اور تقریر میں تاسخ (آداگون) کے
کے یہاں بنیادی مسئلہ اور اہم عقیدہ ہے، کا ذکر کیا۔ حضرت والاؑ نے اس
اپنا سوال کیا اور باقاعدہ مناظرہ شروع ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا۔
پندت جی آپ کی ستیا رتھ پر کاشی، میں لکھا ہے کہ جو شخص اس
جنم میں زنا کرتا ہے اسکی سزا یہ ہے کہ اگلے جنم میں اسکو گلاتے کی صورت
میں بھسج دیا جاتا ہے اور جو اس جوئن میں قتل کرتا ہے تو اسکو اگلے
جوئن میں درخت بنا دیا جاتا ہے۔ دنیا میں جتنی گائیں ہیں آپ بتا سکتے
ہیں کہ ان میں کون کون سی ایسی ہیں جن کو زنا کی سزا میں گائے بنا دیا
گیا ہے۔ اسی طرح دنیا میں بیشمار درخت ہیں آپ کو معلوم ہے کہ
کون کون سا درخت ایسا ہے کہ جو قتل کی سزا میں درخت بنا ہے۔

لہذا تمہارے قہر آن سے آداگون ثابت ہو گیا۔

حضرت والا کھڑے ہوتے اور ان کو شجاعت و دلیری، فصاحت و بلاغت بدرجہ اتم عطا ہوئی تھیں فرمایا پندت جی آپ کو قرآن یا غلطی پر پڑھنے کی اجازت کس نے دی؟ آپ صرف ترجمہ و حوالہ پر کر سکتے تھے آپ قرآن مقدس کو غلط پڑھتے تھے اور میرا خون کھاتا تھا یاد رکھیے کہ ایسے ہی بے عقل لوگوں کی اسی آیت کے اجتناب میں تردید بھی کر دی گئی ہے وَالَّذِينَ تَرَجَعُونَ اور تم کو اللہ ہی لوٹایا جائے گا، آداگون میں اللہ کی طرف لوٹنا کہاں ہوتا ہے اس میں دنیا میں آنے اور دنیا کی طرف لوٹنے کا تسلسل ہوتا ہے۔ ابھی حضرت والا کی اتنی ہی گفتگو ہوئی تھی کہ پندت جی میدانِ مناظر سے لاپتہ ہو گئے۔ اور حضرت والا نعرۂ بجبر کی گونج میں واپس تشریف لائے۔

ان چند واقعات کو اجمالاً نمونہ از خردارے، کے طور پر ذکر کر دیا ہے تمام مناظروں کی مفصل رودادیں جمع کرنا دشوار بھی ہے اور اس مختصر میں ان کی گنجائش بھی نہیں۔ آپ کا پورا دور شباب و قوت، احقاقِ حق و ابطالِ باطل، کے بے مثال جہاد میں گزرا ہے۔ دورِ حیات میں بھی طبقہٴ علماء کو اس ضرورت کا احساس انتہائی مزدوری ہے کیونکہ حالات پھر اسی انداز پر پلٹا کھارہے ہیں نیز اندرونِ خانہ فرقہ باز روز بروز پڑھتے ہی جا رہے ہیں۔

مذکورہ محابدوں اور مناظروں کی روشنی میں مذکورہ

مباحثوں اور مناظروں کی رودادوں سے چند امور ظاہر و واضح ہوتے ہیں (۱) حق کی حمایت اور باطل کی تردید کے زبردست جذبات اور دل (۲) حضرت والا کے علوم کی گہرائی و گیرائی اور ایسی وسعت جو علومِ اسلامیہ کے علاوہ مختلف مذاہب و فرقہ باطلہ کی مکمل معلومات پر بھی حاوی

ہانت و ذکاوت اور طاقت لسانی (زبان کی روانی) (۹) امت مسلمہ
 و اور دین برحق کی بے حد محبت (۱۰) غیرت اسلامی و جوش ایمانی
 پوری طاقت و قوت سے ان کو حق کا اعلان اور اسلام کی حقانیت کا
 بار دینے اور اسکو دلائل سے ثابت کرنے اور باطل کی تردید کرنے
 پر کیا۔ (۶) ایسی شجاعت و بہادری اور دیری کہ اس نے کسی بھی
 طاقت سے مرعوب نہیں ہونے دیا وہ ہر ماحول پر چھا گئے اور ہر باطل
 کو میدان چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا (۷) نزاکت طبعی کے باوجود
 رحن کی خاطر انہوں نے ہر مشقت کو خوشگوار، ہر مصیبت کو نعمت
 دگوار اور ہر توہین کو انہوں نے اپنا عزت و وقار خیال کیا۔

نہایت کی قدر اور ان نوں کا احترام ہر مقام پر ملحوظ رکھ کر اغیار
 اوں میں بھی اپنی عظمت و محبت پیدا فرمائی (۱۰) اسلام کی صداقت
 نیت کا سکّہ دلوں پر ایسا بھٹایا کہ بہت سے وہ دشمنان اسلام
 ے دلوں میں انصاف و حق پسندی کے جذبات موجود بنے لیثوق دل
 سے مالا مال اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے (۱۱) حضرت والاؒ کی بھرپور
 جہد، فخلصانہ و عالمانہ مساعی، مدلل بیانات اور فیصلہ کن مناظروں
 یا بے حملوں سے ان باطل اسکیموں اور اسلام کے خلاف تنظیموں کے
 ے ہو گئے جو نہ بردست فتنہ کے روپ میں ابھری تھیں اور جن سے
 کو سخت خطرات پیدا ہو گئے تھے۔

یہ ہے کہ انہوں نے اپنی جوانی کی خوش گوار بہاریں اپنی لہاقت و
 ات کی توانیاں، اپنے قلب و قالب کی طاقتیں اور زبان و قلم کی
 اصلاحیتیں مذہب اسلام پر صرف فرمائیں۔ حق تعالیٰ ان کو پوری
 یکطرف سے اپنی شایان شان جزائے خیر مرحمت فرمائیں اور اعلیٰ
 میں بلند درجات سے مالا مال فرمائیں (آمین)

دَعْوِیۃُ تَبْلِیغ

حضرت حجتہ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی پوری حیات با برکات
حق و تبلیغ دین میں بسر ہوئی حضرت اقدس شروع ہی سے
تقریر کے عادی تھے اور اپنی تقریروں اور وعظوں سے امت مسلمہ
پہنچا رہے تھے۔ ان کے جذبات ایمان و عمل کو گرم رہے تھے
فاسدہ و اعمال کا سدہ کو ان سے دور کرنے کی پوری پوری جہد
فرما رہے تھے۔ لیکن عین عالم شباب میں جب کہ رفتہ ارتداد
کو بھگانے کے لئے آپ نے تنہا، آگرہ، ... راجپوتانہ وغیرہ
زبردست محنتیں اور اتھک کوششیں فرمائیں اسوقت سے دعوت
کی ضرورت کا آپ کو پہلے سے کہیں زائد احساس ہوا اور آپ اس
کے قائل ہو گئے کہ مسلمانوں کو دعوت و تبلیغ میں اپنا سب کچھ قربان
چاہیے۔ آپ اس بات کا یقین رکھتے تھے اور دوسروں سے اس پر
بھی مانتے تھے کہ دعوت و تبلیغ کی جدوجہد ہی سے اسلام کا مسدہ
عالم میں خصوصاً ہندوستان میں تانناک اور روشن بن سکتا
اگر اس عمل میں امت مسلمہ نے غفلت سے کام لیا تو مسلمانوں کا
پر باقی رہ جانا دشوار ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں اور باطل اس
ان کو اسلام پر باقی نہ رہنے دیں گی۔

حضرت دالانے دعوت و تبلیغ کو اپنی زندگی کا ایسا معمول بنا لیا تو
شخص کو اسکے مناسب دعوت دیتے اور نصیحت فرماتے تھے مسلم و
سب کو دعوت دینا آپ کی عادت تھی اور مسلمانوں کو خصوصاً علماء کو
و تبلیغ کے عمل کی ترغیب ہمیشہ دیتے تھے۔ بہت فرماتے وقت
مریدین کو اور خطوط میں اپنے متوسلین و متعلقین کو اس مبارک عمل کی

فرماتے تھے

عقہ دعوت و تبلیغ حضرت والاؒ اس بات کے قائل تھے کہ دین کی طرف اللہ کے بندوں کو ہر اس طریق سے بلایا جائے جس میں کوئی شہری حرج نہ ہو۔ عمل اخلاقی، کردار، رزق اور زبان و قلم سے جس صورت سے بھی ہو سکے دعوت و تبلیغ کی جائزت والاؒ نے تمام ہی طریقوں کو اپنا یا تھا جس مقام پر جو طریقہ تھا وہ اپنے وہاں اس طریقہ کو اپنا یا۔ اپنے انگریزی زبان کو اور شعر و نثر کی دعوت کا ذریعہ بنا کر انگریزی دان طبقہ اور شعرا و ادباء کے ان دعوت و تبلیغ کا شاندار کام کیا اور ان دونوں قسم کے لوگوں کی اہمیت و عظمت اور نماز، روزہ اور دیگر عبادات کا اہتمام پیدا فرما دیا۔ اور آپ کی برکت سے بفضلہ تعالیٰ ان دونوں طبقوں کا تعداد میں دیندار حضرات نظر آنے لگے۔ اور علماء و صلحا سے گرویدگی ان میں محسوس کی جانے لگی۔

تبلیغ کی ضرورت ^{حجۃ الاسلام} رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں ہی طبقوں میں دعوت و تبلیغ کو ضروری سمجھتے۔ آپ کو بجا طور پر اس کا احساس تھا کہ عیسائی اپنے مردہ مذہب پر دست کو شش کر رہے ہیں لہٰذا پھر تقسیم کرتے ہیں، لالچ دیتے رہت سہی ترکیبیں کرتے ہیں کہ کسی طرح لوگ ان کی مردہ عیسائیت کو کر لیں۔ وہ اپنے اس مردہ کو عورت اور دولت کے کا ندھوں پر لگاؤں گاؤں، شہر شہر، مارے مارے پھر رہے ہیں۔ ہندو نے پاس کوئی صحیح پروگرام، زندگی کا دستور اور نظام عمل نہیں۔ عجیب دھرم ہے کہ ایک شریف انسان جس کا ذہن خالی ہو گز اس طریقہ حیات اور اس دھرم کو قبول نہیں کر سکتا جس میں ذلت و خواری کی بھینٹ چڑھ رہی ہو، سانپ، بندر، گوبر، گاوہ، موت کی پوجا اور ڈنڈوت ہوتی ہو، اس مت کی ذرا سی

تفصیل سننا بھی کوئی شریف آدمی گوارا نہیں کر سکتا لیکن ا
کے ماننے والے بھی اپنی دولتیں اور عمر میں اسکی اشاعت پر لگا
لیکن اہل اسلام جن کے پاس ایک ہمہ گیر نظام صاف سمجھنا پر
نظام حیات اور بہترین دستور زندگی موجود ہے وہ انتہائی
غیند سو رہے ہیں۔ ان کو تو سب سے زیادہ کوشش اور جدوجہد
چاہیے تھی تاکہ دنیا کے بسنے والے انسان صحیح راہ پر زندگی گزار
ہوں اور حق تعالیٰ کے قہر و عذاب سے نجات پا کر ہمیشہ راحت
سے مالا مال رہیں۔

مسلمانوں میں تبلیغ

مسلمانوں میں تبلیغ کیلئے حضرت
مشہور عالم "تبلیغی جماعت"،

کار کو بہت پسند فرماتے تھے اور خود بھی اس میں شرکت فرماتے۔
حضرت والا سے بار بار سنا گیا کہ ہم نے بہت سی جماعتیں، انجمنیں،
تجزیکیں دیکھیں ہم کسی کو برا نہیں کہتے۔

لاکھ ہم کو برا کہے کوئی، ہم کسی کو برا نہیں کہتے
لیکن جتنی مخلص، تبلیغی جماعت، کو پایا ہے کسی جماعت کو ہم
قدر مخلص نہیں پایا۔ حضرت والا نے اپنے مربی و مرشد حکیم
محمد الملت حضرت مولانا تھانویؒ سے اس سلسلہ میں استفسار
اور پوچھا کہ اس جماعت میں لگ کر کام کیا جائے؟ تو ارشاد
کہ "اس جماعت میں لگ کر کام نہ کریں گے تو کون سی جماعت میں

تبلیغی دعوت تعلق دلچسپی مربی جماعت سے

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور حسب طرح اپنی بہت سی خصوصیات
ممتاز و منفرد اور گونا گوار امتیازات میں یکتا و بے مثل ہے۔

تعالیٰ نے اس کو یہ ممتاز خصوصیت اور خصوصی فقیہیت بھی عطا
 کی ہے کہ وہ مشہور عالم و عالمگیر تحریک "تبلیغی جماعت" کا منبع
 سرچشمہ ہے۔ اس عالم گیر محنت دعوت اور تبلیغی جماعت سے
 پوری دنیا میں ایک عملی حرکت، ایمانی احساس، اسلام کی عظمت
 و ریعت سے محبت، اتباع سنت، نمازوں کی کثرت اور ایمانی
 فضا کی عمومیت روز افزوں ہے، مدارس دینیہ، مراکز اسلامیہ
 مکاتب قرآنیہ قائم ہو رہے ہیں۔ مبلغین، داعین اور مصلحین کی
 مدد اور ان کی عمدہ صلاحیتوں میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے
 سب جامو مظاہر علوم کے صدقات جاریہ و برکات سینہ اور فیوض نامیہ
 داخل ہے گویا اس مبارک جماعت نے جامعہ مظاہر علوم کے فیوض و
 ان کو باد بہاری و بارانِ رحمت بن کر نہایت تیزی کے ساتھ پورے
 عالم میں پھیلا دیا اور سارے جہاں میں اسلام و ایمان کی کھیتی کو سرسبز
 و آباد کر دیا ہے۔ اس تحریک "دعوت و تبلیغ" کے بانی و مؤسس
 و سربراہ مولانا شاہ محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ مظاہر علوم
 سہارن پور کی آغوشِ تعلیم و تربیت میں نشو و نما پائی، اسی گلشن
 کی نورانی فضاؤں اور گھنی چھاؤں میں وہ پر دان چڑھے اور اسی
 علم و عرفان کے آب حیات سے سیراب ہو کر انہوں نے پائیدار و لا فانی
 کی پائی۔ حضرت موصوف نے جامعہ مظاہر علوم کے مشائخ حقانی
 سا تذہذوری کی آغوشِ شفقت میں پرورش پائی اور انہوں نے
 پاکستانِ محمدی کے باغبانِ عالی شان محدثِ اعظم، شیخِ اکبر حضرت
 مدرس مولانا خلیلی احمد صاحب سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ سے شرف
 مذ کے ساتھ خزانہٴ خلافت و اجازت بھی حاصل کیا اس کشتیِ نوح
 جماعتِ تبلیغ کے ناخدا قطب عالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب خاندانِ
 ائمہ مظاہر علوم سہارن پور رحمۃ اللہ علیہ اسی مادرِ علمی کے فرزند و جہند
 حضرت محدث سہارن پور محمد موصوف کے شاگردِ رشید و جانشین

لائق تھے جو نوکس تبلیغ کے رفیق خاص و شیر و شریک کار اور زندگی اس تحریک کے سرپرست، روح روان اور نگران ذیشان تبلیغی نصاب رکتب فضائل، آپ ہی کی ان مبارک و شامہ کار تصانیف کا مقدس مجموعہ ہے جس سے آج پورا عالم واقف و فیضاب ہے اور کتب کا مختلف سترہ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

تبلیغی عہد کے اصل روح رواں حضرت مولانا شاہ محمد الیاس کے خلف الصدق رئیس

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب، حال امیر تبلیغ حضرت مولانا الامام الحسن حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا محمد سعید افغانی سہارنپوری مہاجر مکی امیر تبلیغ سعودیہ عربیہ (حجاز مقدس)، مولانا عاشق الہی صاحب بلند شہری مہاجر مدنی جیسے حضرات اساطین و دعوت جکی مساعی جمیلہ و جہد مسلسل سے اس تحریک و دعوت و تبلیغ مکمل توانائی اور پورے عالم میں پذیرائی حاصل ہوئی ہے یہ سب جامعہ مظاہر علوم ہی کے لائق فرزند اور جیائے سپوت (ادر حجتہ الاسلام حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ ذی شان ہیں بلکہ جامعہ مظاہر علوم کے فضلاء کی اکثریت آج بھی اس کی روح رواں ہے۔ علاوہ ان میں اس تحریک سے تمام اہل حق مشفق و مؤید و عانی ہیں اور جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے اساتذہ و طلبہ متعلقین اس سے والہانہ شغف اور عاشقانہ لگن رکھتے ہیں۔

اہل مظاہر علوم کو دعوت و تبلیغ سے گہری دلچسپی

یوں تو جامعہ مظاہر علوم کے شیوخ و اساتذہ اور متعلقین سب ہی کو تحریک سے گہری دلچسپی اور شبلی لگاؤ رہا ہے۔ لیکن قطب عالم حضرت مولانا محمد نذکر یا صاحب مہاجر مدنی و حجتہ الاسلام حضرت اقدس مولانا

ناہ محمد اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ پانے اس تخریک کی سب سے زائد
 بد اور عملی شرکت فرما کر ہندو بیرون ہند کے جمہ متعلقین کو اس
 اپنی کام سے وابستہ فرمایا۔ حضرت قطب العالم تو زندگی بھر اس کے
 ران و سر پرست رہے۔ ان کی تالیفات کتب فضائی، تبلیغی
 باب، کے نام سے اس کام سے وابستگی رکھنے والے بیشتر حضرات
 ہاتھوں میں مختلف زبانوں میں موجود ہے اور ہر جگہ روزانہ
 میں کتابوں سے فضائی کی تعلیم ہوتی ہے۔ امیر العلماء حضرت مولانا
 زاحمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ راقم السطور کو تبلیغ کی ترغیب
 دے ہوئے فرمایا کہ حضرت شیخ (قطب عالم) حضرت مولانا محمد زکریا (مدائن) نے
 مرتبہ ایک خواب دیکھا کہ حضرت شیخ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب
 ایچھے ہیں اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب حضرت شیخ کے
 ہیں۔ حضرت شیخ نے یہ خواب اپنے چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس
 کے ذکر کر کے فرمایا کہ میں آپ کے پیچھے ہوں یہ تو سمجھ میں آتا ہے
 نہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا میرے پیچھے ہونا سمجھ میں نہیں
 ا مولانا محمد الیاس صاحب نے فرمایا کہ اس خواب کا مطلب یہ ہے کہ آپ
 لے اس تبلیغی کام کی پشت پناہی اور تائید و تقویت ہو رہی ہے
 آپ کی تقویت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات
 می سے ہے۔ حضرت حجت الاسلامؒ دور معذوری سے پہلے پہلے
 جماعت میں بہ نفس نفیس شرکت فرماتے رہے اور اپنے مفید
 اعظ و تقابیر سے امت کو اس عمل کی طرف متوجہ فرماتے رہے۔
 اپنے متعلقین و متوسلین کو اس کام میں لگنے کی تلقین و تاکید فرماتے
 ہے۔ معذوری کے زمانے میں گو عملی شرکت کم ہو گئی تھی مگر تلقین

ایسے تادم واپس جاری رہی۔

منزلت والا طلبہ کی جماعتیں بھی ہفتہ وار قرب و حواہ کے دیہات
 روانہ فرماتے تھے اور ان کے انتظام پر اپنے شاگرد رشید جامعہ

منظاہر علوم کے مایہ ناز استاذ صدر المدرسین امیر العلامہ محدث جلیل مولانا امیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کو نامور فرما رکھا تھا۔ حضرت تاحیات جامعہ مظاہر علوم کی دعوت و تبلیغ کے امیر رہے۔ حضرت امیر العلامہ کو بھی اس کام سے انتہائی شغف اور گہری دلچسپی تھی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت والا اپنی نگرانی میں بعض ایسے نیک ہونہار طلبہ کو یہ ذمہ دار کی امارت طلبہ احوال فرما دیتے جن کو اس بحر بہ ہونا اور وہ اس سے دلچسپی اور لگن رکھتے۔

ہفتہ واری اجتماع میں شرکت

حضرت حجتہ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحت و قوت میں شب جمعہ کے ہفتہ واری اجتماع میں رہتے۔ جامع مسجد سہارنپور پابندی اور بہت انتہام سے تشریف لے جا کر شرکت فرماتے۔ گو پابندی سے کرنا آپ کی مستقل عادت تھی اس طرح مقامی طور پر جماعت کی تائید و تقویت فرماتے اور اس ہفتہ واری اجتماع میں اکثر و بیشتر تقریر فرماتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ جمعرات کو اس ہفتہ واری اجتماع میں شرکت آپ پیدل تشریف لے جاتے اور پیدل واپس تشریف لاتے اس پیدل جانے میں عموماً غیر مسلم دوکانداروں سے ملاقات اور آداب عرض، فرماتے اور کوئی نہ کوئی چیز کا کلمہ فرماتے۔ تبلیغ صرف مسلمانوں تک محدود نہ تھی بلکہ غیر مسلم کو بھی آپ کی دعوت دیتے یہ عمل آپ کا شب جمعہ میں بھی ہوتا۔ اور اس سے پہلے اور جمعہ کے بعد بھی جسکی تفصیل و غلط و تقریر کے عنوان مذکور ہے۔

متوسلین کو تاکید و ترغیب

حضرت والا اپنے مریدین اور متعلقین کو ہمیشہ ترغیب و ترغیب دیتے اور تلقین و تاکید فرماتے تھے۔ بلکہ بیعت کے وقت جہاں اور دوسری چیزوں کا ذکر کرتے اور خاص خاص چیزوں کی تلقین فرماتے تھے تو اس محنت

کی بھی خاص طور پر ہدایت فرماتے تھے۔ حضرت والا اپنے مکتوبات اپنے متوسلین کو اس کام کی طرف متوجہ فرماتے رہتے تھے۔ سی کو کوئی اشکال یا شبہ پیش آتا تو اس کا مدلل حل فرماتے

ت والا کا ایک مکتوب گرامی ہم اس سلسلہ میں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کے

مکتوب گرامی کو بطور نمونہ و سند پیش کرتے ہیں جو حضرت علامہ شاگرد رشید حضرت مولانا بشیر اللہ صاحب کو ان خط کے جواب میں لکھا تھا۔

ہوا کہ رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ ایک اہم جماعت جناب افتخار صاحب فریدی کی امارت میں بھی۔ ان حضرات نے وہاں محنت کی علماء اور طلبہ سے بھی انہیں طلبہ کرام کو انکی اپنی چھٹیوں کے زمانے میں تبلیغ میں لگنے کی دہائی اور علماء کرام سے توجہ فرمانے کی درخواست کی گئی ان کے علماء کو اور خود حضرت مولانا بشیر اللہ صاحب کو جو اشکالات طلبہ کے جماعت میں لگنے کے سلسلہ میں پیش آئے ان کو موصوفت شیخ کے پاس ایک خط میں تحریر کیا تھا۔

ان کے جوابات قطب عالم حضرت شیخ الحدیث صاحب، حجتہ الاسلام ناظم صاحب اور امیر العلماء حضرت مولانا امیر احمد صاحب نے الگ الگ لکھے تھے۔ ان تینوں جوابات میں مفصل و مدلل حضرت حجتہ الاسلام ہی کا تھا۔

حضرت قطب عالم نے حضرت مولانا بشیر اللہ صاحب کو جو جواب فرمایا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ !

اور خط سننے کے بعد حضرت ناظم صاحب نے فرمایا کہ اس کا جواب تو میں لکھوں گا میں نے بھی غنیمت سمجھا کہ میرے

امراض و اعذار کی وجہ سے دیر لگے گی رکچھ آگے تحریر فرما
 بہر حال ناظم صاحب آپ کا خط اس وقت ہمراہ لے گئے لیکن
 ناظم صاحب کے امراض و اشغال کی وجہ سے اور اس وجہ سے بھی
 نے ناشر اللہ بہت ہی مفصل تحریر فرمایا اور بھی دیر لگ
 حضرت ناظم صاحب کے مندرجہ ذیل مکتوب گرامی میں
 امور خاص طور پر قابل دید و لائق غور و تقلید ہیں (۱) متا
 مکتوب الیہ کا احترام جبکہ مکتوب الیہ حضرت والاؒ کے شاگرد و مر
 ہیں (۲) جماعت تبلیغ کی تائید کس طرح پوری قوت کے ساتھ
 کی گئی (۳) قوت استدلال اور مناظرانہ انداز تحریر جس سے
 و شبہات کی جڑیں اکھڑتی چلی گئیں (۴) باوجود ضعف و پ
 و اعذار از اول تا آخر پورے خط میں ادبیت ملحوظ رہی ،
 اکٹا ہٹ کا نام و نشان تک نہیں ہے ۔ ہاں مکتوب الیہ کی ملو
 و مشغولیت کا احساس ضرور ہے جس کا تحریر سانی میں باندا
 خواہی تذکرہ بھی موجود ہے ۔ (۵) دین و مذہب سے والہانہ شغف
 عظمت اور ملت اسلامیہ و مسلمین کی خیر خواہی کے بے پناہ جذبات مصر
 کے ہر جملہ سے نمایاں ہیں (۶) مزاج شناسی ، طلبہ و علماء کی مودت
 ان کے ساتھ اخلاص و محبت کا برتاؤ طلبہ کرام کی تربیت پر زور
 اس سلسلہ میں مہارت و حذاقت ۔ (۷) ان سب کے علاوہ تبلیغ
 سے دلائل کی روشنی میں پورے شرح صدر کے ساتھ و
 تعلق ، عاشقانہ شغف اور قلبی لگاؤ ۔
 اب آگے ہم حجتہ الاسلام حضرت ناظم صاحب کا مکتوب
 مطابق اصل نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے ۔

نسیم احمد غازی مظاہری

مکتوبِ کلی

حضرت

حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

اعزیز محترم مولانا بشیر اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
حضرت شیخ کیندر مت میں اخلاص و للہیت کے ساتھ طلبہ کی
نما عی پر کچھ شبہات تحریر فرمائے ہیں۔

میں سلسلہ میں کچھ ضروری باتیں تحریر کرتا ہوں غور سے پڑھ کر
ناشرات سے آگاہ فرمائیں آپ نے لکھا ہے کہ میں ۱۹۲۴ء میں اپنے
اور ناظم صاحب کو دیکھ چکا ہوں کہ طالب علمی کے زمانے میں نہ
کرتے تھے نہ دوسری طرف متوجہ ہونے دیتے تھے۔ غالباً
کی مراد شیخ سے حضرت تھانویؒ ہیں اور ممکن ہے کہ ہمارے موجود
شیخ الحدیث صاحب مراد ہوں۔ بہر حال! جو آپ نے لکھا ہے وہ صرف
صیح ہے شیخ المشائخ حضرت گنگوہیؒ کسی طالب علم کو ہرگز بیعت
باتے تھے و لکن لا یخفی علیکم ان الاحکام و المصالح تبدل
الزمان و تتغی بتبدیل امکانات بلکہ آپ پر یہ بات پوشیدہ
ہے کہ زمانہ اور مقام کے بدلنے سے احکام اور مصالحتیں بدل سکتی
اس وقت کا تقاضا وہی تھا جو ان حضرات نے مستحسن سمجھا تھا
میں نے نئے نئے فتوے، بڑھتے ہوئے زندگی، اور دین سے عام بے رغبتی
یکہ کہ حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ رحمہما اللہ تعالیٰ اپنے طرز
کو بدل دیا تھا۔ آخر میں نرم ہو گئے تھے۔ میں خود زمانہ طالب علمی
حضرت تھانویؒ قدس سرہ العزیز سے بیعت ہوا تھا میرے علم میں

اس وقت سے موجودہ زمانہ شناس مشائخ طالب علموں
ہیں۔ البتہ مخصوص مجاہدات و ریاضات و اشغال و اذکار کو
دیتے ہیں۔ باقی تقویٰ کی جو ایک سبلی مفہوم ہے بہت ناکار
اور یہ مشاہدہ ہے کہ عام طور پر بیعت شدہ طلبہ کی حالت
بہتر ہوتی ہے اور ان کو اپنے بیعت ہونے کا کچھ نہ کچھ پاس
انہی علمی و اخلاقی حالت دوسروں سے اچھی ہوتی ہے
نوشت و خواند میں زیادہ مصروف نظر آتے ہیں دھن ۱ کالمش
لا یو کتاب فیہ - ولا یشک کسائر المحسوسات بالحواس
(یعنی اور یہ بالکل دیکھی بھالی چیز کی طرح محسوس ہے اس میں شک نہیں کیا جاسکتا جیسے
محسوسات ظاہرہ میں شبہ نہیں ہو سکتا ۱۲) بیعت شدہ طلبہ بالعموم سنیاء اسلام
حلقہ لیبہ اور قصبا (یعنی کپڑاٹخنوں سے نیچے لٹکانے، ڈاڑھی منڈھانے یا کٹانے) اور
اور قلة المبالاة بالصلاة والجماعة لزمانہ میں بے پرواہی کرنے اور جہاں
وغیرہ سے مجتنب رہتے ہیں۔

(آگے مختصر سر فرماتے ہیں کہ:)

آپ نے لکھا ہے کہ حضرت ناظم صاحب وغیرہ طلبہ کو دوسری جا رہے
ہونے نہیں دیتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ جوشی تحصیل
ہو اور عادت اسکے ساتھ تحصیل علم کو داعی باحسن وجوہ جمع نہ ہوں
بلکہ مضیل ہو جاتے ہوں اسی شئی کی جانب زمانہ طالب علمی پر
نہ کیا جائے۔ مثلاً زراعت، تجارت یا انہماک فی الادارہ والوائی
والصلوۃ النافۃ والصیام النافذ وغیرہ اور جو چیزیں ایسی نہ
طرف توجہ کرنے میں مضائقہ نہیں۔ بلکہ اگر وہ چیزیں فی الجملہ
ہوں تو انکو اختیار کرنا تحصیل علم کے تقاضوں کی تکمیل جمیل
طالب علمی کے زمانہ میں مشائخ ملت و اکابر کی زیارت، ر
تلاوت قرآن مجید پابندی کے ساتھ ایسے ہی خالی ادوات
زیارت دینی کتابوں کا مطالعہ وغیرہ یا صحبت برقرار رکھنے کے لئے

دور نش اور اسباب راحت میں مشغول ہونا۔ وغیرہ وغیرہ۔ آپ لکھتے ہیں
 کہ طلبہ تبلیغ میں پڑ کر تفریر و سیاحت میں مبتلا ہو کر پڑھنے کی طرف خیال
 نہیں کرتے۔

برادر عزیز! ہمارا تجربہ اس کے خلاف ہے اور سبب الملجوب ولا
 سئل الحکیمہ یعنی تجربہ بہ کار ہے پوچھو اور حکیم سے نہ پوچھو (ان) آپ کے سامنے ہے
 تبلیغی طلبہ کا احساس بیدار اور شعور صحیح ہوتا ہے وہ اپنی
 سلامی، علمی اور عملی ذمہ داریوں کو اچھی طرح محسوس کرتے ہیں جس کے
 تجربہ میں رزائل سے عموماً دور رہتے ہیں اور کسب فضائل و نواہل
 بجانب حسب استعداد فطری متوجہ ہوتے ہیں اس کے برخلاف دوسرے
 ملحد زمانہ کی کجسہ دی کا ساتھ دیتے ہیں ان میں شعور حیات نامکمل و
 اقص ہوتا ہے وہ دین میں بھی بے جا جار توں اور نامناسب باکیوں سے
 انہیں نہیں کرتے ان مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر کسب فنون و تحصیل علوم
 ملتے تبلیغ میں مصروف ہونا انہیں ضروری ہو گیا۔

تجربہ شاید و شہید ہے و کتابہ شاہد اوشہید اس زمانہ میں اگر
 ملحد تبلیغ کے نیک و سخن مقصد کجی جانب متوجہ نہیں ہوتے تو دوسری غلط
 چیزوں کی طرف غیر شعوری طور پر متوجہ ہو جاتے ہیں ہمارے یہاں
 ربی مدارس میں تو کہیں کہیں سے یہ سوال اٹھتا ہے کہ طلبہ تبلیغ میں شریک
 وں یا نہ ہوں لیکن اسکو لوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ اس مبارک
 شریک سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

ہے عیاں دور نش تار کے انسانوں۔۔۔ پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خالوں سے
 مذہبستان سے گزر کر تمام ایشیاء اور یورپ میں کام کر رہے ہیں۔
 ان پر خاطر خواہ ثمرات مرتب ہو رہے ہیں یہ لوگ امتحانات میں تبلیغی
 نکات کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

عزیز محترم! خدا کرے آپ اکتانہ جائیں تجربہ پر دراز سے دراز تر ہوتی
 ابھی ہے لیکن مفید بود حکایت دراز تر کفتم، کا مصداق ہے۔ آپ

کو معلوم ہے کہ میں نے ہندو پاک کے مختلف صوبوں کے علاوہ
 کا بھی سفر کیا ہے۔ مختلف الانرج مختلف المقاصد اور مختلف المذا
 جماعتوں کو بہت قریب دیکھا ہے سیاسی پارٹیوں کا بھی کچھ جان
 ہے میں اپنے تجربہ، مشاہدہ اور علم و یقین کی روشنی میں بلا
 تردد بالکل بے بھیج ہو کر کہتا ہوں کہ میں نے سب جماعتوں سے
 اس مقدس جماعت کو نخلص، بلند مقاصد، پاکیزہ کردار، باعمل اور
 پایا ہے۔ والعلم الحقیقی عند اللہ۔

آپ لکھتے ہیں، "نیز جب کچھ تقریر کرنا آجاتا ہے تو پھر خودی میں
 ہو کر تعلیم کو خیر باد کہہ دیتے ہیں، جب آپ نے تحریک فرمایا ہے تو
 کہیں ایسا بھی ہوا ہوگا۔ لیکن اس طریق کار میں تبلیغ کو کوئی دخل
 بلکہ یہ نتیجہ ہے اپنے اختیار کو غلط استعمال کرنے کا۔ ایسے
 کی فطرت و سرشت ہی میں فساد ہوتا ہے وہ اس کے اظہار کے
 مواقع نہیں کر لیتے ہیں، علیگڑھ یونیورسٹی، دارالعلوم ندوۃ العلماء
 لکھنؤ مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین دہلی، دارالعلوم تاج الماس
 بھوپال اور نظام ہر علوم کے طلبہ عام طور پر تبلیغی جدوجہد میں مصروف
 رہتے ہیں۔ میں نے ان مذکورہ بالا مقامات کا نام بطور مشق نہ
 خردارے لکھ دیا ہے بہر حال مجھے کسی طالب علم کے متعلق یہ معلوم نہیں
 کہ وہ تبلیغی مآئی کے نتیجہ میں تعلیم کے پاک و بلند مقصود سے
 بردار ہو گیا ہو۔ لیکن اگر مجھے علم بھی ہوتا تو میرے نظریہ تبلیغ پر کچھ
 نہ پڑتا۔ کیونکہ النادر کا معدوم ولا عبرۃ بالشواذ۔

مولانا! کاروں کو، شریوں کو، ایسروں کو، اور ہوائی جہازوں کو بہر
 پیش آتے ہیں لیکن چونکہ بہ نسبت عمومی سلامتی کے یہ واقعات
 قلیل ہیں اسلئے ان کے استعمال کو نزرک نہیں کیا جاتا۔ زراعت، صنعت
 و حرفت، کارخانہ جات اور مختلف کاروبار میں مختلف آلات و
 نقصانات رونما ہوتے رہتے ہیں مگر ان مشاغل کو نزرک نہیں کیا جاتا

بیطرح بعض افراد کی بے راہ روی سے فریضہ تبلیغ کو پس پشت نہیں جاسکتا ہے۔ ان مثالوں سے بلغوا عنی ولو آیت کی اہمیت و وجوہ فرق نہیں آسکتا ہے۔

انا! باد جو دیکھ آپ مجھ سے عمر میں چھوٹے ہیں۔ میرے دل میں آپ کے عمل اور تقویٰ کی وجہ سے آپ کی بہت عظمت و وقعت ہے، صورت میں آپ کو تبلیغ کی اہمیت سے آگاہ کرنا، حکمت بلقاں بدن، کامصدق ہے آپ مجھ سے کہیں زائد واقف ہیں۔ اگر آپ کے لو مقلب القلوب نے اس جانب متوجہ فرما دیا تو اس مبارک سلسلہ کو ہر جگہ ازا اور رنگوں برما میں خصوصاً بہت تقویت پہنچے گی۔ خدا کرے میری اس بمانہ تخریر کے جواب میں مجھ کو یہ معلوم ہو کہ آپ نے تبلیغی کوششیں بزور فرمادی ہیں۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آیین یاد

لے لکھا ہے کہ، "النفس لا تتوجہ الی شیئین فی آن واحد" کی بنا پر ہٹنے میں مشغول ہوں یا تقریر و تبلیغ میں شریک ہوں، میرے میں ایسے مقولوں کو نصوص حدیث و کتاب کے مقابلہ میں نہیں لایا سکتا۔ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زندگی تبلیغ کی اہمیت آئینہ دار ہے ان کی پوری زندگی اسی پاک مقصد کیلئے وقف ہمارے اکابر مختلف طریقوں سے ہمیشہ تبلیغ احکام و اشاعت نام میں مشغول رہے ہیں۔

نا! یہ مسئلہ فلا تتوجہ فی آن واحد سے متعلق ہے اس میں یہ کہا گیا ہے کہ، "النفس لا تتوجہ الی شیئین فی زمان واحد" حامیان بھی یہ نہیں کہتے ہیں کہ آن واحد میں تحصیل علم بھی کی جاتے اور لغی فریضہ بھی بجالایا جاتا بلکہ یہ علی زعم الفلاسفہ نامکن ہے ار باب مدارس زمانہ میں معقول بھی پڑھاتے ہیں اور منقول بھی معقول میں بھی مختلف نا ایک ہی زمانہ میں پڑھاتے جاتے ہیں مثلاً حساب، فلسفہ و حکمت، نطق و ہیئت وغیرہ منقول میں علوم ادبیہ، فقہ، اصول فقہ، حدیث،

اصول حدیث، تفسیر، اصول تفسیر وغیرہ اس صورت میں یہ اشکال ہمارے
 ذہن میں نہیں آتا ہے کہ الانفس لا تتوجه، الی شیئین فی آن واحد
 مجھے خود اس نظر یہ میں بھی کلام ہے حضرت شیخ الحدیث صاحب
 کے والد ماجد استاذ کی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب اور اللہ مرف
 ہم لوگوں کو پڑھاتے ہوئے بھی دو سر کام ہمارے سامنے انجام دینے
 حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ انی اجهز الجیش وانا فی الصلوة بالمدح
 اس کا مبنی بھی یہی ہے کہ نفوس الکامدین تتوجه الی شیئین معاً
 فی آن واحد، ولنعم ما قیل

بر کفہ جام شریعت بر کفہ سندان عشق، ہر ہوسنا کے نذرانہ جام و سندان با
 موافق بہت اہم، مفید اور دلچسپ ہے جی چاہتا ہے کہ جی کھول کر تق
 سے لکھوں لیکن آپ کے مشاغل کے پیش نظر اور اس اندیشہ سے کہ طبیعت
 اکتانہ جائے اختصار و اقتصار ہی پسند کرتا ہوں۔ ادھر مجھ کو یقین
 معمولی التفات اور معمولی توجہ سے آپ اس مسئلہ کو بہت اہمیت میر
 کہیں بہتر طور پر سمجھ لیں گے فلا حاجة الی التطویل ولا ذاقۃ الی التفتہ

فانک اعلم ہذا المسئلۃ منی والحمد للہ علی احسانہ الیک والذکر
 علیہ آپ لکھتے ہیں کہ، مولانا فریدی فرماتے تھے کہ شیخ خود اجازت
 دیتے ہیں طلبہ کو تبلیغ میں شرکت کی راہ ترغیب دیتے ہیں حالات بدل
 گئے ہیں الخ، مولانا جو کچھ فرماتے ہیں حرف بحرف صحیح ہے حضرت شی
 نے تبلیغ کی اہمیت پر ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ شاید آپ کے دیکھ
 ہوگا۔ حضرت کی کتابیں فضائل رمضان، فضائل نماز، فضائل حج، فضائل
 فضائل ذکر، وغیرہ اسی بنیاد پر تبلیغ کے ماتحت تصنیف و تالیف ہوئی
 اور اسی فریضہ کی تکمیل کے لئے زیور طبع سے آراستہ ہو کر شتائیاں
 کو پہنچی ہیں۔ حضرت آنے والے مبلغین کی جن میں علماء و طلبہ بھی ہوئے
 بہت ہمت افزائی فرماتے ہیں۔ چائے پلاتے ہیں۔ کھانے پر بلاتے ہیں
 جب قریب میں کوئی تبلیغی اجتماع ہوتا ہے باوجود اعذار شدیدہ و امراض

و ما تشریف لے جاتے ہیں۔ جب مدرسہ میں کوئی تبلیغی تقریر، شرکت فرماتے ہیں۔ تلامذہ، مریدین، معتقدین، علمائے الناس میں شرکت کی دعوت دیتے رہتے ہیں، اپنے ضروری اور حتمی مشاغل، مشوروں کی وجہ سے مؤخر فرما دیتے ہیں دنیاۓ اسلام کے مشہور عالم، احسن علی میاں صاحب، حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی، مبلغ حضرت الحاج الحافظ مولانا محمد یوسف صاحب اور ان کے دست حضرت مولانا الحاج الحافظ انعام الحسن صاحب مقامی مبلغین اور یہاں کہاں کے کون کون لوگ مشاورت کیلئے مسلسل آتے رہتے ہیں۔ انکسی کو محسوس واپس نہیں فرماتے۔ میں حضرت کے حالات کا بہت گہرا مطالعہ کرنے کے بعد سمجھا ہوں کہ حضرت نے اپنی زندگی کو تین کاموں میں فرما دیا ہے۔ خدمت حدیث شریف، تبلیغی مساعی جمیلہ

ادب و ہدایت مخلوق۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ انرجح والمآب
 یہ فرمایا ہے، ”کیا مولانا فریدی صاحب کا قول صحیح ہے اگر صحیح ہے تو اوپر
 انکر دہ خرابیوں کی اصلاح کی کیا صورت ہے؟ میری مذکورہ گزارشات
 اب اس سال کے بعد جواب کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے۔ مگر
 اللہ مراد تمکیداً للبحث اختصار کے ساتھ عرض ہے کہ خرابیوں کی اصلاح
 خرابیوں کے وجود کی اور تبلیغ میں سے سے خرابیاں ہی نہیں ہیں۔
 لاج کسی؟ اگر کسی جگہ پر کوئی خاص خرابی مرتب ہو تو وہاں کے ارباب بہت
 مشاورت سے اس کو دور فرمائیں مجھے یقین ہے کہ اگر آپ جیسے ہوشمند
 حضرات اس طرف متوجہ ہو گئے تو کوئی خرابی رونما نہ ہوگی۔
 جہاں تک آپ کے سوالات یا شکوک و شبہات کے تفصیلی جوابات
 اخیر میں ایک مختصر و مجمل مگر واضح اور مختصراً جواب یہ ہے کہ —
 ارباب و لا تکن مسائلہ، شنیدہ کے بود مانند دیدہ، کم از کم ایک جلد کیلئے

یہ کرو پوچھو رت کیونکہ سنی سنائی بات شاہدہ کے مانند نہیں ہوتی۔ ۵

آپ مرکز تبلیغ بستی نظام الدین دہلی میں قیام فرمائیں اور بحشم خود حال جائزہ لیں۔

گردلیلت باید ازوے رومتاب ۱۰ آفتاب آمد دلیل آفت
اس کے بعد آپ جو رائے قائم فرمائیں گے وہ بہت وزنی ہوگی مجھے یقین ہے کہ آپ کے تمام اشکالات انشاء اللہ کا فورہ ہو جائیں گے۔ خدا نخواستہ کوئی خلش باقی رہی (دین دہنہ خط القاد) تو یہ صحبت باقی رہے۔ میں بھی ہوں آپ بھی ہیں۔ جو اشکالات باقی رہے بے تکلف اسوقت تحریر فرمادیں۔

فقط

بندہ محمد اسعد اللہ

ناظم مدرسہ مظاہر علوم بہار پور

۱۰ الحرم الحرم ۸۲

ان حضرات کے خطوط کا خصوصاً حضرت والاؒ کے مکتوب مذکور کا کہ حضرت مولانا بشیر اللہ صاحب مظاہری، حضرت مولانا مفتی مظاہری، حضرت مولانا محمد صالح صاحب مظاہری، بزار باب حجۃ علیہ اور مدارس عربیہ و مراکز دینیہ کے اساتذہ و طلبہ اس مبارک کام کی متوجہ ہو گئے۔ اور دوسروں کو بھی انہوں نے اس مبارک محنت کی ترغیب دی جسکی وجہ سے ہر گونہ و برہائیں دینی محنت کی ایک فصاحت قائم ہو گئی اور کمیونزم کے تسلط کے وقت اس سلسلہ کی ہر مسلمانوں کے مدارس و مراکز اور مساجد الحمد للہ اس ناپاک نظام کی نابالہ منہکس زد سے محفوظ رہے۔ فالحمد للہ علی احسانہ و انصافہ۔

نسیم احمد غازی مظاہری



کیا حضرت مولانا تھانویؒ تبلیغ کے خلاف تھے؟

تبلیغی جماعت کے سلسلہ میں یہ شبہ بہت عام ہوا کہ مجدد الملت،
حضرت مولانا تھانویؒ اس کام کے مخالف تھے چنانچہ بعض علماء نے
سلسلہ میں امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ، قطب العالم
مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارن پورؒ
لام حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارن پورؒ
حضرت مولانا شاہ وحی اللہ صاحب فتح پورؒ وغیرہ معتر و سربراہوں
شائع سے استفسار درجوع کیا سب ہی حضرات نے اس شبہ کو
لر تبلیغی جماعت، کی تائید فرمائی ان حضرات کے مکتوبات ماہنامہ
بابت مارچ و اپریل ۱۹۷۰ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ تمام خطوط
نقل کرنا بے محل و طول لا طائل ہے۔

میں سے اول دو اقتباسات کو یہاں پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں
۱۔ حضرت حجۃ الاسلام کا دالانامہ درج کرتا ہوں۔

تب قطب عالم اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں کہ:
اگر کے مدرس کے ناظم الحاج مولانا اسعد اللہ صاحب مدظلہ مولانا تھانویؒ
انار میں سے ہیں وہ تو بیعت کے وقت بھی ہر مرید کو اسکی تاکید
میں اسی طرح دوسرے شائع بھی اپنے مریدین کو اسکی تاکید فرماتے
میں دیکھ آگے لکھتے ہیں،

صلی اللہ علیہ وسلم کا خوابوں میں کثرت سے حمایت کرنا جو اتنی کثرت
نہنے میں آرہی ہے کہ اس کا احصار دشوار ہے۔ ان کے علاوہ
ت سے امور ایسے ہیں کہ جن کی بنا پر یہ ناکارہ مخالفت کو خطرناک
رہا ہے عام شرکت دوسری چیز ہے کوئی شخص اپنے اعذار کی

درجہ سے یا اپنے شرح صدر نہ ہونے کی وجہ سے شرکت نہ کرے
میں ہندہ کے نزدیک کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن مخالفت دوسری
ہے اس ناکارہ کا ناقص خیال ہے واللہ اعلم بالصواب البتہ کوئی منکر ص
دیکھی جائے تو اسپر نکیر دوسری چیز ہے۔

(۲) حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ لکھتے ہیں کہ
"دین کا کوئی بھی کام جو صحابہؓ کے طرز پر اخلاص کے ساتھ کیا جا
کوئی بھی بزرگ اس سے اختلاف نہیں کرے گا چہ جائیکہ حکیم الامت
تھا نوزی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس قسم کا خیال کیا جائے
البتہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دور تک کام کی بنیاد ہی د
جاری تھی ابھی نتائج کا ظہور نہیں ہوا تھا۔ الحمد للہ آج ہم
آنکھوں سے دنیا بھر کے ممالک میں اس کے بہترین مثبت نتائج
رہے ہیں۔ (کچھ آگے تحریر فرماتے ہیں) نیز حضرت اقدس
تھا نوزی قدس سرہ العزیز کی عادت مبارکہ جماعتوں کے پہنچنے
وقت یہ سنی گئی ہے کہ ان کی دعوت فرماتے تھے اور دعا فرماتے تھے
دفعہ اول سے مستثنیٰ فرماتے تھے یہ بھی سنا گیا کہ فرمایا، الیاس۔
الیاس کو آس سے بدل دیا، وغیرہ ہمیں ان کے اختلاف کا علم نہیں

والانامہ حضرت رحمۃ الاسلام علیہ الرحمہ

محترمی و مکرمی مولانا صاحبؒ وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ
کئی روز ہوئے آپ کے جوابی گرامی نامہ نے عزت بخش
حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی تحریک تبلیغ اور حضرت تھانویؒ
کے اختلاف کے متعلق میں نے آپ کے استفسار پر کافی غور کیا۔ اور
اس سلسلہ میں اپنی معلومات کو ذہن میں یکجا کرتا رہا پھر میں نے
آپ کے گرامی نامہ کا جواب لکھنے کے لئے محمد اللہ سے کہا۔

(۱) جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے حضرت نے میرے سامنے کسی کو تبلیغ سے نہیں روکا اور نہ منع کیا۔

(۲) چند ہی دنوں کی بات ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے یہاں مولانا عبید اللہ صاحب سرگرم کارکن تبلیغ سے تبلیغی تقریر کرائی۔ اور حضرت مفتی صاحب موصوف اپنے یہاں کام کرتے رہتے ہیں علاوہ ازیں حضرت ننھا نوی علیہ الرحمہ کے بہت سے متوسلین اور معتقدین تبلیغ میں عملی حصہ لیتے رہتے ہیں جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں تبلیغ میں شرکت کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں میرے عوارض مجھ کو اجازت نہیں دیتے کہ میں عملی شرکت کروں پھر بھی لگا ہے لگا ہے تبلیغی اجتماعات میں شرکت کرتا رہتا ہوں۔ اور اب چار پانچ سال قبل سہارنپور کی جامع مسجد میں جموات کے ہفتہ داری اجتماع میں پابندی سے شریک ہوتا تھا۔ نیز میں اپنے تمام احباب ظاہر و باطن کو ادھر متوجہ کرتا رہتا ہوں اور وہ لوگ جو مجھ سے بیعت ہوتے ہیں انھیں تو میں بتا کید تبلیغ میں شرکت کے لئے کہتا رہتا ہوں ادھر یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے حضرت کے یہاں برابر تبلیغ کا کام ہوتا رہا ممکن ہے کہ کبھی حضرت نے کسی مبلغ کے متعلق کچھ فرمایا ہو۔

نفس تبلیغ پر حضرت نے میرے علم کے مطابق کبھی نیکر نہیں فرمائی، اور جب آپ خود تحریر فرما رہے ہیں کہ ”دوسری طرف جو احقر نے اس دعوت تبلیغ کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی گزارنے کا واحد ذریعہ یہی تبلیغ ہے، اب اسکے بعد مزید استفسار کی کیا گنجائش رہی واقعہ یہ ہے کہ موجودہ آزمائشی حالات نے تبلیغ کی ضرورت کو ہمیشہ سے زائد ثابت کر دیا ہے۔ نیز اس کا نفع ظاہر و باہر ہے اللہ کے حکم سے رسولوں نے تبلیغ کی ان کے بعد برابر ان کے صحابہؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ، علماء اور

اولیاء و صوفیاء ہمیشہ تبلیغ کرتے رہے۔ مجھے امید ہے بلکہ یقین ہے کہ اب آپ کو اطمینان ہو جائے گا۔ اور کوئی خاش باقی نہیں رہے گی۔ تبلیغ نے تمام دنیا کے مسلمانوں میں بیداری پیدا کر دی ہے ایسی صورت میں اس کا تبادُل ضروری ہے مجھے حضرت شیخ الحدیث مظلہ سے معلوم ہوا کہ حضرت پھولپور کی قدس سرہ تبلیغ کے بڑے زبردست حامی تھے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب مظلہؒ تو انتہائی شہرہ و مد کے ساتھ تحریک تبلیغ کے حامی تو تھے ہی نیز دورہ کے اساتذہ حضرت مولانا امیر احمد صاحب، حضرت مفتی مظفر حسین صاحب اور دیگر مدرسین عملاً شرکت کرتے۔۔۔ رہتے ہیں علاوہ ازیں یہ ایک حقیقت ہے کہ دراصل تبلیغ کا سرچشمہ اور منبع مظاہر علوم بذاتِ خود ہے اس تحریکِ مؤسس و مؤید اور سرپرست سب ہی مظاہر علوم کے متوسلین میں سے ہیں۔ خود حضرت نھالوی رحمۃ اللہ علیہ مظاہر علوم کے سرپرست رہے۔ ہر شیخ ہر ماہ کافی روپیہ مبلغین کی دعوتِ طعام وغیرہ میں خرچ فرماتے ہیں

(حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، بقلم محمد اللہ)

تبلیغی جماعت دلچسپی کی وجوہات سے بے پناہ عشق تھا اور وہ حیاتِ سنت کا اس جماعت

کی محنت میں مشاہدہ فرماتے تھے چنانچہ مکتوب مذکور میں ہے کہ: "احقر نے اس دعوتِ تبلیغ کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی گزارنے کا واحد ذریعہ یہی تبلیغ ہے" (جسکی تائید حضرت نے فرمائی)

(۲) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کام کی طرف عنایت و توجہ جس کا اندازہ بکثرتِ خوابی بشارتوں سے ہوتا ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم

کا خواب میں دیکھنا حق اور حقیقتِ واقعہ ہے۔ جس کا علم بہت سی صحیح احادیث سے ہوتا ہے ظاہر ہے کہ محبوب کا رخ جسطرف ہوگا وہی عاشق زار کا قبلہ و کعبہ ہوتا ہے۔

(۳) اس جماعت کے مقبول عند اللہ ہونے کا دلائل و مشاہدات اور ثمرات و نتائج کے اعتبار سے یقین ہے۔

۴) اس تحریک و محنت کا منبع و سرچشمہ جامعہ مظاہر علوم بنا۔ اور جامعہ مظاہر علوم سے عشق و شہقتگی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے ساری دنیا سے بے نیاز ہو کر اسی پر اپنی تمام زندگی قربان کر دی۔

(۵) فتنہ ارتداد اور شذھی و سنگٹھن کی خطرناک تحریکوں کے مقابلہ میں آپ نے اس بات کا شدید احساس کیا کہ مسلمانوں میں ایسی محنت کی شدید ضرورت ہے جس سے ان کے ایمان و اعتقاد میں استحکام اور ان میں حسن عمل و اتباع سنت کا ذوق ہوتا کہ وہ کسی فتنہ کا شکار نہ ہو سکیں اور اس سلسلہ میں تبلیغی جماعت کی محنت نہایت موزون و مناسب ہے اس سے بہتر کوئی طریقہ کار سامنے نہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر آپ اس تبلیغ و دعوت کی محنت اور تبلیغی جماعت سے خاص تعلق اور وابہانہ دلچسپی اور انتہائی شغف رکھتے تھے۔

چنانچہ حضرت دالائے اپنی اس لگن اور تبلیغی جذبات کو اپنی منظومات اور شعری زبان میں بھی ظاہر فرمایا ہے۔

انھیں منظومات میں سے ایک منظوم عنوان بہ حق کے لئے ہے مثال جہاد اور زبردست مجاہدے، کے تحت ”اسعدی جذبات“ کے نام سے سابقہ ادراک میں گزرجکی ہے جس کا پہلا شعر

یہ ہے کہ
تبلیغ کے کاموں پر ہم خون بہا دیں گے
انسانہ ملت کو رنگین بنا دیں گے
اسی سلسلہ کے چند اشعار مزید ملاحظہ فرمائیے۔

ارشاد ہے کہ

اٹھ مسلم خواب پرہ بشکل ضیغم
 کر دے روشِ دہر کو درہم برہم
 پھر کوشش پیہم سے بدل دے دنیا
 پھر سچی مسل سے بدل دے عالم

ہو جاد کھڑے پھر پتے تبلیغ دیں
 حاصل کر د دنیا سے خراج تحیں
 اس قدر ہ مولیٰ میں کٹا دو گردن
 انسانہ ملت کو بنا دو رنگین

تبلیغ سے عالم میں اجالا کر دو
 اسلام کی رونق کو دو بالا کر دو
 بد زیب ہے یہ نظمِ عسروج دپتی
 دنیا کو بدل دو تہہ و بالا کر دو

معارف اس سے پوشیدہ، حقائق اس مخفی ہیں
 جو عالم میں فرا کے ملتِ بیضا نہیں ہوتا

نسیم احمد غازی مظاہری



وعظ و تقریر

حضرت والاؒ نے نو عمری ہی کے زمانہ سے وعظ و تقریر سلسلہ شروع فرما دیا تھا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو علوم و معقول کے ساتھ قوت گویائی کا کمال بھی عطا فرمایا تھا۔ وعظ بڑا موثر اور مفصل اور مدلل ہوتا تھا۔ جو احقاقی تردید باطل، دلائل و مسائل، حکم و عبر، واقعات و استدلال، محل اشعار و زکات پر مشتمل ہوتا تھا۔ وعظ و تقریر کا انداز اپنے مرشد و مربی مجدد الملت، حکیم الامت حضرت مولانا غلام احمد علیہ جیسا ہوتا تھا۔ جو حکیمانہ و حاکمانہ منقسم کے انداز کو جامع ہوتا تھا آپ کے وعظ اور تقاضیر عام و خواص یکساں مستفید و فیضیاب ہوتے تھے، طبیعت کی جذبات کی جولانی، طلاقت لسانی، مضامین کی لطیفیائی و حکیم کی فراوانی، جذبات ایمانی کیفیات عسقرانی، پنهانی اور زبان و بیان پیکر نورانی ایک بے مثال سماں نظر لاثانی پیدا کر دیتا تھا۔ جن حضرات کو حضرت حجۃ الاسلام وعظ و بیانات سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ آج تک لذت و حلاوت کا بیان کرتے۔ اور ان کی مجالس کو رکر کے اشکبار ہوتے ہیں۔

مذکرہ کامران رام پور کے مصنف جناب حافظ احمد علی ب شوق نے آپ کا تذکرہ حضرت علامہ مفتی بشارت اللہ علیہ کے ضمن میں کیا تو وعظ کا خاص طور پر ذکر کیا۔ اور وقت کتاب مذکور کی تالیف ہوئی ہے۔ اس وقت حضرت والاؒ نوجوان رشاب صالح اور شاب نشانی عبادۃ اللہ کے سچے مصداق تھے۔

علمائے مظاہر علوم اور انکی علمی اور تصنیفی خدمات، میں لکھا۔
 مجموعی طور پر برما میں آپ کا قیام تین سال
 رہا وہاں رہ کر آپ نے پورے تدبیر و تيقظ
 کے ساتھ جامعہ کی انتظامی ذمہ داریوں کو
 سنبھالے رکھا۔ وہاں آپ کی ذات سے بڑا
 علمی و دینی ماحول قائم ہوا۔ عقائد حقہ کی
 تبلیغ ہوئی۔ آپ کے وعظ و تقریر سے بہت
 سی دینی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا۔ سنت و عہد
 کی حقیقت اور ان میں باہمی فرق وہاں کے عوام پر
 آشکارا ہوا۔ عوام و خواص میں سلامتی طبع کی بنا
 پر آپ کی ذات سے گر ویدگی اور محبت بڑھی
 آپ کے اس زمانے کے رفقاء و مصاحبین نے
 آپ کی عظمت و عبقریت اور مروت و شرافت
 کا کھلے دل سے اعتراف کیا،، (ص ۳۹۸)

حاصل یہ ہے کہ آپ کے مواظبت و بیانات بڑے پراثر اور انقلاب
 بختے۔ آپ جو موضوع اٹھاتے اس کو دلائل و شواہد،
 واقعات کے ذریعہ سامعین کے دلوں میں اتار دیتے۔
 اپنے بیانات میں آپ باطل پرستوں کی بڑے خوبصورت
 میں تردید فرماتے اور اہل باطل میں سے بھی کسی کی تو
 تذلیل نہ فرماتے۔ نہایت ہی اچھوتے انداز میں حق و باطل
 ایسا امتیاز پیدا فرما دیتے کہ مخاطبین خود بخود حق کے
 ہو جاتے اور باطل سے ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہو جاتی۔
 آپ کی عادت تھی کہ احقاق حق و ابطال باطل میں
 نہ تاخیر اور پس و پیش فرماتے اور نہ کسی کی ملامت کا انا
 آپ کو تردد میں مبتلا کرتا۔

ہی کسی کی وجاہت و عظمت سے آپ مرعوب ہوتے تھے۔
منظاہر جلد دوم منظر پر ہے کہ !

”اس کے بعد مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب
نے مدرسہ کے حالات و کوائف پڑھ
کر سنائے اور اسی دوران میں مولانا
موصوف نے خان بہادر حافظ ہدایت حسین
کا پیوری کے مسودہ قانون وقف کے متعلق
جو انھوں نے کونسل میں پیش کیا تھا ایک
تقریر فرمائی۔

جس میں دلائل نقلیہ و عقلیہ سے یہ ثابت
فرمایا کہ یہ مسودہ اپنی موجودہ حالت میں
ناقابل اطمینان ہے اور تسلیم زد کر دیئے
جانے کے قابل ہے۔“

مولانا جامو مظاہر علوم میں حسب روایت معمول
علماء و مثلاً حضرت اقدس را پیوریؒ، حضرت مولانا
رحیم بخش صاحبؒ، حضرت مولانا شاہ محمد الیاس
ؒ، حضرت مولانا عاشق الہی صاحبؒ، حکیم الاسلام حضرت
قاری محمد طیب صاحبؒ اور حضرت مولانا سید اصغر
صاحبؒ وغیرہ موجود تھے۔

۲۳ مئی ۱۳۵۲ھ ۸ اپریل ۱۹۳۴ء کو جامع
مد سہارن پور میں منعقد ہوا تھا۔

جامعہ مظاہر علوم کے ترجمان

حقیقت حضرت والاؒ اپنے سنی فراغت سے بے کراں تہائی

معذوری تک جامعہ مظاہر علوم کی زبان اور اس کے ترجمان رہے ہیں۔

مناظروں کے میدانوں سے لے کر مسجدوں کے منبروں تک اجتماعات سے لے کر طلباء کی مجلسوں تک، مدرسہ کے معاملات سے لے کر بیرونی ملٹی اور قومی مسائل تک حجتہ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی زبان فیض ترجمان حقیقت رنم رواں دواں اور فیض رساں رہے ہیں۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہما کے خطبات ہدایت عوام و خواص کے سامنے آپ ہی فرماتے تھے۔

تقریبات اور تعزیتی نشستوں میں آپ ہی کے بیانات تھے، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور کے سالانہ جلسوں میں احوال و کوائف ہمیشہ آپ ہی سناتے اور گاہے گاہے جلسوں میں آپ کی تقریریں ہوتیں۔ متعدد بار حضرت والا کی مفصل و مدلل تقریروں پر جملہ اختتام ہوا۔

جامعہ مظاہر علوم کے سالانہ جلسے عام مدارس کے جلسوں کی طرح ہوتے تھے بلکہ ان میں وقت کے مشائخ و اکابر کو جمع کر جاتا تھا۔ مثلاً بڑے حضرت راپٹوری ان کے بعد ان کے جانشین حضرت مولانا عبدالقادر صاحب راپٹوری، حکیم الامت مولانا محققانوی، حضرت شیخ الاسلام، حضرت مولانا مفتی صاحب عثمانی، حضرت مولانا اصغر حسین صاحب محدث و حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب، حضرت اقدس محدثین صاحب نیکنوی وغیرہ وغیرہ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

تمام مذکورہ امور کی تفصیلات تاریخ مظاہر، اور علما مظاہر علم
ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہیں۔

بھی حضرت حجتہ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیت ہے کہ
پ نصف صدی سے زائد طویل عرصہ تک جامعہ مظاہر علوم
ایسے ترجمان، خطیب، نشان، مناظر، معبر اور واعظ و مقرر
ہے کہ اس خصوصیت میں کوئی ان کا شریک و ہمیم نہ
ہو۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

واعظ جامع مسجد سہارنپور کی حیثیت

جامع مسجد کلاں سہارن پور کے آغازِ بنیاد ہی سے یہ دستور
اچھے کہ وہاں ایک اچھے اور صاحب نسبت ۔۔ عالم
واعظ جمعہ کے دن ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے آج بھی
اس کا سلسلہ جاری ہے۔

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی (جو جامعہ مظاہر علوم
کا اکابر اساتذہ میں سے تھے اور بہت عمدہ واعظ
مقرر تھے) ایک عرصہ تک جامع مسجد میں واعظ فرماتے
ہے۔ لیکن جب تحریک مودودیت کا خوبصورت فتنہ اٹھا
اور اس ظاہری زہر آلود جن سے فوری طور پر بہت سے
علماء بھی متاثر ہو گئے۔ گو بعد میں تمام معبر علماء
اس تائب اور علیحدہ ہوئے اور انہوں نے اپنی اپنی غلطی
اعترا ف اور توبہ اور برأت کا اعلان کر دیا۔

موسس ہے کہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی بھی
اس پر خطر تحریک میں ملوث ہو گئے تھے جسکی وجہ سے ان کو

ماہ رمضان ۱۳۷۰ھ میں مادر علمی جامعہ مظاہر علوم
 کی خدمات سے سبکدوش ہونا پڑا۔ اور ماہ ذوقعد
 ۱۳۷۰ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
 بہر حال حضرت قدوسی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اراکین منتظم
 جامع مسجد کلاں سہارن پور نے حجتہ الاسلام حضرت
 مولانا الشاہ محمد اسد اللہ صاحب سے درخواست کی
 کہ حضرت والا براہ کرم ہفتہ وار بعد نماز جمعہ
 عوام کو اپنے مواعظ حسنہ سے مستفیض فرمایا کریں۔ حضرت
 والا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی اس درخواست کو شرف قبولیت
 سے نوازا۔ اور بیس سال سے زائد طویل عرصہ تک حضرت
 والا جمعہ میں بھی اپنے بیانات و مواعظ سے شہر سہارن پور
 اور گرد و نواح کے مسلمانوں کو فیضیاب فرماتے رہے۔
 حضرت والا اپنی عادت کے مطابق اس معمول کی بھی انتہائی
 معذوری کے دور تک پوری پابندی فرماتے رہے۔ حضرت
 والا اپنی قیام گاہ دکنہ دارالطلبہ قدیم سے جمعہ کی تیاری فرما
 اول وقت جامع مسجد پیدل تشریف لے جاتے اور امام کے
 مصلے کے پیچھے سن و نوافل اور صلوٰۃ التبیح وغیرہ میں مصروف ہوا
 نماز جمعہ کے بعد منبر پر تشریف فرما ہو کر وعظ فرماتے اخیر عمر میں
 لاؤڈ سپیکر کا انتظام بھی کیا جاتا۔ وعظ سے فارغ ہو کر آپ پیدل
 ہی واپس تشریف لاتے البتہ معذوری اور ضعف کے زمانے میں
 رکشہ پر آمد و رفت ہونے لگی تھی۔ پیدل آمد و رفت میں خاصا
 مصلحت غیر مسلموں سے ملاقات اور ان کو کوئی نہ کوئی نصیحت اور
 کلمہ خیر فرما دینا تھی علاوہ ازیں ان لوگوں کی موافقت بھی ملحوظ
 ہوتی جو طلبہ یا مزیدین و متعلقین اور معتقدین آپ کے ہمراہ ہوتے۔

یہ ہمارا مشاہدہ ہے۔ کہ آپ جب بازار سے گذرتے تو ہندو
 احباب اپنی اپنی دوکانوں سے اُتر اُتر کر آگے بڑھتے، ہاتھ
 بٹ کر کھڑے ہو جاتے اور آپ کو سلام کرتے تھے آپ بھی بڑے
 ناک سے ملتے اور مزاج پُرسا فرماتے تھے۔ غیر مسلموں کی
 وید کی کا وہ منظر بڑا ہی قابل دید ہوتا تھا۔ حضرت والاؒ
 کی کلمہ خیر اور دعویٰ انداز کی بات اور دعائے خیر فرماتے ہوئے
 رجاتے اور سب سے نہایت خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔
 میں سے بہت سے وہ ہندو صاحبان بھی ہوتے تھے جنہوں نے حضرت
 کو اپنے ہندوؤں کے مقابلے میں مناظرہ و مباحثہ کے میدانوں میں
 بٹھا تھا۔ اور حضرت والاؒ کے عمدہ بیانات، ٹھوس دلائل، مخاطب کے
 شرام اور بلند اخلاق سے وہ لوگ متاثر و گرویدہ بن گئے تھے۔
 ان کی نہایت محبت و عقیدت اور عظمت سے حضرت والاؒ کیند
 آمد و رفت رہتی تھی۔

حضرت والارحمة اللہ علیہ کی ان ملاقاتوں سے غیر مسلموں کو کافی فائدہ پہنچا
 اسلام کی تعلیمات، اسلامی معاملات۔ محمدی اخلاق اور بہت سی
 معلومات سے واقف ہو گئے تھے۔ شہر سہارنپور کے بہت سے
 ہندو حضرات آج بھی حضرت والاؒ کو اسی گرویدگی و محبت کے ساقہ
 کرتے ہیں اور کئی حضرات تو آپ کے صاحبزادہ محترم حضرت مولانا
 اللہ صاحب سے ملتے رہتے اور پرانی یادوں کو نازہ کرتے رہتے
 اللہ تعالیٰ ہم کو اور ان سب کو ہدایت اور خیر کی توفیق نیز اپنی
 امان و خوشنودی سے مالا مال فرمائے۔ آمین

حضرت حجتہ الاسلام حجتہ اللہ
 علیہ ہر مقام پر صف اول
 رہے اور مدد ریش ہوئے ہیں آپ صدر الشریعہ رہے

مشاعروں کی صدارت کی، امام طریقت بنے تصوف و سلوک میں مرجع خلافت
رہے۔ صدرالعلماء اور رئیس المناظرین ہوئے۔ نماز میں صف اول کا
فرمایا اور حق تعالیٰ نے آپ کو شعر و سخن، علم و فن وغیرہ تمام لائقوں
صف اول سے سرفراز فرمایا۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم کتاب العلم میں علم
کی چار صفیں قائم کی ہیں، صف اول کے وہ علماء ہیں کہ جن کو حق تعالیٰ
نے بیان و بنان دونوں قسم کی دولتوں سے سرفراز فرمایا
یعنی وہ علوم بنویہ سے زبان و قلم کے ذریعہ تقریر اور تحریک
دونوں طرح امت کو فیضیاب کرتے ہیں۔

دوسری صف ان علماء کی ہے جو صرف بیان پر قدرت
رکھتے ہیں اور تصنیف و تالیف نہیں کر سکتے۔

تیسری صف ان علماء کی جن کو بیان و زبان کی قدرت
نہیں ہاں قلم کی طاقت ان کو عطا ہوئی ہے اور وہ علوم کو تفسیر
و تالیف کے ذریعہ پہنچاتے ہیں۔ چوتھی صف ان علماء کی ہے

جن کو نہ بیان کی قدرت عطا ہوئی ہے نہ قلم کی۔ یعنی نہ وہ
پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ تحریر پر۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا
ہیں کہ علماء کی چوتھی صف غیر مفید ہے ان کے لئے زمین کے نیچے

حصہ اوپر کے حصہ سے بہتر ہے یعنی ان کا مرجع ان کی زندگی سے بہتر
اس وضاحت کے بعد سمجھئے کہ حق تعالیٰ نے حضرت حجۃ الاسلام
رحمۃ اللہ علیہ کو علماء میں بھی صف اول میں ممتاز مقام عطا

فرمایا تھا وہ تقریر و بیان پر بھی ایسی قدرت و مہارت رکھتے تھے
جو ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی اور وہ قلم و تحریر کے بھی عمدہ شہسوار
لگانہ روزگار تھے آپ ایک طرف بہترین مقرر، داعظ اور مناظر تھے تو دوسری

طرف بہترین مہزون نگار صاحب تصانیف کثیرہ بھی تھے۔ آپ نظم و نثر دونوں بے تکلف
اور لکھتے تھے۔ آپ امت کو ہر ممکن طریق سے فیضیاب فرمایا بلا مبالغہ آپ کو جس لائق
دیکھا گیا حق تعالیٰ نے آپ کو مقام امامت و صدارت سے نوازا تھا۔

مختلف تحریکات

افصل

حضرت والا کی خدمات

مؤتم، دعوت و تبلیغ، وعظ و تذکیر، تصنیف و تالیف، تربیت
صلاح خلق اور احقاقِ حق و تردید باطل کے علاوہ حضرت والا
کابر کی روایات اور جامعہ نظامِ علوم کے طریقہ کار کے موافق مختلف
نسلی تحریکات میں بھی اہم خدمات انجام دی ہیں۔ ہر موڑ پر
جامعہ نظامِ علوم اور اس کے اکابر کی روایات اور موقف کے
چارے اور اپنی زبان و قلم سے ہمیشہ اسی موقف کی تائید و توثیق
سایت کی ہے۔ ہر وہ تحریک جس میں قومی و ملی مفاد ہوتا دیگر اساطین
پر علوم کے ساتھ آپ اس کی پُر زور حمایت و تائید فرماتے وہ
خواہ کسی بھی جماعت، انجمن، اور ادارہ کی طرف سے ہوتی یا کسی
سیاسی و غیر سیاسی پلیٹ فارم سے ہوتی۔ اس سلسلہ میں
کا ذہن نہایت وسیع تھا۔ اسی طرح جو تحریک قوم و ملت
مفاد میں نہ ہوتی بلکہ اسلام اور ملت اسلامیہ کے لئے مفاد اور
ان وہ ہوتی اسکی آپ بلا تردد و پس و پیش تائید فرماتے تھے۔

منظور ہر علوم کا مقصد اور دستور
یہ معلوم ہے کہ جامعہ
منظور ہر علوم کا اصل
مقصد علوم بنویہ کی

نہج و اشاعت، سنت و حقیقت کی تقویت و حفاظت، اور حق کی

بقار و حمایت ہے۔ اسلئے جہاں وہ درس و تدریس، تفسیر، تالیف، اور سلوک و احسان وغیرہ مثبت ذرائع پر نہایت مستحکم و محنتیں کرتا رہا ہے۔ اسی طرح ایسی تمام تحریکوں کی تائید و حمایت کو فرض سمجھتا ہے جو ان مذکورہ مقاصد کیلئے مفید ثابت ہوں اور جد باطل تحریکوں کا نہایت تدبیر و دراندیشی سے مقابلہ کرتا۔ ملت اسلامیہ کے لئے دینی، مذہبی، اعتقادی یا دنیوی اعتبار سے اور نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہوں۔ اکابر منظرِ علم کا یہ طرہٴ عمل رہا ہے کہ انہوں نے حق کے مقابلہ میں شخصی تقصیر، ذاتی مفاد اور شخصہ وغیرہ کسی بھی چیز کی پرواہ نہیں کی۔ جس بات کو حق اور مسلمان مفید پایا یا غلط اور مضر سمجھا بلا جھجک واضح الفاظ میں اس کا اعادہ فرمایا۔ بلکہ حق کی پوری قوت سے حمایت کی اور باطل کا پوری طاقت مقابلہ کیا۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء**

قادیانیت، چکرالویت، بہائیت، پرویزیت جیسی باطل تحریکوں کو آریٹ، رضا خانیت جیسے بڑھتے ہوئے خطرناک فتنوں کو جس طرح حضرات نے سپا اور ملیا میٹ کیا ہے تاریخ و ان طبقہ پر پوشیدہ **سیاسی معاملہ اور راجا جاموہ کا طرز عمل** جاموہ منظرِ علم کے اکابر کا یہ رہا ہے کہ وہ سیاسی

سے ہمیشہ الگ تھلگ اور دور رہے، میں اور کھلم کھلا سیاست میں گھسے جاموہ منظرِ علم کیلئے نظر اپنے بنیاد و مقاصد کے خلاف سمجھتے رہے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء کے مطبوعہ ایک کتابچہ میں مدرس کے اصل مقاصد بیان کرتے ہوئے صراحتاً تحریر کیا گیا ہے کہ :

”یہ امر سب کو معلوم ہے کہ اس مدرس میں کسی وقت میں تعلیمی مشاغل کے علاوہ غیر متعلق مباحث سے کام نہیں لیا گیا اور خصوصاً پولیٹیکل، معاملات اور واقعات سے ہمیشہ اعراض ہی نہیں کیا گیا بلکہ محض بے تعلقی رکھی گئی کیونکہ دونوں باتیں ہمارے اصل مقصد کے بالکل خلاف تھیں،“

سیاسی ہستیوں، اور کرسی نشین لیڈروں کی دعوت، خوشام کرنے کے لئے قصائد اور رسپانس نامے پڑھنے کی ان حضرات کو کبھی نوبت نہ ملے۔ بلکہ بعض وزیروں اور ملک کے ذمہ دار لیگوں نے اگر جاموہ مظاہر علوم کا شوق ظاہر کیا تو جاموہ مظاہر علوم کے ذمہ داروں نے بڑے خوبصورت جواب دیے۔ ان سے معذرت چاہ لی مثلاً یہ لکھوا دیا گیا یا کھلوادیا گیا کہ ہم اس میں اور فقرار نہ آداب شاہی سے واقف اور نہ امور سلطنت، و ملت سے آشنا اس لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ مثلاً بنجر دما سلامت بنال نے اسی بھگوانی و گوشہ نشینی کو اپنے شعر میں اس طرح بیان فرمایا ہے: ہے قائم تو فقیر! درویشی ہے سلطانی: فقط احساس کی پستی سے لٹتا ہے وقار دنیا باوجود اگر کوئی سیاسی ہستی اور دنیوی شخصیت اکابر سے عقیدت و بنیاد پر، ملاقات، زیارت کے شوق میں بغداد امیر علی بابا الفقیہ پر آہی گئی تو اکابر نے ان کی عظمت و دجاہت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اخلاق کا ثبوت پیش کیا اور ان کی شایان شان اکرام و اعزاز فرمایا۔ جاموہ مظاہر علوم کے اس طرز عمل کی عمدگی کا احساس اب ہوتا ہے جبکہ اعلیٰ آنکھوں ایسے اداروں کی تباہی و بربادی کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ان "اہل سیاست" کی بے تحاشا آمد و شد کا سلسلہ ہو گیا ہے۔ باوجود کہ یہ حضرات اہل دنیا کی نگاہ میں بالکل غیر سیاسی، بورجوازی اور ملکی معاملات سے بے تعلق و بے خبر رہے ہیں۔ لیکن جب بھی خالص شرعی، اور اخلاقی بنیادوں پر مشتمل مسائل کو سیاسی رنگ دیکر سامنے اس انداز میں پیش کیا گیا کہ ان سے شرعی اقدار کو خطرات پہنچ سکتے تھے۔ یا کسی دینی و شرعی مسئلہ کو مسخ کرنے کا کوشش کی گئی۔ اسلامی شعار کو مٹانے کیلئے کوئی سازش تیار کی گئی تو ایسے مواقع پر یہ ہیں اور قلندر صفت ہستیاں گوشہ گمنامی میں خاموش نہیں بیٹھیں۔ وقت انہوں نے مسلم سیاست دانوں کی رہبری کی ان کو سو جھاؤ دیا۔ قنبک میدان میں اتر آئے۔

یہ جلد اربابِ مظاہرِ علوم کا طرزِ عمل رہا ہے۔ جن کے ترجمان، ممبرِ دکنوینر اپنی زبان و قلم سے نصف صدی سے زائد مدت تک قیادت و امامتِ حجتہ الاسلام حضرت مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رہا یہاں ان تحریکات اور اکابرِ مظاہرِ علوم و حضرت حجتہ الاسلام کی خدمت تفصیلات کو بیان کرنا دشوار بھی ہے اور ان کی تفصیلات کا یہ متن بھی نہیں ان امور کے چند نمونے "تاریخِ مظاہر"، اور یہ علمائے مظاہر سہارنپور اور انکی علمی و تصنیفی خدایات، میں دیکھ جاسکتے ہیں۔ البتہ اس سلسلہ کے چند اشارات اور مذکورہ دونوں کتابوں کے چند اہم ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

تحریکِ خلافت اور مسئلہ قریانی

تحریکِ خلافت کے زمانہ میں برادرانِ وطن کے ساتھ اتحاد کی تجاویز پاس ہوئیں اور اسکی اہمیت و افادیت کے چرچے ہوئے تو وقت کے ترک کی تحریک بھی اٹھی اور متعدد علماء اور سیاسی رہنماؤں نے نایند بھی کر دی اسوقت علمائے مظاہرِ علوم نے ترکِ ذبیحہ کی سخت مخالفت کی اور حضرت اقدس مولانا غیل احمد صاحب ناظمِ علمی جامعہ مظاہرہ ترکِ ذبیحہ کی حرمت کا فتویٰ دیا اور دلائل سے یہ بات ثابت فرمائی اس اسلامی شعائر کو نقصان پہنچنے کا اور کفر کی ترغیب ہوگی۔ اور فتویٰ کی وجہ سے علمائے مظاہرِ علوم کو بہت مطعون کیا گیا اور اس کی ان پر بوجھار ہوئی اور توہینِ آمیز خطابات دیئے گئے مگر ان حضرات نے ان سبب چیزوں کی کوئی پروا نہ نہیں کی اور اپنی عادت کے مطابق پروا نہ دی۔ حضرت سہارنپوریؒ کے فتویٰ کی آخری سطور یہ ہیں "ہر مسلمان کو ایسی درخواست پر دستخط کرنا اور انصارِ دگاو کشی کے امر میں اعانتِ سخت حرامِ قریب کفر ہے مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس سے نہایت پرہیز کریں جن لوگوں نے ناواقفیت سے یا طبعِ نفسانی سے دستخط کر دیئے ہیں وہ تو اپنے اپنے دستخطوں سے ایک اعلانِ شائع کریں کہ ہم سے خطا ہوئی ہم

بہ نہیں فقط (تذکرۃ الخلیل عکسی ص ۲۹)

فقہی نے لوگوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور بہت سے لوگوں نے اپنی رائے
جوع کیا۔ حضرت اقدس سہارنپوری نے علمائے دارالعلوم دیوبند کو ایک تفصیلی
بھی تحریر فرمایا تھا جس میں یہ بھی تھا کہ:

میں نے نزدیک سب سے اول مسلمانوں کیلئے ہر حالت میں شریعت کا اعتقاد اور عملی
م ہے۔ محض زبانی احترام کافی نہیں مسلمانوں کی دنیوی ترقی و فلاح کا ذریعہ
نکاح و اتباع شریعت ہی ہو سکتا ہے جب تک اس اتباع کی روح مسلمانوں
بالا اتفاق پورے طور پر موجود نہیں ہوگی اس وقت تک مسلمان دنیوی مقاصد
ام سے بھی نجات نہیں پاسکتے۔ اگر دنیوی مصائب دور کرنے کے
اتباع شریعت سے غافل ہو کر عقل انسانی پر اعتماد کیا گیا تو یقیناً
انوں کے لئے ناکامیاں اور غیر متوقع مشکلات و تکالیف رونما ہوں گی۔
ت حاضرہ میں مسلمانوں کے لئے عبرت و استغفار کی بھی ضرورت ہے اور
سکی بھی سخت ضرورت ہے کہ آپس کی فضول مزاحمت و منافرت بالکل ترک
کئے کہ ارشاد ہے وَلَا تَنَازَعُوا فَعَشَا صَرُّكُمْ اِلٰی الضَّلٰلَةِ سَاہٍ
یہودی کے لئے جدوجہد کرنا نہایت مبارک ہے اور کامیابی انشاء اللہ
بہر کاب رہے گی۔

بت خلافت اور حفاظت مقامات مقدسہ تو ایک بڑے مرتبہ کی چیز ہے
میں نزدیک دارالاسلام کی ایک اینچ زمین پر بھی کفار کا قبضہ یا اقتدار ہو
مسلمانوں کے اوپر شرعاً غریباً بتدریج واجب ہو جاتا ہے کہ بقدر
تطاعت اسکی حفاظت کریں اور اگر اسکی حفاظت و حمایت میں باوجود
تطاعت کوتاہی کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہ
یہاں مواخذہ دار ہوں گے۔

میں کے ساتھ موالات خواہ وہ نصاریٰ ہوں یا مشرک قطعاً حرام ہے اس میں
مسلمان کو چون و چرا کی گنجائش نہیں اور ترک تعلقات خواہ وہ بطریق قرب
جیسے زکاح اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ یا بطور لین دین کے ہوں

یا بطور ملازمت کے یا کسی دوسری طرح سے ہوں اگر وہ شرعاً ناجائز
تھا تو ان کا ترک واجب ہے ہی اور اگر وہ فی نفسہ جائز ہی ہوں تو
بھی مسلمانوں کے لئے ہر مذہب اور ہر زمانے میں عموماً اور بلاد اسلامی اور
مفسد کے خطرہ کی حالت میں خصوصاً ان سبک ترک مفید اور مستحسن سم
ہوں بالخصوص جب کہ مسلمانوں کے حقوق کے خلاف دشمنان اس
کی تقویت یا ایسی ترائیر میں معاونت کا باعث ہوں جن سے مذہب و
اسلام کو کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو بشرطیکہ حدود استطاعت
سے خارج نہ ہو۔

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا
میرے نزدیک اِنَّمَا يُنْفِقُ كَمَا شَاءَ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ نَاقَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ
اٰخِرُ جُودُكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُ وَاَعْلَى اٰخِرُ اَجَلِكُمْ كَامِصَاتُ نَفَقَةٍ
ہی نہیں بلکہ مشرکین ہنود بھی ہیں۔

چند روز ہی گزرے ہیں کہ جو واقعات و طر اش ضلع اعظم گڑھ اور
صوبہ بہار اور کٹار پور میں ایک فرض مذہبی قربانی کے روکنے کے متعلق
ہنود کی طرف سے مسلمانوں پر اور ان کی عورتوں اور بچوں پر ہو چکا
ہے۔ وہ کسی سچے مسلمان کے دل سے فراموش نہیں ہو سکتے اور
بھی اہل ہنود کھلم کھلا اس کوشش میں منہمک ہو رہے ہیں کہ ہر جہ
گوار کشتی صلحا یا جبراً بند کرادی جائے چنانچہ اخبار پڑھنے والے اصحاب
واقف ہیں کہ بہت جگہ بند ہو چکی۔

لیکن اگر ہنود آئندہ اس مسئلہ قربانی میں رہو اسلامی شعار ہے) مزاحمت
کردیں اور مذہبی معاملات کو بجائے خود اس سے علیحدہ رکھ کر صرف دنیا و
اور معاشرتی تعلقات میں مسلمانوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق کریں تو ایسی حالت
ہنود کے ساتھ ہمپائندی حدود شرع دنیوی امور میں مصلحت و اتفاق مناسبت
تعمیر کرنا ہوں۔ بشرطیکہ مسلمانوں کے ادنیٰ سے ادنیٰ مذہبی امر پر اب یا آئندہ
کسی قسم کا اثر قلعان نہ ہو۔

وقت جو مسلمان ترکِ قسۃ بانی گناہ کے معاملہ میں معاشرت
رہے ہیں اور اس کے ترک پر عام مسلمانوں کو براہِ نیکی نہ کر رہے
وہ لوگ قطعاً حدودِ شرع سے آگے بڑھ گئے ان پر
ب ہے کہ حدودِ شرع سے ذرا بھی قدم نہ بڑھا دیں۔

لَا يَتَّخِذُ حَتَّىٰ وَدَّ اللّٰہِ فَعَدَّ ظَلَمَ نَفْسَهُ

ہمیشہ اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس مصالحت و اتفاق
خدا نخواستہ آگے چل کر ایسے نتائج مرتب نہ ہوں جو
انوں کے لئے دینی یا دنیوی مصرت کا باعث ہوں۔

مذاہب اگر اصول سیاست سے بھی یہ اتفاق مستحسن ہو
بظہرِ پائیدار معلوم ہوتا ہو تو میرے خیال میں اس پر عمل
ت مناسب ہے مگر شرائط اتفاق بحال حزم و احتیاط
ابن اکابر فریقین ملے ہوئے چاہئیں۔ اور ایسے تصفیہ
حد کہ جس میں ذرا بھی شرعی نقطہ نظر سے نقص نہ رہے
اں پر پوری طرح عمل کیا جائے۔

فریقین کو شکایت پیدا نہ ہو۔ انفس سے کہ ایسی
بر داد کی طرف میں توجہ کم دیکھتا ہوں جو شرعی شکوک
نہل کر دے اور سیاسی خطرات کے لئے بھی سببِ باب کا باعث
اب تک مسلمانوں کو عام طور پر معلوم نہیں کہ اتفاق کن شرائط
مردود کے اندر کیا گیا اور اسی وجہ سے غلط فہمیاں کثرت
پیدا ہو رہی ہیں۔

تقسیم جس کا بیٹھا میرے اکابر نے اٹھایا اور جس میں تمام

رجو اللہ کی حدود سے آگے بڑھے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا ۱۲

کنیہ احمد غازی مظاہر

عمر منہمک رہے ہیں اس کو نہایت ضروری اور مہتمم بالشان ہوں اور ہر اس تحریک کا سختی سے مخالف ہوں جو اس میں نقصان پہنچانے والی ہو۔

میں نے سنا ہے کہ بعض علماء اسلام جو جس کے یہ فرماتے ہیں کہ مدارس دینیہ بند کرو اور سب سب خلافت کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ میرے نزدیک یہ نہایت غلط راستہ ہے۔

دونوں امر فرض کفایہ ہیں علماء اور ہادیان ملت دونوں کی طرف توجہ فرمانا اور دونوں کو یکساں ضروری خیال کرتا ہوں۔ اور نیز ہر ایسے امر کو جو اس میں تفریق و اختلاف کا باعث ہو۔

یا حدود و شرع سے متجاوز ہو مثلاً کسی جنرل کی ان پر یا محض گمان مخالفت پر کسی زندہ یا مردہ مسلمان تذلیل و توہین یا تقلید یورپ میں ایسے اصولوں عمل جو اسلام کی تعلیم کے مطابق نہیں ان سے نہایت مکروہ اور غیر مستحسن خیال کرتا ہوں۔

مکرر عرض کرتا ہوں کہ اگر پابندی اسلام نظر کر کے دنیاوی بہبودی کی تدبیریں کی گئیں تو قوم کو اور ترقی ہوگی۔ اور مسلمانوں کے لئے بدترین مصروفیت اور غیبہ متوقع آلام پیدا ہوں گے۔

ہمارے لئے صحیح راستہ وہی ہے جسکی مذہب ہمارے رب ذوالجلال والا کرام ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق فرمائے۔ اسلام کا ادنیٰ خادم اور مسلمانوں کا دعا گو

خلیل احمد انبھٹوی مقیم سہارنپور

عہ اس مکتوب گرامی کے ایک ایک جلد کو پڑھئے حقائق کا کھلی آنکھوں سے دیکھئے اور ملت ہند یہ کی قسمت پر آشوب نہائیے ۱۲

ب گرامی اپنے اندر بہت سی حقیقتیں اور بھرتیں اور مسلمانوں کیلئے
 میں ایک رہنما کی حیثیت رکھتا ہے نیز علمائے مظاہر علوم کے
 مل کا عمدہ ترجمان اور ان کے نظریات کا بھرتی بن آئینہ دار بھی ہے
 حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا اس وقت دورِ شباب تھا اور وہ
 ستادِ محترم حضرت اقدس مولانا غلیل احمد صاحب کے نظریات
 میں ساتھ ساتھ تھے۔ بلکہ حضرت سہارنپوری موصوفہ کے
 نام اور مجرد سقیر آپ ہی تھے۔ چنانچہ ۵ رجب ۱۳۳۹ھ م ۵ اربع
 کو محلہ جوہر و شان سہارنپور میں ایک جلسہ خلافت منعقد
 کیا گیا جس میں حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ تھے اس جلسہ
 میں حضرت سہارنپوری کے ارشاد سے حضرت موصوفہ کی جانب سے خطبہ
 پڑھا حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ہی نے پیش فرمایا تھا۔ یہ خطبہ
 تمام علمائے مظاہر علوم، جلد اول میں موجود ہے۔ اختصار کے پیش
 اس کو یہاں ترک کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ عام طور پر حضرت سہارنپوری
 ملت آپ ہی پڑھتے اور ان کی جانب سے اکثر ترجمانی آپ ہی
 کرتے تھے۔

آزادی کی آواز تحریک آزادی کے دور میں برادرانِ وطن سے
 اتحاد اور یکجہانگت کی بنیاد پر بہت سی چیزیں
 برسرِ مسلمانوں سے ایسی سرزد ہوئیں جو اسلامی تعلیمات اور شرعی
 خلاف تھیں مصلحتاً حضرات کے اخلاص اور مسلمانوں سے ان کی ہمدردی
 کے باوجود اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ان کے سامنے
 ہستان کی آزادی، برطانوی تسلط سے غلبہ خلافت اور تہذیب و اسلام
 اہمیت نہ تو خوب تھی لیکن وہ اس جذبہ آزادی میں احکامِ شریعہ کی
 بچوں کے روادار نہ تھے بلکہ بسا اوقات ان حضرات کے اقوال و افعال
 اہل کرنا اور ان کے جواز کو تلاش کرنا ممکن نہ ہوتا تھا۔ ان حالات
 نے نظر ہزوری ہوا کہ نبوی طور پر علماء مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت کی

طرف متوجہ ہوں۔ اس مقصد کے تحت حضرات علمائے دارالعلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور نے اجتماعی طور پر جمعیت علمائے ہند اور اس کے حضرات کو توجہ دلائی کہ وہ اپنے مقاصد کے جہد و عمل میں احکام ربانی کو اہمیت دیں اور اصول دین کو فراموش نہ کریں اور موجودہ حالات میں انکی شہرہ کو صاف صاف بتائیں۔ ان دونوں اداروں کے علماء حضرات نے جو ”توجہ دلاؤ“ مضمون اکابر جمعیت علماء ہند کے میں پیش کیا وہ ہم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے مجموعہ فتاویٰ و فتاویٰ مظہریہ کے حوالہ سے یہاں پیش کرتے ہیں۔

(مختصر ازلہ علمائے مظاہر علوم) اس مضمون پر دیگر علمائے دیوبند و سہارنپور کے ساتھ حجت الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ کے دستخط بھی تھے۔ اس مضمون کی نقل حسب ذیل ہے۔

قابل توجہ جمعیت علمائے ہند دہلی

جمعیت علماء ہند کے قیام کی اصلی غرض و غایت مسلمانوں کو مقاصد عامہ اور امور سیاسیہ میں مذہبی رہنمائی کرنا اور حوادث و نوازل میں احکام ربانی بتلانا اور مسلمانوں کو اس راہ پر چلنے کی تلقین کرنا ہے اور اس میں شک و شبہ نہ ہو کہ یہ مقصد بہت ہی اعلیٰ و ارفع ہے ایسا ہونے سے فریب و ممانعت ملک و قوم کو بڑی صلاح ہو سکتی ہے۔ لیکن ملک اور مسلمانوں کی حالت اور رفتار کو دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ بہترین مقاصد کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جا رہا ہے وہ شرعاً یقینی طور پر مذہب و مروت اور حال و اعتقاد و عمل مسلمانوں کے لئے مضر اور کو سخت نقصان پہنچانے والا ہے جو واقعات اور حالات ملک میں پیش آرہے ہیں ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اول۔ اس سال بہت جلد خلافت کیمٹیوں کے گامے کی قربانی کو شہرہ دوم بعض مواقع میں قربانی کی گامے لیکر اور اسے خوب بجا کر رہنما کاران خلافت

ن کی گٹو شالہ میں داخل کی

بعض افلا ع میں بہت سے مسلمانوں نے اسلئے قربانی نہیں کی کہ گائے کی سے تو خلافت کمیٹی نے نہایت شدت سے روک دیا اور بکرے وغیرہ اسکی قربانی کی ان میں استطاعت نہ تھی۔

بعض جگہ خلافت وغیرہ کے جلوس کے موقع پر مسلمانوں نے بلکہ نے تذک رکائے یا غیر مسلموں کی اذیتوں کے ساتھ گئے ان کو کندھا جنہ نے رام رام ست ،، بھی کہا اور غضب یہ ہے کہ بعض حامیاں نے مطبوعہ رسالوں میں اسکے جواز پر بھی زور دیا۔

ان تحریکات کے بعض مقتدر علم برداروں نے تقریر کرتے ہوئے مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ اس نازک وقت میں امام مہدی تشریف لائے اور دھیمہ حتی پہنچائیں گے اب یہاں ان کی جگہ امام گاندھی لائے ہیں۔ حال ہی میں ایک تحریک کے اندر لکھا گیا ہے کہ ان کے اپنے لاکھوں فضل و کرم سے ہم مسلمانوں کو ایک اعلیٰ روحانی رہنما گاندھی عطا فرمایا ہے ایک اور تقریر میں کہا گیا ہے کہ ختم نہ ہوتی تو رہا تا گاندھی بنی ہوتے۔

غیر مسلموں نے جن کو ہم اپنا حلیف کہتے ہیں محض کثرت تعداد سے فائدہ غنوں میں ذبحہ گائے یا بکری بند کر دیا۔

بعض جگہ رام لیلہ کے موقع پر ہندوؤں کے اوتاروں کے ساتھ آجہ کی تصاویر نکالی گئیں اور اس پر ان لوگوں نے کوئی ناپسندیدہ نہیں کیا۔

جا اور بھی جنریات میں جو اس وقت پوری مستحضر نہیں۔ ممکن ہے کہ مذکورہ میں کوئی واقعہ غلط ہو یا اس طرح نہ ہو جیسا کہ دیکھا گیا ہے۔

وہ نام حذف کر دیئے گئے اصل تحریر میں موجود ہیں ان

لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ اس میں یہ اکثر صحیح ہیں اور ممکن
قریب یقینی کے ہے کہ آئندہ ایسے واقعات کا ظہور اور بھی
خط نہ ناک صورت میں ہو۔

اگرچہ اساس اتحاد و اخلاط کے لئے سیاسی حیثیت اور
وہ شریعی لحاظ سے بھی بہ طریقہ مضمر اور نا پائیدار
ہوتا ہے اور احتمال مقصد کے کم ہو جانے کا ہوتا ہے۔
مگر ہم اس وقت اس حیثیت سے ان حالات کو محض
میں لانا نہیں چاہتے ہیں۔ ہماری غرض صرف شرعی ج
سے ہے اور ہم یقیناً جانتے ہیں کہ علماء نو و درکنار کوئی غائی
بھی ان کفریات پر چشم پوشی و اغماض کو جائز نہ سمجھے
غیر قطعی الحصول نتیجہ کے لئے قطعی احکام شرع سے اعراض
حال بھی گوارا نہ کیا جائے گا۔

اس لئے ہماری گزارش ہے کہ جمعیت کو خلافت اور ترک
وغیرہ کی تبلیغ کے ساتھ ہی ساتھ ان مسائل اور حالات
طریقہ عمل پر بھی مسائل شرعیہ اور احکام شرعیہ
صاف بیان کر کے مسلمانوں کو افراط و تفریط سے بچانا
اور پوری قوت و جدوجہد کے ساتھ شرعی حکم بتا کر
راستہ قائم کر دینا چاہیے اور ہر مسئلہ میں حدود
بتلانا چاہیے۔ یہ گزارش اجلاس جمعیت علماء میں صرف اس
بشور کی جاتی ہے کہ حضرات علماء غور سے بعد اپنا متفقہ
شرح دیا ہیں۔

اس کے بعد اکابر دارالعلوم و مظاہر علوم کے دستخط ہیں

ماہ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

(۱) علامہ مظاہر علوم، بحوالہ فتاویٰ مظہریہ

عن یہ پیشینگوئی حق ثابت ہوئی اور بنی واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا مدت ہندوستان کاغذ
اور کوئی غلط نہ ہو سکا۔ خود کرد را علامہ حبیب ۱۲

مار سے موالات، غیر مشروط اتحاد و اختلاط، اور انہوں نے شیعہ
 الماند ان سے ناجائز محبت کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقسیم ملک
 پسندیدہ حکومت قائم ہوئے کے بعد اسلامی احکامات، دینی شغائر
 بیت کی زد میں آنے شروع ہو گئے، مساجد، حجاب، مزاروں
 ہوئے، اور قسری بانی حج، نماز، اذان غرض کہ جملہ عبادات پر
 تک ممکن ہوا پابندیاں لگیں۔ اسلامی نشانات کو تحریکی صورت
 مٹایا گیا اور مٹایا جا رہا ہے اس سب کو آزاد ملک میں مسلمانوں
 مان مای، آبرو، دین، تہذیب سب کچھ نفوس بغاوت اس
 محبت ادنیٰ جائز اختیار کی بھیڑ، چڑھ گیا اور وہ حالات
 ہو گئے جن کو اکابر ملت اپنی فراست ایمانی سے محسوس کر رہے
 اور آئینہ نفوس میں جن کا شاہدہ کر کے بار بار ان ارباب جنوں
 نگاہ کر رہے تھے۔ ابتدائی طور پر مسئلہ قربانی کو نشانہ بنایا گیا
 اس کو ایک تحریک کی صورت میں مٹانے کی کوشش کی گئی۔
 لا اعلان اغیار و اشعار کی طرف سے کہا جاتا تھا کہ یہ قسری
 ہتھاری دل آزاری کے لئے کی جاتی ہے۔ مذہبی اعتبار
 مسلمانوں کے یہاں اسکی کوئی اہمیت نہیں لہذا یہ سدا خستہ
 آئے یا محدود دائرہ میں ہونا چاہیے۔

جامعہ مظاہر علوم نے اس خیال باطل اور اس فاسد نظریہ کی
 تقریر و تحسین پر اسخت تردید کی اور دلائل سے اس کا اسلام کے
 واجبات میں سے ہونا ثابت کیا۔ اس سلسلہ میں اس وقت
 شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب ناظم اعلیٰ
 دہ، حجت الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب
 صاحب سیاح، بابائے کشمیر سہیل پور مولانا منظور الہی صاحب
 اہری اور دیگر علماء دین سہیل پور کے دستخطوں کے ساتھ ہو
 شائع ہوا وہ سند درج ذیل ہے۔

قربانی کے متعلق ایک بہت ضروری اعلان

”قربانی اسلامی شریعت میں اہم واجبات سے ہے اسلام سے بھی دوسرے انبیاء کی امتیں اس واجب کو بجالاتی رہی ہیں۔ شریف نے اس کا حکم دیا ہے فَضِّلْ لِرَبِّكَ وَأَنْحَسْهُ وَالْبَدْنُ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِلِ الْأَنْبِيَاءِ۔ حدیث شریف نے بکثرت تاکید کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سال ترغیباً و عملاً کافی حصہ لیا ہے یہ پرلے سرے کی غلط فہمی ہوگی کہ اس امر کا مقصد یہ سمجھا جائے کہ ہندوؤں کی دل آزاری کا کے لئے قربانی کیجیے یا یہ کہ اس سے لہو و لعب اور تفریحی رسم و رواج کی تنکبہ مقصود ہے۔ ہماری قومی حکومت اپنے برسرِ اقتدار آنے سے پہلے یہ اعلان کرتی رہی ہے کہ ہر جماعت کے مذہبی حقوق محفوظ رہیں اب بھی حکومت نے کوئی اعلان اس کے خلاف نہیں کیا لہذا ہمیں بجا طور پر امید ہے کہ حکومت ہمارے بنیادی حقوق کی پوری حفاظت کرے گی فقط (از علمائے مظاہر علوم جلد اول)

جبریتِ تعلیم ۱۹۲۸ء ہندوستان کی نئی جبریتِ تعلیم کا قانون نافذ کیا جس کی رو سے چھ سے گیارہ سال تک کی عمر کے بچوں کو سرکاری یا منظور شدہ اسکولوں میں داخل کرنا ضروری تھا اور جہاں اس قانون کی مخالفت کی گئی وہاں جرمانے ہوتے سزائیں دی گئیں اور مفدمات چلائے گئے۔ ریاستِ الور وغیرہ میں تمام مدارس و مکاتب اسلامیہ کو توڑ کر اسلامی تعلیم کیلئے شہرِ دہلی تک کے مدارس و مکاتب اس سے متاثر ہوئے۔ روزنامہ البیان دہلی نے لکھا تھا کہ !

عہدِ جبرِ آئینہ پڑھتے اور قربانی کیجئے ۱۲ھ
عہدِ اور قربانیوں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کے دین کے نشانات قرار دیا ہے ۱۲

بن بچوں کو سرپرست بخوشی قرآن چھڑا کر ان کو پرائمری اسکولوں میں بھیجے
 بناب کرتے ہیں ان کے خلاف میونسپل کمیٹی کی طرف سے فوجداری مقدمہ
 چلے جاتے ہیں شہر دہلی میں قرآن پاک کی تعلیم کے ساتھ بڑے بڑے
 بچے جن میں دو ہزار چھ سو نوچے تعلیم پاتے تھے لیکن میونسپل کمیٹی
 اہلکاروں کی دار و گیر اور ظلم و بیداد کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ دسمبر ۱۹۲۸ء
 تک میں سے بیس کتب جن میں ایک ہزار ستاون بچے قرآن پاک
 رہے تھے ٹوٹ چکے تھے اور اب باقی ماندہ مکاتب کے خلاف
 تعدی دراز کیا جا رہا ہے جس رفتار سے قرآن پاک کے معلمین کو
 کامیادی نوٹس دے کر انکی مذہبی درسگاہوں کو بجز بند کیا جا رہا
 ہے اس سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ نہ صرف دہلی بلکہ اگر الزام دہن ہوا
 دہلی سے کچھ تھوڑے ہی دنوں کے اندر قرآن پاک کی تعلیم
 اٹھ جائے گی اور مسلمانوں کی آئندہ نسلیں اسلام اور تعلیم اسلام سے
 بہرہ ہو جائیں گی (مختصراً)

قانون سے بڑے مدارس پر زد پڑنا بھی ناگزیر تھا کیونکہ جب تبدیلی
 پر قرآن پاک کی تعلیم نہ ہوگی تو اسکے آگے تفسیر و حدیث و فقہ
 کی طرح ہو سکتی تھی۔ گویا یہ قانون مسلمانوں کے علوم و فنون، اسلام
 اور ان کی تہذیب پر زبردست حملہ تھا جس کا مقابلہ حضرت
 امت مولانا محمد نوریؒ اور اکابر دارالعلوم و مظاہر علوم نے کیا۔

سلسلہ میں مولانا مفتی عبدالکریم صاحب مظاہریؒ نے چند
 لکھ کر حضرت اقدس مولانا محمد نوریؒ، مولانا ظفر احمد صاحبؒ، مولانا
 العاظم، علمائے مظاہر علوم اور علماء دہلی و میرٹھ، ان کے جوابات لیے گئے اور
 ”جبرِ تعلیم“ کے نام سے مرتب کر کے شائع کیا گیا۔ اس فتویٰ پر
 نامہ کے دستخط ہیں حضرت حجت الاسلام نے بھی اس پر اس طرح دستخط فرمائے
 قول مولائی التہانوی عمت فیوضہ وانا العبد الضعیف
 اللہ الملک والمناظر والواعظ الامین مطالعہ علوم و سہار قفوا

مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی۔

علاوہ انہیں دہلی میں ایک انجمن خادم القرآن قائم کی گئی جس کے
حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی بنائے گئے۔ اس انجمن
بھی مکتب قرآنہ و مدارس دینیہ کی حفاظت کے سلسلہ
نمایاں خدایات انجام دیں مختلف مقامات پر جلسے ہوئے
مستقل طور پر متعدد ریزولوشن پاس کر کے حکومت کو بھیجے گئے
۲۷ ستمبر ۱۹۲۹ء میں اس انجمن کا ایک عظیم الشان اجلاس
مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کی زیر صدارت جامع مسجد
میں منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا مدنی، حضرت اقدس
محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث اور مناظر اسلام حضرت مولانا
محمد اسعد اللہ صاحبی وغیرہ اکابر علماء شریک ہوئے تقریریں کیں
میونسپل کمیٹی دہلی اور اسکی تعلیمی سب کمیٹی کے طرز عمل کو خلافِ شرع قرار
کیا گیا۔ حاصل یہ ہے کہ دیگر اکابر علماء کے دوش بدوش حضرت
نے بھی اپنے زبان و قلم سے اس منحوس قانون کی مخالفت ادا کامیاب
جہد کی جس نے ایم اللہ خیر الجہت راہ۔

وقف بل کا فلسفہ ان کی جانب سے ہمیشہ ان کی حفاظت کی ضمانت
ہندوستان میں بے شمار اوقاف ہیں جنکو

دی جاتی رہی اور اسی کی نگرانی میں اوقاف ضائع بھی ہوتے رہے اور
موجود ہیں اس کے زیادہ اوقاف سیاست اور زمانے کی دست برد
شہادت سے برباد بھی ہو چکے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ ہر دور کا
حکومت کچھ ایسے خریج صورت سمجھو اور زبرد غلام رکھتی ہے
وہ کام کرائتی ہے جو وہ براہ راست نہیں کر سکتی اور سلا
میں دور اول بھی سے ایسے دانا فقیہ رہے ہیں جنہوں نے
اور مسلمانوں کے اندر رہتے ہوئے اسلام و مسلمین کو سخت نقصان پہنچا
ہیں بہر حال انہیں گندم نا جو فردشی افلاک میں ملتیں بلات کو ہمیشہ خطرہ آنا کا شکار

کا وجود بھی ایسے ہی غلامانِ سیاست کی وجہ سے ہمیشہ خطرات
پار رہا۔ اور دورِ حاضر میں تو اس طبقہ نے کمالِ جرأت اور دین و
عادات کا ایسا ثبوت دیا کہ ع

انگشتِ حیرت در دہاں نیمہ دروں نیمہ بروں

بل، برسرِ اجلاس، ایوانِ عدالت میں، بیاناتِ حلفیہ کے ساتھ، جبہ
نوس ہو کر، قطبیت و مشیخت کی کرسی پر تشریف رکھ کر دارالعلوم دیوبند
میں سہا بنور جیسی درسگاہوں کے متعلق اعلان فرما دیا گیا بار بار فرما دیا گیا تحریری طور
پر تقریری طور پر بھی ہر طرح ارشاد فرمایا گیا کہ یہ ادارے وقف
الملک وقف نہیں یہ ادارے مذہبی نہیں بلکہ وقف نہیں تو تولیت کا مسئلہ ختم
آج ہستم ان کا متولی بھی نہیں لہذا یہ ادارے سوکائی کی ملک ہیں
ملمانوں کے نہیں بلکہ قومی اور سیکولر ادارے، میں گورنمنٹ کی
شریف میں ہر یہ ہیں وہ جو ارشاد فرماتے ہم غلامانِ بادام
عالی میں دست بستہ کھڑے ہیں۔ ان سب چیزوں سے کسی کے
پر کوئی۔۔۔ آبخ نہیں آئی بلکہ یہ سب کچھ مصلحتوں پر مشتمل
اور ان کے پیچا رہوں، اندھے معتقدوں اور پلاؤ شریف کے جنونوں
ان حرکات کی خوب تائیدیں کیں۔ قلم توڑ دیئے۔ زبانیں موڑ دیں
ان کو یہ باور کرایا کہ یاد رکھو کہ دلیوں اور بنر گول کا پیشاب
ہے جنر دار اللہ تعالیٰ خفا نہ ہو جائے۔ اس کا دین مٹ جائے تو
نہیں مگر ہمارے ان حفصات کی دنیا نہ مٹ جائے ورنہ کفر لازم
ہے اور شطرنج کے انھیں ہردوں نے ان لوگوں کو جنھوں نے ان قبلوں
لے کے خلاف ایک لفظ بھی کہہ دیا مجرم قرار دیا، ناسق، نافرمان، گستاخ
ن ہونے کا فیصلہ کر دیا۔ ہماری اس تحریر سے ایسی بد باطن مخلوق بہت
لیکن ہم ایسے لوگوں کو جو دین اور اس کے احکام سے بنادت کرتے ہوں
ملعون و مردود یقین کرتے ہیں۔ چاہے ان کی توذیں کتنی ہی ضخیم ہوں!
ن کتنی ہی عظیم ہوں اور جیسے تلے اور تسبیح و مصلے کتنے ہی طویل ہوں

ہم تو عبد اللہ بن ابی کے مقتدیوں کو وہی سمجھیں گے جو قرآن نے بہر اور حدیث نے ہمیں سمجھایا ہے۔

بہر حال کسی کو گوارا ہو یا ناگوار ایسی ہستیاں ہر دور میں رہی ہیں اور حاضر میں پہلے زمانوں سے زائد موجود ہیں۔ خدائے پاک امت مسلمہ ان کے فتنوں سے محفوظ رکھے آمین۔

دریں آشوب غم عذرم بنہ گرنالہ زن گریہم۔ جہاں جگر خون شراب میں تنہا نہ من گرا۔
۱۹۳۴ء میں بھی وقفہ کے متعلق ایک ایسا مسودہ پیش کیا گیا اور راجہ معلوم کرنے یا ہموار کرنے کیلئے اس کو شائع کیا گیا کہ جس کی رو سے کو زبردست خطرات پیش آ سکتے تھے۔

علمائے جامعہ مظاہر علوم و دارالعلوم نے حضرت اقدس مولانا تھانویؒ طرف اس سلسلہ میں رجوع کیا حضرت نے مفتیوں کی ایک جماعت عوز و نحو کیلئے مقرر فرمایا ایک ماہ مسلسل اس مسودہ کے ہر پہلو کو بنظر دیکھا گیا اور آپس میں علمائے کرام کے مشورے اور مباحثے ہوتے رہے۔
۲۳ رذی الحجہ ۱۳۵۲ھ م ۸ راپریل ۱۹۳۴ء کو اس مسودہ پر تہہ بہ تہہ مکمل حضرت تھانویؒ کے تکیلی دستخط ہوئے اور ۲۵ رذی الحجہ ۱۳۵۲ھ دارال دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور کے مفتیان کرام کا اجتماع ہوا اور تبصرہ عوز و نحو کے بعد اس کو منظور کیا گیا۔ اور مزید تین سو تالیفاتی دستخط کے ساتھ اس کو نسخہ میں بھجوا گیا۔ اس بل کے اصل خرک حافظ حسین صاحب تھانہ بھون آئے اور حضرت تھانویؒ سے اس مسئلہ پر اس کے بعد مشائخ دارالعلوم و مظاہر علوم کی موجودگی میں بہت سی ترمیم کو انھوں نے قبول کر لیا اور بعض کے متعلق عوز کا وعدہ کیا۔

انہی ایام میں بلکہ مسودہ پر تبصرہ کی تکمیل کے دن جامعہ مظاہر علوم کا سالانہ جلسہ بتاریخ ۳۳ رذی الحجہ ۱۳۵۲ھ م ۸ راپریل ۱۹۳۴ء یکشنبہ جامع مسجد سہارنپور میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں جتہ الاسلام حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک نہایت مفصل و طویل تقریر فرمائی اور اس بل کے مندرجات سے عوام کو خبردار کیا۔

شرعی اعتبار سے ان کے حضرات اور خدشات سے عوام کو آگاہ فرمایا۔
بل کی جملہ خامیوں پر گرفت فرماتے ہوئے اعلان فرمایا کہ موجودہ حالت
سودہ ناقابل قبول و نالائق نفاذ ہے۔ اس اجلاس کی کارروائی ملک کے
سے اخبارات نے شائع کی۔

ت حجۃ الاسلام کی اس احتجاجی و تردیدی تقریر میں جو ریزرو لیوشن
ہوا۔ اس کی بہت سی نقلیں انگریزی میں ٹائپ کر کرار باب اقتدار
ن گئیں۔ اس متفقہ ریزرو لیوشن کا متن حسب ذیل ہے۔

متفقہ ریزرو لیوشن کا متن

سہارنپور ۸ اپریل ۱۹۳۲ء

درمختار ہر علوم سہارنپور کا یہ سالانہ جلسہ جو ہر خیال کے مسلمان
وں پر مشتمل تھا اور جس میں مسلم علماء، خطیب، شرفاء، امرار
پبلک شامل تھے اور جو زیر صدارت خان بہادر حاجی وجیہ الدین صاحب
اے آج جامع مسجد میں منعقد ہوا۔

وقف بل جو خان بہادر تحافظ ہدایت حسین صاحب ایم ایل سی تحصیل کوٹلی
نہل کر رہا ہے اس کو موجودہ صورت میں اندیشہ اور خطرہ کی نظر سے
ہے۔ کیونکہ وہ اسلامی شرع میں ایک گھلی مداخلت اور
لے بنیادی اصول کے بالکل متضاد ہے۔

ز اس جلسہ کی رپورٹ ہے کہ یہ بل مسلمانوں کے لئے بالکل ناقابل
ہے اور یہ جلسہ ممبران لوکل کونسل سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس کی
ایئر نہ کریں اور مسلم پبلک سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس کے ساتھ
تعاون کا مظاہرہ کرے اور موجودہ غیر اسلامی صورت میں
خالفت کرے فقط۔
(از علماء مظاہر علوم جلد اول)

۲۳ ستمبر ۱۹۲۹ء کو دہلی سنٹرل اسمبلی کے ممبر سٹر
بر بلاکس شاردانے ایک قانونی مسودہ حکومت

کو پیش کیا۔

یہ مسودہ ”شارڈ ایکٹ“ اور ”شارڈا بل“ کے نام سے ہوا، اس بل کی رو سے اٹھارہ سال سے کم عمر اور اکیس سال سے کم عمر کا لڑکا قانون نافذ کر سکتے تھے۔ خلاف ورزی کی صورت میں دو سال اور دہسن اور دونوں کے دلیوں کو دو دو ماہ یا مشقت کی سزا اور ایک ایک ہزار روپے کی جاسکتا تھا۔

۲۸ دسمبر ۱۹۲۹ء کو یہ بل پاس ہوا اور یکم ۱۹۳۰ء سے اس پر عمل درآمد ہونا طے ہوا۔ پورے ملک میں اس قانون کو ناپسند کیا گیا شریعت میں دخل اندازی شمار کی گئی احتجاج ہوئے ریزرو لیوشن پاس ہوئے۔

مسلم جماعتوں نے بطور رد عمل ہزاروں کی تعداد نابالغ بچوں اور بچیوں کے نکاح کرائے اور اس قانون کی دھجیاں اڑائیں۔

علمائے نظامِ علوم نے بھی اس قانون کی کھل کر سخت مذمت اس کے خلاف جدوجہد کی۔ چنانچہ ۲۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو ایک احتجاجی جلسہ ہوا جس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرکہ و حجۃ الاسلام حضرت شاہ محمد اسعد اللہ صاحب و دیگر اساتذہ کرام نے تقریریں اس کے خلاف قرار داد پاس کر کے حکومت کو خبردار کیا۔ تاریخ ہی میں بعد نماز عصر طلباء کا احتجاجی جلسہ ہوا حضرت حجۃ الاسلام و دیگر مقررین نے اس قانون کی اور اسکی مضرت سے طلبہ و اہل شہر کو متنبہ کیا۔

ماں بنائی گئیں۔ جمیعہ علمائے ہند کی جانب سے سہارن پور میں
 بیٹی قائم ہوئی اس کے صدر مولانا نور محمد صاحب مناظر و استاد
 ہر مظاہر علوم بناتے گئے ان کی سرکردگی میں جلوس نکلا
 بہر میں ہڑتال ہوئی۔

غرض یہ ہے کہ پورے طور پر زخم کر حکومت پر دباؤ ڈالا
 کہ وہ اس قانون کو واپس لے۔

ی زمانے میں سٹر تصدق حسین خاں صاحب شروانی پیر سٹر
 اسمبلی نے شاردا ایکٹ کی حمایت اور حکومت وقت
 شام میں ایک رسالہ ”صغرسنی کی شادی اور مسلمان“ لکھ
 شائع کر دیا۔ پھر پاسباں مل گئے کعبہ سے صنم خانے کو۔

یہ کتاب عوام نے پڑھ کر توار باب جامعہ مظاہر علوم سے
 کا جواب طلب کیا گیا۔ ارباب مدرسہ کے حکم سے مولانا
 محمد صاحب نے اسکی تردید میں ایک کتاب ”تنویر البھائری
 بحج الصغائر“ تالیف کی اور حجت الاسلام حضرت مولانا
 محمد اسعد اللہ صاحب نے انجمن ہدایت الرشید کی طرف
 اس کو ۲۶ x ۲۰ سائز کے ۷ صفحات پر اسکو شائع کرایا۔

تحریک مدح صحابہ میں ۱۹۳۹ء

میں اور دوسری تحریکات میں
 کارہائے نمایاں اور خدمات جلیلہ

کسری تحریکیں

امام دیں۔ غرض یہ ہے کہ ہر موڑ پر علمائے مظاہر علوم
 نشانہ نشانہ رہ کر بلکہ ان کے قلب و دماغ اور زبان و قلم
 نصف صدی تک قائدانہ انداز میں حضرت والاؒ نے
 نفاق حق اور ابطال باطل کیا۔

اپنی تمام تر توانائیوں اور صلاحیتوں کو مذہب اسلام
 سربان کر دیا۔

حق تعالیٰ ان کو اسکی بہترین سزائے خیر اپنی شان
مطابق عطا فرمائے آمین۔

زندگی کا قابل تقلید پہلو حضرت حبیب اللہ
رحمۃ اللہ علیہ

وہ تمام اوصاف اور عمدہ صفات موجود تھیں جو
اول کے علماء، اکابر مشائخ اور اپنے اولیاء ان
ہوتے ہیں لیکن ہر قدم پر احقاقِ حق و ابطالِ باطل
حضرت والا کی وہ خصوصیت تھی جس میں آپ کا
شریک و سہیم نہیں تھا آپ کی عادت تھی کہ
جس آئے دالے مسئلہ میں حق کے پہلو کو عقلی و
مستحکم و مضبوط اور ٹھوس دلائل سے برجستہ
اور روشن فرماتے اور باطل پہلو کو الزامی جوابات سے
رد فرماتے تھے کہ اہل باطل کا ناطقہ بند ہو جاتا تھا۔
حضرت الاسلام رحمۃ اللہ علیہ حق کے مقابلہ میں رواجی
کے قائل نہ تھے ان کا خیال تھا کہ ہماری مصلحت تو صرف حق
اور باطل کی تردید ہے۔ اس مسئلہ میں رواداری، تعلقات
مصلح، دنیوی فوائد ان کے نزدیک بالکل بے سنی اور لغو چیزیں تھیں
اور وہ کسی کی ناراضگی و ملاحت و غیرہ کی پر راہ بھی نہیں
تھے۔ درحقیقت وہ نہایت مستحکم و متحد تھے اور ان کے ہر قدم
توحید نمایاں تھا۔

موجود چہ وہ پائے دینری اندیش
چہ شمشیر بندی نہی برسم
یا اس کے سر پر تیز تلوار رکھا
بریں اسرت بنیا و توحید و
داسکو نہ کسی سے توقع ہوتی ہے نہ کسی کا خوف۔ توحید کی بنیاد اسی پر ہے اور

میت و ارادت

جنتہ الاسلام حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ
 مادر ہی سے شروع ہو گیا تھا پھر آپ اپنی کمسنی ہی میں رجب کہ
 عمر تقریباً چودہ سال کی تھی، حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ
 علیہ کی آغوشِ تعلیم و تربیت میں پہنچ گئے تھے۔ یہ معلوم
 ہے کہ حضرت تھانویؒ کو حضرت اقدس مفتی محمد سعد اللہ صاحب
 اودہ سعادت سے خاص تعلق تھا آپ رام پور میں حضرت مفتی
 محمد صاحب بنی حضرت مفتی محمد سعد اللہ صاحب کے مکان پر ہی قیام
 تھے۔ خانوادہ سعدی کو بھی حضرت حکیم الامت سے خاص وابستگی
 حاصل تھی۔ حضرت جتہ الاسلام کے چچا حضرت مولانا حکیم فضل اللہ
 حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ کے مربی با صفا تھے۔ حضرت والا اپنے چچا کی معیت
 میں ہی تھے۔ حضرت تھانویؒ کی خدمت بابرکت میں شش ماہ میں
 نے اور اپنی تعلیم کا سلسلہ کتب فارسی و ابتدائی عربی سے نفاذ کھون ہی سے شروع
 حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بیعت ہوا کوئی آسان
 اس سلسلہ میں کافی سختی تھی، شرائط و قیود کفایت خصوصاً طلبہ کو آپ علیہ السلام کے
 بت نہ فرماتے تھے لیکن یہ حجتہ الاسلام حضرت والا کی خصوصیت ہے کہ انہوں نے
 تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ابتدائی طالب علمی کے دوران نو عمری کے زمانہ میں بیعت
 کی تو حضرت حکیم الامت نے آپ کی درخواست کو شرف قبولیت سے نوازا
 کو بیعت فرمایا۔ اس طرح حضرت والا نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے
 مذکورہ سابقہ قاعدہ اپنا اصلاحی تعلق بھی قائم فرمایا تھا۔ حضرت حکیم الامت
 ایں ۱۳۲۵ھ سے لیکر شوال ۱۳۳۳ھ تک مسلسل چار سال قیام رہا۔ شوال ۱۳۳۳ھ
 علوم سہارنپور میں داخلہ ہوا اور ۱۳۳۴ھ تک یہاں آپ کی تہذیب طالب علم
 مزید ایک عہدہ تدریس پر مقرر ہوئے۔ یہاں ہی میں تقریباً ۱۳۳۵ھ تک قیام و تدریس سے
 بکثرت نفاذ کھون داہری ہوئی رہی اور موقع بموقع قیام بھی ہوتا رہا۔
 ہر علوم ۱۳۳۵ھ سے لے کر ۱۳۳۶ھ تک آپ نے اپنا اصلاحی تعلق حضرت اقدس تھانویؒ

سے قائم کیا۔ کثرت کے ساتھ خدمتِ دالایں حاضر ہوئے بعض مرتبہ طویل کی نوبت بھی آجائی حصولِ علم کے دوران حضرت کھانویؒ سے بیعت کی حضرت حکیم الامت طلباء کو بیعت نہیں کرتے تھے فرما دیا کرتے تھے تعلیم مکمل کر لو اس کے بعد بیعت ہونا۔ لیکن آپ کی صلاحیتوں اور درجہ مستقبل کو محسوس فرما کر اسی وقت بیعت فرما کر داخلِ سلسلہ عالیہ کر لیا۔

تجدیدِ بیعت

حضرت والا نو عمری اور ابتداء میں طالبِ علم ہیں حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے در پرست پر بیعت کر کے سلسلہ مقدسہ میں داخل ہو چکے تھے اور اصلاح و تربیت کا سلسلہ جاری ہو چکا تھا۔ آپ کی گونا گوں کی بنا پر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ خاص اور مخصوص توجہ پر تھیں تاہم علوم و فنون سے فراغت کے بعد حضرت والا نے دوبارہ حضرت حکیم الامت سے تجدیدِ بیعت کی اور باقاعدہ اوراد، اذکار اور معمولات فرمائے اور ان صبر آزمایا حالات میں جو درازتداد اور مناظروں، مباحثوں پیش آئے اور شب و روز دوسری مختلف ذمہ داریوں کے ساتھ باطل پر مختلف گردہوں اور فرقوں سے نبردِ آزار رہے اور بار بار محترکہ الارار کرنے پڑے ان سب حالات کے باوجود آپ نے تمام معمولات اور اذکار و وظائف کو ایسی ہیئتِ ثبات کے ساتھ بنایا کہ آپ کے مرئی و مرشد کے یہاں آپ کا مقام پیدا ہو گیا اور حکیم الامت آپ کے بارے میں بلند کلمات ارشاد فرماتے آپ کا مکتوب پڑھ کر فرمایا کہ "ایک نوجوان عالم کا خط آیا ہے جو بہت اچھے ہیں" ایک مرتبہ مجمع میں ارشاد فرمایا کہ مولوی اسعد اللہ کو کم نہ سمجھو۔ فریدی فرماتے ہیں کہ "حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے بارے میں حضرت مولانا صاحب سے میں نے ایسے بلند کلمات سنے ہیں کہ جو مشائخ اکابر کیلئے ہی کہے جاتے تھے" حضرت والا کی علمی، عملی رفعتوں اور زہد و انقیاد کی بلند یوں اور دین پرستی و محنتوں نے تمام اکابر وقت کے قلوب میں حضرت والا کی ایک خاص عظمت اور محبت پیدا فرمادی تھی اور سب ہی حضرات آپ کی عظمت و بزرگی کے قائل ہو گئے تھے جو وقت عموماً لوگ نہ جانے بھی نہیں جانتے یعنی دورِ شباب میں طور پر وہ عظمت و شہرت اور مقبولیت کم حاصل ہوتی ہے جو حق تعالیٰ نے حضرت کو اپنے فضل خاص سے عطا فرمادی تھی

حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی چونکہ اپنے مرشد اقدس

کتابت ۱۔ حضرت حکیم الامت کیندست میں بکثرت آمد و رفت رہتی اور بار بار
ن بھی آتی تھی، اس لئے خط و کتابت کی زیادہ نوبت نہیں آئی حضرت والا
ایک بار تھکانہ کھون حاضر ہوئے اور ایک دن قیام فرماتے تھے، مدرسہ کی
سا اور گاہے چھٹی لیکر طویل قیام بھی ہوتا تھا۔ لیکن اتنی جدائی بھی حضرت
مذراج تھی جیسا کہ آپکی منظومات میں اس کا اظہار ہے۔ مثلاً ۷

ن سے کامیاب لذت دیدار میں ہم کم از کم حسرت دیدار کی باتیں کریں
اچھے سے نہ کچھ تیار داری آپ کی داغ حسرت میرے دل میں شوقِ جد ہو گیا
بہ بلند میری دستگیری کیجئے سیرِ حق میں آپکا چھٹنا قیامت ہو گیا
میر و ضبط کا دامن چھٹا جانا ہر اب روزِ افروز میں میرے دلیں جوشِ خشت ہو گیا
میں محسنِ سرکشِ عنایت کیجئے آپکا اسدِ شکار رنج و آفت ہو گیا
ن آپ سن لیں گے کہ فرطِ رنج سے اسعد اندوگش دنیا سے رخصت ہو گیا
لو سے چھٹ کر آئے ہو کر جدا میں اسیرِ دامِ آلام و مہم سبت ہو گیا
زہ نونی کسی کی آستیں ہوتی وفا پروردہ دل مرہونِ لطفِ آستیں ہوتا
چہ قسمت کہ میں رہوں محروم اور حسن لیں جناب کی باتیں

۲۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ جس طرح بیعت کے
ذائد محتاط تھے اور یہ چاہتے تھے کہ طالبِ صادق اور اپنی اصلاحِ حال کا متنی ہی
دارادت کا تعلق قائم کرے اسی طرح وہ اجازت و خلافت کے مسئلہ میں بہت
نئے۔ آپ بیتی کے صفا پر ہے کہ :-

رت مولانا کھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں معیارِ قابلیت، اجازتِ مندرجہ

مت ابادیہ ص ۲۹ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں کہ وہ امور بنائے خلافت یہ
احیت ظاہر قدرِ مقدمہ (۲) مناسبتِ طریقِ علما و عملا (۳) توقعِ اہستہ

صلاحیت در سوخ حال، غالباً سوخ حال کی معنوی وسعت میں، ملکہ یاد دہانی ہے جس کا امور مذکورہ کے ساتھ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے تھے اور اجازت بیعت و خلافت عطا نہ فرماتے تھے۔

وہ ملکہ یادداشت، کی تشریف صراط مستقیم میں حسب ذیل الفاظ میں کی گئی ہے: ”حقیقتش التفات دائمی ست لبوئے ذات بے چوں دبے جگوں درشت و برخاست و عروص مکاسب و معائب و اوقات خوردن و آشامیدن، سب کچھ امرالذات التفات نہ گردد بمثابتہ آنکہ ہر گاہ محبت چیزے یا درد دل شخصے کہ راسخ می گردد پس در عین اشتغال بجوانج ضروریہ و کمالینغی لبوئے ہمہ امر متوجہ می ماند (ص ۱۸۸)“

یعنی ہر وقت ذات مقدسہ جناب باری عزوجلے کی طرف متوجہ رہے بلارنگ و درپ تمام کمالات سے متصف اور تمام نقائص سے منزہ و معیا کہ وہ ہر چیز کا جاننے والہ ہے، دیکھنے والا، سب سے زیادہ قریب اور ہے اسی کو ملکہ یادداشت کہتے ہیں کہ اپنے تمام دنیوی و دینی کاروبار اور بھی التفات اور دھیان اسی کار ہے اور سب کچھ اسی کی طرف سے کرے فقط۔

حضرت قطب عالم فرماتے ہیں کہ ”اس ناکارہ کو جب میرے سہارنپوری نورالکرامت مدظلہ نے اجازت دی تھی اس کے بعد توجہ خدمت میں قیام کی بہت کم نوبت آئی، اند اس کے ساتھ ساتھ پوچھتے ہوئے کہ ابھی سے شیخ کے خواب دیکھنے لگا، البتہ حضرت تھاغوی قدس سرہ نے بعد اس سے کار نے پوچھا تھا کہ اجازت کن چیزوں پر دیجاتی ہے تو حضرت نے نہایت مختصر الفاظ میں بڑی جاسع بات ارشاد فرمائی تھی کہ: ”شیخ کے قلب پر بلا کسی محرک ظاہری کے بار بار تقاضا ہو۔ اسکو اول خر جائے اسکے بعد بھی اگر یہ تقاضا غالب رہے تو اجازت دیجائے“ فقط و آپ نے

مت حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے یہاں تو خلافت و اجازت کے بعد بھی خلفاء کے
 ترقی کی جاتی تھی۔ اگر بعد اجازت مجاز میں شرائط معتبرہ کی کمی آجانی تو
 رد لیا جاتی تھی ”رسالہ النور تھانہ بھون“ میں ہر سال خلفاء و مجازین کے
 مت شائع ہوتی اور جس سے سلیب اجازت ہو جاتی اس کا نام اس فہرست میں
 ایک خاص عنوان ہے۔ ”ضمیمہ تنبیہات و وصیت“ کے تحت بعض خلفاء کے
 نام آتے ہیں۔ کہ اب وہ دوسرے کام میں لگ گئے یا اب اہل نہیں رہے لہذا اب
 میں رہی۔ غالباً اسی وجہ سے حضرت تھانوی قدس سرہ کے خلفاء امت ساز
 ہیں اور ان حضرات میں عبادات، معاملات، اخلاقیات وغیرہ ہر لائن میں
 کا خاص لحاظ دیکھا جاتا ہے نیز اتباع سنت و پابندی شریعت اور کامل
 صفات میں خشکی انہیں حضرات میں نظر آتی ہے اور یوں تو سب ہی
 سے اور سارے بزرگ قابل قدر اور ایک دوسرے سے افضل ہیں، نہ معلوم
 کے نزدیک کس کا مرتبہ بڑا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی امداد اپنوں کی محبت نصیب
 اپنے دوستوں کی دشمنی اور دشمنوں کی دوستی سے حفاظت فرمائے۔ آمین
 یہ کوئی امتی معصوم نہیں خصوصاً دور حاضر میں تیزی کیساتھ ظاہری و باطنی
 بے باور ہے، اس لئے اگر کسی سے کوئی صغیرہ یا کبیرہ سرزد ہو جائے
 گھر ناچا جائے اور اگر کسی خلیفہ میں اہمیت مفقود ہو جائے یا شرائط معتبرہ غنہ
 کی آجائے تو اجازت دینے والا شیخ مورد الزام نہیں کیونکہ غالباً گمان یہ ہے کہ
 اس کا حال قابل اجازت تھا بعد میں بدل گیا۔ اس لئے مشائخ ربانی و علمائے
 ارض نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ انتہائی خطرناک ہے اور ستاق کو عشاق اور نااہلوں
 عا اس سے بھی زیادہ خطرناک اور گمراہی کا سبب ہے اس لئے اس راہ میں
 دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ :

سے بیعت ہونیکے لئے یہ کافی نہیں کہ یہ فلاں کا مجاز ہے بلکہ اس کے موجودہ حالات
 لئے کہ اتباع شریعت کس درجہ میں ہے کہ اصل مدار اتباع شریعت ہے۔ اتباع

ان کی اصلاح و تربیت کرے اور طریقت و معرفت میں ان کی رہبری کرے۔ یہ حضرت
رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سے دونوں قسم کے مجازین کی دو فہرستیں ہر سال
رہتی تھیں۔ جن کی اجازت سلب ہو جاتی اس کا نام فہرست سے حذف ہو جانا اور
ان کو دو قسموں میں سے کسی قسم کی اجازت ہوتی ان کے نام کا فہرست میں اضافہ ہو جاتا تھا
بیت حجتہ الاسلام کو اجازت۔ حجتہ الاسلام حضرت استاذ
امام محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ
بین بیعت کی صف اول کے حضرات میں سے تھے۔ خلفاء کرام میں آپ کا اسم گرامی
محمد میں اول بار شائع ہوا نہ معلوم کس وجہ سے اس سے پہلے دور ال تک نامہ
باجازین کی فہرست شائع نہیں ہوئی تھی۔ حضرت والاؒ کو بھی تاریخ اجازت
باجازت آپ نے کہیں اس کو تحریر فرمایا تھا۔ قواعد وضع اور انفراد حال کی عادت کی
بجائے یہ بھی دیگر احوال کی طرح مستور ہو گئی اس لئے تاریخ اجازت یقینی طور پر
بجائے نہیں لکھی جاسکتی لَعَلَّ اللّٰهُ یُحْدِثُ لَکُمْ بَعْدَ ذَٰلِکَ اٰمُرًا مَّسْکُوْنًا ہے
تجہ آئندہ معلوم ہو جائے۔

لیکن اندازہ یہ ہے کہ اس قسم میں آپ کو اجازت ہوئی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ
الاؒ کی اجازت کا قسمہ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب مبارکپوری (م شوال ۱۳۵۵ھ) سے
یا تھا۔ اس قسم سے اندازہ یہ ہے کہ شاہنہ بھی میں حضرت والاؒ کو اجازت
ولی کو اللہ تعالیٰ اعلم۔ وہ قدر درج ذیل ہے۔

بیت کا قریب۔ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب عزاتے تھے کہ میں حضرت
اعلم صاحبؒ کے پاس بحیثیت خادم مقیم تھا حضرت والاؒ کی عادت مبارکہ تبلیغ دین
بطل کی تھی ہی جہاں آپ کو معلوم ہوا کہ فلاں جگہ پر کوئی باطل پرست لوگوں کو گمراہ
ہے آپ بلا طلب فوراً وہاں پہنچ کر لوگوں کو گمراہی سے بچاتے اور باطل پرست سے
مباحثہ کر کے وہاں سے جگہ دیتے تھے۔ حضرت والاؒ کو معلوم ہوا کہ فلاں گاؤں میں
بیانی امام آگیا ہے اور اس نے پورے گاؤں کو قادیانی بنادیا ہے۔ مولانا بشیر احمد

صاحب نے اس گاؤں کا نام بھی بتایا تھا۔ جو اس وقت ذہن میں نہیں رہا۔
 ضلع سہارنپور ہی میں ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اس کا علم ہوتے ہی حضرت نے وہاں
 بنالیا اور جمعرات کے دن اسباق پڑھا کر چند طلبہ کو ہمراہ لے کر اس گاؤں میں پہنچے
 طلبہ میں سے ایک میں بھی تھا۔ لیکن اتفاق سے اس گاؤں کا وہ قادیانی امام
 گیا ہوا تھا۔ حضرت نے رات کو تمام گاؤں والوں کو مسجد میں جمع کر کے ایک
 تقریر کی اور سمجھایا کہ قادیانی کافر ہے۔ اس کو ماننا کفر ہے آپ لوگوں کو آپ
 نے کافر بنادیا۔ گاؤں والوں کی سمجھ میں آگیا کہ امام نے واقعی ہم لوگوں کو گمراہ کر
 چنانچہ حضرت والا کی تقریر کے بعد سب نے قادیانیت سے توبہ کی۔ ہم سب نے
 دیا کہ ان لوگوں کا دوبارہ نکاح بھی پڑھایا جائے تاکہ ان کے دلوں میں اس کا اثر
 اور اہمیت بیٹھ جائے چنانچہ سب کا دوبارہ نکاح پڑھایا گیا۔ ہم لوگوں نے عرض کیا
 ان لوگوں کو بیعت بھی فرمائیں تاکہ یہ لوگ مضبوط ہو جائیں اور توبہ پر ان کو خوب
 نصیب ہو جائے، حضرت نے فرمایا کہ میں کیسے بیعت کر سکتا ہوں مجھے اسکی اجازت
 ہے ہم نے عرض کیا کہ اس وقت مصلحت اور ان لوگوں کی بھلائی ایسی میں۔
 ان کو بیعت کیا جائے پرسئلہ بعد میں حل ہوتا رہے گا کہ اجازت ہے یا نہیں
 کی سمجھ میں ہمارا مشورہ آگیا اور تمام گاؤں والوں کو حضرت والا نے بیعت فرما
 دن سہارنپور والیسی ہوئی تو حضرت والا نے ضرورت حال سے ایک خطا کے ذریعہ
 حضرت قاضی کو آگاہ کیا۔ اس خطیب یہ بھی لکھا تھا کہ اجاب نے یہ مشورہ
 یہی مصلحت بھی سمجھی گئی کہ ان لوگوں کو بیعت کر لیا جائے تو مجھ سے انکی دینی
 کی خاطر یہ تصور ہو گیا کہ میں نے ان کو بیعت کر لیا ہے جب کہ مجھ کو بیعت کی اجازت
 اس کے جواب میں حضرت حکیم الامت نے حضرت والا کو دعائیں دیں اور تحریر فرما
 آپ نے یہ تصور نہیں کیا ہے بہت بڑے اجر کا کام کیا ہے آپ بیعت کے اہل ہیں
 آپ کو اب باقاعدہ بیعت کی اجازت ہے۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے اور وراثت راوی
 صحت کا تقاضا کرتا ہے تو اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ۱۳۵۷ھ میں حضرت

حکیم الامت رحمہ کی طرف سے اجازت بیعت ہوئی ہے۔ کیونکہ مولانا بشیر احمد صاحب
 غفرلہ کی ہے اور اس سن مذکور کے فضلاء کی فہرست میں ان کا نام ہے جیسا کہ
 مظاہر جلد دوم ص ۱۰۸ پر درج ہے اور ۱۳۵۱ھ کی فہرست میں رسالہ النور میں حضرت والا
 می خلفہ کی فہرست میں شائع ہوا ہے اور مولانا بشیر احمد صاحب دو سال
 والا کی خدمت میں بحیثیت خادم منقسم رہے ہیں ۱۳۵۱ھ میں اور ۱۳۵۲ھ میں واللہ اعلم۔
 لیکن ۱۳۵۱ھ کے کس ماہ اور کس تاریخ کو اجازت ہوئی ہے اس کے بارے میں کچھ
 ہا ہا سکتا۔ خالقہ اشرفیہ میں اگر حضرت حکیم الامت کا ریکارڈ محفوظ ہے یا خلفاء
 نے کسی کے پاس یادداشت میں تحریر ہے تو تاریخ و ماہ اور سن کی یقینی تعیین
 ہے۔

پہلے سلاوک ۱۔ دراصل سلاوک دو طریقت میں اصلاح نفس اور جن کمالات
 کے حصول کی ضرورت ہوتی ہے حضرت حجتہ الاسلام رحمہ کو ان چیزوں کے لئے مجاہدات کرنے
 پڑے کیونکہ آغوشیں مادی اور پھر تربیت تھانوی رحمہ سے کم سنی ہی میں یہ جوہر
 جہنمی و مجلی ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود بیعت و انوارت کا باقاعدہ رشتہ ہو جانیکے
 جملہ کمالات سے آپ آراستہ و پیراستہ ہو چکے تھے جو ایک عالم باعمل، مصلح
 بحیلے ضروری ہیں اور ابتداء سے ہی حق تعالیٰ نے مواظبت اور پابندی کی
 جو حضرت والا رحمہ میں ودیعت رکھی تھی اس نے ان محاسن و کمالات کو آخری نقطہ
 پر پہنچا دیا تھا، حضرت حکیم الامت رحمہ حضرت حجتہ الاسلام رحمہ کے بارے میں لوگوں
 کی کلمات آغاز عمر و غفوان شباب ہی سے فرماتے تھے تاہم اجازت بیعت و فرقہ
 میں شاید اس مصلحت سے تاخیر فرمائی گئی کہ حضرت حجتہ الاسلام اعلیٰ کمالات
 اُنہ ہوں اور ترقیات کرتے چلے جائیں۔ حضرت اقدس حکیم الامت رحمہ کے یہاں
 وظائف اور مراقبات وغیرہ سب کچھ تھے لیکن سب سے زائد و اچھے اخلاق
 باشرت، صفائی، معاملات اور اتباع سنت و پابندی شریعت پر ہوتا تھا۔ حضرت
 رحمہ کے متوسلین و جوازیں میں یہی صفات نمایاں ہوتی ہیں اور یہی تصوف و سلاوک کے

اور مجاہدات و ریاضات کے مقاصد میں اور حضرت والارح کے سلسلہ میں ہر
میں تفصیل سے یہ سب امور آپ کے ہیں لیکن اس کا علم شاید کسی کو نہیں کہ حضرت
کی تربیت اور اصلاح و تکمیل میں کیا ترتیب ملحوظ رہی اور کن خصوصیات کا لحاظ
حضرت حجتہ الاسلامؒ کی حضرت حکیم الامتؒ سے آخری
حضرت حجتہ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ
میں خصوصاً اس کا اہتمام فرماتے تھے کہ ہر سہفتہ کھانا بھون اپنے مرشد و مربی کی خدمت
حاضر ہوں اور دوسری چھٹیوں کے اوقات بھی انھیں کی خدمت میں گزاریں اور
کسی اہم دینی ضرورت منظرہ وغیرہ کی وجہ سے تخلف ہو سکتا تھا۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ کے دامن فیض سے تمام علمائے منظرہ علوم والہ
اور بارگاہ تھانویؒ میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ
مرضی کی شدت کی خبریں جب عام ہو رہی تھیں وقتِ عصر کا تعلیمی سہل بالکل
اس وقت ہر استاد کو متعلقہ کتابیں ختم کرانے کی منکر تھی ہر استاد چاہتا تھا کہ
اسباق وقت مقررہ پر یا اس سے پہلے ہی ختم کر کے اپنے مرضی تعلیمی سے سبک
ہو جائے اور فارغ ہو کر اپنے مرشد و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ چنانچہ
ممدالعلماء حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کابل پوری رئیس الاساتذہ اور
حضرت مولانا عبدالشکور صاحب کابل پوری نے کوشش کر کے اپنے اپنے اسباق
پہلے ہی ختم کر دیے اور حضرت حکیم الامتؒ کی زیارت کے لئے یہ دونوں حضرات تھے
حاضر ہو گئے غالباً دو دن ان حضرات کا وہاں قیام رہا، حضرت حجتہ الاسلام رحمۃ اللہ
ہنوز ختم نہ ہو پائے تھے اس لئے وہ کھانا بھون حاضر نہ ہو سکے۔ اس کا ان کو بہت
احساس و انوسوس تھا۔ لیکن حضرت دلائل نے بھی جلد ہی متعلقہ اسباق پورے
اور بالکل مطمئن اور فارغ ہو کر مذکور الصدر دونوں حضرات کی واپسی کے بعد تھے
تشریف لیگئے۔ حضرت حجتہ الاسلام رحمۃ اللہ کے ہمراہ الحاج شیخ میر بان احمد صاحب بریلوی
حاجی محمد احمد صاحب بہارٹوالے اور صاحبزادہ محترم مولانا محمد اللہ صاحب مظلہ بھی

ماہر بان احمد صاحب کے ہمراہ ان کے ایک ملازم بھی تھے، یہ پانچ حضرات کی
 مانہ کھون پہنچی۔ حضرت حجتہ الاسلام رحمہ نے مدرسے سے چھٹی اس طرح لی تھی کہ میں
 اٹھنا نہ کھون رہوں اتنے دلوں کی چھٹی رہے گی۔ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ
 ان صاحبہ کے مکان میں تشریف فرما تھے مکان کے باہر چھتہ میں چار پائیاں
 تھیں اور ان پر اطراف و جوانب سے زیارت کیلئے حاضر ہونے والے حضرات ہمہ
 رہتے تھے، اسی ماحول میں حضرت حجتہ الاسلام رحمہ معہ رفقاء پہنچے، سب سے
 بہ عزیز احسن صاحب مجذوب سے ملاقات ہوئی، انھوں نے ملاقات کرتے
 یا ع۔ بڑی دیر کی مہربانیاں آتے آتے۔ اندر مکان میں حضرت
 رحمہ کے پاس مخصوص خدام ہوتے تھے، جن میں انتہائی ممتاز و مخلص خادم
 الحاج بالہ بشیر الدین صاحب ٹکٹ کلکٹر اسٹیشن سہارنپور بھی تھے، موصوف ابنی
 نے چھٹی لیٹر کئی روز سے حاضر خدمت تھے۔ غالباً حضرت حکیم الامت رحمہ نے انھیں
 بھیے ہوئے منتظرین زیارت کے متعلق پوچھا۔ تو بالوجہ نے حجتہ الاسلام حضرت
 رحمہ کا نام حضرت حکیم الامت رحمہ کی خدمت میں عرض کیا، حکم ہوا کہ بلالیا جلے
 رحمہ نے حضرت حکیم الامت رحمہ کا پیغام حضرت حجتہ الاسلام تک پہنچایا، چنانچہ
 ی حضرت اقدس معہ صاحبزادہ ختم حضرت مولانا محمد اللہ صاحب حاضر خدمت
 حضرت حکیم الامت رحمہ ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے جسکی پائنتی نماز کی وجہ سے
 بانب تھی، حاضری کے وقت حضرت حکیم الامت نے سلام سبقت اور انتہائی ضعیف
 ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا، ادھر جواب میں بیباختہ حضرت حجتہ الاسلام کے
 تھ اٹھ گئے، پائنتی کی جانب لوہے کی ایک کرسی تھی، حضرت حکیم الامت رحمہ
 کے لئے اشارہ فرمایا، حضرت حجتہ الاسلام کرسی پر بیٹھ گئے اور دونوں حضرات
 سے کو دیکھتے رہے۔ یہ منظر بہت عجیب اور بڑا رقت آمیز تھا۔ بالوجہ موصوف
 الامت رحمہ کے سر مبارک پر تیل کی بالمش کرتے رہے۔ اور صاحبزادہ ختم مولانا
 حب کھڑے ہوئے برابر زیارت کرتے رہے۔ چیز منٹ اسی طرح گزرے کہ بعض

خدام کے اشارہ پر حجۃ الاسلام حضرت ناظم صاحب امٹھ گئے اور باہر تشریف
 (مولانا محمد اللہ صاحب کا خیال ہے کہ) یہ حضرت والا کی بھی آخری ملاقات کے
 کے بعد کسی زیارت کے لئے آنے والے کی ملاقات بھی نہ ہو سکی یہ واقعہ دن
 بجے پیش آیا اور اسی دن یا اگلے دن شب میں حضرت حکیم الامت نور اللہ
 وصال ہو گیا۔ اور آٹا فانا تھانہ بھون اور لواح کے لوگ جمع ہو گئے۔ سہارنپور
 کے لئے بس سردس نہ تھی، چھوٹی لائن کی ٹرین چلتی تھی، اس حادثہ کی
 ٹرینیں چلائی گئیں مگر بہت سے لوگ شریک جنازہ نہ ہو سکے، نماز جنازہ
 حکیم الامت رح کے کھانچے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رشیخ الاسلام
 نے پڑھائی۔ اور قبر میں اتارنے والے دیگر علماء و شائخ میں حضرت حکیم الامت
 برادر زادہ حضرت مولانا بشیر علی صاحب بھی تھے کہی روز سے بارش ہو رہی
 کوچوں میں پانی اور کچھڑ تھا اور اس قدر ہجوم تھا کہ شاید کہیں دوسری جگہ
 نہ ہوا ہو، واللہ اعلم۔ اسوس ہے کہ صدر العلماء حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب
 شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالشکور صاحب اور بابو بشیر الدین صاحب وغیرہ جو ایک
 دن پہلے ہی تھانہ بھون سے سہارنپور واپس چلے گئے تھے شریک جنازہ نہ ہو سکے
 البتہ قطب عالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رشیخ الحدیث مظاہر علوم سہارن پور نماز
 شریک ہو گئے تھے۔ حضرت قطب عالم تحریر فرماتے ہیں کہ :-

”حضرت کی علالت میں تو حاضری اکثر اور بار بار ہوتی رہی ۱۶ رجب ۱۳۶۲
 علی الصباح میں اپنے کمرہ میں تھا۔ بھائی اکرام نے اوپر پہنچ کر حادثے کی اطلاع
 میں اسی حال میں امٹھ کر سب طرف کے کواٹر لگا کر سیدھا اسپتیشن دوڑ گیا۔
 جا کر معلوم ہوا کہ گاڑی کا وقت بہت قریب ہے بلکہ چھوٹ رہی تھی ٹکٹ لیکر علی
 میں بیٹھ گیا۔ مدرسہ کے دوسرے اجاب اس گاڑی تک نہ پہنچ سکے معلوم ہوا کہ
 کی کوشش پر چھوٹی لائن کے انسروں نے ڈو اسپتیشن تھانہ بھون کیلئے چند ڈبل
 منظور کر لئے، پہلا اسپتیشن تو تقریباً دو گھنٹے کے بعد پہنچ گیا اور دوسرا اسپتیشن

مولانا ظفر احمد صاحب نے عید گاہ میں جنازہ کی نماز پڑھائی (کچھ آگے ہے)
 لی درمیانی شب میں دس بجکر چالیس منٹ پر وصال ہوا۔ نور اللہ مرقدہ و علی
 ؑ۔ وصال سے چند روز پہلے اس دارالحرز و الدن سے طبیعت اکت گئی تھی، کئی
 بار ”یا اللہ میں اس سُنڈ اس میں کب تک پڑا ہوں گا“

ارشاد و تربیت اور اصلاح خلق

الاسلام حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی جانب
 سے اور مسلمین و غیر مسلمین کا رجوع تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات
 میں شروع ہو گیا تھا۔ اور آپ کے دامن فیض سے کافی لوگ وابستہ
 تھے۔ علماء ارباب، شعراء اور جدید طبقہ کے حضرات خصوصاً آپ سے وابستگی اور
 حق فخر و باعث عزت سمجھنے لگے تھے، اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ان تمام حضرات پر
 نظر عنایت فرماتے تھے اور حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کی وفات کے بعد
 بعد تو آپ کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ذات
 نے سلسلہ اشرفی کو روز افزوں ترقی ہوتی چلی گئی۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا
 مفتی صاحب بھولپوری، مصلح الامت حضرت مولانا شاہ محمد وصی اللہ صاحب
 ، حکیم الاسلام حضرت مولانا تارقی محمد طیب صاحب، مہتمم دارالعلوم دیوبند
 حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب، ناظم اعلیٰ جامعہ
 سہارنپور، مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب مدظلہ بانی دہلی
 ناظم العلوم جلال آباد، سیدالابرار حضرت مولانا شاہ سید ابراہیم صاحب مدظلہ
 ، دعوۃ الحق ہر دوئی جیسے حضرات اکابر و اساطین کی وجہ سے سلسلہ اشرفی پورے
 ان میں خصوصاً اور عالم اسلام میں عموماً بڑی تیزی اور قوت کیساتھ پھیلا۔ اور ان
 پاک کے تمام دربار میں اسلامیہ کو ترقی و قوت حاصل ہوئی۔

شان میں مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ کی برکت سے زیادہ فیض

ہوا۔ حضرت حکیم الامتؒ کے خلفاء و مجازین میں ایک سے ایک عجیب ہستی سے ممتاز شخصیت ہوئی ہے۔ حضرت حجتہ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی ذات خصوصیات اور اوصافِ عالیہ کی جامعیت کے اعتبار سے ایک عجیب اور قابلِ تہنی۔ بایں ہمہ تواضع و انکساری اور اشارہ کا اس قدر غلبہ تھا کہ پوری قوت کے ساتھ اپنے ہم عصروں خصوصاً اپنے رفیقِ شفیق قطبِ عالم محمد زکریا صاحب الحدیث جامعہ مظاہر علوم دہا جبرمدنی کی جانب متوجہ رہتے اور اپنی ذات کو بیچ در بیچ کر کے عوام و خواص کے سامنے پیش کرتے تھے۔ لیکن جو طالبِ صادق حضرت والا کے دامنِ فیض سے وابستگی پر مصر کو بیعت فرما کر داخل سلسلہ فرمایا کرتے اور اس کے حالات، طبعیت اور مزاج کو اس کی تربیت فرماتے۔ آپ کے یہاں اوراد و وظائف سے زائد تقویٰ پر زور تھا تقویٰ اس ان ہے کیونکہ وہ ایک سببی چیز ہے اور فعل سے ترکِ فعل آتا۔ اس کے بعد تبارعِ سنت و شریعت کا اہتمام تھا، تیسرے نمبر پر اوراد و وظائف و ابتدائی معمولات کی تو سب کو تلقین و تاکید ہوتی تھی۔ جو لوگ دین کی اہم تعلیم و تدریس وغیرہ میں مصروف ہوتے ان کے لئے ان میں بھی تخفیف کر دیا۔ اس سے آگے طالبین کو حسبِ طلب بڑھایا جاتا تھا، منہی حضرات کو مراد و اعتماد وغیرہ بھی کراتے تھے۔ اور جس میں اہلیت، محسوس فرماتے اور اس قابلِ اطمینان ہوتے تو اس کو اجازت۔ کبھی عطا فرمادیتے تھے۔ اجازت حاصل ہوتی تھی بعض کو آپ مجاز بالصحبہ بناتے اور بعض کو اجازت بیعت عطا فرماتے۔ مجازین کو اجازت بیعت غیر علمائے کے لئے ہوتی تھی یعنی آپ ان کو اس شرط پر اجازت بیعت عطا فرماتے تھے کہ وہ علماء حضرات کو بیعت نہ کریں گے۔ ان کا علماء کی بیعت و اصلاح کی اجازت ہوتی تھی۔

حضرت والا رحمہ کے یہاں مریدین و مجازین کی تکثیر کا مسئلہ بالکل نہ تھا۔ فرمانے میں بھی احتیاط تھی اور اجازت میں بھی وہ محتاط تھے اور اجازت کے

ما فرماتے اور لکھواتے تھے۔

بیعت

ہمارے جملہ اکابر کا طریقہ بیعت ملتا جلتا رہا ہے۔ مردوں کو بیعت نہ کرنا ایک دو کی تعداد ہوتی تو بیعت بالمصافحہ ہوتی اور زیادہ حضرات کے لئے پکڑوا کر بیعت فرماتے تھے۔ عورتوں کی بیعت میں کپڑے ہی کا استعمال ہوتا ہوتا کہ عورتیں پردہ میں ہوتیں اور کوئی کپڑا ان کی طرف کو ڈال دیا جاتا جس کو لیتیں دوسری طرف سے حضرت والا ج کپڑے کو پکڑ کر الفاظ بیعت کہلوا دیتے۔ اگر خط کے ذریعہ بیعت کی درخواست کیجاتی تو حضرت والا مرحوم جواباً ان کو قبولیت داخل سلسلہ کر لینے کی اطلاع اور ضروری ہدایات و تسبیحات و معمولات وغیرہ کے یہ فرمادیتے۔ اور حالات کی اطلاع کرتے رہتے۔ کی تاکید بھی فرمادیتے۔ بیعت کے بعد والا مرحوم کفر و شرک، بدعت، چوری، زنا، حق تلفی، ہناز، چھوڑنے، پرایا مال، خانا، اور ہر گناہ سے توبہ کراتے تھے۔ اگر بیعت ہونے والے میں کوئی خاص بری بات فرماتے تو خاص طور پر اس سے بھی توبہ کراتے تھے۔ اور آئندہ گناہ نہ کرنے کے لئے توجہ توبہ کرنے اور اتباع شریعت و پیردئی سنت پر عہد لیتے اور خاص خاص دراستقامت کی دعا کے بعد بتدریج معمولات اور خاص خاص ہدایات حسب حال، عموماً ایمان مفصل کا مضمون بھی کہلواتے تھے۔ بیعت ایسی خاص توجہ نیز لہجہ میں ہوتی کہ بیعت ہونے والوں پر رقت و لرزہ طاری ہو جاتا بہتے روں اور اخلاص کے ساتھ توبہ کی توفیق ہو جاتی تھی، بیعت کا ماحول بڑا صاف ہوتا تھا۔

صاف ہوتا تھا۔

معمولات

ابتدائی معمولات جو مریدین کو تلقین کیے جاتے تھے وہ سالہ "اسعاد الطالبین" میں شائع ہو چکے ہیں جس کو بعض آئندہ ہم درج کریں۔ لیکن فقہاء نمازوں، قضا و زروں، اگر حج فرض ادا نہ کیا ہو تو اس پر اگر مالدار ہو تو زکوٰۃ کی ادائیگی کی تاکید، نیز غیبت سے اجتناب، بدگوئی، سب سے احتراز، لوگوں سے بیفائدہ میل جول سے پرہیز اور حضرت مولانا

معاویہ نور اللہ مرقدہ کی کتابوں (خصوصاً حیوۃ المسلمین، آداب معاشرت، معاملات وغیرہ) کا مطالعہ کرنے اور نماز باجماعت کا صف اول تکبیر اولیٰ کے ساتھ اتہام کی خوب ناکید فرماتے تھے۔ ان کے علاوہ چند امور ذیل کا خاص طور پر فرماتے تھے (۱) معاملات بالکل صاف ہوں (۲) ایذا رسانی قطعاً نہ ہو (۳) دوسروں کے کاموں میں بے جا مداخلت ہرگز نہ کی جائے (۴) روزانہ اپنے نفس کا محاسبہ جائے نیکیوں پر شکر اور غلطیوں پر ندامت و توبہ کا اتہام کیا جائے (۵) کسی وقت بھی اپنے نفس سے مطمئن نہ ہوا جائے اور اپنے ظاہری و باطنی اعمال پر نگاہ رکھی جائے (۶) بتائی ہوئی نصیحتوں پر عمل، معمولات کی پابندی کی جائے (۷) اپنے حالات مطبوعہ کرتے رہیں۔

منتہی حضرات کو نصائح۔ منتہی حضرات کو بار بار فرماتے تھے کہ الہامات و مکاشفات کی طرف قطعاً التفات نہ کریں، اس قسم کی چیزوں میں الجھنے مقصود فوت ہو جاتا ہے مقصد پر نظر رکھیں۔ راستہ کی پہاروں پر فریفتہ نہ ہوں منزل کی جانب بڑھتے رہیں۔ مکائد نفس سے غافل نہ ہوں، شیطان کے مکر سے بے خوف نہ ہوں اس سلسلہ میں اسلاف کے واقعات بھی سناتے تھے۔ مثلاً رفاۃ حضرت جنید کا یہ واقعہ اکثر سناتے تھے کہ ان کو آجائے السلام علیکم یا ولی اللہ انہوں نے جواب میں فرمایا اھول و لا قوۃ الا باللہ تو شیطان نے کہا کہ تجھے تیرے علم نے بچا لیا۔ انہوں نے فرمایا کہ کم نجت، مردود پھر دھوکہ دیتا ہے۔ میرے علم نہیں بلکہ اللہ کے فضل نے مجھے تیرے دھوکے سے بچایا وغیرہ حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے مرتبہ کید نفس و مکر شیطان سے منتہی بھی گمراہی میں پھنس جاتا ہے۔ اس لئے ہر وقت ان سے خبردار رہنا چاہئے۔

خلفاء کو خصوصی ہدایات۔ خلفاء و مجازین میں سے ہر ایک حسب حال اجازت کے وقت ہدایات فرماتے تھے جو خلفاء و مجازین کی تفصیلی فہرست کے ساتھ آگے آ رہی ہیں

اسعاد الطالبین

ہدایات برائے متوسلین

سلام، اسعد الامت حضرت اقدس سیدنا و شہداء مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب
ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور۔ نور اللہ صاحب قندہار

یہ رسالہ نافعہ مجبہ الاسلام حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا
صدیق احمد صاحب باندوی مظللہ نے ترتیب دیکر حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے
تلمذ میں پیش کیا اور حضرت دالارح نے اس کو پسند فرمایا تھا اور حضرت دالارح کے
تلمذ میں اس کو طبع کرا دیا گیا تھا۔ لیکن یہ رسالہ متوسلین و غیر متوسلین
لئے نافع و مفید ہے۔ یہاں بھی سلسلہ عالیہ سے وابستگان کے لئے خصوصاً
سکرمسلمانوں کے لئے عموماً اس کو درج کیا جاتا ہے۔ اس نافع و مفید رسالہ کو
مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم نے ملاحظہ فرما کر چند کلمات تحریر
کئے تھے جو مطبوعہ رسالہ کے آخری صفحہ پر شائع ہو چکے ہیں ذیل میں پہلے ہم ان متبرک
تک کو لکھتے ہیں اور پھر رسالہ "اسعاد الطالبین"، ناظرین کی خدمت میں پیش
کرتے ہیں۔

ارشاد گرامی

حضرت مولانا الحاج الحافظ الشاہ مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم

مداودہ صلیاً۔ رسالہ مبارکہ (اسعاد الطالبین) کے مطالعہ سے احقر مشرف ہوا۔ اس میں سائین
لئے ابتدائی معمولات اور بہترین نصائح کو جمع کیا گیا ہے کہنے کو تو یہ حضرت الاستاذ مولانا
الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے
تلمذ میں کے لئے ہے جیسا کہ اس کے نام میں بھی اشارہ ہے مگر حقیقت سب ہی کے لئے نافع اور مفید
ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس کے مؤلف، محب محترم مولانا تارسی صدیق احمد صاحب
رہی دام مجدہم کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنے قریب کی مخصوص نعمتوں

سے زائد سے زائد مال مزائے اور عامۃ المسلمین کو اس سے نفع بخشے رآمین
 احقر محمود حسن عفی عنہ

رسالہ نافعہ اسعاد الطالبین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - الحمد للّٰہ ربّ العالمین وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی سَیِّدِ
 الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلَی اٰلِہ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ - اَمَّا بَعْدُ
 ہر زمانے میں مشائخ عظام اور صوفیاء کرام اپنے متعلقین اور متوسلین کے تزکیہ قلب کیو اس
 کچھ معمولات اور وظائف مقرر کرتے رہیں جن پر مداوت کر نیچے بعد انکو مقصود رسائی حاصل ہوئی ہے۔
 اسی سنت سنہ پر آج کل بھی مشائخ کا عمل ہے۔ جن حضرات کو حضرت اقدس سیدنا و
 الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب دامت برکاتہم کی خدمت بابرکت میں کچھ دن بھی رہنے کا
 سعادت حاصل ہوئی ہے انھوں نے اس کا اچھی طرح مشاہدہ کیا ہے کہ حضرت والا ایک عظیم
 ادارہ کی اہم ذمہ داری اور درس و تدریس کی مشغولی کے باوجود معمولات کی کس قدر پابندی
 فرماتے ہیں اور اپنے متعلقین کو برابر اس کی تاکید فرماتے رہتے ہیں۔

یوں تو چند منٹ کیلئے بھی کسی کو حاضری نصیب ہوئی وہ بھی پسند و نفعاً الح کا ایک
 بے بہا خزانہ لیکے واپس ہوتا ہے مگر اپنے مستر شاہین کے لئے حضرت اقدس کچھ معمول
 کی غاص طور پر ہدایت فرماتے ہیں کہ بھی زبانی اور کبھی تحریر کر کے ان کو مرحمت فرما
 دیا۔ مگر اب روز بروز ضعف بڑھتا جا رہا ہے۔ ارتعاش کا بھی عارضہ ہے۔ اور
 طرح طرح کے امراض لاحق ہیں جس سے لکھ کر دینا تو دکن معمولات کی فہرست زمان
 طور پر بتانا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

اس کو دیکھ کر حضرت والا کے بعض خدام کو اس کا احساس ہوا کہ اگر ان کو منضبط کر لیا
 جائے اور چند سفید باتوں کا اضافہ کر کے طبع کر لیا جائے تو بڑی سہولت ہو جائے حضرت والا نے سہولت
 فرمایا اب یہ عجائز نافعہ اسعاد الطالبین (بعد اصلاح حضرت اقدس زید مجدہم ہدیہ ناظرین ہے اللہ پاک کو قبول
 فرما کر نافع طالبین فرماوے۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَعِزِّزِ۔ صدیق احمد

اثبات بیعت

آج کل اس قسم کا رجحان ہوتا جا رہا ہے۔ اور عام طور پر تصوف اور سلوک کے منکرین اس کو گمراہ کر نیچے لئے کہتے ہیں کہ مشائخ کے یہاں جو بیعت کا سلسلہ جاری ہے یہ بدعت ہے بیعت ہے کہ ایک جماعت نے اس کو صرف رسم کا درجہ دے رکھا ہے۔ اور دست بوسی اور انہ وصول کرنا ہی ان کا مقصود ہے نہ مرید کو پیر کی خبر اور نہ پیر کو مرید کی فکر لیکن ایک مخصوص فرقہ کی غلط کاری کی بنا پر سرے سے اس کا انکار کر دینا اور اس کو بدعت اور گمراہی کہنا یہ صحیح نہیں ذیل کی حدیث سے واضح ہو جائیگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس قسم کی بیعت کی ہے

حضرت عوف بن مالک الاشجعیؓ قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبعة او ثمانية او سبعة فقال لا تبایعوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسطننا ایدنا وقلنا علی ما نبایعہ رسول اللہ قال علی ان تعبدوا اللہ لا تشركوا به شیئاً وتصلوا الصلوات الخمس وتسمعونوا و تطیعوا۔

رسلم۔ البوداؤد۔ نسائی

حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبویؐ آٹھ یا سات آدمی حضورؐ کے سامنے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ کے رسول سے بیعت کیوں نہیں کرتے ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ ہم کس چیز پر بیعت کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اس پر کہ صرف اللہ تعالیٰ کے عبادت کرو گے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے، پانچوں وقت کی نماز پڑھو گے احکام سنو گے اور اطاعت کرو گے۔

ظاہر ہے کہ یہ نہ تو بیعت اسلام ہے اور نہ بیعت جہاد بلکہ اعمال کے التزام اور اہتمام کی بیعت ہے، مشائخ کے یہاں بھی اس قسم کی بیعت متعارف ہے

بیعت کی ضرورت جس طرح امراض ظاہری کا علاج لیسا اوقات دشوار ہو جاتا ہے۔ اور کتاب سے نسخے دیکھ کر خود علاج کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا بلکہ اور خرابی میں پڑ جاتے کا اندیشہ ہوتا ہے جیسا کہ تجربات شاہد ہیں۔ اسی طرح بعض پوشیدہ امراض

ایسے ہوتے ہیں کہ بغیر شیخ کا بل کے ان کا علاج سمجھ میں نہیں آتا اور کبھی سمجھ میں آگیا تو امر پر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ شیخ کا بل چونکہ ان تمام حالات سے گذر چکا ہوتا ہے، نیز اس ساتھ اللہ تعالیٰ کی اعانت شامل ہوتی ہے اس لئے اس کا بتایا ہوا علاج سہل اور نافع ہوتا ہے جس سے بیعت ہونے کا ارادہ ہو پہلے اسکے ان

شیخ کا بل کی پہچان :- یہ علامات دیکھ لے۔ جس کے اندر یہ علامات موجود ہوں امداس سے مناسبت بھی ہو تو اس سے بیعت ہو جائے یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ وہ صاحبِ تصرف ہو۔ کشف و کرامات اس سے صادر ہوتی ہوں اس کی بزرگی کے لئے سب چیزیں لازم نہیں یہ تو ایک نفسانی تصرف ہے جو شوق سے بھی ہو جاتا ہے۔ شیخ کامل کی علامات یہ ہیں۔

(۱) علمِ شریعت سے بقدر ضرورت واقف ہو خواہ باقاعدہ اس کی تعلیم حاصل کی ہو یا نہ کی صحبت سے حاصل کیا ہو (۲) عقائد، اخلاق، اعمال میں شریعت کا پابند ہو (۳) تار دنیا، رغبِ آخرت ہو، ظاہری و باطنی طاعات پر مداومت رکھتا ہو (۴) اپنے اندر کسی کمال کی دعویٰ نہ کرتا ہو (۵) کسی شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر اس نے فیوض و برکات حاصل کئے ہوں (۶) تعلیم و تلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو امدان کی خلافِ شرط بات روک ٹوک کرتا ہو (۷) جو لوگ اس سے بیعت ہوں ان میں سے اکثر کی حالت شریعت مطابق ہو۔ ان میں دنیا کی حرص نہ ہو (۸) اس زمانہ کے منصف علماء اور مشائخ اس سے اچھا سمجھتے ہوں (۹) بہ نسبت عوام کے خواص یعنی فہیم اور سمجھدار لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔ (۱۰) اس کے پاس چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی۔ امدان کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو (۱۱) خود بھی ذاکر و مکیا غل ہو (۱۲) مصلح بھی ہو۔ صلاح ہونا کافی نہیں۔

آداب مرید (۱) اپنے پیر کا ادب اور احترام کرے۔ اور زندگی گزارنے کا جو طریقہ بتائے اس پر عمل کرتا ہے اپنی طرف سے خود کوئی راستہ نہ تجویز کرے۔ (۲) بزرگوں کا احترام کرے ان کی شان میں کسی قسم کی گستاخی نہ کرے البتہ اپنے پیر کے

تقارر رکھے کہ مجھ کو جتنا نفع ان سے ہو سکتا ہے اتنا کسی سے نہیں حاصل ہو سکتا (۳) اگر کسی خلاف شرع پیر سے مرید ہو جائے یا پہلے وہ اچھا تھا بعد میں بگڑ گیا تو مریدی توڑ دے۔ اور کسی اچھے بزرگ سے مرید ہو جائے۔ لیکن کوئی معمولی غلطی کبھی ہو جائے تو ایسی برا سب بات پر اعتقاد نہ خراب کرے آخر پیر بھی تو آدمی ہے فرشتہ نہیں ہے۔

۴) سے ایک غلطی ہو گئی ہے جو توبہ سے معاف ہو سکتی ہے (۴) اگر پیر خلاف شرع بات بتلائے تو اس پر عمل نہ کرے اور اگر وہ اس پر اصرار کرے تو اس سے بیعت کا ختم کر دے (۵) ذکر کی برکت سے دل میں کوئی بھی حالت پیدا ہو یا اچھے خواب نظر آویں گئے میں کوئی آواز یا روشنی معلوم ہو تو بجز اپنے پیر کے کسی سے ذکر نہ کرے نہ کبھی نے وظیفوں اور عبادت کا کسی سے اظہار کرے اس سے وہ دولت جاتی رہتی ہے۔

۶) اگر پیر نے کوئی وظیفہ یا ذکر بتلایا اور کچھ مدت تک اس کا اثر دل پر کچھ معلوم نہ ہو تو اس سے تنگ دل یا پیر سے بد اعتقاد نہ ہو بلکہ یوں سمجھے کہ بڑا اثر یہی ہے کہ اللہ کے ذکر کی توفیق ہی ہے یہی کیا کم ہے (۷) ذکر سے اس قسم کی خواہش نہ ہونا چاہئے کہ مجھ کو ہونے والی معلوم ہو جایا کریں یا مس کی چاہوں خواب میں زیارت ہو جائے۔ خوب رونائے عبادت ایسی بیہوشی ہو جائے کہ دوسری چیزوں کی خبر نہ رہے (۸) اگر پیر کی ہر بات کسی پر زیادہ ہو یا اس کو وظیفہ اور ذکر سے زیادہ فائدہ ہو تو اس پر حسد نہ کرے۔

۹) ہر وقت پیر کے پاس نہ بیٹھا ہے جس وقت وہ بلائے اس وقت حاضر ہو۔

۱۰) پیر سے تعلق اپنی اصلاح کے لئے ہو کسی ذمیوی غرض کی وجہ سے نہ ہو۔

بنکار مرید۔ مرید بلکہ ہر مسلمان کو اپنی زندگی اس طرح گزارنی چاہئے۔

۱) ضرورت کے مطابق دین کا علم حاصل کرے خواہ کتاب پڑھ کر یا عالموں سے دریافت کر کے۔

۲) سب گناہوں سے بچے (۳) اگر گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرے (۴) کسی کا حق نہ رکھے کسی کو زبان سے یا ہاتھ وغیرہ سے کسی قسم کی تکلیف نہ دے اور نہ کسی کی برائی بیان کرے۔

۵) مال کی محبت اور نام کی خواہش نہ رکھے نہ بہت اچھے کھانے کپڑے کی منکڑیں ہے۔

۶) اگر اس کی خطا پر کوئی لڑکے تو اپنی بات نہ بتائے فوراً اقرار اور توبہ کر لے (۷) بغیر سخت

ضرورت کے سفر نہ کرے اس میں معمولات کی پابندی مشکل ہو جاتی ہے (۸) زیادہ منسی
 فضول گفتگو سے پرہیز کرے خاص کر عورت اپنے نامحرم سے بے تکلفی سے بات نہ کرے (۹)
 کسی سے جھگڑا فساد نہ کرے (۱۰) شریعت کا ہر وقت خیال رکھے (۱۱) عبادت میں کسی
 کمرے (۱۲) بغیر ضرورت لوگوں کے پاس نہ بیٹھے (۱۳) اگر لوگوں سے ملنا پڑے تو سب سے
 عاجز ہو کر رہے، سب سے اپنے آپ کو چھوڑتا سمجھے سب کی خدمت کرے۔ (۱۴) امیر و دار
 اور حاکموں سے بہت کم ملے (۱۵) بد دین آدمی سے دور رہے (۱۶) دوسروں کا عیب نہ ڈھونڈے
 کسی پر بدگمانی نہ کرے اپنے عیبوں کو دیکھا کرے اور ان کی درستی کیا کرے (۱۷) نماز اچھی ط
 وقت پر جماعت کے ساتھ ادا کرے۔ عورتوں پر جماعت نہیں وہ وقت پر گھر ہی میں نماز پڑھ لیں
 (۱۸) مل یا زبان سے اللہ کی یاد میں سب سے کسی وقت غافل نہ ہو (۱۹) اگر ذکر میں مزہ آئے اور
 دل خوش ہو تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اس سے اپنے کو بڑا نہ سمجھنے لگے (۲۰) بار
 نرمی سے کرے (۲۱) سب کاموں کے لئے وقت مقرر کر لے اور پابندی سے اس پر عمل کرے
 (۲۲) اگر رنج و غم اور نقصان پیش آئے اس کو اللہ کی طرف سے جلنے پریشان نہ ہو
 اور اس میں ثواب کی امید رکھے (۲۳) بلا ضرورت دنیا کی باتیں نہ کرے اور دل میں بھی ہر وقت
 دنیا کا دھیان نہ رکھے (۲۴) جہاں تک ہو سکے دوسروں کو فائدہ پہنچائے خواہ دنیا کا ہو یا دین
 (۲۵) کھانے پینے میں نہ اتنی کمی کرے کہ کمزور ہو جائے یا بیمار ہو جائے نہ اتنی زیادتی کرے کہ
 عبادت میں کستی ہونے لگے (۲۶) خدائے تعالیٰ کے ہوا کسی سے طمع نہ کرے نہ کسی کی طرف
 خیال دوڑے کہ فلان جگہ سے ہم کو یہ فائدہ پہنچ جائے (۲۷) خدائے تعالیٰ کی تائید
 میں بے چین رہے (۲۸) نعمت کھوڑی ہو یا بہت اس پر شکر بجالائے اور فقر و فاقہ سے تنگ
 نہ ہو (۲۹) اپنے ماتحتوں پر رحم کرے۔ اگر ان سے قصور ہو جائے تو معاف کر دیا جائے (۳۰)
 کسی کا عیب معلوم ہو جائے اس کو چھپائے اور اگر کسی کو نقصان پہنچانا چاہے تو اس
 کو اطلاع کر دے (۳۱) بہت الفز میں خردوں، عزیز ہوں، عالموں، درویشوں کی خدمت
 کرے (۳۲) نیک صحبت اختیار کرے (۳۳) ہر وقت خدائے تعالیٰ سے ڈرا کرے (۳۴)
 موت کو یاد رکھے (۳۵) روزانہ کسی وقت بیٹھ کر اپنے کاموں کو سوچا کرے جو نیکی یاد آئے

شکر کرے اور گناہ ہو گیا ہو تو توبہ کرے (۲۶) جھوٹ پر گزرنے والے (۳۷) جو محفلِ خلافت
 رخصت ہو وہاں ہرگز نہ جائے (۳۸) شرم و حیا بردباری اختیار کرے (۳۹) اپنی خوبیاں
 نہ ہو وہم، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ نیک راہ پر قائم رکھیں

ہدایات برائے مسلمانین

بجہاد امت

لا سلام حضرت اقدس سیدنا و مقدانا مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد الدہلوی صاحب کرامت

ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سجادان پور

مسلمین کو چاہئے کہ احکام مذکورہ پر عمل کرنے کے ساتھ امور ذیل کا بھی اہتمام رکھیں۔

۱۔ نماز پنجگانہ باجماعت مسجد میں ادا کریں جو تیس وقت مستحب میں گھر میں ادا کریں۔

۲۔ اشراق چار رکعت، چاشت آٹھ رکعت، آذانین چھ رکعت، تنہور بارہ رکعت یا جس قدر ہو سکے

عصر چار رکعت قبل عشاء اور اس کے بعد چار چار رکعت صلوٰۃ التبع بروز جمعہ و صلوٰۃ التبع

رقیۃ بہشتی زیور وغیرہ میں دیکھ لیا جائے (۳) ذی الحجہ کے اول و دوم دن بالخصوص نویں تاریخ۔ محرم

۱۰۔ شعبان کی پندرہویں تاریخ کے روزہ کا خاص طور پر لحاظ رکھیں اور ہو سکے تو ہر ماہ میں

بعض یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹

اپنے اوپر دم کر لیا کریں۔ ہر ذمہ سورہ کہف ایک بار، درود شریف جس قدر زیادہ ہو سکے
(۷) کبھی کبھی قبرستان جا کر کم از کم گیارہ بار قل ہو اللہ پڑھ کر سب لمٹاؤں کے لئے دعا
مغفرت کریں۔ (۸) روزانہ بعد تلاوت قرآن مجید اپنے سلسلہ کے تمام مشائخ کیلئے
ایصالِ ثواب کیا کریں (۹) قربانی کے زمانہ میں حسب وسعت بزرگانِ دین کی طرف سے
عموماً اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خصوصاً قربانی بھی کیا کریں۔

(۱۰) حضرت اقدس کی مغفرت، اور درجہاتِ عالیہ کے لئے روزانہ دعا کرتے رہیں۔
(۱۱) اپنے حالات کی برابر اطلاع دیتے رہیں اور حسب ہدایت عمل کرتے رہیں۔

(۱۲) حضرت حکیم الامت رحمہ کے مواعظ و ملفوظات اور بمشورہ دوسرے اکابر کی تصنیفات کا
اور اگر خود پڑھے ہوئے نہیں ہیں تو پابندی کے ساتھ کسی سے سنا کریں
(۱۳) ذیل میں درج کیا ہوا شجرہ بھی روزانہ پڑھ لیا کریں۔

شجرہ منظومہ

یا الہی کن مناجاتم بغفرل خود رسول	بہر شاہ اسعد اللہ سیدی و مرشدی
اُغْنِنِ نَفْسَیْ اُمْتِنِیْ مُسْلِمًا یَارَبَّنَا	بہر قطب عالم اشرف علی تھانوی
بہا لمداد و بنور و حضرت عبدالرحیم	عبد باری، عبد آہدی، عہد دیں مکی ولی
ہم محمدی و محب اللہ شاہ بوسعید	ہم نظام الدین، جلال و عبد قدوس احمدی
ہم محمد عارف و ہم عبد حق، شیخ جلال	شمس دین ترک علاؤ الدین، فرید جودھنی
قطب دین و ہم معین الدین عثمان شریف	ہم محمود و دالو یوسف محمد، احمدی
بوسحاق و ہم بہمشاد و ہمسیرہ نامور	ہم خلیفہ و ابن آدم، ہم فضیل مرشدی
عبد واحد، ہم حسن بصری، علی انجریں	سید الکونین خزانہ عالمیں بشری نبی

پاک کن قلب مرا تو از خیال غیر خویش

بہر فات خود شفا یم دہ ز امراض دلی

نوٹ:۔ یہ ابتدائی معمولات ہیں، انھیں پر قناعت کر لی جائے۔ اس راہ میں سب سے

نرمادی یہ ہے کہ اپنے شیخ کو اپنے احوال کی اطلاع دیتے رہیں اور جو کچھ شیخ کی جانب
ان کے لئے تجویز کیا جائے اس پر عمل کرتے رہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان
خلفاء میں سے جن سے مناسبت ہو ان سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کر کے ان کو اپنے حالات
لاع دیتے رہیں۔ کیونکہ سلوک و طرقت میں مرید کو درود ہی خیریں لازم ہیں۔ اپنے احوال
شیخ کو اطلاع، اور شیخ کے فرمان کی اتباع۔ فقط

دیکھئے از فہام حضرت رحمۃ اللہ علیہ خلفاء و مجازین کرام

السلام حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ (نور اللہ مرقدہ و محل الجنۃ مشواہ)

خلفاء و مجازین کی تفصیلی فہرست سے پہلے چند امور ذیل قابل ملاحظہ ہیں۔
شیخ اپنے مریدین و متوسلین میں سے کسی ایک شخص یا متعدد اشخاص کو ایک وقت میں
مختلف اوقات میں اپنے الہام و کشف یا القاء غیبی و لقاء منافی قلبی کی بنیاد پر یا الہیت محسوس
کے ظن غالب کی بنا پر اجازت صحبت یا اجازت بیعت دیتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں
آتی متوسلین و مریدین نااہل ہیں۔ ممکن ہے کہ جن کو اجازت دی گئی ان سے زائد اہل
دوسرے لوگ ہوں جن کو اجازت نہیں ملی۔ اسی طرح یہ ضمانت نہیں ہوتی کہ
ان کو اجازت دی گئی ہے ان کے حالات میں بعد میں تبدیلی نہیں آ سکے گی۔ اور
ہمیشہ خرقہ خلافت اور مندرجہ تحت کے اہل رہیں گے۔ اسی لئے بیعت ہونے والا
یت ہونے سے پہلے اس بات پر پہلے خوب غور کر کے کہ جس سے بیعت ہونا چاہتا
ہے اس کی زندگی شریعت کی قید سے آزاد اور اتباع سنت سے ہٹ چکی ہو تو نہیں ہے
ہر حال مسئلہ اجتہادی ہے جس کا مدار ظن غالب اور شیخ کی رائے پر ہوتا ہے۔ کسی
بینی نص پر اس کا مدار نہیں ہوتا جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو یا مستقبل کے متعلق مکمل
ضمانت ہو۔

(۷) بیعت کے وقت اپنی عقیدت و محبت، طبیعت کے میلان اور قلبی رجحان پر نظر کرنی

چلے۔ اور جس سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کر لے اس کے متعلق یہ خیال کرے کہ مجھ کا سب سے زائد اصلاحی فائدہ اپنے اسی شیخ سے ہو گا، یہ ہرگز اعتقاد نہ کرے کہ میرا شیخ سارا دنیا کے مشائخ سے افضل اور بڑا ہے اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کون کون بڑا اور افضل ہے۔

(۳) مرید کو ادب لازم ہے اپنے شیخ کا بھی اور تمام دوسرے مشائخ کا بھی بلکہ جملہ اہل سلوک اور تمام اہل ایمان کا درجہ بدرجہ ادب کرنا بھی ضروری ہے بے ادب سے محرومی کے سوا کچھ نہیں ملتا صریح ادب محروم گشت از فضل رب۔

(۴) اپنے شیخ کو یا کسی بھی شخص کو معصوم نہ سمجھے، عصمت حضرات انبیاء علیہم السلام پر ختم ہے اور حضرات صائبہ کرام رضی اللہ عنہم تنوینی صد بخشنے بخشائے اور جنتی ہیں اس لئے اپنے شیخ سے یا کسی اور سے کوئی منکر سرزد ہو جائے تو منعوب کا خیال کرتے ہوئے نکیر لازم ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر درجہ بدرجہ ضروری ہے یہی اصل خیر خواہی ہے اور اپنا شیخ دوسرے مشائخ کی بہ نسبت خیر خواہی کا زیادہ مستحق ہے۔ اس لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی اپنا شیخ دوسروں سے زائد مستحق ہے ہاں اس میں بھی شیخ کا ادب ملحوظ رہے۔

(۵) مرید ہونے کے بعد شیخ کا اتباع اور اپنے حالات کی اس کو اطلاع کرنا ہے اور شیخ کے ہاتھ میں اس فرج ہو جائے جیسے مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہونا ہے لیکر شریعت کے خلاف امور میں شیخ، استاذ اور باپ کسی کی بھی اطاعت جائز نہیں۔ لا طاعة لما سوا فیہ عصیۃ الخالق و مخلوق کی اطاعت خالق کی نافرمانی میں جائز نہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور مشہور شعر ہے

ہے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغان گوید کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا کوئی نفس نہیں ہے جس کو نفس کے مقابلہ میں مانا جائے اور لا ینزنی، النانی حیدر یزنی، وهو موہن۔ اصدیق کی رو سے نافرمانی کا حکم کرتے وقت شیخ اپنے مقام مشیخت پر پیر مغان ہی کب رہتا ہے۔

مرت حجت الاسلام رحمہ کے خلفاء و مجازین میں سب حضرات اہم اور اپنی اپنی خصوصیات
 ات کے اعتبار سے سب ہی بہتر ہیں، حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ و مقام کے
 سے کوئی ترتیب قائم نہیں فرمائی اور نہ ہی آپ نے اس کا حکم فرمایا، اس لئے یہ ترتیب
 ان سے قائم کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ لیکن حضرت والا رحمۃ اللہ نے حضرت مولانا قاری
 احمد صاحب باندوی مظہر العالی کے بارے میں متعدد بار بلند کلمات ارشاد فرمائے ہیں
 اپنے منظوم رسالے ”ذکر اسعد“ میں بیان کر دیا ہے جو اسی کتاب ”جیات اسعد“
 میں درج کر دیا گیا ہے۔ اور حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علم
 ان پور کا ادب بہت زیادہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ان کے علاوہ پاکستان میں سلسلہ اسعدیہ
 کے اہم رکن حضرت مولانا مفتی جیل احمد صاحب تھانویؒ ہیں۔ باقی تمام حضرات اپنی
 و سیات میں ممتاز و صاحب فضیلت ہیں اور جزوی اعتبار سے بعض کو بعض دوسرے
 سے فوقیت حاصل ہے۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے بعض بعض خلیفہ و مجاز کو اجازت کے وقت کچھ خاص
 اور ہدایات فرمائی ہیں جو مندرجہ ذیل فہرست میں ان کے ناموں کے ساتھ بیان کی گئی ہیں
 ذیل میں خلفاء و مجازین کی فہرست حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی بیاضی سے
 نقل کی جاتی ہے۔ جس میں ہر خلیفہ و مجاز کا نام و پتہ، تاریخ و وقت اجازت، ہسم
 اور مخصوص نصائح و ہدایات مندرج ہیں

فہرست خلفاء و مجازین

السلام، حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ،
 موافق بیاضی خاص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۰۔ ۱۰ بجے شب جمعہ ۲۶ رجب ۱۳۶۲ھ کو مولوی شبیر احمد خاں صاحب ولد حضرت
 رحیم اللہ خاں صاحب، محلہ قصبہ، مقام ٹانڈہ، ضلع فیض آباد کو اجازت

بیعت و تلقین دی گئی۔ محمد اسعد اللہ بقلم خود

④ ۱۲ بجے یومِ شنبہ دس ربیع ۱۳۶۶ھ مطابق ۴ مارچ ۱۹۴۷ء کو عزیز محمد مولوی محمد یوسف صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مدرسہ اشرف العلوم ڈاک خانہ فاضل خاں ضلع چانگام (بنگلہ) کو اجازتِ بیعت و تلقین دی گئی۔ محمد اسعد اللہ بقلم خود

⑤ دن کے ۱۰ بجے مسجد کلثومیہ میں یومِ چہار شنبہ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو عزیز محترم مولوی حافظ سید صدیق احمد باندوی سلمہ اللہ تعالیٰ کو اجازتِ بیعت و تلقین دی گئی۔ مکمل پتہ یہ ہے۔ مدرسہ عربیہ موضع ہتھورا ضلع باندہ، محمد اسعد اللہ

⑥ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۸۲ھ یومِ دو شنبہ ۱۸ جون ۱۹۶۲ء دس اور گیارہ بجے کے صبح جناب حاجی نظیر احمد صاحب راج پورٹ رئیس موضع شیخپورہ ضلع سہارن پور غیر علما کو بیعت کرنے کی اجازت دی گئی اور موصوف کو مجاز بالصحبہ پہلے بنادیا گیا (۲۲ اپریل ۱۳۸۳ھ بمقد شنبہ رحلت فرما گئے۔ مظفر) محمد اسعد اللہ

⑦ آج پندرہ شوال المکرم ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۶۳ء لیلة السبت کو جبکہ ۵ ارمٹ پر عزیز محترم مولوی حافظ عبدالوہاب خان صاحب بستی سلمہ اللہ تعالیٰ کو اجازتِ صحبت دی گئی۔ مکمل پتہ یہ ہے۔ موضع دالو کوئیال ڈاک ہاں یعنی ضلع بستی روپڑی، مولوی صاحب کے والد صاحب جیدار خان صاحب ہیں۔ محمد اسعد اللہ

ذیل میں وہ مکتوب گرامی درج ہے جس کے ذریعہ مولانا عبدالوہاب صاحب موصوف کو اجازت سے مطلع کیا گیا۔ اور جس میں مناسب ہدایات دی گئیں۔

نقل مکتوب گرامی

۷۸۶

عزیز محترم مولوی و حافظ محمد عبدالوہاب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ پتہ جیدار خان صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
حسب عادتہ اہل طریق بغرض نفع رسائی خلق آپ کو تو کلاماً علی افترا اجازتِ صحبت

اپنے پاس اٹھنے بیٹھنے والوں کو دین کی باتیں بتاتے رہیں اور بطور تحدیث بالنعۃ
 سب کو بھی مطلع کر دیں اور امور ذیل کا خیال رکھیں۔

اپنے دوستوں کو مندرجہ ذیل کتابوں کے مطالعہ یا سننے کا مشورہ دیں۔
 زیور بہشتی ثمر، اصلاح الرسوم، نفع السبیل۔ آداب معاشرت اور سلسلہ
 المواعظ یا دعوتِ عبدیت کے وعظ۔

گر کوئی فہیم یا ذی استعداد ہو تو انفاسِ عیسیٰ، کمالاتِ اشرفیہ، تربیت السالک
 ، مواعظ رسالہ التبلیغ کے مطالعہ کرنے کا مشورہ دیں
 ضد السبیل کو پڑھ کر اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

حتی الوسع سب کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں اور بلا ضرورت شدیدہ تحریراً
 تقریراً سختی نہ کریں۔

علیل طعامِ دمنام کا مشورہ نہ دیں، معاملات، معاشرت اور اخلاق کی درستگی
 اور وظائف پر مقدم رکھیں۔

بان، آنکھ اور کان کی پوری حفاظت کیجائے۔ اور نماز باجماعت کا
 راجد اہتمام کریں

زور اور اذکار کی بہت پابندی رکھیں۔ اس سے تعلم میں برکت ہوتی ہے۔
 ہمیشہ اپنی تکمیل اصلاح اور ترقی دین کی فکر میں مشغول رہیں کسی حالت پر

نہ کریں نہ اندر رہی تیراش و می خراش۔ تا دم آخر دے فارغ مباش
 اپنے مطالعہ میں حسب ذیل کتب رکھیں۔ تعلیم الدین، انفاسِ عیسیٰ، کمالاتِ اشرفیہ
 بیت السالک، تکشف، مواعظ حکیم الامت خصوصاً اور جہدِ تصنیفات، حکم الامت عموماً۔

یہ سے مکاتیب جاری رکھیں انشاء اللہ تعالیٰ بہت مفید ہوگا۔
 علماء خصوصاً حضرت مولانا دھیمی اللہ مدظلہ العالی کی صحبت کو کیمیا تصور کریں۔

تِلْكَ عَشْرَةُ كَامِلَةٌ

(محض اس اجازت پر کسی کو سمجھ نہ کریں کہ اس اجازت سے یہ مقصود بھی

ہے کہ آپ ترقی کریں۔ شنبہ ۱۵ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۸ فروردی ۱۰ بجکر ۱۵ منٹ۔ مکمل پتہ یہ ہے۔

موضع والو کوئیاں ڈاک خانہ بمبئی ضلع بستی (لوی)

⑥ حضرت مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی جامعہ شرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور دہاک کو مجاز بالصحت تو کلاً علی اللہ بنادیا گیا اور درست اجازت صحبت دی گئی اور بہت ہے کہ جلد ہی اجازت بیعت و تلقین بھی دیجائے ۹ رزی الحجۃ ۱۳۵۰ھ مطابق ۹ ۱۹۶۸ء یوم شنبہ ۱۰ بجکر ۵ منٹ دن۔ بذریعہ خط اطلاع دی گئی۔ اسعد نقا خط سے آج ۱۰ صفر ۱۳۵۰ھ ۹ مئی ۱۹۶۸ء کو مطلع کیا گیا۔

۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ ۱۰ ستمبر ۱۹۶۸ء شنبہ سو گیارہ بجے دن ممکن تھا کہ میں ابھی ادوار انتظار کرتا لیکن میری طبیعت خراب رہتی ہے اس لئے کسی انتظار کے بغیر جناب کو متوکلاً علی اللہ بیعت و تلقین کی اجازت دی جاتی ہے درخواست کی جاتی ہے کہ اپنی حالت کو ترقی دیتے رہیں اور بیعت و تلقین فرمایا کریں محمد اسعد نقا

(نوٹ) تاریخ بالا کو جو خط مولانا جمیل احمد صاحب کو لکھا گیا ہے اجازت بیعت و تلقین کے متعلق اس کے یہ جملے درست نقل کر دیئے گئے۔ محمد اسعد اللہ

۱۲ اپریل ۱۹۷۰ء ۶ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ کو گیارہ بجے دن یہ تحریر لکھی جا رہی ہے مولانا الحاج ... صاحب احمد آباد ملک احمد سجد کالو پور پولی نے بتایا کہ تقریباً سال پیشتر حضرت ناظم صاحب مظللہ نے ان کو اجازت صحبت عطا کی ہے۔ اور یہ واقعہ میرے اور کئی حضرات کے سامنے کا ہے۔ ۲۲ مارچ ۱۹۷۰ء ۱۲ محرم ۱۳۵۰ھ جب ... صاحب، حضرت ناظم صاحب کی بیماری کی خبر پر تشریف لائے ہیں تو مجھ پر ان کے داخل ہوتے ہی بہت محبت کیسا تھا ہم سب کو حجرہ سے باہر جانیکا حکم دیا۔ حجرہ اس وقت حضرت ناظم صاحب مظللہ تھے، مظفر حسن تھے اور مولانا ... صاحب توان کو حضرت ناظم صاحب مظللہ نے اپنی مستعمل ٹوپی شریف عنایت فرمائی مگر زبان

سازایا۔ اور پھر ہم سب کو تجربہ میں بلا لیا۔

حضرت ناظم صاحب مظلہ کی طبیعت بہت ہی ناساز ہے اس لئے یہ سطور برائے
ت میں نے لکھ لی ہیں۔ محمد الشہد۔

دری کوٹ، مجھ سے حضرت ناظم نے ۲۴ اپریل ۱۳۷۷ء، صفر المظفر ۱۳۹۷ھ یوم جمعہ
زیرتہ کی کوٹھی پڑھائی میں کچھ بیعت و خلافت کے متعلق گفتگو فرمائی۔ پھر اس موضوع کے
ت سے میں نے مولانا ... صاحب کی اجازت و محبت کے متعلق بہت سے لوگوں کی
میں استصواب کیا۔ جن میں نمایاں حاجی عرفان احمد صاحب عرف حاجی منی حسنا
عبدالجلیل صاحب جھیرن والے تھے۔ اس پر حضرت ناظم صاحب نے فرمایا کہ مجھے یاد
میں نے اجازت و محبت دی ہو لہذا اس کا اعتبار نہیں اور اس بیماری میں جو
میں نے انھیں دی تھی اس کا مطلب قطعاً اجازت نہیں ہے۔ بلکہ اذرا و محبت
ماد سمجھ کر میں نے انھیں ٹوپی دی تھی۔ نیز یہ فرمایا کہ یہ کوئی دراشت نہیں پھر تھوڑی
بعد فرمایا کہ میں انھیں (مولانا) صاحب کو ہشتم نہیں کرتا ہوں۔ لیکن جب
نہیں لہذا اس کا اعتبار نہیں ہے۔ اور جیسے تم نے پہلا بیان لکھا تھا یہ بھی
بعد میں مجھ سے دستخط کر لینا فقط محمد اسعد اللہ عفی عنہ

آج بروز دوشنبہ ۱۱ رجبی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ ۵ جولائی ۱۳۷۷ء بم بکرم ۲۵ منٹ
یہ رجسٹری خط جناب مولانا محمد القیوم صاحب مدرسہ اصلاح المسلمین ڈاک
و امیر حمدا شاہی منسلح بستی کو بیعت و تلقین کی اجازت دی گئی فقط محمد اسعد اللہ
جس تحریر پر میرے دستخط نہوں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ محمد اسعد اللہ ۱۳۷۷ء ۱۱ رجب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج مورخہ ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ مطابق ۴ اکتوبر ۱۳۷۷ء بروز دوشنبہ جناب
الحاج علی احمد صاحب مانڈے والے کو حضرت مفتی محمود داؤد یوسف صاحب بری
خط سے بذریعہ رجسٹری خط متوکلاً علی اللہ بیعت و تلقین کی اجازت دے دی ہے۔
یہ ہے۔ جناب علی احمد صاحب پر دفسر ۵۹-۳۲ اسٹریٹ مانڈے والا فقط محمد اسعد اللہ

(۹) آج ۸ رزی قعدہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۷۰ء بروز درشنہ جناب محمد عمر صاحب عمر تقریباً ۲۷ سال ولد جناب عبداللہ عرف جمبوٹا صاحب مقام کیلاشر ڈاک خانہ خاص ضلع سہارنپور کو متوکلاً علی اللہ لغیر العلماء بیعت و تلقین کی اجازت جاتی ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتابوں کے مطالعہ کا معمول فرمادیں۔

(۱۰) آج ۱۲ جنوری ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۶ ذیقعدہ — محمد اسعد اللہ ۱۳۹۱ھ بروز جمعہ ۱۱ بجکر ۵ منٹ پر اپنے کمرہ میں بہت ہی غور و فکر کے بعد جناب حافظ الحاج عبد الجلیل صاحب ولد جناب الحاج الحافظ محمد عمر خاں صاحب موعظ جھ ڈاک خانہ کلہ ضلع سہارنپور کو متوکلاً علی اللہ اجازت صحبت دیتا ہوں اپنے اٹھنے بیٹھنے والوں کو دین کی باتیں بتاتے رہیں اور بطور تحدیث بالنعمة اپنے اجازت مطلع کر دیں اور امور ذیل کا لحاظ رکھیں۔

۱۔ اپنے دوستوں کو مندرجہ ذیل کتابوں کے مطالعہ کرنے اور سننے کا مشورہ دیں۔ ہشتی زیور، ہشتی ثمر، اصلاح الرسوم، قصد السبیل، آداب معاشرت اور سلسلہ الشہ المواعظ یا دعوت عبدیت کے وعظ۔

۲۔ اگر کوئی نسیم اور ذی استعداد ہو تو۔ الفارسی عیسیٰ، کمالات اشرفیہ، ترجمۃ السالۃ التبلیغ کے مطالعہ کا کبھی مشورہ دیں۔ قصد السبیل کو پڑھ کر اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

۳۔ حتی الوسع سب کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں اور بلا ضرورت شدیدہ تحریر و تقریر نہ کریں۔ ۴۔ تغلیل طعام و منام کا مشورہ نہ دیں معاملات، معاشرت اور اخلاق کی درستگی کو وظائف مقدم رکھیں۔ ۵۔ زبان، آنکھ کان کی پوری حفاظت کی جائے اور نماز باجماعت پورا پورا اہتمام کیا جائے۔

۶۔ خود اور اداد کار کی بہت پابندی رکھیں، اس سے تعلیم میں برکت ہوتی ہے ہمیشہ اپنی تکمیل اصلاح و ترقی دین کی فکر میں مشغول رہیں کسی حالت پر قناعت نہ کریں۔ اندر رہ کر تراش و می خراش تادم آخردے غافل مباشش ۷۔ اپنے مطالعہ میں حسب ذیل کتب رکھیں۔ تعلیم الدین۔ الفارسی عیسیٰ، کمالات اشرف

السلامک، مواعظ حکیم الامت، اور جملہ تصانیف حضرت حکیم الامت۔

ن، محض اس اجازت پر کسی کو بیعت نہ کریں۔ اس اجازت سے یہ بھی مقصود ہے ترقی کریں فقط۔ محمد اسعد اللہ بقلم خود۔

آج مؤرخہ ۲۲، ربیع الاول ۱۲۹۲ھ مطابق ۲ مئی ۱۹۷۵ء کہ جناب حاج العساری امین صاحب پینشنر اکاؤنٹینٹ پوسٹ آفس محلہ قانڑی گویان تھبہ نہٹور رکو متوکلا علی اللہ لغیر العلماء بیعت و تلقین کی اجازت دیجاتی ہے اور درخواست ہے کہ اپنی حالت کو ترقی دیتے رہیں اور بیعت و تلقین فرماتے رہیں۔

ن، موصوف کو مجاز بالصحت پہلے ہی بنایا جا چکا تھا۔ اور غالب گمان یہ تھا کہ اجازت دالی تحریر بھی اس کا پی پر موجود ہے۔ مگر آج تلاش کیا تو اس تحریر کو نہ پایا۔ سمجھا گیا کہ اجازت صحبت کو اسی تحریر کے ساتھ شامل کر دیا جائے فقط محمد اسعد اللہ جناب حاجی عاشق الہی صاحب ماجری ڈاک خانہ اسلام نگر رام پور نہیاران ضلع ر۔ جو حضرت تھالوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و مجاز جناب حاجی شمشاد صاحب کے باز ہیں۔ جناب حاجی شمساد صاحب کے وصال کے بعد جناب حاجی الہی صاحب نے مجھ سے مراجعت فرمائی اور مجھ سے فرمایا کہ آپ حاجی شمشاد صاحب کی موئی خلافت و اجازت کو چاہے باقی رکھیں یا منسوخ فرمائیں میں نے حاجی الہی صاحب کے لئے حاجی شمشاد صاحب کی دی ہوئی اجازت کی تسدیق کی تھی رکھا۔ اس کو منسوخ نہیں کیا۔

حاجی عاشق الہی صاحب ۱۹۷۵ء میں حج کو گئے۔ ان کے قول کے مطابق انب سے دی ہوئی وہ تحریر جو اجازت و خلافت پر مشتمل تھی وہ ان کی مقبول کی جلد میں رکھی ہوئی تھی۔ جہاں ہی میں وہ مناجات مقبول کم اسی کے ساتھ وہ اجازت نامہ بھی کم ہو گیا لہذا ضرورت پڑی کہ ایک اور مہدی جائے۔ اب یہ تو یاد نہیں کہ کس تاریخ کو وہ تحریر لکھی گئی تھی جو بیعت و تلقین پر مشتمل تھی لیکن اس بات کا یقین ہے کہ حاجی عاشق الہی صاحب

کو اجازت بیعت اور خلافت دی گئی ہے۔

اور حاجی عاشق الہی صاحب نے وہ خطوط دکھائے ہیں جو میں نے انھیں قلم سے لکھے ہیں ان سے صاف طور پر اجازت و خلافت کی تصدیق ہو جاتی ہے انھیں کبھی احتیاطاً نقل کیا جاتا ہے

کارڈ ۱۷: اربابِ سب سے

آپ نے تعلیم کا کام شروع فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ انجام بہتر کرے اور فرمائے۔ تعویذ دیا کیجئے اور ساتھ ساتھ کچھ نصیحت و تبلیغ بھی کر دیا کیجئے اگر کوئی عرض فاسد نہ ہو مرید ہونیوالی کی تو مرید کر لیا کیجئے

لفازہ ۲۷، رمضان ۱۳۸۵ھ - آپ ماشاء اللہ شیخ ہیں۔ اچھا یہ ہے کہ جس ذکر کو منتخب فرمائیں اس کے متعلق مشورہ فرمائیں۔

خلفاء کے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر ہے:-

ایک تو خود آپ ہیں ایک مولوی سید صدیق احمد صاحب ہیں۔ پتہ: جامہ پتھورا ضلع باندہ (لوہ پی) ایک شہیر احمد رضا صاحب ہیں۔ الخ

ایک اور جگہ لکھا ہے۔ سب معمولات وغیرہ اور طریق بیعت درست ہے۔

لفازہ ۹، سوال المکرم ۱۳۷۵ھ اسی میں ایک جگہ میں نے لکھا ہے،

اسی کا نتیجہ آپ کو ملا ہے۔ آپ کو اجازت ملی۔ فقط محمد اسعد اللہ بقلم خود

۹ شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ ۱۹ ستمبر ۱۹۷۳ء شنبہ بقلم محمد اسعد

(۱۳) آج مورخہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۹۷۴ء

احمد رضا بن محمد اظہار حسین صاحب مقام وڈاک خانہ اڈنر وگیر و اف

ہزاری باغ صوبہ بہار، جو کہ میرے پاس مسلسل تقریباً ایک سال سے اس

ان سے اچھی امیدیں وابستہ ہو گئی ہیں۔ ان کو صرف اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے

بیعت و تلقین کی اجازت دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمادے۔ حضرت تھالو

رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے مطالعہ کو اپنا معمول بنائے رکھیں اور اسی پر حتی

نش کریں۔ اس کی اطلاع اپنے بعض احباب کو بھی کر دیں فقط

محمد اسعد اللہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۹۲ھ ۲۰ اگست ۱۳۱۱ء جمعہ

مؤرخہ ۶ ستمبر ۱۳۱۱ء مطابق ۸ شعبان ۱۳۹۲ھ بروز جمعہ قبل از نماز جمعہ حسب
اطریق بغرض نفع رسائی خلق مولوی عافط قاری اطیعوا اللہ صاحب بن شیخ
غیب جہنکائی۔ ڈاک خانہ خاص۔ ضلع چیمارن (بہار) کو تو کلاً علی اللہ تعالیٰ بیعت
نیازت دیتا ہوں۔۔۔ اپنے پاس اٹھنے بیٹھنے والوں کو یہ مضمون سنا دیں۔
بنی کی باتیں بتاتے رہیں۔ اور بطور تحدیث بالغتہ اپنے احباب کو بھی مطلع کریں
ان کا خاص خیال رکھیں۔

دوستوں کو مندرجہ ذیل کتابوں کے مطالعہ کرنے یا سننے کا مشورہ دیں۔ بہشتی زیور
اصلاح الرسوم، آداب معاشرت اور سلسلہ التہلیل المواعظ یا دعوتِ عدت کے وعظ
ابن قیم اور ذی استعداد ہو تو۔ انفاسِ عیسیٰ، کمالاتِ اشرفیہ، تربیت السالک،
اعظ رسالہ التبلیغ کے مطالعہ کا بھی مشورہ دیں۔

بشیل کو پڑھ کر اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

اس سب کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں اور بلا ضرورت شدیدہ تحریر یا تقریر
ریں

طعام و نام کا مشورہ نہ دیں، معاملات، معاشرت اور اخلاق کی ذریعہ کو وظیف
ہیں۔ ملا زبان، آنکھ بچکان کی پوری حفاظت کی جائے اور نماز باجماعت
تمام کریں

دراد و اذکار کی بہت پابندی رکھیں اس سے تعلیم میں برکت ہوتی ہے اور ہمیشہ
صلاح اور ترقی دین کی فکر میں مشغول رہیں کسی حالت پر قناعت نہ کریں وہ
نہ ہی تراش و می خراش تا دم آخر دے دے کا رخصت باش

مطالعہ میں حسب ذیل کتب رکھیں، تعلیم الدین، انفاسِ عیسیٰ، کمالاتِ اشرفیہ،
تکشف، مواظبت حضرت حکیم الامت، خصوصاً اور حبلہ تھانیف حکیم الامت

۹۔ مجھ سے مکاتبت جاری رکھیں۔ انشاء اللہ قلم لے یہ مفید ہو گا۔

۱۰۔ اس اجازت بیعت و تلقین سے یہ بھی مقصود ہے کہ آپ خود ترقی کریں فقط

محمد اسعد اللہ قلم خود

(۱۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ حامداً و مصلياً کم دبلیش سائرس تین سال کے رہنے سے
تجربہ کے بعد متوکل علی اللہ مولوی ضیاء اللہ خان صاحب ولد حاجی بشیر علی خان صاحب مر
قوم افغان مقام دلپور سٹری کیہ ضلع چیک بنگلور کو بیعت و تلقین اور ارشاد
اجازت دیتا ہوں اور وصیت کرتا ہوں کہ حضرت تھانویؒ کی کتابوں کا ہمیشہ مطال
کرتے رہیں، شریعت کی پابندی کریں۔ اور تکبیر اولیٰ کا بہت ہی دھیان رکھیں
(نوٹ) مجازین کے ناموں پر میرے دستخط ہیں۔ جن پر میرے دستخط نہیں گ
کاغذ پر نہیں ہے۔ اس کی اطلاع اپنے بعض احباب کو بھی کر دیں یا یہ تحریر دکھا
فقط محمد اسعد اللہ ۲۰ اپریل ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ

(۱۶) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ حامداً و مصلياً

بہت عذر و شک کے بعد برادر م حافظ محمد یعقوب صاحب سلمہ سابق بریلی ثم بارہ
کوان کی صلاحیت و صلاحیت اور تقویٰ و سنجیدگی کی بنا پر بیعت و تلقین و ارش
اجازت دی۔ اور وصیت کرتا ہوں کہ حضرت تھانویؒ کی کتابوں کا ہمیشہ مطال
کرتے رہیں۔ شریعت کی پابندی کریں۔ اور تکبیر اولیٰ کا بہت ہی اہتمام رکھیں۔
کی اطلاع بعض اپنے احباب کو بھی کر دیں۔ یا یہ تحریر دکھا دیں۔
(نوٹ) یہ اجازت بیعت و تلقین کو بغیر العلم اسے فقط

محمد اسعد اللہ ۱۲ رزی الحجہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۷۶ء جمعہ قبل از نردان
(۱۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ حامداً و مصلياً۔

مورخہ ۵ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ بروز پنجشنبہ قبل از اذان عصر حضرت مفتی مظفر حسین
نائب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور کو اجازت بیعت و تلقین دی گئی فقط محمد اسعد اللہ
(۱۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ حامداً و مصلياً۔

مورخہ ۵ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ بروز پنجشنبہ قبل از اذان عصر حضرت مولانا محمد

شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم بہارن پور کو اجازت بیعت و تلقین دی گئی۔ فقط
محمد اسعد اللہ۔

تسع عشرہ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ ۱۳ جنوری ۱۹۷۶ء منگل کے دن صبح کو محض اللہ کے
تاکہ اللہ کا دین پھیلے مولانا عبدالوہاب خان صاحب بستوی کو جنہیں پہلے سے اجازت
بھی ہے (جیسا کہ یہ پر آگیا ہے) بیعت و تلقین امداد ارشاد کی اجازت و خلافت بھی دیتا
ان کو اجازت صحبت شرب شنبہ ۱۵ اشوال المسکوم ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۶۴ء
بیکر ۱۵ منٹ پر دی گئی تھی۔ میرے لئے کچھ قرآن پڑھ کر بخشا کریں۔ اصل معاملہ اللہ
تھ ہے فقط محمد اسعد اللہ۔

۱) مجاز طالب کی طلب پر نہیں مجیز کے دل کی گواہی پر ہے۔
بر بسترم گنت اجازت دی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ حامداً و مصلياً۔ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ ۱۲ جنوری ۱۹۷۶ء
کے دن تقریباً ساڑھے دس بجے مولوی حافظ عبداللطیف صاحب نلیپٹروی کو
۱۱ برس سے بیعت ہیں) بیعت و ارشاد و تلقین کی اجازت و خلافت محض اللہ کے واسطے
میں اصل معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ اس شرط پر کہ حقوق عباد و رب العباد کو ادا کریں
پہلے حقوق ہوں یا بعد اور آخر کے شریعت پر عمل کریں۔ اتباع سنت کی پابندی
حضرت مقلانوی کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہیں۔ ہمارا تصوف فقیہانہ ہے۔ شریعت کی
اس کا خلاصہ ہے، قوالی، ڈھولک اور کشف و کرامات ہمارے یہاں نہیں ہے بس
ہی وصیت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بنیں۔ میں نے زبان بھی ہر طرح
نیت اور نصیحت کر دی ہے۔ غیبت سے بچیں، مخلوق خدا کو فائدہ پہنچائیں، سختی نہ کریں
برقمیں، اللہ کے معاملات میں سستی نہ کریں، اللہ کے معاملات کے مقابلہ میں اجازت و خلافت
چیز نہیں فقط محمد اسعد اللہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ حامداً و مصلياً۔ آج شنبہ ۸ صفر المظفر ۱۳۹۶ھ کو حضرت اقدس
سید حکیم محمد الوریب صاحب کو بہت ہی اید کرتا ہوں تو کلاً علی اللہ عرض کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب
من مومنین کے لئے آئیں تو ان کو رد نہ فرمائیں۔ گو میں اس قابل نہیں ہوں تاہم میری

طرف سے اجازت بیعت و تلقین ہے فقط محمد اسعد اللہ

[۲۲] آج مورخہ ۲۸ رذی الحجہ ۱۹۶۷ء ۱۹ دسمبر ۱۹۶۷ء شنبہ (بعد مغرب) کو حافظ ظفر اللہ کو اجازت بیعت و تلقین دی جاتی ہے (انکے حالات معلوم کر کے) فقط محمد اسعد اللہ۔

[۲۳] بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ حامداً و مدعیاً ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ ۱۵ اپریل ۱۹۷۵ء شنبہ قبل عصر مولوی رئیس الدین ولد جمیل الدین موضع تھے پورڈاک خانہ راجہ پور سوان بنجور مدرس مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ کو متوکلاً علی اللہ بیعت و تلقین کی اجازت دیتا ہے ہمیشہ شریعت کی پابندی رکھیں اور حضرت تھانویؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہیں فقط

[۲۴] آج مورخہ ۲ رمضان ۱۳۹۸ھ یکم ستمبر ۱۹۷۷ء بروز جمعہ ڈھائی بجے دن اپنے کمرہ بہت نور و فکر کے بعد مولوی محمد نعیم الدین پسر علاء الدین موضع پانا چک ڈاک خانہ دھیر منہ ہزاری باغ کو متوکلاً علی اللہ اجازت صحبت دیتا ہوں (بیعت کرنیکی اجازت نہیں ہے) پاس اٹھنے بیٹھنے والوں کو دین کی باتیں بتاتے رہیں اور بطور تحدیث بالنعمت اپنے احباب کر دیں اور مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھیں۔

۱۔ اپنے دوستوں کو مندرجہ ذیل کتابوں کے مطالعہ کرنے اور سننے کا مشورہ دیں ہمیشہ بہشتی شجر، اصلاح الرسوم، قصد السبیل، صفائی معاملات اور سلسلہ تسہیل الطوائع یا دعویٰ عبدیت کے دعوے ۲۔ اگر کوئی فہیم دذی استعداد ہو تو انفاس عیسیٰ، کلمات تہذیب السالک، رسالہ التبلیغ کے مطالعہ کا بھی مشورہ دیں۔

۳۔ قصد السبیل کو پڑھ کر اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

۴۔ حتی الوسع سب کے ساتھ نرمی کریں اور بلا ضرورت شدیدہ تحریر یا تقریر سختی نہ کریں ۵۔ تعلیل طعام و منام کا مشورہ نہ دیں۔ معاملات و معاشرت اور اخلاق کی درستگی ۶۔ ظالمت پر مستعد رکھیں۔ ۷۔ زبان، آنکھ، کان کی پوری حفاظت کیجیے

نماز باجماعت کا پورا اہتمام کریں ۸۔ خود اور ادا اور اذکار کی بہت پابندی رکھیں اس تعلیم میں برکت ہوتی ہے۔ ۹۔ اور ہمیشہ اپنی تکمیل اصلاح و ترقی دین کی فکر میں مشغول رہیں کسی حالت پر قناعت نہ کریں۔ اندر بارہ می تراش دنی خراش۔ تا دم آخر دے غافل مبالغہ اپنے مطالعہ میں حسب ذیل مکتب رکھیں۔

بن، انفاس عیسیٰ، کمالات اشرفیہ، تربیت السالک، مواظب حکیم الامت اور جملہ تصانیف مرتب۔ (ذیل طے) محض اس اجازت پر کسی کو بیعت نہ کریں اس اجازت سے یہ بصودہ ہے کہ آپ ترقی کریں۔ فقط محمد اسعد اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۲۵ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ ۲۴ دسمبر ۱۹۷۹ء بروز جمعہ بعد نماز جمعہ میل الرحمن صاحبانم شاخ مظاہر علوم سہارنپور کو بیعت کیا صحبت کا مجاز کیا اور مجاز بھی بنایا کیونکہ میں ان کو بچپن سے جانتا ہوں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں ہیں، شریعت پر چلتے رہیں، اور اچھی باتیں کہیں۔ گو گو کہنے یا سن نہ بیٹھیں اور کی اجازت دی فقط محمد اسعد اللہ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے یہ کل ۲۴ خلفاء ہیں عبد الوہاب خان صاحب بستوی کا نام دو نمبروں ۵۵ اور ۱۹ میں آیا ہے اس لئے نمبر شمار ہو گئے، ان میں سے سولہ علماء ہیں اور باقی آٹھ غیر علماء ہیں، پھر ان میں سے مجاز بیعت ہیں اور دو مجاز صحبت اور ان میں سے دو تین حضرات کی وفات ہو چکی۔ محترم اکیس بائیس حضرات بقید حیات بابرکات ہیں۔

فہرست خاندانہ موجودہ و مرنیہ بوقت تحریر

حضرات علمائے کرام
(۱) حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ہمدانی مجازیت
"مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی مجازیت (۱۱)" "شہید احمد خان صاحب فیض آبادی"
"مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی (پاکستان)" " (۱۲)" "محمد یوسف صاحب چارگام"
"مظفر حسین صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور" " (۱۳)" "احمد رفیعی صاحب ہزاری باغ"
"محمد انور صاحب شیخ الحدیث" " (۱۴)" "طلح اللہ صاحب چیمارنی"
"حکیم محمد اویب صاحب سہارنپور" " (۱۵)" "شیخ اللہ خان صاحب بنگلور"

"عبد القیوم صاحب بستوی" "غیر علماء حضرات"

"عبد الوہاب خان صاحب بستوی" " (۱۶) جناب حافظ ظفر احمد صاحب سہارنپور مجازیت
"رئیس الدین صاحب بجنوری گنگوہ" " (۱۷) پروفیسر علی احمد برنی"
"محمد نعیم الدین صاحب ہزاری باغ مجازیت (۱۸)" "حافظ حاجی محمد عرفان صاحب سہارنپور"

۱۴) جناب حاجی غلام جیل صاحب سہارنپوری مجاز صحت ۱۵) آیتا حاجی عاشق الہی صاحب سہارنپور
۱۶) جناب غلام محمد یعقوب صاحب بارہ بنگوی مجاز صحت

ان سب حضرات کو اجازت غیر علماء کھیلے ہے۔ زیر نظر کتاب "حیاتِ اسعدہ" کے
خلفاء کرام کی فہرست موعکمل تہہ ناظرین کی سہولت کے لئے درج ہے جن صاحب کیتوف
ہو انکی طرف رجوع کر کے مستفید ہوں۔ فقط نسیم احمد غازی مظاہری

اور یہ حضرات خلفاء رحلت فرما گئے ۱۷) حضرت مولانا جمیل الرحمن صاحب امر
شاخ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸) حضرت حاجی ذیل احمد خان صاحب رئیس موصی
سہارنپور ۱۹) قاری اشفاق حسین صاحب ہٹھوری

تقویٰ اور پیر سہرگاری

در تقویٰ کا عنوان اتنا اہم ہے کہ اس پر لکھنے کیلئے جس صلاحیت و احتیاط
ہے۔ وہ ابایت ہم اپنے اندر نہ پا کر نہایت شرمندگی اور زبردست الجھن و افسوس کر رہے
اور یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ حضرت دالار کی زندگی کے تقویٰ و پیر سہرگاری سے متا
کو کس طرح ضبط قلم بند کیا جائے۔ حضرت کی پوری زندگی اور زندگی کا ہر قدم تقویٰ
ہے۔ گذشتہ اوراق میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ حضرت والا کا خاندانی ماحول
دینی ماحول تھا۔ اور بہت ہی بچپن میں آپ کو حق تعالیٰ نے مجدد الملت، حکیم الامت
مولانا تھانوی علیہ الرحمہ کے دامن تربیت تک پہنچا دیا تھا۔ آپ نے حکیم الامت
محقق و مرشد کامل کی آغوش پر نور میں نو بھری ہی سے تعلیم و تربیت کی دولت
اور ماہر و عاذق، معلم و مربی نے اپنے نائق و فائق تلمیذ و مرید کی ذاتی صلاحیتوں کو
توجہات سے خوب منور فرمایا۔ مجدد الملت، حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمہ
و احتیاط اور پیر سہرگاری کے متعلق تو کچھ لکھنا سہر رج کو چراغ دکھانے کے مراد نہ
جانتی ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ کے خدام و مریدین، خلفاء و مجازین گونا گوں صفات
علامہ "تقویٰ" کی صفت ہیں بہت مستند بنائیاں ہیں۔

رت والا بھی حضرت حکیم الامت رحمہ کے ممتاز مجازین میں سے ہیں اور حضرت تھانویؒ
 و خلافت ہی تقویٰ کی ایک مضبوط دلیل و سند ہے۔ حضرت دارالحج کی پوری زندگی تقویٰ
 پر ہے۔ بلاشبہ اپنے تقویٰ و اعتیاد کے پہلو کا احاطہ انتہائی دشوار ہے۔ اس لئے
 کی چند چیزیں بطور ”نمونہ از خردارے“ بہت احتیاط کے ساتھ پیش کر سکی
 رہا ہوں۔ حق تعالیٰ ہم سب کو متقین و صالحین میں اپنے فضل و کرم سے شامل

حضرت دارالحج کی عادت تھی کہ آپ فتویٰ پر تقویٰ کو اور خجست پر عزیمت کو ترجیح دیتے
 اگر کسی معاملہ میں فتویٰ کی رد سے وسعت و خجست کی گنجائش نکلتی اور احتیاط و
 اس کے مقابل پہلو میں ہوتی تو آپ ہمیشہ عزیمت کے پہلو پر عمل فرماتے اور خجست
 میں عزیمت کو اختیار نہ کرتے تھے۔

رف خداوندی خشیت و عظمت حق پر تقویٰ و پیرگاری کا دار ہے حضرت دارالحج کی
 میں حاضر ہونے والے خوب جانتے ہیں کہ حضرت پر ”صفت خجست“ کا کس قدر غلبہ
 ہم ایسے صد ہا واقعات سے واقف ہیں جو اس صفت کے غلبہ پر شاید بدل ہیں۔
 باب ”حیات اسعد“، ”پیر سینہ کٹر دل“، واقعات اس قسم کے موجود ہیں جن
 بت دارالحج کے تقویٰ اور خشیت پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب ریح السعدیہ مدرسہ مظاہر علوم مجازہ بیت حضرت دارالحج نے
 مال دہلی میں ختم بخاری کے جلسہ عام میں مدرسہ امدادیہ کے اندر در لیکٹ
 یہ مظاہر علوم میں راقم کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا کہ حضرت دارالحج کے پاس میں
 مولانا مفتی مظفر حسین صاحب طائروں کو بیٹھے ہوئے تھے، حضرت پر رقت طاری
 فرمایا کہ ایک بات کہہ دو، ہم نے عرض کیا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا آپ سے
 ہوں کسی اور سے نہ بتائیے در الحور اللہ میں سے کہیں کوئی گناہ کبیرہ نہیں کیا۔
 بہت ردئے اور پھر بھی فرمایا اور پھر خوب روئے۔ ہم نے عرض کیا حضرت اس
 بامضا لقب ہے اللہ کا فضل ہے (ردئے کا سبب بھی غالباً یہی تھا کہ باری تعالیٰ
 بڑا افضل و انعام فرمایا کہ میری زندگی کو از کتاب کبیرہ سے پاک رکھا۔ سبحان اللہ)

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی ماہنامہ الفرقان لکھنؤ بابت جولائی ۱۹۷۹ء کے شمارہ میں لکھتے ہیں کہ :- ”راقم سطور اپنے بشری اندازہ کے مطابق کہہ سکتا ہے کہ تقریباً ۳۰/۴۰ سال کی گزشتہ مدت میں غالباً ان سے کوئی صغیرہ گناہ بھی سرزد نہوا ہوگا۔ اور اسی میں لکھتے ہیں کہ ”بلاشبہ حضرت مولانا مرحوم کی ذات حضرت حکیم الامت رحمہ کی اصلاح و تربیت کا عجیب و غریب نمونہ تھی اور اللہ یُحییٰ اللہ مِنْ شَکْاو کا مظہر“ (۴) ناظم مدرسہ ہونے کی حیثیت سے مطبع میں تیار شدہ کھانا چائے کے لئے چکھنے کی گنجائش تھی۔ لیکن ہمیشہ دوسروں کو چکھا کر چائے کرتے اس طرح نگرانی اور چائے کے فرض کی تکمیل فرماتے غایت احتیاط کی وجہ سے کبھی طعام مدرسہ کا نمک کبھی نہیں چکھا۔

(۵) ایک مرتبہ عید کے چاند کے متعلق سہارنپور میں سخت اختلاف ہو گیا۔ دیوبند میں عید تسلیم کر لی گئی۔ مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی جماس زمانہ میں دیوبند میں مقیم تھے وہ اور مولانا اسعد صاحب مدنی دفتر کی مسجد میں آ گئے۔ مولانا اسعد صاحب مدنی پان کھائے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث کا رجحان ان دونوں حضرات کے انظار کر لینے کی وجہ سے یہ تھا کہ عید کو تسلیم کر لیا جائے لیکن یہ دونوں حضرات رویت ہلال کے عینی شاہد نہ تھے اور نہ کوئی مضبوط ثبوت ان حضرات کے پاس تھا۔ حضرت دالار کے جانشین حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مفتی اعظم مظاہر علوم سہارن پور کو اس صورت حال کی وجہ سے عید تسلیم کر لینے میں سخت تردد تھا۔ لیکن شدت انکار کے باوجود اس بات کا اندیشہ تھا کہ شاید حضرت شیخ الحدیث صاحب عید کے تسلیم کر لینے پر زور دیں۔ فوراً حضرت دالار نے فرمایا کہ مفتی محمود حسن صاحب مظاہر علوم کے مفتی نہیں ہیں۔ اور شہادت شرعی کبھی موجود نہیں ہے لہذا عید کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا چنانچہ حضرت کے اس محتاط فیصلہ پر روزہ پورا کیا گیا۔ یہ کبھی تقویٰ کی ایک عظیم مثال ہے کہ احتیاط کے پہلو کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

(۶) کھیلوں کے بارے میں آپ بہت محتاط تھے۔ فرماتے تھے کہ عموماً ان میں بیخ فاسد ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں کافی چھان بین کرتے تھے اور مضامین کے شائع سے بھی آپ گریز فرماتے تھے، چنانچہ چاند پور کے دو حضرات کچھ آم لے کر حاضر خدمت

۱۷۔ اور یہ آدم وہ لوگ بازار سے خرید کر لے گئے تھے۔ حضرت نے ان کو قبول کرنے سے
 مذرت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ بازار میں جو آم آتے ہیں اکثر ان کی بیج و شراب صحیح نہیں ہوتی
 مولانا عبدالملک صاحب ہستم مالیات مظاہر علوم سہارن پور فرماتے ہیں کہ حضرت نے
 مرتبہ ایک لوٹ ٹرایا اور مجھ سے ریزگاری طلب فرمائی میں نے با احتیاط شمار کر کے پیش
 دی فرمایا کہ ”میری طرف سے دکیل بن کر ایک بار اور شمار کر دیجئے یہ شرعی مسئلہ ہے
 وجہ مجھے آپ کا اعتبار ہے“

۱۸۔ انتہائی کمزوری تھی اس لئے مولوی رئیس الدین صاحب نے اصرار کیا کہ نماز بیٹھ کر
 پڑھ لیجائے۔ حضرت چاہتے تھے کہ کھڑے ہو کر پڑھیں۔ آخر یہ طے ہوا کہ دو رکعت کھڑے ہو کر
 پڑھیں گے اور دو رکعت بیٹھ کر ادا فرمائیں گے۔ حالانکہ ڈاکٹر دوں کی بھی ہدایت یہی تھی
 نماز بیٹھ کر پڑھی جائے۔ مگر چاروں رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھ لیں اور فارغ ہو کر فرمایا کہ
 ”رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھنے کے بعد مجھے یہ شبہ ہوا کہ مجھے باقی دو رکعتیں بھی کھڑے ہو کر
 پڑھنے کی قدرت حاصل ہے۔ اس لئے میں نے چاروں رکعات کھڑے ہو کر پڑھ لیں
 مجھے معاف فرمادیں کہ مجھ سے وعدہ خلافی ہو گئی۔“

۱۹۔ آپ کی مجلس میں غیبت کرنے کی کسی کی مجال نہ ہوتی تھی حضرت کے یہاں
 موجود لوگوں کا تذکرہ ہی نہیں ہوتا تھا۔ اگر ضرورت سے کسی کا تذکرہ ہوتا بھی تو اچھائی
 کے ساتھ ہوتا۔ حتیٰ کے غیر مسلک والوں کا تذکرہ بھی برائی کے ساتھ آپ پسند نہ فرماتے
 تھے۔ اگر اتفاق سے کسی کی گفتگو میں غیبت کا شائبہ بھی ہوتا تو آپ اس طریقہ
 سے اس سے بچ جاتے یا تو اس کو ردک دیتے یا کوئی تدبیر فوری طور پر ایسی فرماتے
 کہ غیبت نہ ہو پاتی تھی۔ مثلاً مولانا عبدالقیوم صاحب لکھتے ہیں کہ ”ایک مرتبہ اس
 ناکارہ نے مولانا حافظ حکیم خلیل احمد صاحب مظاہر السبوی رحمہ کا ذکر خیر چھیڑا اور ان
 کے محاسن و کمالات اور نہد و تقویٰ کا ذکر ہوتا رہا۔ دوران تذکرہ میری زبان سے
 یہ جملہ نکل گیا کہ حکیم صاحب ”مراقی“ ہیں۔ حضرت والا نے ڈانٹ کر فرمایا چپ رہو
 غیبت کرتے ہو ناکارہ نے اپنی کم علمی کی بنا پر عرض کیا حضرت مراقی بھی کوئی عیب
 ہے۔ فرمایا عیب نہیں تو کیا ہنر ہے۔ عقل کا اعتدال سے ہٹ جانا مراقی ہے

اور اس کی زیادتی جنوں کہلاتی ہے۔

حضرت دالائے ارشاد فرمایا کہ زمانہ قیام رنگون ایک ڈاکٹر صاحب سے میرے بہت ہی فخرانہ تعلقات تھے وہ ڈاکٹر صاحب بہت شریف و ذہین اور جملہ اوصاف حمیدہ سے متصف تھے، بالفرض اگر کوئی شخص بغیر ڈاکٹر صاحب کے دلی ہو سکتا۔ تو وہ دلی تھے۔ ایک مرتبہ میرے پاس تشریف لائے اور ایک شخص کا تذکرہ برائی کے ساتھ شروع کر دیا نہ بان سے منع کرنا تو میں نے خلاف مصلحت و دردت سمجھا۔ لیکن حسن طرح غیبت کرنا گناہ ہے اس کا سنا بھی تو گناہ ہے اس لئے اس سے بچنے کی صورت یہ نکالی کہ میں نے اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر ہانا شروع کر دیں گویا کانوں کی کھجلی کو دفع کر رہا ہوں اور مقصود یہ تھا کہ ان کی بات مجھے سنائی نہ دے۔ ڈاکٹر صاحب بلا کے ذہین اور انتہائی شریف الطبع و کریم النفس آدمی تھے فوراً سمجھ گئے اور فرمایا کہ ”حضرت انشا اللہ رب زندگی بھر کسی کی غیبت نہ کروں گا۔ آپ نے ایسی حکمت و دانائی سے نصیحت فرمائی کہ اس سے میرا دل بے حد متاثر ہوا“

حضرت دالار اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس شخص کو اس زمانہ کا دلی سمجھتا ہوں جو غیبت سے محفوظ ہو۔ اس زمانہ میں اس بیماری میں مبتلائے عام ہے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جو نماز باجماعت کا اہتمام کرے، غیبت سے احتیاط رکھے اور اس کے معاملات و اخلاق اچھے ہوں۔ اگر میرے اختیار میں ہو تو میں ان کو جنت کا ٹکٹ دیدوں۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جس میں یہ صفات موجود ہوں وہ مومن کامل ہے۔ جس کے جنتی ہونے میں تردد نہیں۔

(۱۰) مدرسہ کے اوقات میں حضرت دالار متعلقین و متوسلین اور معتقدین سے مدرسہ کی بات تو کرتے تھے، دوسری کوئی بات نہیں فرماتے تھے۔ جو لوگ ذکر و تسبیح اور ادراد و وظائف پوچھنا چاہتے یا مشورہ کے لئے آتے ان کو مدرسہ کے اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں بلاتے۔ اسی طرح دعا و تعویذ وغیرہ بھی مدرسہ کے اوقات میں نہ کرتے مدرسہ کے تمام اوقات مدرسہ ہی کے کاموں میں صرف فرماتے تھے

(۱۱) آپ ناظم مدرسہ تھے اور اوقات مدرسہ کے علاوہ بھی نظم و نسق میں مصروفیت

ہتی تھی، مدرسہ کے کمرہ ہی میں قیام تھا۔ لیکن اپنی قیام گاہ میں بجلی کی ٹنگ اپنے
مصارف سے کرائی تھی، بلب، ٹیوٹ وغیرہ اپنے ہی صرفہ سے لگوائے تھے، پنکھا بھی اپنا
بی لگوایا تھا۔ اور ہر ماہ بجلی کا خرچ مدرسہ میں داخل فرماتے تھے اس کے لئے آپ نے
پنے کمرہ میں میٹر علیحدہ سے لگوایا تھا تاکہ صرف شدہ بجلی کا صحیح اندازہ ہو جایا کرے۔

(۱۲) آپ کا قیام مدرسہ کے کمرہ ہی میں رہتا تھا۔ عصر کے بعد اہل و عیال کی ضروریات معلوم
رنیکے لئے تھوڑی دیر کے واسطے مکان تشریف لے جاتے گاہے گاہے کسی اور وقت خبر گیری
اسی اور ضرورت سے چلے جاتے تھے در نہ تمام اوقات مدرسہ ہی میں رہتے تھے طلبہ
انگریزی، نظم و نسق وغیرہ کے امور کی انجام دہی ہوتی رہتی تھی اور آپ کا مدرسہ، میں
تشریف فرما ہونا ہی بہت بڑی بات تھی، لیکن اس کے باوجود اپنی تنخواہ میں سے ”
بوتائی ملازمت“ کے مدرسہ میں ایک معتد بہ رقم ماہ بہ ماہ مدرسہ میں داخل فرماتے رہتے تھے
بالانکہ ضروریات کے اعتبار سے تنخواہ بھی ہمیشہ قلیل ہی رہی۔

(۱۳) حضرت والا رحمہ اللہ کے قلم، کاغذ اور روشنائی وغیرہ بالکل استعمال نہیں فرماتے
تھے۔ خصوصاً اپنا کوئی ذاتی تحریری کام آپ نے مدرسہ کی روشنائی اور قلم وغیرہ سے کبھی
نہیں کیا۔

(۱۴) استاد محترم حضرت مولانا قاری محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ
ہمارے ناظم صاحب کو تو تقویٰ نے مستقل بیمار کر دیا ہے، تندرستی جاتی رہی جب
سے نظامت کی ذمہ داری دی گئی ہے ان کی صحت خراب ہو گئی اس سلسلہ میں
حضرت قاری صاحب نے مجھ کو اپنا ایک واقعہ سنایا کہ:

”ایک مرتبہ دفتر کے منشیوں نے میری رخصتوں کا حساب جوڑ کر میری تنخواہ سے
چودہ روپے کاٹ لیے اور اس میں ان کو میرے نزدیک مغالطہ تھا۔ میں نے حضرت
ناظم صاحب کو آگاہ کیا۔ حضرت نے دفتر والوں سے معلوم کیا انہوں نے کہا حضرت
ہم نے حساب اچھی طرح لگالیا ہے اور چودہ روپے صحیح وضع کیے ہیں۔ حضرت نے
مجھ سے فرمایا کہ حضرت قاری صاحب وہ لوگ ایسے ایسے کہہ رہے ہیں اور سب
بگے اندراج بھی ہو چکا ہے اب صبر کیجئے رہنے دیجئے میں نے کہا بہت تہمت ہے

پھر ایک دن حضرت والا میرے گھر کے دروازہ پر رات کے وقت پہنچ گئے اور کنگڑے بجائی میں نکل کر آیا دیکھا تو حضرت ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت مجھے بلوایا ہوتا فرمایا نہیں میرا ہی کام تھا۔ یہ بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں اس کو قبول فرما لیجئے یہ فرما کر کپڑے کا ایک تھان میرے ہاتھوں میں تھما دیا جس کی قیمت اندازاً چودہ روپے سے زائد ہی ہوگی۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ حضرت کو ان چودہ روپوں کی وجہ سے بہت پریشانی ہوگی۔ جس کا حل انہوں نے یہ نکالا ہے پھر بھی میں نے عرض کیا کہ حضرت کیا یہ زکوٰۃ کا ہے۔ فرمایا ”نہیں نہیں یہ زکوٰۃ کا نہیں میں اپنی طرف سے ہدیہ تسلیم کر رہا ہوں۔ آپ قبول فرمالیں، سب جان اللہ! مدرسہ سے روپے اس لئے نہیں دلوائے کہ شاید مدرسہ کے روپے مغالطہ میں زائد نہ چلے جائیں۔ اور حضرت قاری صاحب کو کھیلان کی رقم کا بہتر معاوضہ اپنے پاس سے دیدیا کیسا نہ ہو ان کا حق رہ جا۔ دور حاضر کے ارباب اہتمام و انتظام بھی کاش اس قسم کے واقعات سے سبق لیں احتیاط و تقویٰ کو اپنائیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَلْبَابِ“

(۱۵) راقم السطور دورہ حدیث شریف کے سال تک بے ریش تھا۔ دورہ لے سال قدیمے ریش برآمد ہونی شروع ہوئی تھی اس لئے حضرت نے کبھی بدنی خدمت کی اجازت نہیں دی۔ اگر پیردبانیکے ارادہ سے دوسرے خدام کی موجودگی میں پیر کو چھو دیتا تو فرماتے بیٹا تم ایک طرف بیٹھ جاؤ ابھی تم سے بدنی خدمت لینا احتیاط کے خلاف ہے۔ اسی طرح بغیر کسی دوسرے آدمی کی موجودگی کے تنہا کمرہ میں حاضری کی کبھی اجازت نہیں دی حالانکہ آپ اس وقت بہت کافی بوڑھے اور ضعیف ہو گئے تھے۔

(۱۶) موقوف علیہ اور دورہ حدیث کے دو سالوں میں حضرت نے مسجدِ کلثومیہ کی امامت بندہ کو حکم دیدیا تھا۔ اس لئے پنجگانہ نمازوں کی امامت بندہ ہی کرتا رہا۔ ایک دن حضرت نے فرمایا ”بیٹا! تمہارا قرآن پاک کا پڑھنا مجھ کو بہت پسند ہے لیکن مجھے یہ شبہ ہے کہ تمہارے پیچھے نماز میں گراہت تو نہیں ہے کیونکہ تم بے ریش ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں اس کو نہیں جانتا۔ اس کو آپ جانیں میں تو حکم کا بندہ ہوں جیسے حضرت ارشاد فرمائیں گے تعمیل کر دوں گا۔ لیکن پھر کبھی حضرت نے اس بات کا اظہار نہیں کیا۔“

فرمایا۔ اور میں مستقل امامت کرتا رہا۔ شاید وہ شبہ زائل ہو گیا ہو گا۔ ممکن ہے کہ اپنی بات کے مطابق مفتیانِ کرام سے مشورہ کیا ہو۔ واللہ اعلم۔

(۱۸) حضرت دالاح اپنے معاملہ میں ہمیشہ دوسرے علماء سے مسئلہ معلوم فرماتے تھے اور فرمایا جتنے تھے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ اپنا فیصلہ خود نہ کیا جائے بلکہ دوسرے علماء سے اپنے بے میں معلوم کیا جائے، ممکن ہے کہ نفس کی شرارت اس میں شامل ہو جائے چنانچہ از میں بھی اگر کوئی گڑبڑ ہو جاتی تو دوسرے ان علماء سے جو وہاں موجود ہوتے مشورہ فرماتے اور بعض اوقات دارالافتاء استفتاء فرماتے تھے اس کے بغیر آپ مطمئن نہ ہوتے تھے۔ حضرت رحم نے کسی ایسے آدمی کو مدرسہ میں ملازم نہیں رکھا یا جس سے آپ کو خالص شوق ہوتا۔ چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد سلیمان صاحب نے حضرت سے اس کا پتہ لہا کر لیا کہ آپ حضرات ایسے ایسے لائق لوگوں کو مدرسہ میں نہیں رکھتے جن کی مدرسہ ضرورت ہے اور حضرت قاری صاحب نے راقم بسطور کا نام پیش کیا میں اس سے باز نہیں گیا۔ مدرسہ اشرف العلوم میں مدرس تھا۔ سہارنپور جانا ہوا تو مجھ کو اس علم ہوا بلکہ حضرت قاری صاحب نے مجھ کو تاکید دی حکم کیا کہ تم حضرت ناظم صاحب کو خط لکھو میں نے معذرت کی مگر قاری صاحب نے حکماً فرمایا چنانچہ میں نے حضرت ناظم صاحب کو خط لکھ دیا۔ مگر حضرت دالاح نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ ان کے شوق سے مدرسہ میں میرا تقرر ہو۔ صاحبزادہ محترم کا بھی جہاں تک مجھے معلوم ہے، حضرت شیخ رحم نے تقرر کرایا تھا۔ حضرت دالاح نے خود اس کی پیشکش نہیں کی۔ خصوصاً ہے کہ آجکل ابتلائے عام ہے۔ کہ جس کے ہاتھ میں کسی مدرسہ کا نظام آجاتا ہے وہ اپنی ہی کو اس میں بھرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس سلسلہ میں قابلیت و نااہلیت کوئی معیار باقی نہیں رہتا۔ اس مقام پر عموماً تقویٰ نام کی کوئی چیز بڑے سے بڑوں کے پاس نہیں پائی جاتی بلکہ ”مصلحت“ کے بت کی پرستش شروع ہو جاتی ہے انا للہ الخ۔

(۱۹) حضرت دالاح واردین و صادرین کو خصوصاً طلبہ و تلامذہ اور متعلقین کو بار بار پاکیزہ زندگی، تقویٰ اور اتباع سنت کی نصیحت و وصیت فرماتے تھے اور ان کو کد مکتوم

عِنْدَ اللَّهِ أَفْكَمٌ دَرَمِ میں سب سے بڑا بزرگ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا متقی ہے
 پڑھ کر ارشاد فرماتے کہ بزرگی تقویٰ ہے لیکن تقویٰ و پرہیزگاری پر پندار و ناز کے سنا
 خلاف تھے بلکہ اس کو تقویٰ کے خلاف سمجھتے تھے اس سے بھی بچنے کی وصیت فرماتے
 آپ ہی کا اس سلسلہ میں یہ شعر ہے کہ

جاہل ترقیات میں حائل ہے ایک چیز پندار زہد و نازش تقویٰ کہیں جسے
 آپ مزایا کرتے تھے کہ اپنے تقویٰ اور اپنی تواضع کا احساس آدی کو تکبر میں گرفتار کر
 لغت کا طوق پہنا دیتا ہے۔ کیونکہ جس کو اپنے تقویٰ کا احساس ہے وہ خود کو پاکیزہ
 غیر متقیوں سے بہتر سمجھے گا۔ یہی تکبر ہے اسی طرح جس کو یہ احساس ہو کہ میرا معنی
 تو اوپر بیٹھنے کا تھا (مثلاً) اور میں نیچے بیٹھ رہا ہوں، یہیری تواضع ہے تو وہ شخص
 آپ کو موجودہ مرتبہ سے ارفع و اعلیٰ اور بلند سمجھتا ہے۔ یہی تکبر ہے۔ اور یہی حقیقت
 شیطان کے اس قول اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ میں پوشیدہ معنی جسکی وجہ سے وہ راندہ
 درگاہ ہوا۔ (رَأَى نَا لِّلْهِ مَنَّهُ)

اَللّٰهُمَّ اَعْطِ نَفْسِيْ تَقْوًا مَّكَوْزًا كَمَا دَاوَنْتَ خَيْرًا مِّنْ زَكَاةٍ اَنْتَ دَلِيْمًا وَّيُؤَلِّهَا

عشق رسول اتباع سنت

ہمارے اکابر کا سب سے بڑا وصف اور اعلیٰ کمال علم ظاہری اور بصیرت تامہ کا
 ساتھ اخلاص و للہیت اور جذبہ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس اہم خصوصیت
 و عظیم الشان صفت کے نتیجہ میں انھیں کمال اتباع سنت بھی حاصل ہوا۔ جو ہر کمال
 کا سرچشمہ و اصل الاصول ہے۔ اطاعت رسول کے جذبات انکی رگوں میں خون کا
 طرح دوڑتے اور وہ شریعت محمدیہ (علیٰ ما جہا الصلوٰۃ و التحیۃ) کے ہر عمل پر
 مرٹنے کو باعث عزت و فخر سمجھتے ہیں۔

حب نبوی میں سرشار ہونا، شریعت مطہرہ کے رنگ میں رنگین ہونا ان کا سرچشمہ
 زندگی رہا ہے انیس سے ہر ایک کا حال یہ ہے کہ
 در کفے جا شریعت در کفے سندان عشق ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان با خشن

اس بے بہا سرمایہ ہی کی وجہ سے وہ کمالات کی بلندیوں اور حیرت ناک رفعتوں
 فراز ہوئے ہیں۔ اللہ جل شانہ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت
 کی بے نظیر نعمت نے ان کو کلام ربانی اور احادیث رسول کے ساتھ ایسا وابہت
 بخشا تھا کہ انہوں نے ان کو اپنا وظیفہ زندگی بلکہ جانِ حیات بنالیا تھا انہوں
 نے زندگی کا مقصد و لُصْبُ العینِ خدمتِ کلامِ حق و اشاعتِ سنتِ رسولِ برحق کو
 کر اپنی تمام تر قوتوں اور صلاحیتوں کو اسی پر قربان و نثار کیا۔ قَالَ اللّٰهُ
 اِنَّمَا سَوَّیْتُ لَکُمُ الْفَرَاسَی اِنَّ کُلَّ زَبَانٍ یُّرَدُّ عَلَیْہِ لَکُمُ الْوَارِثَیْنِ
 قَوْلَیْہِ وَ قَوْلَیْہِ مَعْمُورٌ حُسْبَی تھے ان کی ہر اداسے محسوس ہوتا تھا کہ واقعی
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے بچے عاشق اور شمع رسالت کے جانباز
 بنے ہیں۔ حضرت انس مولانا الرشاد محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ برطے
 یہ انداز میں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ۷

اِذَا قَالَ الرَّسُولُ فَصَدَّقُوْهُ فَاِنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَ الرَّسُوْلُ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو اس کی تصدیق کرو کیونکہ بات وہی بات ہے
 کی زبان مبارک سے نکلی ہو ان حضرات کی صحبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
 تازہ کردیتی۔ اور بے پناہ عشق رسول کے جذبات ہم نشینوں کے دل کو گہرائیوں
 میں دیتی تھی۔ ان کے خدام زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے مشتاق
 کہ جان و مال قربان کر کے اس دولت کو حاصل کرنا ان کے نزدیک غنیمت
 تھا۔ شمع رسالت کے ایک ایک پردانے کی عظمت و محبت سے ان کے
 لبز تھے۔ صحابہ کرام کی محبت و عقیدت ان کی جانِ ایمان اور خالص پہچان
 ان کی محبت و اتباع کو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اتباع
 کی زندگی کو حق کا معیار و نور کا مینار سمجھتے تھے وہ حضرات رسمی عالم یا محدث
 حاجی مفتی و مفسر نہ تھے بلکہ شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کے بحر
 اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پورے طور پر ہمکنار تھے۔ ۸
 نہ اتباع سنت خیر الوری ہی ہے ہوسنا کول کو یارب یہ حقیقت کون سمجھائے

حب خدا و عشق رسولؐ اور اتباع شریعت و سنت کی بدولت ہی ان کو ظلامِ ربانی کی خدمت اور احادیثِ رسولؐ کا شغف حاصل ہوا تھا اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ان کی لکھی ہوئی تفاسیر، شرح، احادیث، کتبِ سیرت، دنیا میں شہور و متداول ہیں اور تمام عالم ان سے فیضیاب و سیراب ہو رہا ہے ۵

ایں سعادت بزرگ یازدِ نصیب تمانہ بخشد خداے بخشنده

(واقف الحروف کا یہاں تک کا یہ مضمون امداد الباری شوق بخاری ص ۵۵۵ ۵۵۶ ج ۱ پر شائع ہو گیا ہے یہاں اسکو قدرے تغیر کے ساتھ درج کر دیا گیا ہے ۱۲ نسیم صوفی غازی منٹا پری)

حضرت مالارح کی ہر ادا سے عشق خداوندی و عشق رسولؐ عیاں ہوتا اور ہر عمل اتباع سنت و شریعت کی پابندیوں کے ساتھ وجود میں آتا تھا اور انھیں سچے جذبات اور اچھے اعمال نے ان کو کمالات کی ان رفعتوں تک پہنچایا تھا جہاں کم لوگ پہنچتے ہیں رہتی ہے تیرے اسود بنے خود کے ماننے ۵ ہر مخلص خاص عالم بالا کہیں جسے

نام مبارک کی عظمت ۵ کتبِ حدیث کی عبارت پڑھنے والوں کو خاص طور پر آپؐ ہدایت فرماتے کہ جب سرکارِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی زبان پر آئے تو دل عظمتِ رسولؐ سے پُر ہو اور آپؐ کے نام مبارک سے لذت و حلاوت محسوس کر رہے ہو پھر نہایت ادب و اقرام کے ساتھ درود پاکؐ مزے لے لے کر پڑھو اگر کوئی طالبِ علم لفظ ”محمدؐ“ یا لفظ ”رسولؐ“ اللہؐ کو صحیح ادا نہ کرتا یعنی ادائیگی میں مخارجِ حروف کا خیال نہ رکھتا یا درود پاکؐ کے پڑھنے میں جلدی کرتا تو آپؐ اس کو تنبیہ فرماتے اگر پھر غلطی کرتا تو آپؐ ناراض ہو جاتے، چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا، بعض مرتبہ انتہائی غم سے آنسو بہ پڑتے اور فرماتے افسوس ہے کہ ادب و اقرام کو ملحوظ نہیں رکھتے اور تمہیں محبوب کا نام لینے میں لذت نہیں آتی، آپؐ حدیث کی عبارت پڑھتے تو عجیب و الہانہ انداز ہوتا آقاؐ، نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام زبان پر ہوتا اور رقت طاری ہو جاتی، آبدیدہ ہو جاتے جو آپؐ کی کیفیت ہوتی وہ تحریر میں نہیں آ سکتی۔

درویش شریف کا امتحان حضرت والاؒ تو بھی درویش شریف کا بہت اہتمام فرماتے تھے، اور مریدین و متوسلین کو خاص طور پر اور عائنۃ السالکین کو عام طور پر درویش شریف کی طرف متوجہ اور راغب فرماتے تھے۔ مریدین کے ابتدائی معمولات میں درویش شریف مقدار چار سو بار سے زائد ہوتی تھی۔

سلطنت و محبت رسول آپؐ کے ہر قول و عمل سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ آپؐ کی عظمت و محبت بدرجہ اتم ہے۔ آپؐ کی ہر بات و الہانہ تھی اور ہر عمل عاشقانہ تھا، یہ توالا رح کا ارشاد ہے کہ:

اے نبیؐ کی محبت رسولؐ کی کرتے ہیں قول و فعل سے عظمت رسولؐ کی توالا رح کی مبارک زندگی واقعی اس شہر کی آئینہ دار تھی کبھی آپؐ زبان میں نعتیہ کلام کی صورت میں کبھی اپنے دلی جذبات کو ظاہر فرماتے تھے بطور نمونہ آپؐ پسند نعتیں لکھتا ہوں۔

نعت (۱)

یا علم، کیا تم ہو، خدا جانے کہ کیا تم ہو
یا آرزو، کچھ ہو، کسی کا مدعا کچھ ہو
یا زباں، کیا ہے، نہ یہ طاقت بیاں ہیں
تو شرف ہے ذاتِ عالی کے تعلق سے
یا ممکن، تمہاری نعت حضرت مخدوم ہے

نہیں شرمندہ اظہار، اوصافِ گرامیِ قدر

بتاؤں کیا کہ کیا تم ہو، سناؤں کیا کہ کیا تم ہو

یا جاننے، صاحبِ لولا، کیا تم ہو
یا زبانی، نظمِ فطرت، یا نہیں مخفی
یا نعت کو تحریر ہے، بلا نعت کو پریشانی
یا ان امت کا سہارا ذاتِ دلالت
یا باہمی امت کو وجہ صد تفاخر ہے

جہاں کی ابتداء تم ہو، جہاں کی انتہا تم ہو
یہ ربِ ہر گامِ عالم "بزرگ" ہے "مست" تم ہو
کہ لفظوں سے بہت بالا جہاں مصطفیٰؐ! تم ہو
خوش قسمت کہ حضرت اشاعتِ روزِ جزا تم ہو
تمہارا ہے خدا محبوب، محبوبِ خدا تم ہو

ہم تارے واسطے اسعد کہیں بہتر ہے شاہی سے
کہ ایک ادنیٰ غلام بارگاہِ مصطفیٰ تم ہو

نعت فارسی (۲)

بروں از خیالِ شنائے محمدؐ بدر از قیامِ بقائے محمدؐ
محمدؐ بخوانم برائے خُدا ایم خُدا ایم بخوانم برائے محمدؐ
تمنائے کبریتِ احمدؐ ندانم چو دارم لبسِ خاکپائے محمدؐ
ستائشِ نیایشِ چہ گوئی تو اسعدؐ
خدا خود بگو یدِ شنائے محمدؐ

نعت (۳)

رُشکِ جَنانِ و عرشِ معلیٰ کہیں جسے - ہے وہ مکانِ گنبدِ خضرا کہیں جسے
وہ بات ٹھیک ہے شہِ بطحا سے جو سنو وہ قولِ راست ہے شہِ بطحا کہیں جسے
جس نے بھدق پائے سُنور کو چھو لیا اس کا وہ ہاتھ ہے یدِ بیضا کہیں جسے
منت کشِ بیاں نہیں طیبہ کی رفتیں جس کی نثری بھی وہ ہے ثریا کہیں جسے
وہ فات ہے جنابِ رسالتِ مآب کی الفاظ کی حدود سے بالا کہیں جسے
ایماں فروزِ کیف کی فردوس ہے نہاں اس عشق میں رسول کا سودا کہیں جسے
رہتی ہے تیرے اسعدؐ بخود کے سامنے
وہ بزمِ خاص، عالمِ بالا کہیں جسے

چند متفرق نعتیہ اشعار

الو! جہاں تابِ برستے ہیں وہاں پر ہوتا ہے جہاں تذکرہ روئے محمدؐ
کیفِ روحانی اُسے حاصل نہیں جو نبی کے عشق میں کاہل نہیں
گو ہزاروں شغلِ یوں دن رات میں لیکن اسعدؐ آپ سے غافل نہیں
کلماتِ محمدؐ کو بیاں کرتا مگر افسوس نہ اس قابلِ بیاں میرا نہ اس قابلِ زیامیری

رسولوں سے برتر ہمارا نبی ہے نبیوں سے بڑھ کر ہمارا نبی ہے
امیروں کا بلجا، فقیروں کا ماویٰ غریبوں کا یا اور ہمارا نبی ہے

اتباع سنت کا شوق - عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپکو اتباع رسول و پیروی سنت کے سانچے میں ڈھال دیا تھا اس حقیقت کا بیان آپ کے ایک شعر میں بھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

شوق ہے اقتدائے ملت کا عشق ہے اتباع سنت سے
سنت پر عمل آپ کی عادتِ ستمرہ و طبیعتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ اگر اتفاقاً کوئی عمل سنت کی خلاف ورزی ہو جاتا تو اس پر رنج و افسوس کرتے اور اس کی مکافات کی بڑی کوشش کرتے۔ مولانا عبد القیوم صاحب لکھتے ہیں کہ ”ایک مرتبہ حضرت والا قضا محبت سے فارغ ہو کر بیت الخلاء سے نکلے اور فوراً ہی بیت الخلاء واپس تشریف لائے اور جلد ہی نکل آئے (ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی قیمتی چیز رہ گئی ہو اس کو اٹھا کر لائے ہوں) ناکارہ نے دریافت کیا کہ حضرت کیا کوئی چیز بیت الخلاء میں رہ گئی تھی خادم کو تم دیتے تو خادم اٹھا کر حاضر خدمت کر دیتا۔ فرمایا ہمیں بلکہ بیت الخلاء سے نکلنے کی دعائے مسنون پڑھنا بھول گیا تھا اس لئے میں نے اپنے نفس کو یہ نرا دی ہے کہ دوبارہ جا کر بیت الخلاء سے نکلا اور دعائے مسنون پڑھی۔

ذکارِ مسنونہ و ادعیہ مالورہ کا اہتمام حضرت والا رحمہ اللہ کو اذکارِ مسنونہ کا اہتمام ہی اہتمام تھا۔ اس اہتمام کی ایک مثال ابھی ادپر کی سطروں میں آئی خدام و متوسلین کو بھی مالورہ دعاؤں کی پابندی کرنیکی بہت تاکید فرماتے تھے۔ بسا اوقات خدام کی تعلیم و تہذیب کے لئے کھانے پینے، مسجد میں آنے جانے اور خاص موقعوں کی دعائیں جبراً آواز سے پڑھتے تھے۔

نزلے وارداتِ عشق کے عنوان ہوتے ہیں مکمل ترجمانی ہو سکی اسکی نہ کی جائے

کشف و کرامات

ہمارے اکابر و سلف کے نزدیک یہ عنوان کوئی اہم اور قابل التفات عنوان نہیں اس کے باوجود کہ ہمارے اکابر کا اور ہمارا عقیدہ ہے کہ کرامات الاولیاء حق و اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں، اور مکاشفات و الہامات بھی ناقابل انکار حقائق ہیں مگر یہ چیزیں طریقت و تصوف کے مقاصد میں سے ہرگز نہیں ہیں۔ اس لئے کہ کرامت و کافعل نہیں ہوتا بلکہ حق تعالیٰ شانہ بطور خرق عادت کسی متبع سنت ولی کے ذریعہ جب چاہے اپنی قدرت کا اظہار فرما دیتے ہیں۔ یہی فعل باری اگر کسی مدعی نبوت و نبی در رسول کی ذات سے ظاہر ہوتا ہے تو معجزہ کہلاتا ہے۔ معجزہ و کرامت نبی ولی کا اپنا فعل نہیں ہوتا بلکہ فعل باری کا مظہر نبی و ولی کی ذات ہوتی ہے اس طرح کشف و الہام جو غیر نبی و یعنی کسی ولی سے صادر ہوتے ہیں تو انکو معیار شریعت پر جانچا جائے گا اگر وہ شرعی معیار کے موافق ہیں تو مقبول ورنہ قابل رد ہوتے ہیں تصوف کا مقصود اخلاص و الہیت اور اربع شریعت و سنت پر استقامت ہے یا دوسرے الفاظ میں کلمہ تلیبہ کے دو ذوق اجزاء لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے تقاضوں پر زندگی کا آجانا ہے۔ جس کو توحید و اخلاص میں رسوخ اور تلبہ شریعت و سنت میں کمال حاصل ہو جاتا ہے وہی صوفی کا ریل، طریقت میں ماہر اور صاحب نسبت سچا پکا مسلمان کہلانے کا مستحق ہے خواہ کشف و کرامت اور الہام و سند شریعت اس کو حاصل ہو کہ نہ ہو۔ اور ان تمام مساعی کا مقصود صرف حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہے اور کچھ نہیں اس لئے یہ چیزیں ہمارے مشائخ کے نزدیک نہ مقصود ہیں اور نہ ان کی کچھ ذمہ داری ہے بلکہ بسا اوقات یہ چیزیں سالک کے لئے خطرہ بن جاتی ہیں اگر ان چیزوں کی طرف وہ ملتفت ہو جاتا ہے تو اصل مقصود سے اس کی نگاہیں ہٹ جاتی ہیں۔ اور دنیا میں بھی پریشانیوں اور فتنوں کا باعث بن سکتی ہیں اسی وجہ سے مشائخ حقانی ان چیزوں کو عوام الناس سے خصوصاً بہت چھپائی دینی کو کوشش کرتے ہیں

حضرت والا رحم کی زندگی کا مطالعہ اگر ان کے معمولات کی پابندی، معاملات کی صفائی، اخلاق کی پاکیزگی، تقویٰ و تقدیس پر استقامت، شریعت و سنت پر مداومت اور علوم و اعمال کی بلند یوں کے اعتبار سے کیا جائے تو آپ کی ذات والا ان تمام صفات میں یکساں روزگار اور اپنی پاکیزہ عادات و عمدہ خصوصیات و جامعیت کے اعتبار سے بیشال و شاندار نظر آئے گی۔ لیکن جہاں تک اصطلاحی کشف و کرامات کا تعلق ہے ان کے اخلاق کی حضرت والا نے بے انتہا کوشش کی ہے، اس کے باوجود خاص خدام پر جو بہت سے واقعات ظاہر ہو رہے ہیں ان میں سے چند واقعات کو یہاں بطور نمونہ لکھ دینا ہم مناسب سمجھتے ہیں۔

(۱) حکیم محمد ایوب صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو حدیث کی ایک کتاب میں ایک خاص حدیث کی تلاش تھی وہ کتاب حاکم کی تھی لیکن اب یہ سوچ رہے تھے کہ اس حدیث کو اس میں کہاں دیکھا جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ہاتھ میں لی اور ہاتھ میں کتاب کے کچھ اوراق پکڑ کر کتاب ٹھولتے ہوئے فرمایا ”بیچئے آپ کی مطلوب حدیث یہاں ہے، چنانچہ آپ نے جس جگہ اشارہ فرمایا تھا حدیث وہیں مل گئی۔

(۲) بھائی محمد ایوب صاحب فرماتے ہیں کہ میں عمارت خدمت ہوا ایک اور صاحب پہلے سے بیٹھے تھے۔ حضرت وغیرہ فرما رہے تھے پانی کا پورا گھڑا بھرا ہوا آپ کے پاس رکھا تھا اور مسلسل کیاں فرما رہے تھے ہمارے ذہن میں یہ آیا کہ یہ اسراف ہے اور اسراف ممنوع و مکروہ ہے، حضرت نے فوراً خود ہی ارشاد فرمایا کہ ”میں بیزار ہوں دانتوں سے خون آتا ہے جب تک وہ خون بند نہیں ہو جاتا میں کلیاں کرنے پر مجبور ہوں“ ہم لوگ حیران رہ گئے کہ ہم ابھی تک اس بات کو زبان پر نہیں لائے تھے اور حضرت نے جواب دیدیا۔ اسی لئے بزرگوں کی خدمت میں قلب کو دساؤں سے پاک رکھنا چاہئے ارشاد ہے اَتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ مِنْ نُورِ اللَّهِ (مؤمن کی فراست سے محتاط رہنا چاہئے وہ خدا داد نور سے دیکھتے ہیں)۔

(۳) شیخ پورہ قدیم کے رہنے والے جناب ہریان خاں صاحب مرحوم کی پانچ لڑکیاں تھیں اور ان کی ابا یہ صاحبہ کی عمر سٹاٹھ سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔

خود خالص صاحب بھی کافی عمر تھے، انھوں نے حضرت والارحہ سے عرض کیا، حضرت ہم دونوں میاں بیوی بوڑھے ہو چکے ہیں اولاد میں لڑکیاں ہی لڑکیاں ہیں ہم اولاد نرینہ سے محروم ہیں حضرت رحم نے فرمایا خالص صاحب ناامید نہ ہوں اللہ تعالیٰ لڑکا بھی پیدا ہو گا۔ چنانچہ اللہ کے فضل و کرم اور حضرت والارحہ کی دعا کی برکت سے لڑکا پیدا ہو گیا۔ جس کا نام مظفر خاں ہے اور الحمد للہ وہ بصحت و سلامتی موجود ہے۔

(۴) خانقاہ تھانہ بھون کے مہتمم و سابق استاد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی (مجاز صحبت حضرت تھانویؒ و مجاز بیعت حضرت الہ آبادیؒ) کا انتقال ہوا تو حضرت والارحہ کے ضعف و مرض کے پیش نظر خدام نے اس حادثہ کی اطلاع نہیں دی۔ دوسرے روز حضرت والارحہ کو معلوم کس طرح اطلاع ہو گئی تو خدام نے بھی عرض کرنا چاہا تا کہ حضرت یہ خیال نہ فرمائیں کہ انہوں نے اس سانحہ کو چھ سے چھپا لیا ہے، اس وقت حضرت نے انتقال نہ کھینچ کر نماز جنازہ و تدفین کی سب کیفیات اور نماز جنازہ کے امام کی تعیین بیان فرما کر ناراضگی کے لہجہ میں خدام سے فرمایا بس آپ حضرات تکلیف نہ فرمائیں اطلاع دینے کی حضرت والارحہ کی زبان مبارک سے یہ تفصیلات سن کر سب لوگ حیران رہ گئے کہ حضرت کو بغیر کسی کی اطلاع کے یہ سب کیسے معلوم ہو گیا۔ ؟

(۵) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب امیر تبلیغ کے صاحبزادے مولوی محمد ہارون صاحب کا عین جوانی میں انتقال ہوا۔ ان کی طبیعت کافی دلوں سے خراب چل رہی تھی۔ ایک دن بالکل اچانک مولوی رئیس الدین صاحب بجنوری کو حضرت والارحہ نے مولوی نصیر الدین صاحب خادم حضرت شیخ الحدیث صاحب کے پاس مولوی محمد ہارون صاحب کے حال کی تحقیق کیلئے بھیجا مولوی نصیر الدین صاحب مرحوم نے مولوی رئیس الدین صاحب سے کہا کہ مولوی محمد ہارون صاحب کا کل انتقال ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی ہدایت کر دی کہ حضرت والارحہ سے یہ نہ کہنا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے بلکہ یہ کہنا کہ مولوی نصیر الدین صاحب نے یہ کہنا ہے کہ وہ اب بہت اچھے ہیں۔ مولوی رئیس الدین صاحب نے آکر حضرت سے

سب ہدایت بھی عرض کر دیا کہ ”وہ اب بہت اچھے ہیں“ اس پر حضرت والا رحم نے فرمایا ہاں ہاں بہت اچھے ہیں اور یہ نما کر دو دیے۔

(۷) اخیر زمانے میں حضرت کی مجلس میں پابندی سے حاضر ہونے والوں میں جناب عبدالرحمن صاحب شوق مالوی اور جناب اسٹراختر علی صاحب بھی تھے ان دونوں حضرات کا بیان ہے کہ ہمارے دلوں میں پیدا ہونے والے سوالات و اشکالات کے جوابات پوچھے بغیر حضرت کے ملفوظات سے مل جاتے تھے

(۸) انھیں شوق صاحب نے جناب شو بھارام صاحب کا واقعہ سنایا یہ شو بھارام صاحب ایک نوجوان غیر مسلم ہیں جن کی آمد و رفت حضرت کے پاس رہتی تھی حضرت سے بہت سے غیر مسلم بھی عقیدت و محبت رکھتے تھے اور حاضر خدمت ہوتے تھے۔ ان میں سے شو بھارام موصوف بھی ایک ہیں۔ شو بھارام کا جو واقعہ شوق صاحب نے سنایا تھا اس واقعہ کا تعلق ایک اور گذشتہ واقعہ سے ہے۔ پہلے نمبر ایک پر اس کو سینے پھر نمبر دو پر شوق صاحب کے سنائے ہوئے واقعہ کو سینے (۱۱) پہلا واقعہ یہ ہے کہ حضرت والا نے شو بھارام کو ہدایت کی تھی کہ ”

نظر کو محفوظ رکھا کرتے ہیں اور سر اُدھر نہیں دیکھتے، کیونکہ شو بھارام صاحب سے اس قسم کی غلطی ہوتی تھی اس لئے حضرت نے ان کو تنبیہ کی۔ شو بھارام اس مخلصانہ نصیحت سے جو خالص کشف پر مشتمل تھی بہت زائد متاثر ہوئے اور غلطی سے احتیاط رکھنے کا عہد کر لیا (۱۲) دوسرا واقعہ یہ ہے کہ دو تین روز بعد

ہی ان شو بھارام صاحب کو دیوبند کے قریب کسی گاؤں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ گاڑی سے اترتے ہوئے رات شروع ہو چکی تھی اور صبح شیش پر اترے ہوئے تھے وہاں سے اس گاؤں کے لئے جہاں جانا تھا کوئی سواری نہ تھی، یہ بہت پریشان تھے۔ کچھ دیر میں ایک رکشہ مل گیا۔ اس سے بات کی رکشہ والے نے انہما کہ اگر دوسری سواری مل گئی تو جاؤں گا ورنہ نہیں اتنے میں ایک برقعہ پوش خاتون نے ہوا بھی اسی گاڑی سے اتری تھی آواز دی، رکشہ والا اب جانے کے لئے تیار ہو گیا کیوں کہ دوسری سواری بھی اس کو مل گئی۔

چنانچہ ایک جانب دہ خالون بیٹھ گئی اور دوسری جانب بادری نا خواستہ بہت
دب کر ایک طرف کو اس طرح سے کہ اس ثورت کے بدن سے بدن مس رتج نہ ہو
یہ شو بھارام بیٹھ پھر دہ خالون ایک ایسی جگہ اتر گئی جہاں کوئی آبادی نہ تھی۔
اور یہ ذرا فاصلہ سے اس گاؤں میں اترے جہاں ان کو جانا تھا اور خالون اتر
کر کہاں گئی اس کا ان کو کوئی علم نہیں۔ اگلے دن شو بھارام وہاں سے سہارنپور
واپس آئے تو حضرت دالارہ کی خدمت میں حسب معمول حاضری دی جوں ہی
انہوں نے دروازے میں قدم رکھا تو حضرت دالارہ نے بہت مسرت کے ساتھ
فرمایا شو بھارام! مجھے آپ سے ہی امید تھی۔

(نوٹ) حضرت دالارہ سے بہت سے غیر مسلم حضرات عقیدت و محبت رکھتے اور
حاضر خدمت ہوتے رہتے تھے اور حضرت دالارہ بھی ان کی بتدرتج باندازہ حکیمانہ
تربیت و اصلاح فرماتے تھے جیسا کہ واقعہ مذکورہ سے معلوم ہوا۔

(۸) محلہ ٹوپیا سرائے سہارنپور کے ایک صاحب نے یہ قصہ سنایا کہ میں اپنے
ایک دوست کے ساتھ حضرت دالارہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت دالارہ نے
فرمایا کہ ”بھئی جیسی میری بیٹی ہے بالکل اسی طرح اس شخص کی بیٹی ہے جس
کو بھنگی کہا جاتا ہے۔ ہمیں تو اس کی عزت بھی اسی طرح پیاری ہے جس
طرح اپنی بیٹی کی ہوتی ہے۔“ اور یہ فرما کر رونے لگے میرا وہ دوست گھبرا گیا
کیونکہ اس کو کوئی معاملہ اس قسم کا پیش آیا تھا اور پھر اس نے پکی پکی توبہ کر لی
(۹) شیخ پورہ قدیم کے ایک رئیس و بزرگ جناب حاجی نذیر محمد خاں صاحب تھے
جو حضرت دالارہ کے خلیفہ و مجاز بھی تھے اور غالباً ۱۳۵۵ھ تک بریلوی عقائد
و جاہلی رسوم کے بہت معتقد و پابند تھے۔ مگر اس وقت کبھی نماز جمعہ جامع مسجد
ہی میں ادا فرماتے تھے انہی دنوں کسی جموعہ کو ہولی کے موقع پر مناد ہوا۔ اور
حضرت دالارہ نے بغیر کسی تعارف کے حاجی صاحب سے فرمایا کہ آپ ہمارے ساتھ
درہ تشریف لے چلیں اور گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“
چنانچہ دمچلے آئے اور شب کو درہ میں قیام کیا اس ایک ہی شب

خبر آجائے کیا بات ہوئی کہ ان میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہو گیا اپنے تمام جاہلانہ
 اُمداد بدعات و رسوم سے توبہ کرنی اور بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے حقیقت
 ہے بہت سے شکم پر در قسم کے لوگوں نے مسلمانوں کو ہمارے اکابر سے بدظن کر رکھا
 ہے اور ان کے قریب نہیں آنے دیتے لیکن اتفاق سے اگر کوئی قریب سے حالات
 دیکھ کر دونوں قسم کے لوگوں کا موازنہ کرتا ہے تو اس پر حقیقت عیاں ہو جاتی
 ہے۔ اور دونوں طرف کے حضرات کا فرق و امتیاز کھل کر سامنے آ جاتا ہے اور
 رخ راہ مل جاتی ہے۔ نسیم احمد غازی مظاہری)

۱۰۔ ایک مرتبہ صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد اللہ صاحب کو شرح دقایہ کے
 سبق "زوال و طلوع و غروب شمس" کی بحث میں الجھن محسوس ہوئی اور
 سبق مکمل طور پر حل نہ ہو سکا حضرت والارہ سے عرض کیا تو فرمایا "یہاں چار پائی
 بیٹھ جاؤ" حضرت والارہ سرہانے کی طرف تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور صاحبزادہ محترم
 پشتی کی جانب بیٹھ گئے۔ حضرت نے مولانا محمد اللہ صاحب کے دائیں ہاتھ کی انگشت
 شہادت پکڑ لی اور فرمایا پڑھو۔ مولانا نے موصوف نے پڑھنا شروع کیا۔ اور وہ
 بجا ہوا سبق جو کسی طرح سمجھ ہی میں نہیں آ رہا تھا خود بخود سمجھ میں آتا چلا گیا۔
 شاید ہی حضرت نے ایک دو لفظ ارشاد فرمائے ہوں گے یہ حضرت کی کرامت
 تھی۔ اور توجہ کی برکت و تاثیر تھی جو انگشت شہادت کے ذریعہ مولانا کے ذہن کی طرف
 منتقل ہو رہی تھی۔ راقم اسطور کو اس کا بار بار تجربہ ہے کہ الجھے ہوئے مسائل اور
 مشکلات حضرت والارہ کی خدمت میں پہنچ کر سمجھ میں آ جاتے تھے۔

۱۱۔ حضرت والارہ نے ایک مرتبہ خود بیان فرمایا کہ بطنہ عظیم آباد میں جب میرے
 والد صاحب کا انتقال ہوا تو میں وہاں گیا۔ زائد سے زائد میری عمر اس وقت
 ۱۵ سال کی ہو گئی۔ نو ٹرین میں رخصت ہوئی رات میں میری لٹینی میرے سر
 سے اڑ گئی۔ اور کھڑکی سے باہر نکل گئی۔ مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ لٹینی کو تلاش
 کر آؤں اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ لوگ اسٹیشنوں پر اتار تے چڑھتے رہے۔ صبح
 جب میں ٹرین سے باہر نکلا تو میری وہ لٹینی ٹرین کے پائیدان پر ایسے

محفوظ طریقہ پر رکھی ہوئی تھی کہ اس پر کسی کے پاؤں پڑنے کا نشان بھی نہ تھا۔
 (۱۲) سیتا پور ہسپتال میں جب حضرت دالارح کی آنکھ کا آپریشن ہوا تو
 دستور کے مطابق چھوٹے ڈاکٹر دوں کے علاوہ بڑا ڈاکٹر روز
 ایک مرتبہ پورے وارڈ کا چکر لگاتا اور مریضوں کا معائنہ کرتا تھا اس
 زمانے میں حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب کھول پوری رحمۃ اللہ علیہ
 بھی اپنے حلقہ متوسلین میں سیتا پور تشریف فرما تھے وہ بھی روزانہ ہسپتال
 میں حضرت دالارح کے پاس تشریف لاتے تھے۔ آخری دن جس میں آنکھوں
 سے مستقل طور پر بیٹی کا کھلنے لگے تھا۔ حضرت بار بار فرماتے تھے۔
 کہ میری خواہش یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب اس وقت آئیں۔ جب
 حضرت شاہ صاحب یہاں تشریف فرما ہوں تاکہ پیٹ کھلنے پر
 میری پہلی نظر حضرت کے چہرہ پر پڑے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب
 کاراؤنڈ شروع ہو گیا۔ اور حضرت شاہ صاحب ابھی تشریف
 نہیں لائے تھے۔ تیمارداروں اور خادموں کا خیال یہ تھا کہ اب
 ڈاکٹر صاحب دیکھ کر اور بیٹی کھول کر چلے جائیں گے۔ اور حضرت
 شاہ صاحب موجود نہیں ہوں گے۔ لیکن اس کو کرامت کے سوا کچھ
 کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب آئے اور پورے وارڈ میں
 راؤنڈ لگا کر اور مریضوں کا معائنہ کر کے چلے گئے اور حضرت دالارح
 کمرہ میں آنا کھول گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت شاہ صاحب
 تشریف لے آئے۔ اور صرڈاکٹر صاحب کو خیال آیا یا ان کے
 کسی آدمی نے یاد دہانی کی کہ پرائیوٹ وارڈ میں کمرہ دیکھنے سے رد
 کیا۔ تو ڈاکٹر صاحب اپنی کوتاہی کی تلافی کے لئے فوراً وارڈ میں
 دوبارہ واپس آئے۔ اور کمرہ میں حضرت دالارح کو دیکھا اس
 وقت حضرت شاہ صاحب حضرت دالارح کے پاس تشریف فرما تھے۔
 حضرت دالارح کی ستر کی انتہا نہ رہی کہ ان کی تمنا کے مطابق

نزلت شاہ صاحب کی موجودگی میں اپنی کھلی اور اپنی بنی ہوئی آنکھ سے
 بے سے پہلے حضرت شاہ صاحب کے مقدس دل و ذراتی تہرہ کی زیارت کی۔
 (۱۳) حضرت دالام گو حافظ نہ تھے۔ لیکن قرآن کریم پوری صحت کیساتھ
 طے کر محفوظ تھا۔ کہ کسی حافظ کی مثال نہ ملتی کہ وہ قرآن کریم
 سناتا اور زیر و زبر کی غلطی کر کے بھی آگے نکل جاتا۔ یہاں تو یہ کہنا
 سکتا ہے کہ یہ بات تجریدی کی وجہ سے تھی۔ لیکن اس
 کے زائد حضرت انگلیز بات یہ ہے کہ تراویح میں الجھتے ہوئے حفاظ
 وہ آگے بتا دیا کرتے تھے۔ قرآن کریم نبوت کا عظیم معجزہ ہے
 حفظ نہونے کے باوجود اس کا اس اس قدر مستحکم ہونا قرآن
 کریم سے بے حد تعلق و وابستگی اور انتہائی عشق کی دلیل بھی
 ہے۔ اور بجائے خود کرامت بھی ہے۔ قرآن کریم کے سلسلہ
 حضرات کا مزاج الفاظ و معانی تک ہی محدود نہ تھا۔
 اقوال و اعد تجوید، اوقات قرآن کی رعایت بالخصوص جہاں وقف
 نافروری اور خصوصاً غمیوں کو اس کی رعایت لازم ہوتی
 سی باریک چیردوں پر بھی حضرت دالام گو پورا عبور حاصل تھا
 مگر و حفاظ کو اس طرف متوجہ فرماتے رہتے تھے۔

ان سہارن پور میں ایک افغان بھٹان صاحب مجذوب
 تھے، لوگ ان کو خان صاحب یا میاں صاحب کہتے تھے،
 ان کا تہ چھانٹ سے ادبچا تھا، تہ اور تہادر اور مضبوط
 نا آدمی تھے۔ جب وہ کسی چائے کی دوکان میں گھس جاتے
 یا ایک اُن سے دُر کر دوکان سے بھاگ جاتے تھے، انھیں
 راتوں اور راتوں سے بہت چڑھ تھی۔ اور نہ سمجھ میں آنے والی
 مناک آوازیں ان کے خلق سے نکلتی رہتی تھیں۔ جن سے
 ان کی ہیبت ناک میں اور اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ

پل کبوتران کی دو منزلیں مسجد سے مغرب کی طرف جانے والی سڑک
 مغرب کے بعد مولانا محمد اللہ صاحب ایک طالب علم اور اپنے صاحب
 زادے کے ہمراہ جا رہے تھے۔ ان تینوں حضرات کا رخ مغرب
 کی جانب تھا۔ وہ سڑک کیوں کہ زائد چوڑی نہ تھی اور کچھ رشتہ
 بھی زیادہ تھا۔ اس لئے تینوں حضرات آگے پیچھے چل رہے تھے
 انہوں نے دیکھا کہ اس طرف سے شرق کی سمت کو سڑک کے
 ایک کنارے پر ایک برقعہ پوش عورت تیزی سے جا رہی
 ہے۔ اور اس کے پیچھے پیچھے وہ مجذوب خاں صاحب اپنی خوفناک
 آوازوں کے ساتھ دوڑ رہے ہیں۔ سڑک پر چلنے والے سب
 لوگ دم بخود تھے، مولانا محمد اللہ صاحب کا خیال تھا کہ اس صورت
 حال سے ان دونوں میں سے کسی کو ہنسی نہ آجائے۔ یہ سوچ ہی رہے
 تھے کہ اس ہمراہی طالب علم کو ہنسی آگئی، ہنسی آنی لگتی کہ
 خاں صاحب فوراً اس طالب علم کی طرف متوجہ ہوئے پل جھپکا
 ہی اس کے پاس پہنچ گئے۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس طرف
 اس کو اوپر اٹھالیا جیسے کوئی تنکے کو اٹھاتا ہے۔ مولانا محمد اللہ
 صاحب مزاتے ہیں کہ مجھے خطرہ کا احساس ہوا۔ اور میں نے ان کی
 طرف رخ کیا تو خاں صاحب نے لڑکے کو تو جھوڑ دیا اور میری طرف
 بڑھے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں نالواں و کمزور ہوں لیکر
 اس وقت خدا جانے کہاں سے مجھ میں ہمت و قوت آگئی کہ
 میں نے خالص صاحب کے ممکنہ حملہ کو روکنے کے لئے اپنے دونوں
 ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔ لیکن وہ اس وقت بالکل خاموش ہو چکا
 تھا۔ البتہ وہ تیسرے تیسرے آنکھوں سے گھوم رہے تھے اور
 میں بھی ان کو دیکھ رہا تھا۔ اور خوف زدہ بھی تھا کہ اگر انہوں
 نے دھکّا بھی دے دیا تو میرا حشر کیا ہوگا۔ مگر اللہ

فضل ہوا کہ ایک منٹ کی خاموشی کے بعد خاں صاحب ہاتھ چھوڑ
 چھڑا کر چپ چاپ ایک طرف کو چلے گئے، مولانا فرماتے ہیں کہ
 میں نے یہ پورا واقعہ حضرت والد صاحب کو سنایا تو حضرت
 نے فرمایا کہ تم نے ان کو ڈانٹا نہیں؟ حضرت نے کہ
 اس جملہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرت والد کے
 توجہ کی برکت اور قوت روحانی کا کرشمہ تھا کہ اس خطرناک
 اور زحمت ناک خاں صاحب سے مقابلہ کر لیا اور شاید انہوں
 نے خاں صاحب کی زندگی کا یہ پہلا ہی واقعہ ہوگا۔

۱۴۱۱ھ میں بنائے طلبہ کی صنف دریات پوری کر دینا۔ اور ان کے
 احوال سے خبر دار رہی تو ایسی چیزیں ہیں کہ بیشتر طلبہ و
 اتمام ذہ اس کے شاہد ہیں۔ مولوی صدیق احمد صاحب
 شریف نگر می کا واقعہ عنوان ”عنایت و اعانت“ میں گذر چکا
 ہے کہ اساتذہ کی تقریر لکھنے کے لئے کاپی نہ تھی۔ اور پیسے بھی
 نہ تھے۔ کمرہ میں مالو بس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت نے خادم کے
 ذریعہ ان کو بلا کر کاپی کے لئے چپکے سے پیسے عطا فرما دیئے۔

(۱۶) ۱۴۱۱ھ میں منصب اجماعی ریسلج مراد آباد یہ راقم الحروف
 ایک جلسہ میں تقرر کرنے کے لئے گیا تھا۔ دیگر علمائے
 کرام میں مولانا آفتاب علی صاحب سنبھلی بھی تھے انہوں نے مجھ
 سے یہ واقعہ اپنا چشم دید بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ سنبھلی
 میں ہندو کا جلسہ تھا۔ جس میں غالباً ”پندت دھرم بھکشو“
 تقریر کر رہا تھا اور اپنی عادت کے مطابق اسلام کے خلاف
 بول رہا تھا۔ کہ اچانک ایک مرتبہ جلسہ گاہ کے قریب آکر رکا اور
 اس میں سے ایک آدمی تین تری سے نکل کر اس جمع پر پہنچا
 اور ہنڈ رت جی کا ترجمان پڑھ کر کہہ کر ”کیوں صاحب میں نے آپ

سے ہم نہیں لیا تھا کہ آئندہ آپ اسلام کے خلاف زبان نہیں
کھولیں گے۔ آپ یہ سمجھ کر کہ میں یہاں نہیں ہوں بے فکر ہو گئے،
اتنا کہنا تھا کہ بندت جی گریبان چھڑا کر فوراً جلے سے مزار ہو گئے۔
لوگوں نے دیکھا کہ یہ گریبان پکڑنے والے مناظر اسلام حضرت مولانا شاہ
محمد اسعد اللہ صاحب رحمہ تھے۔ واللہ اعلم

(۱۷) صاحبزادہ محترم مولانا محمد اللہ صاحب رام پور میں مقیم تھے۔ وہاں
ان کو کوئی خاص بات پیش آگئی تو حضرت والا نے سہارن پور سے
اس سلسلہ میں ایک والا نامہ تحریر فرمایا اور یہ شعر بھی اس
میں لکھا تھا کہ

سرخدا کہ عارفِ کامل جس نکتہ در حیرت کہ بادہ فروش از کجاشنید
دو خدا کا بھید جو عارفِ کامل نے کسی سے نہیں کہا تھا
مجھے حیرت ہے کہ بادہ فروش نے کہاں سے سن لیا

(۱۸) شعبان ۱۳۷۷ھ میں جب کہ سالانہ امتحان چل رہا تھا یہ
عادتہ پیش آیا کہ ایک طالب علم کے ادا پر ایک کتا بھونک کر لپکا
اس نے اس کتے کے ایک روڑہ اٹھا کر مار دیا اس پر ایک غیر
مسلم نے اس طالب علم کے ایک تصویر رسید کر دیا، حضرت حجتہ
الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ معلوم ہوا تو تنہا ان لوگوں
سے معلوم کرنے کے لئے چل دیئے ہم لوگ ساتھ ہو گئے حضرت نے
منع کیا ہم نے عرض کیا ہم آپ کو تنہا ہرگز جانے نہیں دیں گے اس
پر آپ واپس ہو گئے اور ان لوگوں کو بلایا۔ انہوں نے حاضر ہو کر معذرت
کی طلبہ نے ارادہ کیا کہ ان لوگوں پر حملہ کر دیں۔ ہم نے کہا
کوئی حملہ نہیں کر سکتا کیوں کہ حضرت والا صاحب کی پناہ میں
وہ لوگ ہیں۔ حضرت والا نے ان کو بتایا ہے۔ چنانچہ وہ حملہ
آور نہیں ہوئے۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو طلبہ نے جا کر ان

لوگوں پر حملہ کر دیا۔ اور ایک دو کو خوب زد و کوب کیا اور واپس
 ہو گئے۔ مدرسہ کا گیسٹ ایجنٹ بن رہا تھا تو وقت پر گیسٹ بند ہو گیا
 اس کے بعد ایک بہت بڑا لہ غیر مسلموں کا دارالطلبہ قدیم پر حملہ
 کر پونے کے لئے آیا۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم
 لوگ نہیں مانتے اور ایک مصیبت کھڑی کر دی یہ فرما کر حضرت
 نے پانی منگایا اور وضو فرما کر مشغول ہو گئے۔ ادھر طلبہ نے مقابلہ
 کیا پورا انتظام کر لیا تھا۔ لیکن ادھر سے جھانک کر دیکھا گیا کہ وہ
 معزادوں لوگ جو حملہ کے لئے آئے تھے دارالطلبہ کے دروازہ
 کی طرف بڑھتے ہیں اور فوراً گھبرا کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں ان کی یہ
 کیفیت ہم لوگ کمرہ ۳۰ فوقانیہ سے دیکھ رہے تھے ان لوگوں
 میں زبردست انتشار و تردد دکھایا اور کسی کی حملہ کرنے کی ہمت
 نہیں ہو رہی تھی تقریباً آدھے پونے گھنٹہ کے بعد میٹری پہنچ
 گئی۔ اور لاٹھی چارج کر کے سب کو کھینکا دیا۔ اور مدرسہ کی حفاظت
 کے لئے میٹری کے جوالوں کو مقرر کر دیا گیا اگلے دن شہر کے معزز لوگ
 درنیت وغیرہ جمع ہو گئے اور طرفین میں صلح ہو گئی بعد میں معلوم ہوا کہ
 حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ وضو فرما کر متوجہ الی اللہ ہو گئے تھے
 حضرت والارہ کی توجہ اور تصرف سے مدرسہ اتنے زبردست خطرہ
 سے محفوظ رہا اور اس لڑائی کا انجام بخیر ہوا۔

(۱۹) ہمارا دورہ حدیث شریف ہوا تو طلبہ میں یہ سوال پیدا ہوا
 کہ امسال اول نمبر کون آئے گا۔ چنانچہ بعض طلبہ نے
 امیر العلماء حضرت مولانا امیر احمد صاحب سے اس بارے میں
 سوال کیا تو حضرت موصوف نے برجستہ ارشاد فرمایا نسیم اول
 نمبر آئے گا۔ طلبہ کرام اس بات سے خوب واقف تھے کہ ان
 زبالوں پر حق ہی جاری ہوتا ہے۔ ادھر حضرت حجتہ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

نکوں گا۔ تو حضرت دالارہ کی خواب میں زیارت ہوئی اور بیداری کے بعد تردد کا نشان باقی نہ رہا۔ اور قلم رداں دواں ہو کر پیش نظر ضخیم سواخ عسری بیات اسعد، وجود میں آگئی۔

بالکل یہی صورت ”ذکر اسعد“ لکھتے وقت پیش آئی کہ مطالعہ بیعت نہیں چل رہی تھی تو خواب میں حضرت دالارہ نے تین بڑے کاغذ آزمائے اور بیداری پر طبیعت میں جولانی دروانی پیدا ہو گئی اور فی سبب ایک طویل نظم وجود میں آگئی جو ”ذکر اسعد“ کے نام سے علمی بھی لکھی ہوئی۔ اور زیر نظر کتاب ”حیات اسعد“ کے اخیر میں بھی یہ طویل ایکسو چوبیس اشعار پر مشتمل، ملحق ہے۔ (۲۳) مولانا محمد رفیع فرماتے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق سونیکے کافی عرصہ بعد دل میں خیال رہا ہوا۔ وہ یہ کہ بعد نماز عشاء بیٹھے ہمے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ نرت کی خدمت میں رہتے ہوئے اتنے دن ہو گئے کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ میں تو غلام کچنس گیا۔ اب حضرت اقدس سے تعلق ختم کرنا چاہئے۔ آٹھ لگ گئی خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ بائیں۔ کہ آسمان سے آواز ان کے سر پر بکس رہا ہے۔ اب بایں، ہو گیا کہ میرا خیال بالکل صحیح تھا۔ ٹوڑی دیر بعد حضرت اقدس کو بھی دیکھا کہ آسمان سے نور حضرت کے سر پر بر رہا ہے اور حضرت سراپا نور بن گئے ہیں اور تمام کمرہ میں نور ہی نور ہے اور کمرہ سے نور باہر آ رہا ہے، فوراً آنکھ کھل گئی، پھر فوراً اٹھ کر دھنوکا اور دو رکعت صلوٰۃ کو بہ بڑھ کا کافی دیر تک استغفار کرتا رہا، جب صبح غدرتہ اقدس میں حاضر ہوا تو حضرت اقدس نے فرمایا کون؟ جواب میں عرض کیا کہ میں ہوں محمد رفیع حضرت اقدس نے فرمایا کہ بجائی میرے پاس پہنچے نہیں کیوں میرے پاس آکر وقت ضائع کرتے ہو ہیں؟ کہا حضرت میں تو رات ہی کو توبہ کر رہا ہوں آئندہ ایسا خیال ہرگز نہیں کرے گا۔

انوار کے دن قبل نماز عصر میر علاوہ کمرہ میں کوئی نہیں تھا حضرت اقدس نے فرمایا کون؟ جواب میں عرض کیا میں ہوں محمد رفیع تو حضرت نے کئی بار فرمایا کہ ابدال قطب چل بے ابدال قطب چل بے جب حضرت خاموش ہو گئے تو میں نے عرض کیا کہ ابدال قطب چل بے کا کیا مطلب ہے تو حضرت اقدس بیٹھنے لگے فرمایا کہ کلی کر دیکھ کر پھر پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی اور اسی اگلی رات شب دو بجے حضرت اقدس

ہم سے جدا ہو گئے (انا لنفردانا الیہ راجعون)

یہ چند نمونے اس سلسلہ کے پیش کر دیئے گئے ہیں۔ ورنہ تو حضرت والارح کی زندگی کا ہر پہلو (علمی، اخلاقی، معاشرتی اور عبادتی) ایک مستقل کرامت ہے اور فراست و کشف کی حالت تو بڑی عجیب و غریب تھی۔ حاضر باش خدام اس سے خوب واقف ہیں اس بار میں اس سے زائد لکھنا طول لا طائل ہے۔

یہ کرامتیں ہیں کھلی ہوئی تر جس عشق نواز میں کہ نہاں ہیں کیف کی جنتیں، پیر دلکے سوز و گداز میں یہ نگاہِ حضرت تھانوی، کا اثر ہے سو فرستہ حسان نظر آ رہی ہیں حقیقتیں، تجھے اس جہاں مجاز میں

دوسری جگہ اس حقیقت کو اس طرح آشکارا فرمایا ہے کہ !

اپنی دلکش زندگی جب سامنے لاتا ہوں میں
عاشقی کی مستند تاریخ دہراتا ہوں میں
عشق کارا نہ نہاں دنیا کو سمجھاتا ہوں میں
حسن کی رنگینبوں میں گم ہوا جاتا ہوں میں
کیوں نہ آئے رشک میری رندیوں پر نہ ہر کو
سر جھکا کر عرش کے پایوں کو چوم آتا ہوں میں
دل کی دنیا جگمگا کھٹکتی ہے نور حسن سے
یہ کتاب عشق میں لکھا ہوا پاتا ہوں میں

حضرت والارح کے اس قسم کے اشوک اور محض ادب اور تعلی نہیں
ہیں۔ بلکہ ایسی حقیقت ثابت ہے کہ جس شخص جو
حضرت والا کے قریب رہا ہے انکی گواہی دینے پر مجبور ہے کہ حضرت کی زندگی اس نوع کے
واقعات پر مشتمل ہے اور اس قسم کے واقعات کو دیکھنے اور سننے والے
اتنے زائد ہیں کہ ان کا احاطہ واحد کسارت بہت دشوار ہے، یہاں تو
صرف یہ بتانا ہے کہ اس نوع کے واقعات کی طرف نہ ہمارے مشاعر
الفاظ فہم نے ہیں۔ اور نہ ان کے خدام کے نزدیک باعث حیرت و استعجاب
ہوتے ہیں۔ حضرت والارح کی سب سے بڑی کرامت تو اتباعِ صفت و شریعت
پر استقامت تھی۔ اور اکابر دلوں میں سب سے اونچی کرامت
نہیں شمار ہوتی ہے۔ اگر کشف و کرامات کوئی بزرگی کی دلیل ہے جیسا کہ

سام طور پر ان کو بزرگی کا معیار سمجھا جاتا ہے تو یہ چیزیں
 ہی ہمارے حضرات کے یہاں اتنی کثرت سے ہیں
 ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ ویسے ہمارے حضرت بھی ان
 چیزوں کو کمال نہیں سمجھتے تھے۔ باوجود اخفاء و خدام
 اگرچہ اس قسم کی چیزیں ظاہر ہو جاتیں۔ اور حضرت
 شبہ ہو جاتا کہ ایسی غیر مقصود چیزوں کو اہمیت دی
 جا رہی ہے۔ تو تنبیہ فرماتے کہ یہ چیزیں اصل
 اہم نہیں ہیں۔ اسی لئے اکثر فرمایا کرتے اَلْکَرَامَاتُ
 تُبَيِّضُ السَّوْجَالَ۔ ایک مرتبہ اسی مفہوم کو واضح
 کرنے کے لئے حضرت سرمدؒ کا ایک واقعہ سنایا
 سرمدؒ کا کشف بہت مشہور تھا۔ تو حضرت
 ازنگ زب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ لوگوں سے
 اکشف سرمدؒ کی تحقیق کے لئے بھیجا ان لوگوں
 میں سے ایک نے اس سلسلہ میں یہ شعر حضرت عالمگیر
 رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا ہے

بر سر مدبر مہنے کرامات تہمت است کشفی کہ ظاہر است از و کشف عورت است
 رنگے سرمد پر کرامت ایک تہمت ہے۔ اور جو کشف ان سے
 ظاہر ہوتا ہے اس کو کشف عورت سے تعبیر کرنا چاہئے)

اس سے واضح ہوا کہ حضرت والارہ نہ خود کشف
 کرامات کی جانب متوجہ تھے۔ نہ اس طرف کسی کی
 توجہ کو پسند فرماتے تھے۔ وہ شریعت و سنت
 کی پابندی ہی کو کمالات و کرامات خیال فرماتے تھے۔

حضرت دالارح کی ایک خاص کرامت

حضرت دالارح جب بہت زیادہ سرفین رہنے لگے بغیر سہارے کے چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا وغیرہ ہو گیا۔ تب بھی جماعت کے شوق میں سجد شری لے جاتے۔ صورت یہ ہوتی کہ آپ کے خادم جناب تاروی صاحب آپ کو کمرہ میں دھوکہ دیتے، گود میں اٹھا کر لے جاتے اور مصلے کے پیچھے صف میں بیٹھنا دیتے اگر جماعت میں کچھ وقت ہوتا تو آپ حسب عادت جھٹکے لڑا منیل پڑھتے۔ اور جب جماعت کھڑی ہوتی تو آپ کو کچھ کرکھ کر دیا جاتا۔ پھر آپ پوری نماز اس طرح فرماتے تھے کہ یہ محسوس نہیں ہوتا بھٹاکہ آپ ان سریفین ہیں۔ رکوع، سجود، قیام وغیرہ مترارکان بات اعدہ ادا فرماتے تھے۔ اور نماز کے بعد آپ کو اکھٹا کر کمرہ میں لایا جاتا تھا، سالہ سال یہی معمول رہا اور اس کرامت کا مشاہدہ حضرات آدمیوں نے کیا۔ دیکھنے والوں کو حیرت تھی کہ حالہ نماز میں حضرت دالارح کی کس قدر ہی کیاں ہیں جانی ہے کہ آپ بالکل تندرست معلوم ہوتے ہیں اور جب نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں تو وہ طاقت نہیں رہتی۔

چند خصوصیات یہاں چند ایسی حیرت انگیز خصوصیات اور حضرت دالارح کی خصوصی صفات کا تذکرہ کیا

جاتا ہے۔ جن میں حق تعالیٰ شانہ نے حضرت دالارم کو ایک
بر دست امتیاز بخشا تھا۔ بلا مبالغہ کم از کم ہمہ اربعہ علم
میں اکابر متقدمین و متأخرین میں کوئی ایسی ہستی نہیں ہے
جو ان تمام خصوصیات و اوصاف کو جامع ہو۔ میں یہ دعویٰ
نہیں کرتا ہوں کہ حضرت دالارم تمام اکابرین میں سب
سے بڑے عالم یا سب سے اونچے درجہ کے انسان تھے۔
درجات و علوم کی رفعتوں کا فیصلہ تو وہی لوگ شاید
کر سکیں جو خود علوم و عرفان میں ان سے زائد کمال
راکھتے ہوں اور غ۔

ہمارا کیا ہے اے بھائی نہ ٹھہریں نہ مولانا
بہر حال ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل اوصاف
خصوصیات میں حضرت دالارم جہتاً مانہ و یکتائے
روزگار تھے واللہ اعلم

اور اس جامعیت کو بھی ہم کرامت ہی سمجھتے ہیں کیوں
کہ ان میں سے بعض امور کو تاہم گو لوں کے لئے نا قابل
یقین ہیں۔ لیکن مشاہدہ کو آخر کس طرح جھٹلا یا
جاسکتا ہے؟ ولیس الخبر کا المعادئۃ

(۱) آپ بیک وقت چار زبانوں (عربی، فارسی
اردو اور انگریزی) پر پوری کسترس اور ایسا قابو
راکھتے تھے کہ ان میں سے جس زبان میں چاہتے بے تکلف
منظوم و منثور کلام کر سکتے تھے۔

آپ نے ایک خلص خادم سے سن رہا تھا کہ تعالیٰ نے مجھ کو
یہ قدرت دی ہے کہ میں نظم و نثر میں ایکساں گفتگو کر دوں

میں چاہوں تو زبان شعر میں مسلسل گفتگو کر سکتا ہوں
مگر میں اس کو خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے پسند نہیں
کرتا ہوں۔

(۲) کسی عالم کو کسی فن میں مہارت ہوتی ہے اور کسی کو ک
فن میں اور جو جس فن میں مہارت ہوتی ہے اس کے علاو
دوسرے فنون میں وہ کم سال اس کو حاصل نہیں ہوتا
اسی طرح کسی کی طبیعت منقول کی طرف جلتی ہے۔ تو
منقول میں ناقص رہتا ہے۔ اور اگر منقول کی طرف رجحان
طبعی ہوتا ہے تو منقول میں کم مہارت حاصل نہیں ہوتا
اسی طرح انشاء و ادب، نظم و نثر، غزل و قصید
وغیرہ میں سے کسی ایک لائن سے ادیب و شاعر کو زیاد
مناسبت ہوتی ہے۔ دوسری سے کم، فنونِ شعر میں سے ک
ایک طرف اگر طبیعت کا میلان ہوتا ہے تو دوسری نوع سے
دچسپی نہیں ہوتی۔ لیکن حق تعالیٰ نے جملہ علوم و فنون
منقول و منقول، انشاء و ادب، نظم و غزل، قصائ
وغیرہ تمام انواعِ علوم و فنون اور جملہ انواعِ شعر
سہ مخیا میں ایسی مہارت و عداقت عطا فرمائی تھی کہ
آپ جس نوعِ علم و فن میں کلام فرماتے معلوم ہوتا کہ آپ
اسی علم یا فن کے اتمام میں علوم و فنون میں یہی
حال تھا۔ حدیث، تفسیر، فقہ، ہون کلام وغیرہ
جملہ علوم میں آپ کی کیا کمال حاصل تھا معلوم یہ ہوتا تھا کہ علوم مذکورہ میں ہر علم آپ کی نظروں
سجھے۔ جن حضرات نے بنظرِ انصاف حضرت زوالا
کی زندگی کا مطالعہ کیا ہو گا وہ اس پر شاہد ہوں گے

بلہ علوم و فنون میں اگرچہ آپ کے جد اکبر حضرت علامہ مفتی سعد اللہ
ابرام پوری رحمۃ اللہ علیہ یدِ طولیٰ اور جامعیت رکھتے تھے۔ اور
تسلوک و زہد عرفان میں بھی حضرت دالارح کی طرح
سال رکھتے تھے۔ مگر دونوں میں ظاہری فرق یہ ہے کہ آپ کے
سیر کی تصنیفات آپ سے زائد ہیں اور تصوف و اصلاح خلق
حضرت دالارح کی خدمات اپنے جد اکبر سے زائد ہیں۔ اسی
ن زبان انگریزی میں آپ مہارت رکھتے اور آپ کے جد اکبر نے
صرف التفات نہیں فرمایا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ العالم۔

آپ نے چونکہ سال کی عمر میں ایک خادم خاص سے ارشاد
یا کہ آج میری عمر چوں سال کی ہو گئی اور چوں سال میں جتنے
ہوتے ہیں۔ آج صلوٰۃ التسبیح بھی الحمد للہ اتنی ہی بار پڑھ چکا ہوں
تسبیح کا یہ سلسلہ اس کے بعد بھی خوب جاری رہا۔ آپ اندازہ
نے کہ ایک ایسا انسان جو تعلیم و تعلم، دعوت و تبلیغ مناظرہ سے
صلاح خلق کے کاموں میں بھی اپنے ہم عصروں سے پیش پیش
اور تلاوت و ذکر و تسبیح و دیگر عبادت بھی اس کے طویل و عریض
ن۔ پھر اس نے اتنی بار صلوٰۃ التسبیح کا بھی اہتمام کیا ہو
واللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور کرامت کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے۔
ات کی ایسی برکت بجائے خود ایک بڑی کرامت ہے۔

زندگی میں جتنے سالس لئے گئے اتنی بار لا الہ الا اللہ پڑھ لیا گیا بلکہ
نے کلمہ طیبہ اتنی بار پڑھا کہ اگر سو سال سے بھی متجاوز ہو جاتی تو زندگی
سالس کے عوض ایک بار کلمہ طیبہ ہو جاتا جبکہ آپ کی عمر شریف تقریباً ۸۰
ن ہوئی ہے اور آدمی ایک دن میں کئی ہزار سالس لیتا ہے۔ آپ غور کیجئے کہ حضرت ال
کلمہ تو حیدر کی کتنی مقدار اپنی فرمائی۔ آپ کی مشغول زندگی کو سامنے رکھ کر عظیم مقدار
نقیراس کی گرفت سے باہر ہے یہی اللہ تعالیٰ کا فضل و حضرت والا کی بے شبہ کرامت ہے۔

۵، تابعین میں سے حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کتابوں میں لکھا ہے کہ انہوں نے پچاس سال تک نماز کا ایسا اہتمام فرمایا تھا کہ وہ اذان کے وقت مسجد میں ہوتے تھے اور اس عرصہ میں رات کو کبھی نہ سوئے تھے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا شب بیداری و نماز کا اہتمام بھی مشہور ہے، صحابہ و تابعین میں نماز کا شوق و شغف بہت ملتا ہے۔ متاخرین علماء و صوفیاء میں بھی شوق و عشق نماز کی بہت مثالیں موجود ہیں۔ حاجی محمد غابد صاحب (جو دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے ہیں) انہوں نے نماز کا ایسا اہتمام فرمایا کہ اٹھائیس برس تک تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز یا جماعت پڑھی۔ لیکن حضرت دارالارم نے تکبیر اولیٰ کا ایسا اہتمام و التزام فرمایا کہ عنقوانِ شباب سے لیکر آغوشِ قبر تک یہ تسلسل باقی رہا۔ اور ہوش و حواس کی حالت میں کبھی اس کا ناغہ نہیں ہوا۔ اٹھائیس سال سے زائد عرصہ تک آپ نے جماعت کی ایسی پابندی کی کہ کبھی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ سفر، مرض، وغیرہ ہر حال میں یہ پابندی قائم رہی۔

یہ مواظبت و اہتمام اگر کرامت نہیں تو کیا ہے۔ اَلَا سَتَقَامَةُ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ كِرَامَةٍ اِیکہ ناقابل انکار حقیقت ہے، حضرت دارالارم کا ارشاد یہ کہ کیوں نہیں ہوں، ہم نماز کے پابند عشق ہے مذہب و شریعت کا واقعہ یہی ہے کہ عشق کے بغیر اتنا بڑا مجاہدہ اور اتنی زبردست استقامت ممکن نہیں یہ عشق صادق و محبت کامل ہی کی برکت و کرامت ہوتی ہے کہ محب ہر دن اور مشقتوں کی تلخیوں، حلاوتوں اور لذتوں سے بدل جاتی ہیں۔

الف ت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزہ ہو

عقل ہے مصلحت نگر، عقل سے گرنے کا باز
دل جو کہے وہ کر گزر، عشق نہیں پہچانے ساز

شعرا و ادب

حضرت والا کے جدا مجد حضرت اقدس مولانا مفتی قاضی محمد سعد اللہ صاحب
منقول و معقول علوم و فنون میں مہارت اور ظاہری و باطنی اوصاف و کمالات کے
تمایزات کے علاوہ علوم شعر و ادب میں نیز فن عروض میں بھی بصیرت افروز و حیرت افروز
مذاقت و مہارت رکھتے تھے۔ فن عروض میں ان کی تصانیف تمام عینات برہاوی و مشتعل
ہیں اور ان میں جملہ اصطلاحات فن کا احاطہ ان کے حل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ان سب
تصانیف میں متاثرہ محقق طوسی کی کتاب میزان الافکار کی شرح "معیار الشعراء" ہے۔

اس کتاب ثبیات اسعد کے شروع میں حضرت مفتی صاحب کے حالات تفصیل سے
چکے ہیں، ان میں حضرت مولانا کی مہارت ادب اور مختلف زبانوں میں شعر و سخن پر قدرت کا
بہتر نمونہ آچکا ہے۔

یہاں عقیدہ تحریر یہ ہے کہ سب طرح حضرت والا کو دیگر علوم و فنون اور ظاہری و باطنی
کمالات و اوصاف خاندانی دوز میں ملتے تھے، اسی طرح شعر و ادب کی مہارت میں بھی آپ اپنے اکابر
کے وارث اور سچے جانشین تھے۔ آپ کے جدا مجد حضرت مفتی صاحب برہاوی نے صاحبزادے
حضرت علامہ مفتی بشارت اللہ صاحب ثبیات بھی علوم و فنون میں مہارت تامہ کے باوجود
ممتاز و برتر اور صاحب دیوان شاعر بھی تھے۔ جیسا کہ شروع کتاب میں ان کے حالات کی
تفصیل میں ہم لکھ چکے ہیں۔ پھر امتیازی طور پر یہ ذوق شعر و ادب و "مہارت عروض"
کی وراثت صاحب تذکرہ حضرت اقدس ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تھی۔

حضرت والا کا مشہور مقولہ ہے کہ میں نے محقق طوسی کی طرح فن عروض
کی جد و جہد سے اپنی طبیعت کو موزوں بنایا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں
کہ حضرت والا کا یہ ذوق فطری نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ موجود ہیں کہ آپ کو

طبیعت کی توجہ
اور نشوونما

ہی سے صاحبِ ذوق کھتے جیسا کہ آپ نے اپنی بزمِ عمری ہی میں کھانا بھون میں آمد کی تاریخ کی
کھتی غیب آیا کھنارام پور سے شکر رام پور۔ مطلب اس جملہ کا یہ ہے کہ انہوں نے محنت و ریاضت
کے بعد اپنے حق وراثت کو قائم رکھا، اپنے ذوقِ شاعری کو اس نظیر کے ساتھ جلا بخشی اور اپنی
جدوجہد سے فنونِ شریں کمال و تفوق حاصل کیا۔

ادب سے تعلق و زبان کی صحت کا خیال، صحیح تلفظ کی کوشش اور لغوی تحقیق کا
ذوق جو وراثت میں ملا کھنارام کے بھی ذوقِ شاعری کو نکھارنے میں کافی مدد دی، پھر
حضرت کھانوی کی بارگاہ میں تربیت و پرورش کا نادر و قابلِ فخر موقع نصیب ہوا اور
وہاں علوم و بیہ، تصوف و سلوک کی تعلیم کے ساتھ ساتھ چشمت کے غلبہ کے بنا پر
ذوقِ شاعری اپنے عروج پر پہنچا ہوا تھا۔ جس کا ثبوت حضرت کھانوی کے "ملفوظات" اور
ان کی تصنیفات و تالیفات میں جگہ جگہ بے حد و کثرت اور اشعار کا ہونا ہے
حضرت کھانوی کی بلند پایہ تصنیف "مثنوی زیر و بم" بربانِ فارسی جو انہوں نے اپنے عنفوانِ
شباب (۸ سال کی عمر) میں تصنیف فرمائی تھی ان کے ذوقِ شاعری کے کمال پر شاہدِ عدل
ہے، ایسے استادِ کامل و مربی باذوق کی اس خوش تعلیم و تربیت اور حسین و پرہیزگار علمی و
ادبی ماحول میں حضرت والا کا فطری ذوق نہ صرف ابھرا بلکہ اسکو قوت و شہادت اور
وسعت کے چار چاند لگ گئے اور پھر آپ کی محنت و ریاضت نے اس کے نشوونما کو لفظ
عروج پر پہنچا دیا۔

کھانا بھون کے زمانہِ نیام میں آپ نے خود حضرت کھانوی سے حضرت مولانا
روم کی مثنوی شریف سبقتاً سبقتاً باقاعدہ سڑھی۔ وہ عشق جو ذوقِ شاعری میں اکونے اور اس کی
ابھارنے میں حصہ صیت کا حامل ہے مثنوی شریف کے ہر سر شعر میں اس کا رنگ بھرا
ہوا ہے۔ اس کے الفاظ و معانی کبیت اور شرابِ عشق و شوق کے لہر تیرے ہیں
اور حضرت کھانوی جیسا عشقِ حقیقی میں ڈوبا ہوا معلم نور علی نور اور متعلمین حضرت
والا جیسے صاحبِ ذوق و اہلِ دل حضرات اس کبیتِ آفریں انجمن کے کیمیاوی اثرات
کیا مرتب ہو سکتے ہیں؟ اس کا صحیح اندازہ و احساس کچھ اہلِ دل حضرات ہی کر سکتے ہیں
محبت کے لئے کچھ خامسِ دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا

مظاہر علوم میں عرض وادب کا عروج | آپ کی جدت آفریں طبیعت نے اور اکل عمر میں
 آپ کو فن عروض کی تدریس کی طرف اس نظر رکھا
 اگر جامعہ مظاہر علوم کی تدریس میں فن عروض بھی شامل ہو گیا۔ آپ سے پہلے فن عروض
 ناعدہ داخل نصاب نہ تھا۔ آپ نے مدون فن عروض کی تعلیم دی، اور آپ کی مساعی سے
 فن میں بہت سے حضرات نے مکمل مہارت حاصل کی۔ آپ نے ادبی کتب، مقامات
 سلع المعلقات، مثنوی، حماسہ، قصیدہ بردہ اور قصیدہ بانس سعاد وغیرہ جملہ ادبی
 کتب بڑے اہتمام و انتہاک سے ایک عرصہ تک پڑھائیں۔ گو بحر الذکر دونوں قصیدے
 داخل نصاب نہ تھے، مگر ادبی ذوق و دلچسپی کی وجہ سے آپ نے یہ کتب پڑھائیں اور فن ادب
 مظاہر علوم میں بام عروج تک پہنچایا۔ مذکورہ کتب عربی ادب کی بڑی ممتاز اور اہم کتب
 ہیں جن کے ادبی مقام اور مرتبہ سے اہل علم خوب واقف ہیں

اردو ادب کے لکھی و لکھی | علوم و فنون سے فراغت کے بعد جب آپ کا تقرر راجہ علی
 میں بحیثیت استاد ہوا اور آپ کے فیوض سے خواہش و عوام
 فیہر اب ہونے لگے۔ علمی و تحقیقی مراعظ اور کامیاب مناظر اور مباحثوں کی وجہ سے
 آپ کی شہرت اور عوام و خواص میں مقبولیت عام ہو گئی آپ کے ادبی ذوق و کمال شعر سخن سے
 شہرہ آفاق واقعیت حاصل ہوئی تو سہارن پور کے شعراء و ادباء نے آپ کی طرف رجوع
 کیا۔ اس طرح آپ نے ادبی حلقوں کو کبھی روئی و زینت بخشی، اس زمانہ میں شہر سہارن پور
 میں بہت سے ادبی حلقے تھے اور بہت سے اساتذہ سخن بھی تھے جن کی زیر نگرانی یہ
 ادبی حلقے قائم تھے۔ اور ترقی کر رہے تھے۔ حضرت والا کے شمول اور سرپرستی سے ان کو
 مزید فروغ حاصل ہوا۔

ان اساتذہ فن ہیں چند حضرات یہ ہیں، حکیم غلام مصطفیٰ صاحب مرحوم سخن میں بہت ممتاز و فائق تھے
 (۲) مولانا غریب صاحب سہارن پوری (۳) مرزا عزیز بیگ صاحب محلہ میر کوٹ سہارن پور
 جنہوں نے دیوان غالب کی تصنیف کی اور سہارن پور کے ادبی حلقوں میں وہ بہت ہی احترام کی نگاہ
 سے دیکھے جاتے تھے۔ یہ صرف کمال شہور و ممتاز علمی خاندان مشر و شاخری میں نمایاں اور وقیع
 اہمیت کا حامل تھا۔

ادبی نشست

سہارنپور کے ان ادبی و علمی ماحول میں حضرت والا کی شاعرانہ صلاحیتیں اور شعر و سخن کی خوبیاں ابھر نکھر کر سامنے آنے لگیں تو حضرت حکیم صاحب مرحوم کے دولتکدہ پر روزانہ بعد مغرب ادبی نشست علم ہو گئی، اس نشست میں کبھی مختلف نہیں ہوتا تھا، خواہ سردی ہو گرمی ہو برسات ہو یا کوئی اور بات اس مجلس کا روزانہ منعقد ہونا لازمی تھا۔ چاہے بارش کیوں نہ ہو رہی ہو اور سڑک پر گھٹنوں گھٹنوں پانی بھرا ہوا ہو۔ اور پھر حضرت والا کے مزاج میں تو پابندی و مواعظت ہمیشہ رہی ہے اس لیے مجلس کا غافلہ ہونا آپ کیسے گوارا فرماتے۔ اس نشست میں اکثر و بیشتر شہر کے باذوق شعراء جمع ہوتے زیادہ تر کوئی ایک شعر عرض طرح "پیش کیا جاتا اور سب حضرات اس پر طبع آزمائی کرتے۔" "طرحی شوالیس" کہنے کے لئے جس فنی بہارت و قابلیت کی ضرورت ہے اس سے کچھ وہی لوگ واقف ہیں جو طرحی شوالیس کی دستور گزار گھاٹیوں اور ان کی پیچ در پیچ راہوں سے گذرے ہیں، یہ مجلس شعر و شاعری کی عوامی مجلس نہ تھی بلکہ مکتبہ ادب اور مہذب پڑھے لکھے محفلوں کی پر بہار و باوقار اور شائستہ مجلس تھی، ادب و تہذیب اور شائستگی ان کی گھٹی میں بڑی تھی۔ اس میں حضرت والا کے علاوہ جناب حاجی زند، حسن، صاحب تائب، حضرت احمد سہارنپوری جی جیسی باوقار ہستیوں اور سہارنپور کے دیگر مشہور اساتذہ فن شریک ہوتے اور اپنے اپنے نتائج فکر کو نقد و نظر کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد ان کو مشاعروں میں پیش کرتے تھے۔

مشاعروں کی صدارت | اس زمانہ میں آپ نے اکثر مشاعروں کی صدارت بھی فرمائی ہے۔ اس دور کے مشاعرے علم و ادب کے اعتبار سے تو ممتاز ہوتے ہی تھے تہذیب و شائستگی کی مثالی دیزنگا میں بھی بدلتی تھیں۔ غیر معیاری شعراء اور غیر مہذب لوگوں کو ان مجالس میں شرکت کی دعوت نہ دی جاتی تھی۔ سنجیدہ و باوقار ارباب فن ان مشاعروں میں رونق افروز ہوتے تھے جو علم و ادب اور تہذیب و شائستگی کی ان پاکیزہ مجالس میں اپنی اپنی ذہانت و لیاقت اور فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ

کے داد و تحسین اور تجریم و آفرین کے تختے حاصل کرتے، اپنے اپنے نتائجِ فکر کے ان
 پتھان گاہوں میں پیش کر کے شعروِ سخن کے معیار کو بڑھاتے اور فصاحت و بلاغت کے
 پیمانوں کو منزلوں سے ہمکنار کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ اس کاروانِ ادب میں
 حضرت والا نے جامعہ مظاہرِ علم کی تدریسی شان، اپنے علمی وقار اور دینی خصوصیات
 باقی اور قائم رکھتے ہوئے ایک ایسا امتیازی مقام حاصل کیا تھا کہ تمام اساتذہٴ فن
 بابِ شعر و سخن اور شرکاءِ مشاعرہ آپ کا بدل و جان احترام و اکرام کرتے اور آپ کی
 خصوصیات و اہمیت کا کھلے دل سے اعتراف و اقرار کرتے تھے، اور آپ ہی امیرِ کاروانِ
 مددِ مشاعرہ قرار پاتے تھے۔

آپ اس ماحول میں بھی اپنے معمولات اور نماز کے زبردست اہتمام سے کبھی
 غفلت نہ ہوتے جو ان کی تابناک زندگی کا طرہٴ امتیاز رہا ہے۔ اس حقیقتِ مذکورہ کی
 نشاندہی سے اگر بابِ علم و دانش حضرت والا کی گونا گوں منفرد خصوصیات و جامعیت
 حالات کا احساس فرما کر اظہارِ حیرت و استعجاب کرتے ہیں۔ اس کے لئے لفظِ کرمیت
 ہی سوا اور کو لفظ استعمال کیا جاسکتا ہے۔؟

اشعاروں کی شرکت | ان مجالسِ ادب کی شان اور قبول کے بالکل خلاف
 سے کنارہ کشی | سہارنپور کے کسی ایسے مشاعرہ میں جس کی صدارت حضرت والا
 ہی فرمان رہے تھے ایک عورت آگئی، اس عورت کی شرکت کو مجلس کی پاکیزگی کے خلاف
 سمجھ کر حضرت وہاں سے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ پورے کالپورا
 جمع بھی اٹھ گیا۔ غالباً اسی واقعہ کے بعد حضرت والا نے ان مجالس سے کنارہ کشی اختیار
 فرمائی تھی۔ آپ کے ہم عصرِ علم و دست اور رفیقِ ادب بلکہ تلمیذِ مہذب سہارنپور کی
 صاحبِ ذوق شخصیت جناب حاجی زاد حسن صاحبِ نائب درویشی نے فرمایا کہ جب
 واقعہ پیش آیا تو مجھے یہ شعر یاد آ رہا تھا۔

زادِ نداشتِ تابِ جمالِ پری رُخاں
 کینہِ گرفت و ترسِ خدا را بہا و ساخت

ہم عصر شعر اتریں
حضرت کا مقام

سہارنپور میں شہر و سخن کا ذوق رکھنے والے وہ حضرات جو حضرت کے
سے عمر میں کم تھے یا بڑے تھے یا ہم عمر تھے اپنے تمام زلفاء و
اصحاب سے تہذیب و ادب کا سامانہ اور اکرام و احترام کا برتاؤ
کرتے اور ایک دو سکر کے مقام کو خود بخود غار کھینچتے تھے۔ شہر و شاعری کی مجلسوں اور ادبی
بحث کی محفلوں میں طبع آزمائی کا دلچسپ معاشرانہ مقابلہ رہتا۔ حضرات طرہی غریبوں میں
تانیہ بیانی و معنیوں آرائی اور نکتہ آفرینی کے اندر یہ مقابلہ زیادہ نمایاں ہو جاتا تھا۔ لیکن
ادب حضرات شعراء حضرت زانم صاحب سے عمر میں کم ہوتے یا زیادہ مگر اپنے آپ کو
حضرت کا شاگرد ہی سمجھتے تھے اور حضرت کی اس شاکر دہلوانے میں عزت و فخر محسوس
کرتے تھے۔ سب حضرات اہل ادب آپ کو استناد الشعراء و امام الادباء کا مقام
دیتے تھے۔ وہ حضرات نہ صرف زبانی احترام کرتے بلکہ اپنا اپنا کلام بھی اصلاح کے
لئے حضرت کے آلاچی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ کیونکہ ذوق سخن کے ساتھ ساتھ
فن عروض میں بھی حضرت والا کو مہارت تامل اور عہد پر کامل حاصل تھا اور اس میدان
میں بھی نرسنت لنگاہی کا امتیازی مقام حضرت والا ہی رکھتے تھے، اس لئے وہ
کلام حسن کو آپ دیکھ لیتے اور اصلاح فرما دیتے تھے نئی خامیوں اور دوسرے
عیوب سے پاک و صاف ہو کر منظر عام پر آتا تھا۔

وہ شعر حسن کو آپ سے
شرعاً تلمذ حاصل ہوئے

ہم عصر شعراء اور ہم عمر معاصرین میں جناب حکیم غلام مصطفیٰ
حکیم۔ جناب حاجی زندہ حسن صاحب تاربت۔ جناب
عبدالغفور صاحب بیتا۔ جناب منشی احمد صاحب اح
سہارنپوری نمایاں اور ممتاز ہیں۔ وہ شعراء بھی جنہوں
حضرت سے کسب فیض کیا ہے کم ممتاز نہیں ہیں۔ مثلاً جناب مولوی محمد زکریا اسعد
مدیر اخبار "میاں" سہارن پور، جناب منشی طفیل احمد صاحب طفیل اسعدی جناب
حافظ محمد انتحی صاحب حافظ سہارنپوری، ماسٹر نظیر احمد صاحب نظیر سہارنپوری
جناب محمد الین صاحب تسکین قریشی میرٹھی۔ جناب ولانا علیم اللہ صاحب عشق متھار

عہ ۲۴ ج ۱۱۶ مطابقت فرمائی کہ (بروز در مشنبہ) حرکت تلب بندہ جو جانے سے بولنے موعود
اچانک آسودہ گشت ہو گئے انا اللہ۔ انا اللہ راجون۔ صہر عاریہ "مولوی علیم اللہ شاد دل بحیث شہ"۔

اب مولانا الغام الرحمن صاحب الغام کھانوی، جناب مولانا قاری عبدالعزیز صاحب
 یوقی اسعدی رفاضل دیوبند، جناب مولوی غلام مصطفیٰ صاحب ذوقی اسعدی چاندی
 اب مولانا عبد القیوم صاحب شاکر الا اسعدی بستوی اور جانشین جناب سرشار صاحب
 باب بدھ، پرکاشی صاحب جوہر دیوبندی۔ (جن کی شاہکار تصنیفات مجموعہ
 رنگ و چین "جوہر سخن" اور "کرہ شہر ہو" ہیں۔ جناب منشی سادہ رام
 صاحب آرزو۔ جناب غلام محی الدین صاحب کوثر ال سہارنپور۔ یہ چند اسماء وہ
 ہیں جو کھنڈی سہی فکر سے بزرگ تسلیم کیے ہیں ورنہ یہ نہرست کافی قابل ہو سکتی ہے
 جس میں ایسے مسلم اور غیر مسلم بہت سے حضرات ہیں جنہوں نے فن شعر میں آپ سے باقاعدہ
 شرف تلمذ حاصل کیا یا وقتاً فوقتاً یا کلام پیش کر کے اصلاح لی اور کتب فیض کیے
 حضرت والا سے نین عزیز باقاعدہ پڑھنے والوں کی تعداد نو سیکڑوں سے بھی
 تجاوز ہے۔

محترمے معاصرین سے ملاقات و تعلقات

حضرت تسکین تریشی جن کا ذکر اوپر آچکا

ہے جو ہندوستان کے ایہ ناز غول گو
 شعراء میں بلند مقام رکھتے تھے۔ حضرت والا کو اپنی غول سند نے میں فخر محسوس کرتے تھے
 حضرت جگر مراد آبادی۔ یہ ان کے نہایت گہرے و استاد تعلقات تھے تسکین صاحب
 نے تو سطر سے حضرت والا کے جگر مراد آبادی سے بھی عمدہ تعلقات تھے۔ تسکین صاحب
 سے حضرت والا کی مراسلت مسلسل رہتی تھی اور انہیں کے ذریعہ طریقین حضرت والا
 (جسکو) کے پیام و سلام جاری رہتے تھے۔ اس کا اظہار "عمائل اسعد" کے
 غامہ میں تسکین صاحب نے اس طرح کیا ہے کہ:-

"ان خطوط میں میرے محبوب و مخلص دوست الحاج حضرت جگر مراد آبادی
 ذکرِ خیر کی بار بار آیا ہے، موصوف بھی جناب مولانا۔ سے ارادت دلی رکھتے تھے۔ جس
 بابہ میں یہ سلسلہ مکاتبت شروع ہوا تھا میرا قیام لکھنؤ میں تھا۔ جگر صاحب اکثر لکھنؤ
 آئے اور میرے یہاں قیام فرماتے تھے۔ اس لئے (حضرت کے) تمام خطوط موصوف (جگر)
 ان نظروں سے گزرے ہیں اور انہوں نے بھی ان کو پڑھ کر لطف اٹھایا ہے۔ بلکہ کبھی کبھی کسی
 شعر یا ادب استغفار پر اظہار خیال بھی فرمایا ہے اور میرے تو سطر سے مولانا کے محترم

کی حاجت میں اکثر سلام و پیام بھی پیش کیا ہے۔ (مقدمہ صحیفہ سعد)

حضرت جگر مراد آبادی، ندرت میرٹھی اور وہ تمام شعرا و شاعرانہ جو کسی مشاعرے میں شرکت کے لئے سہارنپور تشریف لائے تھے وہ حضرت والا کی خدمت میں اپنا اپنا کلام پیش کرتے اور اس کو باعث افتخار سمجھتے تھے۔ ان میں سلم غیر مسلم سب ہی شعرا و شاعر تھے۔ ایسی تمام مجلسوں کے روح رواں بالخصوص آخری دور میں بابو راجہ لال پورنہ جی، علی نقی غلامی، لطف علی محفل زعفران زار رہتی تھیں۔ حضرت لکھن، حضرت جگر اور حضرت والا ان کو حیا کہتے تھے۔ حیا راجہ لال صاحب ایک قدیم و شریف کائستھ خاندان کے شریف اور اچھے فرد تھے۔ انگریزی کے علاوہ فارسی میں بھی یدِ طولی رکھتے تھے اور اردو و گویاں کے گھر کی زبان بھی بولتے تھے۔ بعد جب تک ان کی صحت اچھی رہتی، انجن ترقی اور دگر سہارنپور کے صدر رہے، اردو کے تحفظ و ترقی کے لیے جوش حامی تھے۔ ذوق شعری بہت پاکیزہ اور بلند تھا۔ لقاء و سخن سنج، بسیار دال اور بسیار گو، تھے یعنی طالت کلام میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مذہب و مسلک کے لحاظ سے اسلام سے قریب تھے۔ تمام عمر مسلمانوں ہی سے تعلقات رہے۔ جنید صاحب ترقی اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے فیض صحبت سے بہت نفع اٹھایا تھا۔ ۱۹۵۴ء میں جب بڑے بڑے روش خیال ہندوؤں کی ذہنیت اور روش بدل گئی تھی چپا راجہ لال صاحب کی وعندی میں فرق نہیں آیا تھا، ان کے متعصب برادران وطن نے ان کو اس روش سے روکنے کے لئے قتل تک کی دھمکیاں دیں مگر انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ ۱۹۵۸ء کی صبح کو دو تین سال کی طویل و شدید علالت کے بعد انتقال کیا۔

عاشقوں کے خون کی چھینٹیں دُر تک جایا کرتی ہیں

خواب مولانا شعیب احمد صاحب ندرت میرٹھی (دم ۱۹۵۴ء) ماہِ فرحان اور خوش کلام شاعر تھے۔

تکلف خوش مزاج، باہمہ اور بے ہمہ رتکین صا حب فرماتے ہیں اچھ سے اختصا
 رکھتے تھے میرے سلام کے جواب میں مولانا مرحوم نے ایک فارسی قطعہ لکھ کر بھیجا تھا
 بطور یادگار درج کیا جاتا ہے

قطعہ

باد ابلند تریزد و عالم مقام تو از ما ہمیں دعا ست جواب سلام تو
 سامان صد سرت نسکین بیاتمت از ما دعاے خیر جواب سلام تو
 ندرت ۱۴۱۲ ابریل ۱۳۵۳ھ

ندرت صاحب کے علاوہ مولانا حسرت موہانی اور مولانا طباطبائی صاحبان کے
 حضرت والا کی ملاقاتیں ہوئیں، مذکورہ بالا تینوں حضرات اجنباب ندرت
 اب حسرت جناب طباطبائی کی ملاقاتوں کا تذکرہ حضرت والا نے اپنے ایک مکتوب
 لکھی فرمایا ہے۔ دلچسپ و مفید اور معلومات افزا ہونے کی بنا پر جی چاہتا ہے کہ
 ان کو بعینہ یہاں نقل کر دیا جائے

”اس وقت ۱۴ اکتوبر ۱۳۵۳ء کا والا نامہ میسر سامنے موجود ہے جناب نے اس والا نامہ میں
 مژدہ ذوق پر دیکھی تحریر فرمایا تھا کہ آج کل جابر صاحب اپنا تازہ مجموعہ کلام ”ولیم جگر“
 سیدانے کا انتظام کر رہے ہیں رکھیرا کے بدل گئی اور یہ مجموعہ کلام ”آتش گلی“ کے
 سے شائع ہوا۔ ”یارو کے آفتاب یا آفتاب رو کے“ والا لطیفہ بھی جناب نے اس
 والا نامہ میں تحریر فرمایا ہے۔ میں اس والا نامہ کا جواب نہیں دے سکا۔ جس کے لیے میں
 بہت متاسف ہوں میں نے ندرت صاحب میرٹھی کا ایک شعر لکھا تھا۔

بکولے اس لئے منڈلارے میں میسر مرن پر
 کہ یہ دھبہ بھی کیوں باقی رہے تھسرا کے دامن پر
 من سلسلہ میں جناب نے حضرت عزیز لکھنوی کا یہ شعر رقم فرمایا ہے
 بتا اے خالق ارض و سما کیا کام آئے تیری
 مری ہستی کہ اک دھبہ سلسلے دنیا کے دامن پر

مجھے میرٹھی میں ندرت صاحب سے شرف نیاز حاصل کرنے کا موقع ملا ہے ”مادہ
 مزاج“ اور ”تکلف“ انسان میں اس کے بعد بارہا سہارپور ملاقاتیں رہیں چھنا سب

سمجھتا ہوں کہ ان کے والد ماجد جناب مولانا شوکت میرٹھی کے متعلق بھی دو چار باتیں پڑھنے کی جناب کو زحمت دوں۔ مختلف حضرات سے سنا ہے کہ مولانا شوکت رامپور منہا ان ضلع سہارنپور کے باشندے تھے، عموماً میرٹھ میں قیام رہتا تھا۔ مولانا نے دیوانِ غالب کی شرح بھی فرمائی تھی۔ میں نے اس شرح سے اس وقت فائدہ اٹھانے کی سعی کی جب میرے بوش و ستور کا ابتدائی زمانہ تھا۔ دیوانِ غالب کے متعلق سب سے پہلے میں نے اس شرح کو دیکھا تھا، پھر مجھے دو شرحوں کے مطالعہ کا موقع ملا۔ ایک مولانا طباطبائی کی دوسری مولانا الحاج حسرت موہانی کی۔ اول الذکر بزرگ سے میں نے حیدرآباد میں شرفِ نیاز حاصل کیا تھا۔ گفتگو سے معلوم ہوا تھا کہ وہ میرے خاندان کے بزرگوں سے واقف ہیں نظمِ صاحب نے فرمایا تھا کہ سب سے پہلے ہم نے دیوانِ غالب کی شرح کے لئے قلم اٹھایا تھا، اب تو بہت شارح پیدا ہو گئے ہیں۔ حسرت صاحب سے ایک مرتبہ بریلی میں، اور دوسری مرتبہ ملکہ معظمہ میں ملاقات ہوئی تھی، لیکن ایسی ملاقات جس کو شکل ہی عرفِ عام میں ملاقات کہا جاسکتا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ حسرت صاحب نے اپنی شرح میں تحریر فرمایا ہے کہ مجھ کو مولانا شوکت صاحب کی شرح سے کم فائدہ ہوا اور نظمِ صاحب کی شرح سے زیادہ۔ میں نے مولانا شوکت کا شرحِ دیوانِ غالب ہی میں یہ اعلان دیکھا تھا کہ جو صاحب جس درجہ کا کلام بھیجیں گے اسی درجہ کی اصلاح دی جائے گی۔ کلام خواہ فارسی کا ہو خواہ اردو سکا۔ میں نے مولانا کی اصلاحات کے متعلق بہت سنا ہے، اب جو محفوظ ہے، وہ جناب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ جناب ذوق کا شعر ہے۔

جا نوز جو ترے صدقے میں رہا ہوتا ہے

اے شبِ حسن وہ اڑتے ہی ہما ہوتا ہے

مولانا نے تحریر فرمایا، یہ غلط ہے جانور کے غموم میں تو گائے، بیل، کتا اور بلی بھی آتے ہیں لیکن ان کو تم سے کوئی نسبت نہیں، یقیناً انہوں نے یوں فرمایا ہو گا کہ زانغ بھی گرتے صدقے میں رہا ہوتا ہے اے شبِ حسن وہ اڑتے ہی ہما ہوتا ہے

”آبجیات“ میں جناب آزاد نے جناب ذوق کو سپاہی زادہ تحریر کیا ہے لیکن صاحب ”خیم خانہ جاوید“ نے اس کی تردید کی ہے، میرے ایک دوست فرماتے ہیں کہ اس

اصلاح کے پیش نظر شاید زراعت سے بوم بہتر ہے۔

کس خیال پر بزمیر سے بوم

درہما از جہاں سودمعدوم

امیر احمد صاحب لکھنوی نے فرمایا تھا کہ

غضب داغ تو نے دیئے اے فلک

کلیجہ گل نیلوفر ہو گیا

مولانا شوکت نے فرمایا پہلے مصرع کو یوں بدل دیجئے کہ

غضب چمکیاں ہیں تری اے فلک

کلیجہ گل نیلوفر ہو گیا

داغ صاحب نے فرمایا تھا کہ

لگا ہے سنگ مقناطیس گویا جیس اٹھی ہنیں اس سستال سے

مولانا نے فرمایا مقناطیس تو ہے کو کھینچتا ہے نہ کہ سر کی کھاں کو۔

اس نے داغ و امیر کے متعلق مختلف اہل قلم و اہل فن حضرات کے معنائیں دیکھے

ہیں اور ان دونوں نام اور شاعروں کے مزارات کی بھی حیدر آباد میں زیارت

کی ہے۔ شاید دونوں مزاروں کے درمیان دس بارہ گز کا فاصلہ ہوگا۔

غالباً بیباک شاہجہا پوری کا شعر ہے کہ

وہ بلبیل خوش لہجہ ہوں مگر مرے نغمے ہیں جھوٹے گتے شجر کوئے محمدؐ

مولانا نے دوسرے مصرع میں تصرف فرما کر شعر کو اس طرح بنایا کہ

وہ بلبیل خوش لہجہ ہوں مگر مرے نغمے جھوٹے گتے شجر کوئے محمدؐ

میں نے جو سنا تھا وہ عرض کر دیا ہے۔

اسی معنی کے مناسب ایک اور سنی ہوئی بات یاد آگئی۔ جناب آفتخار کا شعر ہے کہ

ہر ایک دل میں پیار سے تیرا مقام نکلا تو ہم سے بھی زیادہ رسوائے عام نکلا

خواجہ وزیر نے فرمایا کہ جب دلی علی مقام ہوا تو رسوائی کے کیا معنی آئیں؟ ہونا چاہئے۔

ہر ایک کی زبان سے تیرا ہی نام نکلا تو ہم سے بھی زیادہ رسوائے عام نکلا

محمد اسد اللہ

شیار ناموں کی رسد کا انتشار ہے

اس مکتوب گرامی سے شعراء سے ملاقاتوں کے علاوہ حضرت والا کا پاکیزہ ذوق و وسیع معلومات، قوتِ حافظہ وغیرہ بہت سے امور پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ حضرت کا وہ دور تھا جبکہ "شعرو سخن" سے مکمل کنارہ کشی فرما چکے تھے۔

آدم برسرِ مطلب :- حضرت والا کو دہلی کی بارنوا میں مرنج احمد خاں، سائل و بلو کی داماد و جانشین حضرت دارع سے بھی شرفِ نیاز حاصل کرنے کا موقع ملا۔ حضرت والا ان کی بزرگانہ اور مشفقانہ شخصیت سے بہت متاثر تھے اور سفر حیدر آباد میں حضرت والا کو استادِ نظام حضرت حافظ جلیل احمد صاحب جلیل سے بھی ملاقات کا موقع ملا۔ وہیں علامہ مسیح حیدر علی (طیبا فی) (مذکور) شارح دیوان غالب کی خدمت میں بھی پہنچے تھے۔ اور جب علامہ کو یہ معلوم ہوا کہ آپ حضرت علامہ مفتی سعد اللہ صاحب کی اولاد میں سے ہیں تو فرمایا کہ اپنے آپ کو لکھنوی لکھا کرو، کیونکہ انیس برس کے طویل عرصہ تک - نیتِ اقامت کے ساتھ مفتی صاحب کا وہاں قیام رہا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت والا کو ہندوستان کے اکثر مشہور و مشہور شعراء سے ملنے کا بھی اتفاق ہوا۔ اور غیر مشہور کالمین سے بھی آپ کی ملاقاتیں ہوئیں اور شعراء ادبار کے ایک بڑے طبقہ سے حضرت والا کے فاعل تعلقات اور مراسم بھی رہے ہیں جن میں مذکورہ بالا حضرات بھی شامل ہیں صرف عالم اسلام کے مشہور شاعر علامہ اقبال سے ملنے کا موقع نہ ہو سکا جس کا حضرت کو ہمیشہ افسوس رہا، اکثر فرماتے تھے کہ میں بریلوی ثنائیں کا امتحان دینے کے لئے لاہور گیا تھا اگر کوئی سٹیشن کرتا تو علامہ اقبال سے بھی نیاز و شرفِ ملاقات حاصل ہو سکتا تھا، مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔

شاہ و روشیر سے تعلق :- جناب حاجی زندہ حسن صاحب تائب کے توسط سے حضرت شاہ درویش احمد صاحب گنگوہی سے بھی اختلافِ مسلک کے باوجود تہارت و تعلق تھا۔ شاہ صاحب عمر میں حضرت والا سے بہت زائد تھے لیکن وہ بھی حضرت والا کی بلند و پاکیزہ زندگی سے بہت متاثر تھے اور علمی و ادبی اور اخلاقی خصوصیات اور وسعتوں کی وجہ سے آپ کا بہت سی احترام کرتے تھے۔ شاہ صاحب نقیض کے ان خاں و اول سے تعلق رکھتے تھے جن میں سمرقند کی محفلوں کی بنیاد پر ذوقِ شعر و شاعری آشوبنا پاتا۔ اور ان کے ذہن فکر میں رچ بس جاتا ہے وہاں اکثر اک و مزاج و مناسبیت باہمی نے دونوں کے مغل کے

پرستھم اور مضبوط کر دیا تھا لیکن اس باہمی تعلق کی وجہ سے کبھی حضرت والا نے ایسے
رہنمائی میں شرکت فرمائی۔

حضرت والا کی ایک خصوصیت | حضرت والا نے زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ کفر و ارتداد علیت
ت، رضا خانیت، بغیعت اور شرقت وغیرہ تمام فرقہ باطلہ و ضالہ کی تردید میں سنیہ پر
گزارا ہے، آپ کے اندر باطل کے مقابلہ میں کبھی لمبا محسوس نہیں کی گئی اس کے باوجود
کے بلند کردار اور اعلیٰ اخلاق سے مخالفین بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے بلکہ آپ سے محبت
لگتے اور آپ کے علم و ادب اور اخلاق کی وجہ سے آپ کے اس قدر گہرے دیدہ ہو جاتے کہ
اضرباش خدام کی عین میں نظر آتے تھے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ آپ کی خدمت میں جس طرح
مسلمان خادمانہ عقیدت مندانہ حاضر ہوتے اسی طرح شیعہ، غیر مسلم وغیرہ بھی بڑی
رسد و محبت سے حاضر ہوتے اور حضرت والا ہر ایک کے ظرف کے مطابق نصیحتوں، وصیتوں
بیر کے کلمات سے نوازتے تھے۔ اور وہ لوگ حضرت والا کی باتوں پر خوشدلی کے ساتھ
نہیں ہوتے تھے جس کی فطرت انہیں باورق میں موجود ہیں

آرام اور ادب کا احترام | حضرت والا بلا تفریق مذہب و ملت کبھی کا درجہ بدرجہ
مراتب کے اعتبار سے احترام و اکرام فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ

اب موقع پر ارشاد فرمایا کہ:-

طرح مجھے اپنی حقیقی بیٹی کی عزت عزیز ہے بالکل اسی طرح اسکی بیٹی کی عزت عزیز محبوب ہے جس کو لوگ
"گھمٹتے ہیں"۔ انسانیت و شیعہ اور بھائی چارگی کا جتنا لحاظ ہم نے حضرت کی بارگاہ میں
شبہ کشتی اور جگہ نہیں پایا۔ خصوصاً اہل کمال کا بدرجہ کمال احترام و اکرام فرماتے تھے۔
میں سے ارباب شعر و ادب بھی ہیں آپ ان کی دل سے قدر کرتے اور عزت انسانی د
ت انسانی فرماتے تھے۔

حضرت والا حضرت تسکین کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:- یہ ہیں جو
یہ بات میرے اختیار سے باہر ہے کیونکہ تقاضائے عقلی کی طرح طبعاً لاجی
مجھے مخلص اصحاب کمال، اکابر و اصحاب کا غیب و شہید میں تحریر یا تقریراً
بہت زیادہ احترام ملحوظ رہتا ہے۔ (مکتوب نمبر ۴)

اور مکتوب میں ہے کہ "امید ہے کہ گزشتہ قسطیں ملاحظہ سامی سے شرف ہو چکی ہوں گی

بلسلہ ماسبق عرض ہے کہ جناب کے اس والا نامہ سے اتنا اثر ضرور ہوا کہ میں اس
گذشتہ درخو است کا اعادہ کرنے میں ایک خاص قسم کی تھجک محسوس کرتا ہوں۔ اس
میں اگرچہ ابھی کچھ گوشتے ایسے رہ گئے ہیں جو بے نقاب نہیں ہو سکے۔ لیکن اس انداز
سے مبادا طبع والا پیرگرافی ہو اس کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ ایک مرتبہ حسرتی
نواب مصطفیٰ خاں صاحب کے مکان پر مشاعرہ ہوا غالب، مومن، مفتی صدر الدین وغیرہ
سب اس میں شریک تھے مرزا نے مصرعہ مطروحہ کو مقطع میں نقشین کیا ہے

گفت بحکم حسرتی غالبِ حسہ ایں غزل

شاد بہ ہج می شود طبع دنا سرشت ما

میں نے اس واقعہ کو مصرعہ ثانی کی وجہ سے نقل کیا ہے۔ جناب کا بلند مزاج مجھ کو مجبور
ہے کہ میں عربی کا یہ شعر بھی تحریر کرادوں۔ الخ
ایک اور والا نامہ میں حضرت والا لکھتے ہیں کہ :-

مومن کا مطلع ملاحظہ فرمائیے ۵

یہ عندہ امتحانِ جلد ل کیا نکل آیا

ہم الزام اُن کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

مومن ہی کا یہ شعر بھی ہے ۵

پڑے مرنا میں بس اب تو کہ اس نغظِ ثروت کے نام پر سے

کہا اگر سچ یہ حال ہوتا تو دفتر اتنا رستم نہ ہوتا

میں جس طرح تمام اساتذہ فن کا احترام کرتا ہوں اسی طرح جناب مومن کا بھی خ
معتقد ہوں۔ مجھے ان کا یہ شعر بہت ہی پسند ہے جو انہوں نے اپنی محبوبہ کے مرثیہ
نر بایا ہے ۵

دل میں جگہ نہ ہونے کا کس سے گلہ کروں

وہ قدردانِ شکوہ بیجا نہیں رہا

(میں نے نغظ "شکوہ" کا یہ اہل تقابلاً لکھا ہے) قدردانِ شکوہ بیجا
آغوش میں بے پناہ معنویت لے رہو گئے ہے۔ مستشرق تو شکوہ سے گھبراتا ہے، نقد
تو کیا ہو گا۔ اور پھر "شکوہ بیجا" کا، اس پر طرہ یہ کہ شکوہ بیجا یہ لکھا کہ دا

نہ لیکن وہ ہمارے گلہ و شکوہ کو مانتا تھا، اس کی قدر کرتا تھا، شاہ اور وفا
بعد سے کرتا تھا۔ ہماری دلجوئی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھاتا تھا تھا، نظری کا کیسا اچھا

ہے ۵

تہا منفعل زرخش بیجا نہ بینش می آرم اعتراف گناہ بنودہ را
شق کی جو معراج ہے کہ معشوق عاشق بن جائے وہ ہم کو حاصل کھتی، جناب کی رائے
شعر کے متعلق کیا ہے؟ مومن نے تقاطع میں حبس قدر اپنے تخلص سے فائدہ اٹھایا
شاید دوسرے شعراء کو ایسا موقع نہیں ملا۔

محمد اسعد اللہ (صحائف اسعد مکتوب ۱۵)

اس مکتوب سے جہاں حضرت والا کی طبعی ذوق و غیرہ پر روشنی پڑتی ہے اہل
سخن کی زبردست عذر دانی بھی معلوم ہوتی ہے۔

باب ادب کی خیر خواہی | حضرت والا کا تعلق "صحابہ شعر و سخن سے صرف" شعر و ادب
کے رشتہ سے نہ تھا بلکہ اسی تعلق سے حضرت والا اس
کی اصلاح پیش نظر رکھتے تھے۔ غیر مسلم حضرات کی دعوت و تبلیغ اور مسلمانوں کی تذکیر
نت کا یہ ایک اچھا طریقہ تھا۔ آپ نے اس راستہ سے بہت افادہ و فائدہ فرمایا
آپ ان کی علمی، ادبی دینی اور دنیوی خیر خواہی میں گم نہ ہوئے۔ مفید مشوروں سے
تے اور ان میں اس دوستانہ انداز سے اخلاص و صدق نیت، دینداری و انابت
رہنے کی پوری کوشش فرماتے تھے۔ لیکن انداز اصلاح و تبلیغ بڑا حکیمانہ ہوتا
کیونکہ یہ طبقہ "واعظانہ انداز سے چونکتا اور" خشک، لائیت، وغیرہ کے القاب
ہے، اس لئے آپ ان کے ساتھ ادیبانہ و دوستانہ اور حکیمانہ طرز اختیار فرماتے
تسکین صحابہ کو سحر فرماتے ہیں۔

"مجھے جناب کے علمی ذوق سے بجا طور پر قوی امید ہے کہ لکھنؤ کے
قیام سے علوم عربیہ کی تفصیل میں بیسی از بیش فائدہ اٹھا رہے ہونگے
اب تو غالباً مشافہۃ تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہوگا۔ آج کل
کو لکھی کتابیں زیر مطالعہ ہیں۔ میری دلی خواہش ہے کہ میں اس سلسلہ
میں جناب کی علمی ترقیات سے جلد مطلع ہوں۔ جگر صاحب کی

خدمت میں سلام و پیام شوق۔“ (صحائف اسعد مکتوب نمبر ۳۸)
ایک اور ڈالانامہ میں موت و آخرت کی طرف اس انداز میں متوجہ فرماتے ہیں۔
”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“۔ ایک مرتبہ شیخ ابوالفضل نے اپنے
والد ملا مبارک کو ایک خط میں لکھا تھا۔

سلامے چو اخلاق تو مشکبو سلامے چو الفاظ تو درفش
میں اس کے ساتھ ساتھ اپنے مخلص و محترم کو یہ بھی لکھتا ہوں۔

سلامے چو نام تو تکیں دل سلامے چو ذکر تو آرام جاں

حسب وعدہ مفصل عرفینہ لکھنے والا تھا کہ ایک اندوہناک سانحہ پیش آگیا۔ میرے ایک دوست
مشرقی پنجاب کے خرمیں سنگامہ میں میرے اپنے برادر کے شہید کر دیئے گئے۔ میں اُن کی آگاہی حال
کے لئے مدت سے منتظر تھا، حتیٰ کہ اخبارات اور ریڈیو پر بھی ان کے متعلق اعلانات شائع
کئے گئے۔ تین چار یوم ہوئے یہ دل ہلا دینے والی خبر سنی، دماغ اس حادثہ سے بید متاثر
ہوا۔ اس لئے یہ مختصر عرفینہ ارسال کر رہا ہوں کہ جناب کو زحمت انتظار نہ ہو۔ مجھے حقیقت
جناب سے ملاقات کا اشتیاق ہے وہ منت کش اظہار نہیں۔ حسب موقع خواجہ عزیز
صاحب مجدوب کا ایک شعر سنئے، خوب کہا ہے۔

بس اتنی سی حقیقت ہے فریب تو ایسی کی

کہ آنکھیں بند ہیں اور آدمی افسانہ موبائے

آج کل ہمارے طلبہ آپ کے اس شعر کو بہت زیادہ ”داد و تحسین“ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

گدا کو بھی اپنی کرم کم نہ سمجھیں

بہت کچھ دیا جس نے دل سے وعادی

جگر صاحب کی خدمت میں اخلاص میں ڈوبا ہوا سلام مسنون اور اُن کی بے لوث غائبانہ
ہمدردیوں کا دلی شکریہ، ابوالفضل کے ایک شعر سے مصنون عرفینہ کا آغاز کیا تھا اور فیضی
کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

اے سفر کردہ کہ از خاطر مایگزری

ہیچ دانی کہ کجائی و کجائی گزری

(محمد اسعد اللہ صحیفہ نمبر ۱)

والا نامہ میں دیگر مفید اشارات کیساتھ مخاطب کو ثبوت کی یاد دہانی کی۔ کس عجیب حکیمانہ انداز میں لکھی اور دُنیا سے بے رغبتی کی تعلیم کیسے عمدہ اسلوب سے دی گئی ہے۔ ایک اور کتاب گرامی میں ہے کہ "یہ بھی ایک دلکش اور لذت آفریں حقیقت ہے کہ کبھی کبھی تادیلوں کا تو ذکر کیا واقعی اعذار کرنے سے بھی "اعترافِ جرم" و "اقرارِ خطا" کہیں نامکد بامزہ، پُر لطف اور ادبِ احتیاط کا معہوت ہے۔"

گناہ گروں کو تادیب و احتیاط کا معہوت
تو در طریقِ ادب کوشش و گناہِ سبوت
(حافظ)

"نامنفعِ زرخشِ بیجا نہ بینش
می آرا اعترافِ گناہِ نبودہ را
(صحائفِ مکتوب نمبر ۸) (نظیری)

مذکورہ عبارت میں مخاطبِ عاقل کو توبہ اور اس کی حکمت کی طرف کیسے عجیب حکیمانہ انداز میں متوجہ فرمایا ہے۔ سبحان اللہ۔ ایک اور گرامی نامہ میں ہے کہ:

دو ملوثِ گرامی یکے بعد دیگرے عزت بخش ہوئے، میں نے جناب والا کے والاندے کو، گرامی نامہ کو سر بند ہی محض نظر رکھا۔ وجہ یہ تھی کہ میں اس وقت مدرسہ کے دفتر میں تھا (جس طرح میرے لئے اس دفتر کو "دفترِ بے معنی" کہنا دشوار ہے، بالکل اسی طرح "بامعنی" کہنا بھی مشکل ہے۔)

دیکھا اسعد کو خلوت و جلوت میں بار بار دیوانہ گر نہیں ہوتا بھی نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بامعنی کہنا بے معنی کہنے سے دشوار تر ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ، "اخلاص و تصحیح نیت" کی دولت سے مالا مال فرمائیں تو دفتر کی دیکھ بھال تکمیلِ سنیت کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ باقی میں کہاں اور یہ وہاں کہاں "دعا الہیہ" گرامی نامہ میں اپنے مخاطب کو اخلاص و تصحیح نیت کی طرف کس عجیب طریقہ سے متوجہ کیا گیا ہے۔؟ ایک خط میں ارشاد ہے کہ

"مرزا غالب کے شعر، تحریرِ جوشِ دریا نہیں خود داریِ ساحل" ان کے متعلق جناب استاد، لیکن اس قسم کے استقامت سے کس کا کلام پاک ہے؟ مجھ کو بہت زیادہ پسند آیا

ماشاء اللہ بہت ہی پُر مغز اور سنجیدہ بات ہے۔ میں اس بہترین جواب کے شریف و مہر
 تاثیر کو ظاہر نہیں کر سکتا۔ یہ اسقام اگر اسقام ہیں تو اسقام قوی اور اسقام شعری ہیں
 سے کیا نقصان ہے، اگر اسقام بدنی ہوں تو وہ بھی بہت زیادہ وجہ توثیق نہیں۔
 اور واجب الاشرار اسقام، اسقام قلب و روح ہیں۔ اگر روح پاکیزہ اور قادر
 ہو تو ان اسقام کو بھی مفید بنایا جاسکتا ہے۔ (مکتوب نمبر ۲۵)

بلاحظہ فرمائیے کہ کس قدر حسن تدبیر، سلیقہ اور سوز و دروں سے مکتوب الیک
 قلب و پاکیزگی روح کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ ایک والانامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ
 ”میں اچھا ہوں لیکن کیا اچھا ہوں، روح بیمار ہے دل بیمار ہے۔“

مولانا فرماتے ہیں: ”نیت بیماری جو بیماری دل“

مجھے تو یہی شعر لکھنا مقصود تھا۔ اب پورا شعر لکھتا ہوں سنہ

عاشقی پیدا است اذ زاری دل نیت بیماری جو بیماری دل

(از مکتوب نمبر ۲۶)

ان چند نمونوں سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ شعراء اور ادباء
 تعلق بھی اس گروہ کی تعلیم و تربیت اور بھی خواہی کے پیش نظر تھا۔ اور وہ اس طبقہ
 اصلاح و تربیت بڑے سلیقہ اور حکیمانہ انداز سے فرماتے رہتے تھے۔ اور زبان و قلم
 و جہالت سے ہر طرح ان کی تربیت و اصلاح کا خیال رکھتے تھے۔

شعر و ادب میں حضرت اَلَا کا مقام | مولانا محمد اللہ صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ:-

”شاعری بہت سے ماہرین فن کے نزدیک

منظوم کلام ہی سے متعلق نہیں بلکہ نثر میں بھی شاعری ہوتی ہے۔ حضرت والا ”نظم پر پورا
 قدرت و کامل مہارت کے ساتھ ساتھ نثر میں بھی مکمل قدرت و حذاقت رکھتے تھے۔ اس
 ثبوت وہ خطوط ہیں جو حضرت والا نے حضرت تسکین قریشی کو مسلسل لکھے ہیں اور جن کو
 تسکین صاحب نے مکتوبات جگر کے ساتھ ”صحائف اسعد“ کے نام سے شائع کرایا تھا۔
 مولانا عتیق احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

”مولانا کے تمام مکتوبات شعر و ادب، لغت و انشاء کے اسماء و رموز سے لبریز ہیں“

ہے جسبستی بھی، زبان کی نزاکت و حلاوت ہے اور ادب کی چاشنی بھی نظامی
 ملک ہے اور سوز و رول کی آبیج، تفکر کی گہرائی بھی، میرے خیال میں اردو ادب
 کے مسکا تیب کا مقام "غالب کے خطیط" اور "عبار غامضہ" کے برابر نہیں تو ان کے
 روز آں عبارت سرور ہے۔ اردو کے قدیم و جدید لٹریچر اور ذخیرہ اشعار پر مولانا کی
 بری ادب وسیع ہے۔ موصوف اردو ادب کے جدید رجحانات سے بھی اچھی طرح باخبر
 رہتی مستقل ایک رائے رکھتے تھے۔

آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ فارسی، عربی شعر و ادب پر مولانا کو اردو سے کم تر
 نہ تھی۔ عربی زبان کی تدریس و مطالعہ میں تو انہوں نے غیر عربی کا بڑا حصہ خرچ کیا
 لئے اس میں استاذانہ مہارت زیادہ موجب حیرت نہیں۔ لیکن فارسی کے
 لٹریچر پر مولانا کی محققانہ اور ناقدانہ نظر ان کے وسیع و عمیق مطالعہ اور زبان
 سے فطری لگاؤ کا نتیجہ ہے۔ ہندوستان میں فارسی شعر و ادب کا ذوق کھوڑا
 اب بھی باقی ہے۔

حضرت کا مکتوب نمبر ہے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"
 ایک مرتبہ ابو الغنیل نے اپنے والدین مبارک کو ایک خط میں لکھا تھا
 سلامے چو اخلاق تو مشکبوی سلامے چو القضاۃ تو درخشاں
 ان کے ساتھ ساتھ اپنے مخلص ختم کو یہ بھی لکھتا ہوں
 سلامے چو نام تو تسکین دل سلامے چو ذکر تو آرام جاں
 (ماہنامہ دلائل العلوم دیوبند نومبر ۱۹۷۷ء)
 بیت والا تسکین صبا کو دالاناموں میں اس قسم کے القاب علوم بھی بہ لکھتے تحریر فرماتے ہیں

عاجب علم و فضل و ذوق سلیم مستحق کرامت و تکریم ما (یا)
 ناظم رنگیں خیال و ناثر شیریں سقاں مولوی تسکین صاحب مرجع اہل کمال
 شمار و عبارات کے نمونے بھی ان اوراق میں جا بجا آچکے ہیں جن کی انداز
 یہ بزرگ قلم پر بے تکلف ہوئی۔ اور آپ کا منظم و منثور ہر قسم کا کلام کلمات
 ہر جہتہ اور رواں رزاق ہوتا تھا۔

حضرت والا نے اپنی فراغت سے اگلے ہی سال جامعہ مظاہر علوم کے باوقوفوں
 جلسہ میں راج ۲۵۳ نمبر ۵۱۵ تاریخ ۲۵۳۱ھ یکشنبہ کو، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم
 صاحب و حضرت مولانا تھانویؒ کو دیگر اکابر کی موجودگی میں اپنا عربی کا ایک عمدہ مقالہ
 پڑھا جس میں حضرت مولانا محمد کبھی صاحب (م) ازود فعدہ ۳۱۱ کے ساتھ احوال پر
 پر حزن و ملال کا اظہار تھا تاریخ مظاہر جلد ۱۱ ص ۱۱۱ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا
 عربی ادب کا ذوق اور اس میں دلچسپی کیسا تھ مہارت عنفوان شباب ہی سے کھلی اجدید
 کہ سابقہ اور ان سے بھی یہ حقیقت عیاں ہو چکی ہے۔

مولانا محمد اللہ صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ حضرت والا کا مطالعہ شعر و سخن کے
 تمام اصناف پر مشتمل اور حاوی ہے تقریباً اردو کے سبھی حضرات اسانذہ مقتدر
 کا کلام دیکھا تھا عربی و فارسی ادب پر بھی حضرت کی نظر بہت وسیع و عمیق تھی عربی
 فارسی اور اردو کے ہزار ہا اشعار حضرت والا کو ازبر رکھتے جن کو موقع بموقع اسے
 تلاوہ و خدام کے سامنے پڑھتے تھے اور حاضرین مجلس کو سنا کر مجلس کو گرمادیتے تھے حضرت والا
 کو مثنوی شریف کے بھی بہت سے حصے محفوظ تھے۔ اور حق تعالیٰ نے حضرت والا کو ذہن رسا
 کے ساتھ ساتھ عجیب و غریب قوت حافظہ بھی عنایت فرمائی تھی۔
 صحائف اسعد کے مقدمہ میں حشرت لکھتے رقمطراز ہیں کہ :-

” مجموعہ خطوط کے اس حصہ (صحائف اسعد) میں محدثی و محرمی جناب احسا
 مولانا اسعد اللہ صاحب قبلہ مدظلہ کے مرکب کا تیب عالیہ نقل کے جاتے ہیں جناب مولانا
 آج کل سہارنپور کے مشہور و معروف قدیم جامعہ مظاہر علوم کے ناظم ہیں، موصوف کی
 زندگی اس درسگاہ کی چار دیواری کے اندر درس و تدریس اور گوشہ نشینی میں گذر
 ہے۔ میں جناب مولانا کا دیرینہ عقیدت گزار اور نیاز مند ہوں اس لئے موصوف
 شجر علمی اور مدارج اخلاق کو تفصیلاً قلم بند کرنا ” چھوٹا مٹہ بڑی بات “ ہونے کے علاوہ
 یوں بھی غیر ضروری ہے کہ ان کے مرکب کا تیب کا مقصد ترتیب مناسبت نگاری نہیں۔
 مبصداق ” مشک الہدایت کہ خود بہ خود نہ کہ عطار بگوید ” جہاں مولانا کے کمالات علم
 اور فضائل اخلاق کے گہرے نقوش ان خطوط میں نمایاں ہیں وہیں یہ حقیقت بھی واضح
 ہو جاتی ہے کہ موصوف ایک بلند پایہ ادیب و شاعر ہیں۔ اگرچہ ۲۰-۲۵ سال سے
 فکر سخن ترک کرنا چاہتے ہیں، لیکن شعر و ادب کے متعلق موصوف کی پاکیزگی ذوق

معیار۔ نکتہ کوئی و نکتہ سنجی اور ادبی لطائف و ظرائف کے نادر و دلکش نمونے ان رکتوبات میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

آج کل عام خیال ہے کہ قدیم عربی و دینی مدارس کے ماحول میں ذوق شاعری کی گنجائش بہت ہی کم ہے، درجہ اعموم تک تو میں بھی اس رائے سے متفق ہوں، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی پورے ذوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس خشک اندر بویا نہ ماحول میں سخن و سنجی شناسی "حضرات کی کمی نہیں۔ لیکن یہ حضرات "شعر و سخن" سے اس لئے زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے کہ اس فن کو علوم دینیہ کے مقابلہ میں ناقابل اعتناء سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ شاعری و ادبی دنیا ایسے حضرات سے غیر متعارف ہے و متعارف نہ تھا اس لئے

زبان و املانی تصحیح کا اختتام | زبان عربی کیونکہ کتاب اللہ، رسول اللہ

ہے اس سے شغف اور عشق و ظاہر ہے کہ ایمان کا تقاضا ہے۔ اسی لئے حضرت دالہ عربی ادب سے بے پناہ عشق و شغف۔ اور انتہائی لگن تھی۔ لیکن زبان اردو بھی چونکہ مادری زبان ہے اس لئے حضرت دالہ کو اس سے بھی بے حد محبت تھی، آپ کی زبان مبارک سے جو لفظ نکلتا صحیح نکلتا کہی کوئی غلط لفظ نہ ہوتا اور نہ لکھتے، آپ فی حوالہ پیش بھی کہ سب لوگ صحیح بولیں اور صحیح لکھیں۔ جامعہ مظاہر علوم کے اساتذہ ارام آپ کی زبان کو حجت ثابۃ سمجھتے۔ ایک مرتبہ کسی غلط لفظ کے سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے یہاں بحث تھی حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ یہ دیکھو حضرت ناظم صاحب اس کو کس طرح بولتے ہیں چوہ بولتے ہیں پس وہی درست ہے جو لوگ آپ کی بارگاہ میں اردو غلط بولتے آپ کو اس سے تکلیف ہوتی۔ آپ اس کی تصحیح و اصلاح فرما دیتے تھے۔ اگر کوئی غلط سلسلہ بولنے والا دیہاتی یا بنگالی... بات کرتا تو آپ کو اس سے بہت تکلیف ہوتی اور آپ اس کو ضبط و برداشت کرتے۔ مطمح میں ایک ملازم تھے ملائشارت مرحوم وہ دیہاتی زبان بولتے تھے۔ حضرت فرماتے بس بھائی بس اب خاموش ہو جاؤ پھر کسی سے معاملہ فرماتے انہوں نے کیا کہا ہے ذرا ان سے مطلب کو سمجھ کر بھیجے بتاؤ چنانچہ ایسا ہوتا اور آپ ان کی درخواست یا شکایت کے مطلب کو پورا فرماتے۔

دین مبارک سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ ہمیشہ کوثر و تسنیم سے ڈھلی ہوئی زبان میں گفتگو فرماتے تھے۔ اور بالکل چپے تھے جملے استعمال فرماتے تھے۔ ہم پورب کے رہنے والے اکثر غلطازدہ بولتے اور لکھتے اور حضرت والا برابر اصلاح فرماتے رہتے تھے۔

اندھے دینے کا قلم :- ایک مرتبہ حضرت والا دارالطابہ کے صحن میں موسم سہرا میں لگا اور ڈھکڑھکڑ میں لیٹے تھے ایک مولوی صاحب لفاظہ میں کچھ اندھے لے کر آئے۔ حضرت والا نے ان سے کچھ آستہ سے فرمایا۔ مولوی صاحب نے اندھوں کا لفاظہ ہاتھ میں لیا اور مجھ سے فرمایا کہ حضرت کے گھر جا رہا ہوں۔ بھڑکی دیر کے بعد حضرت والا نے مجھ کو ملانا عید تھی اسے ان کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں گئے؟ ناکارہ نے عرض کیا "اندھے دینے گھر گئے ہیں" اس وقت تو حضرت والا مسکرا کر خاموش ہو گئے، لیکن جب مولوی صاحب واپس آ گئے تو ان سے مزاح فرمایا کہ "مولوی صاحب آپ اندھے کو دیتے ہیں یا درود دے رکھی؟" اس کے بعد میری طرف دیکھ کر فرمایا "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" آپ نے کیا غلط سوارہ استعمال کیا "اندھے دینے گئے نہیں" یہ صحیح نہیں بلکہ یہ کہنا چاہئے "اندھے پہنچانے گئے ہیں"۔

ایک مرتبہ یہ ناکارہ حضرت والا کے پاس مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ مسجد کی چابی سے ایک کھٹل لکھا حضرت والا نے میری طرف اشارہ فرمایا میری بدذوقی اور بد فہمی تھی کہ میں نے کھٹل کو مسجد کے فرش پر سی تھپٹ کر دیا، کھٹل کا خون فرش پر لگ گیا۔ حضرت والا نے فرمایا آپ نے مسجد کے فرش کو آلودہ کر دیا۔ ناکارہ نے عرض کیا حضرت! کیا کھٹل کا خون ناپاک ہوتا ہے حضرت والا نے فرمایا کہ کیا ناپاکی ہی سے آلودگی ہوتی ہے؟ اس وقت میں حضرت والا کے جملہ کی معنویت و جامعیت کو سمجھا۔ ناکارہ نے ایک عرض یہ لکھا تھا کہ گرامی نامہ نے عزت بخشا تھا، جو اب میں حضرت والا نے اصلاح فرمائی کہ "بجستی تھی اور لکھا کہ ایسے موقع پر فعلی متدبی اردو میں تذکیراً و تانیثاً" مفعول کے تابع ہوتا ہے مثلاً گرامی نامہ نے افتخار بخشا، عزت بخشی، ہم لوگ اکثر غلط زبان استعمال کرتے تو حضرت والا فرماتے کہ لوگ اردو مٹانے کی کوشش بلا وجہ کر رہے ہیں، تم لوگوں کے سپرد ہوگی تو یہ بیچارہ خود ہی مٹ جائے گی۔" اپنی بدذوقی و بد استودادی کے باوجود حضرت والا کی

کی مجلس میں ادبی ماحول کی وجہ سے ہمارے ذوق میں بھی بھڑک اُبھرت نکھار آہی گیا تھا کہ
 "میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے" چنانچہ اس ناکارہ نے بھی کئی نظمیں لکھیں اور بعض کو
 حضرت والا کی خدمت میں بھی پیش کیے اصلاح چاہی حضرت والا نے اصلاح بھی دی اور
 ہمت افزائی بھی فرمائی۔ ایک مرتبہ میری ایک نعت ماہنامہ "نظام" کا پیور میں چھپی تو حضرت
 والا نے مجھے خط لکھا اور مبارکباد دی۔ ایک مرتبہ یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت والا کی
 خدمت میں منظوم و نصیحا ارسال کروں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل خط خدمت گرامی میں ارسال کیا
 جامع المعقول والمنقول ہر فن کے امام
 آج میری شامِ غم صبحِ مسرت ہو گئی
 بندہ ناچیز پر چشمِ عنایت ہو گئی
 آگیا مکتوب بن کر باعثِ آرامِ حباں
 آپ کی سحرِ تیرے پر تویر ہے پیشِ نظر
 عید ہو جائے گی میری طالبِ صحبت ہوں میں
 میں ہر اک معمولِ پاسبندی سے کرتا ہوں دا
 شرب کو تو بہ اور استغفار بھی کرتا ہوں میں
 عمر گزری ہے اسی گنتی کو سلجھانے ہوئے
 کر گذرتا ہوں کبھی میں حکمِ مولیٰ کے خلاف
 میں یہ سمجھوں گا کہ سہفت اقلیم مجھ کو ملی گئیں
 پھر تو ہو جائیں گی میری راہ میں آسانیاں
 آپ کے رندوں سے بھی کی نفس نے اُن چھیر چھپا
 لاپلا ساقی مجھے دہشتے کہ نہت ہو جاں
 حباں بلب ہوں مسکراتی مجھ پہ بھی کوئی نظر
 کیوں نہ وہ ذرہ بنے رشکِ نجوم و انبیا
 ملی گیا بارہی مجھے کتنا شفیق و مہرباں

پیش کرتا ہوں بعدِ آداب خدمت میں سلام
 آپ کا مکتوب آیا دل کو راحت ہو گئی
 رشکِ مہر و ماہ اک ذرہ کی تھمت ہو گئی
 دل کو اطمینان آنکھوں کو طراوت ہو گئی
 لڑے سے معمور ہوں کا نورِ ظلمت ہو گئی
 جوں ہی آئیںی خبر آت کو صحت ہو گئی
 شکریہ الہ کا حاصل یہ دولت ہو گئی
 شوخیِ اعمال سے جب کوئی زلت ہو گئی
 تو بہ کر کے توڑ دینا میری عادت ہو گئی
 کس قدر بیباک اُن میری طبیعت ہو گئی
 نفسِ آوارہ یہ اگر میری حکومت ہو گئی
 نفسِ بد میں سے اگر مجھ کو عداوت ہو گئی
 اس رقیبِ روسیدی اتنی جرات ہو گئی
 جب ہوئی سمیتِ جواں اسکو ہزیمت ہو گئی
 میری تشنہ کامیوں کو ایک مدت ہو گئی
 جس پہ آقا آپ کی چشمِ عنایت ہو گئی
 راہ طے کرنے میں اب کتنی سہولت ہو گئی

سعدی نہو جائے گا اک دن سعید و نیکو
مگر مسیّر حضرت والا کی صحبت ہو گئی
ایسے آقا سے کبھی شاید محبت ہو گئی
اُن کو کیا حاصل مگر خادم کی عزت ہو گئی

آپ کی ذرّہ نوازی وجہ بہجت ہو گئی
صد سپاس صد تشکر دل کو راحت ہو گئی

آپ کے لطف و کرم کا میں بہت ممنون ہوں
یہ عرصہ بس دُعا کی التجا پر ختم ہے
شاگردِ عاصی کی گردن زیرِ پست ہو گئی
جو ممت سائے دلی تھی عرضِ خدمت ہو گئی

بھائیوں سے اور آپا جان سے میرا سلام
اُن سے بھی جن کا لکھا کرتا تھا میں ہر خط میں نام

حضرت والا نے اس عرصہ کا جواب باظہارِ مسرت دیا اور حسبِ عادت اہلِ دات و

بیت افزائی سے نوازا

پندرہ اصلاحی نمونے پیرا لانا ہے موصوف کے خطوط سے چند اصلاحی نمونے اور پیش کئے
جاتے ہیں۔

اغلاط _____ اصلاح

آپ کے غلات سے

غلالت یعنی مرض غلط ہے (غلالت مونث ہے)

میرے اندر تقویت پیدا فرمادیں

۱ قوت

ایک جوارش دیا ہے

۲ جوارش دی ہے - جوارش مونث ہے

پچھلے چوں استغنیٰ

۳ جوں جوں استغنا

۴ نسبت

نزلادی کیفیت

۵ نزولی، نزلی

بہت سی باتیں غیر ضروری تحریر کر دیا:

۶ کر دیں - اردو کا لحاظ رکھا کریں -

حاصل یہ ہے کہ آپ اصلاح حال بھی فرماتے اور اصلاحِ نال بھی اور زیر کی صحت کا بھی

ایک والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں - کہ

”علامہ سیلاب نے اپنی مشہور نظم ”موعدِ اعظم“ میں ”اعوذ باللہ“ تحریر فرمایا ہے

اغلاط یہ سہ ہے - اسی نظم میں ایک جگہ ہے ”سرسشتا“ یہ بھی شیخ نہیں معلوم ہوتا - اس

ترکیب سے صرف عربی الفاظ آتے ہیں جیسے عقلاً، نقلاً، وقتاً فوقتاً، فطرۃً، نسبتہ
 قیمتہ وغیرہ فارسی، اردو اور دوسری زبانوں کے الفاظ میں یہ ترکیب ہاں ہی نہیں ہوتی
 اور سرشت فارسی لفظ ہے جس طرح عقلاً اور وقتاً فوقتاً کی جگہ خرد آ اور ہنگامتا ہنگام
 غلط ہے بالکل اسی طرح "فطرۃ" کی بجائے سرشتاً غلط ہے۔ یہ دونوں باتیں میں نے حافظ
 کی مدد سے لکھی ہیں۔ مدت ہوئی جب اس نظم کے دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا اس وقت تو بہت
 سے امور موضوع نظم کے متعلق قلب میں کھٹکے تھے جو موضوع نظم کے متعلق دلائل و براہین
 کی روشنی میں اب تک سخت کی گئی تھی وہی عقیدہ ہے جو ایک قدیم سند کھٹکے ملا کا ہونا
 چاہیے۔ یکم جولائی ۱۹۴۷ء کے رسالہ آجکل میں ایسے حزیں صاحب شیا لکھوٹی کی
 دو غزلیں شائع ہوئی ہیں بمقطع میں ارشاد فرماتے ہیں ۵

نگاہِ عشق رہتی ہے ایسے امروز و سہرہ

محبت کے لغت میں دوش ہے تلوین پارینہ

غالباً تقویم پارینہ کی نسخ شدہ شکل ہے۔ بہت ممکن ہے کاتب صاحب کی
 عنایت ہو۔ کسی صاحب کا شعر ہے ۵

لہ ہر روز راہِ محبت کا خدا حافظ ہے

اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

اور ضحار کے کلام میں بھی "سہر و راہِ اخلاق" دیکھا گیا ہے۔ مجھے اس پر اشکال ہے
 کیونکہ لفظ "راہ" بلاوجہ مکرر ہو جاتا ہے۔ اس کی اردو نثر یہ ہوتی کہ اے محبت کے
 راستے کے راستہ چلنے والے، میرے خیال میں "راہ" کے ساتھ اگر وزن پورا کرنے
 کے لئے "سہر و" کی ضرورت ہو تو "سالک" لکھنا چاہئے۔ جناب کی رائے گرامر پر کار ہے
 (از مکتوب نمبر ۹)

حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ برکت، حرکت، عظمت کی راہ اور ظار کو فتح کے
 ساتھ پڑھنا صحیح ہے سکون کے ساتھ غلط ہے۔ اسی طرح موقع کے قات اور لفظ مقید
 کے عدا کو بالکسر پڑھنا اور بولنا چاہئے نہ کہ بالفتح۔ نیز فرماتے تھے کہ لفظ "جہالت" میں
 جیم پر فتح ہے بالکسر بولنا جہالت ہے۔ اسی طرح شکوہ ہا کے ساتھ لکھنا غلط ہے لفظ شکوی
 الف مقصورہ کے ساتھ ہے وغیرہ وغیرہ

ایک مکتوب میں ارشاد ہے کہ :-

”اولاً سال نو کی مبارکباد پیش کرتا ہوں، پر در دگارِ عالم جناب کو اور جناب کے جہدِ مستقلین کو تمام بلیات سے محفوظ و مضمون رکھے۔ میں نے لفظِ مصنون کو قصداً بلا ہمزہ لکھوایا ہے کیونکہ ”مصنون“ ہمزہ کے ساتھ بالکل غلط ہے (مکتوب نمبر ۱۳)

طائف و ظرافت :- ہمہ وقت مصروفیت، گونا گوں مشاغل اور ہر آن ذکر و فکر میں اسحاق کے باوجود خندہ پیشانی، نکتہ گوئی، بذلہ سنجی آپ کی عادتِ ثانیہ و فطرتِ ثابتہ تھی۔ آپ مجلس و مراسلت میں مخاطب کی رعایت سے اس کے مزاج و طبیعت اور استعداد و بلیات کے لحاظ سے خطاب فرماتے۔ آپ کی گفتگو و تحریر دونوں پہلوؤں میں عبرت و نصیحت، علم و معرفت، سنجیدگی و سلاست اور طراوت و فصاحت کے ساتھ ساتھ خوش طبعی و ظرافت کی نمکینی اور کیف و فرحت کی چاشنی بھی ہوتی تھی، آپ جو کچھ بھی لکھتے یا پڑھتے اسکو پہلے عقل و شرع کی میزان میں تولتے تھے۔ آپ بظرافت اور خوش مزاجی کے انداز میں بڑے بڑے حقائق و اسرار سے مخاطب کو مالا مال فرماتے۔ کیف آفرین و نشاط انگیز گفتگو کے ذریعہ آپ اپنے ہم نشینوں کے دلوں کو موہ لیتے اور اس کو سفید ہدایات قبول کر لینے کے لئے آمادہ فرما لیتے تھے۔ ذیل میں ہم اس کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔ اولاً آپ کا ایک مکتوب گرامی الملاحظہ کیجئے جو آپ کے ذوق و افتادِ طبع کا آئینہ دار ہے۔

سلامے ہجو آپ زندگانی سلامے خوشتر از عہد جوانی
سلامے چوں نوید شادمانی سلامے چوں امید کارمانی

عافیت خواہ مزاجِ سامی کو بحمدہ تعالیٰ اب وہ عافیت حاصل ہے جو اس خاص زمانہ اور مخصوص ماحول میں حاصل ہو سکتی ہے، میں ایک پرآگندہ حال قوم کا فرد ہونے کے بجائے خندہ مستقل طور پر منشر الخیال، پرآگندہ دل اور پریشان روزگار انسان ہوں اس لئے لازمی طور پر سرسبز لہجہ کے اجراءِ باہم مرتبط نہ ہونے چاہئیں۔ امید ہے کہ میری اس کمزوری پر نظر نہیں فرمائی جائے گی معمولی مناسبت سے مرزا غالب کا یہ شعر یاد آگیا ہے

وہ مری چہیں حبیب سے غم پہناں سمجھا

رازِ مکتوب بے رطلی عنوان سمجھا

عنوان کے لفظ سے حسرتِ صاحب کا مطلع بھی زبانِ تسلیم پر آگیا ہے

شکوہ جو جو ہم سے کسی عنوان نہ ہوا

حشر میں بھی وہ حفا کا رشتہاں نہ ہوا

اڈل تو مجھے تہذیب سے بہکنے کی عادت ہے اور اس عریضہ میں خصوصیت مخاطب کی وجہ سے زیادہ بہک رہا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ محظوظ الرجال میں مخاطب صحیح کا ملنا عقلمند مغرب سے کم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب مجھے کوئی مخاطب صحیح مل جاتا ہے تو میں اس کو عموماً زبانِ قسمل سے کافی پریشان کرنے کی کاپیا بشش کرتا ہوں۔ مجھے جناب کے علمی ذوق سے بجا طور پر قری امید ہے کہ لکھنؤ کے قیام سے علومِ عربیہ کی کتبیں میں بیش از بیش فائدہ اٹھا رہے ہوں گے۔ (مکتوب نمبر ۳)

(۱) "گلستاں کے بابِ پنجم میں شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے ایک حکایت کا آغاز ان الفاظ میں کیا ہے۔ "یاد دارم کہ در ایام جوانی چنانکہ افتد و جان گذرد و دامن کوئے و نظر بر روئے" حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ فرماتے تھے کہ بعض ایرانی نژاد اس عبارت کو پڑھ پڑھ کر وجد کرتے اور جھومتے تھے۔

آن محترم یقین فرمائیں کہ تقریباً تمام والا نامہ نے یہی وجد آور اور مسحور کن کیفیت پیدا فرمائی میرے لئے اب صرف یہ چارہ کار رہ جاتا ہے کہ جناب ہی کے الفاظ کا اعادہ کروں غالباً اس موقع پر مندرجہ ذیل واقعات کا اجمالی تذکرہ بے محل نہ ہو گا۔

سہارنپور کے ایک بزمِ مشاعرہ میں جو نواب عادل خان صاحب کے یہاں اب سے کم و بیش پچیس سال قبل منعقد ہوئی تھی بد قسمتی سے احقر بھی شریک ہوا تھا۔ دو پارٹیاں ہر دو آزمائشیں کھلم کھلا ایک دوسرے پر حملے اور چوٹیں پور ہی تھیں بے تکلف نامیزوں فقرے کے جارہے تھے کہ ایک صاحب نے اسی ہنگامہ کارزار میں یہ مصرع پڑھا۔

پڑھنے کا جب مرہ ہے کہ اپنا کلام ہو

دوسری پارٹی کے ایک کسی قدر سنجیدہ فرد نے مخصوص لمبے میں اور خاص جنبشِ حشم و ابرو کے ساتھ اسی مصرع کا اعادہ کر دیا۔ کہ جی ہاں "پڑھنے کا جب مرہ ہے کہ اپنا کلام ہو۔"

۱۶۷۲ء کا نہ بھون میں ایک مرتبہ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب تشریف فرما تھے ہم لگ آن کو عام طور پر "خواجہ صاحب" "خواجہ صاحب" کہا کرتے تھے ان کے ایک بہت بے تکلف دوست ایک خاص جمع میں ان کو ان لفظوں سے خطاب کیا "خواجہ صاحب" "خواجہ صاحب"

راجہ صاحب نے بیاختہ فرمایا "الف کہاں کھائے" یہ آخری واقعہ محض حاضر جوابی اور کھانا بھون کی مناسبت سے نقل کر دیا گیا۔

(۳) جناب نے جگر صاحب کے تذکرہ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے: "اکثر فرماتے ہیں سیری زندگی مسلسل بد عمل اور بے عملی میں اتنی زیادہ بسر ہوئی ہے کہ کوئی مستقل طور پر نہیں سکتا، جگر صاحب کا یہ قول اُن کے ایک اچھے اور مستحسن ملاحظیوں والے ان ہونے کا ثبوت ہے مگر باوجود اس کے مجھے موصوف کی یاس و قنوط سے اختلاف ہے جس شخص کے احساسات اس قدر بیدار ہوں اور وہ قدرت کی تربیت و ادا سے مایوس ہو جائے سمجھنے والی بات نہیں۔ میں دعویٰ سے عرض کرتا ہوں کہ جگر صاحب نہ صرف یہ کہ ہر کام مستقل طور پر انجام دے سکتے ہیں بلکہ قابل تقلید طریقہ پر با حسن و جوہ ایک مثال ائمہ فرما سکتے ہیں۔"

وہ کوئی نسا عقدہ ہے جو داہو نہیں سکتا سمجھ کرے ان تو کیا ہو نہیں سکتا
بہر کارے کہ سمجھتے بستہ گرد اگر خارے بولگندہ گرد

عشق کی دشواریوں نے کر دیا کمال مجھے

اب کوئی مشکل نظر آتی نہیں مشکل مجھے

یہ شعر میرا ہی کہا ہوا ہے۔ جگر صاحب اس کا رد انکار نہیں فرما سکتے کہ ان میں استقلال کا کافی مادہ ہے ورنہ بقول ان کے مسلسل بے عملی کیسے استقلال بننا استقلال کی ایک دوسری جانب موڑ دیں صرف اتنا کام کیا مشکل ہے "دل پادشہ" کی حاجت ہے ہاں غالباً دہنی تربیت و تصور کے ساتھ ساتھ ایسی صحبت کی بھی قدر ہے ضرورت ہے جس میں استقلال مطلب عملاً ہو مجھے احساس ہے کہ ان الفاظ کی نگارش میں اپنے حدود سے بڑھ گیا ہوں۔ معاف فرمایا جائے مگر میرے اخلاص و صدق نیت پر کوئی شبہ نہ کیا جائے۔

اب سلسلہ تفریحات لکھتا ہوں، کسی رسالہ میں فارسی کا یہ شعر نظر سے گذرا۔

یا رم بجانہ آمد و حجام شرب غیبت

در حیرت کہ صبح دید آفتاب نیت

مجھے اچھا معلوم ہوا جناب کی ضیافت طبع کے لئے لکھا گیا ہے اس سلسلہ میں تین شعر ذکر لکھتا ہوں جو مجھ کو نہ معلوم کب سے یاد ہیں۔

آں شترخ شترخ جامہ سوار سمند شد
یاراں حذر کنند کہ آتش بلند شد

لا اعلم

بگوئے اس لئے مندر ہے ہیں مسیگر مدفن پر
کہ یہ دھبہ بھی کیوں باقی رہے صحرائے دامن پر
(مدرت میرٹھی)

یہ بھی واقعہ ہے جگر ہو گیا روئیم
یہ بھی ہے سچ کہ ان کی نظر کھنی چھری نہ کھنی
(مدرت)

مجھے ان چاروں شعروں میں شعر اول نسبت بہتر معلوم ہوتا ہے (از مکتوب)

(۵) سردی تو گویا شباب پر آگئی، یہ لکھوائے وقت ادھر میری زبان پر لفظ سردی آیا
ادھر جناب کے آفتاب روئے لطیف کا خیال آگیا اور اس سلسلہ میں کئی لطیفے یاد آئے۔ کم و بیش
پندرہ سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ ایک صاحب نے داد طلب لہجے میں مجھ سے فرمایا کہ آج ثابت
ہو کہ جناب جامی کا لئے کھتے میں نے سادگی سے عرض کیا کہ کیا کسی تاریخ میں لکھا ہے؟ فرمایا کہ
ان کے ایک شعر سے معلوم ہوتا ہے۔

پُرسبی کہ کرا خواہم از خیل بتاں جامی
چشتے است مرا آخر غیر از تو کرا خواہم

دیکھیے "چشتے است" فرمایا ہے جس میں یائے وحدت ہے، لہذا معلوم ہوا کہ وہ یک چم
کھتے ہیں۔ یہ سن کر ان کی شان میں شرمیں ایک معقول سا تنقید پڑھا۔ (از مکتوب نمبر ۱۳)

۵ سہارن پور میں موسم سرد ماکھی کبھی شدت اختیار کر لیتا ہے اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ ایک
ذی علم و فکر بزرگ نے چھ فارسی کا ایک شعر سنایا افیس کہ اس وقت پہلا مصرع بالکل بھول رہا ہوں مگر اس کا
مفہوم یہ تھا کہ سردی کی شدت کو دو چیزیں دور کر دیتی ہیں یعنی (مصرع ثانی) یا روئے آفتاب یا آفتاب روئے
میں نے غرضاً عرض کیا کہ اس مصرع میں "آفتاب روئے" بہت معنی خیز ترکیب ہے اس سے کھلی ہوئی مراد تو "نگار
آفتاب روئے" لیکن اس کے علاوہ قارئین زمانہ میں ایک قسم کی گول آفتاب نما "انگیتھی" ایران میں
بہت مستعمل تھی اور اس کو "آفتاب روئے" کہتے تھے۔ اُنھوں نے بہت حیرت کا اظہار کیا اور فرمایا "واقعی
یہ تحقیقی میرے علم میں نہ تھی" میں نے یہ لطیفہ مولانا کو بھی سنایا کھتا اور پھر لکھ کر بھی بھیجا تھا۔
(مکتوب نمبر ۱۴، لکھنؤ)

(۶) میں نے ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت سرلانا تھانویؒ سے سنا تھا کہ ایک صاحب
نسی رئیس کے دروازے پر زنجیر ملائی، ملازم باہر آیا اور نام پوچھ کر اندر چلا گیا، آتے
یا منت کیا، کون صاحب میں؟ جواب دیا "عبد اللہ" آتے کہا "بندہ خدا عبد اللہ بھی کہیں نام
نہی ہے؟" عبد اللہ کہا ہو گا۔ ظریف اور بذلہ سنج ملازم نے کہا "بٹیک اس نے تو عبد اللہ ہی کہا ہو گا
اس کی عین (آنکھ) نقطہ دار ہے اس لئے میں نے صحیح تلفظ کیا۔ (بیچارے کی آنکھ میں پھول تھا)
(مکتوب نمبر ۲۸)

(۷) اب سے کم و بیش ۲۵ سال پیش مجھ کو پٹنہ عظیم آباد جانے کا اتفاق ہوا (دہلی عظیم آباد
کے متعلق مرزا دانع نے فرمایا ہے عظیم آباد میں ہم منتظر سادان کے بیٹھے ہیں۔
جناب امیر لکھنوی نے بھی دانع کی اس غزل کی تعریف کی ہے) مفتی امیر احمد صاحب
بر میرے جد اعلیٰ جناب مفتی سعد اللہ صاحب کے علیم عربیہ میں تلمیذ تھے، مجھ کو اس تلمیذ کی خبر
بجلیں نے حیدر آباد میں دی تھی، کیا عرض کروں کہ جلیل صاحب کس قماش کے آدمی تھے۔
یقیناً ایک فرشتہ صورت، فرشتہ سیرت انسان تھے۔ عموماً حیدر آباد کے حضرات جلیل صاحب
(حافظ صاحب کے لفظ سے یاد کرتے تھے۔ حافظ صاحب اور امیر صاحب کے عبا جبرادے
بیٹے مینائی صاحب مرحوم مجھ سے ایسی ذائع کے ساتھ پیش آتے تھے کہ میں باوجود دھارملا
مطلوب مدت گزر جانے کے اس کو فراموش نہ کر سکا۔ ان دونوں بزرگوں کے طرز عمل
مجھ کو معلوم ہوا کہ متقدمین اپنے اساتذہ، آباء اور ان کے متعلقین سے کس قسم کا
رفقہ معاملہ کیا کرتے تھے۔ (افسوس کہ میں موضوع سے دُور نکل گیا) عظیم آباد کے متعلق
رہتا کہ وہاں پر میسر والد کے ایک دوست (سدا سہاگن) درویش "پیری" نام
میرا نے تعلیم یافتہ منشی قسم کے آدمی تھے۔ غالباً کچھ انگریزی بھی جانتے تھے۔ ان درویش
صاحب نے ازراہ خلوص یا امتحاناً مجھ کو اپنی قیام گاہ پر بلانا چاہا جو شرعی حیثیت سے
بے اعتراض اور اخلاقی حیثیت سے ناپسندیدہ تھی۔ میں نے ادب اور تہذیب سے معذرت
نہیں کو فرار ہو سکی سے بلا پس و پیش قبول فرمایا۔ ان بزرگ نے میری استعداد کا باز
کر بہت سے فارسی کے آسان اشعار سنائے اور موقع موقع کچھ تصوف کے نکات بھی بیان فرمائے
سدا سہاگن یا سدا سہاگن فقیر ہیں اس جماعت کا نام ہے جو اپنے آپ کو خدا کی بیویاں کہتے
اسی لئے وہ لوگ زمانہ بناس اور چڑیاں پہنتے ہیں اور اپنے نام بھی اکی اغاز کے رکھ لیتے۔ جیسے بیاری ریغہ

بیان فرماتے۔ "فردرویش بہ جان درویش" میں اُن کے نکات سنتا تھا اور کبھی جا بے جا سرکھی ہلا دیتا تھا، اگر بہت سے استعارہ اور اُن کے نکات فراموش کر چکا ہوں۔ لیکن ایک شعر اور اس کا نکتہ اب تک دماغ میں محفوظ ہے۔ فرمایا تھا، "کر بیا" کا دوسرا شعر ہے ۵

نکد اریکیم غیبہ از تو فریاد رس
توئی عاصیاں را خطا بخش بس

کر بیا کے متعلق دلائل کی روشنی میں میری رائے یہ ہے کہ یہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ کی تصنیف نہیں ہے، اچھ سے اس شعر کا مطلب دریافت فرمایا۔ میں نے جو کچھ جانتا تھا بے تکلف عرض کر دیا۔ فرمایا نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ گناہگاروں کے لئے خدا خطا بخش ہے۔ اور بنی جلی اللہ علیہ وسلم۔ میں تو بلا سب سمجھے ہی آئنا وعدہ قنا کہنے کے لئے تیار تھا مگر جناب مدد رح نے میری بے مالگی پر نظر فرما کر خود ہی اس کی وجہ بیان فرمائی کہ دیکھ بس کے عار و سحاب جہل با شٹھ پر اور "بنی" کے بھی با شٹھ ہی عار و ہیں، لہذا ثابت ہو گیا کہ خدا اور بنی دونوں خطا بخش ہیں۔ (عماد سعد اللہ (از مکتوب نمبر ۱۱)

(۸) مخلصانہ مگر نہ جہان شوق سلام سنون قبول فرمائیے۔ منوچہری نے اپنے استاد غنصری کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا ہے اس کا ایک شعر ہے ۵
شعر او چو طبع او ہم بے تکلف ہم بدیع
طبع او چو شعر او ہم بالادت، ہم حسن
میں معمولی تصرف کے ساتھ جناب سے لئے نقل کرتا ہوں ۵
شعر تکیں مثلی طبعش بے تکلف ہم بدیع
طبع تکیں مثلی شعرش بالادت ہم حسن
یہ چار سطر تو بطور حجابہ معترضہ تھیں اب گزشتہ سے پیوستہ مصنون اعلان کرتا ہوں
مشہور شعر ہے ۵

روزِ محشر کہ جاں گداز بود اولیں پریشی نماز بود
ایک محقق ارشاد فرماتے تھے کہ یہ بار پر س ہوگی کہ نماز کیوں پڑھی تھی۔ (مکتوب نمبر ۱۲)
(۹) کھانا بھون میں ایک بزرگ تھے حضرت حافظ ضامن صاحب جہوں نے ہنگامہ غدر
میں جامع شہادت نوش فرمایا اب تک کھانا بھون میں اُن کا مزار مزاج خواص و عوام ہے

بھوں نے کھانا کھین کے ایک بے نمازی نوجوان کو نصیحت فرمائی کہ "بھائی نماز پڑھا
 دے! اس نے ادب سے عرض کیا "حضرت میرے بھائی صاحب پڑھتے ہیں،" حضرت نے
 فرمایا کہ "بھائی اُن کے نماز پڑھنے سے تم کو کیا فائدہ؟ نوجوان نے جو آجبا عرض کیا تو
 میرے نماز پڑھنے سے حضرت کا کیا نقصان؟

(۱۰) مشہور ہے کہ ایک محقق صاحب کے دوست کی لڑائی کسی دوسرے شخص سے
 ہو رہی تھی، دوست مقابلہ میں پہلے ہی سے کچھ کمزور تھا، اس پر محقق صاحب نے یہ ستم دیکھا یا
 سہم کر اس کے ہاتھ پکڑ لئے، لوگوں کی باز پرس پر محقق صاحب نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ
 میں نے حضرت سعدیؒ کی نصیحت پر عمل کیا تھا یعنی

دوست آں باشت کہ گیرد دوستِ دوست
 در پریشاں حالی و در ماندگی

(۱۱) مرزا غالب کا شعر ہے

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
 کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

ایک صاحب کی تحقیق ہے کہ مرزا صاحب نے تاریخی واقعہ نظم فرمایا ہے اور یہ انگریزوں
 کی دہلی میں آمد سے متعلق ہے، مطلب یہ ہے کہ افسوس ہے ایسے قدم ہمارے گھر میں آئیں
 ہمارا شہد پو تر گھر (یہ اُنھیں کے لفظ ہیں) اور کہاں یہ منہوس قدم۔

(۱۲) مرزا داغ کا ایک شعر ہے

ستم ہی کرنا حقا ہی کرنا، نگاہِ اُلفت کبھی نہ کرنا

مہتیں قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نہ کرنا
 ایک معاصیہ ذوق نے فرمایا کہ اس شعر میں دو خرابیاں ہیں ایک تو یہ کہ، پنے سر کی قسم دی حالانکہ
 یہ کہنا چاہئے تھا۔ ع

مہتیں قسم ہے، عدد کے سر کی ہمارے حق میں کمی نہ کرنا
 اور دوسری یہ کہ اس شعر کے اخیر میں لفظ "گمینہ" پیدا ہو جاتا ہے۔ (اد مکتوب نمبر ۱۲)

(۱۳) مرزا غالب نے فرمایا کہ بہت خوب فرمایا ہے

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے تو یہ ہائے اس زد و پشیاں کا پشیاں ہونا

کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ مردِ غالب کا مذکورہ بالا شعر میر کے مندرجہ ذیل مقطع سے ماخوذ ہے۔
 بعد مرنے کے مری قبر پہ آیا وہ میر
 یاد آئی مرنے علی کو دوزا میر سے بعد
 ایک منطقی صاحب نے غالب کے شعر کے متعلق فرمایا تھا کہ غالب کو یوں کہنا چاہئے تھا۔
 کی مرے قتل سے قبل اُس نے جفا سے تو یہ
 ہائے اس دودشیاں کالیشیاں بیونا
 اور تو جہ یہ فرمائی تھی کہ غالب کے شعر میں معشوق پر ہیجا طعن و تشنیع ہے انصاف نے قتل پر اظہار
 افسوس سمجھ حالانکہ دونوں باتیں عاشق کی شان کے خلاف ہیں۔ نیز "اُن پیلر" بھی ہے کہ
 قتل ہونے کے بعد بول رہے ہیں۔ اب اصلاحی تقریر کے بعد نہ صرف یہ کہ دونوں سقم دور ہو گئے
 بلکہ مٹنا و شوق قتل کا بھی اظہار ہو گیا۔ محمد اسعد اللہ (از مکتوب نمبر ۱۳)

(۱۴) تسکینِ مصائب لکھتے ہیں کہ مولوی انعام الرحمن صاحب نے جو ان خطوط کے کاتب ہیں
 دفتر کی طرف کو کچھ اس طرح لکھا تھا کہ میں نے اس کو دختر پڑھا۔ عبارت شاید کچھ اس طرح تھی
 کہ خدا کا شکر ہے کہ میں دفتر کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گیا۔ بہر حال یہ بات میرے
 حافظہ و ذہن سے نکل گئی کہ جناب مولانا در سہ کے دفتر کا تذکرہ کئی خط و ازبک فرمایا ہے
 ہیں اور میں نے قلم برداشتہ جناب مولانا کی خدمت میں "دختر کے عقد مناکحت کی تہنیت
 پیش کر دی کہ سب سے پہلے نذر چینی کی تقریب عقد بردی مبارکباد پیش کرے تاہم اگرچہ جو
 اولاد سے محروم ہوں۔ لیکن زمانہ حاضریہ میں والدین کی مشکلات بے پایاں کا دلی احساس
 رکھتا ہوں۔

اس خط کو اجتماعِ اعدا و افراد آپڑھا گیا لیکن تہنیت کا مسئلہ سمجھ میں نہ آسکا کوئی کہتا کہ
 سہارنپور کا کوئی شاعر مزاج مل گیا ہو گا۔ "زیب داستاں" کیلئے اپنی طرف سے یہ بڑھا دیا گیا
 یہ بھی خیال ہوا کہ مذاق میں سہارن پور سے کسی نامعقول نے یہ لطیفہ پیدا کرنے کے لئے
 غلط مجبزی کی ہوگی۔ غرض یہ ہے کہ حضرت والا نے جو ابا لکھوایا کہ "جناب حاجی تسکین صاحب
 میرے یہاں کوئی لڑکی نہیں اور نہ میں کسی کے عقد سے فخر نہ ہوا ہوں۔ بہر حال جناب
 کی مبارکباد کا دل سے شکر گزار ہوں کیونکہ اس سے قلبی اتصال اور روحانی تعلق
 کا اظہار ہوتا ہے۔" تسکین صاحب فرماتے ہیں کہ بھر جب اصل غلط فہمی کا مجھے علم ہوا

محنت نداشت ہوئی۔ اس احساسِ ندامت کو رفع کرنے کے لئے جناب مولانا نے کئی دلچسپ قلمی مہمیں کرائیں۔

اس کے بعد ایک مکتوب نمبر ۱۸ میں ہے کہ

”آج کی ڈاک میں جناب والا کا صحیفہ گرامی امتیازی حیثیت سے نمایاں تھا۔ بعد اشتیاق کھولا گیا، بیک ایک اپنے کارڈ پر نظر پڑی، میں نے فوراً کہا کہ اس کارڈ پر مبارکباد عقد کی بنیادیں قائم ہوئی ہوں گی۔ مولوی الطاف نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ (سکین صاحب نے دفتر) دفتر پڑھا ہے اور واقعی یہ ”دفتر اگر“ دفتر ”ہیں تو دفتر نما ضرور ہے“ اس کے بعد الانا نامہ کو یاد از بلند پڑھا شروع کیا، ہر فقرہ کو دو دو تین تین مرتبہ پڑھتے تھے اور بقدرِ ذوق نظر اٹھاتے تھے۔ واقعہ کی مخصوص نوعیت نے ہماری سنجیدگی کو اولاً ایک معنی خیز قسم میں تبدیل کر دیا پھر بلند بانگ مہمیں لگیں۔ مجھے جناب کی اس رائے سے کامل اتفاق ہے کہ ”یہ بات اب مستحقِ لطیفہ بن چکی ہے اور اس کو بھی اسی سلسلہ لطائف و ظرائف میں شامل کر لیا جائے۔“

(۱۵) لفظ تبسم کی مناسبت سے مجھے یاد آیا کہ کسی جگہ قاضی عبداللہی نے اپنی کتاب دستور العلماء میں یہ شعر نقل کیا ہے

برمی رخنے بشکر خندہ قتل عالم کرد

بکشمش کہ مرا ہم بکشم تبسم کرد

اصل شعر غالباً اس طرح ہو گا۔

برمی رخنے بشکر خندہ قتل مردم کرد

بکشمش کہ مرا ہم بکشم تبسم کرد

میں سمجھتا ہوں کہ اس شعر کے دو مطلب ہیں اور شاعر نے دو نوز مراد لئے ہیں (۱) مرا ہم بکشم کی درخواست اس برمی رخنے قتل کرنے اور غوراً تبسم سے جس کو مصرعہ اولیٰ میں ”بشکر خندہ“ کہا ہے قتل کر دیا۔ (۲) مرا ہم بکشم کی درخواست ٹھکرا دی گئی اور لبوں پر تحقیر آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی کہ سچاں اللہ! آپ بھی قتل ہونگے ۹-۵

ناز پرورد قہر نہ برد راء بدو سنت

عاشق شیوہ گردان بلاکش باشد

میں جناب کو عرضینہ لکھتے ہوئے کسی طرح موضوع کی پابندی نہیں کر سکتا۔ افسانہ
 ز افسانہ می خیزد یا کامصداق ہو جاتا ہے۔ محمد اسحاق رشیدی (مکتوب نمبر ۱۱)
 اس سلسلہ میں جناب مولانا نے میری تالیف قلب اور احساسِ بندہ پر
 کرنے کے لئے سہو و تسلیان اور قلمی و زبانی تحریکات کے چند ذیل کے پر لطف واقعات
 قلم بند فرمائے۔ (حکیم)

(۱۷) چند سال کی بات ہے کہ سیتاپور (ادو) میں ایک محکم دوست نے تحریر فرمایا
 تھا کہ "چیدہ سے پیشین گوئی ہے" میں نے صغیر لبراز و عجلت کی وجہ پیش کو پیش پڑھا اور ان
 کو عبادت نامہ لکھنا شروع کر دیا جب آدھا خط لکھ چکا تو پھر غور سے ممدوح کی تحریر
 دیکھی اور اپنی غلطی پر متنبہ ہوا البقیہ خط میں اصل واقعہ لکھ کر معذرت کی۔ موصوف نے بھی میری سخت
 مٹانے کو تحریر فرمایا۔ "میں اپنی بدخطی کے لئے دوستوں میں بدنام ہوں"

(۱۸) ایک مرتبہ مجھ سے ایک دوست نے جو انگریزی تعلیم یافتہ ہیں، فارسی داں ہیں
 اور مذاقِ شعری بھی رکھتے ہیں حسنِ ظن کی بنا پر دریافت فرمایا کہ مولانا "پیارے" کے کیا معنی
 ہیں، میں نے لاعلمی ظاہر کی اور وہ عبارت دیکھ کر چاہی جہاں یہ لفظ استعمال ہوا تھا۔ انہوں نے
 مجھ کو یہ سفر نہ دکھایا "پیارے الفت میں تدبیر نظر آئی"

(۱۸) حضرت مولانا کھانوی نے اپنے زمانہ امرتسر میں ایک خط کسی دوسرے صاحب
 سے لکھوایا خط میں یہ جملہ بھی تھا کہ "ہمت کی ضرورت ہے" چنانچہ انہوں نے حضرت کو لکھا
 کہ میں بیعت کے لئے تیار ہوں۔ حضرت کو یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی کیونکہ حضرت کے یہاں
 بیعت کے معاملہ میں بہت تنگی تھی۔ درحقیقت بھی یہ مشکل منظور ہوئی تھی چہ جائیکہ خود کسی
 کو مشورہ دیا جائے، پھر اصل خط کو دیکھ کر واقعہ سمجھ میں آیا۔ (از مکتوب نمبر ۳)
 (۱۹) آج کا یہ غرض صرف تفریح و طبع کشی کے لئے وقف ہے۔ ایک مرتبہ جناب کو
 فیضی کا یہ شعر لکھا تھا

اے سفر کردہ کہ از خاطرِ مامی گزری

بیچ دانی کہ کجائی و کجی گزری

جناب نے اور جسک صاحب نے اس کو بہت پسند فرمایا کفار مولانا ابوالکلام آزاد نے
 "کاروانِ خیال" میں اسی مضمون کا فیضی کا یہ مطلع نقل کیا ہے

اے ہم نفعانِ محفلِ ما
 رفیقِ دلی نہ از دلِ ما
 مجھ کو سفر کے متعلق عصابِ تنہا یہ شعر بہت پسند ہے ۵
 جائے مٹی رومی کہ دل بدگلانِ ما . تا باز گشتن تو بعدِ عبا مٹی رود
 عصاب کا ایک دوسرا شعر بھی ملاحظہ فرمائیے ۵

خود رہا شگفتہ دارِ بہر حال تے کہ بہت

خونے کہ میخوری بدل روزگار کن

سفر کے متعلق مجھ کو ایک اور شعر یاد آیا ۵

چو عذم سفر کردی رفتی زبرِ ما

بستی کمرِ خویش و شکستی کمرِ ما

آتشکدہ کے متعلق آرزوئے یہ شعر لکھا ہے ۵

بہ ماجز عشقِ بیخوایاں سینہِ اوخت

نہا اسکی دیدِ استاذِ ما را

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے "کتبخۃ اثنا عشریہ" میں ایک موقع پر تحریر فرمایا ہے ۵

روحِ پدرِ مشاو کہ می گفت بہ استاد

فرزندِ مرا عشقِ بیاموز، دگر ہیچ

حافظ صاحب فرماتے ہیں ۵

ما فی سکرِ روزِ دارا نہ خواندہ ایم

از باہجِ حکایتِ مہر و وفا مہرِ س

۵ اور کہتا ہے ۵

ماہرِ حبِ خواندہ ایم فراموشِ کردہ ایم

الّا حدیثِ یار کہ تکرار می کنیم !

گمانِ غالب ہے کہ جنابِ والا اس نظریلِ لاطائل سے مزور اکتانگے کہوں گے مگر

۵ انصاف اس کا الزام صرف مجھ پر عائد نہیں ہوتا - ۵

اس میں کچھ شبہِ خوبی اخلاق ہے

غالبؔ جناب کو یاد ہو گا کہ ۱۹۲۸ء کے اوائل میں میں نے لکھا تھا کہ اس زمانہ قحط الرجال میں اگر مجھ کو کوئی مخاطب صحیح مل جاتا تو میں تقریر اور تحریر اپنی پُرگوئی سے پریشان کر دیتا ہوں۔ ۱۹۳۸ء کے آغاز میں دعویٰ کیا تھا اور ۱۹۳۹ء کی ابتدا میں اس کا مکمل ثبوت بہم پہنچا رہا ہوں۔ معذرت خواہ ہوں لیکن باوجود اس احساس کے میرا نفس اس پر راضی نہیں ہے کہ میں جلد اس جاذبِ توجہ گرامی سلسلہ کو منقطع کر دوں۔ (۲۰) جناب نے لکھا ہے کہ آج مشاعرہ ہے اور جگر صاحب آئے دالے ہیں اور ان کے دوران قیام میرا ہر پرہیز و گرام ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے جناب کی جگر صاحبؔ کا لہانہ دل بستی کا پتہ چلتا ہے اس قسم کے بہترین اور شریف ترین تعلقات طرفین کے کمال و خاموشی کی روشن دلیل ہیں۔ اگر میں ان استیلاوی تعلقات پر رشک کرتا تو غالبؔ قابلِ ملامت نہیں کہہ سکتا۔ میں طریقین کی خدمت میں تہنیت پیش کرتا ہوں۔ صدیقِ صدوق (سچا دوست) دنیا میں ایک ایسی نعمت ہے کہ کم از کم میرے خیال میں تو اس وقت اس سے بہتر کوئی دوسری شے نہیں ہے لَعَلَّ اللہَ یُحْدِثُ لَیْلًا ذٰلِکَ اَھْلًا۔ (ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی دوسری صورت پیدا فرمادیں۔)

لفظ "تہنیت" پر مجھ کو رنگون کا ایک لطیف یاد آیا کہ جب رنگون میں اردو اخبارات کی ابتدا ہوئی تو ایک بزرگ اخبار نویس نے عید کے موقع پر "تعریت کو تہنیت" کے معنی میں سمجھ کر چلی حروف میں "عید کی تعریٹ" کا عنوان قائم کیا تھا۔ (محمد اسعد اللہ (مکتوب نمبر ۱۲۱) اس وقت آسمان ابرار اور پرور ہا ہے اور خان آرزو کا یہ مصرعہ یاد دلدار ہے

ع میکشاں مرزہ کہ ابرار آمد و بسیار آمد

مرزا غالبؔ نے اب سے ۵۵ سال پیش محمد حسین دکنی کی مشہور کتاب "برہان قاطع" پر کچھ اعتراض کر کے قاطع برہان کے نام سے شائع کیے تھے اور اس کے آخر میں مختلف فوائد لکھے ہیں۔ خان آرزوؔ کے اس مصرعے کے متعلق جو فائدہ لکھا ہے اس کا خلاصہ اردو میں پیش کرتا ہوں۔

برسات کی ایک رات میں سراج علی خان آرزوؔ غالبؔ کا تبہ ہے صحیح نام سراج الدین علی خان ہے کہ خیال میں ایک مصرعہ آیا۔ غالبؔ کہتے ہیں... نہ مصرع بلکہ شعر ہے بلکہ تان آواز ہے چنانکہ نگارش بھی پندیر مصرع میکشاں مرزہ کہ ابرار آمد و بسیار آمد۔ حقا کہ اگر گویند اس زمرہ

از نغائی ست یا از نظیر کیست کہ یاد زن کند " خان آرزو نے پھر یہ پیش مصرع ہم پہنچایا
 ط تند و پر شور و سیہ مست ز کہسار آمد

اور اسی شب تاریک میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی خدمت میں حاضر ہو کر پورے شعر سنایا
 حضرت مرزا صاحب نے داد دی، تحسین کی، دو تین دن کے بعد تمام شہر میں یہ مطلع مشہور
 ہو گیا۔ اتفاقاً خان آرزو کی کسی محفل میں ایک نووارد شیرازی سوداگر سے ملاقات ہو گئی
 خان آرزو نے مطلع سنایا لیکن شیرازی نے پہلا مصرع سننے ہی متہقہ لگا کر کہا کہ میں سمجھ گیا
 جناب مصرع ثانی میں کیا فرمائیں گے۔ خالص صاحب نے فرمایا فرمائیے میں کیا عرض کر دوں گا ؟
 شیرازی نے کہا " جو اہی گفت " " خرس در یکجا آمد " خالص صاحب نے زہر خند کے بعد
 اپنا مصرع پڑھا۔ شیرازی نے اس مصرع کی تعریف کے بعد کہا " پیش مصرع پڑنا زیباست
 اگر اس جنس بودے خوش بودے "

ط قطرہ افشان بہ کو شہر ز کہسار آمد

غالب نے شیرازی کے مصرع کی ترجیح دی ہے۔
 (۲۲) شارح دیوان غالب جناب نظم لکھنوی سے کسی صاحب نے فرمائش کی تھی
 کہ اس مصرع پر پیش مصرع لگا دیجئے۔

جھومتی قبلہ سے گھنگر گھٹا آتی ہے

نظم صاحب نے مندرجہ ذیل دو مصرعے فرمائے۔

(۱) لطف جب ہے کہ برسنے لگے میناے پر

جھومتی قبلہ سے گھنگر گھٹا آتی ہے

(۲) کیا عجیب ہے کہ صراحی بھی کرے سجدہ شکر

جھومتی قبلہ سے گھنگر گھٹا آتی ہے

صفا مرزا پوری کا یہ شعر پہلے نقل کر چکا ہوں۔

نہ یہ اودی گھٹائیں ہیں نہ ساقی باکت پر یوں کے

ہوا کے دوش پر اڑتا ہوا سینا نہ آتا ہے

(از مکتوب نمبر ۲۸)

(۲۳) میں نے حیدر آباد میں حضرت جلیل کو ان کے ارشاد پر اپنے کچھ شعر سنائے تھے

اس شعر کو انہوں نے بہت پسند فرمایا تھا ۵
 کسی کو ظلم کا مجھ کو کرم کا شکوہ ہے
 نگاہِ لطیف اسے پہلے مرا یہ حال نہ تھا
 اسی طرح جناب نے اس نعتیہ شعر کو سراہا ہے ۵

وہ ذات ہے جناب رسالت مآب کی
 اور ان کی حدود سے بالا کہیں جسے

میرے ایک دوست تھے مولوی غلام مصطفیٰ صاحب ذوقی، جو ان عملی، بہتجد گزار
 شریف المزاج، نیک طبع، مجھ سے انہوں نے پڑھا بھی تھا، قدرت نے اُن کو شاعر پیدا
 کیا تھا۔ کبھی کبھی میں اُن کے اشعار کو سن کر کچھ کچھ مشورہ بھی دیدیا کرتا تھا، اگر وہ آج
 زندہ ہوتے تو غالبؔ ان کے لئے صفتِ اول میں جگہ ہوتی۔ ان کا سب سے پہلا شعر
 مجھ کو یاد ہے ۵

وہ نظریں پھیرتے ہیں اور میری روح کھینچتی ہے

بلا سحر بے تارِ نظر کو رشتہ جاں سے

انہوں نے شاید تیسری غزل میں لکھا تھا ۵

جنوں میں تیس کے نقشِ قدم سے بچ کے چلتا ہوں

میری آواز و جنمات مانعِ تقلید ہوتی ہے

اُن کا خیال تھا کہ عمرِ مستعار میری معیت ہی میں بسر کریں گے لیکن ۵

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

حدیث شریف کے سالانہ امتحان سے فارغ ہوتے ہی بخار میں مبتلا ہوئے جس نے بہت

جلد ہی وفات کی صورت اختیار کر لی اور ان کو شہادت کے مرتبہ سے مرثیہ کر دیا۔ ان ہی

ذوقی صاحب نے میرا یہ شعر سنا ۵

آؤ بیٹھیں مرکزِ انوار کی باتیں کریں
 تو رہیں بس ایسے رخِ دلدار کی باتیں کریں

مجھ کو یاد ہے کہ سن کر کھڑے ہو گئے اور شاید تھوڑی سی رقص کی شکل بھی پیدا ہو گئی تھی۔

آج گلستانِ محبت دیکھ رہا تھا کہ یہ شعر نظر پڑا ۵

باغبانِ گل نہ گرفتِ زمنِ آزرده شد
 پارہا کے جگرِ خویش بدافانِ گردم

چونکہ جناب "نسیم جگر" کی طباعت کا انتظام و انعام فرما رہے ہیں اس لئے فوراً
اس جانب میرا ذہن منتقل ہوا کہ جناب مقدمہ میں کسی موقع پر اس شعر کو کتب پر
شرمائیں گے تو غالباً نامورین نہ ہر گز۔ اس شعر کا قائل معاذم نہیں "گلستانِ مسرت نہیں
الاعلم لکھا ہے۔ (محمد اسعد اللہ مکتوب نمبر ۲۷)

۵ باغبان گل نہ گرفتیم آخر کو جناب نے پسند فرمایا مجھے مسرت ہوئی "نسیم جگر تمام
میں مجھ کو بھی ترود کھا، لیکن چھوٹا منہ بڑی بات" سمجھ کر کچھ عرض نہیں کیا گیا (المکتوب ۲۸)
(۲۳) ۱۷، ۱۸ فروری ۱۹۳۷ء کا والا نامہ پیش نظر ہے ایک مصرع ملاحظہ فرمائیے !

عصر مارا اذیں جہاں بچیاں دگر رسند

اس وقت انکی تفسیل دل میں ہے، لیکن زبانِ تسلیم پر لانا دشوار ہے۔ مولانا محمد علی
جوہر مرحوم نے ایک مرتبہ حیل سے باہر اگر یہ شعر پڑھا تھا۔

صد سالہ یوزجہر خ تھا ساغر کا ایک ددر

ہم میکدے سے نکلے کہ دنیا بدل گئی

میکدے کے لفظ سے غالب کا شعر یاد آیا ہے

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی تید

مسجد ہو، مار سہ ہو کوئی خالق ہو

آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "لیکن میں بعد احترام و ادب یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے
اپنے جذبات و خیالات کے لئے اور کیا پیرایہ بیان اختیار کرنا چاہئے حقیقت کا اظہار آپ کو
پسند نہیں تو ادب کی حقیقت آپ سے پوشیدہ نہیں رہتی تو اب میرے لئے بجز عجز و شکر کوئی
چارہ کار نہیں رہا۔"

میں نے اس فقرے کو بار بار پڑھا اور لطف اٹھایا۔ جناب کے کسی فقرہ کے جواب
میں تسلیم اٹھانا میرے لئے تو بہت دشوار ہے لیکن جواب سے نہ کوتاہی کرنا بھی غالباً مناسب
نہیں۔ ایں سمجھتا ہوں کہ اظہار حقیقت سے تو ناگواری کی وجہ نہیں لیکن گفتگو اس میں ہے
کہ حقیقت ہے یا نہیں۔ اگر ایسی حقیقت ہے کہ جس کا مجھے علم نہیں تو میں معذرتوں اور جب
حقیقت ہی غائب ہے تو تاویل کس کی ہو؟ محمد اسعد اللہ

تبصرہ کا -۱

یہ چند علمی ادبی اور تفریحی لطائف و نظائف لطیف اور "نمونہ از حوزہ" کے ذکر کے لئے جن سے امور ذیلی پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

(۱) حق تعالیٰ نے حضرت والا کو ذکاوت و عظمت اور ذہن ثاقب کے ساتھ ساتھ حیرت انگیز قوت حافظہ عطا فرمائی تھی۔ ہزار ہا اشعار معجزات، ادبی لطائف، واقعات، اشعار کے احوال علمی زکات آپ کو ایسے از بر رکھے کہ ہر موقع کے مناسب اشعار، لطیف اور نکتے، فکر کے بغیر آپ کی نوک زبان بہ قلم پر آتے چلے جاتے تھے اور کسی ایک مہمور یا کسی ایک نکتے پر آپ متعدد اشعار اور اشعار کی حسین ترجمانیات بے تکلف فرماتے تھے۔

(۲) آپ کلمہ الناس بقدر عقولہم (لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق گفتگو کرو) کے اصول کو پیش نظر رکھتے صحابہ علم و فہم "مخاطبہ صحیح" کے مخاطب سے آپ کی اسی سبب موتی کے علمی و ادبی جواہرات کی اسپر بارش فرمادیتے۔ آپ مراسلات میں مخاطب کو سرور، ہمت، اور مجلس کو زعفران دار بنا دیتے، آپ اپنے مخاطب کو ملول نہ ہونے دیتے بلکہ وہ آپ کا گر ویدہ ہو جاتا تھا۔

(۳) آپ سب کا احترام و اکرام فرماتے کسی کی توہین و دلکشی اور ایذا رسانی یا بدگوئی آپ کو ہرگز گوارا نہ تھی۔ حضور عمار باب علم و صاحب فن کی تعظیم و تکریم آپ کا شیدہ اور عادت مستحکم تھی۔

(۴) آپ اشارت اور ہمت اپنے مخاطب کو نصیحت فرماتے اور خیر خواہی و محبت اور اخلاص کی وجہ سے مخاطب آپ کی نصیحت سے منور و متاثر ہوتا۔

(۵) دوسروں کی ذبیوں کا کھنڈن دل سے اعتراض فرماتے۔ کسی پر غرور و تفاؤد تبصرہ بھی اس انداز سے فرماتے کہ اس کے احترام میں کوئی تفرقہ نہ آتا۔ اور مخاطب کی غلط فہمی پر اس کی دلجوئی فرما کر احساسِ ندامت کو اس کے قلب سے دھو ڈالتے تھے۔

(۶) وسعتِ علم و وسعتِ مطالعہ، ادیبانہ و لہجہ، اساتذہ کے حکام پر مضبوط کے ساتھ عبور، اساتذہ ادب اور شعرا کے ہم راہ اور کمالِ عقلمندی سے آگاہی۔ نظم و نثر پر بے تکلف دسترس، زبان و قلم پر یکساں قدرت، لطائف اور زبان و بیان میں ہر قسم کی وفاداری و سنجیدگی، حقائق کا اعتراض اور ان سے امور میں شریعت و فہم کے حقدار کی پسند و ناپسند وغیرہ ایسے امور

ہیں جو مذکورہ ادبی نمونوں سے ادنیٰ تا مل وغیرہ سے معلوم ہو جاتے ہیں۔

(۷) مشعلخانہ شان اور مجتہد انند اور خصوصاً اردو ادب میں حق تعالیٰ نے آپ کو عطا

فرمایا تھا۔

(۸) غرر سے نفرت، تواضع و انکسار کی عادت اور نمائش و آراء الناس سے دوری

آپ کے کلام سے بہت عیاں ہیں۔

یہ حسن سخن کا ہے معیار اسعد

معانی ہیں رنگین الفاظ سادے

شعر کی نمونہ

حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی نہایت ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیک وقت
جلیل القدر محقق عالم اور کامیاب مدرس اور مناظر حدیث کے ساتھ ساتھ شیخ کامل بھی تھے اور
بلند پایہ شاعر بھی، لیکن حضرت کی زندگی درس و تدریس اور اصلاح امت اور مذاہب باطلہ کی
تردید میں صرف ہوئی، اشعر و شاعری کو مشغول نہیں بنایا۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک
نے مجھے یہ ملکہ عطا فرمایا ہے کہ میں چاہوں تو شعر میں کلام کر دوں اور لوگوں کے کلام کا جواب
شعر ہی میں دوں۔ لیکن میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا ہے

لکنت الیوم اشعر من الیوم

ولولا الشعر بالحلما غریزی

تو میرا شاعر ہونا میری طبیعت ہی کا خلق تھا

اگر شعر و شاعری علماء کے لئے نازیبا نہ ہوتی

اس کے باوجود حضرت والا مجملہ علوم و فنون ادب و اہتمام شعر و سخن میں مہارت کا فائدہ کھتے تھے آپ

اپنے دور کے سراج الادباء، تاج الشعراء تھے۔ ہم عصر شعرا آپ کو اپنا استاذ مانتے اور شعرا کی

جس مجلس و محفل یا شاعرہ میں آپ ہوتے تو مسرت و مدارت پر آپ ہی رونق افروز ہوتے۔ لیکن چونکہ

شعر و شاعری آپ کا مشغلہ نہ تھا اس لئے آپ نے اپنے شانہ و فکر کو محض فکر کئے کا چنداں اہتمام

نہ فرمایا، آپ کا بیشتر کلام ضائع ہو گیا، آپ کی ایک غنیمت سی بیاض باقی رہ گئی ہے جو مختلف اصناف

کلام، غزلیات، قصائد و مدحیات، مبارکبادی، تہنیت، لفاح و ہدایات اور منظوم گرامی ناموں

وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اسی میں سے کچھ منتخب کلام "کلام اسعد" کے نام سے شائع بھی ہو چکا ہے

جس کی مزید تفصیل عنوان "تقنیفات و تالیفات" کے ذیل میں مذکور رہے اگر زیر نظر کتاب
 "حیاتِ اسعد" میں جا بجا حضرت والا کے اشعار و منظومات کافی مقدار میں موجود ہیں تاہم عنوان
 کی مناسبت سے ذیل میں حضرت والا کے کلامِ بلاغت نظام کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں حضرت
 والا کے نزدیک اچھے شعر کا معیار یہ ہے کہ !

یہ حسنِ سخن کا ہے معیار اسعد
 معانی ہوں رنگین الفاظ سادے

آپ کی غزلوں میں بیانِ حقیقت بصیرتِ مجاز ہوتا ہے۔ بہت سی غزلوں میں اپنے مرنے و مرشد
 کی خصامیات اکامالات اور غنایات کی طرف بھی اشارات فرماتے ہیں۔

جو نیک آپ نظم و نثر میں یکساں کلام فرمانے کی قدرت رکھتے تھے اس لئے بعض غزلیں
 کافی طویل بھی کہی گئی ہیں، اسی لئے آپ گاہے خطبہ منظم تحریر فرماتے اور بعض اوقات بچوں
 کے ساتھ عام فہم زبان میں منظوم کلام فرماتے جن کے کچھ نمونے اسی کتاب میں موجود ہیں۔

غزل

اپنی دلکش زندگی جب سامنے لاتا ہوں میں
 عشق کا راز نہاں دنیا کو سمجھانا ہوں میں
 کیوں نہ آئے رشک میری رندیوں پر زہر کو
 آج تک میں یہ نہیں سمجھا کہ اُن کو دیکھ کر
 ہوں اگر چہ رزق افزائے کشت و سیکہ
 دل کی دنیا جگمگا اُٹھتی ہے بزرگس سے
 ہو رہا ہے حیرتوں کا کس قدر دل پر ہجوم
 طالبِ صادق ہوں ترکِ مدعا ہے مدعا
 آہ پھر سب روح کو تانا ہوں وقارِ عشق کو
 آپ کے اشعار پڑھ کر اسعد رنگیں نوا
 مست ہو جاتا ہوں میں مدہوش ہو جاتا ہوں میں

عاشقی کی مستند تاریخ دہراتا ہوں میں
 حُسن کی نیکیوں میں گم ہو جاتا ہوں میں
 سر جھکا کر عشق کے پایوں کو چوم آتا ہوں میں
 ہوش جلتے ہیں مے یا ہوش میں آتا ہوں میں
 وعظ کہنے کے لئے مسجد کو بھی جاتا ہوں میں
 یہ کتابِ عشق میں لکھا ہوا پاتا ہوں میں
 حُسن کے اسرار سے غافل ہو جاتا ہوں میں
 وعمل کے دھندلے تصور سے بھی گھبراتا ہوں میں
 بے بلائے پھر کسی کی بزم میں جاتا ہوں میں

غزل

تری نگاہ سے ہر چیز میں زمانے کی
مذاقِ عشق کو بخشی ہے گرمیِ تازہ
گناہِ کار ہوں، لیکن مرا عقیدہ ہے
کسی کے حسنِ دل آدین کا ہے آئینہ
مرا دماغِ محبتِ لطیف و نازک ہے
خدا کرے اُسے اتنا ہی عِلم ہو جائے
وفا غرض ہے، محبت ہو، خلوصِ نفاق
ہر میں حقیر نہ سمجھیں جنابِ شیخِ حرم
وفا شعار ہوں کچھ تو ملے مسئلہِ محمد کو
رگوں میں خون کا دوران ہو گیا انزوں
مجھے معاف ہی رکھیں کرم کی نظرِ دل سے
بیانِ رازِ محبت ہو کس طرحِ رنگیں
جنابِ شیخِ حرم ہیں مقیمِ بیتِ خانہ
یہ ظلم و جورِ طریقِ قدیم ہے اب تو
ہمارے سامنے تو دون کی نہ لے واعظ

عمیاں ہے ہم پہ ترا زُبدِ القفا، نیکی

بجھاد یا مری تربت کی شمع کو ظالم
بڑا مزہ ہو کہ ہم بات بات پر روٹھیں
یہ خوب کی ہے تلافی مجھے جلانے کی
وہ بار بار کرسی کو شیش منانے کی
مٹائیں پہلے وہ شہرتِ مرے فنانے کی
فکرِ مری قبر کے مٹانے کی

چراغِ بزمِ عسدر تو نہیں ہوں میں اسعد

وہ کیوں اٹھاتے ہیں زحمتِ مرے جلانے کی

غزل

مرے دل کی تاریکیوں کو مٹا دے
مجھے دین و دُنیا سے غافل بنا دے
جہاں محبت کو رنگیں بنا دے
عذابِ رازِ مری روح کو جگمگا دے
مجھے نور کی سپادروں میں چھپا دے
پلا دے، سدا دے، دکھا دے، مٹا دے
مجھے بھی ستمگرِ جزائے وفا دے
کمالِ محبت کی راہیں دکھا دے
مجھے دین و دُنیا سے غافل بنا دے

یہ حسنِ سخن کا ہے معیارِ اسعد
معانی ہوں رنگین الفاظِ سانس

ذرا روئے روشن سے پردہ اٹھائے
دکھا دے مجھے خاص جلوہ دکھا دے
مجھے قتل کر دے، ذرا مسکرا دے
مرے دل کی گہرا سیوں میں اتر جا
ذرا روئے تاباں سے بڑھ اٹھا کر
مے و نغمہ و روئے رنگین و حسرت
عبد کی طرح قتل کر دے مجھے بھی
بتجھے دعویٰ رہنمائی ہے و اعطا
تری کیف آور نگاہوں پر تیراں

غزل

وہ لطف ہے کہ تو شہِ دُنیا کہیں جسے
قاتلِ مراد ہی ہے سبھا کہیں جسے
جب دین وہ ہے ملتِ مہینا کہیں جسے
یہ وہ کمال ہے کہ سب اچھا کہیں جسے
رنگیں تخیلات کی دُنیا کہیں جسے
وہ دارغِ بد نما کہ مٹتا کہیں جسے
میرا وہ دل کہ طورِ تجلّا کہیں جسے

اس عشق میں کہ درد کی دُنیا کہیں جسے
الغفہ بھی کیا بلا ہے تماشا کہیں جسے
کیوں محترم بندہ مرے دل میں جمالِ حسن
تکمیلِ فنِ عشق میں زائد نہ کر تصور
کیسے نہ مجھ کو محرمِ کھتا ہوں جب وہ ستر
ہوتا نہیں ہے دامنِ عشقِ لطیف پر
ممکن نہیں کہ بھی کہ تماشا کے غیر ہو

ممنون رسم بادہ و مسنا کہیں ہے
 بیگنہ نہ تخیل شکوئی کہیں ہے
 وہ سبب اشک خون متنا کہیں ہے
 وہ درد دل نشاط کی دُنيا کہیں ہے
 وہ راز حسن و عشق مستہ کہیں ہے
 پامالی مذاق کمتنا کہیں ہے
 کیا حال ہے قیامت بکری کہیں ہے
 پسندار زہد و نازش تقویٰ کہیں ہے
 میرے جنون زہد کی منتقویٰ کہیں ہے

اس خدا اسی زمین میں اک اور بھی ہمیں
 ایسی غزل سناؤ کہ کہتا کہیں ہے

نا پا کی غمار کا عنزاں ہے وہ خنسا
 مجھ کو دیا ہے عسقل و عجلت نے وہ باغ
 بہتات ہے تجسیر میں مری آنکھوں کے دم دم
 کیونکر مجھے عزیز نہ ہو تیرے عشق میں
 کھولا ہے میکدے کے فقیروں نے بار بار
 میرا بوج عاشقی میں وہ طخراڑے امتیاز
 اُن اُن خرام ناز سے متنبہ ہائے کفر
 جاہل ترقیات میں حائل ہے ایک چیز
 و تکانِ سیف و شمشیر پر کولی نہ اٹھ سکی

غزل

ہر شے میں ہے وہ بات تجلی کہیں ہے
 ہر فن میں صاحبِ بدِ طو لے کہیں ہے
 پاکیزگی و ذوق کی دُنيا کہیں ہے
 یہ دل ہے وہ کہ درد کی دُنيا کہیں ہے
 شرمندہ سادستی مہیا کہیں ہے
 عکسِ تجلی و رخِ زمیا کہیں ہے
 بدستیِ شباب کی دُنيا کہیں ہے
 یہ بھی کوئی بات تماشا کہیں ہے
 شرمندہ خیالِ متنا کہیں ہے
 وہ وسعتِ خیال کہ محسوس کہیں ہے
 ادنیٰ ہے وہ مقامِ شریا کہیں ہے

ایسا بندے دل کہ - مجلی کہیں ہے
 میں وہ ہوں عقل و نقل کا دریا کہیں ہے
 کیسے نہ جھکاؤ ناز ہو پہلو میں ہے وہ ڈال
 عیش و نشاط کے لئے غلام اسے نہ توڑ
 اُن اُن غضبِ غضب وہ نگاہِ سب و بدوش
 جھپکار رہا ہے رُوح کو وہ بوزِ تابناک
 تیری ہر اک اداسے عیاں ہے وہ ماجرا
 مجھ سے اگر کسی نے وفا کی تو کیا ہوا
 مجھ کو نہیں پسند وہ عشقِ موسیٰ اثر
 پیرا ہے دل میں پیرِ میناں کی نگاہ سے
 مستی میں دیکھتے مری نگر بلند کو

رسمی تشکرات سے بہتر ہے لاکھ بار
دیدے جناب شیخ کو ساقی فریب خلد
اسعد نے سامعین کو مسحور کر دیا
ایسی غزل سنائی سب اچھا کہیں جسے
اسعد لکھ ایک نعت رسول کریم کی
امراضِ رُوحِ دہل کا مداوا کہیں جسے

لغتیہ غزل

رشتکِ حنان و عرشِ معلیٰ کہیں جسے
وہ بات ٹھیک ہے شہِ لطیف سے جو سنو
جس نے بعد قی پائے منور کو چھو لیا
منت کش بیان نہیں طیبہ کی رعیتیں
وہ ذات ہے جنابِ رسالتِ مآب کی
ایمانِ فروز کیفیت کی فردوس سے نہ مان
ہے وہ مکان گنبدِ خضر کہیں جسے
وہ قولِ راست ہے شہِ لطیف کہیں جسے
اس کا وہ ہاتھ ہے یدِ مبہنا کہیں جسے
جس کی شری بھی وہ ہے شریا کہیں جسے
الفاظ کی حدود سے بالا کہیں جسے
اس شش میں رسول کا سو کہیں جسے

رہتی ہے تیسرا سعد ہے خود کے سامنے
وہ بزمِ خامسِ عالم بالا کہیں جسے

غزل

(بچوں کے لئے)

اس علمِ دین میں نعمتِ مولیٰ کہیں جسے
تسلیم ہم کو دی ہے خدا و رسولؐ نے
پاتا ہے در جہان میں عزت کی زندگی
بچہ وہی ہے خوب ہمارے خیال میں
ممكن نہیں کہ آئے ہمارے زبان پر
الیا مزہ ہے حاصلِ دنیا کہیں جسے
وہ ہے ذلیل و خوار کہ جھوٹا کہیں جسے
وہ آدمی کتاب کا کیڑا کہیں جسے
بچے، جوان، بوڑھے سب اچھا کہیں جسے
وہ لفظِ لہجہ اش کہ کڑوا کہیں جسے

ہم تم کو کیا بتائیں کہ مٹھا ہے کس قدر
فرز دس کی کلید ہے عزت کا زینہ ہے
بچو! مٹھا ہے واسطے تحقیقِ علم میں
وہ لفٹا دل فریب کہ مٹھا کہیں ہے
وہ کار پر بہار کہ پڑھنا کہیں ہے
وہ لطف ہے مٹھائی سے اچھا کہیں ہے
استغناء غزل یہ خوب ہے بچوں کے واسطے

کوڑہ میں وعظ و سب کا دریا کہیں ہے

یہ ایک ہی روایت و تائید اور ایک ہی زمین پر شتمن ہے۔ مذکورہ ۸۴۸ رفاں دواں اور
بلند معیار اشعار ہیں جن میں پاکیزگی عشق و محبت، بیانِ معرفت و حقیقت اور لغت و نصیحت وغیرہ
کے مضامین کو نہایت خوش اسلوبی سے بے تکلف طلاقت و جزالت کے ساتھ سمجھ دیا گیا ہے اس کے
قادر و کلام ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت والا کے بلند مقام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آپ کی غزلیات و ہرلیات بھی وادہاتِ مضامین سے پاک، حقائق و اسرار پر مبنی اور لطیف
لذت و حلاوت سے لبریز ہوتی تھیں جن سے سخنِ سخن و ادب و نواز آزاد طبعی ترک بھی حقائق و
پند و نصائح کا ایسا ایک عجیب و لطیف انداز ہیں پہنچ جاتا تھا، اس لئے آپ کی شاعری
برائے شاعری نہ کہتی بلکہ آپ اپنے ذوقِ سلیم و بلند پیر و از سخنیات کو عبث سترگوئی اور حسیان
جہاں کی شاعری کے بجائے مفید و کارآمد بناتے اور اسیرانِ مجاز کو حسن و عشقِ مجازی کی
قید و بند سے آزاد کر کے حقیقی کی جانب ان کی رہبری ایسے انداز میں فرماتے کہ وہ غیر محسوس
طریقہ پر مقصود زندگی کی راہوں پر آکر پہنچتے اس لئے آپ حقیقت کو مجاز کی صورت میں
پیش فرماتے تھے۔ حضرت والا نے فرمایا ہے

دل میں اثرِ صدقِ طلب پیدا کر

ہر بات میں سامانِ طلب پیدا کر

وسعت نہیں مہیا کی وگستاخی کی

عشق کا دعویٰ ہے تو ادب پیدا کر

غزل

استعد کو عاشقی میں حاصل ہیں دستِ گامیں
پہچانتا ہے ظالم ہر طہر کی لگا ہیں

ساقی دکھا کے لئے مستی بھری نگاہیں
 حب ہیں تری ادائیں فطرت کی جلوہ گاہیں
 میں جانتا ہوں ساقی کیا ہیں تری نگاہیں
 کس درجہ کیفیت زاہیں ساقی تری نگاہیں
 یہ کون مست آیا لانا ہر کی محفدوں میں
 آبادان میں کو دے خدا م مسکدہ کو
 محشر میں کیا سناؤں جو روح جفا کا فصد
 معلوم کس طرح ہو ان کو ہماری حالت
 شوخی ہے میرا مشرب رندی ہے میرا مذہب
 یارب یہ کیا ستم ہے امولی کیا غضب ہے
 آتا ہے وجد ان کو کرتا ہے رقص دشمن
 واعظ کی انجمن تو کچھ چیز ہی نہیں رہے
 میکش بہک رہے ہیں میٹا نہ کیا بابا ہے
 شاید کوئی حبساجو آمادہ کریم ہے
 لب پر ہے دین و حیاں دلیں ہے کھڑو مظلعا
 جو تیرا مد غلہ ہے وہ اپنا مدعا ہے

عشقِ بیاں میں استعد کرتے ہو فکرِ راحت

دورِ رخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خواب گاہیں

پُر کیف بیخودی کی کھولی ہیں سناہرا ہیں
 ذوقِ سلیم دالے پھر کیوں بچے نہ چاہیں
 عشرت کی جانتا ہیں، حبت کی جلوہ گاہیں
 رندوں کے میکدے ہیں زاہر کی حاشا ہاں
 کھلے بگے علمائے گرنے لگیں کٹا ہیں
 ویراں پڑی ہیں ساقی دنیا کی خانقاہیں
 کچھ مجھ سے کہہ رہی ہیں وہ سرسنگیں نگاہیں
 لب پر ہے مسکراہٹ دل میں بھری ہیں آہیں
 میں جانتا ہوں دو عطف حسنِ عمل کی راہیں
 ہم حسن کو چاہتے ہیں وہ دوسروں کو چاہیں
 شاید بدل گئی ہیں نغموں سے میری آہیں
 دنیا اُلٹ کے رکے دیں وہ سحر زانگاہیں
 دنیا کا احساس ہے ظالم تری نگاہیں
 تبدیل ہو رہی ہیں نعمتوں میں میری آہیں
 زاہر کے مدرسے ہیں عبرت کی درسگاہیں
 فرقت میں ہم ہیں راضی نامے کریں نہ آہیں

وہ بارہ بار آنکھیں وہ کیفیت زانگاہیں
 رعمواں سے کوئی لایے حبت کی خواب گاہیں

دُنیا کی مستیوں کی دُنیا بنا رہی ہیں
 قسمت چمک رہی ہے وہ جو روش ہے مہاں

کرنا پڑے گی استعد تو یہ سے اب تو توبہ !

ساقی نے ڈال دی ہیں میرے گلے میں باہیں

ابوطالب کو دعوتِ اسلام

ہوئے جب نزع کی خوفِ حالت میں ابوطالب
رخِ بارعب پر رنگِ فنا ہونے لگا غالب

رسول اللہؐ ہاں تشریف لائے اور سمجھایا
نہایت مہربانی اور عنایت سے یہ فرمایا

چچا کر لیجئے اتنا ار تو حید و رسالت کا
کہ مجھ کو حید مل جائے قیامت میں شفاعت کا

ابوطالب نے فرمایا یقیناً آپ سچے ہیں
بھتیجے ہیں مرے لیکن زمانے بھر سے اچھے ہیں

مگر اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے مجھے بے بیٹا
کہے دیتا ابوطالب بوقتِ موت گھر آیا

مجھے شبہ نہیں ہے آپ کے اخلاصِ نیت پر
عمل کرتا خوشی سے اس گراں قیمتِ نصیحت پر

مسلمان ہو کے دل سے آپ کو مسرور کر دیتا
خوشی کے موتیوں سے آپ کے زامن کو بھر دیتا

گر ڈر رہے کہیں اس سے نذر اُکلی عزتِ سابق ہو
مرے اسلام سے سب خاندان کو عار لاحق ہو

ابوطالب نے پھر حسرت سے پردہ کر ڈیل کے اشتعار

باندازِ عجیب و نو کیا اسلام کا اشتعار
اشعارِ ابی طالب

من خیر اديان البرية ديناً
لو جدتني سمحاً بذاک مبیناً

ولقد علمت بان دين محمد
ولا املامة او حذاري مسببة

مجھے معلوم ہے انجیل کی بُرائی محکم سے
 کہ مذہب آپ کا بہتر ہے کل ادیانِ عالم سے
 اگر مجھ کو نہ ہوتا خوف دشنام و ملامت کا
 تو میں باقاعدہ اقرار کر لیتا رسالت کا
 مگر اب میں مردوں کا اپنے آبائی طریقہ پر
 چنانچہ پڑ گئے سچے وہ اپنے قول پر مکر

تہنیت نامہ

(ستاری خانہ آبادی عزیزم اسماعیل قاسم گراہاوا)

(۱)

خدا نے اپنی رحمت سے خوشی کا دن دکھایا ہے
 بندہ مردِ کمینہ رت ہے خوشی ہے شادمانی ہے
 مصیبت ہے نہ ملکوت ہے نہ آنت ہے نہ رحمت ہے
 ہو بیدار ہیں دروڑیہ ار سے آثارِ رحمت کے
 فلک پر شتری نے گیت گائے فرطِ بخت سے
 طرب انگیز یوں سے اس نگاہِ لطیف پر در کی
 بزرگوں کی متانت میں بھی کچھ کچھ رنگِ شرمی ہے
 فلک بھی رشک کرتا ہے نشاط کا مرانی سے
 تمنائیں جنابِ والدہ کی ہر گئیں پوری
 جنابِ والدہ کو جس کی مدت سے تمنائیں تھی
 محمد شادمانی، ہر شیرِ خرم بھلے خوش خوش
 دلہن و دلہا کو ایسے ہی ہمیشہ شادمان رکھے
 کہیں جاندی کی چیزیں ہیں کہیں سونے کی چیزیں ہیں
 امینہ بی سے اسماعیل کا جوڑا ملا یا ہے
 جہاں دیکھو دلوں پر عیش نے سکھ بٹھایا ہے
 جہاں بھر کے عموں کو شادمانی نے کھلایا ہے
 جنابِ والدہ نے اس طرح گھر کو سنبھالیا ہے
 کہ اسماعیل نے اپنا دلی معصوم پایا ہے
 سرورِ عیش و عشرت کا سماں عالم پہ چھایا ہے
 مذاقِ شادمانی نے دلوں کو گدگدایا ہے
 زین پر آج وہ مہلر سے راحت روز آیا ہے
 کہ اسماعیل کا رب العلانے گھر بسایا ہے
 وہی حسنِ طرب و احوقِ تغالیٰ نے دکھایا ہے
 خوش قسمت عجب وقتِ سعادت آج آیا ہے
 کہ جیسے آج خالق نے انھیں شاداں بنایا ہے
 نمونہِ جنت الفردوس کا گھر کو بسایا ہے

زہدوں یعقوب کیسے لطف اندوز و طرب افروز
 مشہور زار منشی احمد داد ریس و عبد اللہ
 مسرت سے ہر اک نے حظ و اثر آج پایا ہے

(۲)

زہد ہے قسمت خدا کی آج ہم پر خاص رحمت ہے
 مسرت سے نہیں آتا سمجھ میں دردِ مینوں کی
 جناب والدہ کے گھر کو کچھ ایسا سجا یا ہے
 ہجرِ شادمانی سے اگر یعقوب بیغ و دے
 ادھر ہر دوست جلسے میں نہیں بھولا سکتا ہے
 جہاں میں ہر طرف رنگینیاں ہیں لطفِ بچہ کی
 رہیں دولہا دلہن سرورِ شاداں عکسِ ہر باز
 جہاں دیکھو مسرت ہے جدھر دیکھو مسرت ہے
 جہاں پر انبساطِ روح پرور کی حکومت ہے
 جو دل پر مردہ رہتا کفایاتِ پریشاں سے
 معبود زار منشی احمد داد ریس عبد اللہ
 تری شادی سے، سمعیل بیگ باغِ جنت میں
 مسرت بھومتی ہے ناز کرتی ہے اگر طہنی ہے
 عصیمِ قلب سے فرحت مبد کبا و دیتی ہے
 ہمارے بھائی اسمعیل ساد و لطیف اس کو
 سجد اللہ جناب والدہ کے دل کا ہر گوشہ

خوش اطالع کر اسمعیل وقفِ عیش و عشرت ہے
 فلک پر پرستار ہے ہی کہ عکسِ بزمِ عشرت ہے
 کہ اس کا گوشہ گوشہ روکشِ بکرا جنت ہے
 محمد بھی زہر تا پانِ نشاط و عیش و عشرت ہے
 اُدھر ہر دشمن بد غرقِ دریاے ندامت ہے
 کہ ہر منظر نگاہوں کے لئے گلزارِ صبر ہے
 یہی اسعد کا ارماں ہے یہی اسعد کی مسرت ہے
 ا جتا محوِ فرحت ہیں ہر اک دل و قفا عشرت ہے
 جہاں دیکھو مسرت ہے جدھر دیکھو مسرت ہے
 سکونِ قلب کی حاصل اُسے بھی آج عورت ہے
 فرزاں شادمانی سے ہر اک نشوونما حیرت ہے
 رمزاںِ حضرت قاسم نشاط اندوزِ راحت ہے
 کہ اس عقدِ مبارک سے مسرت کو مسرت ہے
 یہ شادی مایہِ عدا افتخار و ناز و راحت ہے
 سجد اللہ آمین نبی نہایت نیک قسمت ہے
 تری ہمیشہ کا ہر سانس فرحت کی حقیقت ہے

جناب محترم ہمیشہ گوری لعل گوری سب
 دلِ عمدہ اسعد نشاط اندوزِ راحت ہے

قصیدہ مدحیہ

زندہ باش اے سولہی صولت علی خاں زندہ باش
 داند این راہ سیاست می تراش و می خراش
 تیری پوزیش رہی ہے ہر جگہ پیاک و صاف
 ہے ہمارا فرض تیری خدمتوں کا اعتبار
 ہیں ثبوت صفحات عالم پر تیری قربانیاں
 تیرے زریں کارنامے ہیں زمانہ پر عیاں

اے علمبردارِ حریت پلٹ دے عہد جو رہ
 صد جہنم زارِ لعنت ہے غلامی کا یہ دور
 تو غلامی سے چھڑا دے مصطفیٰ آباد کو
 سخی بیہم سے مٹا دے ظلم و استبداد کو
 گاز کی صورت کٹ دے جاہائے زور کو
 توڑ دے قوت سے اٹھکر گردن منہ زور کو
 تیرے ایشار و عمل کوشی سے مستبد نہیں
 روکشِ سرحدیں بن جائے ریاست کی زمیں

کہہ رہی ہے کچھ سے روزِ کر زمینِ رام پور
 اپنی صولت سے سینا دے مجھ کو تو دارا لہر زور

ہو چین زارِ ریاست میں بہا با انقلاب
 اہلِ نجات کو دکھا دے شاہکار انقلاب

کمر بستہ، غمگین استعداد کا یہی ہے مدعا
 تیری تعمیرِ ساعی پر ہے فضلِ خدا

مفتی کفایت اللہ

جناب مولانا محمود صاحب پسر حاجی داؤد ہاشم صاحب کی فرمائش پر یہ چند اشعار
جناب مفتی کفایت اللہ صاحب عبد رحیمہ العلما و سید کی شان میں بمقام محفانہ بھون
لکھے گئے جب جناب مفتی صاحب بعد رمضان رنگون تشریف لے جائیں گے تو در
دارالعلوم تانبوئے رنگون کے جلسہ میں وہاں کے طلبہ اس نظم کو پڑھیں گے۔ انشاء اللہ
اسعد شب ۲۱ رمضان ۱۳۵۵ھ

فہامہ زماں میں مفتی کفایت اللہ
اسلام کی زباں میں مفتی کفایت اللہ
سیاح لا مکاں میں مفتی کفایت اللہ
جس دن سے یہاں میں مفتی کفایت اللہ
ہاں مرگ و شمشاں میں مفتی کفایت اللہ
محذوم و مہرباں میں مفتی کفایت اللہ
سمت سے صفوفاں میں مفتی کفایت اللہ
ہرفن کے حکمتہاں میں مفتی کفایت اللہ
علم و عمل کی بیاں میں مفتی کفایت اللہ
محمد در آسماں میں مفتی کفایت اللہ
قدرت کا اک لٹاں میں مفتی کفایت اللہ
فخیر جہانیاں میں مفتی کفایت اللہ

علامہ جہاں میں مفتی کفایت اللہ
بلت کے ترجاں میں مفتی کفایت اللہ
قدرت کے ازاں میں مفتی کفایت اللہ
رنگون کی فصاحتیں رنگیں ہو گئی ہیں
غازی مجاہدوں کی روح رواں ہیں شکیہ
بے امتیاز مذہب بے امتیاز مشرب
دارالعلوم تانبوئے ہم پایہ فلک ہے
منقول میں ہیں اکمل معقول میں ہیں فاعل
احیاء جانتے ہیں دشمن بھی مانتے ہیں
کس درجہ رفعتیں ہیں کیسی بلندیاں ہیں
یکمشت استخاں ہیں، یہ یہ کمالی بار ب
محمود کیوں نہ ہوتا مشغول مدح گوئی

حیران ہے فصاحت قربان ہے بلاغت
کس درجہ خوش بیاں ہیں مفتی کفایت اللہ

چند اشعارِ قلم برداشته

انعام اللہ خاں کی فرمائش پر کہے گئے، احمد اللہ کے نام سے "الفاروق" میں شائع ہوئے

(حضرت والا) رنگین ۲۴ جنوری ۱۹۹۷ء

آپ کے قدموں سے وابستہ ہے اردو کا نظام
آپ نے جب سے کیا ہے جامعہ کا انتظام
کافر و مسلم پر واجب ہو گیا ہے احترام
آپ کے نقشِ مقدس پر شرف کا اقتحام
خودِ خاص و فضلی عام و فضلی خاص وجودِ عام

اے نظامِ حیدر آباد و برارِ زرفشاں
ہو گیا اردو کا بھی علمی زبانوں میں شمار
نورِ اشیاں کا رناموں نے کیا ہے مقتدر
آپ کی ذاتِ گرامی پر فضائلِ مختتم
بے نظیر و بے عدیل، بے مثال، بے مثیل

حق تعالیٰ آپ کو رکھے ہمیشہ محترم
روز افزوں عزت دارینِ حاصل ہو مدام

چند تاریخی قطعات

حضرت والا جس طرح جملہ اصنافِ سخن میں مہارت تاملتے رکھتے تھے اور غزلیات، منظومات اور قصائد وغیرہ میں آپ کی بدیہ گوئی و نکتہ آفرینی مشہور و مسلم تھی، اسی طرح آپ تاریخی قطعات و اشعار اور تاریخی موادِ برجستہ کہتے تھے۔ شروع کتاب میں آچیک ہے کہ آپ تھانہ بھون تشریف لائے اور وہ وقت آپ کی کم سنائی کا تھا آپ نے مدرسہ اسلامیہ العلوم تھانہ بھون میں درجہ ناری میں داخلہ لیا تھا، اس وقت اپنی آمد تھانہ بھون کی تاریخ کہی تھی ص

"آیا تھا رام پور سے جب فخرِ رام پور"

نویظا ہے کہ سن ۱۸۷۰ء اور کمالات سے آراستہ ہونے کے بعد آپ کو تاریخ گوئی کس قدر آسان ہوئی
حضرت مولانا منشی محمود حسن صاحب رنگونی کے تغیر مکان کی جب حضرت والا کو اطلاع ہوئی
تو آپ نے برجستہ ذیل کا قطعہ فرمایا تھا ص

بن گیا جب بفضیل رہا بنی
قتیر محمود و خوشنما و رفیع

عولنِ حق سے کہے بصیر و سمیع
جن میں ہر ایک ہے نفیس بدیع
روکشِ خلد ہے یہ کاخ و سیخ

۵۷ ۱۹۶

سالِ ہجری و عیدِ ی کے لئے
مصر نے دو کہے یہ اسعد نے
رشکِ فردوس ہے یہ نقیر بلند

۱۳۷۶ھ

مناظر اسلام مولانا نذر محمد خاں صاحبِ مبلغ و مناظر و مدرس
مظاہر علوم سہارنپور نے مرزا ایت (قادیانیت) کی تردید میں ایک کتاب نامی "مناظرات
مرزا" لکھی تو حضرت دالانے اس پر فی البدیہہ یہ قطعہ تاریخ کہا تھا
خاندانِ صاحبِ مولوی نذر محمد نے لکھی
لکھ دی یہ تاریخ اسعد نے قلم برداشتہ
جب کتاب جامع اثبات کافر باجرا
اجتہادِ غن و ششام جناب میرزا

۵۴ ۱۳۷

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبِ مدنی مکی و فائز حضرت دالانے کے ایک
وقعِ ممنون کے ساتھ مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ بھی شیخ الاسلام "بہارِ الجمعۃ" میں شائع
ہوا تھا۔

قطعہ تاریخ و غائبِ حضرت شیخ الاسلام

چو سید حسین احمد متقی رفت
کہ دانائے رازِ خدا و نبی رفت
کہ از زندگی رونقِ زندگی رفت
زد لہائے دنیا سمہِ خرمی رفت
ز بزمِ جہاں نور و تابشِ دلِ رفت
بدارِ البقا پارِ سامی و بی رفت

زد اور محبِ ازی بہنکِ حقیقت
حقیقت شناسانِ نابہبِ بگفتند
بچشمانِ مار و کُے عالمِ سپید شد
امامِ شریعت جو رخت از جہاں رفت
جو اس نیزِ اعظم دانشِ سر و شد
پہلے سالِ تاریخِ نبوت است اسعد

۵۷ ۱۳۷

تاریخ بنائے مسجد اشکلا اسکول سہارنپور

محسنہ رحمت الہی بہت (۱) معدنِ جود و منبعِ حنات
بہرِ اسلامیہ اسکول بیاخت مسجدِ خوب و مطلعِ برکات
گفت اسعد ز بہرِ تاریخش ثانی کعبہ مجمعِ نفحات

۵۰ ۱۳ ۵۱

محسنہ رحمت الہی بہت (۲) معدنِ جود و مخزنِ خیرات
بہرِ اسلامیہ اسکول بیاخت مسجدِ خوب و مرکزِ برکات
گفت اسعد ز بہرِ تاریخش مسجدِ تازہ و مرجعِ حسنات

۵۲ ۱۳ ۵۱

محسنہ رحمت الہی بہت صاحبِ جود و محسنِ ہر کس
بہرِ اسلامیہ اسکول بیاخت مسجدِ خوب و اطہر و آئندہ کس
گفت اسعد ز بہرِ تاریخش بہت ثانی قبلہ الفنس

۵۴ ۱۳ ۵۱

محسنہ رحمت الہی بہت طالبِ خیر و طالبِ مولیٰ
بہرِ اسلامیہ اسکول بیاخت مسجدِ خوب و وسیع و اعلیٰ
گفت اسعد ز بہرِ تاریخش خلد اللہ مسجدِ التقویٰ

۵۴ ۱۳ ۵۱

(نوٹ) "محسنہ" مسجد بنوائے خاتونِ کھٹن اور غالباً (۱) تاریخ تاسیس
(۲) تاریخ تعمیر (۳) (۴) تاریخ تکمیل ہے۔ واللہ اعلم۔ نسیم احمد غازی مظاہری

حکیم ناظر حسن صاحب نے جب پندرہ روزہ پرچہ "محقق" نکالا تو حضرت والا نے
موصوف کی دلجوئی کے لئے چند اشعار بر حسبہ فرمائے تھے جن میں سے آخری تلو تازہ نئی ہے
کیسے نہ ہو انداز "محقق" نادر
کیونکر نہ ہو دنیا کو پسند خاطر
بغض و حسد و کینہ سے ہو کر پا مال
کتنی ہی کہے کوئی غم زریح و ملال
مشکل سے ملے گی بگمان غالب
دنیا کے صحافت میں محقق کی مثال

زندہ سیر ناظر حسن شد عیاں
پہلے سال آغاز ہائے گفت
"محقق" کہ باشد بدیع الزمان
بگو کامیابی ناظر حسن

۵۳ ۱۳۵ھ

سبح گوئی

حضرت والا کی عادت تھی کہ جب کوئی صاحبِ علم یا طالبِ علم زیارت و ملاقات
کے لئے حاضر خدمت ہوتا ان کا نام دریافت فرماتے اور ان کے نام کا مصرعِ سبح فرماتے
تھے۔ مثلاً محمد اکرم کے نام کا ع

جملہ انبیاء کریم امد محمد اکرم

انبیاء جملہ مسوز اند محمد انور

دل کی کلیوں کو کھلاتی ہے نسیم احمد

محمد انور کا ع

نسیم احمد کا "

اور بعض نام پر پورا شعر فرماتے تھے۔ اور بعض نام پر کئی کئی شعر فرما دیتے تھے مثلاً
محمد حسن کے نام پر کئی رباعیاں فرمائیں۔

رباعی نمبر ۱

ہر چیز سے پیارے ہیں محمد حسن

ہر طرح ہمارے ہیں محمد حسن

چشمِ مشرق کے تارے ہیں محمد حسن

کس چیز کی دنیا میں کہیں ہم خواہش

سُباغی (۲)

سو جان سے پیانے ہیں مجھ میں اور راج دلا رہے ہیں محمد محسن
ہم کو نہیں حاجت کسی تھے کی احمد ہر طرح ہمارے ہیں غمد محسن

سُباغی (۳)

تم نوبت جسم و جاں ہو محسن تم کا شغف اسرارِ نہاں ہو محسن
دنیا کے دلی سے نہیں مطلب ہرگز اس قدر کو تمہیں زیبِ جہاں ہو محسن

سُباغی (۴)

نظارہ تر اچھا ہے تو بہتر باطن آرام سے ہے قلب ہمیشہ ساکن
استعار کچھ کیا نیک دردِ عالم ہوگی دارین میں تیرے ہیں محمد محسن !

گر دشتِ دیر کا ہم کو نہیں منظورِ فخرِ دین و دنیا میں ہمارے ہیں محمد محسن

چند منتخب اشعار

اگر شیخ تجھ لائے جہاں نساں نہیں توتے نہ یہ فرشتے زمیں ہوتا نہ وہ عرش بریں ہوتا
تلوان آپ کا ہر منشا طوافِ لرزے الذین آپ کو لنگھتے سارے کجا بے زیہ و کم اچھا بندہ ہوتا

لگاؤ میں شوقِ نازِ انی سے پریشیاں لگی کبھی چڑھتی تھی تحمل پر کبھی گرتی تھی نعل سے
مکرر بوسہ قند مکرر حب لیا میں سے تو فرمایا کہ کیا حاصل ہوا کھیلِ حاصل سے

شرمندگیِ ذوقِ کوسے نہ پوچھیے ہم جس مکان پہ پہنچے وہ اس کا مکان نہ تھا
کب تیرا حسن عشق کا آرام جہاں نہ تھا کب میرا عشق حسن کی رُوحِ رواں نہ کھتا
میں بدگمانیوں سے وہاں تھا جہاں نہ تھا تو اپنی شوخیوں سے وہاں تھا جہاں نہ تھا
یارب کہیں یہ دورِ رستا اعراض تو نہیں وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تو ناراض تو نہیں

قلب بے چین ہے جانسوز لنگڑوں کے لئے
برقی کے واسطے بتیاب ہے خرمن میرا
پھول بھرتا ہے نہ کانٹوں میرا الجھتا ہے کبھی
کو ہنسی سے کسی قابل نہیں دامن میرا
خولیش پھر خولیش ہے گو غیر کا تاج ہی سہی
خون ہو کر کبھی ہے دل زینت دامن میرا
ڈٹ کر ٹرتا ہے اس حد تک یار یہ دل
برق کو اڑ کے پھٹتا ہے نشیمن میرا

حور تو حسباتی نہیں ہے نارین
کیوں گئے تم محفلِ انبیا میں
اک اور ستم دیکھئے تو فال ہے اچھی
اس مرتبہ خطا میں مجھے مہرِ دم لکھا ہے
کسی کو ظلم کا مجھ کو کرم کا شکوہ ہے
لگاؤ لطف سے پہلے مرا یہ حال نہ بھٹا

وطن میں ہو نہیں سکتی ہے عزت بالکاموں کی
نہیں ہوتی ہے گوہر کی کبھی تو قریبانی میں
نکا لو حیارہ ساز و بحر غم سے غیر کرو تیارہ
کہیں دُوبے ہوئے کی ہوتی ہے تقدیرِ باغی میں
نحاست دلی دھلا جھانکے کیوں تک تداوت ہے
خدا نے رکھی ہے خاصیتِ بے نظیرِ باغی میں
نذر آتا ہے جیسے آسمانِ پیرِ باغی میں
نذرِ آتا ہے جیسے آسمانِ پیرِ باغی میں
رخ روشن کا میری چشمِ نرس میں گس جرتا ہے
زماں دیکھتا ہے نور کی تیرِ باغی میں
شرابِ تند نے میرے بلبل کو بیوقوف بنا دیا ہے
تماشا ہے نہاں بھی آگ کی تاثیرِ باغی میں

ہے دستِ نگرِ نیرِ اعظم کا خلک پر
ظلمتِ نظر آتی ہے جو نورِ قمر میں

تو مہربان ہے تو چہاں مہربان ہے
تو مہربان نہیں تو جہاں مہربان نہیں

تکلیفِ سراپا دیتے ہیں جس پر ربطِ خاص
ہم جانتے ہیں کدورتِ ہائے یار کی

ناکامیِ حساب و یادِ وفا کا ہے نتیجہ
ہم اپنے ہی ہاتھوں کا کیا دیکھتے ہیں
موتے تو ہیں لیکن نہیں غرنا نہیں آتا
دشوار ہی تعلیمِ نسا دیکھتے ہیں

آہ پیغام اجل لفظ اجازت ہو گیا
 آپ کیا پہلے سے اٹھے دم ہی رخصت ہو گیا
 عرضِ مطلب داغِ دامنِ محبت ہو گیا
 دیکھیے آئینِ الفت کی لطافت دیکھئے

مجھے مایوس کرتے ہیں، مجھے مانوس کرتے ہیں
 کبھی رحمت اثر ہو کر، کبھی رحمت نشان ہو کر

نظامِ زندگانی ہے پریشانی سے وابستہ
 اسی کا نام مرنا ہے کہ دل کو پرسکون کرے

اُن سے ہم طالبِ وفا کیوں ہیں
 ہم کو عادت نہیں گدا کی
 بیانِ نقصِ عہد کیوں لوڑے نہیں
 جب تم موافقِ عہد ہو پیارے گئے ہوئے

آپ کو اعتبارِ دشمن ہے
 آپ کا اعتبارِ کون کرے

مجھے قتل کرنا تو کاغذِ ہوا بھی بنا
 سبکدوشی میں نہ سبکدوش کر کے

سیرِ جاناں میں سرجانا محبت کا اثر جانا
 اسے ہم مبتدا سمجھے، اسے ہم نے خبر جانا

کو کب نہیں بے شمس نہیں ہے قمر نہیں
 رہتا ہے کیوں بتوں کا دماغ آسان پر

کہیں صورتِ بنائے سے کھلا ستر بھی بنتی ہے
 نہیں دیتے ہیں بک خوش گلِ خوش رنگ پھر کے

قرآن کی ابتدا میں الف لام مہیم ہے
 اس واسطے ہیں نذرِ الم جاں کیے ہوئے

ہمیشہ کو صاحبِ سلامت رہوں گا
 اگر تم سے صاحبِ سلامت رہیگی

عارفِ حسن جو منت کش بنیائی ہے ننگ ہے عشق جو شرمندہ گویائی ہے
جاہ و ثروت کئے بغیر خدا کے در پر

آفتاب شرف جو ہر انساں کا غروب فکرِ دنیا کئے لئے سر بگریباں ہونا

محفلِ زمیت میں خلوت کا نہیں نام و نشان آمد و رفتِ نفسِ کجمن آسانی ہے

تم جو پہلو ٹٹھے جان لبوں پر آئی یادِ آیا مری جاں اب تو مری جاں ہونا

اُن کے زانو سے رہا کرتی ہے اکثر شکلا قابلِ صدرِ شک ہے تقدیرِ رشتِ اُستینہ

مجھے دنیا میں راحت ہے امید باغِ ہوا سے قفس میں دل کو بہلاتا ہوں میں یادِ گلستاں سے
نہیں کچھ چل سکی عباد کی حسنِ شخیص پر قفس میں دل کو بہلاتا ہوں میں یادِ گلستاں سے

کیوں حسابیں آتشِ حد میں ہم اپنے دل کو کباب کون کرے

عشق کا لطف نہ ساجاتا ہے وہ وسادہ رہو سب جلتے ہیں

وصل میں کیوں وفورِ حسرت ہے بحر میں وجہ تشنگی کیا ہے ؟

مے و نغمہ و روئے رنگین و حسرت پلاوے، سناوے، دکھائے، مٹاؤے

وفا غرض ہے، محبت ہو سُنِ خلوصِ نفاقی ہر ایک چیز بُرائی ہے اس زمانے کی

طالب صادق ہوں ترکِ علم ہے مدعا و عمل کے دھندلے تصور سے بھی گھبراتا ہوں میں

آؤ بھٹیہیں سرگزِ انوار کی باتیں کریں تو ربرسائیں رُخِ ولداری باتیں کریں

وہ ذات ہے جنابِ سالکِ ناب کی ادراک کی حدود سے بالا کہیں جھے

شرک کرتا ہے فالکِ ایسی زیرِ پرستند جبہ دو چار گھڑی ذکرِ خدا ہوتا ہے

بہ جتہ الاسلام حضرت افاضی رحمۃ اللہ علیہ کے دیوان "کلام اسد" سے اپنی پسند کے مطابق چند اشعار کا انتخاب ہے اور یوں تو "پند اپنی اپنی نظر اپنی اپنی" اس باب کو ہم ایک ایسے لطیفہ پر ختم کرتے ہیں جو حضرت والا کی فرستادہ بدیہہ گوئی کا آئینہ دار ہے اور اس کا بھی کہ اہلِ حق جن چیزوں پر فخر کرتے ہیں اور دنیا کو حیرت میں مبتلا کر دیتے ہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایسی چیزیں کبھی نہ تھیں خواص کمال کی نہ کھٹیں

عجیب لطیفہ

اخذ المجتبیٰ دینی میں ۲۶ سوال ۱۲۷۳ھ مطابق یکم ستمبر ۱۹۲۸ء کو کروناٹک کی ایک رباعی شائع ہوئی تھی اور بعض لوگوں نے اس کو بابا بکیر داس کی طرف بھی منسوب کیا ہے (اس میں ایسا حساب دیا ہے کہ کسی چیز کے بھی عدد نکالو تو اس حساب سے لفظِ محمد کے عدد (۹۲) ان سے نکال آئیں گے

سرباچی

ہریار کو جو گن کر لو دو کو اس میں دو بڑھائے اور پوری جو گن کر لو بیس سے اس میں بھاگ لگائے
باقی بچے کو گن کر لو دو آسین اور ملائے کروناٹک یوں کہتے ہر شے میں محمد کو پائے
مثلاً لفظ انسان کے عدد ۱۶۲ ہے اس کا چار گنا ۶۴۸ ہے اور دو بڑھا کر ۶۵۰ ہوئے اس
عدد کو پانچ گنا کر لیا جائے تو کل ۳۲۵۰ ہو جائے ہیں کچھ اس کو بیس سے تقسیم کیا جائے تو باقی

(۱۰) سمجھتے ہیں (۱۰) کو ۹ گنا کیا جائے تو ۹۰ ہو گئے اس میں ۲ ملا کر ہو جاتے ہیں اور یہ عدد لفظ محمد کے ہیں

حضرت والا نے ان دوسروں (رباعی) کو سن کر فرمایا یہ کوئی کہاں کی بات نہیں ہے جس عدد سے جو چاہو نکال سکتے ہو اور فرمایا لو ہم تمہیں اسی رباعی میں تغیر کر کے دیکھاتے ہیں کہ ہر چیز سے اللہ کے عدد برابر ہوں گے اسی رباعی کو اس طرح پڑھو۔

ہر عدد کو جو گن کر لو دو کو اس میں دو بڑھائے اور پوری جوڑ کر پنج گن کر لو جس سے اس میں بھاگ باقی بچے کو چھ گن کر لو چھ کو اس میں دو بڑھائے حضرت اسدیوں نے ہر سننے میں اللہ کو پائے

حضرت والا نے دوسرا شعر بدل دیا تو ہر عدد سے اللہ نکلتے لگا۔ پچھلے حساب میں تقسیم کے بعد باقی ۱۰ بچے تھے اس کو چھ گنا کر کے چھ بڑھانے سے چھیا سٹھ ہو جاتے ہیں جو لفظ اللہ کے عدد ہیں یہ چھبہ ماہیات سخن لطیفہ نمونہ پیش نظر ہے، اختصار کو ملحوظ رکھ کر اکنیں پر

الکثر کیا جاتا ہے۔ ہر نوع سخن میں آپ کی طبیعت رواں دواں تھی۔ بلاشبہ طلانتہ روانی، جدت آفرینی اور نکتہ بیانی میں آپ لامتناہی تھے، آپ کے بہت سے اشعار "حیات اسد" کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں اور منظومات مختلف عہد و زمانہ کے تحت مناسب مضامین کے ساتھ لکھی گئی ہیں اور آپ کے کلام کا انتخاب انشاء اللہ العزیز عنقریب منظر عام پر جلوہ افروز ہونے والا ہے، یہاں جو عنوان کی مناسبت سے "نمونہ از خزائن" کے طور پر اسی پر اکتفا مناسب ہے۔

۱۱۔ استاذ الفنون { فنون شعر و ادب میں آپ مسلم استاد ہیں، اس کا تذکرہ مذکورہ اوراق میں آچکا ہے لیکن حق تعالیٰ نے فنون شعر و سخن اور علوم ادب و انشاء میں آپ کو عبید بن جریج و مقام اعلا عطا فرمایا۔ وہ مقام و مرتبہ آپ کو اللہ کے فضل و کرم اور ذاتی محنت و مطالعہ سے حاصل ہوا، یعنی شعر و سخن میں آپ کا کوئی استاد نہیں۔ علم عربی میں بھی آپ نے اپنے ہی مطالعہ سے مہارت تامہ حاصل فرمائی تھی۔ مجرباً اس فطری ذوق کو جب آپ کی جدی میراث بھی آپ نے نہ صرف محفوظ و طاری رکھا بلکہ اپنی سعی اور جد و جہد سے اسکو ترقی دیکر ایسے کمال تک پہنچایا کہ آپ کو ماہرین شعر و سخن، امام الکلام "بہار الادب" "تاج الشعراء" جیسے القاب و خطابات سے یاد کرتے تھے ذالک فضل اللہ

یوسفیتیا من کیشاکر اس کے باوجود آپ نے "شعر و ادب" کو کبھی مقصود زندگی نہیں بنایا اور نہ اس میں اپنے سرمایہ حیات و بے بہا تر جہات کو صرف فرمایا۔ بلکہ بلا مشقت و بے تکلف نگاہ منظم کلام فرمادیا اور وہ بھی فضول اور بے مقصد نہیں بلکہ مفید اور کار آمد، پھر آپ نے فنون "شعر و سخن" اور علوم ادبیہ کو بھی پسند و توجہ اور تبلیغ و تذکیر کا ذریعہ ہی بنایا اور اس طبقہ کو دین سے قریب فرمایا جن کے لئے دوسرے طریقے اثر انداز نہیں ہوتے۔

الحديث المسلسل بالشعر قطب العالم، سناہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
 الحدیث المسلسل بالشعر کے تین رسائل ہیں (۱) الفہرست البین "فی المسلسل" من حدیث
 البنی الامین (۲) الدر الثمینی فی مسہرات البنی الامین (۳) النوادر فی احادیث سیر الماواکی
 والادواخر۔

حضرت مولانا عیسیٰ احمد صاحب نے ان تینوں رسائل کو یکجا طبع کرایا اور انتہام سے اس مجموعہ کی اجازت و سند کا سلسلہ جاری فرمایا۔ ہمارے کیشاع الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب ہر سال اس مجموعہ کا ایک دن انتہام کے ساتھ درس دیتے جس میں اخیر عمر میں ہزاروں طلباء و علماء شرکت کرتے اور سند حاصل کرتے تھے۔ رمضان المبارک میں بھی اخیر دور میں حضرت اس کی اجازت کا انتہام فرماتے تھے۔ جامعہ منظر علوم کے مشکوٰۃ دورہ حدیث کے طلبہ اس میں خصوصیت سے شرکت کرنے اور اجازت و سند حاصل کیے تھے۔ احادیث مسلمات "میں الحدیث المسلسل بالاسودین المار والتمر الحدیث المسلسل بالمصاحف اور الحدیث المسلسل بالقرآن وغیرہ میں ایک حدیث المسلسل بالشعر بھی ہے حضرت کیشاع جملہ روایات تسلسل پر اجازت فرماتے اور الحدیث المسلسل بالشعر پر فرمادیتے کہ بھائی میں شاعر نہیں ہوں۔ جسے اس کا تسلسل باقی رکھنا ہو کیشاع سے اسے پڑھنے اور اجازت ملے اور کبھی حضرت ناظم صاحب (حضرت والا) کی طرف متوجہ فرمادیتے

یوں تو ہم نے بیسیوں مرتبہ حضرت سے یہ کتاب پڑھی اور اجازت لی لیکن پہلی بار جب اس کتاب کو پڑھا اور سند حاصل کی تو ہم لوگ حضرت اقدس ناظم صاحب کی خدمت

میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت شیخ نے حدیث مسلسل بالسفر اور پرہیز فرمادیا ہے کہ میں شاعر نہیں حضرت والا اس کی اجازت نہ رحمت فرمائیں چنانچہ حضرت والا کے سامنے یہ حدیث پڑھی اور باقاعدہ حضرت والا سے اجازت حاصل کی۔
 (نوٹ) اس مجموعہ رسائل ثلاثہ میں بہت سی روایات محدثین کے قواعد کی رو سے منکمل نہیں بلکہ روایات موضوع بھی ہیں۔ رتن ہندی اور ابوالدینا وغیرہ کے جو روایات منقول ہیں وہ سب موضوع ہیں۔ رتن ہندی کی صحابیت ہی محدثین کے نزدیک ثابت نہیں۔ اصحاب میں ان کے متعلق طویل کلام کیا گیا ہے اور ابوالدینا کو سان المیزان میں سخت الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ان کے روایات اور سلسلات کے روایات اور روایات پر محدثین کے سخت کلام ہیں۔ لیکن روایت کرنا اور بات ہے اور اہل سن پر ثبوت اور صحت کا حکم لگانا امر آخری ہے۔ اس لئے روایت کی حد تک اس مجموعہ میں کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ روایت کر کے اس کے عدم ثبوت کو مع درجہ عدم ثبوت کے ظاہر کر دینا ضروری ہے اور اس طرح موضوعات کی روایت بالاجماع جائز ہے فقط (از آپ جی ۵)

حضرت والا ستر کہتے تھے، اپنا فرماتے اور ذوق طلبہ کے ستر کوئی ناپسند تھی؟ ستر دشمن سے خوش ہوتے تھے جن طلبہ میں یہ ذوق محسوس فرماتے تو لگاتے کہ ان کو خاص خاص اشعار سننا کر لطف ابلو فرماتے تھے لیکن اس مشغلوں کو جس طرح آپ نے اختیار نہیں فرمایا اسی طرح کسی اہل علم حضو عیا کسی طالب علم کے لئے پسند نہ فرماتے کیونکہ اس سے اصل مقصد تسلیم و تعلم اور تکمیل تعلیم و دینیہ میں خلل اور حرج ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ

اثر حب طالبان علم پر ہوتا ہے شیطان کا

خیال شاعری میں وقت کو برباد کرتے ہیں

ایک شاعر کا قصہ: حضرت والا کے ایک ایسے شعر پر اس بحث کو ختم کرتا ہوں جو علوم و خواص میں مشہور و معروف ہے۔ اور حقیقت وہ حضرت والا کی زندگی کا ترجمان و آئینہ دار ہے۔ آپ کے خادم و شاگرد مولانا عبد القیوم صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”بہاؤات خارجی حالات کا حضرت والا کی طبع نازک پر اس قدر اثر ہو جاتا تھا کہ معایم ہونا کہ آپ بیمار ہو جائیں گے چنانچہ ایک مرتبہ ایسی ہی حالت کی بنا پر طبیعت بہت ہی صحتی اور سست کئی اور چار یا پانی پر لحاظ اور طے ہو کر لیٹے تھے انا کارہ پاؤں دبار ہا تھا۔ سابقہ بحر تبکی بنیاد پر نشانہ نے کچھ اشعار اس غرض سے سنائے کہ ارادہ کیا کہ شاید طبیعت میں الشراح پیدا ہو جائے۔ چنانچہ ڈرتے ڈرتے غرض کیا کہ اجازت ہو تو لطافتی گنجوی کا ایک قطعہ سناؤں۔ حضرت نے نہایت بے دلی سے فرمایا ”سناؤ“ انا کارہ نے لطافتی کے نو اشعار سنا دیے جن میں کا پہلا شعر یہ ہے ۵

دوش رفتم بحر اباب و مرارہ نبود

مما زدم ۱۱۰ فریاد و کس از من نشنود

فرمایا کیا زبانی سنا رہے ہو؟ ”غرض کیا۔ حضرت کوئی اچھی چیز نیدیدہ ہوتی ہے تو وہ یاد رہ جاتی ہے۔ مجھے محسوس ہوا کہ ان اشعار کو سن کر حضرت والا کی طبیعت میں کچھ فرحت ہوئی۔ انا کارہ نے غرض کیا کہ مصلح الامۃ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دانت برکاتہم کی خانقاہ میں حضرت سرتدی رباعیات کے دو کتبے لکھے ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے ۵

بیک کارازیں و دوکار علی باید کرد
یا قطع نظر زیار باید کرد

سرتدی با گمہ اختصار می باید کرد
یا تن برضائے دوست باید داد

سوز غم پر داند گیس را نہ ہند

سرتدی غم عشق بوالہوس را نہ ہند

سردا این دود ہمہ کس را نہ ہند

عمرے باید تا یار آید بکنار

ان اشعار کو سن کر حضرت والا کھڑکے بیٹھے انا کارہ نے غرض کیا کہ حضرت ایک بہت ہی عمدہ شعر کا کتبہ بڑبان لگا ہوا ہے۔ فرمایا سناؤ، میں نے غرض کیا ۵

بیک دو کس بیک دیو نفس بہر خدا بنشیند

آسمان مسجد دکند سر زینے کو برو

حضرت والا نے اس شعر کو بھی پسند فرمایا۔ قدرے زیر لب گنگنا کر فرمایا۔ ”تم بھی اس کمرے میں لکھ کر لگاؤ۔ لیکن خارجی شعر کے بجائے اردو میں اس کا ترجمہ لکھ کر لگا دو ۵

رشتک کرتا سے ناک ایسی زمین پر استعد

جس پہ در چار گھڑی ذکرِ خدا ہوتا ہے

ناکارہ نے فوراً ہی باریک قلم سے لکھ کر لگا دیا۔ اس کے بعد دوبارہ حاضری ہوئی تو وہ کتبہ نہایت خوشخط آیت کریمہ فاذا قرأوا الحزب فاذکر ہوا وانی اذکرکم وانشکرو لی ولا تلکوا مومنین کے اضافہ کے ساتھ نظر لیا اور ہوا۔ اس شعر نے وہ شہرت حاصل کی کہ اصل شعر کو بھی وہ شہرت نصیب نہ ہوئی ہوگی۔

حضرت نالائخیر عمر میں فکرِ سخن رہا شعر گوئی کو بالکل ترک فرما چکے تھے۔ لیکن حیات کے آخری لمحات تک دماغِ حاضر اور قوتِ حافظہ بحال رہی ان میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا تھا اور ہزاروں اشعار اس طرح زبان زدِ حق تھے کہ گویا آپ منتخب اور عمدہ اشعار کا ایک ذخیرہ تانبہ دیوان تھے۔ اسکی طرح شعر گوئی سے قطعاً بے التفاتی فرمائی تھی ورنہ اخیر تک آپ کی شاعری محتاجِ فکر و منت کشی نہیں رہتی۔ نگاہے بلا تکلف اور بغیر فکر اشعار فرما دیتے تھے۔

غالب چھٹی شہر آب پر اب بھی کبھی کبھی
پیرا ہوں روزِ ابر و شبِ ماستاب میں

پند و نصائح

حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک زندگی رُخِ اعلیٰ مسدودِ سرِ تک
بالحکمة والنعمة عظمتا الحسنات و جاد لہم بالیتی (میں آخستین طر اپنے
پروردگار کی راہ کی جانب بلائیے دانائی اور عمدہ طبیعت کے ذریعہ اور اس سے بہترین اخلاق
کے ذریعہ مقابلہ کیجئے۔) کی مصداق و آئینہ دار تھی۔ آپ بلا تفریق مذہب و ملت اور
بلا امتیاز بیگانہ و بیگانہ سب ہی لوگوں کو دین کی دعوت ایسی حکمت و دانائی سے دیتے تھے
کہ جن لوگوں کو دعوت دی جلد ہی ہے وہ اس کو بخوشی قبول و منظور کرتے اور اس پر عمل پیرا
ہو جاتے تھے۔ اور غیر محسوس طریقہ پر ان کی زندگی میں ایک صلح انقلاب پیدا ہو جاتا تھا

کلمہ گو حضرات کی زندگی شریعت کے سلیپے میں ڈھل جاتی اور ان کو انبیا سنت کا شوق پیدا ہو جاتا تھا اور غیر مسلم حضرات میں عمدہ عادتیں پیدا ہو جاتیں اور وہ رفتہ رفتہ اسلام سے قریب تر ہونے چلے جاتے تھے۔ کمال یہ تھا کہ ہر ایک کی حیثیت کو سامنے رکھ کر اور نفسیاتی اعتبار سے مخاطب پر نظر فرما کر اسی کے ذہن سے قریب تر کر کے نصیحت فرماتے۔ حضرات علماء کرم و طلبہ کو ان کے شایان شان کوئی مفید بات اعمدہ نصیحت، بہترین ہدایت اور کلمہ حکمت ارشاد فرماتے تھے۔ اہل علم حضرات کے ساتھ خطاب فرماتے تو نصوص اقوال سلف اور عربی، فارسی یا اردو کے عمدہ اشعار ضرور پیش فرماتے۔ حقائق و نکات، اسرار و رموز بیان فرماتے، کبھی کبھی کسی واقعہ کی روشنی میں کوئی خاص نصیحت فرماتے تھے، عوام الناس کو سیدھے سادے انداز اور عام فہم کلمات سے نصیحت فرماتے تھے۔ آیات قرآنیہ و نصوص حدیثیہ پڑھتے تو ان کے سہل ترین مطالب ان کے ذہن نشین کر دیتے۔ اسلاف و اکابر کے اقوال و واقعات بھی سناتے تھے۔ غیر مسلموں کو ایمانیات کی کوئی اہم ہدایت فرماتے اور ان کے ذہن نشین فرما دیتے۔ مشائخ اکبر نے واسطے کی قدرت و عظمت کا بیان آسمان، زمین، چاند، سورج ستاروں اور جزو انسان کی اپنی ذات میں عجز و فکر کراتے اور اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی معرفت کی راہیں ان پر کھل جاتیں۔ تقدیر و قسمت کی بات فرماتے اور اس پر ان کے ذہن کے قریب کر کے کلام فرماتے، وہ لوگ دعا کی درخواست کرتے تو اللہ کی قدرت و عظمت اور اختیار وغیرہ کو بیان فرماتے مثلاً دعا کریں گے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے اور اسی کے حکم سے سب کام ہوتے ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ اسی کو راضی کرنے کی کوشش کرے اسی کے سامنے جھکے، اسی سے مانگے اسی پر بھروسہ کرے وغیرہ۔ بعض بڑی عادتوں سے باز رکھنے کی کوشش فرماتے مثلاً شراب کے جوگر کو شراب کے دنیاوی نقصانات بتاتے اور بد نظری کی دُنیوی تباہیوں سے آگاہ فرماتے زنا وغیرہ کا اگر کوئی مریض آتا تو اس کو ایسے انداز سے سمجھاتے کہ اس کو ایسی حرکتوں سے نفرت ہو جاتی اور یہ بھی محسوس نہ ہوتا کہ حضرت پر میرے عیوب کھل گئے ہیں۔ ایک عذاب ایسے ہی مریض آئے جن کا تعلق ایک کھنگن سے تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جیسے اپنی ماں باپ کی عزت کی جاتی ہے اور سسر کے ماں باپ کی بھی عزت کی جائے۔ اپنی بہن بیٹی کی عزت جس طرح محبوب

ہوتی سیبہ دوسروں کی بہن اور بیٹیوں کی بھجی ایسی ہی عزت کرنی چاہئے اور ان کی عزت کیونکہ اسی طرح محبوب رکھنا چاہئے کیونکہ سب لوگ اسلامی رشتہ سے یا انسانی رشتہ سے بھائی ہیں اور بھائیوں کی سب کی عزت ایک ہوتی ہے اور پھر آپ پر رقت طاری ہو گئی، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ میں جس طرح اپنی بیٹی اور بہن کی عزت کر سکتا ہوں ایک اس شخص کی بیٹی اور بہن کی عزت بھی مجھے اتنی ہی محبوب ہے جس کو لوگ کھینٹی کہتے ہیں۔ حضرت دالاکے ان درجہ بھرے کلمات اور قلبی توجہ سے وہ چند منٹ ہی میں ایسا تائب ہو گیا کہ اس گناہ سے اس کو نہایت شدید نفرت ہو گئی۔ اسی لئے شاید اولیاء اللہ کی صحبت کو اکیر اعظم اور مخلصانہ عبادت سے بہتر فرمایا گیا ہے ایک زمانہ صحیحیہ با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت ہے ریا

اولیاء اللہ کی تھوڑی دیر کی صحبت سیکڑوں سال کی مخلصانہ عبادت سے بڑھ کر ہے ایک نوجوان ہندو آپ کے پاس آتے تھے اور بر نظری کا ان کو مرعہ تھا حضرت دالاکے ایک دن ان سے ارشاد فرمایا، بیٹا لشکر کی حفاظت کرنی چاہئے اور ہر اُدھر دیکھنا شرافت کے علامات ہے۔ بس اسی ایک جملہ نے کایا لپٹ کر دی اور اس نوجوان نے اس حرکت سے نہایت پختہ تو رہ کر لی۔

غیر مسلموں کو دعوتِ نصیحت نہایت اہتمام و توجہ اور دوسری دہر دی سے فرماتے تھے اور اس کے لئے آپ کافی محنت و مشقت اٹھاتے تھے۔ چنانچہ آپ ہر جمعہ کو جامع مسجد سیدیلہ کدورت کرتے اور آتے جاتے راستہ میں خاص طور سے غیر مسلموں سے ملتے، مزاج پرسی فرماتے اور کوئی نہ کوئی کلمہ خیر عن در فرماتے تھے۔ غیر مسلم حضرات بھی آپ کے منتظر رہتے اور دیکھتے ہی اپنی اپنی دکانوں سے اُتر آتے اور سڑک پر ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے، سلام کرتے اور دعا کے لئے درخواست کرتے تھے۔ حضرت ان کے لئے ایسی جامع دنیا فرماتے جو ان کی ہدایت اور ایمان پر کبھی مشتمل ہوتی۔ حضرت دالاکے خاص طور پر ہندو جبہ ذیل امور کے متعلق تاکیدیں اور خاص نصیحتیں کرتے تھے اور ان کی تعلیمات مختلف طریقوں سے حسب موقع فرماتے تھے۔ (۱) توحید اور اللہ جل شانہ کی معرفت و عظمت اور محبت (۲) رسالتِ عظمتِ رسول اور اتباعِ شریعت و سنت۔ (۳) نماز کی پابندی اور اجتماعِ ادا کی۔

(۳۴) علماء ذہرہ اور سالکین کو جماعت کی پابندی کے ساتھ تکبیر اونی اور صف اول کی تاکید (۵) متمول حضرات کو ادائیگی رکاوٹ و حج کی تفریق (۶) اسلامی وضع اور صلہ سے مشابہت اور ان کی پیروی (۷) تقویٰ اور پاکیزہ زندگی (۸) معاملات کی صفائی (۹) ذکر و تسبیح کی ترغیب و برکات (۱۰) ہمدردی، ایثار، محبت اور ان لوگوں کے ساتھ درجہ بدرجہ اچھا سلوک۔ (۱۱) والدین اگر زندہ ہوں تو ان کے ساتھ حسن سلوک اور وفات پا گئے ہوں تو دعا کے خیر۔ (۱۲) اخیال و اب کا تسلسل (۱۳) گفتگو کا اعتدال نہ اتنی اتنی بہتہ کہ مخاطب کو سمجھنے میں دقت ہو اور دوبارہ مدام کرنا پڑے اور نہ اتنے زور سے کہ مخاطب پریشان ہو جائے (۱۴) بات پوری کہی جائے جس میں تشنگی اور مخاطب کے سمجھنے میں کمی نہ رہ جائے (۱۵) لغو، فضول اور بیہودہ گفتگو سے اجتناب۔ (۱۶) بڑوں کا احترام، والدین کی قدر، اساتذہ کی عزت و احترام۔

ساختوں اور ہم عصروں سے مروت و خوش اخلاقی چھوڑیں پر شفقت و محبت سے سب سے محبت اور سب کا ادب و احترام (۱۷) بخش گوئی و بد اخلاقی سے پرہیز (۱۸) حق تلفی سے اجتناب (۱۹) قرض لینے سے احتیاط (۲۰) کام میں محنت و مشقت (۲۱) امانت و دیانت (۲۲) اخلاص و ولہیت (۲۳) حوصلہ و ہمت و عزم اور مہم (۲۴) تسامت اور تسلیم و رضا (۲۵) موت کی تیاری (۲۶) آخرت کی فکر (۲۷) اللہ کی خوشنودی (۲۸) اپنی زندگی کی قدر (۲۹) ذمہ داریوں کا احساس (۳۰) بکرت و تعالیٰ اور غور و فکر (۳۱) علماء و صلحاء، مشائخ و اساتذہ اور والدین کی خدمت (۳۲) بندگان خدا کی خدمت (۳۳) تعلیم میں ترقی اور علم نبوی میں محنت (۳۴) اپنے محضوں کا شکر اور ان کے لئے دعا کے خیر (۳۵) قرآن پاک سے تعلق اس کی تلاوت (۳۶) رزق حلال کی کوشش (۳۷) اپنے آپ کو دنیویوں سے بچانا (۳۸) جو کام کر سیں شرعی حکم کے تحت کریں اور اس پر مومناں و پابندی کی جائے (۳۹) سچوٹی (۴۰) سچوٹی (۴۱) گناہ کو حقیر نہ سمجھیں (۴۲) ہر حال میں توبہ و استغفار کی پابندی (۴۳) زندگی کی فرصت کو غنیمت جانیں اور اس کو صحیح مصرف میں صرف کریں (۴۴) ظاہر و باطن کی پاکیزگی وغیرہ وغیرہ

یہ وہ خاص نصیحتیں ہیں جو حضرت والا سے عام طور پر سننے میں آتی ہیں۔ ان کے علاوہ مخاطب کی ضرورت و مصلحت کے اعتبار سے آپ نصیحت فرماتے اور ہر موقع پر کوئی ایک شعر یا چند اشعار اکثر بڑھتے تھے حضرت والا کا یہ معمول تھا کہ آپ سے جو کچھ ملاقات کرتا اس کو محرم نہ فرماتے ضرور اس کو کوئی مفید بات اور عمدہ نصیحت کا ہدیہ فرماتے تھے۔ آخر عمر میں ملاقات اور نصیحت کے وقت

آپ پر وقت زیادہ طاری ہوتی اور بے اختیار آنسو بہہ پڑتے تھے یقیناً فرما کر اکثر
فرماتے تھے کہ آپ کو میری بات ناگوار ہوئی ہو تو آپ مجھے معاف فرمادیں، آپ کو تکلیف پہنچی ہو
تو آپ معاف فرمادیں

بیوی شوہر کے گھر کی پوری ذمہ دار... امانت دار، بلکہ اس جھوٹی طوسی حکومت
جاہل بیوی کی ملکہ ہوتی ہے بسندوں کی سب سے پہلی معلمہ یہی ہوتی ہے۔ اس لئے
بیوی کا انتخاب بہت دیکھ بھال کر سوچ سمجھ کر ہونا چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہے کہ عورت سے نکاح چار چیزوں میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے یعنی کشتی سمجھا
باعث یہ چیزیں ہوتی ہیں (۱) مال (۲) جمال (۳) حسب و نسب یعنی ذاتی شرافت
(۴) دین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیندار عورت پر کما میاب ہو جا
یعنی دیندار عورت کا انتخاب نکاح کے لئے کیا جائے۔ اسی لئے حضرت والاؒ جو انوں
کو اسی کی ترغیب دیتے تھے اور فرماتے تھے جاہل عورت سے شادی کرنا وہ وبالِ جان
ہوتی ہے۔ حضرت والاؒ نے فرمایا ہے

حاصل نہیں ہوتی کبھی اس کو خوشی
دن رات پریشان رہا کرتا ہے
فرہست نہیں پاتا ہے معائب سے کبھی
ملتی ہے جسے غیب سے جاہل بیوی
حقیقت یہ ہے کہ جاہل بیویوں سے نسلیں بگڑ رہی ہیں اور خاندان خراب ہو رہے ہیں، مگر
افسوس کہ لوگ مال و جمال وغیرہ کو دیکھتے اور ان پر رنجھتے ہیں اور دینداری کو تلاش نہیں کرتے
بیخ سعادت ہی فرماتے ہیں ۵

زن بد در سر اسے مرد نکو
از نیک آدمی کے گھر میں بُری عورت
در ہمیں عالم است دوزخ او
اسی دنیا میں اس کی دوزخ ہے
وَقِنَارُ تَبَّاعِ ذَا ابِ النَّارِ
پروردگار دوزخ کے عذاب ہمیں ہی بھیجے گا
از خدا کی پناہ خدا کا پناہ بُری عورت
استاذ کی خدمت | والدین کی خدمت سے عمر میں اور استاذ کی خدمت سے علم میں برکت
ہوتی ہے۔ حضرت والاؒ بچوں، نوجوانوں اور طلبہ کرام کو اسی بھی تاکید فرماتے تھے۔ والدین کی خدمت
و غفلت کے سلسلہ میں تو حضرت والاؒ کی منتقلی منہلوم آ رہی ہے استاذ کے ادب و احترام کے
سلسلہ میں بھی آپ نے فرمایا ہے اپنے دل پر نقش کر لو جان میں کیسیا ہے خدمت آموز گار
زندگی کا کچھ نہیں ہے اعتبار

فرماتے تھے استاذ کی سختی اور جو روزیادتی پر بھی صبر کرنا چاہیے اس کا نتیجہ بہت عمدہ ہوتا ہے
آپ کا ارشاد ہے کہ ۵

کمر پر جو پڑھنے میں کھاتا ہے ڈنڈا

وہی کھاڑنا سہیہ لیاقت کا حصہ ۱

زود کو بے گمانہ کی جائے :- آپ طلبہ کو زود کو بے گمانہ نہ کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اب وہ زمانہ نہیں کوشاگر استاذ کی زود کو بے گمانہ کو برداشت کریں۔ اس زمانے میں زود کو بے بالکل نہ کرنی چاہیے۔ حضرت والا خود شفقت و مہربانی کے حق پر تھے اور یہی دوسروں سے پسند فرماتے تھے۔

اس مضمون کی حدیث بھی ہے و احب
و دوسروں کیلئے وہ پسند کر دیا اپنے لئے کرتے ہوئے

لے وہ پسند کر دیا اپنے لئے کرتے ہوئے (ایک اور حدیث میں ہے) انما تعجب (اچانک) کا تعجب
لنفسیک (ایمان کی علامت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے لئے وہ پسند کر دیا اپنے لئے پسند
کرتے ہوئے) حضرت والا کا ارشاد ہے کہ دوسروں کے ساتھ جو معاملہ کر دو تو یہ جیسا کہ لو کہ
اگر اس کی جگہ میں خود ہوتا تو اپنے لئے کیا پسند کرتا۔ پس جو کچھ اپنے لئے پسند کرتے اسی انداز سے
اس کے ساتھ برتاؤ کرو۔

مثنو سلیم و متوسلین کو نصیحت کے عنوان :- ارشاد و تربیت اہل اصلاح خلق کے

مریدین و متوسلین کو نصیحت کے وقت اور اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں فرماتے تھے۔
اسی طرح جو انصار و خلفاء و مجازین کو فرماتے تھے وہ بھی فہرست خلفاء و مجازین میں گزر چکی
ہیں۔ وہاں ملاحظہ فرمائی جائیں۔ دراصل حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات بابرکات پوری
کی پوری غلام و غلام کی محنت اور غلامی خد کو مختلف ذریعوں سے قائم و رسائی میں گزری ہے
دیگر دینی و ظاہری کے ساتھ ایک مستقل و علیحدہ پندرہ نصیحت لکھا، کسی ملاقاتی کسی حاضر خدمت
جو بڑے بڑے چھوٹے، غلام، غیر غلام اور مسلم و غیر مسلم کو آپ خالی بے فرماتے
تھے۔ بلکہ کوئی نہ کوئی نمونہ پندرہ اور انچوبیست نصیحت فرماتے تھے۔ عزیز حضرت حجۃ الاسلام

رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ۵

عجب پُر لطف سیاح عاشقی کی زندگانی ہے

نصیحت کی نصیحت ہے کہانی کی کہانی ہے

آخری دور کی نصیحت :- پاکیزہ زندگی تقویٰ، اتیل سنت و شریعت عیسیٰ صامح

نصائح تو آپ کی مستقل نصائح تھیں۔ زمانہ صفت میں حضرت والا اکثر یہ شعر پڑھتے تھے ۵

ہماری یہ نصیحت یاد رکھو کہ ہر قسم میں شریعت یاد رکھو

دیگر خاص خاص نصائح کا ذکر آئندہ عنوان "عادات، معمولات اور ملفوظات" کے تحت

آ رہا ہے۔

آخری نصیحت :- حضرت والا نے اپنے لختِ جگر لفظِ صافِ جہزادہ محترم حضرت مولانا

محمد اللہ صاحب مدظلہ سے ارشاد فرمایا کہ ہم تمہارے واسطے سب کچھ چھوڑ دے جا رہے

ہیں ہو سکے تو اس سے فائدہ اٹھاتے رہنا اور میرے ملنے والوں سے تعلق قائم رکھنا۔

وفات کے بعد :- وفاتِ حضرت آیات کے بعد خدام و متوسلین نے حضرت والا کی خواہش

میں بار بار زیارت کی۔ بہت سوں کو آپ نے نصیحتیں فرمائیں مثلاً اگر یہ خادم کو تاکید کی

کہ چھوڑ سے پرہیز کر دے ایک کو استقامت کی ترغیب دی۔ اس سلسلہ کی بہت

سی تحریری اطلاعات ہمارے پاس موجود ہیں مگر اختصار کے پیش نظر ان کو درج نہیں کیا گیا

منظوم نصائح

پند سودمند (زنگن ۲۰ ۲۱)

ڈر کر کسی سے حق کی غمازیت کبھی نہ چھوڑ

لے کر دُشمن میں آن کر وقت کبھی نہ چھوڑ

دامانِ آقاؤں شریعت کبھی نہ چھوڑ

ہاں ہاں نہ چھوڑ دامنِ بہت کبھی نہ چھوڑ

مردانِ برگزیدہ کی صحبت کبھی نہ چھوڑ

آئینِ لطف و مہر و مروت کبھی نہ چھوڑ

بزدل نہ بن شہرِ شجاعت کبھی نہ چھوڑ

غنیظ و غنیمت میں شانِ شرافت کبھی نہ چھوڑ

استعد خدائی مان، عبادت کبھی نہ چھوڑ

محنت کبھی نہ چھوڑ مشقت کبھی نہ چھوڑ

یارانِ بدخصال کے سائے سے دور بھاگ

احبابِ پر خصلت کا ہر وقت پاس کر

بے بسو پاپیوں کا ہمیشہ خیال رکھ
گو جھیلنا پڑے کچھ لاکھوں مسیبتیں
بیکس، پیٹم، رائنڈ کی خدمت کبھی نہ چھوڑ
لیکن نہ چھوڑ کر سعادت کبھی نہ چھوڑ

اسعد گرہ میں باندھ لے یہ بند سو مند
پا بند ہی نہ رہا جماعت کبھی نہ چھوڑ

(زلگون ۲۱ ۴۴)

کیوں مرے لب ہوں آسٹنا کے ڈاڑ
میرے دشمن ہوں مبتلا کے ڈاڑ
عمدہ باتیں کر و سجا کے ڈاڑ
جہل پوتا ہے رہنما کے ڈاڑ

بیوقوفی پر ہے بنا کے ڈاڑ
یادہ گوئی سے مجھ کو کیا مطلب
لغو باتوں سے اجتناب کرو
ڈاڑ خانی خلاف دانش ہے

یہ دُعا ہے زبان اسعد سے
دُور رکھے خدا بلا کے ڈاڑ

گھمنڈ

سبے وقوفی ہے عبادت پر گھمنڈ
راکٹاں ہے مال و دولت پر گھمنڈ
جب ہے ناجائز عبارت پر گھمنڈ
ہے جہالت علم و حکمت پر گھمنڈ
لغو ہے پھر زہد و طاعت پر گھمنڈ
کیجئے کیا حسن صورت پر گھمنڈ
کیجئے کیوں زور و طاقت پر گھمنڈ
جاہ پر نازش نہ عزت پر گھمنڈ
وہ نہیں کرتے لیاقت پر گھمنڈ
کیجئے کیا مال و دولت پر گھمنڈ
پھر ہی کرنا قابلیت پر گھمنڈ
بدنما ہے عز و رفعت پر گھمنڈ

ہے حماقت زہد و طاعت پر گھمنڈ
مال و دولت کا نہیں کچھ اعتبار
کیا مناسب ہے گناہوں پر غرور
علم و حکمت روکتے ہیں غرور سے
زہد و طاعت بھی اُسی کا فیضی ہے
چار دن کی چاندنی ہے بے گرائی
زور و طاقت جلتی پھرتی چھاؤں ہے
کیجئے ہرگز نہ قوت پر گھمنڈ
جن کو دیتا ہے خدا عقل سلیم
دیکھئے قارون کا انجام بد
قابلیت پہلے پیدا تو کرو
عزت و رفعت پر کرو شکر خدا

علم پر بھی ناز کرنا عیب ہے
لوگ کرنے ہیں جہالت پر گھمنڈ

غزل

رنگن ۲۶ ۳۶

ہے خطِ صحبتِ اربابِ صفائے عراضی
زہر ہے سنتِ محبوبِ خدا سے اعراضی
روشنیِ دینِ ہمیشہ ہے گروہِ علماء
باعثِ قہرِ خدا ہے جہلاء کی صحبت
ہے برا خدمتِ اصحابِ بُدئیِ سماعی
عقل والے کہیں کرتے ہیں ذوا سماعی
سمِ قائل ہے گروہِ علماء سے اعراضی
موجبِ لطفِ خدا ہے جہلاء سے اعراضی
اہلِ تقویٰ کی تو ہے غنیمتِ اسعد
بے وقوفی سے فیضِ صلحا سے اعراضی

غزل

رنگن ۱۶ ۳۳

ہے اگر اندازِ عظمت کی طمع
مذہب و دینِ ردِ یانت کی طمع
طاقت و زبردِ شرافت کی طمع
حکمت و علم و فہمیت کی طمع !
کیجئے صبر و قناعت کی طمع
امن و ایمان و امانت کی طمع
مصحفِ حق کی تلاوت کی طمع
کسبِ آدابِ شرافت کی طمع
بخشش و جود و سخاوت کی طمع
توڑتِ قلب و شجاعت کی طمع

غزل

اس کو لطفِ زندگی حاصل نہیں
کنیف کی جنت ہے ذوقِ انہماک
پارہیے کا تصور ہی غلط
سن، کہ شکوئیِ سنجِ خوش ادا
جو نبی کے عشق میں کامل نہیں
سعی لا حاصل بھی لا حاصل نہیں
بحرِ الفت کا کہیں ساحل نہیں
بیرا دل ہی عشق کے قابل نہیں

آج تباہی میں ہمارا دل نہیں
 ہیں مذاق شیخ سے عاقل نہیں
 کوئی بھی مشکل مجھے مشکل نہیں
 اب بتا عاقل ہوں یا عاقل نہیں
 سیکہ والوں میں جوشا ملی نہیں
 شیوہ دلدادہ کامل نہیں
 وہ خفا اس سے ہیں جو سائل نہیں
 وجہ تکمیل نشاط دل نہیں
 کیف روحانی ہے درد دل نہیں
 مذہب رنداں میں جوشا ملی نہیں

عشق اسعد کی طبعیت دیکھیے
 آشنائے آرزوئے دل نہیں

غزل

جو بنی عیش میں کامل نہیں
 بے بہا نعمت ہے درد دل نہیں
 جو کمتراریا دے عاقل نہیں
 آرزوئے ساحل و منزل نہیں
 مذہب برحق میں جو داخل نہیں
 علم پر ایسے جو خود عاقل نہیں
 وہ مرے نزدیک تو کامل نہیں
 جاہل و احمق ہے وہ عاقل نہیں
 جس کو کچھ علم و سہ حاصل نہیں
 اور کیا ہے وہ اگر حبل نہیں

ماجر کیا ہے نہیں کھلتا ہے کچھ
 پوچھتا ہوں راہ تکمیل محبانہ
 قدر و ان دعائے دوستوں
 کم رہا کرتا ہوں داند حسن میں
 اس کو کیا ہو کیف ذوق و ذوق کیف
 امتیاز معنی جو دو کرم
 اس کرم کی بھی ہے کوئی انتہا
 وائے محبت کوئی صورت عشق میں
 اس میں مصغر ہے نشاط زندگی
 خاک سمجھے گا وہ راز کن فکاں

کیف روحانی اسے حاصل نہیں
 گوشہ گوشہ دل کا ہے فردوس کیف
 کیوں نہ ہو دینا سے عاقل کیوں نہ ہو
 ذوق و شوق رہا یزدی دیکھے
 وہ خدا کی رحمتوں سے دور ہے
 کیا کرے گا دوسروں کو وعظ و پند
 جس کو ہو اپنے کمالوں پر غرور
 جو چھپ سکتا نہیں ہے راز دل
 وہ کسی تکبریم کے قابل نہیں
 جو کفایت سے نہیں کرتا ہے شرح

گو ہزاروں شغل ہیں دن راتیں
لیکن اسعد آپ سے غافل نہیں

ناصر چند اشعار

معارف اس سے پوشیدہ خفایا اس سے مخفی ہیں
جو عالم میں فدا کے ملت میں نہیں ہوتا
مختارے واسطے اسعد کہیں بہتر ہے شاہی سے
کہ اک ادنیٰ غلام مصطفیٰ ستم ہو

نہ یوں دُور در در نہ یوں مار پھر گھر
کسی کے پیرو ہو تم یا کسی کو اپنا کر رکھو

خوشیوں پھر خوشی ہے گو غمیں کا تابع ہی ہے
خون ہو کر کبھی ہے دل نہ بنتا دامن میرا

وطن میں سو نہیں سکتی ہے عزت بالکمال کی
خدا رفعت پسندوں کو یوں ہی نچا دکھاتا ہے
نجاست دل کی دھوئی جائے نہ کیوں شکرِ شکر
ہنیں ہوتی ہے گوہر کی کبھی تو قبر بان میں
نظر آتا ہے جیسے آسمان پیر بانی میں
خدا نے رکھی ہے خاصیتِ تطہیر پانی میں

ہے دست نگر نیرِ اعظم کا فلک پر
ظلمت نظر آتی ہے نظر نورِ قمر میں

بہت دقت سے ہوتی ہے کسی کی آرزو پیدا
بڑی مشکل سے ارمانِ دل سے نظر نکلتے ہیں

عشق سے معصوم ہے کیفیت سوز و گداز
دیں غرضی عادت راہ بابِ ملت ہو گئی
بواہوسِ محو خیالی لطف و لذت ہو گیا
کثرتِ کثرت میں کم مشہورِ وحدت ہو گیا

آپ کو اعتبارِ دشمن سے آپ کا اعتبارِ کون کرے

سُرخ جاناں میں سر جانا محبت کا اثر جاتا اسے ہم مستدل سمجھے اسے ہم نے خیر جانا

کو کب نہیں ہے سٹمس نہیں ہے قمر نہیں رہتا ہے کیوں بٹوں کا دماغ آسمان پر

کہیں صورت بنانے سے بھلا سیرت بھی بنتا ہے نہیں دیتے ہیں جیسے خوش گلی خوش رنگ پتھر کے

جاہ و ثروت کے لئے بغیر خدا کے در پر رُوحِ خرسا بجز انا صیہ سائی ہے

آفتابِ شرف جو ہر انسانِ نیت کا غروب شکرِ دنیا کے لئے سر بگرسیاں ہونا

چھوڑ بھی ذکرِ مہتاں یا درِ حاد یا داکئی کچھ سے دانا کو مناسب نہیں ناواں ہونا

مجھے دُنیا میں راحت ہے امیدِ باغِ وصال سے قفس میں دل کو پہلا تاہوں میں یادِ گلستاں سے

یہ جہانِ رنگ و بو ہو گا تیرے دل پر خدا جب نڑا طے بے شیا ز رنگ و بو ہو جائیگا

بچھ کو کیا علم شیخِ ظاہر میں جلوہ حسنِ سرِ دی کیا ہے ؟

اسے پرستارِ شہیدۂ منسوب غورِ گراسوہ بنی کیا ہے ؟

مکہ و تہذیبِ کذب و عیاری اور تہذیبِ معشرتی کیا ہے ؟

حاصل نہیں ہوتی کبھی اس کو خوشی فرصت نہیں پاتا ہے مصائبِ کبھی

دلِ راحت پر لشیان رہا کرتا ہے

ملتی ہے جسے غیب سے جاہلی بیوی

بچوں کے لئے منظوم نصیحتیں

حضرت والا بچوں سے بہت پیار کرتے، ہمیشہ ان کو ادب و تہذیب سکھاتے اور ان کی تربیت کی پوری پوری سعی فرماتے تھے۔ حضرت والا چھٹے بچوں کو فارسی کا مشہور شعر زبانِ یاد کرتے اس کا مطلب ذہن نشین کرتے اور اس کو بار بار سن کر بچوں کے دل میں نماز کی اہمیت بٹھلاتے تھے وہ شعر یہ ہے ۔

روزِ محشر کہ جاں گداز بود اولیں پرستش نماز بود

(محشر کے دن جب عجم و مصیبت سے جان بچھل رہی ہوگی، سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔) حضرت والا فرماتے تھے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے چونکہ پیار کرتے تھے اس لئے بچوں سے پیار کرنا سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نماز شروع کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ نماز کو طویل کروں، لیکن جب کسی بچے کے رونے کی آواز سننا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ بچے کے رونے سے اس کی ماں کو کس قدر تکلیف ہوتی ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۱ بحوالہ بخاری)

حنورا کر مصلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بچوں کو تنہیک کے لئے لایا جاتا تھا۔ (تخلیک کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برکت کے لئے چھوڑا رہ چکا کہ اس کا لعاب بچے کے تالو کو لگا دیتے تھے) تو آپ بچے کو اپنی گود میں لے لیتے تھے۔ بعض مرتبہ یہ آپ کی آغوش میں پیشاب بھی کر دیتا تھا، آپ اس کو دھوا دیتے تھے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ پانچ بچوں نے حنورا کر مصلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش مبارک میں پیشاب کیا ہے اور ان کو ذہن نشین کرانے کے لئے حضرت والا طلبہ کو یہ شعر یاد کرا دیتے تھے ۔

بائل بکھر احمدی ابن الزہیر مست
ہم ابن ام قیس، سلیمان، حسین، حسین

(یعنی آغوشِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں پانچ بچوں نے پیشاب کیا اور ان کے نام یہ ہیں۔ عبد اللہ بن زہیر، عبد اللہ بن ام قیس، سلیمان، حسین، حسین)

آپ اپنے بچوں سے تو بہت ہی پیار کرتے تھے۔ ہم نے کہی اُن پر سنجی کرتے نہیں دیکھا آپ کے پوتے سعد اللہ مرحوم اور مولوی حافظ مختار اسعد وغیرہ حضرت کے پاس کمرے میں آتے تو اُن کو خوب پیار کرتے اور کھڑے ہوتے تو اُن سے کھیلتے اور اُن سے فرمائے بیٹا کھیلو کبڈی کبڈی۔ ان کو گود میں لے کر فرماتے ۵

مناویں میں اُلجھایا گیا ہوں کھلنے دے کے پہلایا گیا ہوں
چونکہ حضرت والاؒ کے خاندان کے بچے بچے کو ذوقِ شعری قدرتی طور پر عطا ہوا ہے اسلئے
آپ اپنے چھوٹے بچوں سے بھی بسا اوقات زبانِ شعر میں خطاب فرماتے اور اُن کو اسی میں
قیمتی میز و مضامین سے نوازتے تھے۔ یہ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت والاؒ کے نزدیک کلام
میں نظم و نثر دونوں اسلوب برابر تھے اور کسی ایک میں بھی کلام کرنے میں آپ کو تکلف نہ ہوتا تھا
اسلئے اپنے بچوں سے اکثر مزاح و خوش طبعی بھی زبانِ شعر میں فرماتے تھے۔ ذیل میں حضرت والاؒ کے
وہ مکتوبات منظم جڑا ہوں نے اپنے بچوں کے نام ارسال فرمائے تھے اور بعض یہ منظومات جو آپ
نے اپنے بچوں سے براہِ راست گفتگو فرماتے ہوئے کہی تھیں درج کی جاتی ہیں اور بچوں سے خوش طبعی
کے چند نمونے بھی ان کے بعد پیش کیے جاتے ہیں۔

”اپنے بچوں سے پیار کرتا ہوں“ (از رنگون)

اپنے بچوں سے پیار کرتا ہوں	جان اُن پر شمار کرتا ہوں
اُن کی تسلیم و تربیت میں درام	کوشش بے شمار کرتا ہوں
صادق القول میں مرے بچے	اُن کا میں اعتبار کرتا ہوں
جب وہ لکھتے ہیں مجھ کو چھپا خفا	شکر پروردگار کرتا ہوں
جب مجھے اُن کا خفا نہیں ملتا	میں بہت انتظار کرتا ہوں
جب وہ غفلت سے کام لیتے ہیں	
اُن کو میں ہوشیار کرتا ہوں	

خطبہ نام احمد اللہ

(از رنگون)

عزیز و جگر گوشہ نیک نام
 شریف الحضال و کریم المقام
 فتوت مآب و مروت سپاہ
 نگار شہ ہے تم کو یہ بعد السلام
 تمہیں یاد کرتا ہوں میں روز و شب
 دُعا مانگتا ہوں یہ لیل و نہار
 مجھے آج کوئی شکایت نہیں
 مگر مجھروں سے بہت تنگ ہوں
 ہمیشہ رہو شاد و خوش و خوش
 مدینے کی زیارت ہو تم کو نصیب
 نصیحت کی اب چند باتیں سنو،
 ہمیشہ جہالت کے دشمن رہو
 عزیزم پڑھو شرقی سے فقہ کو
 عبادت سے بہتر نہیں کوئی چیز
 نہ دنیا کبھی نفس بد ذات سے
 پڑھو وقت پر تم ہمیشہ ہمسار
 یہ ہے بدعت کا قول شریف
 بلاشبہ ہم کیوں نہ جائیں اسے
 وہی ہے ستر عین میں بہتر عمل

سعید و ادب پیشہ و شاد کام
 فصیح البیان و بلیغ الکلام
 شرافت نشان و سعادت نظام
 پڑھو حجی لگا کر سے یہ پیام
 مجھے یاد آتے ہو تم صبح و شام
 تمہارا زمانے میں روشن ہو نام
 بفعل خدا ہوں بخیر کام
 پریشان کرتے ہیں ظالم مدام
 یہو تم شراب سرت کے جام
 خدا تم کو لے جائیں بیت الحرام
 جو دی گئی تمہیں وقت بے وقت کام
 کر دینی تعلیم کا انتظام
 کہ حاصل ہو علم حلال و حرام
 دیانت سے خوشتر نہیں کوئی کام
 ہونا کبھی نفس کے تم عن کام
 جماعت کا دائرہ کو نہ استقام
 نہ پڑھنا تم الحمد اختلف امام
 کلام الامام ، امام الکلام
 کہ تم کر کے جس پہ کامل دوام

تو خوش ہوئے تم سے خواہی عوام
 دھو تاج حکم خیر الانام
 یہیں تم سے سرور سب خواہی عام
 جہاں نیکو ہو ممکن نہ لیا انتقام
 نہ چھوڑو کسی کام کو نام تمام
 کرو اپنے استاد کا احترام
 خدا جن کو دیتا ہے اونچا مقام
 تمہیں ان سے مطلب نہ اُن سے ہے کام
 چہ خوش گفت احمد علیہ السلام
 نہ باندھو کسی پر کوئی انتقام
 نہ پھیلادو ہرگز فریبوں کا دام
 نہ تیرے تند خو فحش گو ، بد کلام

تہمیں است امر رسول کریم
 علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام

جو ہیں بلیز و خسر بد لگام
 جناب شفاعت کا حال زکام
 بدل دو زمانے کا سارا نظام
 بہت تم نے اسال کھائے ہیں آم
 بکاؤ نہ ہرگز خیالات خام
 کہاں دلی کو رہتا ہے اُن کا قیام
 کہ ایمان پر مومرا اختتام
 کہو اپنی آیت سے مسیہ اسلام
 دعا مانگتا ہوں فقط والسلام

یہ خط اللہ نے لکھا تمہیں
 جسے عاجز و کمزور نام

جو رکھ گئے راضی خداوند کو
 سبذ حکیم باری اعلیٰ الرسول
 کرو اس طرح زندگانی بسر
 جہاں تک ہو ممکن کرو عفو و تم
 ادھر را نہ چھوڑو کسی کام کو
 کرو اپنے ماں باپ کا تم ادب
 دیتے ہیں چھوڑوں سے اچھی طرح
 نہ مٹھو کبھی تم شریروں کے پاس
 بدلیں! اسے عزیز گرامی منش
 نہ تم چھوڑو لو نہ غیبت کرو
 نہ دھوکے میں ڈالو کسی کو کبھی
 ہمیشہ کرو راستی اختیار

وہ کہتے ہیں لوگوں سے گالی گلوچ
 ذرا جلد لکھو مجھے فکریہ
 زمانے پہ سمیت سے چھا جاؤ تم
 ذرا پھیندیں تاکہ رکھنا خیال
 کرو عقل و دانش سے جو کچھ کرو
 کہاں شب کو سوتی ہو خالہ دہن
 کرو یہ دعا تم پرے واسطے
 کہو ایشہ اللہ سے میری دعا
 ہمیشہ خدا سے تمہارا ملے

خطا (۲)

اے عزیز و بابتیز و یاد تار
حق تعالیٰ تم کو رکھے عسر بھر
تم کو دنیا میں مسیرِ شرف
بعد مدت کے تمہارا خط رلا
میں تو بیٹا ہو چلا کھانا اُمید
خیر تم نے اب تو یہ تاخیر کی
بھیجنے میں خط کے یہ رکھو خیال
ایک مہفتہ میں سہارن پور سے
لکھے دیتا ہوں دنوں کے نام بھی
تم کو بیٹا یاد رکھنا چاہئے
دھیان رہتا ہے تمہارا روز و شب
چند باتیں اب نصیحت کی سنو

اور سن کر اُن کو کر لو اختیار

علم کی کچھ خوبیاں لکھتا ہوں اب
علم سے ہوتا ہے انسان محترم
علم سے ہے آدمیت کا فروغ
علم سے ہوتی ہے شہرت دہر میں
علم کر دیتا ہے انسان کو حلیم
علم سے رنگین ہو جاتی ہے روح
علم روحانی مژدوں کا ہے کفیل
غور سے ان کو پڑھو اے نامدار
علم سے ہوتا ہے انسان باوقار
علم باغِ زندگی کی ہے بہار
علم سے عالم کا سچا اشتہار
علم سے ہوتا ہے انسان بردبار
علم کو دیتا ہے دل کو پرہیزگار
آسمانی رحمتوں کا ذمہ دار

غیب سے پڑتی ہے دیرانی پھیلا

علم کرتا ہے سچائی آشکار

بختِ خفتہ جاگتا ہے علم سے
علم سے ہوتا ہے غافل پرشیار

علم سے بہتر نہیں ہے کوئی شے

علم ہی ہے انتخابِ روزگار

علم کرتا ہے معطر روح کو
علم کیا ہے؟ آدمیت کا بناء
علم کیا ہے؟ ایک لعل بے بہا
علم کیا ہے؟ آدمیت کا شرن
علم کیا ہے؟ ایک لطف پر نشاط
علم کیا ہے؟ کل جہاں کا حاصل
علم کیا ہے؟ جنتی پھولوں کا ہار
علم کیا ہے؟ آدمیت کا سنگار
علم کیا ہے؟ ایک در شاہوار
علم کیا ہے؟ آدمیت کا دستار
علم کیا ہے؟ ایک کیف پر ہمار
علم کیا ہے؟ انتخابِ روزگار

علم سے ہوئی تہ ہے دل میں تازگی

علم کر دیتا ہے دل کو لالہ زار

علم کیا ہے؟ راز دان کائنات
علم کے جھولوں میں ذوقِ بشرق کے
علم کے نغموں سے ہو کر مست و خوش
حسنِ فطرت کا حقیقی راز دار
جھولتے ہیں لطف و فضل سرور گار
جھومتی ہے رحمت پرور دگار

کون لکھ سکتا ہے ساری خوبیاں

علم ہے دریائے ناپید اکسار

پھتروں کی کالی پلٹنِ الاماں
ہر گھڑی آمادۂ پیکار ہیں
جانتی ہے اپنی خالہ جی کا گھر
گوشہ گوشہ میں ہیں یہ پھیلے پکے
کیا کروں کچھ بد گیلے حنظل میں ٹھل
والدہ سے اپنی کہہ دینا سلام
اس کے ظلموں کے ہیں گورے بھی شکار
ہر گھڑی ہیں مستعد کارزار
میرے دفتر کو یہ فوجِ نابکار
ہر جگہ پر ہیں قطار اندر قطار
گو کیا گفتا میں نے قصہ اختصار
اور کرنا تم مرے بچوں کو پیار

راشیم نامہ کہتا را با پیہے

بندۂ محتاج، عاجز، خاک

خط (۳)

السلام علیکم

از رنگون

عزیزم احمد اللہ خوش رہو تم
یہ خط میں نظم میں لکھتا ہوں تم کو
بزرگوں کی نصیحت یاد رکھو
ہمیشہ تم خدا کو ایک جانب
جہاں اٹھو اسی کو یاد رکھو
پڑھو لکھو ہمیشہ دل لگا کر
پڑھو لکھو گے احسا کام ہوگا
تمہاری دگ تعریفیں کریں گے
بڑے لڑکوں کی صحبت زہر سمجھو
بروں سے بات کرنا بھی بُرا ہے
بڑی عادت سے بدیا دور بھاگو
کسی سے تم کہی ہرگز نہ لڑنا
مری اس بات کو دل میں بٹھاؤ
کو عزت تم اپنی والدہ کی
ہمیشہ ان کے کہنے پر حسید تم
کسی سے تم کہی "تو" سے نہ بولو
سمجھ لو تم جو سچے آدمی ہو
جہاں جس نے ذرا سا جھوٹ بولا
نہ کرنا تم کسی سے بدزبانی
تمہارے حق میں جیسے یہ بہتر
یہاں رنگون میں بے جا ہیں پھر
یہ مودی کاٹ لیتے ہیں جہاں پر

سمجھ کر سوچ کر یہ خط پڑھو تم
پڑھو پھراپے نبھائی بوسنا
کہ ہر شے میں شریعت یاد رکھو
ہمیشہ تم خدا کو ایک جانب
خدا کی یاد سے دل شاد رکھو
ادب سیکھو ہمیشہ دل لگا کر
زمانے میں تمہارا نام ہوگا
محبت کا تمہاری دم بھریں گے
بچو ان سے خدا کا ہر سمجھو
خفا ہے ہاں خطا ہے ہاں خطا ہے
بڑی حالت سے بیٹا دور بھاگو
بڑی عادت ہے لوگوں سے جھگڑنا
کبھی گالی نہ دینا تم کسی کو
اسی میں ہے تمہاری نیکیا کجی
لگا کر کان بات ان کی سنو تم
کو جو بات وہ تہذیب سے ہو
دسی دیا میں اچھے آدمی ہیں
ہو اسٹہو رد دنیا میں وہ جھوٹا
نہ کرنا تم کسی پر بدگمانی
کو شفقت تم اپنے نبھائیوں پر
بڑی تکلیف دیتے ہیں سنگم
جلن رہتی ہے گھنٹوں تک ہاں پر

کھٹن کر دی انہوں نے زندگانی
 حذا غارت کرے ان ظالموں کو
 نہیں کرتے کسی پر مہر بانی
 نہیں ڈرتے ستار عالموں کو
 دعائیں مانگتا ہوں میں خدا سے
 نہیں محفوظ رکھے ہر بلا سے

(از رنگون) خط (۴)

السلام علیکم

دُرِ چشم و عزیز و بر جو زوار
 علم حاصل کرو ادب سیکھو
 نیک بخت و سعید خوش اطوار
 اور دوڑیں جہاں میں سکھ سے رہو
 دین و دنیا کے تم کو وہ کام
 تم نے مفتوں سے خطا نہیں لکھا
 رات دن انتظار رہتا ہے
 دیکھنا ہوں جہاں کوئی لڑکا
 پہلے تم کو بخت آتا تھا
 تم نے بیٹا کبھی نہیں لکھا
 گوشتِ دل کے سونو مرے دل بند
 چاہتا ہوں تمہاری خیریت
 حال لکھو محمد اللہ کا
 تاکہ دل کو سکون حاصل ہو
 حید لکھنا ہوں کام کی باتیں
 علم عزت ہے علم رفعت ہے
 علم راحت ہے علم رحمت ہے
 علم اللہ سے ملاتا ہے
 علم سے دل میں نور موتا ہے
 اپنی تعلیم کا خیال کرو
 نیک بخت و سعید خوش اطوار
 اور دوڑیں جہاں میں سکھ سے رہو
 جس سے روشن ہو خاندان کا نام
 ہم کو شاید بھلا دیا بیٹا
 غم سے دل بے قرار رہتا ہے
 یاد آئے ہو مجھ کو تم بیٹا
 اب تمہارا مزاج ہے کیسا
 حال کیسا ہے سب عزیزوں کا
 ایسی باتیں مجھے نہیں ہیں پسند
 جلد لکھو تم اپنی کیفیت
 اپنی آپا کا ارشاد اللہ کا
 رنجِ زائل ہو انسرِ زائل ہو
 میری جانب سے میں یہ سو غائیں
 علم ثروت ہے، علم طاقت ہے
 علم دولت ہے، علم شوکت ہے
 علم شیطان سے بچاتا ہے
 جاں کو حاصل سرور موتا ہے
 گھر کی تنظیم کا خیال کرو

اچھی باتوں کا التزام کرو
 باجماعت نماز کے پابند
 کوئی طاعت نہیں جان بدر
 خوشنحلی اور حجاب بھی سیکھو
 ایسے لڑکے کا نام ہے احمق
 بے عزت و رت کبھی نہ بولو تم
 ایسی باتوں سے چاہئے پرہیز
 اپنی قسمت کو آپ روتا ہے
 اپنی عزت کو آپ کھوتا ہے
 ذاتِ حق کے قریب ہوتا ہے
 قرعہ سے دور دور ہی رہتا
 سخت زحمت ہے قرعہ کا دینا
 قرعہ قینچی ہے جب دُلفت کی
 قرعہ کرنا ہے دوست کو دشمن
 جان و دل کا عذاب ہوتا ہے
 قرعہ کھوتا ہے آدمی کا وقار
 نام لیکن نہ قرعہ کا لینا
 پھر تو لازم ہے کار و بار قرعہ
 دل میں دینا جاگہ نہ کہنے کو
 رات دن سست سست رہتا ہوں
 خون پیے نہیں غم کھلاتے ہیں
 کان پر اُکھکے سمجھناتے ہیں
 شور کرتے ہیں شر اُٹھاتے ہیں
 خوب کو تنہا خدمتِ مخلوق
 نیک مرد و شریف و علم سپاہ

لکھنے پڑھنے کا اہتمام کرو
 تم ہمیشہ رہو مرے مرزند
 باجماعت نماز سے بہتر
 روزِ قرآن پڑھو کتاب پڑھو
 یاد دیتا نہیں ہے جس کو سبق
 وقتِ حاجت زبان کھولو تم
 بے سبب تم نہ ہو کسی پر تیز
 بے ادب بے نصیب ہوتا ہے
 بے ادب خود ذلیل ہوتا ہے
 باادب بالنعیب ہوتا ہے
 غور سے تم سب مرا کہتا
 سخت آفت ہے قرعہ کا لینا
 قرعہ کنجی ہے بغیرِ نعت کی
 قرعہ کرنا ہے زندگی کو کھٹکھٹ
 قرعہ بے حد خراب ہوتا ہے
 قرعہ کرنا ہے آدمی کو حوار
 تم سے ممکن ہو مفت دے دینا
 ہاں شریعت نے جب کیا ہو قرعہ
 صاف رکھنا ہمیشہ سینے کو
 میں نہ بیمار ہوں نہ اچھا ہوں
 مجھ اب تک مجھے ستاتے ہیں
 اپنی مردانگی جتاتے ہیں
 اپنی محنت کے گیت گاتے ہیں
 ایک اخبار ہے یہاں فاروق
 اس کے مالک ہیں پیر سرور شاہ

لطف فرما د مہربان و شفیع
خاک ری ہے اُن کی طبیعت میں
وہی مالک وہی مدبر بھی ہیں
کھل دیا میں نے حال ظاہر کا
اپنا یہ نامہ ان کی خدمت میں
اُن کے اخلاق سے یقین ہے مجھے
بعد چھپنے کے تم کو بھیجوں گا
خیر اندیش و خیر خواہ و خلیق
کبر بالکل نہیں طبیعت میں
دفتری کام کے امیر بھی ہیں
حال باطن کا جانتا ہے خدا
پیش کردوں گا وقتِ فرصت میں
اس کو "ساروق" میں جگہ دیں گے
باقی سب سے سلام کہہ دینا

ایز لکھتا مگر کہاں مہلت
نہیں ملتی ہے کام سے فرصت

(از رنگون) محمّد الشہد کو

آتا ہے یاد مجھ کو پیارا محمد اللہ
کس کا محمد اللہ؟ میرا محمد اللہ
پڑھتا ہے جی لگا کر لکھتا ہے جی لگا کر
میرے دل و جسم کا نکرہ محمد اللہ
کیا محمد اللہ؟ اچھا محمد اللہ
کرتا ہے گوشتِ شرارت بیٹا محمد اللہ
پھرتا ہے ناچتا ہے چلتا ہے کبڑا کبڑا
لڑتا ہے بھائیوں سے موٹا محمد اللہ

ہمارا ڈالارا ہے بیٹا ہمارا
جہاں دیکھتے ہیں کوئی چھوٹا بچہ
وہ پڑھتا ہے محنت سے اپنے سبق کو
بہت ہم کو پیلا ہے بیٹا ہمارا
ہمیں یاد آتا ہے بیٹا ہمارا
بہت خوب بیٹا ہے بیٹا ہمارا

میرا پیارا محمد اللہ ہے
خوب لکھتا ہے خوب پڑھتا ہے
میرا بیٹا محمد اللہ ہے
بہت اچھا محمد اللہ ہے

دل کی ٹھنڈک اور آنکھ کا تارا
میرا پیارا محمد اللہ ہے
ہے نورِ نظر محمد اللہ ہے نحتِ حبر محمد اللہ
پیارا ہے بہت ہی والدہ کا ہے جانِ پدر محمد اللہ
پڑھتا ہے اگرچہ جی دگا کر لڑتا ہے مگر محمد اللہ
رنگوں ہم جو آ گئے ہیں رہتا ہے نثر محمد اللہ
کرتا ہے بہت بہت شہرت
بے خوف و خطر محمد اللہ

سربازی

جوشیہ نہیں لکھتے ہیں بچو! سختی
بد بختی ہے ان کی یہ بڑی بد بختی
ماں باپ تو کرتے ہیں اُن سے ناخوش
استاذ کیا کرتے ہیں ان پر سختی

نصائح پدر

رنگوں ۱۳ ۲۳ ۵

کر کے روشن اپنے دل میں علم و حکمت کا چراغ
تم جہالت کا مٹا دو اپنی پیشانی سے داغ

علم و دانش سب ہمارا گم شدہ سامان ہے
غریب کو شش بسے لگانا چاہیے اس کا ٹھکانہ

دھوکا دینا بد معاشرے کا طریق کار ہے
نیک انسان کب دکھاتا ہے کسی کو سبز باغ

بد خصال انسان خدا کی رحمتوں سے دور ہے
تم نہ ہونا شعلہ طبع و بد مزاج و خسر داغ

تندرستی اور قوت کی حفاظت کے لئے
روز بعد عصر کرنا چاہئے گلگشتِ باغ

ہے یقیناً شانِ اربابِ شرافت کے خلاف
خود تو ہوں فرشتہ زمین، پر آسماں پر ہوں دباغ

روز و شب مشغول رہتے ہیں نوشت و خواندیں

ہم کو کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے فراغ

جب کیا کرتے ہو سستی در سہ کے کام میں

بے مزہ ہے سیر مہر و آبشار و باغ و راز

کیوں نہ ہوا چھ بڑے کی گفتگو میں امتیاز

کیا برابر سے نوکے بلبلی و آوازِ زار

ہم کو استعداد میں کوتاہی نہ کرنا چاہئے

فرض ہے احکامِ توحید و رسالت کا بلاغ

غزل

(بچوں کے لئے)

چشمِ دنیا کا یوز ہوتا ہے

دل کو حاصلِ سرور ہوتا ہے

عز و رفعت سے دور ہوتا ہے

جس کو کچھ بھی شعور ہوتا ہے

قلبِ دارالسرور ہوتا ہے

جہل سے وہ نفور ہوتا ہے

نامِ ربِ عفو ر ہوتا ہے

جس کا گھر رام پور ہوتا ہے

نیک انسان غیور ہوتا ہے

ذکرِ لسیکن ضرور ہوتا ہے

علمِ دل کا سرور ہوتا ہے

علم سے رنج دور ہوتا ہے

جس کے دل میں عزور ہوتا ہے

وہ کبھی بخش گو نہیں ہوتا

مصحفِ پاک کی تلاوت سے

عقلِ ملتی ہے جس کو قدرت سے

نیک ہوتا ہے جس کے ہونٹوں پر

اس کو ہوتا ہے شوقِ علم و عمل

قول کیا جو بس ہے بزرگوں کا

میرا اگر چہ وہاں نہیں ہوتا

جسکو ہوتی نہیں قدر محسوس
وہ حقیقت سے دور ہوتا ہے
بزمِ واعظ میں کیوں نہیں جاؤں
ذکرِ حورِ فقیر ہو جاتا ہے
عقلِ حقیقی ہے شرم کے مارے
عشقِ نکاحِ ظہور ہوتا ہے

علاج

رونگون ۲۶ ۱۰/۳۶

کون کر سکتا ہے دنیا میں حماقت کا علاج
عقل مندوں نے ہمیشہ یہ کیا ہے تجربہ
ہے اگر پیش نظر قومی ترقی کا خیال
کام کرنا چاہئے ہاں کام کرنا چاہئے
کیجئے ہرگز نہ سنیئے دوسروں کا تذکرہ
چھوڑیے کفار کے سارے طریقے چھوڑیے
ہو نہیں سکتا کسی سے اس معیبت کا علاج
ہر مرض میں نفع دیتا ہے شریعت کا علاج
ہم کو کرنا چاہئے اپنی جہالت کا علاج
صرف رونے سے نہیں مڑتا ہے نکتہ کا علاج
سب سے بہتر ہے یہی بہتانِ غیبت کا علاج
کیجئے قرآن سے امراضِ امت کا علاج

مولوی صاحب پیش گروں سے فرماتے تھے
ہم کیا کرتے ہیں فتح سے شرارت کا علاج

غزل

(بچوں کے لئے)

اس غلامِ دیں میں نعمتِ مولا کہیں ہے
تسلیم ہم کو دی ہے خدا اور مولا نے
پاتا ہے دو جہان میں عزت کی زندگی
بچہ وہی ہے خوب ہمارے خیالی میں
ممکن نہیں کہ آئے ہماری زبان پر
ہم تم کو کیا بتائیں کہ میٹھا ہے کس قدر
فردوس کی کلید ہے عزت کا زینہ ہے
بچو! تمہارے واسطے کچھ ملے مسلم میں
ایسا مزہ ہے حاصل دنیا کہیں ہے
وہ ہے ذلیل و خوار آج کہیں ہے
وہ آدمی کتاب کا کبیرا کہیں ہے
بچے، جوان، بوڑھے سب اچھا کہیں ہے
وہ لفظِ لہجہ اش کہ کر دوا کہیں ہے
وہ لفظِ دلفریب کہ بیٹا کہیں ہے
وہ کارِ پربہار کہ پڑھنا کہیں ہے
وہ لغتِ مستی مٹھائی سے اچھا کہیں ہے

اسعد غزل یہ خوب ہے بچوں کے واسطے
کوزہ میں دغظ و سپد کا دریا کہیں جسے

غزل

دل لگا کر اگر پڑھیں گے آپ
لوگ سمجھیں گے جاہل و داحق
اور سمجھیں گے عاشق و دانا
دوسروں کو برا کہیں گے گر
غالباً میرے شعر پڑھ پڑھ کر
حق تعالیٰ کو خوش کریں گے آپ
اپنی ماں سے اگر لڑیں گے آپ
ان کا کہنا اگر کریں گے آپ
دوسروں سے برا سہیں گے آپ
یاد مجھ کو کیا کریں گے آپ

کیجئے نیک کام اے اسعد
کام آئیں گے جب مریں گے آپ

غزل

پاس جب امتحاں میں ہونگے آپ
کسی محفل میں ہو اگر شہر کست
دیکھیں کیوں کسی کو نفرت سے
کیوں ہو آپ کے شکم میں درد
نامناسب ہے عقلمندوں کو
خوش بہت ہونگے آپ کے ماں باپ
تو سلیقے سے دیکھئے چپ چاپ
کیجئے کس لئے یہ سمجھاری پا پ
آپ کھاتے ہیں جب انا پ ثنا پ
اپنی تقریب اور آپ ہی آپ

ہم نے دیکھا ہے یہ پچھروں میں
ایسے ہیں نصول آپ ہی آپ

مالِ باپ کی اطاعت

نہیں ہوتے ہیں جن سے شادِ مالِ باپ
 نہیں کرتے ہیں ان کو یادِ مالِ باپ
 نہیں جائے گا کوئی قبر میں ساکت
 بہن، بھائی، زن و اولاد، مالِ باپ
 لگا کر دل اسی میں کام کر لو
 مقرر جو کریں معیادِ مالِ باپ
 خبر بھی ہے مہتاری پرورش میں
 اٹھاتے ہیں ہر اک افتادِ مالِ باپ
 خوشی سے جھیلنے ہیں ہر مصیبت
 نہیں کرتے ذرا سہرا یادِ مالِ باپ
 گزارو اس طرح سے عشرِ بچہ
 رہے مسرور ماں، شادِ مالِ باپ
 نہوان کی اطاعتِ فرض کیوں کر
 کہ جب ہیں علتِ ایجادِ مالِ باپ
 دعاؤں سے کریں گے یادِ مالِ باپ
 جو تم سے پائیں گے اندامِ مالِ باپ
 ستم کا روپ دیتے ہیں کرم کو
 نہیں کرتے کبھی سببِ دادِ مالِ باپ
 کرو برداشتِ ازارِ سعادت
 کریں بالفرض گو سببِ دادِ مالِ باپ

اگر تعلیم میں کرتے ہیں تقصیر
تو نیشک ہیں بڑے جلاد ماں باپ

وہ ہیں بد بخت، احمق بد سلیقہ
نہیں ہیں جن سے خوش استاد ماں باپ

جھوٹ کی پلٹ

(رنگون ۲ ۹/۴۴)

کیا بستاؤں تمہیں کہ کیا سہ ہے جھوٹ
کچھ نہ پوچھو بڑی بلا ہے جھوٹ
یاد رکھو بہت بُرا ہے جھوٹ
یاد رکھو بڑی خطا ہے جھوٹ
ہر بُرائی کی ابتدا ہے جھوٹ
فتنہ انگیز و فتنہ زائے جھوٹ
سچ تو یہ ہے بڑی بلا ہے جھوٹ
موجبِ لعنتِ خدا ہے جھوٹ
وجہِ ٹوٹن و ٹوٹی عدا ہے سچ
وجہِ کارِ احمقِ خدا ہے جھوٹ
دین و دنیا میں حُورِ کمرتا ہے
کیا بستاؤں کہ کیا بلا ہے جھوٹ
بھیجتا ہے اسی سے دوزخ میں
راہ "ابلیس پُر جفا" ہے جھوٹ
اس کی عزت کہیں نہیں ہوتی
جو حاققت سے بولتا ہے جھوٹ

شرف و احترام کرنے ہیں کارِ ادب و باش و بے حیلے جھوٹ
 دل کی پاکیزگی کو کھوتا ہے دغا داناں الفتا ہے جھوٹ
 جھوٹ بولے مری بلا استعد
 جاننا ہوں بُری بلا ہے جھوٹ

مشعل

زنگوں ۱۹/۳۶
 میرے پیار و کبھی نہ بولو جھوٹ میرے لڑکوں کو! کبھی نہ بولو جھوٹ
 میرے بچوں! کبھی نہ بولو جھوٹ
 جھوٹ سے اقتدار جاتا ہے جھوٹ سے اعتبار جاتا ہے
 بات مانو! کبھی نہ بولو جھوٹ
 جھوٹ آنت ہے، جھوٹ رحمت ہے جھوٹ ذلت ہے، جھوٹ لعنت ہے
 یاد رکھو کبھی نہ بولو جھوٹ
 زندگی کی ہر ایک حالت میں عیش و عشرت میں رنج و کفایت میں
 سچ ہی بولو کبھی نہ بولو جھوٹ
 جھوٹ دل کو تباہ کرتا ہے جھوٹ دل کو سیاہ کرتا ہے
 عقل والو! کبھی نہ بولو جھوٹ
 جھوٹ کھوتا ہے آدمی کا دُعا جھوٹ کرتا ہے آدمی کو خوار
 میری مانو! کبھی نہ بولو جھوٹ
 ہے مہایت بُری بدی کی سچ یاد رکھو کبھی نہ چھوڑو سچ
 خوب سنو! کبھی نہ بولو جھوٹ

ساز

روز کیوں روتے ہو بے بجا! غمت جان کیوں کھوتے ہو بے بجا! غمت

وقت جب کھوتے ہو اے بچو عبث
تے ادب ہو کر تم اپنی راہ میں
جب خطا ہو جائے تم مانا کرو
جی لگا کر کیوں نہیں پڑھتے ہو تم
کام جب پورا نہیں کرتے ہو تم
کام کو تہمت سے استقلال سے
مضطرب ہوتے ہو اے بچو عبث

محنت کرو بٹا محنت

تعلیم میں جن سے نہیں ہوتی محنت
منظور اگر تم کو ہے عزت و رفعت
مقصود اگر تم کو ہے مال و دولت
مطلوب اگر تم کو ہے خلد و جہنت
جس قوم کے بیٹے نہیں کرتے محنت
کرنا ہے اگر قوم کی تم کو خدمت
دینا ہے اگر قوم حزیں کو راحت
ہم نسخہ بے مثل بتاتے ہیں تمہیں
کرتے ہو اگر دل سے ہماری عزت
سچی ہے اگر دل میں ہماری اُلفت

رہتے ہیں ہمیشہ وہ اسیر ذلت
محنت کرو، محنت کرو بٹا محنت
مرد غریب اگر تم کو ہے عزت و رفعت
محنت کرو، محنت کرو، بٹا محنت
اس قوم کو حاصل نہیں ہوتی عزت
محنت کرو، محنت کرو، بٹا محنت
کرنا ہے اگر خدمت دین و ملت
محنت کرو، محنت کرو، بٹا محنت
رکھتے ہو اگر دل میں ہماری عظمت
محنت کرو، محنت کرو، بٹا محنت

جن بچوں کی ہوتی ہے مبارک خصلت
کرتے ہیں بزرگوں کی ہمیشہ عزت
جن بچوں کی ہوتی ہے درخشاں طبیعت
مال یا پ کی کرتے ہیں ہمیشہ خدمت
جن بچوں پر ہوتی ہے خدا کی رحمت

جن بچوں کی ہوتی ہے مبارک سیرت
کرتے ہیں بزرگوں کی ہمیشہ تعظیم
جن بچوں کی ہوتی ہے سنور و فطرت
استاذ کو رکھتے ہیں ہمیشہ راضی
جن بچوں پر ہوتی ہے خدا کی رحمت

تعلیم میں کرتے ہیں ہمیشہ محنت
جن سے نہیں ہوتی ہے مشقت محنت
وہ مرد نہیں بلکہ ہیں بوڑھی عورت

تہذیب کی کرتے ہیں ہمیشہ کوشش
جو مرد نہیں ہوتے ہیں عالی ہمت
جن کے نہیں ہوتے ہیں ارادے محکم

کہتے ہیں یہی کل غلامی ملت
مردوں کو ہوا کرتی ہے اُن سے نفرت
ہونے میں کہیں درپے عیش و عشرت
کرتے ہیں مشقت کو وہ اپنی عادت

لکھتے ہیں یہی سب حکماء اُمت
آرائش و زینت ہیں زانی چہیزیں
مردان الیٰ الحزم و گرجی ہمت
محنت کو بناتے ہیں وہ اپنا شیوہ

غزل

خدا ان کو دیتا ہے عزت زیادہ
جو کرتے ہیں لوگوں کی خدمت زیادہ
کہ ہوتی ہے جن میں جہالت زیادہ
نفوت زیادہ، مروت زیادہ
وہ پائیں گے عقبیٰ میں راحت زیادہ
وہ کرتے ہیں لوگوں کی خدمت زیادہ
نہ رکھو کسی سے کدورت زیادہ
خدا ان پر کرتا ہے رحمت زیادہ
بزرگوں کی کرتے ہیں عزت زیادہ
جو کرتے ہیں شرم و شرافت زیادہ
جو کرتے ہیں صبر و قناعت زیادہ
عداوت زیادہ نہ اُلفت زیادہ
نہ بوجس میں شرم و حیثیت زیادہ
شرافت تو کم ہے شرافت زیادہ

جو پڑھنے میں کرتے ہیں محنت زیادہ
وہ دنیا میں پاتے ہیں عزت زیادہ
وہی جھپٹتے ہیں مصیبت زیادہ
شریفوں میں ہوتی ہے عزت زیادہ
کریں گے جو دنیا میں طاعت زیادہ
خدا جن کو دیتا ہے ہمت زیادہ
شریفوں کا شیوہ ہے دل نہاں لکھنا
جو رکتے ہیں باں باب کو اپنے راضی
جو ہوتے ہیں نیک و شریف اور مہذب
ہمیشہ خدا ان سے رہتا ہے ناخوش
وہ بہتے ہیں دونوں جہاں میں مزے
نہ کرنا کبھی بھولی کر تم کسی سے
وہ ہرگز نہیں دست بننے کے قابل
عجب آج کل ہے زلزلہ کی حالت

خدا سے جو ڈرتا ہے دنیا میں اسعد
خدا اس سے کرتا ہے اُلفت زیادہ
اگر جو ایشِ عروہ و رفعت ہے اسعد
تو پیدا کرو تم لیاقت زیادہ

غزل

کیوں کریں ہم شراب کی باتیں
یہ ہیں تہر و عذاب کی باتیں
آؤ سن لو ثواب کی باتیں
آں رسالتِ تاب کی باتیں
کیوں نہ چھیریں رُخِ رسول کا ذکر
کیوں کریں آفتاب کی باتیں
ہم کو پختہ یقین ہے اللہ پر
کیوں کریں ارباب کی باتیں
اچھے بچے کبھی نہیں کرتے
دوسروں سے غتاب کی باتیں
سب سے بہتر حساب کا قصہ
سب سے اچھی کتاب کی باتیں
حق تعالیٰ یہ ہے ہمارا ہی نظر
کیوں کریں اغنطاب کی باتیں
بچے کہتے ہیں مجھ سے مولانا
میں نصیحتِ خباب کی باتیں
یاد آتی ہیں ہم کو رہ کر
گوسفندِ کباب کی باتیں

غزل

شغلی جامِ شراب کون کرے
کارِ قہر و عذاب کون کرے
جس کو دیکھو شکا و غفلت ہے
فکرِ روزِ حساب کون کرے
علم سے اجتناب کون کرے
زندگانیِ خراب کون کرے
کوششِ نامعوا ب کون کرے
عاقبت کو خراب کون کرے
بات کہتے ہیں باادب سے
بے ادب سے خطاب کون کرے
کیوں چلیں آتشِ حسد میں ہم
اپنے دل کو کباب کون کرے
کھیل میں تم تو وقت کھیتے ہو
فکرِ علم و کتاب کون کرے

بھلی بات کی صلاح

دیتے ہیں دوستوں کو بھلی بات کی صلاح
دشمن ہے وہ رفیق نہیں مہرباں نہیں
بے علم ہیں جہاں کے شیب و فراز سے
انوس آہ شومی نصرت تو دیجھیے
ہم جانتے نہیں بُری بات کی صلاح
دیتا ہے جو کسی کو بُری بات کی صلاح
کیا خاک دیں کسی کو کسی بات کی صلاح
دیتے ہیں ہم کو دوست بُری بات کی صلاح
جو پوچھتا ہے ہم سے کسی بات کی صلاح
جب تم سے کوئی پوچھے کسی بات کی صلاح

دنیا کی اور دین کی چرخ میں بہتری
دیتے ہیں دوستوں کو اسی بات کی صلاح

بچوں سے مزاج و خوش طبعی

حضرت والا بچوں سے مزاج و خوش طبعی فرماتے اور ان کو مانوس فرما کر ان کی زبان میں اور ان کی عقل و فہم کے مطابق ادب و تہذیب اور سلیقہ کی باتیں سکھا دیتے تھے، کھیل کھیل میں بچوں کو کچھ کلمات حکمت، دلائل توحید، سبق آموز فقہی، تجربے کی باتیں مفید نصیحتیں اور اچھے اشعار یاد کرادیتے تھے۔

راقم السطور جب شرح جامی وغیرہ پڑھتا تھا تو حضرت والا کے چھوٹے صاحبزادے عزیز گرامی محمد اجداد اللہ سلمہ جو اس وقت بہت کم سن بچے تھے ہمارے کمرے میں آئے، اور راقم السطور سے سوال کیا کہ میرا لانا اللہ کے ایک پرہیزگار کی دلیل کیلئے ہے اور فوراً قرآن پاک کی آیت لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلُ اللَّهِ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (اور زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ اور معبود ہوتے تو آسمان اور زمین برباد ہو جاتے) پڑھ کر توحید پر اس طرح تقریر کر ڈالی کہ ہم لوگ حیران رہ گئے۔ یہ بھی حضرت والا کی توجہ کی برکت کہ اتنی کمسنی میں بچوں کو پیار

پیار میں اتنا علم پلا دیا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے ہم خود یہ سوچتے تھے کہ حضرت بچوں کے ساتھ عجیب بے تکلفی کا برتاؤ کرتے ہیں کہ بعض مرتبہ اپنے پوتوں کے ساتھ کھڑے ہو کر کبڈی کبڈی کہنے لگتے ہیں لیکن جب بچوں میں اس مزاح دے تکلفی کے یہ خوش آئند نتائج دیکھے تو ہم حضرت کی اس عجیب و غریب تدبیر اور حکیمانہ انداز کے قائل ہو گئے اور اس بات کو سمجھ گئے کہ حضرت والا نفسیات کے اصول کو نظر انداز نہیں فرماتے اور مخاطب کی نفسیات کو سامنے رکھ کر آپ اس کو علم و عمل کا آبِ حیات اور حقیقی عشق و محبت کی شرابِ ظہور پلاتے تھے۔ اور حضرت والا کا یہ طرزِ صرف اپنے بچوں کے ساتھ مخصوص نہ تھا۔ ہم لوگ کمسنی کی وجہ سے شرارت کرتے رہتے تھے۔ اور کبھی کبھی اپنے کمرے ہی میں کھیل کو بسرنے لگتے تھے۔

ایک دن حضرت والا نے کمرے کے سامنے عین اس وقت اکھڑے ہوئے جبکہ ہم نے کمرہ کو کبڈی کا میدان بنا رکھا تھا۔ حضرت والا پر نظر پڑنے ہی ہم لوگ سہم گئے اور مارے خوف کے کونوں میں گھس کر بیٹھ گئے۔ حضرت والا مسکرا رہے تھے۔ جب ہم چھپ گئے تو حضرت والا اندر داخل ہوئے اور سانس کو فرمایا، ہاں بیٹا! کبڈی کبڈی اس کے بجائے کہ مار پیٹ کرتے، سخت سست کہتے، آپ نے ایسا عجیب انداز اختیار کیا کہ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت والا قلب کے اندر اتر گئے۔ اور پھر ہم نے حضرت والا کے احترام میں کمرے کے اندر کبھی کبڈی نہیں کھیلی بلکہ عصرِ بعدِ میدان میں جا کر کبڈی کھیلتے تھے۔ اور یہ بات حضرت کے علم میں پہنچی۔ حضرت والا بچوں کے کھیل کو د اور شرارت سے ناراض نہیں ہوتے تھے بلکہ ان میں ان کو ترکیب سے مہذب، شائستہ اور سلیقہ مند فرما دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ یہ ذہانت کی علامت ہے اور اس میں صحت کی ضمانت ہے ایک مرتبہ فرمایا۔ میں طلبہ کی شرارت سے ناخوش نہیں ہوتا ہوں۔ یہ تو بچوں کی فطرت کا تقاضا ہے۔ ہاں مجھے خیانت سے چڑھ رہے۔ شرارت میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں خیانت ناقابلِ برداشت ہے۔ شرارت کا مفہوم جینچل پن اور خیانت کے معنی خلافِ شرع کوئی حرکت ہے۔

ایک مرتبہ کبڈی میں ہمارے ایک ساتھی کی ٹانگ میں چوٹ لگ گئی تو حضرت والا کو اطلاع دی گئی۔ حضرت والا نے تشریف لا کر تسلی دی اور خوش طبعی بھی

فرمانی اور پھر ان کو پکڑ کر کشہ پر بٹھلا کر ڈاکٹر صاحب کے پاس خود لے جا کر بیٹھی کرائی اور کئی روز تک حضرت والا خود ہی ان کو ڈاکٹر صاحب کے پاس لے جاتے اور کشہ اور علاج میں اپنی حیب خاص سے خرچ فرماتے رہے۔ ان چند سطور سے اس کا بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ حضرت والا کا بچوں کے ساتھ بہت عجیب اور اہل کھانا مشفقانہ برتاؤ تھا اور اسی میں آپ اُن پر خاص توجہ اور نظر تربیت فرماتے تھے۔ یہ بات ہم لکھ چکے ہیں کہ حضرت والا کو شعر کہنے میں غور و فکر کی زائد ضرورت نہ تھی۔ عجب تا آپ کے اشعار، قصائد اور غزلیں فی البدیہہ اور قلم برداشتہ ہیں جو تکلف و تصنع سے قطعاً پاک ہوئی ہیں اسی لئے حضرت والا نے اپنی منظومات اور غزلوں کی حفاظت نہیں فرمائی۔

ہم ذیل میں چند مزاجیہ منظومات و اشعار لکھتے ہیں جو آپ نے بچوں کو خوش کرنے کے لئے اور ان کو نصیحت فرمانے کے لئے کہی تھیں۔ ہمارے پیش نظر یہ ہرگز نہیں کہ سب حضرات ناظرین کتاب کے جملہ مسدوح معنائین کو پسند ہی فرمائیں غ نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی۔ ہمارا مقصد تو حضرت والا کی بے تکلف و پاکیزہ زندگی کے مختلف گوشے بشیر کسی لقصع و مبالغہ آرائی کے اہل گھر کرنا ہیں۔

غزل

(جو حضرت والا نے رنگون سے ایک خط کے جواب میں بچوں کو تحریر فرمائی تھی)

مرے بچوں نے خط بھیجا ، آہا ہا ہا ، اُدھو اُدھو
 مزہ آیا مزہ آیا آہا ہا ہا ، اُدھو اُدھو
 بہت محنت سے پڑھتے ہیں، بہت محنت سے لکھتے ہیں
 مرے بچوں کا کیا کہنا آہا ہا ہا ، اُدھو اُدھو
 نہ وہ غیروں سے لڑتے ہیں نہ آپس میں جھگڑتے ہیں
 طریقہ بہت اچھا آہا ہا ہا ، اُدھو اُدھو
 مرے لے لے کے پڑھتے ہیں، مرا خط اور کہتے ہیں
 اُدھو اُدھو، آہا ہا ہا ، آہا ہا ہا ، اُدھو اُدھو

سبق کو یاد کرتے ہیں، میرا دل شاد کرتے ہیں

کرم ہے حق تعالیٰ کا، آہا ہا ہا، ادھو ادھو ہو

مجھے ان سے محبت ہے، انھیں مجھ سے محبت ہے

نماشا ہے محبت کا آہا ہا ہا، ادھو ادھو ہو

محمد اللہ مرے بچے سعادۂ مندی کے ہیں
انھیں ہے شوق پڑھنے کا آہا ہا ہا، ادھو ادھو ہو

گوسفند نامہ

ایک مرتبہ بچوں نے بکری خرید لی تھی آپ نے بچوں کی دلجوئی کے لئے زبانِ شعر میں بکری کی تعریف بھی فرمائی۔ لیکن جب اس کا اندازہ ہوا کہ اس کے چارے وغیرہ میں پڑھنے کا نقصان اور وقت ضائع ہوتا ہے اور کماحقہ اس کی خدمت بھی نہیں ہو پاتی تو آپ نے اس کی مسخرت کا پہلو بھی خدمت کے انداز میں بیان فرمایا جتنا بچہ حسب ذیل ہے

تمہاری بکری

با جمیٹ ہے تمہاری بکری	با عزت ہے تمہاری بکری
خوبصورت ہے تمہاری بکری	خوبسیرت ہے تمہاری بکری
نیک خصلت ہے تمہاری بکری	نیک عادت ہے تمہاری بکری
دل کی راحت ہے تمہاری بکری	بیش قیمت ہے تمہاری بکری
شانِ قدرت ہے تمہاری بکری	خوبصورت ہے تمہاری بکری
ایک نعمت ہے تمہاری بکری	گھر میں رحمت ہے تمہاری بکری
اس کو پالا ہے تمہاری ماں نے	ذبی سنا ہے تمہاری بکری
دودھ دیتی ہے وہ تازہ تازہ	گنچ دولت ہے تمہاری بکری
خوب گاتی ہے وہ میں میں کر کے	دجہ فرحت ہے تمہاری بکری

خوبصورت ہے سیاہی اسی کی

شامِ عشرت ہے تمہاری بکری

۱۔ سعادت النساء حضرت والا کی اہلیہ محترمہ کا اسم گرامی ہے۔ اسی شعر میں معذرتی لطف پیدا ہو گیا ۱۲۔

(۲)

خوبی و حسن میں بیکتا ہے تمہاری بکری
دلبر و دل کش و زبیا ہے تمہاری بکری
زور آور ہے تو انا ہے تمہاری بکری
لوگ کہتے ہیں کہ بڑھیا ہے تمہاری بکری
لکھیاں کھاتی ہیں اس کو پہ گھڑی رہتی ہے
شیر و خنوار کی نانی ہے بلا شک و گمان
خالہ ناتھ لیلیٰ ہے تمہاری بکری
خوشترو بہتر و عفت ہے تمہاری بکری
سچ ہے بکری نہیں بکر ہے تمہاری بکری
میں یہ کہتا ہوں کہ بڑھیا ہے تمہاری بکری
واہ کس درجہ شک و شبہ ہے تمہاری بکری
کون کہتا ہے کہ کتیا ہے تمہاری بکری
دیکھتی ہے مگر اندھ سی نظر آتی ہے
واہ کیا خوب تماشا ہے تمہاری بکری

(۳)

باعثِ غم ہے تمہاری گوسفند !
موجبِ اہم ہے تمہاری گوسفند
ہر گھڑی رہتا ہے چارے کا خیال
فسکِ اعظم ہے تمہاری گوسفند
روز و سبب کرتی ہے میں میں بے حیا
رجحِ پیہم ہے تمہاری گوسفند
کیا ضرورت ہے کہ کنا پالئے
گھر میں کیا کم ہے تمہاری گوسفند
اس کو احمد ارشد اللہ کھائے گا
رزقِ عینِ غم ہے تمہاری گوسفند

(۴)

بے حیثیت ہے تمہاری بکری
بے مروت ہے تمہاری بکری
سخت زحمت ہے تمہاری بکری
وجہ و حشت ہے تمہاری بکری

رات کو نیند اڑا دیتی ہے
 کیسی آفت ہے تمہاری بکری
 دودھ کم دیتی ہے کھاتی ہے بہت
 کیا قیامت ہے تمہاری بکری
 گندگی سارے کلاں میں پھیلی
 اک مصیبت ہے تمہاری بکری
 دیکھ کر تیز سی چھریاں گھر میں
 غرق حیرت ہے تمہاری بکری
 میں اسے بھرن کے کھا جاؤں گا
 میری دعوت سے تمہاری بکری

(۵۱)

حیف ہے صد حیف ہے بکری کے بچے مر گئے
 میری بیوی اور بچوں کو پریشاں کر گئے
 کاش لے جلتے وہ بکری کو بھی اپنے ساکھ ساتھ
 اور دھولیتے مرے معصوم بچے اس سے ہاتھ
 یا الہی جلد بکری کو بھی تو برباد کر
 اور بے چاروں کو فکر چارہ سے آزاد کر
 یا الہی ہم کو اس کمائی بلا سے دے نجات
 یا الہی اس پہ جلدی سے مسلط کر عذاب

خط (۱۰۰) (۲۰/۱۲) (۱۰/۱۲)

(۶)

اے عزیز خوش فضاں و دل سپند
 نیک بخت و خوش نصیب وار جمند

آپ کی بکری سے میں راضی نہیں
 آپ کی بکری ہے مجھ کو ناپسند
 ہے مشکل "گر غم نزاری بھنسر"
 کیوں حزیدی آپ نے یہ گو سفند
 آپ سے بے حد تعجب ہے مجھے
 آپ تو ہیں ہوشیار و عقلمند
 کاش لیتے عاقبت مینی سے کام
 عقل کے فتوے پر چڑھے گا رند
 کاش چلتے آپ مسبری رائے پر
 اور سنتے بخر بہ کاروں کی پسند
 نفع کیا ہے ماسوائے فکر و غم
 فائدہ کیا ہے بجز رنج و گزند
 آپ کی بکری غنوں کا دام ہے
 اور محو ناگوں منہ مائب کی گند
 آپ کی بکری ہے ناواہی کا خرد
 اور جہل و بے وقوفی کا سمند
 راقم نامہ ہے والد آپ کا
 خیر خواہ و غم گسار و درد من

سباعی

کمزور ہے مرلی ہے مہاری بکری
 مجھل ہے ، اچھل ہے مہاری بکری
 ہر وقت کیا کرتی ہے میں میں کم بخت
 دیوانی ہے پاگل ہے مہاری بکری

فائدہ

حضرت والا اپنے بچوں کو منظم خطوط بھی لکھتے اور بچوں کے سامنے اشعار بھی پڑھتے تھے اس سے بہت بے فائدہ تھے
(۱) خاندانی ذوقِ شاعری کی نشوونما۔
(۲) بچوں کو خوش کرنا۔

(۳) ان کی استعداد بڑھانا، کیونکہ اشعار کو بار بار پڑھنے سے اردو پڑھنے میں پختگی پیدا ہونا ضروری نتیجہ ہے۔ پھر جن اشعار کے معنی بچوں کو معلوم نہ ہوتے، انہیں والدہ محترمہ یا اور کسی سے مفہوم کرنے اس سے ان کو بہت سے الفاظ کے معانی یادداشت حاصل ہو جاتے

بچوں کو جو بات پسند آتی ہے مثلاً وہ اس کو لکھنے کی لچھڑا کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح شاعری استعداد میں بھی مضبوطی ہو جاتی ہے۔

(۴) اسی شوق و نشاط میں بہت سی تصحیباتی ضروریات اور سحر بات و ہدایات کا بھی علم ہو جاتا اور دل و دماغ پر ان کے حاصل کرانے میں زائد بار نہ ہوتا تھا۔

(۵) نشر کی بہ نسبت نظم کو آسانی سے یاد کر لیا جاتا ہے خصوصاً بچوں کو جو نظم پسند آتی ہے اس کو کھیل کھیل میں اس طرح یاد کر لیتے ہیں کہ ان کے دماغ پر اس کا قطعاً بوجھ نہیں پڑتا۔

(۶) حضرت والا سے والہانہ محبت اور تعلق میں بھی اعنائہ ہوتا اور استفادہ کی راہیں ہموار ہو جاتیں وغیرہ۔

اس قسم کی مصالحت آپ کے اس نرالی طرز میں مضمر تھیں۔ ماہرینِ تعلیمات کے نزدیک یہ طرزِ تعلیم نادر تر بہت نہایت پسندیدہ شمار ہوتا ہے کہ بچوں کے دل و دماغ پر بار نہ ہو اور ان کی تعلیم و تربیت میں پیشرفت اور ترقی ہوتی جائے۔ یہ پسند و شمار سچ اور مزاح و خوش طبعی کے دو باب خاص طرز پر بچوں کے معلموں اور مربیوں کے لئے اپنے اندر بہت بڑی عبرت اور عمدہ سبق رکھتے ہیں۔

عملیات و تعویذات

اکابر امت کے طریقہ پر حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی عملیات و تعویذات کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی اور اس سلسلہ میں چلہ کشی وغیرہ کو پسند نہ فرماتے تھے نیز نجوم و سیارات، ساعات، ترکیبہ انات جیسی چیزوں کو شریعت کے خلاف اور ناروا سمجھتے تھے۔ البتہ اگر کوئی شخص تعویذ طلب کرتا تو آپ اس کو تعویذ عنایت فرما دیتے تھے۔ اور تعویذات میں قرآنی آیات یا ادغیہ ماثرہ لکھتے تھے۔ اپنے متوسلین و متعلقین سے بھی آپ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص کسی جائز کام کے لئے تعویذ طلب کرے تو اس کو تعویذ دے دیا کریں۔ درجو آیت یا حدیث ذہن میں آجائے لکھ دیا کریں اور کوئی نہ کوئی نصیحت بھی کر دیا کریں مثلاً نماز کی پابندی شریعت کی اتباع سنت کی پیروی، بندگانِ خدا سے بہرہ رسی اور صدقہ وغیرہ کی ترغیب و بدایا کریں۔ نیک نیتی سے تعویذ دے دینا لینے والے کے لئے مفید ہو گا۔ حق تعالیٰ نیک نیتی کی ہر گت سے اس کا جائز کام پورا فرما دیں گے اور اس بہانے سے آپ کو تبلیغ کا موقعہ میسر آ جائیگا۔ گویا اس سے بھی حضرت والا کا مقصود یہ ہوتا تھا کہ دعوت و تبلیغ اور نصیحت و تذکیر کا سنا جاری رہے اور کسی غلام کار کے بھندے میں خدا کے بندے نہ پھنسیں۔

اسلئے حضرت غلیہ الرحمۃ کے پاس کوئی خاص بیامن بھی ایسی نہ تھی جسیں حضرت والا کے عملیات و تعویذات جمع ہوں اور ان کو ہم یہاں پیش کر دیں۔ ہاں چند اعمال اس سلسلہ کے جو حضرت والا نے زبانی ارشاد فرمائے یا آپ کی ایک بیامن میں لکھے ہوئے پائے وہ یہاں ہم پیش کیے دیتے ہیں۔

بچوں کے ہر مرض کے لئے :- حضرت والا خود بھی لکھتے اور متعلقین کو بتاتے بھی تھے

حدیث شریف کی ان تین دعاؤں میں سے کوئی ایک یا تینوں دعائیں کاغذ پر لکھ کر
تعوذ بن کر بچے کے گلے میں ڈال دیا جائے تو بچہ اکثر امراض و آفات سے محفوظ رہتا ہے
(۱) بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرٌ اَلَا سَمَاءٌ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ اَلْاَرْضِ
وَالسَّمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ اَلْاَرْضِ لَا يَمُوتُ مَعَ اَسْمَاءِ مَعْنٰی رَحْمٰی
الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهَیْ سَمِیْعُ الْحَلِیْمُ
(۲) اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ -
(۳) اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَیْطَانٍ
وَهَامَّیْہٍ وَشَرِّ كُلِّ عَیْنٍ لَّامَیْہٍ

(۲) آنکھوں کی روشنی کے لئے

ہر نماز فرض کے بعد گیارہ بار "یا نور" پڑھ کر دو قیامتوں کی شہادت
کی انگلیوں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیر لیا کریں آنکھوں کی روشنی کے لئے مفید ہے

(۳) نابینا ہونے سے حفاظت

حضرت عائشہ کی بیاض طاعس میں لکھا تھا کہ :-
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰخِرِنَا سَيِّدِنَا جَبْرِیْلَ
الْمُطَوَّقِ بِالْبَرِّ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ
من قرأ ثلاث حرات وینفخ علی یرہ وکس بہا عینیہ لم یعم بہرہ یعنی مذکورہ ورد شریف
کو جو شخص تین بار (ہر نماز کے بعد) پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیر لیا کرے
وہ نابینا نہ ہوگا۔

(۴) لڑکا پیدا ہونے کیلئے

بیاض طاعس میں یہ عمل بھی سدرجہ ذیل عبارت میں لکھا ہوا تھا۔
وَمَنْ ارَادَ اَنْ تَلِدَ اِمْرَاَتُهُ ذَكَرًا فَلْيَصْبَحْ یَیَّوَدَّ حَیْنَ کَانَ الْجَنِّیْنَ
مَضْغَةً وَّ اَلَا وَاَلٰی ان یَیْنَحِیْ یَوْمَ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا عَلٰی بَطْنِہَا فَلِیَقْلَ اِنِّیْ
سَمِیْتُ مُحَمَّدًا وَاَحْمَدًا بِاسْمِ نَبِیِّکَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ اِنْ کَانَ اُنْثٰی فَمَحَل

ذکر ۱ (دستور جلد ۲ صفحہ ۹)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کی خواہش ہو کہ اس کی بیوی کے لڑکے پیدا ہو تو حمل کے تیسرے چلہ میں اور بہتر یہ ہے کہ ہر چلہ میں ایک دن اپنی بیوی کے پیٹ پر (دو ہینا) لٹکتے رکھ کر یہ دعا پڑھے۔

اِنِّیْ تَمَنِّیْتُ مُحَمَّدًا وَّ اَحْمَدًا بِاِسْمِکَ
عَلَیْہِ السَّلَام

اگر پیٹ میں لڑکی بھی ہوگی تو اِنِّیْ تَمَنِّیْتُ مُحَمَّدَہُ لڑکے کا ہو جائے گا۔

اس عمل کا متعدد بار تجربہ کیا اور سردیاں گیا صحیح ثابت ہوا

(نسیم احمد غازی مظاہری)

(۵) قوتِ حافظہ کے لئے

ایک مرتبہ ایک طالب علم کو جس کی یادداشت کمزور تھی یہ عمل ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سات سات بار اِنِّیْ تَمَنِّیْتُ مُحَمَّدًا وَّ اَحْمَدًا لِّیْ سِتِّیْنَ سَاعَہً پڑھ کر سینہ پر دم کیا کریں۔ اِنِّیْ تَمَنِّیْتُ مُحَمَّدًا وَّ اَحْمَدًا لِّیْ سِتِّیْنَ سَاعَہً پڑ جائے گی۔

(۶) قوتِ دماغ کے لئے

عنقِ دماغ کی اگر کوئی شکایت کرتا تو آپ فرماتے کہ ہر فرض نماز کا سلام پھیر کر دہنا لٹکتے سر پر رکھ کر گیارہ بار اِنِّیْ تَمَنِّیْتُ مُحَمَّدًا وَّ اَحْمَدًا لِّیْ سِتِّیْنَ سَاعَہً پڑھا کریں۔

(۷) قوتِ ایمان کے لئے

کلمہ طیبہ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
کو بھرت پڑھا جائے

(۸) صلاحِ داریں کے لئے

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اتباعِ سنت کی توفیق اور دین و دنیا

کی سلاح و کامیابی کے لئے آپ درود شریف کی کثرت کی ہدایت فرماتے اور بعض خاص مقامات کی کامیابی کے لئے درود شریف کی مخصوص تعدادیں تلقین فرماتے تھے۔

(۹) ہر مرتبہ کا علاج

آپ ہر مرتبہ کے لئے یہ وظیفہ ارشاد فرماتے تھے کہ ہر نماز کے بعد یا سلام
اسو بار پڑھ کر دیوئیں ہاتھوں پر دم کریں اور جہاں تک ہاتھ پہنچیں اسے
بدن پر پھیر لیا کریں۔
یہ عمل نہایت مجرب ہے۔ سیکڑوں کو راقم المسطور نے بتایا، اور
فائدہ ہوا۔

(۱۰) اولاد کے مطلق ہونے کے لئے

ہر نماز کے بعد ایک بار یہ پڑھے
سَرِّبِ اَوْزِ عَنِّي اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ اَللّٰهُ اَنْ تَنْحِتَ عَلَيَّ
وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ اَنْ اَعْمَلَ مَعَ اِلٰهٍ مَّا شِئْتَ وَ اَصْلِحْ لِيْ رَحْمَةً
خَيْرٍ يَّتِيْ اِلَيَّ ثُبُتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

حضرت والا دعا و تقویٰ پر نہ اُجرت لیتے تھے اور نہ اس کو پسند فرماتے تھے
بلکہ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ بزرگانِ خدا کو ہر طرح نفع پہنچا یا جائے

نسیم احمد غازی مظاہری

عادات معمولہ اور معمولات

سرایا بنے سوز یہ سازِ ہستی — میں وہ راگ اب چھیڑنا چاہتا ہوں
 زبانِ عشق سے نکلے ہیں وہ الفاظ پر معنی :۔ زمانہ عمر بھر کرتا رہے گا جنکی تفسیر میں
 حق تعالیٰ نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ عالی میں ایک خاص کمال یہ ودیعت
 فرمایا تھا کہ آپ کے تال و جال دونوں یکساں تھے یعنی جو کچھ زبانِ مبارک سے ارشاد
 فرماتے اس پر خود عمل پیرا ہوتے اور جس چیز پر آپ عامل ہوتے وہی زبانِ فیض
 و جہان سے ارشاد فرماتے تھے مختصر یہ ہے کہ آپ کے ارشادات آپ کے معمولات تھے آپ کی
 بیعتِ ثانیہ اور عاداتِ ثابتہ ہوتی تھی۔ معمولات میں تکلف اور زناغہ کو آپ پسند
 فرماتے تھے۔ اس طرح آپ کے معمولات، عادات اور آپ کی عادات، ارشادات و ملفوظات اسی
 جہ سے ہم نے ان تینوں چیزوں کو ایک عنوان میں جمع کر دیا ہے اور اپنی یادداشت
 معلومات کے موافق ہم ان کو سپردِ قلم کر کے ناظرینِ کرام کی ضیافتِ قلب و نظر اور
 برات و موافقت کا سامان ہتیا کرتے ہیں۔

نظارہ سری چھوٹی چھوٹی ہیں باتیں — جہاں سوز لبیکن یہ چنگاریاں ہیں
 بڑی عشق میں ہیں بہاریں مگر — گھمیری خارزاروں سے پھلواریاں ہیں
 رانیِ اصولِ زندگانی | ۲۳ اپریل ۱۹۷۳ء مہارِ بیس ۱۳۹۳ھ کو بندہ

نے اپنی تصنیف ”حکمتِ لقمان“ (جو لقمان حکیم کی
 بیش بہا پند و نصائح کے تقریباً ساڑھے بارہ اشعار پر مشتمل منظوم مجموعہ ہے اس)
 کا ایک نسخہ پیش خدمت کر کے دعا کی درخواست کی حضرت والا عرصہ سے
 علیل و صاحبِ فراش تھے حضرت والا نے یہ کتاب اپنے مبارک ہاتھوں
 میں لی اور بہت خوش ہوئے۔ مگر سے چہرہ کھل گیا اور رخِ انور پر
 گویا انوار برسنے لگے بہت دعائیں دیں اور نبیرۂ محترم مولانا حافظ مختار

کوئی و اخلاص کی ہم کو ہمیشہ تاکید فرماتے رہتے تھے جب بھی کوئی خادم حاضر
رہتا ہوا تو باتوں باتوں میں اکثر فرمایا کرتے بیٹا! تقویٰ اختیار کرو بیٹا
لیزہ زندگی اور اخلاص للہیت حق تعالیٰ کو پسند ہے۔ اخلاص و اللہیت
بب و غریب دولت ہے وغیرہ اخلاص کی تاکید فرماتے ہوئے عموماً فرماتے
تعلیم علم دیں کا خلاصہ یہی تو ہے۔ سب کچھ ملا اسے جسے اللہ مل گیا
جو تم ہی مل گئے تو دونوں جہاں ملے مجھے۔ کس بات کی کمی ہے کسی بات کی نہیں
حضرت والا ہی کا ایک شعر ہے کہ

آپ جو کچھ کریں، کریں اسعد حسن تدبیر و صدق نیت سے

حضرت والا کو قریب سے دیکھنے والے اہل بصیرت حضرات آپ کے اخلاص، حسن
ت اور للہیت کا کھلے دل سے اقرار و اعتراف کرتے ہیں۔
لوگ کہتے ہیں ذکر اسعد پر ایک فرشتہ ہے آدمی کیا ہے

وصلہ و ہمت یہ صفت تو حضرت والا میں اس قدر نمایاں تھی کہ اغیار
نے بھی اس کی داد دی ہے ہندوستان کا گوشہ

شہ شاہد ہے کہ آپ نے کس اولوالعزمی اور ہمت و شجاعت سے باطل اور
پل پرستوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ راجپوتانہ، متھرا وغیرہ میں فتنہ ارتداد
و کتنی بلند حوصلگی سے فرو کیا، آریوں، عیسائیوں، رونا خانوں، قادیانیوں
و شریکوں کے کس طرح پھٹکے چھڑا دیئے، ہمیشہ باطل پر قہر آسمانی بن کر
ٹھ پڑتے تھے باطل پرستوں کو اگر یہ معلوم بھی ہو جاتا کہ اسد اللہ الغالب،
فرہ الاسلام حضرت اسعد شریف لارہے ہیں تو وہ اس بستی سے فوراً راہ
راہ اختیار کر لیتے اور اپنا جہہ تک کرنے کی ان کی ہمت نہ ہوتی تھی آپ نے
پنے بڑے صاحبزادے مولانا احمد اللہ صاحب مزلکہ کو ان کے بیچن میں رنگون
سے جو ایک مکتوب منظوم تحریر فرمایا تھا اس میں یہ شعر بھی ہے

زمانے پہ ہمت سے چھا جاؤ تم۔ بدل دو زمانے کا سارا نظام

ہم لوگوں کو بھی بار بار اسی کی ترغیب و تاکید فرماتے تھے ایسے موقع پر زیادہ
تر یہ شعر پڑھا کرتے تھے

ہمت بلند دار کہ نزد خداؤ خلق
 اور کبھی کبھی یہ فرمایا کرتے تھے
 باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو
 جس نے لگائی ایڑھ سو خندق کے پار
 حضرت دالا کی ایک رباعی ہے جس میں انھوں نے خود اپنی اس صفت کا اظہار
 فرمایا ہے

دنیا کے حوادث سے نہیں کرتا آم
 میں، اور کسی کام سے ہمت ہاروں؟
 سختی میں بھی رہتی ہے مرے لب پر دلا
 لا حول ولا قوۃ الا باللہ

نیز فرماتے ہیں
 جگہ گاتا ہے مری تخیل رنگں کا جہاں
 عزم والو! حوصلہ کی داد دینا چاہیئے
 ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

بازیچہ اطفال ہے دنیا مرے آگے
 اک کھیل ہے اور نگہ سیلوان کمر نزدیک
 ہوتا ہے شب و روز تماشہ میرے آگے
 اک بات ہے اعجازِ سپہا مرے آگے
 ہر محنت کا میابی کی ضامن نہیں ہوتی ہے۔ ہر سفر سے منزل
 تک رسائی ضروری نہیں۔ محنت و سفر کی صحیح سمت ہی

کا مرائیوں کی منزلوں سے ہمکنار کرتی ہے مثلاً اگر ایک شخص مراد آباد ہے لکھنؤ جا
 کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کو لکھنؤ جانے والی گاڑی سے سفر کرنا ضروری ہے
 اور اگر اس شخص مشرقی سمت کو چھوڑ کر مغربی سمت اختیار کر لی اور بہارنوں
 جانے والی گاڑی میں سوار ہو گیا تو وہ اپنی منزل مقصود کے قریب بھی نہ ہو سکیگا
 بلکہ ہر لمحہ دور ہوتا چلا جائے گا۔ اس لئے محنت کے ساتھ صحت کی قید ضروری
 ہے۔ محنت ہو اور صحیح ہو۔

صحیح محنت ہی پر اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے اسی پر کامیابی مرتب ہوتی ہے اور
 راحت کا پہل آتا ہے۔ صحیح محنت کی تشریف یہ ہے کہ اس کے اصول و آداب اور
 شرائط و مناسبات کو پورے طور پر ملحوظ رکھ کر اس پر اپنے مال و جان اور تبت
 کو صرف کیا جائے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے علم و عمل، تعلیم و تبلیغ، دعوت و نصیحت، سلوک و طریقت
 دین کی اشاعت اور تردید باطل و ضلالت وغیرہ پر جو کامیاب و جبریت انگیز محنتیں
 کی ہیں، کیونکہ ان کی ہر محنت اصول کی پوری پابندیوں کے ساتھ ہوتی تھی اسلئے
 حق تعالیٰ شانہ کی رحمت سے ان کو ہر لائن میں اعلیٰ کمالات اور کامیابیوں کے
 بابرکت ثمرات نصیب ہوئے آپ نے ایک طرف تو علوم دینیہ عقلیہ و نقلیہ اور
 علوم عالیہ و آلیہ میں وہ کمال حاصل کیا کہ ہمیشہ اپنے رفقا اور ہم عصروں پر
 فائق رہے۔ اسی وقت میں انگریزی زبان پر بھی پوری دسترس حاصل
 کر لی جس نے اشاعت اسلام، اصلاح خلق، رفع شبہات اور کفر و دہریت و
 جدت کے رد میں بہت کام دیا اور وہ کار ہائے نمایاں کر گئے جو آپ کے دوسرے
 ہم عصر نہ کر سکے آپ فرماتے تھے کہ فلاسفہ کا یہ اصول غلط ہے کہ النفس لا
 تتوجہ الی شئی فی آن و یا احد (نفس بیک وقت دو چیزوں کی طرف
 متوجہ نہیں ہو سکتا ہے) آپ فرماتے تھے کہ کائنات کا نفس آن واحد
 میں دو چیزوں کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے بلکہ ہوتا ہے چنانچہ آپ نے
 اپنے شاگرد رشید مولانا بشیر اللہ صاحب رنگونی کو جو اجتماع تبلیغ و تعلیم
 کے سلسلہ میں خط لکھا تھا وجہ تبلیغ جماعت سے تعلق رکھنے کے عنوان کے
 تحت مندرج ہے (اس میں فلاسفہ کے اسی مذکورہ نظریہ کی مراد تردید
 فرمائی تھی آپ علامہ عزیز کو ہمیشہ محنت کی طرف متوجہ فرماتے رہتے تھے۔
 فرماتے ہیں: مردان اولوا الزم دگرانی ہمت۔ ہوتے ہیں کہیں دریتے عیش و عشرت؟
 محنت کو بناتے ہیں وہ اپنا بیوتہ۔ کرتے ہیں وہ مشقت کو انہی عادت
 طلباء اور بچوں سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ وقت محنت سے کام کرنے کا ہے
 اس وقت محنت سے کام کرو گے تو زندگی سکون و آرام سے گزرے گی اور اگر
 اوقات عزیز کو ضائع کر دیا تو آئندہ پچھتاؤ گے اور وہ افسوس بھی لاحق ہو جائے گا
 رہے گا آپ کا ارشاد ہے: ہ

تعلیم میں کوشش کر دیکھنا مانو

پھر عمر بھر آرام سے چاڑھتا مانو

بچپن کے زمانے کو غنیمت جانو

جو کچھ تمہیں کرنا ہے کہیں کر لو

حضرت والاؑ پر صفت محنت کا استعداد غلبہ تھا کہ آپ کو اپنی عمر عزیز کا ایک لمحہ بھی ضائع کر دینا گوارا نہ تھا۔ چنانچہ آپ نے اس حقیقت کا زبانِ شعر میں بھی اس طرح اظہار فرمایا ہے۔

ہم خدا کے فضل سے ہیں حقیقت آگاہ، کرتے نہیں اوقاتِ گرمی کو تباہ
ہم اور کریم علم و عمل میں سستی، لا حول و لا قوۃ الا باللہ
وقت کی قدر و قیمت کے اظہار اور نعمتِ وقت کو غنیمت سمجھنے کی ترغیب
کے لئے یہ دو شعر بھی آپ اکثر پڑھتے تھے۔

من نگویم زیاں کن یا فکر سود باش اے زفرحت بے خبر در پرچہ باشی زود باش
میں نہیں کہتا ہوں کہ نقصان کریا فائدہ کی فکر میں رہ اے خوشی سے بے خبر جس کام میں بھی لگے لگا رہ

ہر وقت خوش کہ دستِ دہم غنیمت شمار کس را خوف نیست کہ انجام کار چہیست
(جو اچھا وقت بھی ہاتھ لگے اسکو غنیمت شمار کر کسی کو معلوم نہیں کہ کام کا انجام کیا ہے)
اسی وجہ سے آپ بے فائدہ بحث و مباحثہ اور لایعنی گفتگو میں وقت ضائع کرنے کو بے حد ناپسند فرماتے تھے۔ اور اپنے متعلقین کو خصوصاً اس سے بچنے کی بہت تاکید فرماتے تھے آپ کی مجلس بلکہ آپ کی زندگی لایعنی بحث و مباحثہ سے ہمیشہ پاک رہی ہے۔

مولانا عبد القیوم صاحب بستوی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ یہ ناکارہ مظاہرِ علوم کے ایک نوجوان استاد سے کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا تھوڑی دیر بعد اس گفتگو نے بحث کا رنگ اختیار کر لیا حضرت والاؑ ذرا فاصلہ سے دفتر میں تشریف فرما تھے ہماری گفتگو کے اس رنگ کو دیکھ کر مجھے بلایا اور سخت تنبیہ فرمائی۔ فرمایا کہ بے مباحثہ تو ہر جگہ مضر ہے لیکن یہاں کا ماحول تو اس کے لئے بالکل سازگار نہیں۔ اس لئے آئندہ اس سے احتیاط رکھو یہ بھی فرمایا کہ اپنی رائے کو دوسروں پر لا دنا اور بزورِ کلام اپنی بات کو منوانا تجکر کی علامت ہے۔ حضرت حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بخوری جو فنِ طب کے امام تھے اگر کوئی معمولی درجہ کا طبیب بھی ان کی رائے سے اختلاف کرتا تو فرماتے یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ہی کی رائے درست ہو۔

عابد و زاہد جس کے پاس صاف معاملات اور اچھے اخلاق نہ تھے کفِ افہوس
لتارہ جائے گا

حضرت والا خود بھی سب کے زائیدان چیزوں کا اہتمام فرماتے اور عموماً سب کو اور
خاص طور پر خدام و توسلین کو امانت و دیانت اور صدقائی معاملات کی بار بار
تاکید فرماتے رہتے تھے کہ

وہ آنڈھیوں کے مقابل بھی مشتعل ہیں دیکھو
حضرت والا نے بچوں کو نصیحت فرماتے
ہوتے اپنی بعض عادات کا زبانِ شعر

قابل تقلید پاکیزہ عادتیں

میں اس طرح اظہار فرمایا ہے کہ
ہم کو نفرت ہے کفر و بدعت سے
خاکساری ہمارا شیوہ ہے
دل ہمارا ہے مثل آئینہ
کیوں نہ ہوں ہم نسا کے پابند
آپ جو کچھ کریں، کریں اسعد
حسن تدبیر و صدق نیت سے

ہم کو نفرت ہے بغض و نفرت سے
ہے محبت ہمیں محبت سے
ہم کو عادت ہے سعی و محنت کے
خوگر محنت و جفاکش ہیں
شوق ہے امتدائے ملت کا
کیوں نہ مانیں ہم ان مسائل کو
ہم کو جڑ ہے بغض اسعد
طعن و تشنیع و عن و غیبت سے

حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ
۷ دینی چار قسم کے ہوتے ہیں

آدمیوں کی چار قسمیں ہیں

(۱) اکمل (۲) کامل (۳) ناقص (۴) ناقص

اکمل (کامل ترین) آدمی وہ ہے جو صاحب الرائے اور صاحب الرائے ہو اور مشورہ بھی کرتا ہو
کامل آدمی وہ ہے جو صاحب الرائے اور صاحب الرائے ہو اور مشورہ نہ کرتا ہو یا دونوں سے
ایک صفت رکھتا ہو یعنی صاحب الرائے یا صاحب الرائے ہو لیکن مشورہ کرتا ہو
اندر جو صاحب الرائے یا صاحب الرائے ہو یعنی جس کو دونوں صفتوں میں سے صرف
ایک صفت حاصل ہو لیکن مشورہ نہ کرتا ہو ایسا شخص ناقص ہے۔

اور اگر نہ صاحب الرائے ہے نہ ہی صاحب الرائے ہے یعنی دونوں صفتوں سے محروم ہے
اور مشورہ بھی نہیں کرتا تو ایسا شخص ناقص ترین (بہت ہی گھٹیا درجہ کا) آدمی ہے۔
اس لئے ضروری ہے کہ صاحب الرائے اور صاحب الرائے ہونے کے ساتھ ساتھ
معاملات و حادثات میں دوسروں سے کبھی مشورہ ضرور کیا جائے تاکہ کامل ترین
کہ گویا میں شمار و شمولیت ہو سکے۔ اسی لئے حق تعالیٰ شانہ نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کا حکم فرمایا۔ ارشاد ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ
اہوئی ہے جن سے کتابہ حیات کی تکمیل سبقت حیات نے وہ میری زندگی سے لئے
نہیں۔ صاحب الرائے سمجھنے کا مطالبہ ہے کہ وہ ایسا سمجھ دار آدمی ہے کہ
غور و فکر کی اس میں پوری صلاحیت موجود ہے اور صاحب الرائے سے مراد یہ ہے کہ
فکر و عقل سلیم والا آدمی ہے یعنی وہ ٹھیک ٹھیک سوچتا سمجھتا ہے۔

چار چیزیں کم کر دینا مفید ہے
حضرت دالار متعاقبن کو خاص طور پر
ساکین کو یہ نصیحت فرماتے تھے کہ۔

» حضرات صوفیہ کرام سا لکین و متصوفین کو چار قلتوں کا حکم دیتے تھے اور یہ
قلتیں غیر سا لکین کے لئے بھی مفید ہیں۔ لیکن کیونکہ اس زمانہ میں قوی کمزور اور
معتد متاثر و مضبوط ہو گئیں۔ اس لئے اب دو قلتوں کا امر نہیں کیا جاتا۔ وہ چار
قلتیں یہ ہیں۔ قلة الطعام، کم کھانا، قلة المنام، کم سونا، قلة الكلام، کم بولنا، قلة
الاختلاط مع الانام، کم گونا گوں سے میل جول رکھنا، اول الذکر دو قلتوں کو قوت

کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ اب ان کا کھل نہیں ہوتا۔ اقبۃ مؤخر الذکر درقاتیں سب کے لئے خصوصاً طلبہ و سائلین، کیلئے اب بھی بہت ضروری ہیں

قلبت مطالعہ | اس کا حضرت عبداللہ اگرچہ حکم نہیں فرماتے تھے لیکن خود اس پر عامل تھے۔ آپ صحت کی حالت میں بھی انکی کھٹکی دودھائی پیتا تھا

صرف ایک سال کیسا کھتہ تناول فرماتے تھے۔ اور صبح کو ناشتہ یا کوئی اپنا نہ پوتا کھا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ نہ دارن زن پروران آگیا۔ کہ پر مودہ باشد حکمت تہی رز یادہ کھانے والوں کو معلوم نہیں۔ کہ پیٹ بھر حکمت سے خالی ہوتا ہے!

قلبت مشام | کم سونا کبھی فی نفسہ مطلوب ہے۔ کیونکہ زیادہ سونے سے ایک تو اثر عزیز پر باد ہوتی ہے۔ اور ان کے ان دنیوی امدادیں مقاصد کے

انجام دہی سے قاصر رہتا ہے۔ پھر زیادہ سونے سے قلب پر غفلت، کبھی طاری ہوتی ہے لیکن اب ٹھوٹا لوگ کمزور ہیں۔ خصوصاً طلبہ و سائلین، صوفی اعصاب و ضعیف دماغ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کو معتد بہ مقدار میں سونا چاہیئے تاکہ متعلقہ امور کی انجام دہی میں اوقات و مشغول نہ آئے۔ حضرت عبداللہ فرماتے تھے کہ کم از کم چھ گھنٹے سونا چاہیئے جو انہوں کو اس سے کم سونے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ بچوں کے لئے مقدار اس سے زیادہ ہے مثلاً چھ ماہ سے کم عمر بچوں کو ان اشارہ گھنٹے سنانا چاہیئے۔ اور اس امر کے لحاظ سے ہر درجہ کی ہو۔ تے ہوئے جو انی ایسا چھ گھنٹے مقدار کر لینی چاہیئے۔ اور بڑھاپے میں تو تحقیق کبھی نایزداں جاسکے غیبت ہے۔ حضرت دالہ کو اس اصول پر بھی پورے انداز پر کام بند رکھنا گیا ہے۔ بحال تہ صحت آپ نرات کا اکثر حصہ عبادات، اخلاقی اور مطالعہ کتب میں گزارتے تھے۔ ٹھوٹا اول شب میں آرام فرماتے ہوئے دیکھا گیا۔ اور جب سب سو جاتے تو آپ بیدار ہو جاتے

تھے سہ خوشی زیادہ کو بخشش بیمار سے سہکتے تھے

اور بات کہ سب سے گوارا دیتے تھے

دنیا بے غش کہ نہ اشارہ سے میری طرف آ رہا تھا سب کو
خواہش نہیں خوشی ان غم غمی کے بعد

فصل کا نام

آپ فضول گفتگو کو بہت ہی ناپسند فرماتے تھے۔ اور ارشاد فرماتے تھے کہ یہ آفت تعلقات اور دوستی سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں فرماتے تھے کہ دشمنی بھی محو دوستی سے پیدا ہوتی ہے۔ صرتیں نے دوستی نہ کی دشمنی نہ ہوئی۔ زیادہ گولی کا علاج کثرت ذکر اور مفید کاموں میں انہماک بتلاتے تھے۔ حضرت شیخ سعدی کا ارشاد ہے۔
 دو چیز از فیرو عقل است لب فرو بستن بد وقت گفتن و گفتن بد وقت خاموشی
 (دو چیزیں حماقت کی علامتیں ہیں۔ کہنے کے وقت خاموش رہنا اور خاموشی کے وقت بولنا)
 کمال یہ ہے کہ وقت ضرورت ضرور بولے اور پہلے بولے پھر نیچے اور بغیر وقت خاموش رہے۔ حدیث میں ہے۔
 مَنْ كَانَ مِنْكُمْ سَلِيمٌ وَ مَنْ كَانَ سَلِيمٌ دُجَا۔ (جو چپ رہا سالم رہا اور جو سالم رہا)

اور جو سالم رہا وہ بجا رہا گیا۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ سہ سینہ دار خاموشی گنجینہ گو ہر گند۔ یاد دارم از صاف این نکتہ سربستہ رہنا
 خاموشی دلوں کو گہرا ہے اسرار کا خزانہ بنادیتی ہے۔ میں نے یہ پوشیدہ راز سب سے محفوظ کیا ہے
 حضرت والا نے وقت ضرورت بقدر ضرورت کلام فرماتے تھے مولانا محمد منظور صاحب
 نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ نے حضرت مولانا محمد الہ عباسی سے ایک مرتبہ فرمایا کہ
 حضرت ناظم صاحب بہت سوچ کر لو لیتے ہیں اور یہ بزرگی و تقدس کا اعلیٰ مقام ہے جس پر کم لوگ فائدہ ہوتے ہیں۔ حضرت والا نے بیہودہ گولی سے باز رہنے کی نصیحت فرماتے
 میرے یہ شعر بھی پڑھتے تھے کہ سہ

لب بہ بند چشم بزود و گلشن بند۔ گردن بینی سر بردہ من بہ خند
 (دھڑلے آنکھ اور کان بند رکھو۔ پھر اگر حق کا بھید نہ دیکھ لو کہ یہ ہنسوں)

فصل کا نام

یعنی نوگوں کے ساتھ میل جول کم کرنا اچھی اور معلوم تھا کہ حضرت نوگوں سے زیادہ میل جول اور ملاقاتوں کو

پسند فرماتے تھے۔ دوستی اور فضول تعلقات سے آپ کو سخت نفرت تھی آپ نصیحت کے طور پر ارشاد فرماتے تھے سہ
 اقْرَأْ النَّاسَ مَا فِيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ
 (لوگوں کی ملاقات سے کوئی فائدہ نہیں۔ بجز یہود اور فضول گفتگو کے)

یہ شعر بھی اکثر پڑھتے تھے۔ سہ راحت مجاہد ترک احتلاط مردم است۔ چوں خضر بایز ز چشم خلق پناہاں زیتن
 (دائمی راحت لوگوں سے میل جول نہ رکھنے میں ہے۔ حضرت خضر کی طرح خلوق کی نگاہ سے چھپ کر جینا چاہیے)
 مولانا عبدالقیوم صاحب لکھتے ہیں کہ ”حضرت والادہ طلبہ کو اس بات کی بہت تاکید فرماتے
 تھے کہ وہ تعلقات کم سے کم رکھیں۔ فرماتے کہ دشمنی تو ہمیشہ سبب کیلئے مضر ہے ہی۔ لیکن طالب علم
 کیلئے دوستی بھی نہایت مضر ہے اسی لئے طلبہ کے دیوبند وغیرہ جانے کو پسند نہیں فرماتے تھے
 کہ یہ لوگ وہاں جا کر طلبہ کے مہمان بنیں گے اور طرفین کا وقت برباد ہو گا۔ پھر اسکے
 جواب میں وہ لوگ بھی ان کے پاس آئیں گے اور پھر دونوں کا وقت ضائع ہو گا تعلیم
 کا ترح ہو گا۔ آمد و رفت اور مہمان نوازی میں مصارف ہوں گے جسکی وجہ سے طلبہ پر تنگی
 ہوگی یا والدین اور سرپرستوں پر بوجھ پڑے گا غرض ان کی دوستی کا اثر دور تک پہنچے گا
 بعض ناواقف اور اس حقیقت سے بے خبر لوگ حضرت کے متعلق بدگمانی کرتے اور اس
 کو دارالعلوم دیوبند وغیرہ کی مخالفت پر محمول کرتے تھے۔ حالانکہ اس میں طلبہ کو کام کسے
 انتہائی خیر خواہی تھی۔ اور حضرت والادہ دارالعلوم دیوبند اور تمام دینی اداروں کی بقا
 و ترقی کیلئے روزانہ بلا ناغہ دعائیں فرماتے تھے خصوصاً روزانہ بعد عصر ختم خواجگان میں۔
عیادت عبادت سے بہتر ہے آپ بیماروں کی مزاج پرسی اور تیمارداری
 کو اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے اور عیادت کا بہت
 ہی اہتمام فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اسکی تلقین فرماتے تھے۔ آپ ارشاد فرماتے تھے۔
 کہ العیادۃ خیر من العبادۃ (بیمار پرسی بہتر ہے عبادت سے) اور فرماتے کہ عیادت میں
 یا ہے اور عبادت میں باء۔ یا ع میں دو نقطے ہیں اور بار میں ایک تو عیادت میں ایک
 نقطہ عبادت سے زائد ہے اسی طرح دی کے عدد و شش ہیں اور پ کے دو۔ تو بحساب
 ایک عیادت کے عدد عبادت سے آٹھ زائد ہوئے۔ تو گویا عیادت کی خیر عبادت و ناخالہ
 سے آٹھ گنے بڑھی ہوئی ہے۔ نیز عیادت میں نفع رہائی (اور دلجوئی) ہے اور عبادت
 میں نفع اندوزی ہے اور ظاہر ہے کہ اول افضل ہے لہذا العیادۃ خیر من العبادۃ
 لفظاً و معنی و عدداً و دقتاً عیادت عبادت سے افضلوں میں معنی میں اور عدد
 و مرتبہ میں ہر طرح بڑھی ہوئی ہے۔

سَالکُ مجذوب ہے افضل ہے فرمایا کہ جذوب سے سَالک کا درجہ اونچا ہوتا ہے۔ اسی لئے کبھی کوئی نبی مجذوب نہیں ہوا

مجددوں کی صحبت سے کبھی گریز کرنا چاہئے کیونکہ ان سے اکثر نقصان پہنچ جاتا ہے (انتہی)۔ بعض حضرات کو یہ مغالطہ ہوتا ہے کہ مجذوب جو زبان سے کہہ دیتا ہے عموماً وہ پورا ہو جاتا ہے اور سَالک کا معاملہ ایسا نہیں ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اگر کسی شخص کے چند بیٹوں میں سے ایک معذور ہو تو گھر میں معذور کی بات جلد سنی اور مافی الجانی ہے اس سے معذور و بیمار کا تندرستوں اور غیر معذوروں سے بہتر یا والدین وغیرہ کے نزدیک ان کے زائد محبوب ہونے پر استدلال نہیں ہو سکتا بس اسی طرح سَالک و مجذوب دونوں اللہ کے چہیتے بندے ہیں لیکن سَالک غیر معذور بندہ ہے اور مجذوب معذور ہے اسلئے اکثر اس معذور کی بات جلد سنی اور مافی الجانی ہے (نسیم احمد غازی مظاہری)

مولانا محمد الشافعی فرماتے ہیں کہ :- ”حضرت دالاح کے پاس مجاذب و فقرا اور بعض ایسے حضرات کو اکثر آئے دیکھا گیا ہے کہ جن کے متعلق خود حضرت دالاح کے فرمانے سے خدام کو معلوم ہوا کہ وہ صاحب خدمت ہیں۔“

ایک دن حضرت کی طبیعت ناساز تھی ایک دیوانہ آکر حضرت کے کمرہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور یہ کہہ کر بھاگ گیا کہ ”یہاں ایک آدمی نماز پڑھتا ہے جس دن اس میں گڑبڑ ہو جاتی ہے تو وہ بیمار ہو جاتا ہے۔“

خدمتِ خلق حضرت دالاح خدمتِ خلق کو بہت ہی اہمیت دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی اَنْفِیْ النَّاسِ

مَنْ یَنْفَعُ النَّاسَ دَانَیْزِیْنِ یَا سَبَّحْ بِہِمْ تَرْتَبُ جَوَانِ النَّاسِ کو نفع پہنچائے ہے خدمتِ خلقی و نفع رسانائی کی عظمت و اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ خدمتِ خلق خود عبادتِ حق ہے اور اکثر عبادت سے بڑھ کر ہے پھر جتنی ادنیٰ خدمت ہوگی اور جس قدر نفع پہنچایا جائیگا اتنی ہی نغیامت و خیریت کا حصول ہوگا۔ مثلاً کسی کو ایک گلاس پانی پلا دیا جائے یہ بھی خدمت ہے اور کسی کو جنت و لوادی جائے یہ بھی خدمت ہے مگر دونوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا ایک گلاس پانی اور جنت میں فرق ہے، حضرت دالاح

کی الحمد للہ پوری زندگی ہی عبادت، دین کی اشاعت اور خلقِ خدا کی خدمت میں گزری ہے
آپ خدمتِ خلق کی ترغیب دیتے ہوئے اکثر یہ شعر پڑھتے تھے۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

رقص و خدمتِ خلقی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ تسبیح و سجدے اور گڈی کا نام طریقت نہیں
افیتہ رسائی سے پھر کر اس کے مقابلے میں خلقِ خدا کو تکلیف پہنچانا اور لوگوں کا
دل دکھانا بدترین گناہ ہے فرماتے تھے کہ کسی کو اذیت

نہ پہنچاؤ کہ اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ اس موقع پر فرماتے تھے۔

مباشہ دہ پیئے آزاد و ہر چہ خواہی کن کہ در شریعت مانع ازین گنہ نیست

کسی کو اذیت دینے کا ارادہ بھی نہ کرو اور جو چاہو کرو کیونکہ ہماری شریعت میں اس کے علاوہ کوئی گناہ نہیں ہے
اگر غور کیا جائے تو یہ بڑی جواست تعمیر ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ
نہ خود کو نہ دوسروں کو اگر خود کسی گناہ کا ارتکاب کیا یا کسی فریضہ و واجب کو ترک کیا تو اپنی روح
کو تکلیف پہنچائی اور غضبِ خداوندی کا نشانہ بن کر دنیا و آخرت میں خود اپنے آپ کو اذیت
پہنچائی۔ کیوں کہ کلمہ سزا کا مستحق ہو گا۔

خصوصاً اللہ والوں کو اذیت پہنچانا بڑا خطرناک ہے۔ آپ اس پر بھی خدام کو تنبیہ فرماتے
تھے اور اس موقع پر یہ شعر پڑھتے تھے۔

بس تجربہ کریم دریں دایرہ کافات باؤر دشتاں ہر کہ در افتاد ہر افتاد

روم نے اس دنیا میں بہت تجربہ کیا ہے کہ جو عاشقانِ حق سے انجما وہ منہ کے بل گم ہو گئے
حضرت والا بڑی دلسوزی و اہتمام کیساتھ خدام و تلامذہ کو یہ تاکید و نصیحت فرماتے تھے کہ
کسی کو ایذا نہ دو تکلیف نہ پہنچاؤ ایسے مواقع پر مذکورہ بالا اشعار کی تلاوت یہ شعر بھی سناتے تھے۔

ہشت آبخا کہ آزاد سے بنا شد کسی دہا با کسی کار سے بنا شد

اس جگہ جنت ہے جہاں کسی کو کسی سے تکلیف نہ پہنچے اور کسی پر کسی کی شکایت نہیں
اگرچہ لوگ اس حقیقت پر مائل کہ ایسے تو یہ دنیا جنت نہیں کیونکہ یہ شہر و زمین جہان ہے۔
تکملہ ادریس حضرت والا بہت حساس اور انتہائی لطیف المزاج و نازک بلیغ
السان تھے۔ نہ ان کے طبع کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی غیر خود کو شہر

نشا کرہ میں داخل ہو جاتا تو آپ کو چھینکیں آئے لگتیں اور اس سے آپ کو بہت تکلیف پہنچتی۔
 اگر کوئی الجھی ہوئی بات کہتا یا بہت آہستہ یا بہت زبردستی لہ لہاتا یا فصیح زبان نہ بولتا تو آپ
 کو اس قدر زنا گواری ہوتی کہ چہرہ الزہرہ پر پیشانی کی آٹا زریاں ہو جاتے اور سر میں درد ہو جاتا۔
 خدام کو انکی اصلاح کیلئے ڈانٹ ڈپٹ تنبیہ فرماتے رہتے لیکن انکو آپ برداشت فرماتے خصوصاً
 غیر متعلقین و اجانب سے آپ اذیتوں کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کرتے اور مخاطب
 کو محسوس بھی نہ ہوتا لیکن مزاج داں خدام کو آپ کی تکلیف کا احساس ہو جاتا تھا
 تو آپ تسلی کے لئے بیشتر یہ شعر پڑھتے تھے

حافظ از باد خزاں در تہیزاں دہر مرنج فکر معقول بفرما گل بے خار کجاست

دائے حافظ تہیزاں میں باد خزاں سے رنجیدہ نہ ہو۔ خوب خود کو کہ معقول کاٹنے کے بغیر کہاں ہوتا ہے
 یعنی تکلیفوں کو برداشت کرنا چاہیے اس پر تو اب کی بہاریں آتی ہیں کیونکہ خزاں کے
 بعد بہار آتی ہے۔ گویا میں طرح از خزاں بہاروں کی خوشخبری دیتا رہا ہے۔ اسی طرح دنیا کی
 مصیبتیں بھی صابر درں کو اجہ و تو اب کی بہاروں سے ہٹنا کر سکیں گی۔ اور اس دنیا میں
 سرحد و غم، راحت و آفت، دوزخوں کی جادہاں، ہیبتیں پر شخص کو در لڑائی چیزوں کا پہنچنا ضروری ہے
 ہاں دار آفت میرا دوزخوں جدا ہوتا ہے کجائی۔ دوزخ میں صرف غم و مصیبت اور صحت
 میں صرف آرام و راحت ہوتا ہے

تہیزاں کی صفات حضرت دارالارز منیر نے بھی کہ اپنی زبان کو آلودگیوں سے پاک
 رکھو۔ کہ کی ناشائستہ لفظ زبان پر نہ آئے دو اس سلسلہ

زیر طائب کاہ شعر سنا۔ تے۔ تے۔ تے

دہن خولش بدشتام میا در طائب زیں زہر قلب بہر کس کہ دہی باز دید
 راجہ زبان سے کسی کو گالی بند دے طائب۔ کیونکہ یہ ایسا کھوتا ہوا نازک ہے جسکو دھوکے و پس کر دیا
 ہم لوگ مناظرہ کی مجلس میں جب ”مبعث“ پر ظلم کرتے اگر کسی کی زبان پر کوئی دل
 زار یا اذیت آمیز کلمہ جاری ہو جاتا یا مراقب کی تحقیر دینے والی اس میں شائبہ ہوتا
 تو آپ فخر ”تنبیہ“ فرمادیتے اور فرماتے کہ مناظرہ صرف انکسار و اعتقاد حق کیلئے ہوتا ہے
 ظلم و تحقیر کو اس سے کیا تعلق ہے کبھی کسی مقابل و مخالف کو تکلیف دہاں ضرور

تو بین آمیز لفظ نہیں کہنا چاہئے۔ بلکہ مخاطب کا پورا پورا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے گفتگو کرنی چاہئے۔ بلکہ کلام پر حلاوت پہنچنا چاہئے اس مخاطب پر اچھے اثرات پڑتے ہیں اور اس پر یہ شعر فرماتے تھے یہ

لَا خِيْلَ عِنْدَكَ تَرْهَقُ يَهَا وَلَا مَالٌ - فَلْتَسْعِدِ النَّطِيقَ اِنَّهُ لَمَّا تَسْعِدِ الْحَالَ

(یعنی اگر تمہارے پاس دینے کیلئے دھن دولت کچھ نہیں تو اچھے کلام ہی بدکردار اگر کسی کے حال کو نہیں سنبھال سکتے)

دل آزار باتوں سے آپ کو انتہائی نفرت تھی خدام کو بار بار نصیحت فرماتے کہ ایسی بات ہرگز نہ کہو

جس سے کسی دوسرے کی دل آزاری ہو اور گلے نا کے یہ دو شعر سناتے یہ

سَنِيْدِمُ كَمَا مَرَدَانٍ رَاهِ خُنْدَا - دَلِ دُشْمَنَانِ اِيْمَنُ نَكْرُ دَنْدَنْگ

(میں نے سنا ہے کہ راہ خدا کے لوگ۔ دشمنوں کا دل بھی تنگ نہیں کرتے)

ترانے میسر شود ایں مقام کہ باد دستان، خلاف است و جنگ

ترجمہ یہ مرتبہ کیسے نصیب ہو سکتا ہے جب کہ تو دوستوں ہی سے لڑتا ہے)

بزرگواروں کی نصیحت | بزرگواروں کو بزرگوں کے تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور ان کی نصیحتوں کی (جو ان کے تجربات کی ایک کشتی

میں ہوتی ہیں) قدر کرنی چاہئے اس کی طرف متوجہ فرماتے ہوئے اکثر یہ شعر پڑھتے تھے یہ

نصیحت گوش کن جانان کہ از بیاں دوست تر دارند - جوانان سعادتمند پسند پسند انار

(پیارے نصیحت سنو کیونکہ خوش بخت جوان تجربہ کار بزرگوں کی نصیحت کو جان بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں)

کچھ سوئی و خود سری پر نصیحت | اگر طلبہ میں سے کسی نے بے راہ روی اور کج روی محسوس فرماتے تو نصیحت فرماتے اور

بڑی دل سوزی سے ارشاد فرماتے یہ

اِذَا كَانَ هَذَا الدَّاعِیُّ رَیْحًا صَبَابَةً - شَلَّ غَیْرُ سَاسَمَیْ فَرُحُو دَمِیْ مَضِیْعٌ

(یہ آئندہ خاص محبوب کے سوا اگر کسی اور کی نصیحت میں جاری ہوں تو بے کار ہیں) یعنی

زندگی اگر محبوب حقیقی کی رائے سے ہٹ کر بسر ہو تو وہ زندگی کی بربادی ہے۔ اور فرماتے تھے کہ علی کا شعر بہت اچھا ہے

تَقُولُ دَوْنِیْ قَوْلُ نَبِیِّا حَسْبُکُمْ - اَتَسْکُنِیْ یَحْسَبُ اَنْ تَوَارِثَ بِهَکَا

(یعنی محبوب کی بات بھری بات کہتی ہے کہ تم اس آنکھ سے روتے ہو جس سے مجھے دیکھتے ہو)

یعنی آنکھ کو بے مقصد استعمال نہ کرو اسی طرح ہماری زندگی اگر مقصد سے ہٹ کر

سرحدی ہے۔ لوظا ہر ہے کہ غلط اور بیکار ہے کیونکہ جس کا مقصد فوت ہو جاتا وہ نیسے بجا نہ بکا جاتی ہو
بد اصول بھلائی کی امید نہیں جو لوگ بلند حوصلہ و عالی ہمت نہیں ہوتے ان سے کسی
 قسم کی توقع رکھنا بے سود ہوتا ہے۔ اس بارے میں

فیضی فرماتے ہوئے یہ اشعار بھی سناتے تھے

زبد اصل چشم بھی داشتن بود خاک در دیدہ انباشتن
 دکنیوں سے بھلائی کی امید رکھنا۔ اپنی آنکھوں میں دھول چھونکنے کے مراد و نہ ہے
 سرنا سزایاں برافراشتن و زلیشاں امید بھی داشتن
 دنا لائقوں کا احترام کرنا۔ اور ان سے نیکی کی امید رکھنا

سررشتہ خویش گم کردن است بحیب اندر دل مار پروردن است
 (خود اپنی ہلاکت مول لینا ہے اور اپنے دامن میں سانپ کو پرورش کرنا ہے)

پرستار زادہ نیاید بکار اگرچہ بود نہ ادہ شہریار
 دغلامانہ ذہنیت دے سے کوئی اہم کام نہیں ہو پاتا گو وہ بادشاہ کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو
 بعض لوگوں کو تعلیم و تربیت سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ ان کی فطرت و جبلت تربیت
 پر غالب آجاتی ہے اور تعلیم و تربیت کی محنت ان پر راکاں ہو جاتی ہے اس حقیقت کو
 واضح فرمانے کے لئے ایک قصہ سناتے تھے کہ ”ایک شاہزادہ کے مزاج میں تسوائت غالب
 تھی لوگوں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اس کو ”شاہنامہ فردوسی“ پڑھوایا جائے شاید
 بہادروں کے قصے پڑھ کر اس کے مزاج میں کوئی تبدیلی آجائے۔ چنانچہ جب وہ
 شاہزادہ ”شاہنامہ“ پڑھ چکا تو بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تمہیں ”شاہنامہ“ کا
 کوئی شعر پسند آیا اگر یاد ہو تو سناؤ۔ تو شاہزادہ نے سنایا یہ

میرہ منم دخت از اسباب برہنہ ندیدہ تنم آفتاب
 میں از اسباب کی بیٹی میرہ ہوں۔ اسی پر دہش ہو کہ میرا بدن آفتاب کی بیٹی نہیں لکھا
 بس بادشاہ کو اس سے مایوسی ہو گئی۔
 بعض لوگوں کو بنانے اور سنانے کی خواہش بہت کوشش کرتے ہیں مگر پھر بھی ناکامی
 رہتی ہے۔ ایسے موقع پر ارشاد فرماتے

گیم بخت کسے را کہ با خند سیاہ بآب ز نرم د کوثر سفید نتوال کرد
 جسکی قسمت کی گذری ہی سیاہ مٹی ہوئی ہے۔ اسکو زرم د کوثر کے پانی سے سفید نہیں کر سکتے
 اگر آپ کو کسی سے تکلیف پہنچتی اور آپ زیادہ پیچیں ہو جائے تو فرماتے
اظهار در فرافیت اور دلیت اندو دل اگر گویم زباں سوزد۔ وگرم دشمنم کہم کہم فراتھا سوزد
 دیر میں ایسی تکلیف ہے اگر کہوں تو زباں جل جائے۔ اور نہ کہوں تو ہڈیوں کا گو داجل بجائے
 درد و کلفت کے اظہار کی یہ استہرا پہنچتی تھی۔

بعض مرتبہ کسی کی کٹری اور حد سے بڑھ کر گستاخانہ بے راہ روی پر مزاج و حال
روپ کی اور طبیعت پر لطافت کے خلاف رویہ کو کچھ زائد سخت کرنا پڑتا تو آپ
 اظہارِ خفگی فرماتے ہوئے ٹوٹا یہ شعر بڑھتے تھے
 دل ایسی چیز کو ٹھکرادیا نخوت پرستوں نے بہت مجبور ہو کہ ہم نے آئین و فساد
 چونکہ حضرت دالارح کے دل پر نوز میں سب ہی کی قدر و منزلت اور محبت تھی اس لئے
 اس شعر کا ہر لفظ اس موقع پر پورے طور پر چسپاں ہوتا تھا۔

ادب اظہار حقیقت مولانا محمد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب ادب
 کے تقاضوں اور اظہار حقیقت میں تضاد
 ہوتا یعنی ادب اظہار حقیقت سے مانع ہوتا ہے، اور اظہار حقیقت کی ضرورت ادب احرام
 کے دیکھا ہر خلاف ہوئی تو آپ اکثر یہی اشعار پڑھا کرتے اور ان پر اظہار حقیقت فرماتے
 از ادب خاکش ستم در ز دہر دادی، نتیجہ تھا گردی من نیست استاذ مرا
 تم خواہش تھے اب تک تو ادب مانع تھا، ورنہ آتا ہے کہیں حرف نہ کہنا
 گفتگو آئین در ویشی نہ بود ورنہ بالیقہ اجرام و اشکستیم
حسن و عشق کا ربط پائی حضرت دالارح فرماتے کہ محب و محبوب میں ایک خاص
 مناسبت اور حسن و عشق میں زبردست ربط پائی ہے

ہوتا ہے اور اس حقیقت کو ان مندرجہ ذیل اشعار سے واضح فرماتے تھے
 عاشقاں ہر چند محتاج جمال دلیبرند و لبرال از عاشقاں بر عاشقاں عاشق تراند
 عاشق لوگ یقیناً معشوقہ جمال کے محتاج ہیں لیکن مجبوراً معشوق کے برہ کر عاشقوں کا عاشق ہو گئے

عشق می نازد حسن و حسن می نازد عشق آری آری این دو معنی عاشق و یک دگراند
 عشق حسن ایکہ دوسرے پر ناز کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ دونوں حقیقتیں ایک دوسرے کی عاشقی ہیں
 ایک لطیفہ اگر وہ میں تصنیف و تالیف کا کام کرتے تھے حضرت نے کسی ضرورت سے حضرت خواجہ
 عزیز الحسن صاحب مجذوب کو اپنے پاس بلایا اور خواجہ صاحب کی کیفیت جذب غالب تھی اور تخلص بھی
 مجذوب ہی تھا مگر جذب پر عشق غالب تھا، طلب پر دالہانہ دوڑے ہوئے گئے وہاں سے لسی
 پر روشنائی بھری ہوئی دوات اس کمرہ کی چوڑھٹ پر رکھ آئے جس میں حضرت تھانوی تصنیف
 و تالیف کیلئے تشریف فرما تھے اور خیال کچھ نہ رہا۔ بڑے اہتمام سے بیان القرآن کی تالیف
 چل رہی تھی اس زمانہ میں حضرت تھانویؒ خود نماز پڑھاتے اور جماعت سے پانچو
 منٹ پہلے مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ چنانچہ حضرت صاحب محمول الٹھے بے خیالی میں پاؤں دوتا
 سے ٹکرا گیا اور حضرت کے کپڑوں پر روشنائی پڑ گئی۔ دریافت فرمایا کہ یہ دوات کس نے رکھی
 تھی معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب نے رکھی تھی۔ انکار ہوا یا گیا اور ڈانٹ پڑنی شروع ہو گئی
 خدام کپڑے بدلواتے جارہے تھے اور خواجہ صاحب مسلسل ڈانٹ پڑ رہی تھی کہ وہ پانچ منٹ
 ختم ہو گئے۔ نماز کا وقت ہو گیا حضرت نے نماز پڑھائی اور خواجہ صاحب کو بج نماز بلوا کر پھر
 ڈانٹنا شروع کیا اور جب خواجہ صاحب سے برداشت نہ ہوا تو حضرت کو لپٹ گئے اور یہ شعر پڑھا
 تو ہر گے ترش مجھے گالی هزار دے یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی آمار دے

اس پر حضرت نے کو ہنسی آگئی اور خواجہ صاحب کو گلے لگایا۔
 شبہم نہ شرب پرستم حضرت دارالرحمتی جاگتی تحقیقوں کے قائل تھے خوابوں پر اس
 دنیاوی زندگی کی تعمیر کو پسند نہ فرماتے اور خواب و خیال پر
 زیادہ التفات نہ فرماتے تھے اکثر اس کے اظہار کیلئے یہ مشہور شعر پڑھتے تھے
 نہ شبم نہ شرب پرستم کہ حدیث خواب گویم چوں غلام آفتاب ہم نہ آفتاب گویم
 دن میں رات ہوں نہ رات کا بجاری کہ خواب کی بات کہوں چونکہ آفتاب کا غلام ہوں سب کی کہتا ہوں
 یعنی بندہ حق ہوں حقیقت کا قائل ہوں۔ خواب و خیال تو خواب و خیال
 کی حد تک رہتے ہیں۔

ہمت افزائی | خدام و تلامذہ کا حوصلہ بڑھاتے اور ہمت بلند فرماتے رہتے تھے اور بلند ہمتی دعاؤں کو صلی پر ابھارنے کیلئے عموماً فرماتے تھے۔

ہمت بلند دار کہ نزد خدا و خلق با شد بقدر ہمت تو اعتبار تو
ہمت بلند رکھ کہ خالق و مخلوق کے نزدیک تیرا اعتبار بقدر ہمت ہوگا، اور کبھی فرماتے تھے کہ
بہر کار سے کہ ہمت بستہ گردد اگر خار سے بود گلدار بستہ گردد
رحم کام کیلئے ہمت باز نہ لیجاتی ہے۔ اگر گناہ ہوتا ہے تو وہ کبھی گلدار بستہ بن جاتا ہے (یعنی ہمت
سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتا، اور ہمت حوصلہ سے دشواریاں آسانیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں
مشکلے نیست کہ آسان نہ شود مرد باید کہ ہر آسان نہ شود

کوئی مشکل نہیں جو آسان نہ ہو جائے۔ مرد کو مایوس نہ ہونا چاہیئے

تکالیفات ناپسند تھے | اَبْ وَمَا اَنَامُنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ کی جتنی جاگتی تفسیر تھی کسی
چیز میں تکلف کو پسند نہ فرماتے تھے آپ کو سادگی پسند تھی۔

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سدا سر آرام میں ہیں وہ لوگ جو تکلف نہیں کرتے
خصوصاً لباس میں آپ تکلف کو بالکل پسند نہ فرماتے اور آپ کبھی پر تکلف لباس زیب تن نہ
فرماتے۔ آج کل عام طور پر پُر تکلف لباس علماء کا شعار سمجھا جاتا ہے حضرت دالدار اس سلسلہ میں شیخ محمدی کے
یہ اشارے کرتے تھے کہ دلفت بچہ کار آمد و تسبیح و مرقع۔ خود از علہائے نگوہیدہ بری دار
رجبہ، قلمہ اور تسبیح سے کام نہیں چلتا خود کو بد اعمالیوں سے بچاؤ

حاجت بکلام بر کی داشتنت نیست درویش صفت پاش و کلام ستری دار
وصوفیانہ لوٹ پی سر پر رکھنے کی ضرورت نہیں درویش صفت بنو نوٹ پی کیسی کبھی اور ٹھوٹو
نفاقت و پاکیزگی کو آپ پسند فرماتے تھے اور تکالیفات آپ کو گراں آتی تھیں۔

سوال پورا نہ ہونے پر افسوس | کسی سائل کے سوال کو پورا نہ کرنے پر قلباً طہر پر جو کیفیت
گذرتی تھی اسکا اظہار صفا کے شعر میں اس طرح فرماتے تھے کہ

منا بجا بخت سائل بزمینم در کرد بے زوری کرد بمن آنچه بقاروں زر کرد
دائے صائب سائل کی شرمندگی نے مجھے تو زمین میں دھنسا دیا۔ مال نہونے نے میرے
ساتھ وہ سلوک کیا جو قاروں کے ساتھ ماننے سے کیا تھا۔

انتظام اور باضابطگی

حضرت والارز زندگی میں نظم و ضبط اور احتیاط و باقاعدگی کو پسند فرماتے تھے۔ بے احتیاطی و بے قاعدگی اور بد نظمی آپ کو سخت ناپسند تھیں۔ آمد و خرچ میں بھی توازن و احتیاط کو ملحوظ رکھتے اور خدام و متعلقین کو اس کی ترغیب دیتے تاکہ فرماتے بے احتیاطی و بے قاعدگی کے نتائج و عواقب سے خبردار فرماتے تھے۔ آپ ہدایا و اصول کسرے میں بھی بہت محتاط تھے، اخفائے حال کے بھی خوگر تھے اپنی حاجت و پریشانی کے افشاء و اظہار کو خود داری و عزت نفس کے خلاف تصور فرماتے تھے۔ آپ نے کبھی ایسا اقدام نہیں کیا جس سے آپ کی خود داری پر آج آسکتی یا نالائش و شہرت کا ادنیٰ شبہ و شک نہ ہو سکتا تھا۔ شاید اس لئے آپ نے اپنے دسترخوان کو وسعت و کمیت نہیں دی اور باقاعدہ لنگر جاری فرما کر خالقانیت کا کھٹا باٹ نہیں ڈالا۔ آپ نے والے جہانوں کی قدر سے انتہام کے ساتھ ماحضرے عنیافت فرمادیتے تھے۔ حضرت شیخ کا قیام جب تک سہاراں پورا رہا۔ آپ نے ادب و احتیاط کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے باقاعدہ حلقہ ذکر بھی قائم نہیں فرمایا۔ بیعت کی درخواست کرنے والوں کو بھی حضرت شیخ کی طرف متوجہ فرماتے تھے اگر کوئی شخص زیادہ مصر ہو تا تو آپ اس کو بیعت فرمائیے تھے۔ غرض حضرت والارز کے یہاں اشرافی خانقاہ کی طرح ہر چیز باقاعدہ و باضابطہ تھی۔ ادب و احتیاط کے جملہ اصول ملحوظ رکھتے اور تکلف و تصنع بیکڑ بھڑ اور کٹھاٹ باٹ سے انتہائی متفرق تھے اور قطب العالم حضرت شیخ الحدیث صاحب کی بارگاہ میں ہدایا کا تسلسل و ہم آہنگی کا زبردست ہجوم، ذکر کے حلقوں کے دھوم دھام اور آنے جانے والوں کے لئے نہ کچھ اھولی نہ خاص قاعدے بلکہ وہاں تو یہ منظر تھا کہ سرے پر کہ خواہد گو بیاید، ہر کہ خواہد گو برو۔ بد دربار از در گیر و حاجب و دربان نیست درجہ آنا چلے آجائے جانا چاہے چلا جائے۔ ہمارے دروازے پر گچھڑ دھکچھڑ جو کیدار در دربان نہیں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہر گلے رازنگ و بوسے دیگر است۔ جن میں ہر رنگ کے بھول ہوتے ہیں۔ مزاج، طبیعتیں اور نیتیں جدا جدا ہوتی ہیں۔ اہل اللہ کا ہر طرز اللہ کا پسندیدہ ہوتا ہے ادا نئے تمام کاموں میں اخلاص و جذبہ صادق پنہاں ہوتا ہے۔ ان کی حکایت سے اسکی وضاحت ہو جاتی ہے۔ طرز الگ الگ اور جذبات بلند و بالا۔

حکایت

بقر عید کے موقع پر قطب العالم حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ تین دن گوشت خوب کھاتے اور روٹی قریب نہ آنے دیتے بلکہ آپ کے گھر تین دن تک صرف گوشت ہی پکھا اور سب اسی کو کھاتے۔ حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ میں دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت کے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے گوشت کی دعوت

کی ہے لہذا قربانی کا گوشت خوب کھاؤ۔ مہضم کا ذمہ دار وہی ہے جس نے دعوت کی ہے اور خود بھی معمول سے بہت زیادہ کھاتے اور اتنے مزے لے لے کر کھاتے کہ دیکھنے میں بھی مزہ اُجارتا۔ اور یہ کہہ کہہ کر خوب کھاتے کہ محبوب کی دعوت ہے کسرت چھوڑنا اور ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت شیخ کو یا ان کے دسترخوان پر کھانے والوں میں سے کسی کو اس سے نفرت ہوئی ہو یا کوئی سوء مہضم کا شکار ہو گیا ہو ایک شخص نے اسی بات کو حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا اور کہا کہ حضرت یہ سنا ہے کہ بقر عید کا گوشت نقصان دہ ہے اور یہاں دینیہ الفکر کی طرف سے دعوت ہے اور متبرک چسپڑے، حضرت نے فرمایا قرآن شریف اللہ کا کلام ہے۔ اور بقر عید کے گوشت سے زیادہ متبرک ہے۔ اس نے کہا بے شک، حضرت والا نے فرمایا اٹھا کر لاؤ میں تمہارے کسر پر مار دوں دیکھوں سر ٹوٹا ہے نقصان ہوتا ہے یا نہیں۔ اسی شخص نے کہا حضرت بات سمجھ میں آگئی۔ بزرگوں کے احوال جدا جدا ہوتے ہیں کوئی عشق و محبت میں ڈوبا ہو اسے اور خوبانہ انداز رکھتا ہے۔ تو کسی کی عاشقانہ شان ہے اور آداب مشربعت اور نظم و انتظام پر اس کی نظر ہے ورنہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ہر معاملہ میں بزرگوں کی پس مناسبت نہیں اپنے ظرف کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

اہل اللہ کی گرفتاری
بزرگوں کی ہر آن ترقیات اور بر خاندانی ہوتی شان کا اظہار فرماتے

ہوا تھا کہ شہانِ خیرت سلیم رہا ہر زمان از غیب جانے دیگر است
رشتی و محبت کے خیر سے ناپے ہوئی کیلئے۔ ہر آن غیب سے ایک اور جان شتی ہے
اشعار کی بلندی و پستی
اشعار کی بلندی و پستی اور قدر و دان اور نادری کے معیار کو اس طرح سمجھاتے تھے کہ

صائب دو چیز می شکند قدر شعرا
تخمین نالہ شناس و سکوت سخن شناس
» دو چیزوں سے شعری قدر گھٹ جاتی ہے۔ ایک تو جان کی داد سے اور دوسرے جانے والے کی خاموشی سے
اس شعر سے اشعار کی نادری معلوم اور قدر دانی بھی اشارۃً مفہوم ہو گئی کہ سخن شناس کی داد و تحسین سے اشعار کی قدر بلند ہو جاتی ہے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ بدلیاقت سے مجھے حاجت نہیں ہے داد کی جنبش اب رہی کافی ہے مجھے نقاد کی

خود داری اور عزت نفس حضرت والاد میں خود داری اور عزت نفس بہت تھی۔ اپنے

تلاذہ و خورام کو بھی مختلف عنوانات سے ہی ترغیب فرماتے رہتے تھے اور شہرہ حدیث **لَا يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَذِلَّ نَفْسُهُ** (مومن کیلئے یہ بات نازیبا ہے کہ وہ خود کو ذلیل کرے۔ اکثر بڑھا کرتے تھے۔ اور مخاطب کی سطح ذہن کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سلسلہ میں اشارہ بھی بکثرت کرتے تھے ان میں سے چند اشارہ یہ ہیں۔

۱۔ اے طاہر! ہوتی اس رزق سے موت ابھی۔ جس رزق سے آتی ہو پر داور میں کو زہی
غلے خشک روٹی جو آزاد رہ کر۔ وہ ہے خوف و ذلت کے تالیف سے بہتر
بستراٹھا کا، دوا پارچے، کپل کی کٹاؤ۔ تاج خسرو سپہ میہی، تخت سلیمان ہے یہی
خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے۔ خدا بندے سے خود بلوچھے بتا تیری رعنا کیا ہر

لیکن آپ کو کبر و نخوت سے بہت ہی نفرت تھی۔ اکثر لوگ خود داری و تکبر میں فرق نہیں کرتے بلکہ تکبر کو خود داری و خودی سمجھتے ہیں حالانکہ دونوں میں بڑا فرق ہے اپنے آپ کو ذلتوں سے بچانا۔ اسی دشوار لیول اسے جدار کشنا جن پر صبر نہ ہو سکے، اور استغناء و بے نیازی کے اصول پر کار بند ہونا یعنی ماسوی الشرائع کو قلب سے نکال دینا خود داری و خودی کے مفہوم میں داخل ہے۔ اور تکبر کے مفہوم میں دوسروں کو اپنے آپ سے حقیر اور کم سمجھنا اور حق کا انکار کرنا داخل ہے۔

دولت نیم شبی حضرت والاد تہجد کے خود بھی عاشق تھے اور خدام و مریدین کو بھی اس کی ترغیب دیتے فرماتے تھے آپ کا معمول تھا کہ اول شب میں آرام

فرماتے اور اخیر شب میں تہجد گزاری، تہجد و ذکر سے فارغ ہو کر فجر کی نماز سے پہلے مطالعہ وغیرہ سے فارغ ہو جاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ "دولت نیم شبی" واجب شے ہے یہ تمام عاملین کی

سنت ہے اور جس کو جو مرتبہ ملا ہے وہ حسب پیرنداری ہی سے ملتا ہے۔

یقدر اللہ، تکتب الہ تعالیٰ اور **وہو، طائب الاعالیٰ، شہو اللہ**
رحمت کی بقدر مراتب نصیب ہوتے ہیں اور بلند لیول کا طالب کار بالقول اجاگتا ہے
شبہ عباد کی ترغیب دیتے ہوئے اور "دولت نیم شبی" کی رشتوں کو واضح کر کے فرماتے تھے

بہتر کسبجی رنج، غم سیاہ باد۔ درد دل اگر لود ہو جس ملک کسبجی
سبجی جھنڈے کی طرح میرا نصیب کبھی سیاہ نہ ہو۔ اگر میرے دل میں ملک کسبجی ہو

آنگاہ کہ یا غم خیر اند ملک نیم شب۔ من ملک نیمروز، ایک جو کئی غم
جب سے جس "دولت نیم شب" کی خبر پائی ہے۔ نہ ملک نیمروز کا جس ملک کے بد میں بھی خیر پائی ہو

سبجی نیمروز دو سلطنتوں کے نام ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر رات کو عبادت خدا وندی

اتنی قیمتی شے ہے کہ دنیا کی سلطنتیں اس کے مقابلہ میں بیچ میں آتی ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ راتوں کو اگر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی بندہ خدا کو حضورِ نصیب ہو جائے تو وہ دنیا کی دولتوں کی طرف التفات نہیں کرتا، دنیائے فانی دنیا پائدار اس کی نظروں میں حقیر ہو جاتی ہے اور وہ دنیا کی ہوس کو اپنے پاکیزہ دل و ذہن پر ایک سیما ہی اور داغ نازبا سمجھنے لگتا ہے۔ حق تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل و کرم سے یہ دولت نصیب فرمائے آمین۔

چھ انمول گہیرے | لقمان حکیم رقمطراز ہے: بیٹے کو بہت سی عمدہ نصیحتیں اذیتیں بہا دیتے ہیں قرآن مقدس میں بھی سورہ لقمان میں باری تعالیٰ نے حضرت لقمان حکیم اور ان کے بیٹے کا ذکر فرمایا اور حضرت لقمان کی منتخب نصائح کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ راہِ المستور نے نو عمری کے زمانے میں حضرت لقمان حکیم کی ”صد پند“ اور دیگر چند نصیحتوں کو ایک رسالہ ”حکمتِ لقمان“ میں زبانِ شعر میں جمع کر دیا تھا۔ جو تقریباً ساڑھے بارہ سو اشعار پر مشتمل ہے۔ متعدد بار شائع بھی ہو چکا ہے اور حضرت علامہ نے اسکو پسند بھی فرمایا ہے۔ حضرت لقمان کی نصیحتوں ہی میں سے چھ نصیحتوں کا تذکرہ حضرت والارحہ بہت فرمایا کرتے اور اپنے خدام و ملائکہ کی خاطر اس طور پر بتاتے تھے وہ یہ ہیں (۱) خود کو دنیا میں بس اتنا مشغول رہ کر دنیا جتنی زندگی ہے (اور وہ آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں) (۲) اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت کرنا جتنی تجھ کو اس کی حاجی ہے (ظاہر ہو کہ ان ہر حال میں ہر وقت اللہ کا محتاج ہے) (۳) آخرت کے لئے اتنا عمل کرنا جتنا وہاں رہا ہے (اور مرنے کے بعد ہمیشہ وہیں رہنا ہے) (۴) جب تک جہنم سے نجات کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک نجات کی کوشش کرتے رہنا۔ اور یہ معلوم ہے کہ اگر کوئی کسی سختیں مقدمہ میں مایوس نہ ہو جائے تو جب تک اس سے چھوٹ نہیں جاتا برابر کوشش کرتا رہتا ہے وہ گناہوں پر اتنی برأت کرنا جتنی جہنم میں جلنے کی بہت ہو اور یہ بہت کس کو ہو سکتی ہے) (۵) جب کوئی گناہ کرنا ہو تو ایسی جگہ کرنا جہاں اللہ اور اس کے فرشتے نہ دیکھیں (ظاہر ہے کہ ایسی جگہ کوئی نہیں ہے) حکمتِ لقمان ص ۱۲۔

پائیدگی و استقامت | کسی کام کا کر لینا تو آسان ہوتا ہے لیکن اس کو وظیفہ حیات بنالینا اور اس پر ایسی پختگی سے پابندی کرنا کہ وہ چھوٹنے نہ پائے یہ بڑے دل گروہ، الواغری اور غالی جو صلا کی کام ہے۔ ایسی کو استقامت کو استقامت کہا جاتا ہے۔ امد یہ ایسی کڑا سب سے ہزاروں کرامتوں سے بڑھ کر ہے۔

کون کہتا ہے چاہ مشکل ہے چاہ کہ کے نہ سہا مشکل ہے

حضرت والارحہ فرمایا کرتے تھے۔ **الاستقامۃ فوق الف کرامۃ** (استقامت ہزار کرامتوں

سے بڑھ کر کرامت ہے،

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر بوڑھا ہے کے آثار محسوس کر کے بعض صحابہ ام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ تو بوڑھے ہو گئے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا **شَيْبَانِي سُوْرَةُ هُوْد** (سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا) شراح حدیث نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ سورہ ہود میں استقامت کا حکم ہے **فَاسْتَقِمُّ كَمَا أُمِرْتُمُ** (اللہ کے حکم پر کھڑے رہو) ثابت قدم رہیے اور استقامت سے بڑھ کر کوئی حکم گراں اور دشوار تر نہیں ہے۔ حکم کی تعمیل پر قرآن کریم میں جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ:

الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَسْتَوِي دُونَ رُءُوسِهِمْ (ان کے پاس فرشتے آتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ ملال دو اور اس جنت کی خوشخبری سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے)

اُدیار اللہ کو اول حق تعالیٰ کی جانب سے صفت استقامت عطا ہوتی ہے اور اسی صفت عادت پر ان کو مقام ولایت حاصل ہوتا ہے۔ حضرت آدمؑ رحمتہ اللہ علیہ میں یہ صفت بھی بڑی نمایاں تھی۔ آپؑ ایسی معمولی چیزوں پر کبھی عداوت و موالجت اور استقامت نہ فرماتے تھے اور نہ ہیایت پابند تھے جسکی طرف اکثر التفات بھی نہیں کیا جاتا آپؑ سب خجرات پر ایسی پابندی فرماتے تھے کہ بہت سے لوگ فراغ کے بھی اتنے پابند نہیں۔ اگر کسی شخص نے حضرت والار کا کوئی معمول کسی وقت دیکھا۔ اور چند سال کے بعد وہ حاضر خدمت ہوا تو اس معمول میں کوئی تبدیلی محسوس نہیں کیا۔ حضرت کا ارشاد ہے۔

دنیا میں رہے گا وہ ہمیشہ پامال
نالام ہنس مندی و محروم کمال
مضبوط نہیں جس کی قوت ارادی
حاصل نہیں جس کو شرف استقلال
مذہ کے چند عنوانات کے تحت حضرت والار کی شان استقلال کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیے۔

ادمت واستقامت کی تاکید
مولانا عبد القیوم صاحب شاہراہ السعدی فرماتے ہیں کہ "ہمارے حضرت کے یہاں پابندی وقت

استقامت کی بڑی اہمیت تھی فرمایا کرتے تھے **قَالَ افلاطون ان اعظم المصائب** (بلاتہ الوقت و افلاطون کا قول ہے کہ سب سے بڑی مصیبت وقت کا برباد کرنا ہے) اور اکثر فرماتے تھے **الاستقامۃ فوق الف کرامۃ** (ثابت قدمی ہزاروں کرامتوں سے بڑھ کر ہے) اپنے تلامذہ و خدام کو براہ اس کی تاکید فرماتے رہتے تھے کہ لایعنی اور فضول بالتوں میں

اپنا وقت ضائع نہ کریں "یا تو کام کریں یا آرام" اس موقع پر میرے کا یہ شعر بہتر دیکھتے تھے کہ
غیرت یوسف ہے یہ وقت عزیز

میرے اس کورائے گاں کھوتا ہے کیا
صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد الہ صاحب جناب الحاج علی میاں صاحب سے والے ساکن احمد آباد
(گجرات) نے بیان کیا کہ حضرت دالار بہت پر حسرت و پر سوز انداز میں شعر پڑھتے تھے "غالباً یہ شعر حق تعالیٰ کا ہو گا"
کچھ وقت گٹ گیا تھا تری یاد کے بغیر ہم پر تمام عمر وہ لمحے گزراں رہے

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت دالار کے نزدیک لمحات زندگی کس قدر عزیز تھے۔ اور
وہ اپنے اوقات عزیز کی کتنی قدر فرماتے اور انکو مقصد حیات پر صرف فرمانے کی کوشش فرماتے تھے
اس کو آپ بہت ہی پسند فرماتے تھے کہ "اچھا کام" اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو مگر پابندی و استقامت
کے ساتھ کیا جائے اس میں بڑی خیر و برکت ہوتی ہے۔

ہمارے حضرت دالار کے یہاں اگر کوئی شخص صرف پانچ منٹ کیلئے پابندی سے آتا رہتا
تو آپ اس کی بڑی قدر فرماتے تھے۔ کیونکہ اس کے اس عمل سے استقامت جھلکتی تھی اسکے برخلاف
اگر کوئی شخص بلا عذر معقول پابندی نہ کرتا تو آپ اس کو سجدہ ناپسند فرماتے تھے۔ یہ ناکارہ کبھی
ابتداء بڑی پابندی سے تھوڑی دیر کیلئے خدمت گرامی میں آتا ہوا تھا پھر ایک دن ناغہ ہو گیا
دوسرے دن کبھی کچھ شرم اور کچھ خفگی کا خوف حاضری سے ماننے رہا اس طرح مسلسل کئی دن ناغہ
ہو گیا۔ اب حاضری کا ارادہ کرتا تو بہت ہی نہیں ہوتی تھی اس طرح ایک ماہ کی مدت گزری۔ اور
عید الاضحیٰ کا دن آگیا۔ عید الاضحیٰ کے دن حضرت دالار ہم لوگوں کے کمرہ میں تشریف لائے۔ اور
عید سعید کی "سیر کیا دی" سے سرفراز فرمایا۔ بندہ شرم و ذمات سے زمین میں گر جاتا تھا۔ ناکارہ
نے سوچاں پکائی تھیں حضرت کی خدمت میں پیش کر دیں حضرت دالار نے دلچسپی فرمائی اور ایک
دو چمچے سویاں تبادل فرمائیں اور ارشاد فرمایا کہ "اس عید کی خوشی میں تمہاری کوتاہی کو
معاف کرتا ہوں" اسکے بعد پھر مسلسل حاضری کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ معمولات میں استقامت
و پابندی کی نصیحت فرماتے اگر کسی مزید سے معمولات میں کچھ کمی محسوس فرماتے تو اس کو استقامت
کی ترغیب دیتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے کہ

بردل ہاں اک ہزاراں غم لہو دگر نہ بارغ دل خلا لے کم لہو د۔

سالک کے دل پر ہزاروں غم ہوتے ہیں۔ اگر اس کے دل کے بارغ سے ایک تنکا لکھی کم ہوتا ہے
معمولات میں چاہی نہ لگے کا علاج
لیکن انہیں دل نہیں لگتا تو اسکو لکھتے اور اگر وہ
زبانی عرض کرتا تو سناتے کہ کوشش یہ سہوہ بہار غفلتی۔ یعنی بیکار کوشش بیکار رہنے سے بہتر ہے

فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سعدیؒ کا شعر ہے

برزبان تسبیح دل در گاہِ خیر
ایں چنین تسبیح کے دارد اثر

برزبان پر ذکر اور دل دنیا کی چیزوں میں ہے۔ ایسی تسبیح بے اثر ہوکتی ہے۔

حضرت مولانا کھاناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس شعر کے ثانی مصرع کو یوں پڑھنا چاہیے
ایں چنین تسبیح ہم دارد اثر۔ یعنی غفلت کے ساتھ بھی ذکر اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتا
یہ سنا کہ فرمایا کرتے تھے کہ معمولات کا پابند ہونا چاہیے۔ کیونکہ عبادت تو حقیقت میں وہی ہے کہ جی
رہ نکلتا ہو مگر نفس کے خلاف کر رہا ہو اسی کو توجاہ دہ کہتے ہیں۔ اگر نفس کو مزہ آ رہا ہے تو اس
جگہ پر سے اس خط نفس کا شائبہ ہو سکتا ہے۔ کام کرتے رہو گو شروع میں رہا ہو، ریاضے عادت ہوگی
اور عادت پھر عبادت میں تبدیل ہو جائیگی۔ فرماتے تھے کہ ہم نے ہمیشہ پابندی کا خیال رکھا جب
مشاعروں میں شرکت اور انکی عداوت کا دور نہ تھا تب بھی اذان ہوتے ہی مشاعرہ گاہ سے نماز
کیلئے اٹھ جاتا تھا اور مسجد میں پہلا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے دوسرے مسلمان شعراء بھی ان کی نماز کو چلے جاتے
نماز عصر کے بعد مسجد کھنڈویہ میں حضرت والارہ ختم خواجگان کا اہتمام فرماتے

ختم خواجگان

تھے۔ یہ ختم خواجگان آپ نے مجدداً ملت حضرت مولانا کھاناویؒ کے دور
سے شروع فرمایا تھا جو تالیفات جاری رہا۔ آپ کی وفات کے بعد بھی ایک عرصہ تک حضرت مولانا سید
دقار علی صاحب نے اس کا اہتمام فرمایا لیکن مدرسہ مظاہر علوم کے بعض اہم اساتذہ نے فرمایا کہ
ایسا نہ ہو کہ مستقبل میں اس عمل کو دو جوب و لزوم کا وجہ دیدیا جائے۔ اور ارتکاب بدعت لازم
آجائے اس لئے احتیاط یہ ہے کہ اب اس کو بند کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کو بند کر دیا گیا اس ختم
شریف کے بعد حضرت والارہ دارالعلوم دیوبند و جامعہ مظاہر علوم سہارن پور و مرکز تبلیغ نظام الدین
اور تمام اسلامی مدارس، مکاتب، مراکز کے لئے، تمام مسلمانوں اور ارے مسلم ممالک کیلئے، معلمین
و متعلمین و مبلغین عالم کیلئے، مشائخ و اکابر اور تمام بیماروں، مقدمات و قرعین میں گرفتار
اور پریشان حالوں کے لئے دعائیں فرماتے تھے خصوصاً ان حاجتمندوں اور بیماروں کیلئے نام بنام
دعا فرماتے تھے جنہوں نے دعا کی درخواست کی ہو یا آپ کے علم میں ان کا حال کسی طرح سے آگیا
ہو۔ اخیر میں فرماتے تھے کہ ”تمام محبین، خسین، متعلقین اور معاندین کے دونوں جہاں کے
جائز مقام پر سے فرار۔ خصوصاً جن لوگوں نے ہم سے دعاؤں کیلئے کہا ہے یا لکھا ہے یا ان کا
ہمارے اوپر حق ہے ان کی دونوں جہاں کی جائز مرادیں پوری فرما۔ دعا کے شروع میں یہ جملہ
بھی خاص طور سے ہمیشہ فرماتے ”ہماری، ہمارے مانباؤں کی، ہمارے مشائخ و اساتذہ کی
محبین و معاونین و خسین اور متعلقین کی اور تمام مسلمانوں کی پوری مغفرت فرمادیا مغفرت“

تمامہ دعا و عامۃ و کاملۃ سوا کا لفظ اجماع و اموات مغفرۃ لا تغادر معصیۃ ولا ذنباً۔ علاوہ ازیں حوادث نازلہ وغیرہ کیلئے خاص طور پر دعائیں فرماتے تھے۔ دعا آپ کی بالجہر ہوتی اور تمام حاضرین طلبہ وغیرہ طلبہ آمین کہتے رہتے۔ اور ب اوقات آپ پر اندر جمع پر ایک خاص کیفیت و رقت طاری ہوتی تھی اس سلسلہ میں حضرت کے پاس بہت سے خطوط آتے جن میں لوگ اپنے مختلف مقاصد کیلئے دعا کی درخواست کرتے بعض لوگ کسی کے ذریعہ زبانی درخواست کرتے اور بہت سے حضرات خود مسجد کلتومیہ میں نماز عصر پڑھتے اور حضرت سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ اسکوئوں اور کالجوں کے مسلم طلبہ (اسٹوڈینٹس) امتحانات کی کامیابیوں کے لئے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ نماز عصر مسجد کلتومیہ میں پڑھتے اور حضرت والا رحمہ اللہ کے حکم کی مطابق حضرت کے سامنے بیٹھتے۔ آپ ان پر متوجہ ہوتے اور ان کے لئے دعا فرماتے تھے۔ اس طبقہ کی حضرت والا رحمہ اللہ سے بہت ہی مناسبت تھی۔ یہ لوگ آپ کی طرف بکثرت رجوع کرتے آپ ان سے انگریزی زبان میں اکثر گفتگو فرماتے اور ان کی خوب دلجوئی فرماتے تھے ان کے مزاجوں کی رعایت رکھتے ہوئے انکی اصلاح کے کوشش فرماتے تھے۔ حال یہ تھا کہ جوان میں سے ایک دو بارہ حاضر خدمت ہو جاتا وہ بدل جان حضرت سے محبت کر لے لگتا تھا اور تدریج دینی رنگ میں رنگین ہوتا چلا جاتا تھا۔ اس طرح ”مادرن“ طبقہ اور انگریزی طلبہ کو بھی آپ کی ذاتِ عالی سے بہت فائدہ پہنچا۔ دور نہ یہ حالت پسند طریقہ چونکہ ایک الگ ماحول اور مزاج رکھتا ہے اور ”سلائیٹ“ سے تقریباً متنفر ہوتا ہے اس لئے ان کی اصلاح نہیں ہو پاتی۔ حضرت والا رحمہ اللہ کو حق تعالیٰ نے یہ کمال عطا فرمایا تھا کہ ایسے لوگوں کو بھی بڑی محبت و حکمت سے دین کا جام شفاء پلا کر دین برحق کا متوالا اور شیدائیاں دیا کرتے اسی لئے شعرائے کرام اور ”مادرن“ ”سلائیٹ“ حضرات نے خصوصاً آپ سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ اور یوں تو کوئی طبقہ بھی ایسا باقی نہیں رہا جس نے حضرت والا رحمہ اللہ کے دریا فیض سے سیرابی حاصل نہ کی ہو۔ بغیر مسلم حضرات بھی اکثر آپ کے پاس دعا کیلئے آتے ہوتے تھے اور آپ ان کے لئے دعائیں فرماتے اور خیر و صلاح اور بھلائی کا ان کو بھی کوئی کوئی سبق دیتے، ان کی تشر خواہی کرتے اور انکے دامن بھی نصیحتوں کے انمول توبوں سے بھرتے تھے۔

بعد عصر کے معمولات نماز عصر اور ختم خواجگان و دعا سے شراعت کے بعد حضرت والا رحمہ اللہ دو لنگدہ پر تشریف لیجاتے اور اہل خانہ کی خبریت اور ضروریات دریافت فرماتے تھے اور وہاں سے حضرت شیخ اکبر دین رحمہ اللہ کی مجلس میں تشریف لیجاتے مقررہ دیر وہاں بیٹھ کر جبکی تفصیل شیخین کے تعلقات و درالابط میں مذکور ہے ہمارا طلبہ قدیم واپس تشریف لا کر نماز مغرب مسجد کلتومیہ میں ادا فرماتے۔ اس آمد و رفت میں ایک دو خادم بھی

آپ کے فراموش ہوتے تھے۔ آپ کا یہ معمول اس وقت تک باقی رہا جب تک آپ سہارے سے بھی چل پھرنے کے اور جب آپ اس قدر ضعیف ہو گئے کہ چلنا پھرنا دشوار ہو گیا تو آپ نے دو لنگہ پر بھی تشریف لے جانا موقوف کر دیا اور حضرت شیخ کی مجلس میں بھی۔ گھر کی خبر گیری خاصاً جزاء کرم حضرت مولانا محمد اللہ صاحب فرماتے ہیں اور حضرت شیخ تاقیام بہار پور خود حضرت دالارہ کے پاس ملاقات کیلئے آتے رہے۔ حضرت شیخ کو ما بعد مغرب تشریف لا کر ملاقات فرماتے تھے

شمیئہ معمولات | مغرب کی نماز فرض مسجد میں ادا فرما کر آپ اپنے حجرہ میں تشریف لاتے اور وہیں سنن و نوافل ادا فرماتے مغرب کے بعد کافی دیر تک نوافل میں مصروف رہتے اندازہ یہ ہے کہ کم از کم بیس رکعات ادا بین کی ادا فرماتے تھے اس کے بعد طعام سے مزاحمت فرماتے اور گادیمہ سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہاتھ میں تسبیح ہر وقت رکھنے کا معمول تھا تسبیح پڑھتے رہتے۔ ملاقات کرنے والوں سے ملتے اور گفتگو فرماتے پھر عشاء کی نماز کی تیاری میں مشغول ہو جاتے عشاء کے فرض مسجد میں ادا فرما کر اکثر سنن و نوافل ادا کرتے دیر تک اپنے حجرہ میں پڑھتے اور آرام فرماتے تھے رات کو ذرا جلدی سونے کا اور کچھ پیر جلدی اٹھنے کا آپ کا مستقل معمول رہا ہے

آخر عمر تشریف میں بھی جبکہ آپ نے کتب بینی کم فرمادی تھی صبح صادق سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے بیدار ہونیکا معمول تھا۔ بیدار ہو کر ضروریات سے فارغ ہوتے اور تہجد کی نوافل وغیرہ کے بعد مطالعہ اور تلاوت میں مصروف ہو جاتے تھے۔ یہ معمول آپ کا انتہائی معذوری تک جاری رہا۔ نیز جب تک آپ مشقت کیساتھ بھی کھڑے ہو سکے نوافل کھڑے ہو کر ادا فرماتے رہے۔ البتہ انتہائی معذوری میں بیٹھ کر اور ایسے امراض میں کہ آپ بیٹھ نہ سکتے تھے لیٹ کر ہی نوافل کے معمولات کو بھی جاری دقائم رکھا۔ آپ رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل کرنے کے عادی تھے ورنہ مرض، سفر اور پڑھاپے میں تو شرعاً بھی بڑی گنجائش ہے بلکہ ان اعذار کی وجہ سے تو شباب و صحت اور اقامت کی حالت اور معمول کے مطابق ہی اجر و ثواب ملتا ہے گو عمل بالکل بھی نہ ہو سکے۔ حدیث تشریف میں مذکور ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

اِذَا مَرَضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ اَوْ كَانَ بِمَنْزِلٍ يَمُوتُ جَبْرًا يَمُوتُ بِمَا كَانَ
يَعْمَلُ صَحِيحًا مَشْكُوعًا ۱۳۵ | اجر اس کے مثل نکھا جاتا ہے جیسا کہ وہ اقامت
و صحت میں عمل کرتا۔ داد اس کا اجر و ثواب ملتا تھا

ایک اور حدیث میں پڑھا ہے کہ متعلق کسی بھی آیا ہے مگر حضرت دالارہ صحت، مرض، اقامت

سفر اور جوانی اور بڑھاپے ہر حالت میں اپنے فرائض و واجبات و افاضل و مستحبات وغیرہ جملہ معمولات پر اسطرح قائم رہے کہ گویا یہ سب چیزیں آپکی عادت ثانیہ بن چکی تھیں اور انہیں انکو راحت و لذت ایسی نصیب ہوتی تھی کہ ان کو چھوڑنا ان پر دودھ بھر تھا۔

صبح کے معمولات

حضرت دالار زمانہ صحت میں اذان فجر کے بعد دارالطلبہ قدیم کے تمام کمروں کا چکر لگاتے اور طلبہ کو نماز کیلئے بیدار فرماتے تھے پھر نماز فجر کے فوراً بعد ایک چکر لگا کر جانہ لیتے کہ کوئی طالب علم نماز سے قریب نہیں رہ گیا اگر ایسا کوئی طالب علم ہوتا تو اسکو تنبیہ فرماتے ڈانٹ ڈپٹ بھی فرماتے اور فہمائش بھی کرتے جبکو تنبیہ فرماتے تو دوسرے وقت اسکو بلا کر دلجوئی فرماتے اور اس سے تکلیف کی بے تکلف معافی مانگتے لائق طلبہ پر اس شرفقت و محبت کا بہت اثر ہوتا اور وہ دل و جان سے آپ پر گرویدہ ہو جاتے تھے اس جگہ کے بعد صحت کے زمانہ میں اپنے کمرہ میں تشریف لا کر درز شس کرتے تیس دن دو بھاری بھاری مونگر یاں دیر تک کھاتے تھے اس کے بعد اقلیدس یا عروض المفتح کا سبق پڑھتے تھے۔ یہ سبق تقریباً بیس بیس منٹ کا ہوتا تھا۔ طلبہ کو فارغ کر کے آپ ذکر و عبادت یا مطالعہ میں مصروف ہو جاتے، اسی وقت میں معمولی ناشتہ کر لیتے جو اخیر عمر میں ایک آدھ پیالی پچاسے۔ اور ایک آدھ بسکٹ پر مشتمل ہوتا پڑھاپے سے پہلے آپکا جاننے کا معمول نہ تھا۔ پھر درس کا وقت شروع ہوتے ہی امور متعلقہ و تدریس و نظامت وغیرہ کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے انہماکی معذوری تک یہ معمولات برقرار رہے، ضعف و علالت کے دوران، ان میں سے اکثر امور دوسرے حضرات انہماک دیتے تھے۔ مثلاً کارالطلبہ قدیم کے طلبہ کے لگے ان اور انکی نمازوں کی دیکھ بھال وغیرہ مولانا سید وقار علی صاحب استاذ جامعہ مظاہر علوم ہارنپور فرماتے رہے اور اقلیدس وغیرہ کے اسباق موقوف ہو گئے۔

مولانا اور حضرت ناظم صاحب مدظلہ العالی، حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب کابل پوری

لفظ "مولانا" کا مہدق رہ تھے۔ حضرت موصوف رمضان کی تعطیلات میں مکان تشریف لے گئے تھے کہ شیعہ کا ہنگامہ قیامت خیز رہا ہو گیا اور حضرت موصوف آزادی ہند کی اخراجی میں پاکستان رہ گئے تو یہ لقب حضرت دالا کا ہو گیا۔ یعنی جب مطلقاً لفظ "مولانا" بولا جاتا تو حضرت دالا کی ذات گرامی مراد ہوتی مگر نظامت و علیائے ہمدہ پر آجانی کے بعد سالانہ سے آپ "حضرت ناظم صاحب" کے لقب سے مشہور ہوئے اور اس لفظ سے آپ ہی پہچانے جاتے تھے۔

سارو کی اور سب سے پہلے سنا۔ سابقہ صفحات میں معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت دالار کو مطلقاً

ناپسند تھے اس کے مقابل آپ بے تکلفی و سادگی کو پسند فرماتے تھے ہر پکی مقدس زندگی و مہا
 انصاری المتکلفین کی زندہ تفسیر حسین نقویہ کئی کسی چیز میں آپ ٹھٹھاٹھاٹ باطن اور بنا و سنگار
 کو پسند نہ فرماتے تھے بلکہ اس کو زنا نہ پن سے تعبیر فرماتے تھے۔ حضرت دارم فرماتے ہیں کہ
 آرائش و زینت ہیں زنائی چیزیں مردوں کو ہوا کرتی ہے ان سے نفرت
 مردانہ الوالعزم و گرامی ہمت ہمہ تن ہیں کہیں اور پے عیش و عشرت
 محنت کو بناتے ہیں وہ ابناشیوہ کرتے ہیں مشقت کو وہ اپنی عادت
 پوشاک و خورد و نوش، گفتگو وغیرہ تمام امور میں آپ بے تکلفی اور سادگی کے اصول پر
 کار بند تھے اور ہی سادگی میں حقیقت کا حسن۔ حفاظت کے الزام اور پاکیزگی کی ترغیب موجود
 ہوتی تھیں۔ آپ شعر و شاعری میں کبھی تکلف کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اچھے کلام
 کا معیار ہی ایسی سادگی کو قرار دیا ہے جس میں ظاہری سادگی و بے تکلفی اور معنوی رنگینی موجود ہو۔
 فرماتے ہیں کہ: یہ حسن، سخن کا ہے معیار اسعد = معانی ہوں رنگین الفاظ سادے

ناشتہ اور خوراک میں تو ناشتہ کا کوئی انتظام و اہتمام ہی نہ تھا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو
 قیمتی کی سنت سے بھی سرفراز فرمایا تھا سادہ کسی قیم پر جن حالات کا انا ضروری ہوتا ہے آپ نے ان
 اسے دوچار ہوئے لیکن حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت و رحمت کا کرم شمع دکھایا کہ آپ کو اس
 قیمتی میں "در عظیم" جامع الصفات و جمیع الکمالات بنا دیا اور آپ کو بلند پایا اور رفعتی پر باوجود
 شکست اسباب نافر فرمایا۔ آپ نے ایام شباب اور دور جوانی میں ناشتہ وغیرہ کا قابلِ ذکر اہتمام
 نہیں فرمایا۔ کیونکہ آپ کا عہد شباب بہت ہی صوفی و کارآمد گذر رہا ہے اور اس میں آپ نے
 بڑی جلیل القدر خدمات دینیہ اور ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جن کی سادہ
 خورد و نوش اور لباس و پوشاک کے تہمات جمع نہیں ہو سکتے تھے۔ جیسا کہ فتنہ ارتداد
 کے مقابلہ کا ذکر آچکا ہے۔ آپ کی خوراک بھی بہت کم تھی اور کھانے میں تکلفات نہیں
 ہوتے تھے ہلکی ہلکی بین چپاتیاں اور ایک قسم کا منعمولی سالن گھر سے آتا تھا۔ اگر کوئی یہاں
 نہ آتا تو اس کے اعزاز میں دوسرا سالن یا کباب وغیرہ کا اضافہ ہو جاتا تھا۔ آپ دو ڈھانے
 چپاتیاں تناول فرما کر باقی ماندہ کھانا کسی خادم یا طالب علم کو عنایت فرمادیتے تھے اور افریں
 تو خوراک گھٹ کر ایک آدھ چپاتی پراگئی تھی۔ کبھی کوئی اور کسی چیز یا لچیل بھی بہت
 کمزوری مقدار میں کھاتے تھے۔ اگر دن راتم الحروف حاضر خدمت ہوا تو آپ کی خدمت میں
 خر بوزہ کے چھوٹے چھوٹے قندے پیش کئے گئے غالباً زائد سے زائد وہ سواگرام ہوں گے۔ آپ نے

اتنی مقدار ہی تناول فرمائی۔ ان کے علاوہ دوسری قاش پھیلنے اور کاٹنے کا حکم نہیں دیا پھلوں کے سلسلہ میں بہت احتیاط فرماتے تھے۔ کیوں کہ پھلوں کی زیادہ تر سیخ فاسد ہوتی ہے تو جب تک آپکو سیخ کی صحت کا یقین نہ ہو جاتا آپ پھلوں کا ہر یہ کبھی قبول نہ فرماتے تھے، ”تقویٰ“ کے بیان میں ہم اس کا قصہ بھی لکھ چکے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ آپ سلوک کے اصول اربعہ و قلت طعام، قلت کلام، قلت منام اور قلت اختلاط مع الانام پر تادم آخر کا جرن و ثابت قدم رہے اور ان اصول پر عمل آپ کی حیا بابر کا میں اتنا نمایاں و ممتاز تھا کہ ہر شخص اس کا بخوبی مشاہدہ کرتا تھا۔

آپ دعوئوں میں شرکت کے عادی نہ تھے، حضرت شیخ رحمہ اللہ سے نہایت خلصانہ و البطلان کے بادی جو کبھی حضرت شیخ کے دسترخوان پر بھی حضرت والادہ کو کھانا کھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ جامہ مظاہر علوم کی دعوت فرماتے رہتے تھے۔ مگر اس میں حضرت والادہ کو کبھی شریک ہوتے نہیں دیکھا گیا۔ اور عوامی نیز تقریبات کی دعوئوں میں موجودہ دور میں تقویٰ و تدین اور احتیاط کی خلاف ورزی اکثر ہوتی ہے اور کم از کم وقت کی بربادی اور اختلاط مع الانام کا ارتکاب تو ضرور ہوتا ہی ہے۔ حضرت والادہ کی ایک مسلسل و مکمل نظام میں بندھی جڑی زندگی میں اس کی گنجائش ہی کہاں تھی حضرت والادہ کی تو عادت اور دائمی کیفیت یہ تھی کہ

مجھے فصل گل سے نہیں غرض مجھے چڑھے نام بہار سے : مرے دل میں قدر خزاں کہاں کہ بھو ہر پردہ راز میں
شتم و گرم کی نیز سے مراد حق حسن بلند ہے : ترا ہر شعار حسین ہے مری چشم عشق، نواز میں
(رحضی عنہ والادہ)

پوشاک کہیں صحت بنانے سے بھلا سیرت بھی بنتی ہے
نہیں دیتے ہیں بولے خوش، گل خوش از رنگ پتھر کے

یہ شعر حضرت والادہ ہی کا ہے جو آپ کی بے تکلف طبیعت اور سادگی مزاج کا ترجمان ہے۔ آپ لباس میں بھی سادگی و بے تکلفی کو پسند فرماتے تھے اور ادھر پر گذر چکا ہے کہ آپ خدمت کو اسی کی ترغیب بھی دیتے تھے۔ جب کہ قلعہ اور دستار و عصا کے تکلفات آپ کے یہاں نہیں تھے۔ ایک سنگی آدھی پنڈلیوں تک۔ ایک باریک کرتا جو گھٹنوں سے نیچا نہ ہوتا تھا، اور پنج کلیا لٹپی صرف یہ تین کپڑے (جو ہاتھ سے دھلے

ہوئے ہوتے اور جن پر نہ کلف ہوتا نہ پریس، آپ موسم گرما میں ازب تن فرماتے تھے جاڑوں کے موسم میں کرتا قدرے موٹا ہوتا اور اس پر ایک جرسی اور ایک جواہر کٹے اور سر پر ایک رومال کا اضافہ ہو جاتا تھا۔ آپ سر پر رومال کو اس طرح باندھتے تھے کہ پیشانی پوری اور سر مبارک کا تھوڑا سا انکلا حصہ کھلا رہتا۔ درود لڑنے کاں بھی کھلے رہتے اور رومال کو لپیٹ کر عمامہ کی طرح باندھتے تھے۔ اند سردی میں ایک چادر کا اضافہ بھی ہو جاتا تھا مگر اس سادہ لباس میں لطافت و نفاست پورے طور پر ملحوظ رہتی تھی۔ ٹوپی ہمیشہ سفید استعمال فرماتے، البتہ موسم سرما میں کبھی کبھی رنگین گرم ٹوپی بیچ کر لیا بھی استعمال فرماتے تھے۔ رومال اکثر سفید کارنی دھاریوں والا چوخانہ ہوتا تھا۔ کبھی کبھی اور لسی رنگ کا بھی ہوتا تھا۔ اور لنگی در اسبی چوخانہ دار ہوتی تھی۔ آپ کے بڑے دھوبی کے میاں یا ڈرائی کلینک پر نہیں دھلتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ ہاتھ سے دھلتے تھے۔ جوانی کے دور میں تو آپ نے پانچواں پہنا تھا۔ اور وہ بھی علی گڑھی وضع کا۔ لیکن اس کے بعد دور جوانی سے اخیر حیات تک آپ نے ہمیشہ لنگی ہر قسم میں استعمال فرمائی اور پانچواں ترک فرما دیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پوری عمر شریف میں تہمند ہی استعمال فرمایا ہے کبھی آپ نے پانچواں نہیں پہنا۔ گو پانچواں خریدنا ثابت ہے، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچواں بند بھی فرمایا اور ارشاد فرمایا تھا ہذا اُسْتُور (یعنی اس میں پردہ زیادہ ہے) مگر پہنا جو کہ ثابت نہیں ہے۔ غالباً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی سنت برکت کے شوق میں آپ نے لنگی ہی کو اختیار فرمایا ہو گا۔

۱۳۴۷ھ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب **ایحیاء کالطیفہ** مدنیؒ کی وفات کے بعد دارالعلوم دیوبند میں جب شاہ نستان محمد ظاہر شاہ آئے تو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ تم دارالعلوم دیوبند نے قطب عالم، شیخ الحدیث مولانا محمد کریم صاحبؒ کے پاس

خط لکھا کہ ”حضرت شیخ الاسلامؒ کی وفات حسرت آیات ہے ایک زبردست
 خلا محسوس ہو رہا ہے، شاہ محمد ظاہر خاں کی آمد پر آپ جیسی مقتدر ہستی
 ہی اس خلاء کو پُر کر سکتی ہے، ہماری بصد آؤ در خواست ہے کہ
 حضرت والارحہؒ اس موقع پر دارالعلوم دیوبند تشریف لا کر خدام کی کسر پرستی
 فرمائیں“ حضرت حکیم الاسلامؒ کے اس والا نامہ کے آنے پر حضرت شیخؒ نے
 حجۃ الاسلام حضرت ناظم صاحبؒ سے فرمایا کہ میری طبیعت تو بھیڑھاڑ سے گھبراتی ہے
 جھیلوں سے عجیبہ بہت ہی وحشت ہوتی ہے اور یہ مکتوب حضرت قاری صاحبؒ
 کا ہے۔ انکار بھی مناسب نہیں اس لئے میری بجائے آپ تشریف لے جائیں۔
 حضرت حجۃ الاسلامؒ نے منظور فرمایا اور حضرت شیخؒ نے حضرت حکیم الاسلامؒ کے والا نامہ
 کا جواب بھی لکھ دیا کہ ”میری طبیعت آتش دھام سے گھبراتی ہے اس لئے میری بجائے
 حضرت اقدس ناظم صاحب تشریف لارہے ہیں۔“

ادھر حضرت والارحہؒ جس حالت میں تھے روہی کتنا سنگی، پنج کلیا ٹوٹی اور
 ہاتھ میں تسبیح۔ اسی حالت میں جل دیئے، نہ لباس تبدیل کیا نہ کوئی اہتمام
 کیا۔ ہم لوگ، نو عمر، نو جوان، نا تجربہ کار، ظاہر میں اور ”صدہ“ ہر جا کہ بہ آئینہ صدہ
 است کے راندے سے ناواقف تھے اور حضرت والارحہؒ کی شفقتوں سے منہ چڑھے کبھی تھے
 اد یہ کبھی جانتے تھے کہ حضرت والارحہؒ بائیں ہمہ عظمت خدام کی دلجوئی فرماتے ہیں اس
 لئے راتم السطور نے لباس تبدیل کرنے کی درخواست کی تو فرمایا بیٹا تکلفات ہم
 لوگوں کے لئے مناسب نہیں ہیں۔ بندہ نے اصرار کیا تو دلجوئی کی خاطر لباس
 تبدیل کرنے پر آمادہ ہو گئے، پھر کیا تھا بندہ نے حضرت والارحہؒ کا صندوق کھولا
 تاشی شروءؒ کر دی۔ اس میں ایک عمدہ سا علی گڑھی سفید پانجامہ مل گیا
 میں نے اس میں کر بند ڈال کر پیش کر دیا۔ حضرت والارحہؒ اگرچہ پانجامہ نہ
 پہنتے تھے۔ مگر ذرا سے تامل کے بعد مسکراتے ہوئے پہن لیا۔ ایک نہایت نفیس
 چونہ بھی مل گیا بندہ نے وہ کبھی پیش کیا تو ذرا تکلف فرماتے ہوئے اس کو بھی زیب تن

فرمایا۔ اور یہ فرماتے ہوئے فوراً اتار دیا کہ یہ تو ٹخنوں سے نیچا ہے۔ بندہ نے سوئی دھاگے لے کر فوراً نیچے سے موڑ کر سلائی کر دی۔ اور اب وہ ٹخنوں سے ادھیڑا ہو گیا تو عرض کیا لیجئے، حضرت اب پیہن لیجئے۔ اب ٹھیک ہو گیا ہے۔ آپ نے وہ پہن لیا۔ پھر ایک لباسِ خوش رنگ و مال جو عمامہ کے مطلب کا تھا۔ اور چوغہ کے حسن کو دو بالا کر رہا تھا صندوق سے برآمد ہوا۔ وہ بھی پیش کیا۔ آپ نے اس کا عمامہ باندھ لیا۔ اس وقت حضرت والا کی ہیئت و صورت قابلِ دید تھی۔ سبحان اللہ ایک حسین و نورانی فرشتہ صفت انسان اور اس پر لباسِ فاخرہ ”لَوْدُخَالِي لَوْدُ“ کا ایکٹ لکشمیں و دلپذیر منظر تھا۔

تابِ نظارہ کوئی لائے لکا اس لئے آپ کو نظر نہوئے
وہ دل کہ اس کے وصل سے دارِ السرد تھا سوزِ غمِ فراق سے آتشکدہ ہے آج
سرگرمِ التہابِ دلِ شعلہ زلے آج (حضرت والا)

پھر حضرت عجمۃ الاسلام رحمہ اپنے رفیقِ محترم قطبِ عالم حضرت شیخ الحدیث رحمہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ”حضرت اب میں حسبِ حکم دیوبند جا رہا ہوں۔ در دورانِ گفتگو یہ بھی فرمایا کہ ”میں نے آج پانچواں پہنا ہے“ حضرت شیخ نے فرمایا۔ اچھا اب تو جادو اب واپسی پر بات ہوگی۔ حضرت شیخ سے رخصت ہو کر حضرت والا دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ نے عصر کے بعد کی مجلس میں حاضرینِ مجلس کے سامنے نہایت والہانہ انداز میں حضرت اقدس ناظمِ صاحب کا رات کے دیوبند تشریف لے جانے کا تذکرہ فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ بتاتے وقت میرے پاس تشریف لائے اور یہ فرما رہے تھے کہ ہم نے آج پانچواں پہنا ہے۔ میں نے کہا یا اب تو جادو وقت کم ہے واپسی پر بات ہوگی۔ حضرت والا واپس تشریف لائے تو حضرت شیخ نے خوب تفریح لی اور حضرت والا اپنی عادت کے مطابق ادب کو ملحوظ فرماتے ہوئے، حضرت شیخ کی مزاج و بے تکلفی پر مسکراتے رہے اور دوسرے حاضرین بھی عین کی خوش طبعی سے خوب مخلوط ہوتے رہے (اَعْلَى اللّٰہُ مَرَاتِبُہُمْ فِی اَعْلٰی عِلَلِہُمْ)

دنیا سے بے رغبتی، زہد و قناعت اور صبر کی دولت سے بھی
زہد و قناعت حق تعالیٰ نے آپ آپ کو حفظ وافر عطا فرمایا تھا۔ رام پور کے
 مواضع میں آپ کی صحرائی جائیداد بہت تھی جو اعزہ و اقراء کی نذر ہو گئی اور آپ
 نے اس کی طرف کوئی التفات نہیں کیا اور نہ کبھی کسی سے اس کا شکویٰ کیا۔ اسی
 طرح سکنائی جائیداد بھی پوری اعزہ ہی کے پاس رہی آپ نے اپنا حصہ کبھی
 طلب نہیں فرمایا۔ اور ہمیشہ قرابت و اہل و عیال کے ساتھ احسان و سلوک کا معاملہ
 فرماتے رہے۔

آپ نے جامع مظاہر علوم سہارن پور کی خدمت علوم نبویہ کی اشاعت اور
 حق تعالیٰ کی خوشنودی و آخرت کو اپنا ایسا نصب العین، مرکز توجہ اور مقصود بنا لیا تھا
 کہ ہر اسوی سے آپ نے صرف نظر فرمائی تھی۔ جب عہدہ استہام و انتظام کی بنا پر
 آپ کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئیں امدادات مدرسہ کے علاوہ بھی آپ اپنا تمام
 وقت مدرسہ کی خدمات میں صرف فرماتے لگے تو سرپرستان مدرسہ نے آپ کا مشاہیر
 بڑھانا چاہا۔ لیکن حضرت والارج نے یہ فرما کر یہ پیشکش رد فرمادی کہ موجودہ مشاہیر
 کے اعتبار سے ہی میں اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کر پاتا ہوں اس لئے فریاد اٹھا
 کیسے قبول کروں۔ جناب تکیں قریشی کو لکھے گئے خطوط میں اس کو خود حضرت والارج
 نے تحریر فرمایا ہے کہ ”میں نے تو اضعاف نہیں بلکہ واقعات کے پیش نظر عرض کیا کہ مجھ کو
 موجودہ تنخواہ میں بھی تامل ہے کیوں کہ میں مفروضہ امور کو پوری ذمہ داری کیساتھ انجام
 نہیں دے رہا ہوں۔ جائیکہ اور زیادہ تنخواہ لوں دصالحات (۱۸۳۳ء) زہد و قناعت
 اور ایثار و قناعت کی مثالیں اگر کہیں مل سکتی ہیں تو انھیں قدامت پسند درویشوں پر
 خصوصاً جامع مظاہر علوم میں مل سکتی ہیں جن میں حضرت والارج کی ذات گرامی ایک رکن و
 مثال ہے۔ ایک مرتبہ قطر و عربی ملک سے آپ کے ایک عزیز ہندوستان آئے
 تو حضرت والارج سے ملاقات کیلئے سہارن پور بھی حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے حسب دستور خیرین
 معلوم فرمائی، متعلقین اور صاحبزادوں کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے حضرت والارج کو

تفصیل سنائی شروع کی کہ بڑا بیٹا فلاں سردس پر ہے اس کو اتنے ہزار روپے ملتے ہیں اور اس سے چھوٹے کو اتنے ہزار اور فلاں بیٹے کی اتنی آمدنی ہے، یہ سن کر حضرت بہت پریشان اور بچپن ہو گئے اور زما زور سے فرمایا ”اتنا روپیہ کیا کر دگے لا حول لا قوۃ الا باللہ، کیوں بے فائدہ اور عبث عرضائع کی۔ بس جی ان سب بکھڑوں میں زندگی برباد نہ کر دو۔ سب چھوڑ چھوڑ کر مسجد میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرو آخرت کی فکر کرو حضرت دانا کی بچپنی کو دیکھ کر پھر انہوں نے حضرت کے سامنے دنیا و دھال دولت کا تذکرہ نہیں کیا۔

حضرت دالار نے اس حقیقت واقعہ اور جذبہ ہادقہ کا اظہار اس طرح فرمایا ہے کہ
 آفتاب شرف ہو ہر انساں کا غروب فکر دنیا کے لئے سرنگیں ہونا
 ادا کر دینا کیلئے کسی کی خوشامد بھی کرنی پڑتی ہو تو وہ موت سے کم نہیں ارشاد ہے کہ سہ
 جاہ و ثروت کیلئے غیر خدا کے در پر روح فرسا بخدا ناعیہ فرسائی ہے
 مولانا عبدالقیوم صاحب بستوی لکھتے ہیں کہ:

”میرے ایک عزیز جو حضرت دالار کے تلمیذ و مسترشد ہیں ایک مرتبہ میرے ساتھ خدمت گرامی میں حاضر ہوئے حضرت دالار نے ان سے فرمایا ”مولوی صاحب آپ کیا کرتے ہیں؟“ انہوں نے عرض کیا تجارت کرتا ہوں۔ اس پر حضرت دالار نے ایک سرد آہ بھر کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو مومن کو ایک ہی تجارت بتائی ہے جو اسکو دردناک عذاب سے نجات دلا دے۔ یا ایہا الذین آمنوا اهل اذکم علی تجارتکم تجیکم۔ ج عذاب الیمہ“

مولانا محمد اللہ صاحب نے فرمایا کہ،

”جناب حاجی نذیر محمد خاں صاحب رشتہ مخپورہ حضرت دالار کے مجاہد تھے انہوں نے ایک مرتبہ مدرسہ میں اپنا سات ہزار روپیہ بطور امانت رکھوایا پھر جب اسکو واپس لیا تو وہ سب روپیہ حضرت دالار کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ حضرت یہ سب آپ ہی کا ہے جتنا چاہیں لے لیں۔ حضرت دالار نے شکر یہ اور معذرت کیسا کہ وہ روپیہ انکو واپس دیکر اس واقعہ کو حضرت حاجی صاحب ذکر فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے بزرگ تو بہت

دیکھے ہیں اور صاحب کشف و کرامات حضرات سے بھی ملاقاتیں کی ہیں۔ لیکن اس طرف و بے نیازی والا زاہد نہیں دیکھا۔

حضرت والارہ کی آنکھوں کا علاج اول دہلی میں ہوا اس کے بعد رفتہ رفتہ آنکھوں میں موتیا بند کا اثر ہونے لگا جس سے حضرت والارہ کی طبیعت پر کافی گھبراہٹ رہتی تھی اس زمانہ میں سہارنپور میں جناب ڈاکٹر مقصود حسین خالص صاحب راہرامرض چشم (مطلب کرتے تھے۔ ان سے بھی مشورہ ہوتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے حجۃ الاسلام حضرت ناظم صاحب مدنی کے حکم سے کسی اور ڈاکٹر کے نام خط لکھا جو انگریزی میں تھا۔ اس کے ایک جملہ کا ترجمہ یہ تھا کہ ”یہ غریب آدمی ہیں“ مگر ڈاکٹر صاحب نے خود اس کا ترجمہ اس طرح سنایا کہ ”انکی مالی حالت زائد ادنیٰ نہیں ہے“ اس ایک جملہ سے ڈاکٹر صاحب کی بلندی اخلاق و ادب پر روشنی پڑتی ہے، اتفاق سے یہ جملہ ڈاکٹر صاحب کے مطلب میں موجود ایک شخص نے سن لیا اور وہ شخص غلام محی الدین صاحب کو تو ال سہارنپور کا ملازم تھا۔ اس نے یہ بات کو تو ال صاحب سے بنا کر کہہ دی اس وقت تک کو تو ال صاحب کا حضرت والارہ سے کوئی تعارف نہ تھا بعد میں تو بہت ہی مخلصانہ تعلقات ہو گئے تھے کو تو ال صاحب نے ملازم کے ہاتھ پچاس روپے اور اس موجودہ زمانہ کے اعتبار سے پانچ سو سے زائد تھے حضرت والارہ کی خدمت میں بکھجوائے، حضرت والارہ نے وہ روپے اسی ملازم کی ذریعہ شکر یہ کیساتھ واپس بھیج دیئے اور فرمایا کہ کو تو ال صاحب سے سلام کہہ دینا اور یہ بھی کہہ دینا کہ میں خدا کے فضل سے ریس ہوں، صاحب نصاب ہوں اسلئے جناب کی پیشکش قبول کرنے سے معذوری ہے۔ اس کے بعد کو تو ال صاحب مدد حضرت والارہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کی شخصیت سے بے حد متاثر ہوئے۔ آپ کی بلندی اخلاق اور زاہد و بے نیازی نے تو ان کو ملاقات سے پہلے ہی متاثر کر دیا تھا۔ کو تو ال صاحب نے فرمایا کہ ”میں نے مولویوں کے طبقہ میں ایسے پہلے شخص کو دیکھا ہے جس نے روپیہ قبول کرنے سے انکار کیا اور نہایت بے نیازی سے یہ کہہ دیا کہ میں ریس ہوں“

جب پاکستان بنا تو کو تو ال صاحب موصوف پاکستان چلے گئے اور وہاں ”سپرینٹنڈنٹ“ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ پھر جب کچھ دنوں بعد سہارنپور سے پاکستان گئے ہوئے حضرات کا ایک

دو سو معزز افراد ہسپتال وفد، بران کلیر کے عرس میں شرکت کے بہانے بہار پور آیا جس میں
ظہیر خاں مرحوم، صدر مسلم لیگ خان بہادر شاہ نذر سن مرحوم، سعید احمد صاحب عزیز حضرت تھانویؒ
غلام محی الدین سابق کووال بہار پور اور دوسرے بہت سے ممتاز حضرات بھی تھے، شہر
بہارن پور کے رہنے والے حضرات نے ان سب کا اسٹیشن پر شاندار استقبال کیا۔
استقبال کرنے والوں میں مسلمانوں کیسا تھ بہت سے ہندو حضرات بھی شریک تھے۔
حجۃ الاسلام حضرت ناظم صاحب کے ہمراہ جناب بابو راجہ لال صاحب جن کو حضرت چچا کہتے
تھے اور موگراجی پریس والے بھی استقبال کرنے والوں میں شامل تھے۔ یہ وفد
قالون کی رو سے شہر کے اندر نہیں آسکتا تھا۔ سخت سردی کا زمانہ تھا پوری رات اس
وفد کے ارکان اور استقبال کرنے والوں کی اسٹیشن پر گداری اور استقبال کرنے
والے ہر دو گھنٹے کے بعد لیٹ فارم ٹکٹ خریدتے رہے اور کھانے پینے کی چیزوں کے
علاوہ چائے اور سٹھائی سے اسٹیشن کے "ریفریشن منٹ روم" میں انکی تواضع کرتے رہے۔
اس پوری رات میں جناب غلام محی الدین صاحب اور ظہیر احمد خان صاحب وغیرہ جو حضرت والارہ سے
دہا نہ تعلق رکھتے تھے حضرت والارہ کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑے رہے حضرت والارہ ان کے
اصرار کی بنا پر کسی پر تشریف فرما تھے۔ "ماہے گلے حضرت بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔"
یہ غلام تعلقات اور بے لوث محبت و ہمدردی کی ادنیٰ برکت تھی۔ حضرت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ

اِنْ هَدٰىنِیَ اللّٰهُ فَاِنَّیْ یُحِبُّکَ اللّٰهُ وَاَفْهَدْ فِیْمَا دِیْنَا سِیِّئَاتِیْ غِیْبَتِیْ اَخْتَارَ کَرُوْا اللّٰہَ تَمَّ سِیِّئَاتِیْ
خُذْ النَّاسَ یُحِبُّکَ النَّاسُ۔ رواہ الترمذی و کر گیا۔ اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اسکو
ابن ماجہ (مشکوٰۃ ص ۲۲)

افسوس ہے کہ دور حاضر میں عموماً اہل علم و اہل تدین
حضرات رؤف و رؤاء اور اہل مال کی طرف متوجہ ہو گئے

روسار سے کنارہ کشی

الَا مَا شَاءَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ تَعَالٰی مجھے معاف فرما کیسے اکثر مشائخ کا حال بھی عجیب
ہو گیا ہے کہ وہ اہل مال کی طرف تھکنے لگے۔ بلکہ پیری میں اس وقت تک چمک ہی

نہیں آتی جب تک کہ کچھ بڑے لوگ ان کے حلقہ بگوش نہ ہو جائیں کیوں کہ اسی کی بدولت فتوحات کے درختادہ ہوتے ہیں۔ اور ہم اپنی آنکھوں سے جن چیزوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں انکو زبان و قلم پر لانا دشوار ہے کہ مدعیانِ حق بھی جو تدابیر فریب کاریوں کی حد تک کر جاتے اور خودِ خلافت اور سلوک و طریقت کو بدنام کرتے ہیں وہ ناقابلِ بیاں ہیں یہی وجہ ہے کہ ایسے حضرات غرور و فقر اور علماء کو جھوٹ کر امر کی کوٹھیوں میں قیام فرماتے ہیں بس اتنی بات سے رائد ہم تحریر کرنے سے قاصر ہیں ہمارے حضرت داتا گنج بخش اسکے بالکل عکس تھا وہ اہلِ مال دنیا داروں سے کنارہ کشی فرماتے اور ان کا احسان مند ہونا بھی پسند نہ فرماتے تھے اسی لئے انہوں نے سنگری بازی اور خالقِ اہی ٹھٹھاٹ باٹ سے ہمیشہ اجتناب فرمایا ہے۔ ہمارے اس دعوے کے ثبوت کیلئے نزدیک واقعات ابھی ادب آچکے ہیں یہاں بطور نمونہ ایک دو واقعات اور درج کیے جاتے ہیں۔ اور جنہوں نے حضرت دالار کو قریب سے دیکھا ہے ان کو کسی مثال اور واقعہ کی ضرورت ہی نہیں۔

(د) حضرت دالار کو آنکھوں کے علاج کے سلسلہ میں دہلی کا سفر کرنا پڑا آپ کے ہمسفر جناب حاجی شیخ مہربان احمد صاحب رئیس سہارنپور دہلی والے، اور حاجی محمد احمد صاحب بہاؤ والے اور دونوں حضرات کے ساتھ ان کے ایک لازم بھی تھے اور حضرت علیہ الرحمہ کے صاحبزادے مولانا محمد رشید صاحب بھی تھے۔ دہلی میں پہلا قیام نظام ہوٹل میں ہوا جو مسجد فتحپوری کے سامنے واقع ہے۔ جس کے یومیہ مصارف قیام پانچ روپے تھے جو آجکل کے تنو سے زائد ہوتے ہیں اور ستر روپے فی وقت کھانے کے اخراجات ہوتے تھے۔ یہاں دور و قیام فرمایا میرے والد شاہ کمرار حسین صاحب سجادہ نشین درگاہ صابریہ کی پیشکش پر درگاہ صابریہ دریا گنج دھلی میں قیام طے ہوا۔ کیوں کہ ڈاکٹر علاؤ الدین صاحب منہاس رجن کا علاج طے کیا گیا تھا، اسی درگاہ کے متصل مطبہ کرتے تھے۔ اور طعام کا انتظام مولانا عبید العزیز صاحب دعا جو محاذِ بیعت حضرت شاہ محمد یسین صاحب فکینوی کے صاحب زادے محمد یونس صاحب نے کیا تھا۔ صاحب زادہ محترم مولانا محمد اللہ صاحب

فرماتے ہیں کہ حجۃ الاسلام حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جو درویش صاحبان تھے حضرت نے ہوٹل، علاج وغیرہ کا کوئی باران دونوں پر نہیں ڈالا۔ یہی ادا میں کھیں جنہوں نے حضرت دالارہ کو ممتاز و ذیشان بنادیا تھا۔ اور خلق خدا آپ سے دالہا دے بے لوث محبت کرتی تھی۔ (۲) آنکھوں کے علاج ہی کے سلسلہ میں سیتا پور سے پہلے لکھنؤ تشریف لے گئے تھے۔ وہاں کوئی معقول و اطمینان بخش معالج نہ ملنے کی وجہ سے آپ سیتا پور تشریف لے گئے تھے اور وہاں آپریشن ہوا تھا۔ لکھنؤ میں آپ کا قیام ابن آباد گوئن روڈ کے اس مکان میں ہوا۔ جس میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور ان کے بھائی جناب ڈاکٹر عبد العلی قیام پذیر تھے۔ یہاں دو دن قیام رہا شیخ محمد مستنصر اللہ صاحب جو حضرت دالارہ کے عزیز بھی تھے گوئن روڈ پر حضرت دالارہ کے پاس آئے۔ اور اصرار فرمایا کہ آپ ہماری کوٹھی پر تشریف لے چلیں مگر حضرت دالارہ نے حسن انداز سے معذرت فرمادی اسکی اہل وجہ بھی تھی کہ روکے کے پاس ٹہرنے کو حضرت دالارہ مناسب نہ سمجھتے تھے۔

غرض آپ کا سفر میں بھی اگر قیام رہا تو اپنے ہمجنسوں میں رہا۔ اور سفر و حضر میں اراد، روکے اور اہل مال، دنیا داروں کا مرہون منت ہونا آپ نے کبھی پسند نہیں فرمایا۔

مال بھی ضروری اور اعمال بھی | حضرت علامہ مولانا مفتی لطف اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے

جناب حکیم شفیع اللہ صاحب رام پوری نے فرمایا کہ میں کسہار نیوہ حضرت مولانا کے پاس تھا کہ ایک شخص سے آپ نے فرمایا کہ ”دنیا میں جس قدر مال ضروری ہے۔ آخرت میں اعمال بھی اتنے ہی ضروری ہیں۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں مال کے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح آخرت میں بھی اعمال ہی سے تمام نعمتوں کا حصول درپستہ ہے۔“

اس موقع پر وہ مخاطب شاید کوئی اہل مال دنیا دار ہوں گے کیوں کہ حضرت دالارہ کی عادت تھی کہ ہر شخص کو اس کے مناسب حال نصیحت

فرماتے اور اس کے انداز فکر و مبلغ علم کو سامنے رکھ کر گفتگو فرماتے تھے۔

نہ قرض لو نہ قرض دو

حضرت دالارچ کی عادت تھی کہ کسی سے کبھی قرض نہ لیتے اور نہ کسی کو قرض دیتے تھے۔ بلکہ حاجتمند کی حاجت کو پورا فرمائیگی کوشش فرماتے اور بقدر استطاعت خاموشی سے اسکی مدد فرمادیتے تھے آپ اپنے خدام و تلامذہ اور متعلقین کو بھی اسی کی ہدایت نصیحت فرماتے تھے۔

چنانچہ ایک دن بہت اطمینان کے وقت تنہائی میں حضرت دالارچ نے راقم السطور کو یہ نصیحت فرمائی۔ بیٹا! ایک خاص نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ نہ کسی سے قرض لو، نہ کسی کو قرض دو۔ پھر فرمایا القرض مقراض المحبة۔ رقرض محبت کی قینچی ہوتی ہے، بندہ نے عرض کیا حضرت یہ تو بہت ہی دشوار ہے۔ اس پر حضرت نے سکوت فرما لیا،

انوس ہے کہ مجھے قرض لینا بھی پڑتا ہے اور دینا بھی پڑتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس میں بیدقابت ہے، اگرچہ حدیث کی رو سے قرض دینے میں صدقہ اسے نہ ادا ثواب ملتا ہے۔ مگر اس بد معاہدگی کے دور میں نقد عذاب بھی ہے حق تعالیٰ قرض کی مصیبت سے ہر مؤمن کو محفوظ رکھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ ذِیْلَ مِنَ الْمَغْرَمِ دَالِمًا کَثْرَ حضرت دالارچ کا اس سلسلہ میں ایک منظوم ارشاد حسب ذیل ہے۔

قرض بے حد فراہ ہو تا ہے	جان و دل کا عذاب ہوتا ہے
تم سے ممکن ہو تو مفت دیدینا	نام لیکن نہ قرض کا لینا
قرض کرتا ہے آدمی کو خوار	قرض کھوتا ہے آدمی کا وقار
ہاں شریعت نے جب کیا ہو قرض	پھر تو لازم ہے کار و بار قرض
خود سے تم کس کو مرا کہنا	قرض سے دور ہی دور رہنا
مخت آفت ہے قرض کا لینا	سخت زحمت ہے قرض کا دینا
قرض کبھی ہے بعض و نفرت کی	قرض قینچی ہے حب و الفت کی
قرض کرتا ہے زندگی کو کٹھن	قرض کرتا ہے دوست کو دشمن

احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفروض کی نماز جنازہ نہ پڑھاتے تھے بلکہ حضرات صحابہ کرام سے ارشاد فرمادیتے تھے صَلُّوا عَلٰی صَاحِبِکُمْ واپسے ساتھی پر تم لوگ نماز جنازہ پڑھ لو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے قرض کے علاوہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ مفروض اگر راہِ خدا میں قتل کر دیا جائے۔ پھر وہ زندہ ہو اور پھر راہِ خدا میں قتل کر دیا جائے۔ پھر زندہ کیا جائے اور پھر راہِ خدا میں قتل کر دیا جائے پھر زندہ ہو اور اس پر قرض ہو تو وہ اس وقت تک جنت میں نہیں جاسکتا جب تک کہ اس کا قرض ادا نہ کر دیا جائے (مشکوٰۃ ص ۲۵) احادیث میں قرض پر بہت ہی سخت وعیدیں وارد ہیں اس لیے حضرت ابراہیمؑ خود بھی قرض کے معاملے سے بچتے اور دوسروں کو بھی اس سے بچنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ وَفَقْنَا لِلَّهِ

ہدایا قبول کرنے میں احتیاط حضرت دالار کے یہاں ہدیوں، تحفوں اور نذرانوں کی زیادہ ریل پیل نہ

تھی نہ آپ کو ہدایا و تحائف کا انتظار تھا۔ بلکہ جو ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا اس کے قبول فرمانے میں بھی بہت محتاط تھے۔ اگر ہدیہ میں کوئی شرعی قباحت نہ ہوتی، معطلی کے اخلاص کا اندازہ ہو جاتا تو قبول فرمالتے تھے۔ جن احباب و متعلقین کے اخلاص اور ان کے مال کی حلت کا یقین ہوتا تو اس کا اندازہ فرماتے کہ اس ہدیہ دینے سے ان ہدیہ دینے والوں پر بار تو نہ ہوگا۔ آپ اس معاملہ میں بھی بے احتیاطی کو پسند نہ فرماتے اور پیران زمانہ کی طرح هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ کا تو آپ کے یہاں کوئی خانہ ہی نہ تھا۔ البتہ خدام و متعلقین سے عطر وغیرہ کے ہدایا آپ بہت خوشی اور رغبت سے قبول فرمالتے تھے کیوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کو دایس نہ فرماتے تھے (بخاری)

چنانچہ راقم السطور نے ایک مرقبہ عطر کی ایک شیشی پیش خدمت کی تو

آپ نے یہ حدیث پڑھتے ہوئے شیشی اپنے دست مبارک میں لے لی۔ اَلطَّيِّبُ
وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہے کہ دنیا کی تین چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈال دی گئی ہے لا خوشبو
(۱) عورتیں (۲) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک (تو نماز میں ہے)

ایک مرتبہ پانچ روپے ہدیہ پیش کر نیکی اجازت چاہی تو حضرت دارم نے فرمایا کتنی
تخوہ ہے میں نے تنخواہ کی مقدار عرض کر دی تو فرمایا اخراجات بتائیے کتنے ہیں مجھے
کیا معلوم تھا کہ آج سارا حساب معلوم کیا جائے گا، اندازاً اخراجات کا حساب
کبھی عرض کر دیا۔ تو فرمایا پانچ روپے کی اجازت نہیں صرف دو روپے دیدیجئے
اند یہ دو روپے کبھی آپ نے صرف میری دلجوئی کی خاطر قبول فرمائے اس کے
بعد ہدیہ پیش کر نیکی کبھی ہمت نہ ہو سکی۔

اسی طرح میرے استاذ و مرشد قطب عالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ
کی عبادت مبارکہ تھی کہ اگر عطر خدمت عالی میں پیش کرتا تو بلاتاً مل قبول فرما لیتے۔
فرماتے۔ لیکن کبھی دو روپے کا ہدیہ قبول نہیں فرمایا۔ روپوں کا ہدیہ واپس
فرمادیتے۔ اور فرماتے ”ابے جا میرے پاس کیا کی ہے تو ہی خرچ کر لیجیو۔“
مولویوں سے پہلے نہیں لیتے حضرت حجۃ الاسلام و حضرت قطب عالم کو بہت رنج
قریب سے خلوت و جلوت میں دیکھنے کا موقع میسر آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اخلاص و لہیت
اور اتباع سنت وغیرہ صفات کمالیہ کیساتھ دنیا سے بے رغبتی اور زہد و قناعت میں
سے بھی ان کو حظ و افراد درجہ کمال نصیب ہوا تھا۔ کاش ہم لوگوں کو کبھی ان کے
کمالات میں سے کوئی شے نصیب ہو جاتا۔

چاند پور کے حضرات کے آموں کا واقعہ عنوان ”تقویٰ“ میں اور حاجی
نذیر محمد خاں صاحب دکن وال صاحب کے واقعات ادب پر قرنی سطروں میں عرض
کر دیئے گئے ہیں کہ صدا بیع کے شجرہ یا خود داری کے خلاف ہونے کی وجہ
سے آپ نے ان حضرات کے ہدایا کو نہایت استغناء کے ساتھ اور نہایت خوش
اسلوبی سے واپس فرمادیا تھا۔

احسان کا بدلہ | حدیث شریف میں ہے مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ و جو انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کوئی عطا دی جائے اور اس کے پاس بدلہ دینے کی گنجائش ہو تو اس کو بدلہ دینا چاہئے ورنہ معطلی کی تعریف کرنے چاہیے۔ کیونکہ جس نے تعریف کر دی اس نے شکر یہ ادا کر دیا اور جس نے چھپا لیا اس نے ناشکری کی۔ ایکے اور حدیث میں ہے کہ جس پر کوئی احسان کیا جائے اور وہ اس محسن سے بجز اَللّٰہِ خَيْرًا کہے تو اس نے خوب تعریف کر دی یعنی محسن کا شکر ادا ہو گیا (مشکوٰۃ ص ۲۷)

حضرت والارح کی عادت تھی کہ یہ دینے والے اور احسان کرنے والے کو۔
جَزَاكَ اللّٰہُ خَيْرًا فرماتے بلکہ عموماً یہ شعر فرماتے تھے۔
حَمْدُكَ اللّٰہُ مِنْ شَرِّ النَّوَائِبِ حَمْدُكَ اللّٰہُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا
 اللہ تعالیٰ تمکو مصیبتوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ اور دونوں جہاں میں اس احسان کی بہترین جزا دے
 کوئی خادم پانی پلاتا تو فرماتے۔

پیا پانی ہو دل سرد میرا
حَمْدُكَ اللّٰہُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا
 اس طرح آپ اپنے غصوں کی تعریف فرماتے اور روزانہ بعد از نماز ختم خواجگان میں اور دعاؤں کے ساتھ حسین کے مقاصد دارین اور مغفرت کی دعا فرماتے تھے اور ان سب کے علاوہ احسان کو ہمیشہ یاد رکھتے اور بدلہ دینے کی کوشش فرماتے تھے۔
 مولانا عبد القیوم صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:-
 اس ناکارہ کی عمر گیارہ بارہ سال ہوگی میں اس وقت عربی، فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا اس وقت عم محترم حضرت مولانا فاروق احمد صاحب انوار اللہ مرقدہ (متولد ۱۳۳۴ھ متوفی ۱۳۷۲ھ) کی کتابوں کے ذخیرہ میں اتفاق سے مجھے انکی خود نوشت ڈائری ملی اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ بزم اقیام شہار پور چھپنے اساتذہ کرام میں سے جن کے پاس میں اکثر حاضر ہوا کرتا تھا فیرے مشفق و مہربان استاد حضرت مولانا امجد محمد عبداللہ صاحب مظاہر العالی تھے مولانا موصوف کے اندر ایک خاص بات یہ ہے کہ وہ غیر مناسب اور ناشائستہ حرکات کو دیکھ کر خاموش نہیں رہتے بلکہ اس پر فوراً تنبیہ فرماتے ہیں اس لئے انکی خدمت میں رہ کر طالب علم بے راہ نہیں ہو سکتا اور بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے

انہما کے خلوص کی برہان ہیں انار قلبی توجہات کی پہچان ہیں انار
 سامان تقویت ہیں دل و روح کیلئے بے جان غمزدہ کیلئے جان ہیں انار
 آئینہ دارِ الفت ظاہر میں بے گمان پنہاں تعلقات کا اعلان ہیں انار
 ظاہر ہے دانہ دانہ سے رنگِ فاقہر افسانہِ دوداد کا عنوان ہیں انار

وجہِ سکون ہیں اسعدِ بیتاب کیلئے

رنگینی حیات کا سامان ہیں انار

جناب تسکین قریشی نے جب حضرت دالارح کے مکتوبات کو شائع کرنے کا ارادہ لیا تو حضرت دالارح سے اس کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت نہ دی بلکہ یہ مکتوبات ”صحائفِ اسعد“ کے نام سے شائع ہوئے اس سلسلہ اجازت کے خطوط میں سے ایک خط میں تحریر فرمایا ہے کہ ”میری معروضات کے متعلق ارشاد ہے ”علمی و ادبی نواد کا یہ ذخیرہ دراصل اشاعت عام کے قابل ہے“ البتہ آزاد سہارنپوری کا شعر ہے

قمت کا دھنی ہوں کہ ملا آپ انسان۔ انصاف یہ ہے ورنہ کجا آپ کو با میں

میں اس قدر دانی کے لئے جس قدر شکریہ ادا کر دوں کم ہے اس بہترین فرغ کو ادا کرنے کے لئے حضرت حافظ سے مدد لیتا ہوں۔ **هَذَا كَلَامُكَ الْمَدِينِي شَرُّ النَّوَائِبِ**۔ **اَللّٰهُنِي الدارِينِ خَيْرًا**۔ کم و بیش بیس سال ہوتے ہیں کہ میں نے رت سر میں مسجد خیر الدارین کی یہ تاریخ دیکھی تھی یہ ہے سجدہ خیر الدارین بنا کر دنیا نارت ساجدان نیک پے را۔۔۔ شفیق از بہر نار کشش رقم زد بہر خاک اللہنی الدارین نیرا۔

جناب کی اس اشاعت کی رائے میں محبت کو زیادہ دخل ہے۔ دانی محبت ایک سبب پناہ جذبہ ہے کہ انسان اس کی روشنی میں صرف خاص خاص کو دیکھتا ہے بلکہ دوسری تردد کے جملہ معائب و مشائب کو محاسن و مناقب ہی سمجھتا ہے۔ جناب تحقیق میں تو تقلید آہی یقین فرمائیں کہ میری ہر ذرہ سرائی پر گزرتھینے کے قابل نہیں بلکہ چھپنے کے قابل ہے۔ وہ اشاعت کی مستحق نہیں بلکہ افاعت کی مستحق ہے۔

کہاں میرے خطوط کہاں اشاعت عام ہے۔ بیس تفادیت رہ کجاست تاجا۔

مَجْلِدُ اَمْعَلِ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّكَ اَسْعَدُ ص ۲۲

مَعَالِمُ کِی صِفائی { دَعْدُ خَاضِرِکے صُوفِیہ و مَشَاخِج میں جَعْدُ المَلَّتِ - حَکِیم

الامت حضرت اقدس مولانا تھانویؒ کے خلفاء و مجازین میں خاص طور پر معالمت کی صفائی ایک امتیازی وصف اور نمایاں شان ہے۔ عموماً تصوف زدہ حضرات صفائی معاملات کو ایک لغو چیز سے زائد وقعت نہیں دیتے بلکہ بعض لوگ تو اس کو اپنی کسر شان و توہین سمجھتے ہیں۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے تو معاملات ہی کو تصوف قرار دیا ہے۔ جب ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے تصوف میں کوئی کتاب نہیں لکھی تو فرمایا کہ کتاب النبویہ لکھ تو دی ہے۔

جَعْدُ المَلَّتِ حَکِیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سب سے زائد توجہ معاملات کی صفائی پر مبذول فرماتے تھے ان کے خلفاء میں اسی لئے اس بات کی طرف زیادہ توجہ ہے حجۃ الاسلام حضرت اقدس ناظم صاحبؒ بھی سب سے زائد معاملات کی صفائی پر زور دینے لگے۔ اپنے خدام و متوسلین کو معاملات کی صفائی اور بلندی اخلاق کی بار بار تاکید و وصیت فرماتے تھے۔ اور خود بھی ابھر پوری سختی سے عمل فرماتے تھے۔ تقریباً پانچ برس حضرت کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ حضرت دالارح کی دوسری امتیازی صفات اور بلند عادات کیسے تھے جس چیز کا سب سے زیادہ اہتمام آپ کی زندگی میں پایادہ معاملات کی صفائی اور حقوق العباد کی فکر و ادائیگی اور اخلاق کی بلندی تھی ایک مرتبہ آپ نے یہ دیکھا کہ میرا جوتا ٹوٹ گیا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا بیٹا! جب فلاں صاحب آجائیں تو حضرت دالارح کے مرید یا صفا تھے اور جوتے، موزے وغیرہ تیار کرتے تھے، تو مجھے یاد دلا دینا کہ ان سے جوتے بنوانے میں وہ صاحب تقریباً روزانہ ہی حاضر خدمت ہوتے تھے۔ جب اس نے صاحب آئے تو حضرت والا نے بغیر یاد دہانی خود ہی ان سے فرمایا کہ میرے پیٹے کچے جوتے لوٹ گئے ہیں۔ آپ سے یہاں کمر لیں اور ایک جوتی عمدہ جوتے تیار کروادیں۔ اور مجھ سے ان کے دہی دام بتادیں۔ جو آپ سے دوسروں سے لیتے ہیں۔ حکم کے مطابق انہوں نے صفائی سے عرض کر دیا گو وہ

بتاتے ہوئے شرماتے تھے۔ لیکن حضرت دالاک کی عادت انکو معلوم تھی اور صفائی معاملات کی تاکید وہ حضرت سے بارہا سن چکے تھے اس لئے انہوں نے بھی حضرت دالاک کے حکم پر پس و پیش نہ کی آپ نے تاریخ کبھی مقرر کرادی۔ چنانچہ وہ بالکل وعدہ کے مطابق جوتے لے آئے اور حضرت دالاک نے فوراً طے شدہ روپے ان کو عطا فرمادیئے۔ اور وعدہ کے ایفاء و معاملات کی صفائی کی مزید تاکید و نصیحت بھی فرمائی۔

سلوک و معاملات و اخلاق | آپ اہل انفسوس فرمایا کرتے تھے کہ "آج صفائی معاملات حسن اخلاق دنیا سے مفقود

ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ اس دور میں تصوف و سلوک تسبیح و مصلے کا نام ہے ایسے متصوفین نے عموماً معاملات و اخلاق کو نظر انداز کر دیا ہے۔ حالانکہ معاملات کی صفائی و اخلاق کی پاکیزگی ہی تصوف کی بنیادی چیزیں ہیں۔ جس کے معاملات و اخلاق اچھے نہیں وہ صوفی نہیں ہو سکتا۔ ذکر و تسبیح اور مراقبات تقاسی لئے کرائے جاتے ہیں کہ وہ مثال ادا کر (تعمیل احکام) و اعتنا بن النواہی و منوع چیزوں سے بچنے کا وسیلہ و ذریعہ بن جائیں۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ تصوف کو جس قدر آسان سمجھ لیا گیا ہے اتنا آسان نہیں صوفی بننے کیلئے بڑے مجاہدوں کی ضرورت ہے۔

صوفی نشو و نما کی تندرست دھاریں بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے
صوفی تو ٹھیک جب ہی پختہ ہوتا ہے جب کہ وہ جام محبت کو حلق سے اتار لے اور کسی خام کو
پختہ ہونے کے لئے بہت مجاہدوں کی ضرورت ہے (تصوف محبت الہی و عشق حقیقی
ساکھ زندگی کو حکم الہی کے مطابق درست و معتدل بنادیتے گا تو نام ہے جو ہر ایک کے لب کی بات نہیں
در کیفہ جام شریعت در کیفہ سندان عشق ہر ہر سنا کے نہ داند جام و سندان باختن
ایک ہاتھ میں شریعت کا نازک جام ہوا در ایک میں عشق کا ہتھوڑا۔ ایک دوسرے سے
زا کر دونوں کی حفاظت کا طریقہ کسی بندہ نفس کو معلوم نہیں ہوتا۔

مداقعہ بھی یہی ہے کہ آج کے دور میں تدین کی معراج الٹی رسیدھی نماز، نوافل اور
سجودات کو سمجھا جاتا ہے۔ اور تصوف و طریقت کی معراج تسبیح و مراقبات اور خلافت
نبیہ، قلہ اور چلہ میں سمجھی جاتی ہے۔ نہ کسی کی اصلاح کرنا مقصود اور نہ کسی کو اصلاح

لینا مطلوب، ہو گا اس قسم کے لوگ معاملات میں نہایت گندے اور اخلاق میں نہایت
 پتھ ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کے پاس عجب خود پسندی اور استکبار و پندار کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا
 خواجہ پندار د کہ دار د حاصلے : حاصل خواجہ بجز پندار نیست
 دیر جی خیال فرماتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی معقول مفید حال ہے۔ حالانکہ ان کے پاس اپنے زعمِ بطل کے سوا کچھ بھی نہیں
 اگر تسبیح دھلے اور جبے قلعے سے مرعوب ہو کر کچھ ناواقف و بوقوف لوگ مصافحہ کرنے
 لگیں۔ تو ایسے حضرات سمجھتے ہیں کہ ہماری عبادات اور مجاہدات کو شرف قبولیت حاصل
 ہو گیا۔ اور ان متصوفین کو جہاں خلافت ملی تو گویا دربارِ مرشد سے جنت کا ٹکٹ
 حاصل ہو گیا۔ اب تو جنت ہماری اور ہمارے باپ دادا کی ہے۔ چنانچہ خلافت و اجازت
 کے بعد وہ سب مجاہدات تقریباً ختم ہی ہو جاتے ہیں۔ جنہوں نے خلیفہ جی کو اس
 منزل تک پہنچایا تھا۔ بس کچھ ایسی چیزیں جو ظاہر داری کے لئے ضروری ہوتی ہیں
 باقی رہ جاتی ہیں۔ مثلاً ذکر و فکر میں سے صرف ذکر کی صورت رہ جاتی ہے۔

ناظرینِ کرام معاذِ عزائیں میں نے تلخ تجربات و ذاتی مشاہدات کو بہت
 ہی احتیاط و ادب کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ اس میں کسی کی ذات پر پیش نظر
 ہرگز نہیں البتہ اہل تصوف و طریقت کے لئے یہ حقائق عبرت و نصیحت کے الٹی ضرور ہیں
 یہ اس لئے عرض کر دیا گیا کہ ہمارے کچھ احمق و اعطیلین ایسے موقعوں پر ہمیں
 بوقوف سمجھ کر وعظ بے جا سے لوازنے اور ہمارے کان چبانے لگتے ہیں۔ اور ہم
 ایسے نصیحت گردوں کو بجا طور پر مرضِ دلوانگی میں مبتلا سمجھتے ہیں۔

واعظانہ طرہاً ہم کو قیامت کے بیان سے : دیکھی ہے ان آنکھوں نے قیامت کی نظر بھی
 حضرت والارم اپنے متوسلین کو ایسی سخت و دناوت سے دور رکھنے کی
 پوری کوشش فرماتے تھے۔ اگر اتفاقاً کسی میں اس قسم کا مرض محسوس فرمایا
 تو اتنا گہرا آپریشن فرماتے تھے کہ پندار کا سارا مواد خارج ہو جاتا تھا۔ آپا پ
 مریدین و متوسلین کو ہمیشہ تاکید فرماتے تھے کہ
 اندر میں راہ می تراش و می خراش تار می باشی دے غافل مباش
 یعنی زندگی بھر اپنی اصلاح کی فکر اور اس کے اہتمام میں لگے رہنا چاہیے

ایک سانس بھی اپنے آپ سے غافل نہ رہنا چاہیے، حضرت دالاح فرماتے تھے سہ
 یا تو تھی دائم مجھے آرام و راحت کی تلاش
 یا بنا ہوں خرمین دل کیلئے خود برقی پاش
 گو حقیقت میں ہے یہ رنج و مصیبت کی تلاش
 گو مرا ہر عضو تن ہوتا ہے وقف ارتعاش
 گو مرے قلب و جگر ہوتے ہیں پھٹکر پاش پاش
 آنکھ سے کہتا ہوں دائم، خواش آدمی تراش
 دل سے یہ تاکید ہے غافل مشو، غافل سباش
 ابتداء عاشقی سے ہے یہی رنگ و نماس

مولانا عبدالقیوم صاحب لکھتے ہیں کہ ۛ

حضرت دالاح کی زندگی اَلْمُسْلِمُ مِّنْ سَلَمِ الْمُسْلِمُونَ مِّنْ
 بَنَانِهِ وَدَلِیْہِ ذِی اُئْمِنَہ دار تھی۔ آپ کو حقوق العباد کا بڑا خیال رہتا تھا۔ اگر اپنی طرف سے
 کسی کی حق تلفی و ایذا کا ادنیٰ شبہ بھی ہو جاتا تھا تو فوراً بے تکلف اس سے معافی
 طلب کرتے اور حتی الامکان اس کی تلافی کی کوشش فرماتے تھے خواہ وہ شخص آپ
 کا شاگرد، خادم اور حلقہ گجوش مریدی کیوں نہ ہو اور جب تک ایسا ہو نہیں جاتا تھا
 آپ بے قرار رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم کو اس کی ناشائستہ حرکت پر سخت
 ججہ میں تنبیہ فرمائی۔ مھوڑی دیر کے بعد اپنے اس طرز فہمائش پر پتھلنے
 لگے اور پریشان ہو گئے۔ ناکارہ نے عرض کیا کہ حضرت ایسی ناشائستہ حرکت
 پر آپ کا ڈانٹنا ضروری تھا۔ اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟
 فرمایا کہ نہیں دیہات میں نرم لہجہ میں بھی تو کہہ سکتا تھا۔ تم نے دیکھا نہیں
 تھا کہ میرا لہجہ کتنا سخت تھا۔ بالآخر کسی گھنٹوں کی تلاش کے بعد وہ طالب علم
 لا۔ حضرت دالاح نے اس سے معافی طلب کی اور اس کی دلجوئی کی تب دل
 ہوا سکون ہوا۔ اس قسم کے بیسیوں واقعات میرے سامنے پیش آئے۔
 حضرت دالاح کسی بھی انسان کو ایذا پہنچانے کو بدترین گناہ سمجھتے تھے۔

اور اس سے بچنے کی اپنے خدام و تلامذہ کو برابر تاکید فرمایا کرتے تھے۔ ایسے موقعوں پر اکثر یہ شعر ورد زبان ہوتا تھا کہ

مباشرت در پئے آزار و ہر صبح خواہی کن کہ در شریعت ما ہیج از بی گناہ نیست

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی **ایک بھنگی سے معافی** فرماتے ہیں کہ ”

حضرت کا معمول تھا کہ بعد عصر مکان تشریف لیجا کہ گھر کی ضروریات دریافت فرماتے اور انکا انتظام کرتے، ایک مرتبہ حسب معمول دارالطلبہ سے مکان تشریف لے جا رہے تھے۔ احقر اور دو رفیق ساتھ تھے۔ مکان کی طرف جانے والی گلی میں ایک موٹر ہے۔ جب اس جگہ پہنچے تو ایک بھنگی نے پائخانہ کا لوکرہ بھینکا جس سے کچھ چھینٹیں ایک ساتھی کے کپڑے پر پڑ گئیں۔ حضرت نے فرمایا ”اندھے ہو گئے ہو دیکھ کر ڈالا کرتے ہیں“ اس کے بعد آگے بڑھ گئے۔ چند قدم کے بعد ہی فرمایا کہ میں نے اس بھنگی کو سخت بات کہی اس کو تکلیف ہوئی ہوگی۔ اس سے معافی مانگنی پڑی ہے۔ بہت تلاش کیا گیا مگر وہ نہ ملا۔ اس کے بعد حضرت کو فوجی ہوئی۔ اس کا نقشہ اب تک انکھوں کے سامنے ہے۔ عجیب اختلاجی کیفیت تھی حضرت دارالمرحمان نہ جاسکے بہ مشکل اقامت گاہ پر پہنچے۔ بار بار یہی فرماتے رہے۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ سب نے تسلی دی کہ حضرت قصور اس بھنگی کا ہے۔ آپ نے کوئی ایسی سخت بات نہیں فرمائی۔ بہت دیر کے بعد چپو کم تپہ ہوئی۔ لیکن ختم نہیں ہوئی۔ دوسرے دن کئی بار فرمایا۔ مجھے یاد دلانا بعد عصر اس جگہ چلنا ہے۔ چنانچہ بعد نماز عصر وہاں تشریف لے گئے۔ اور بھنگی وہاں مل گیا۔ حضرت کے الفاظ مجھے یاد ہیں فرمایا۔

”بھائی میں نے کل تم کو سخت بات کہی تھی۔ تم کو تکلیف ہوئی ہوگی معاف کر دو“ وہ ندامت سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اور عاجزی کرنے لگا۔ اور کہا سرکار ہم آپ کے غلام ہیں۔ مجھ سے ہی غلطی ہو گئی تھی۔ مجھے اس طرح لو کرہ

بھینکنا نہ چاہیے تھا۔ مگر حضرت بار بار یہی فرماتے رہے کہ معاف کر دو۔ آخر اس نے کہا سرکار میں نے معاف کر دیا۔ اس کے بعد حضرت نے اپنی جیب میں بلی تھوڑا ل کر اس کو کچھ رقم دی۔ جس کی تعداد معلوم نہیں۔ سنیدم کہ مردان راہِ خدا دل دشمنان ہم نکر ذلت ننگ رہیں نے سنا کہ اللہ دالے دشمنوں کو کبھی نہیں رستاتے،

ترا کے میسر شود ایں مقام کہ بادستانِ خلاف است جہانگ
ر تھ کو یہ مقام کہاں نصیب ہو سکتا ہے کہ تو دوستوں ہی سے لڑتا ہے،

۱۲۷۳ھ میں جب آپ کی نظامت علیا اٹھلا ہی سال تھا۔ اور آپ خوب صحت مند و ندرت تھے۔ میرا کمسنی کا دور تھا۔ شاید ۱۳/۱۴ برس کی عمر ہی ہوگی آپ حسبِ عادت نماز فجر سے پہلے اور بعد میں دارالطلبہ قدیم کے تمام کردانی چکر لگاتے۔ اور اس بات کی پوری کوشش فرماتے تھے کہ کسی طالب علم کی جماعت یا نماز قضا نہ ہو جائے۔ ایک دن حسبِ معمول فجر کی نماز کے بعد آپ تیزی سے ہم لوگوں کے کمرہ میں تشریف لائے۔ میری جماعت جھوٹ گئی کھٹی نو عمری کا وقت تھا۔ جس میں نیند کا غلبہ ہوتا ہی ہے۔ پھر رات کو دیر تک تکرار و مطالعہ میں مشغولیت رہتی تھی۔ میں سر پر مفلر باندھتے ہوئے نماز کے ارادہ سے کمرہ سے نکل رہا تھا۔ سامنے سے حضرت دالارح کو تشریف لائے دیکھ کر مارے ہیبت کے گویا روح قبض ہو گئی۔ حضرت دالارح نے فوراً پوچھا ”نماز پڑھ لی“ گھبراہٹ میں زبان سے نکل گیا ”جی حضرت پڑھ لی“ مگر میری حالت سے شاید حضرت کو شبہ ہو گیا۔ اس لئے کمرہ والوں سے پوچھا کمرہ والوں نے کہہ دیا ”نہیں پڑھی“ پھر تو حضرت دالارح کو غصہ آ گیا۔ کیونکہ حرمِ قدس ہو گئے تھے، جماعت کا فوت ہونا اور اس پر جھوٹ بولنا، جھوٹ بولنے پر حضرت دالارح کو بہت ہی غصہ آتا تھا۔ فوراً پلٹ کر میرے ایک ہاتھ مارا۔ اور فرمایا جھوٹ بھئی بولتے ہو۔ میں نے ایک دم اس سرور سے کہنے کو بھٹکا دیا۔ تو ہاتھ سر پر لگنے کی بجائے مفلر کے ادھر کے حصہ پر لگا۔ اور میں دوڑتا ہوا مسجد میں پہنچ

گیا اور نماز ادا کر لی۔ حضرت دالاح نے اس ایک تھپڑ کی وجہ سے لگا بھی نہ کھتا۔ اور
میں قصود دار اور سزا کجا طور پر مستحق بھی تھا۔ کئی بار معافی مانگی۔ اور اس کو۔
کئی سال تک یاد رکھا۔ جب بھی آپ اس بات کو یاد فرما کر معذرت فرماتے اور
معافی کا سوال کرتے تو خادم کترین پانی پانی ہو جاتا اور عرض کرتا کہ حضرت مرتبی کو
سزا دینے کا حق ہے اور وہ تھپڑ تو میرے لگا بھی نہ کھتا۔

حضرت اقدس مولانا تھانویؒ نے بھی حضرت دالاح کی اس عادت مبارکہ
کی بڑا تکریم فرمائی تھی کہ ان کو اعتراض تصور میں عار نہیں ہے یہ خاکساری تھا
ترسی، نیکر آخرت کا نتیجہ تھا، حضرت دالاح کا ارشاد ہے سہ

خاکساری ہمارا شیوہ ہے سب سے ملتے ہیں مہر و الفت سے
دل ہمارا ہے مثل آئینہ سخت بزار ہیں کدورت سے

تنبیہ و تنبیہ کی عجیب انداز آپ کی عادت تھی کہ غلطی پر ضرور تنبیہ
فرماتے تھے۔ لیکن تنبیہ کا ایک

عجیب اور نرالا انداز ہوتا تھا۔ جو عموماً ناگوار نہ ہوتا تھا۔ اور اگر مخاطب کی ناگواری
کا ادنیٰ شبہ بھی ہو جاتا تو آپ تنبیہ فرمانے کے بعد ناگواری و تکلیف کی معافی
مانگ لیتے۔ اور کسی ادنیٰ سے ادنیٰ شخص سے معافی مانگنے میں آپ کو کوئی حجاب
نہ تھا۔ جیسا کہ اوپر کی سطروں سے اسکی وضاحت ہو چکی ہے۔

ایک مرتبہ ماتم السطور نے نماز فجر میں پوری سورہ یسین شریف پڑھ
دی۔ ظاہر ہے کہ نماز طویل ہو گئی تھی۔ حضرت دالاح کو تعب ہوا۔ نماز کے
بعد حضرت نے اس لقب و مشقت کا اظہار کیا اور عتاب فرمایا۔ عتاب
میں صرف یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ بیٹا! آج تو آپ نے سورہ یسین پڑھنے
کے قابل کر دیا، یعنی ہم نماز کے طویل ہو جانے کی وجہ جاں بلب ہو گئے
اور گویا اس حالت کو پہنچ گئے جس میں سورہ یسین پڑھی جاتی ہے۔
سُبْحَانَ اللَّهِ اس عتاب میں کس قدر لطف تھا اس جملہ میں
لفظی و معنوی کتنی حلاوتیں پنہاں تھیں۔ اور اس نرالے انداز میں

کسی پر لطف تنبیہ و نصیحت کتنی۔ حضرت دالارم کو جن سے قلبی تعلق ہوتا ان پر عتاب بھی زیادہ ہوتا تھا۔ اور پھر تسلی بھی دیتے تھے اور بار بار ارشاد فرماتے تھے

اِذَا ذَهَبَ الْعِقَابُ فَلَيْسَ وَدًّا دَيِّقِي الْوَدَّ مَا بَقِيَ الْعِقَابُ
جب عتاب نہیں رہتا محبت بھی نہیں رہتی اور محبت ایسوت تک رہتی ہے جب تک عتاب نہ رہا ہے

حضرت دالارم کا شعر ہے کہ

تکلیف اس کو دیتے ہیں جس سے ہو ربط خاص
ہم جانتے ہیں قدر سہمہائے یار کی

جن خدام و متعلقین سے ربط خاص ہوتا تھا۔ انہیں لوگوں پر عتاب بھی ہوتا تھا اور جن کی محبت اور تعلق پر آپ کو اعتماد ہوتا۔ ان کے ساتھ اس سے بڑھ کر محبوبانہ برتاؤ فرماتے۔ زجر و توہین اور ڈانٹ ڈپٹ بھی فرماتے اور ان کی ہر طرف بہت ہی متوجہ رہتے تھے۔ حضرت دالارم جب اپنے کسی خادم کی غلطی پر ناراض ہوتے اظہارِ خفگی فرماتے اور بعض مرتبہ واقعہ آپ کو اتنا غصہ بھی آجاتا کہ چہرہٴ الودر ایسا سرخ ہو جاتا کہ گویا انار کے دانے آپ کے حسین و جمیل رخساروں پر توڑ دیئے گئے ہیں۔ لیکن ایسی حالتِ غضب میں ابھی اگر خادم کی زبان پر دعائی کا لفظ آجاتا تو آپ کا غصہ دور ہو جاتا اتنا کہتے ہی در حضرت معاف فرما دیجئے مجھ سے غلطی ہو گئی، آپ کی انتہائی خفگی انتہائی نرمی و شفقت میں تبدیل ہو جاتی۔ عتاب کا سلسلہ فوراً بند ہو جاتا اور فرماتے ”جاء معاف کیا“

اور فرماتے ہوئے شفقت و مہربانی کی کیفیت بڑی پُر بخش و مہرور ہوتی کتنی۔ بسا اوقات ایسے موقع پر آپ پر رفت و گریہ طاری ہو جاتی اور آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے تھے۔
مولانا محمد اللہ صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ :

”فکر آخرت، استغراق اور خوف و خشیت خداوندی کا اس قدر

غلبہ تھا کہ بات بات پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ حضرت دالارح کے یہاں جو طالب علم، کوئی عالم یا عام مسلمان خدمت میں حاضر ہوتے آپ ان کو مزدور کوئی نہ کوئی نصیحت فرماتے اس کے بعد ہمیشہ یہ معمول دیکھنے میں آیا ہے کہ حضرت پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ اور حضرت یہ فرماتے کہ شاید آپ کو میری بات ناگوار گذری ہو، معاف فرمادیں اور یہ کہہ کر رد نہ لگتے۔ بعض اوقات حجر دوس سے طلبہ کو اور عام لوگوں کو ان کے مکانات سے بلا کر معافی مانگتے تھے۔

کتابوں سے عشق | حضرت دالارح کتابوں کا بہت ادب کرتے اور علوم و فنون کی کتابوں کی بے حد قدر دانی فرماتے تھے، خصوصاً دینی کتب کا بہت احترام کرتے، اور ان کے جمع کرنے کا بھی کافی اہتمام فرماتے تھے۔ آپ کے پاس کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا جو مختلف زبانوں میں علوم دینیہ و ادبیہ پر مشتمل تھا۔ جن میں سے اکثر کتب اخیر عمر میں جامعہ مظاہر علوم سکھارن پور کے کتب خانہ میں وقف فرما کر داخل کرا دیں۔ آپ اپنے خدام اور طلبہ کو کتابوں سے وابستگی و قدر دانی کی وصیت فرماتے۔ آپ فرماتے کہ خَيْرُ جَلِيسٍ فِي الزَّانِ كِتَابٌ دُنْيَا مِیں كِتَاب سے بہتر کوئی نہ تھی نہیں ہو سکتا، حضرت دالارح نے فرمایا ہے رُبَّ اَعْمٰی

علم و ہنر و عقل کا رہبر ہے کتاب دنیا کے لئے ہادی و رہبر ہے کتاب کرتی ہے دل و جاں کو مومن و مسعد

لاریب جو اب شہر خاوری ہے کتاب

ایک اور جگہ زبانِ شعر میں کتاب کی افادیت و محبوبیت کا اظہار اس طرح فرمایا ہے

دلرباؤ دلکش و دلدار و دلبر ہے کتاب
جہاں فرزند و جاں نواز و روح پرور ہے کتاب
فیض بخش و مہربان و لطف گستر ہے کتاب
وجہ تسکین دل پر درد و مضطر ہے کتاب

روح کو کندن بنا دیتی ہے علم و فضل سے
 وش والو! تم کو حنڈ جاں بنانا چاہئے
 علم و ہنم و عقل و دانائی کا دفتر ہے کتاب
 بے غرض بے لوث، غیر اندیش و مخلص خیر خواہ
 قدر دانوں کیلئے کبریتِ احمر ہے کتاب
 آجکل کے دوستوں سے خوب خوشتر ہے کتاب

مست ہو کر تھومتے ہیں طالبانِ معرفت
 بادہ اسرار کا لبریز ساغر ہے کتاب

کتاب اور منظوم میں ارشاد فرماتے ہیں
رَدِّ فِتْنِ دینِ پیمبرِ ہو کتاب

بے بہت نیک نجت و خوش نصیب
 جگمگا جاتی ہے دنیا قلب کی
 جس کو دنیا میں میسر ہے کتاب
 روکش ہر منور ہے کتاب
 رَدِّ فِتْنِ دینِ پیمبر ہے کتاب
 انتخابِ بہت کشود ہے کتاب
 ہفت کشور کا یہی ہے فیصلہ
 منکشف ہوتا ہے عالی درجہاں
 جامِ جمشیدی سے بہتر ہے کتاب

ہم کو ہونا چاہئے اس کا خیال
 کوئی بدتر کوئی بہتر ہے کتاب

زینتِ اربابِ خلوت ہے کتاب
 مخزنِ اسرارِ حکمت ہے کتاب
 رَدِّ فِتْنِ اصحابِ جلوت ہے کتاب
 معدنِ انوارِ ملت ہے کتاب
 رافعِ آلام و کلفت ہے کتاب
 میکہِ انوارِ قدرت ہے کتاب
 آفتابِ علم و حکمت ہے کتاب
 ماہتابِ علم و حکمت ہے کتاب
 مرشدِ راہِ ملالت ہے کتاب
 ہادیِ طورِ شریعت ہے کتاب

کو کب تابانِ قسمت ہے کتاب
 مہرِ گرہِ دولِ لیاقت ہے کتاب

پسندیدہ کتابیں | حضرت دالامِ مخربِ اخلاق، لایعنی افسانوں، عشقیہ
 اشعار، اور شہوت پرست شاعروں کے دیوانوں کو

بہت ناپسند فرماتے تھے۔ طلبائے علوم دینیہ کے لئے غیر متعلقہ کتابوں اور فضول مشغلوں کو بھی ان کے لئے انتہائی مضر سمجھتے تھے۔ آپ ان کو ہمیشہ ترغیب و تاکید فرماتے تھے کہ نہ اپنے اوقات عزیز کو مفید و مقصود کاموں اور علوم عالیہ کی ترقیوں میں لگائیں۔ اسی سلسلہ کے آپ کے دو شعر لفظ فرماتے ہیں

نیک سیرت، پاک باطن دوستوں کا ساتھ کھتا
باغ میں جا کر ہمارا دل ہوا تھا باغ باغ

مولوی صاحب سجاد فرماتے تھے کل

کم سینوں کے واسطے اچھا نہیں دیوانہ باغ

اد پر عنوان ”روح دین پیہر ہے کتاب“ کے آخری شعر میں بھی اسی پر تنبیہ فرمائی گئی ہے۔ آپ طلبہ کے لئے شعر گوئی کو بھی ناپسند اور علوم و فنون کی تحصیل میں حارج و خلل انداز سمجھتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں

اثر حب طالبان علم پر ہوتا ہے شیطان کا خیال شاعری میں وقت کو برباد کرتے ہیں

مطالعہ کو حضرت دارالرح کو ابتدا لئے عمر ہی سے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ آپ نے جملہ علوم و فنون کی کتابوں کا مطالعہ فرمایا ہے۔ تمام قدیم و جدید ادیبوں اور شاعروں کی کتابوں اور دیوانوں کا بھی آپ نے مطالعہ فرمایا تھا۔ حق تعالیٰ نے حافظہ بھی بڑا زبردست عطا فرمایا تھا۔ ہزار ہا منتخب اشعار آپ کو محفوظ تھے۔ جن کو موقع بہ موقع پڑھتے رہتے تھے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ آپ کس طرح حرب اشعار پڑھتے تھے۔ آپ کتب متعلقہ کا مطالعہ بھی بڑی پابندی و انتہائی سے فرماتے تھے۔ کبھی بغیر مطالعہ کے سبق نہیں پڑھاتے۔ صنف پیری میں بھی آپ کا یہ معمول برقرار رہا۔ طلبہ کرام کو بھی مطالعہ کی سخت تاکید فرماتے۔ آپ نے نظم میں بھی مطالعہ کی اہمیت بیان فرما کر اس کی تاکید و ترغیب فرمائی ہے۔

ہے رحمتِ وسیع کا آئینہ مطالعہ

انسان کو بنانا ہے اکمل مطالعہ
دنیا کے ہر سہرے ہے افضل مطالعہ
کرتا ہے دورِ جہل کی دلدل مطالعہ
دیتا ہے یہ پناہ تہیدِ ستِ علم کو
یہ تجربہ ہے خوب سمجھتے ہیں وہ سبق
ہم کیوں مطالعہ نہ کریں ذوقِ شوق سے
ناقص تمام اُمرِ وہ رہتے ہیں علم میں
رگدگ میں کوٹ کوٹ کے بھرتا ہر ذوقِ علم
کھلتے ہیں درازِ علم نہیں کے قلوب پر
ہے تشنگانِ رشد و ہدایت کے دلِ وسط
میں تو کروں مطالعہ شوقِ شوق سے
اسعد مطالعہ میں گزار دو تمام عمر

اسعد مطالعہ کو کبھی تم نہ چھوڑنا

کہ تلہ ہے دل کو رشکِ جہلِ مطالعہ (رائینہ)

دورِ جوانی میں ایک طویل عرصہ تک حضرت دارالمعول کا معمول یہ رہا ہے کہ کتبِ متعلقہ و معمولاتِ مختلفہ کے ساتھ کسی کتاب کے سوا صفحات کا مطالعہ روزانہ فرماتے تھے۔ اس التزام و مداومت کی برکت سے آپ نے جملہ علوم و فنون کی بیشتر کتابوں کو دیکھ ڈالا تھا۔ اور علوم میں انہماک و وسعتِ مطالعہ کی بدولت آپ کی نظرِ علوم و فنون پر اس قدر وسیع تھی کہ ایسی وسعتِ نظرِ علماء میں تقریباً نایاب ہے۔ آپ نے قدیم و جدید شعرا کے تمام دیوانوں اور فنونِ ادب پر کئی تمام کتابوں کا مطالعہ بھی فرمایا تھا۔ اور مطالعہ صرف برائے مطالعہ نہ تھا۔ بلکہ علوم کے مسائل

تحقیقات، شخصیات کی معلومات، دوا دین کے اشعار آپ کو ایسے مستحضر تھے کہ جب کسی علم و فن پر گفتگو کی جاتی، مسائل کی تنقیح کی لذت آنی معقول و منقول میں حوالہ کی ضرورت پڑتی، کن شخصیت کے متعلق معلومات فراہم کی جاتیں یا کسی موضوع کے متعلق اشعار پڑھے جاتے یا سوال کیا جاتا تو اسی علم و فن، شخصیات و اشعار، مباحث و تحقیقات پر ایسی برجستہ گفتگو فرماتے کہ گو متعلقہ مبحث کی کتابیں ہمارے دروازہ اشعار کے دیوانے آپ کے سامنے کھلے ہوئے موجود ہیں۔

محنت و مشقت کی عادت | علوم و اعمال میں محنت و جدوجہد آپ کی ایسی عادت ثانیہ بن گئی تھی کہ آپ ضعف

دیرپہی ادا امراض کے باوجود جس قدر محنت فرماتے تھے بڑے بڑے تو انا دے تو مند جوان اس کی ہمت نہیں کر سکتے۔ آپ نے ابتدا ہی سے خود کو محنت و مشقت کا خوگر بنالیا تھا۔ حضرت دالاج نے اپنی پوری زندگی تعلیم و تہذیب و تقویت حق پر صرف فرمادی۔ محنت کے سلسلہ میں کچھ وضاحت اسی باب میں عنوان ”صحیح محنت“ کے تحت کی جا چکی ہے۔

ملا مت کی پرواہ نہ کرنی چاہیے | حضرت دالاج کا خیال تھا کہ اپنے عزیز اوقات حیات کو صحیح کاموں

اور مفید محنتوں پر صرف کرتے رہنا اور خود کو صحیح راستہ پر قائم رکھنا چاہیے۔ اتباع سنت، زندگی میں سادگی کیسا تھو حق تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھا جائے اور غیر کی طرف التفات نہ کرنا چاہیے کہ اللہ کی رضا میں غیر کی رضا کا بندہ شرک ہے اور اپنے غضب العین پر مضبوطی سے جم جانا چاہیے۔ اور معتزنین کے اعتراضات کی پرواہ ہرگز نہ کی جائے۔ بلکہ ان کے اعتراضات کا بس یہ جواب ہے کہ

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی پرستی بازی کرتا ہے ہاں ہاں کرتا ہوں دنیا سے مجھے کوئی مطلب نہیں (دنیا کہتی ہے کہ خسرو بت پرستی پرستی بازی کرتا ہے) ہاں ہاں کرتا ہوں دنیا سے مجھے کوئی مطلب نہیں یعنی مجھے دنیا کی پرواہ نہیں اچھا ہے یا برا مجھے تو اپنا کام کرنا ہے اور بس یہ تو نہ چھوٹے مجھ سے یا رب تیرا جھٹنا ہے غضب یوں نہیں راہنی ہوں مجھے چاہے زمانہ چھوڑ دے

انگریزیت سے نفرت

حضرت دالارح اختیار دکن اور مساق کی مشابہت سے

بہت ہی متفرق تھے۔ آپ ان طبقات سے کٹے تھے
 بھی مشابہت کو گوارا نہ فرماتے تھے خصوصاً اہل علم کیلئے اس مشابہت کو داغ نازیبا
 اور شانِ علم کے خلاف تصور فرماتے تھے۔ اگر کسی کو اس حرکت میں مبتلا دیکھتے تو بڑی
 دل سوزی سے اس کو نصیحت فرماتے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی
 مَنْ تَشَبَهَ لِقَوْمٍ فَرِعُوا مِنْهُمْ رَجُلٌ جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہیں
 میں شمار ہوگا، پیش فرما کر سخت تاکید فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ میں ایک لمبا کوٹ
 پہن کر حاضر خدمت ہوا۔ میں نے اس کوٹ میں تغیرات کر کے اس کی انگریزی
 وضع کو ختم کر دیا تھا۔ اور اسلامی وضع کے مطابق کر لیا تھا۔ میری حاضری کی وقت
 آپ وضو فرما رہے تھے۔ آپ نے اول و پہلے میں بہت ہی تعجب و افسوس کے
 لہجہ میں ارشاد فرمایا، ”بیٹا میں آپ کے اوپر انگریزی لباس دیکھ رہا ہوں“
 میں نے عرض کیا حضرت دالارح مطمئن رہیں یہ انگریزی لباس نہیں ہے۔ میں نے
 اس کو بالکل اسلامی وضع کے مطابق کر لیا ہے۔ حضرت دالارح نے ارشاد
 فرمایا، ”اس سلسلہ میں آپ کا قول معتبر نہیں ہوگا۔ آپ صاحبِ معاملہ و مدنی
 ہیں“ قریب میں صاحبِ زادہ محترم مولانا محمد اللہ صاحب کھڑے تھے۔ میں
 نے ان سے کہا کہ گواہی دے کہ حضرت کو مطمئن کریں تو انہوں نے فرمایا کہ
 ”یہ انگریزی وضع کا تھا۔ لیکن مولانا نے اس کی وضع کو تبدیل کر کے اس
 کو مسلمان کر لیا ہے۔ اب اس میں کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں رہ گئی ہے“
 حضرت دالارح نے فرمایا مجھے بھی تو تعجب ہو رہا تھا کہ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں
 اب اطمینان ہو گیا۔ بیٹا غیروں کی مشابہت بہت ہی خطرناک چیز ہے۔

حضرت دالارح نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ در ایک مرتبہ ہمارا ایک دعوت میں
 جانا ہوا۔ اتفاق سے وہاں پر کھانا کھلانے کیلئے میز کرسیوں کا انتظام تھا۔
 جو انگریزی طریقہ ہے۔ جانے کے بعد وہاں سے چلے آنا بھی مناسب نہ تھا۔ صاحبِ
 خانہ کی دل شکنی۔ امدادِ حباب سے بے مروئی کا شائبہ تھا۔ اور کرسی پر کھانا انگریزی

مشابہت سے خالی نہ تھا جو اہل علم کی رشا یاں شان نہیں اس لئے میں نے اس موقع پر وضع بدل دی تھی کسی کے اوپر دوزخو ہو کر بیٹھ گیا۔ اور سنت کی ہدایت کو بقدر وسعت اختیار کر لیا تھا۔ اور الحمد للہ اس کا اثر اہل مجلس پر ہوا اور انگریزی وضع سے ان کو تنفر ہوا۔

ردیوبندی لوطی،، (جو گاندھی کی طرف منسوب لوطی کے مشابہ ہوتے ہیں) کو بھی آپ ناپسند فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ صلحاء کا لباس نہیں اس میں اختیار کی مشابہت کی بڑا آتی ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

حضرت والاہ کا سیاسی نظریہ | انگریزی داں ہونے کے باوجود آپ کی زندگی پر اس کا کوئی اثر نہ تھا

ہاں آپ نے انگریزی کو ذریعہ بنا کر انگریزی طبقہ کو بے حد متاثر کیا اور ان کے دل و دماغ پر اسلامی عظمتوں کا رنگ بڑھایا اور اسلامی اقدار کا سکھانے کے دلوں پر بٹھا دیا ہے۔ انگریز کو وہ اسلام کا بدترین دشمن خیال فرماتے تھے۔

برناڈشاہ کا وہ مشہور مقولہ نقل فرماتے کہ ”دنیا میں سب سے بہترین چیز اسلام اور بدترین چیز مسلمان ہے کیونکہ اس نے اس نعمتِ عظمیٰ کی قد پادانی نہیں کی“ اور نہایت جوش میں فرماتے کہ اس نے مسلمانوں کو بڑی زبردست گائی دی۔ اور ان کی بہت کمزوری کی ہے انداز بڑا خوبصورت ہے مگر اس میں اسلام دشمنی اور مسلمانوں سے عداوت کا نہ ہر چھپا ہوا ہے۔ آپ نے عیسائی پادریوں سے اپنے دور شباب میں ڈٹ کر مقابلہ کیا اور عبدالحق پادری اور دوسرے پادریوں سے نیرفتہ ماہو کہ ان کو شکستِ فاش دی ہے۔ آپ ان سے مقابلہ کرنے کے لئے ان کے گرجوں میں گھس جاتے۔ اور ان سے مناظرے کر کے اسلام کی فتح کا جھنڈا لہرا دیتے۔ انگریزی اقتدار کے دور میں آپ نے پادریوں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ مناظروں کے ان مناظر کو دیکھنے والے آج بھی بہت سے اپنا د دنیا میں موجود ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ انگریز اسلام کا بہت پھالاکتہ دشمن ہے۔ اس لئے آپ اس

کے وجود کو ہندوستان میں خصوصاً منحوس سمجھتے تھے اور آزادی وطن کی کوشش کو جہاد خیال فرماتے تھے۔ لیکن کیف مالتفق دوسری قوموں کے ساتھ مل کر استعمار میں وطن کی جدوجہد میں آپ وہ سنگین خطرات محسوس فرماتے تھے جن کا ”کانگریسی مسلم لیڈروں“ کی برکت سے آج مشاہدہ ہو رہا ہے۔ آپ کا سیاسی نظریہ بعینہ وہی تھا جو آپ کے جد اکبر حضرت علامہ مفتی محمد سعد الدہلوی صاحب اور ان کے بعد آپ کے مربی و مرشد حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا کہ ”مسلمانوں کے دینی و ملی تشخص کے بقا کے ساتھ ایک باقاعدہ مسلم تنظیم اور تمام اسلامی روایات کے تحفظ کی ضمانت کے بعد استخلاص (آزادی) وطن کی تحریک میں مشغول ہونا چاہیے۔ ورنہ جب دوسروں کی طرف سے غدر و عہد شکنی کا معاملہ ہو گا۔ (جو نصوص کی روشنی میں یقینی ہے) تو کیف مالتفق شمول کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مسلمان بکھرے ہوئے تسبیح کے موتیوں کی طرح منتشر ہوں گے۔ اور ان کی اجتماعیت اور سیاسی وحدت وجود میں نہ آ سکے گی۔ اس نظریہ کی صداقت اور مبنی بر حقیقت ہونے کا آج ہم اس طرح مشاہدہ کر رہے ہیں۔ جس طرح دو پہر کے وقت سورج کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ دے سب طاق لٹیاں ہو گئے۔ عہد سب لٹ پھوٹ گئے۔ جو دودھ کی نہروں کے خواب دکھائے گئے تھے ان کی تعبیر خون کی نہروں کی صورت میں رد نما ہو گئی۔ آج وہ سب کچھ ہو گیا جو ایک لوریہ نشیں قلندر نے خالقِ ابدادیہ تھا نہ بھون میں بیٹھ کر فرما دیا تھا ”قلندر ہر جہ گوید دیدہ گوید۔ کسے حقیقت نگاہوں کے سامنے موجود ہے فنا للہ کانا الیہ راجعون۔“

ہم درد کی دوا اور ہر مرض کی شفا

حضرت دالارح کا ایک اہل نظریہ اور مستقل فیصلہ وہی تھا

جو ایک متدین و خدا ترس عالم اور حقیقت آگاہ رہبرِ دانا کا ہونا چاہئے اور وہ یہ کہ تمام ملی مسائل اور جملہ اجتماعی و انفرادی مشکلات کا حل قرآن و سنت اور دین و شریعت میں موجود ہے۔ لہذا کوئی اجتماعی سیاسی مسئلہ ہو یا انفرادی

و شخصی معاملہ اس کو قرآن و سنت و شریعت پر پیش کر کے اس کا حل تلاش کرنا چاہیئے اور کسی حال میں بھی دین و شریعت سے ہٹ کر مسائل کا حل کرنا ایمانی تقاضوں اور اسلامی عظمتوں کے خلاف اور جہالت ہے۔ ایسا طرز تو انتہائی خطرناک ہے کہ اول کوئی نظریہ قائم کر لیا جائے پھر کتاب و سنت اور شریعت میں اس کا جو از تلاش کیا جائے۔ کیونکہ اس صورت میں اصل اپنے خیال کو بنا دیا جاتا ہے اور شریعت کو تابع آپ نے ایک منظوم میں بھی ان حقائق مذکورہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۷

کون کر سکتا ہے دنیا میں حماقت کا علاج	ہو نہیں سکتا کسی سے اس مصیبت کا علاج
عقل مندوں نے ہمیشہ یہ کیا ہے تجربہ	ہر مرض میں نفع دیتا ہے شریعت کا علاج
ہے اگر پیش نظر قومی ترقی کا خیال	ہم کو کرنا چاہئے اپنی جہالت کا علاج
کام کرنا چاہئے، ہاں کام کرنا چاہئے	صرف رونے سے نہیں ہونے نکبت کا علاج
کیجئے ہرگز نہ سینے دوسروں کا تذکرہ	سب سے بہتر ہے یہی بہتان غیبت کا علاج
ٹھوڑے کفار کے سارے طریقے چھوڑیئے	کیجئے قرآن سے امراض امت کا علاج
مولوی صاحب یہ شاگردوں کو فرماتے تھے کل	ہم کیا کرتے ہیں فحش سے شرارت کا علاج

صورت کا نہیں حقیقت کا اعتبار ہے | اہل ظاہر تو ظاہری بناؤ سنگار
پر ہی توجہ دیتے ہیں۔ لیکن

اہل باطن ظاہر کا زیادہ اہتمام نہیں فرماتے بلکہ باطن کو اپنی توجہ کا مرکز بناتے ہیں۔ حدیث میں بھی ہے **إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صَوْرِكُمْ** الخ یعنی حق تعالیٰ شانہ تمہاری صورتوں اور ظاہر پر نظر نہیں فرماتے نہ تمہاری دولت و مال کو دیکھتے ہیں وہ تو تمہاری نیتوں اور اعمال پر نظر فرماتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت والا رحمہ اللہ جیسا۔ صاحب باطن کس طرح ظاہر داری اور زیبائش و نمائش کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے آپ خدام کو بھی ہمیشہ باطن کو سوار کرنے کی ترغیب دیتے تھے اور ظاہر کے اہتمام کو زائد وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ مولانا عبد القیوم صاحب لکھتے ہیں کہ،
”بندہ اپنے مدرسہ کی مسجد کی تعمیر میں بہت مصروف و مشغول تھا۔ عریضہ ارسال خدمت کیا تو اس میں اپنی مصروفیت کا ذکر بھی لکھا جواب میں تحریر

فرمایا کہ مسجد کی تعمیر کی ڈیڑھ سو سال تعمیر ظاہر (۲) تعمیر باطن تعمیر ظاہر تو اینٹ
 گارے سے ہوتی ہے اور تعمیر باطن (خلاصہ) عبادت سے ہوتی ہے اور ثانی اول
 سے بہتر ہے۔ بلکہ تعمیر ظاہر بلا تعمیر باطن کچھ زیادہ دقیع و سودمند نہیں حضور اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم کی دعاؤں میں یہ دعا بھی منقول ہے اللّٰهُمَّ اجْعَلْ سِرِّي خَيْرًا مِنْ
 عَلَانِيَتِي وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِي صَالِحَةً۔ یعنی اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے
 بہتر بنا دیجئے اور میرے ظاہر کو بھی اچھا فرما دیجئے مطلب یہ ہوا کہ باطن مقصود ہے اس
 کی طرف زیادہ متوجہ ہونا چاہیئے اور ظاہر بھی غیر مقصود نہیں وہ بھی ٹھیک اور شریعت کے
 مطابق ہونا چاہیئے۔ لیکن باطن ظاہر سے اہم اور زائد قابل التفات ہے۔

دلجوئی اور حوصلہ افزائی | حضرت والارح کی ایک خاص ادا یہ تھی کہ ہر فرد
 بشر مسلم و غیر مسلم کی دلجوئی، حوصلہ افزائی

اور تسلی فرماتے تھے۔ خصوصاً احباب و متعلقین اور تلامذہ و خدام کی بہت ہی
 زیادہ حوصلہ افزائی، قدر دانی اور دلجوئی فرماتے تھے اور اپنے متعلقین کو کبھی وقتاً
 فوقتاً اس کی تاکید فرماتے رہتے تھے اور اس موقع پر آپ عموماً یہ مشہور شعر
 بڑھتے تھے۔ دل بدست آور کہ حج اکبر است : اندھاراں کعبہ یک دل بہتر است۔
 (دلجوئی کر دیکھو کہ یہ بہت بڑے حج کا نقاب رکھتا ہے۔ ہزاروں کعبوں سے ایک دل بہتر ہے)

بندہ حاضر خدمت ہوتا تو بہت ہی اظہار مسرت فرماتے اور مصافحہ کئے بار بار
 ارشاد فرماتے کَثُرَ اللّٰهُ اَمْثَالَكُمْ ر اللّٰهُ فاعلے تم جیسے امت میں بہت سے
 لوگ پیدا فرمائے، بندہ نے ایک دن عرض کیا کہ حضرت اگر مجھ جیسے بہت سے لوگ
 ہو گئے تو کیا فائدہ ہو گا۔ آپ تو میرے لئے علم و عمل، ترقی و برکت یا مغفرت اور
 اصلاح کی دعا فرمادیا کر بن لو اس میں میرا فائدہ ہے۔ حضرت والارح نے مسکرائے
 ہوئے ذرا زور سے ارشاد فرمایا ”بیٹا! اس بات کو آپ نہیں جانتے ہم جانتے
 ہیں اس پر میں خاموش ہو گیا۔ ایک مرتبہ مولانا زکریا اسعدی مدیر بیتا ک
 میرٹھ کے سفر سے واپس ہوئے تو حضرت والارح کی خدمت میں زیارت و ملاقات
 کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت والارح نے اظہار مسرت فرماتے ہوئے فوراً یہ شعر سنایا

ۛ آج میرے ٹھوسے جناب نہ کرتا آئے یا علارج عم فرزت کو مسیحا آئے
حضرت والارح بعض باذوق خدام کو ان کی دلجوئی و مسرت کے لئے منظوم مکتوب
ارسال فرماتے تھے، چنانچہ ایک صاحب کو منظوم خط لکھا جس میں بہت دعاؤں وغیرہ
کے بعد لکھا تھا ۛ

لکھ دیا میں نے نظم میں نامہ
 کہ ہوم سرور خاطر عا طر
 مجھ کو عادت نہیں تعلیٰ کی
 دور نہ لکھتے ضرور میں طاہر
 کس نے دیکھا ہے اس زمانے میں
 مجھ سارے نگین و خوش بیاں شاعر
 ایک اور مظلوم کہ امی نامہ کا آخری شعر ہے

یہ خط لکھا ہے اس قدر سے جو منظوم مسرت ہے تمہاری اس مقصود

دعوت میں شرکت

دعوت میں شرکت حضرت دارالحکمی قلبی توجہات اور دعاؤں کی برکات سے حق تعالیٰ شانہ نے بندہ کو دورہ حدیث شریف کے قبول امتحانات درہماہی ششماہی اور سالانہ میں نمایاں کامیابی عطا فرمائی جامعہ مظاہر علوم کا معمول تھا کہ دورہ حدیث شریف میں جس کے نمبرات پوری جماعت میں اسب سے زائد ہوتے اسکو کتابوں کے علاوہ مبلغ دس روپے بطور انعام دیئے جاتے اور جو طالب علم پورے مدرسہ میں اول نمبر آتا اس کو مبلغ پانچ روپے انعام کے دیئے جاتے بفضلہ تعالیٰ بندہ کو دورہ حدیث کے سالانہ امتحان میں نمایاں کامیابی پر دونوں قسم کے انعامات ملے اس خوشی میں بندہ نے حضرات اساتذہ کرام اور ملازمین جامعہ مظاہر علوم کی ناشتہ دہائے مٹھائی کی دعوت کی۔ جس میں احمد اللہ حبلہ اساتذہ نے بندہ کی دلجوئی فرمائی اور سب ہی حضرات نے میری حقیر دعوت قبول کی حضرات شیخین رحمة الاسلام و قطب عالم رحمہم اللہ بھی حقیر کی دعوت پر تشریف لائے۔ یہ دونوں حضرات کسی طالب علم کی دعوت نہیں کھاتے تھے مگر ان حضرات کی انتہائی شفقت اس کمترین پر رہتی تھی۔ اس لئے حضرت قطب عالم نے اپنے اس وقت میں مدرسہ قدیم تشریف لے آئے جو ان کے تصنیف و تالیف کا وقت تھا۔ جس کو وہ کبھی کسی قیمت پر قربان نہیں فرماتے تھے اور حضرت حجة الاسلام نے خلاف عادت راقم السطور کو اپنی اعزاز سے

مالا مال کیا۔ اور صاحبزادوں فرما کر اس غریب کی دلجوئی اور عزت افزائی فرمائی
حق تعالیٰ شانہ میرے ان دونوں آقاؤں کو اپنی شایان شان ہزارے خیر عطا فرمائے
اور بے انتہا درجات عالیہ سے مالا مال فرمائے اور انکی نسلوں کو حق تعالیٰ شانہ ان کے
نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

زبانِ خلق کو راقم السطور کو حضراتِ اساتذہ کرام کی برکت سے تبلیغی اجتماعات
میں شرکت کا شوق بچپن ہی سے رہا ہے۔ اپنی کم سنی میں

جب شرح جامی وغیرہ کتابیں پڑھتا تھا شب جمعہ میں جامع مسجد سہارنپور کے ہفتہ واری
تبلیغی اجتماع میں شرکت کرتا تھا۔ اور اکثر جمعرات کے اس اجتماع میں بیان بھی کرتا
تھا۔ کچھ دنوں بعد بعض اساتذہ کے حکم سے محلہ نجاران کی ایک مسجد میں شب چہار شنبہ
میں محلہ کے تبلیغی اجتماع میں ہفتہ وار تقریر کر نیکان نظام طے ہو گیا۔ عشا کی نماز
سے آدھا گھنٹہ پہلے اس محلہ کے کوئی صاحب آتے اور رکتہ سے مجھے لیجاتے۔ نماز بعد
تقریر ہوتی اور تقریر کے بعد فوراً واپس ہو کر تھکر اور مطالعہ میں لگ جاتا۔ یہ سلسلہ
کافی عرصہ تک جاری رہا۔ پھر شہر کے جلسوں میں بھی مقرر کی حیثیت سے دعوت
دی جانے لگی۔ اساتذہ کی تقریروں کا پروگرام ہوتا اور اس خادم کو بھی یہ حضرات اذ
راہ کرم اپنے ساتھ میں منتھی فرما لیتے تھے۔ مختصر اعلانی کا سال تھا کہ ایک جلسہ میں
حضرات اساتذہ کے ساتھ شرکت اور تقریر طے ہو گئی، شہر میں اعلان ہوا تو دیگر حضرات
کیساتھ راقم کے نام کا بھی اسی انداز میں القاب و آداب اور اعلانی مولانا لگا کر اعلان ہوا۔
وہ جلسوں کو کامیاب کر نیوالی مخلوق طلبہ کی جماعت ہوتی ہے اس لئے مدارس کے سامنے بڑے
اہتمام سے اعلان کیا جاتا ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور طلبہ کے سامنے اعلانی نے ہم کو بار بار
اعلان کیا تو طلبہ نے مجھے گھیر لیا، خوب مذاق اڑانا اور مٹھائی کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا ان کے
اس رویہ سے میں پریشان ہو گیا اور دوڑ کر حضرت حجتہ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے کمرہ میں جا کر
بیٹھ گیا۔ فرمایا کیسے؟ میں نے عرض کیا حضرت! میں حضرات اساتذہ کے حکم سے جلسوں میں
چلا جاتا ہوں اور انھیں کے حکم سے اٹھ سیدھا بول لیتا ہوں۔ اب تو یہ لوگ میرا
باقاعدہ علما کے ساتھ اعلان کرنے لگے ہیں جس کی وجہ سے طلبہ مجھے بہت پریشان

کمر رہے ہیں۔ اگر اعلان نہ کیا جائیگا تو یہ پریشانی نہ ہو حضرت والا رحمہ اللہ مسکرائے اور فرمایا
پریشان نہ ہوں ص زبانِ خلق کو نقارہ خدا سمجھو

زبانِ خلق کا یوں تو کچھ اعتبار نہیں زبانِ خلق ہی نقارہ خدا بھی ہے
حضرت والا نے خوب دلچسپی دہت افزائی فرمائی اور سپر خوشی کا اظہار فرمایا۔ میں ۱۳۷۷ھ میں
دورہ حدیث شریف سے فارغ ہو کر رمضان المبارک میں حضرت شیخ کیندرت میں مقیم رہا۔ قصبہ بہٹ کے حضرت
نے جامعہ مظاہر علوم میں درخواست کی کہ جمعۃ الوداع میں کسی مقرر کو جامع مسجد بہٹ کیلئے بھیجیں حضرت
اساتذہ نے میرا نام پیش کیا اور حضرت والا رحمہ اللہ کا حکم صادر ہو گیا تو بہٹ جانا پڑا اور جمعہ میں جامع مسجد بہٹ میں
تقریر ہوئی۔ شام کو دلہن پر حضرت والا بھی بہت مسرور ہوئے اور حضرت شیخ نے کبھی بہت پیار کیا اور
فرمایا ”لبے تو بھی کچھ ہے“ اور انعام بھی عطا فرمایا۔ اب ان حضرات کی عنایتیں اور شفقتیں یاد آتی
ہیں اور دل غمگین و مضطر کے غموں کو تازہ کرتی رہتی ہے۔

ہجر کے داعیوں کی دل میں بزمِ آرزائی نہ پوچھ کس طرح رہتا ہے یہ انکا شیدائی نہ پوچھ
انطربِ درِ دل کی کار فرمائی نہ پوچھ شدتِ رنج و الم افزائے تنہائی نہ پوچھ
تم بہادر ہو یا بے بہادر حضرت والا رحمہ اللہ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ میں نے فلاں کتاب میں
دیکھا ہے اس کتبہ کا نام اس وقت راقم کو یاد نہیں ہے کہ جس کی آواز

بھاری اور موٹی ہوتی ہے راد یہ صفت راقم میں ہے وہ آدمی بہادر ہوتا ہے حضرت والا ایک دن ضرورت
سے فارغ ہو کر اپنے کمرہ میں تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ملاقات ہو گئی میں نے سلام عرض کیا اپنے سلام کا
جواب دیتے ہوئے مسکرا کر فرمایا ”بیٹا! تم بہادر ہو یا بے بہادر“ بندہ نے عرض کیا کہ ”اشارہ اللہ میں بہادر“ بھی ہوں اور
”بے بہادر“ بھی۔ اس جواب پر حضرت والا ”بہت مسرور ہوئے“..... حضرت والا ”باصفاً تقدس
و اتقاہ و شیطیع و خوش مزاج بھی تھے آپ اپنے خدام کو خوش رکھتے اور اسی خوش طبعی میں انکو علمی افادات اور پسند
و نصائح سے نوازتے رہتے تھے۔ آپ کا یہ امتیازی وصف نظم و شرا و گفتگو میں ظاہر ہوتا تھا۔ آپ کی مجلس
بہت ہی سنجیدہ و پر کیف ہوتی تھی۔ اور آپ کی رد و اداں بربطافت طبیعت اور بزلہ سخن و نثر کو مزاج
سے مجلس مبارک سے طبیعت اکتاتی نہ تھی۔ آپ غلصہ احباب سے ملاقات کی وقت عام طور پر فرماتے تھے
”بہت دل خوش ہونا خالی سے مل کر“ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں۔ یہ معروف حضرت والا کی
ذات گرامی پر بہت چسپاں ہوتا تھا اور ملاقاتی کے قلوب کی جو کیفیت آپ سے مل کر ہوتی اس شعر میں اسی کی

عبادت

رفرائض اور نوافل کا اہتمام

نماز کا اہتمام

آغوشِ ادراسی میں حضرت والا نے نماز کے احکام و آداب اور شرائط و مستحبات کی تعلیم حاصل کر کے تعمیلِ شریعت و فریاد کی تھی۔ آپ نے بہت ہی کم سنی سے نماز کی پابندی شروع فرمادی تھی، پھر عینِ جوں سن اور شعور پر عتار ہا نماز کے اہتمام میں اضافہ اور اس کے ذوق و شوق و انہماک میں ترقی ہوتی رہی اور آپ کو نماز کے ساتھ وہ تعلق و وابستگی نصیب ہو گئی جس کو لفظ ”عشق“ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ آپ کو نماز سے راحت و مسرت حاصل ہوتی تھی۔ نماز پڑھ کر آپ کو وہ راحت و مسرت حاصل ہوتی جس کے آثار چہرہ اور سر سے نمایاں ہوتے تھے اور اُحْسَنُ بِلَا رَاے بلال نماز قائم کر کے ہمیں راحت پہنچاؤ اور قُرْآنِ عَزِيزِیٰ فِی الصَّلٰوۃِ دِیْرِ اُنْکھوں کی ٹھٹھک نماز میں ہے، کالقبشہ اُنْکھوں میں پھر جاتا اور آپنی ذاتِ عالی میں اس حقیقت کا مشاہدہ ہو جاتا تھا۔ گویا نماز آپکی جان اور زندگی تھی حضرت والا فرماتے ہیں کہ یہ کیوں نہیں ہوں ہم نماز کے پابند عشق ہے مذہب و شریعت سے اس شعر میں آپ نے اَلَا سَهْمٌ فِی الْاِسْلَامِ لَنْ لَا صَلٰوۃَ لَنَا رَا سلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں (جو نماز نہیں پڑھتا) کے مفہوم کو سمجھایا ہے۔

نماز ترقیات کی ضامن ہے

بارگاہِ حق میں سراپا عا جزی دنیا ز بن جانا
یہ نماز کی روح اور حقیقت ہے اور
یہ امام معرفتِ حق، عشقِ کامل، کمالِ خشوع و خضوع اور اخلاصِ تام کے بغیر میسر نہیں۔
آسکتا، جملہ آداب و شرائط کیسا تھا امور مذکورہ سے نماز میں کمال پیدا ہوتا ہے حضرت
والا رح کا ارشاد ہے کہ کامل نماز ہی ظاہری و باطنی ترقیات کی ضامن ہے اور سالک
بھی نماز ہی کے ذریعہ باطنی منازل و روحانی مدارج میں ترقی کر سکتا ہے۔ حضرت
والا رح نے زبانِ شعر میں اس حقیقت کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ
اگر غرور تیاہ کن ہے ترے سجدہ نیا ز میں خلیلِ عظیم ہے رونما شرف قبول نماز میں

ترے حال میں ہوں ترقیاں ترے خلق میں ہوں بلندیاں : تری روح سجدہ کرے اگر تجلوں نماز میں
ان اشعار میں بھی ایک حدیث پاک کے مفہوم کو باندھا گیا ہے اور وہ ہے الصَّلَاةُ
مِصْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ الفاظ کے اعتبار سے محمدؐین کے نزدیک خواہ یہ حدیث کسی درجہ
کی بھی ہو۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اس کا مفہوم صحیح روایات سے مؤید ہے۔ اور
اس حدیث کے مضمون کا خلاصہ یہی ہے کہ مومنوں کو روحانی ترقیات کے بام عروج پر
اگر کوئی چیز پہنچا سکتی ہے تو وہ نماز ہے۔

نماز میں آپ کا بلند مقام | آپ کو حق تعالیٰ نے نماز میں کیا درجہ اور کونسا
مقام بلند عطا فرمایا تھا یہ تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے

باصحاب مقام کو لیکن جس کا اندازہ خدام و متوسلین اور اہل بصیرت کہتے ہیں وہ یہ ہے
کہ اس مقام بلند کا نمازی اگر نایاب نہیں تو بہت ہی نادر الوجود اور کم یاب ضرور ہے۔

حضرت دالام کے بعض اشعار میں کبھی اس حقیقت کیجا نب اشعارات ملتے ہیں مثلاً
یہ کرامتیں ہیں کھلی ہوئی ترے حسن عشق نوازیں

اثر حین جمیل ہے، کشش عجیب و غریب ہے
مرے عشق حسن فرزند میں، ترے حسن عشق نوازیں

کوئی وقف رقص و سرور ہے، کوئی وجود جلد و جود ہے
ترے ناز کا بھی ہر تذکرہ، مری داستانِ انیاز میں

مرے دل میں جاوے نور ہر مری روح جو سرور ہے
کوئی ناز میں ہے سائے، مزے آرہے ہیں نمازیں

یہ نگاہ حضرت تقانویؒ کا اثر ہے اسعدیے نوا
نظر آ رہی ہیں تحقیق تجھے اس جہان مجازی میں

نماز کی صحت کا اہتمام | نماز سے مشق اور لگن کا اثر تھا کہ حضرت دالام
کو نماز کی صحت و درستگی کا زبردست اہتمام

تھا۔ ہم سے کوتاہ فہمون اور حقیقت نا آشنا لوگوں کو یہ بات نہ ہونے لگتا تھا کہ
کہیں یہ احتیاط و اہتمام دہم کی حد میں تو داخل نہیں ہو گئے۔ اسی احتیاط و
اجتہام کی وجہ سے شہرِ سناکس کی امانت کو پسند نہ فرماتے تھے۔ جو
شخص قرآن مفکس کو تجوید سے پڑھتا ہو اور حسلہ قواعد کی پوری پوری
رعایت نہ رکھتا ہو۔ حتیٰ کہ وہ وقف بھی بے محل نہ کرتا ہو ایسے شخص کو اہتمام

بناتے تھے۔ اور اس کے پیچھے نماز پڑھ کر اطمینان محسوس فرماتے تھے۔ اسی لئے ہر شخص کی جرأت و مجال کبھی نہ ہوتی تھی کہ حضرت دالارح کے سامنے نماز پڑھائے۔ حضرت دالارح قرأت کی ادنیٰ سے ادنیٰ غلطیوں پر متنبہ فرماتے تھے۔ اذکار کی غلطیوں پر لڑکتے تھے۔ غیر مجبور کے پیچھے نماز پڑھنا گوارا نہ فرماتے تھے۔ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی نے سنا یاد جو حضرت دالارح کے شاگرد بھی ہیں، کہ ایک مرتبہ مجھے تراویح کا امام بنالیا۔ میری عادت جلدی پڑھنے کی ہے۔ حضرت دالارح نے اس کو پسند نہ فرمایا اور میری امامت نہ چل سکی۔ حضرت قاری محمد ابراہیم صاحب استاد تجوید جامعہ مظاہر علوم سہارن پور دجن کا حضرت دالارح سے جو وہ دن پہلے انتقال ہوا، حضرت دالارح کو مسجد کلتومیہ میں تراویح پڑھاتے تھے سو قہر آن پاک بہت ہلکا سا انداز پڑھتے تھے اور ماشاء اللہ آواز بھی عمدہ تھی۔ حضرت دالارح کو ان کا پڑھنا بہت پسند تھا۔ خود حضرت دالارح حافظانہ تھے۔ مگر کثرت تلاوت کی وجہ سے آیات قرآنیہ اور متشابہات و متناسبات فرقیانہ مستحضر تھیں اس لئے تراویح میں امام کو غلطیاں تہا دیا کرتے تھے۔

کسی نماز میں اگر ذرا شبہ ہو جاتا طبیعت بے چین ہو جاتی۔ آپ اس قدر پریشان ہو جاتے کہ آپ کے رخ انور سے بے چینی و پریشانی مشاہد ہوتی تھی۔ ایسی صورت میں نماز کا اعادہ کر لیا جاتا تب اطمینان و سرت کی کیفیت حاصل ہوتی تھی۔

۱۳۶۶ھ و ۱۳۶۷ھ میں حضرت دالارح نے مسجد کلتومیہ میں امامت کے لئے مجھے مامور فرمایا اور تقریباً دو سال تک بندہ ہی نماز پڑھاتا رہا۔ اس وقت ماقم السطور بے ریش تھا۔ ایک دن حضرت دالارح نے فرمایا بیٹا تمہارا قرآن پاک پڑھنا مجھے بہت پسند ہے۔ لیکن شبہ یہ ہوتا ہے کہ تمہارے پیچھے نماز تو مکروہ نہیں ہوتی۔ کیوں کہ تم بے ریش ہو۔ میں نے عرض کیا میں تو حکم کا بندہ ہوں حضرت دالارح نے حکم فرمایا تو نماز پڑھاتا ہوں۔ منع فرمادیں گے تو نہ پڑھتا گا۔ حضرت نے فرمایا ”بیٹا تمہارا پڑھنا مجھے بہت پسند ہے۔ تمہارے پیچھے

نماز پڑھ کر قلب کو اطمینان حاصل ہو جاتا ہے، عموماً قرآن پاک پڑھنے والے قوال
تجوید کی رعایت نہیں رکھتے۔ وقف غلط کرتے ہیں اس سے طبیعت کو تکدر ہوتا ہے۔
اس کے بعد مادر علمی جامعہ مظاہر علوم میں جب تک میرا قیام رہا نماز پڑھاتا رہا۔ اور
الحمد للہ تعالیٰ حضرت دالارہ خوش رہے۔

جماعت کا اہتمام حضرت دالارہ اپنی کم کسنی ہی سے نماز باجماعت کا اہتمام
فرماتے تھے اس اہتمام و التزام کو انہوں نے تادم
دایس بنایا۔ مشاعروں کی شرکت و صدارت کے دور شباب میں آپ اذان ہوتے
ہی مشاعرہ کو چھوڑ چھاڑ کر مسجد میں پہنچ جاتے اور مسلمان شعراء بھی آپ
کے ساتھ ساتھ مسجد میں چلے جاتے۔ اس طرح نماز کی ادائیگی تک مشاعرہ
کی مجلس سر پڑ جاتی تھی۔ حضرت دالارہ کے اس عمل گرامی سے غیر مسلم حضرات
بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ اور وہ دل و جان سے حضرت دالارہ کے معقد و فدائے
بن جاتے اور ان کی حضرت دالارہ کی صحبت و برکت سے بہت کچھ اصلاح ہو جاتی، سفر،
مرض اور بڑھاپے میں بھی جماعت کا یہ مثال اہتمام و التزام فرمایا۔ آنکھوں کا
آپریشن دہلی ہوا تو جماعت نہ چھوٹی، سیتا پور ہسپتال میں آنکھوں سے
بٹی بندھی ہوئی ہوتی اور اسی حال میں ہسپتال سے دور مسجد میں نماز باجماعت
ادا فرماتے۔ مولانا محمد الشد صاحب لکھتے ہیں کہ :

”ہسپتال سے بہت دور مسجد تھی۔ پانچوں وقت جماعت سے نماز ادا
کرنے کیلئے حضرت باہمہ معذوری حیشم مسجد تشریف لے جاتے اس مسجد
میں کچہری کے ملازم اور دگلار نماز پڑھتے تھے وہ سب لوگ حضرت دالارہ سے
پوچھتے کہ حضرت آپ کہاں سے آئے ہیں اور کون ہیں تو حضرت جواب دیتے ہیں
سہارن پور سے آیا ہوں اور ایک طالب علم ہوں۔ اس جواب کو سن کر سب
خاموش ہو جاتے۔ مگر جماعت اور نماز کے ایسے اہتمام کو دیکھ کر جو انہوں نے کبھی
نہ دیکھا تھا۔ بالخصوص جب کہ معذوری کی حالت تھی اور ہسپتال سے مسجد کافی
دور تھی۔ وہ سب حضرات متاثر و متعجب تھے۔ لیکن سیتا پور میں قطعاً اجنبیت

مکتی۔ کیپٹن عبدالسلام صاحب کے علاوہ کسی سے تعارف نہ تھا جن کی کوشش سے
 ہسپتال میں داخلہ ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے طبیعت میں قدرے انتشار تھا کہ اگر
 یہاں روپے کی ضرورت بیش آئی تو انتظام کیسے ہوگا۔ کیونکہ روپیہ مولانا علی میاں
 صاحب کے پاس لکھنؤ میں امانت تھا۔ اس لئے مجھ کو لکھنؤ بھیجا کہ امانت لے
 آؤں۔ لکھنؤ سے واپسی پر دیکھا کہ حضرت دالار کے پاس بہت بھڑ بھڑا رہا ہے۔
 معلوم ہوا کہ یہ سب لوگ حضرت دالار کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ مجھے
 تعجب تھا کہ ایک رات اور آدھے دن میں یہ انقلاب کیسے ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ
 حضرت دالار اپنے دستور کے مطابق نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے تھے
 وہاں پر ایک سیدھے سادے بزرگ مولانا عنایت اللہ صاحب رحمہ نے نماز پڑھائی
 اور نماز کے بعد حضرت دالار سے تعارف حاصل کرنا چاہا۔ جب دوران گفتگو
 ان کو اس کا علم ہوا کہ حضرت دالار کا خاندانی و نسبی تعلق فقیہہ دوراں حضرت
 علامہ مولانا قاضی مفتی محمد سعد اللہ صاحب سے ہے۔ اور اتفاق سے اس خاندان
 سے مولانا عنایت اللہ صاحب کا تلمذ کا تعلق تھا۔ اور انہیں جب یہ بھی معلوم
 ہوا کہ حضرت دالار کا بیعت کا تعلق حضرت کھالوی رحمہ سے ہے۔ تو انہوں نے
 حضرت دالار سے تو کچھ نہیں کہا۔ لیکن ڈپٹی اکرام الدین صاحب سے دو
 سینا پور میں ڈپٹی کلکٹر تھے اور عربی میں مولانا عنایت اللہ صاحب کے شاگرد
 تھے انہوں نے آپ کے یہاں ایسی خوبصورت کا شخص آایا ہوا ہے اور وہ پریشان
 ہے تو ڈپٹی صاحب فوراً ہسپتال آئے۔ اور ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر
 ہیش پرشاد سے کہہ کر پراسیورٹ وارڈ کے کمرے میں نظم کر لیا۔ ڈپٹی
 صاحب ڈاکٹر صاحب کے کلاس فیلو بھی تھے۔ اور ڈپٹی صاحب نے آٹھ ہزار
 روپے کا چندہ بھی ہسپتال کے لئے کر لیا تھا۔ پھر تو حضرت دالار کی شہرت
 ہوتی چلی گئی۔ پھر حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری بھی اپنے مریدوں
 میں سینا پور تشریف لے آئے تو ان کی وجہ سے شہرت اور بھی بڑھتی چلی
 گئی۔ اس کے بعد حضرت کھالوی رحمہ کے مرید باصفاء اسٹر ایوب حسن صاحب

جو قاضی پاڑہ سیتاپور ہسپتال میں رہتے تھے اُنکے غرض تقریباً تمام مسلمان سیتاپور سے تعارف ہو گئے۔

اور نماز باجماعت کے اہتمام و التزام کی برکت سے سب پریشانیاں دور ہو گئیں۔ اور راحت و آرام کے دروازے کھل گئے۔ حضرت والارح کے متعدد آپریشن ہوئے ہیں۔ سب ہی میں نماز باجماعت کا اہتمام جاری رہا۔ اگر مسجد نہ جاسکے تو ہسپتال ہی میں جماعت ہوئی اور حضرت نے اپنے پلنگ پر نماز باجماعت ادا کی۔

آخر عمر میں مرض و ضعف پیری کے وقت ایک مدت تک معمول رہا کہ خادم آپ کو گود میں اٹھا کر صفِ اول بٹھلا دیتے اور آپ بیٹھے بیٹھے نوازل و ذکر میں مصروف رہتے۔ جب جماعت کھڑی ہوتی تو آپ کو پکڑ کر صف میں کھڑا کر دیا جاتا اور سلام پھیرنے تک قیام، رکوع، سجود اور قعود وغیرہ تمام ارکان نماز اس طرح ادا فرماتے کہ کسی ضعف و کمزوری کا دیکھنے والوں کو احساس تک کبھی نہ ہوتا اور سلام پھیرنے کے بعد وہ طاقت نہ معلوم کہاں چلی جاتی اور آپ کو پھر گود میں اٹھا کر لایا جاتا یہ سلسلہ کئی سال تک جاری رہا۔ اس واقعہ کو کرامتوں کے ذیل میں بیان کر دیا گیا ہے۔

پھر جب بہت ہما ضعف ہو گیا تو کمرہ ہی میں چند خدام جماعت کرتے۔ اور حضرت والارح اپنے پلنگ پر بیٹھے رکوع و سجود سے نماز باجماعت ادا فرماتے۔ الحاصل اپنے ہوش و حواس میں آپ نے کبھی جماعت ترک نہیں فرمائی۔ اور سفر و مرض، کمزوری و معذوری وغیرہ کسی عارضہ کو اپنے عذر نہیں گردانا۔ حضرت والارح نے رخصت کو چھوڑ کر ہمیشہ عزیمت کو اپنایا اور ہر عمل پر اپنی استطاعت و طاقت کے بقدر پابندی سے نباہا ہے۔ ان خصوصیات کی شخصیت حضرت والارح کے علاوہ ہماری ان نگاہوں نے نہیں دیکھی۔

صفِ اول و تکبیر اولیٰ کا التزام | حضرت والارح سفر و حضر، صحت و مرض ہر حال میں اپنے معمولات

کی مکمل پابندی و اہتمام فرماتے تھے، سفر میں بھی آپ کی جمعیت خاطر میں فرق نہیں آتا تھا۔ اور ہر حال میں نماز باجماعت کا بھی اس طرح مکمل اہتمام جاری رہتا کہ اس میں کبھی تخلف نہ ہوتا تھا۔ پھر نماز باجماعت کے ساتھ ساتھ تکبیر اولیٰ اور صفِ اول کا التزام بھی مستقل تھا۔ آپ ہمیشہ صفِ اول میں خصوصاً امام کے پیچھے کھڑے ہوتے اور جماعت کھڑی ہونے سے پہلے ہی وہاں تشریف فرما ہو کر جماعت کا انتظار فرماتے تھے۔ جماعت و تکبیر اولیٰ کے ایسے اہتمام کے بارے میں دورِ حاضر میں نہ کوئی مثال ہمارے سامنے ہے نہ ماضی قریب میں بلکہ بلا مبالغہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد خیر القرون میں بھی ایسی مثالیں کم ہیں۔ اخیر زمانہ میں البتہ حضرت حاجی عابد حسین بانی دارالعلوم دیوبند کے متعلق سنا اور اور پڑھا ہے کہ انہوں نے مسلسل اٹھائیس برس تک جماعت کا اس قدر اہتمام و التزام فرمایا کہ اس عرصہ میں کبھی ان کی تکبیر اولیٰ بھی جماعت سے فوت نہیں ہوئی۔ لیکن حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی مجاز بیعت حضرت حجتہ الاسلام فرماتے ہیں کہ ”حضرت والارحمۃ اللہ علیہ نے مکمل اڑتالیس سال نماز باجماعت کا اس طرح اہتمام فرمایا ہے کہ ان کی جماعت سے تکبیر اولیٰ بھی کبھی فوت نہیں ہوئی“ اور یوں تو نماز باجماعت کے اہتمام میں ان کی پوری زندگی ہی گزری ہے

سہ کیوں نہیں ہم نماز کے پابند — عشق ہے مذہب و شریعت کا
واقعہ یہی ہے کہ عشق کے بغیر آنا بڑا مجاہدہ اور اتنی زبردست استقامت ممکن نہیں ہے۔ عشق و محبت ہی کی اتنی عظیم طاقت اور زبردست برکت ہے کہ ایسے عظیم مجاہدوں اور مشقتوں کی تلخیاں، حلاوتوں اور لذتوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں
سہ الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو — ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں نہ ہو
عقل ہے معلیٰ نغمہ عقل سے کر نہ ساز باز — دل جو کہے وہ کر گزر عشق نہیں بہانہ باز

تاکبیر و تکریم و تکریم و تکریم | آپ جس طرح نماز باجماعت و تکبیر اولیٰ اور صفِ اول کا اہتمام و التزام فرماتے طلبہ کرام کو بھی تاکید فرماتے تھے کہ وہ اس بات کی کوشش کریں کہ صفِ اول میں کھڑے ہوں اور جماعت و تکبیر اولیٰ کا خاص۔

حضرت دارالارح حدیث پاک بیان فرماتے وقت عموماً بہت دالہا نہ انداز
میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے سہ

إِذَا قَالَ الرَّسُولُ فَصِدِّ قُوهُ فَإِنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَ الرَّسُولُ
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرمائیں تو اس کی تصدیق کرو
اس لئے کہ بات تو وہی ہے جو آپ ارشاد فرمائیں۔

آپ نے اسی مفہوم کو اپنے ایک شعر میں اس طرح ادا فرمایا ہے سہ
وہ بات ٹھیک ہے شرہ لطفاً جو سنو وہ قول راستہ ہے شرہ بطحا کہیں جسے
حضرت دارالارح کی توجہ و عنایت کی برکت سے بفضلہ
لڈوول کا قصہ تعالیٰ ہم لوگوں کو صفِ اول اور جماعت و تکبیر
اولیٰ کا شوق ہو گیا تھا۔ لیکن جب کہ صفِ اول کے راغبین بہت تھے
تو جہاں ذرا سی تاخیر یا معمولی غفلت ہوئی اور صفِ اول کا موقع ہاتھ
سے جاتا رہا۔ اس درد میں صفِ اول کا حال یہ تھا کہ سہ

یہ بزم مئے ہے یاں کوتاہ دستی میں محمدی جو بڑھکر ہاتھ میں لے لے تو پہچانہ ہی کہے
ایک دن بڑے بڑے دڈو کرے لڈوول سے بھرے ہوئے عصر کی
نماز کے وقت مسجد کلتھو میں دارالطلبہ قدیم میں آگئے۔ جو بعد نماز
عصر طلبہ پر تقسیم ہونے تھے۔ چنانچہ نماز کے بعد حضرت دارالارح نے
حکم دیا کہ لڈو تقسیم کر دیئے جائیں۔ جو لوگ صفِ اول میں ہیں ان کو دڈو دے
دیئے جائیں اور بقیہ تمام حضرات کو ایک ایک دیا جائے۔ اتفاق سے
اس دن راقم الحروف کو صفِ اول میں جگہ نہ ملی تھی اور دوسری
صف میں تھا اور اس درد میں امت کا سلسلہ بھی شروع نہ ہوا تھا
تو ایک ہی لڈو دے ملا۔ جب حضرت دارالارح مسجد سے واپس ہوئے تو حضرت
انے دریافت فرمایا۔ کہ لڈو ملے؟ عرض کیا حضرت آج تو دہرا خارا رہ
ہو گیا۔ لڈو بھی ایک ہی ملا اور نواب بھی کم۔ کیوں کہ آج صفِ اول
میں جگہ نہ ملی سکی۔ حضرت دارالارح مسکرائے اور شاید یہ فرمایا ذالک

فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مِنْ شَيْءٍ

حضرت دالارحہ نیکی اور تعلیم و تعمیل میں محنت و مسابقت کرنے والوں سے بہت ہی محبت فرماتے تھے اور ان کے احوال کا تفقد فرماتے اور لمبا اوقات خاموشی سے اعانت بھی فرماتے تھے۔

بہت سے لوگ بعض چیزوں کا اہتمام و التزام معذوری میں بھی اہتمام کرتے ہیں لیکن عذر پیش آجانے پر بہت

ہار جاتے ہیں۔ لیکن وہ ذاتِ عالی بہت کیسے ہار جاتی جو دوسروں کو ہمیشہ بہت و استقامت کی ترغیب و تحریص کرتی ہو اور جس کے دل کی آواز اور زبان کا بول یہ ہو کہ

ہمت بلند دار کہ نزد خدا و خلق باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو
حضرت دالارحہ کے خادم و مجاز مولانا عبدالقیوم صاحب لکھتے ہیں کہ:

» حضرت دالارحہ کے دانتوں میں پائریا کا مرض ہو گیا تھا جس سے بڑی تکلیف اٹھائی دانتوں سے اکثر خون جاری ہو جاتا تھا۔ اس لئے دھو کرنے میں دانتوں کو صابن کر نیچے لئے منجن استعمال فرماتے۔ ٹھنڈے اور نمکین پانی سے دیر تک کلی کرتے۔ اس لئے دھو کرنے میں بڑا وقت لگ جاتا تھا۔ اور مشکل یہ تھی کہ اگر نماز سے بہت پہلے دھو سے فارغ ہو جاتے تو اس کا قوی اندیشہ تھا کہ پھر خون جاری ہو جائے گا۔ اس لئے وقتِ مقررہ ہی پر دھو فرماتے باوجودیکہ تکمیل و وضو میں کافی وقت لگ جاتا۔۔۔ لیکن ان اعذار کے باوجود ہمیشہ صافِ اول و تکبیر اولیٰ بلکہ صافِ اول میں بھی سب سے افضل جگہ امام کے بالکل پیچھے نماز ادا فرماتے مدرسہ میں تو خیر کسی قدر سہولت بھی تھی مگر جب کوئی سفر درپیش ہوتا یا جامع مسجد شریف لے جاتے تو بڑی مشکل پیش آتی لیکن اس کے باوجود سفر و حضر میں کبھی آپکی جماعت و تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سفر اور بیماری کی حالت میں بھی ایسے اسباب بہت فرمادیتے تھے کہ اس حالت میں بھی آپ نماز باجماعت ادا فرماتے رہے دُرِّ ذَالِکَ فَلْيَتَنَاضِلْ اَمَلْنَا دُخَانًا مِنْ اَنْبُؤِ الْاَنْبِيَاءِ خَرَسَ كَرْنِیْ چلے

اسی مرض مذکور کی وجہ سے بعض اوقات آپ کو مسجد میں پہنچ کر دوبارہ وضو کرنا پڑتا تھا اور اس سے زائد معدوریاں بھی پیش آئیں مگر پھر بھی حضرت دالارح کی استقامت میں فرق نہیں آیا۔ مثلاً جب مشانہ کے غدد کا آپریشن ہوا تو اس وقت انتہائی معدوری تھی۔ مولانا محمد الشہ صاحب اس کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

”خاص بات یہ ہے کہ اس کے زمانے میں حضرت کی تمام نمازیں تسمیم سے جماعت کیسے ادا ہوتی رہیں اور استنجاء وغیرہ کا اہتمام چونکہ ہو نہیں سکتا تھا اور پیشاب کی گندگ بدن اور کپڑوں لگی تھی تو حضرت کو اس سے سخت آغوش تھا اسپر حضرت مفتی محمود حسن صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ ”ہر منظرین رہیں اس معدوری میں آپ کی تمام کیفیات قطعاً پاک اور طہارت کا حکم رکھتی ہیں ناپاکی کا کوئی شائبہ بھی نہیں اور سب نمازیں بالیقین ادا ہو جاتی ہیں۔“

ایسی معدوریوں میں بھی صرف فرائض کا نہیں بلکہ نوافل و دیگر معمولات کا بھی اہتمام جاری رہتا جیسا کہ نوافل کے بیان میں آ رہا ہے۔ بعض نوادر حضرات کو وضو میں پانی زائد استعمال فرمانی کی وجہ سے ”اسراف“ کا شبہ ہو جاتا اور قلب میں یہ دوسرا آتا کہ اتنا پانی بہانا فعل مکروہ کا ارتکاب ہے تو حضرت دالارح یہ فرما کر کہ بھائی میں معدور ہوں یا سیریا کا مرض ہوں اس لئے پانی زائد استعمال ہوتا ہے اس طرح دوسروں کے دلوں کی صفائی کا بھی اہتمام فرماتے اور ان کو شبہات سے پاک فرماتے رہتے تھے۔

نوافل کا اہتمام اہل علم اکثر نوافل کی طرف کم متوجہ ہوتے ہیں بعض حضرات تو ظنی مصروفیات کی وجہ سے اور بعض حضرات مزدوج میں تو مطالعہ و تبحر وغیرہ کی بنا پر اور کچھ ان مصروفیتوں کے نہ ہونیکے باوجود عادی نہ ہونیکے وجہ سے نوافل میں مشغول نہیں ہوتے اور انہیں یہ سیکھا یا ایک طبقہ ایسا بھی پیدا ہو گیا ہے کہ نوافل و ذکر کو ایک دامن نازیبا سمجھتا اور نوافل و ذکر کو نیا لوں کو لے دقون و اتمق سمجھتا اور ان پر نقرے کستا ہے۔ جو یقیناً ایک خطرناک روش اور مہلک خیال ہے لیکن حضرت دالارح علمی، انتظامی اور اصلاحی گونا گوں مصروفیات کے باوجود نوافل کو بڑے عجیب انداز سے نباتے تھے اور معمولات و نوافل میں کبھی خلف نہیں ہوتا تھا۔ آپ نوافل بخت پڑھتے تھے۔ وضو فرمایا اور مختصر سی دو رکعات نیت الوضو پڑھ کر مطالعہ اور کارہائے متعلقہ میں مصروف ہو گئے، مسجد تشریف لیکے، پڑھ کر کتابتینہ المسجد ادا فرما لیں، اگر جماعت میں بیٹے اور تکان نہیں تو مزید نوافل ادا فرمائیں مدینہ ذکر و تسبیح میں مشغول رہے البتہ تہجد، ادا بین اور بعد العشاء آپ خاص خاص مقدار میں نوافل کا اہتمام فرماتے تھے جو انتہائی معدوری کی وقت تک قائم رہا۔ جب ڈاکٹر مقصود حسین صاحب ابورڈاکٹر اصغر حسین صاحب حج کو جانے لگے اور حضرت دالارح سے

طاہرات کیلئے حاضر ہوئے تو خدام سے حضرت دالارہ کے متعلق چند باتوں کا انکشاف ہوا۔ انہی میں حضرت دالارہ کا
گھنٹوں گھنٹوں سینکڑوں کی تعداد میں نفلوں کا پڑھنا معلوم ہوا۔ تو بہت ہی تعجب ہوئے کہ اس ضعف کے عالم میں
اتنا زبردست مجاہدہ کرتے ہیں اور جب انہیں یہ معلوم کہ نوافل کے یہ معمولات بالکل نو عمری سے مسلسل جاری
ہیں تو ان کے تعجب و حیرت اور رشک کی کوئی انتہا نہ رہی اور یہ گفتگو حضرت دالارہ کے علم میں نہ آ سکی ورنہ
خدام پر زبردست ڈانٹ پڑتی کیونکہ حضرت دالارہ کا اظہار حال و افسانے راز کو ہرگز پسند نہ فرماتے تھے
تمہج کی نفلیں | تمہج گزاری آپ کا دائمی معمول تھا صبح صادق سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے
بیدار ہو جاتے ضروریات سے فارغ ہو کر معمول کے مطابق کھڑے ہو کر

نوافل ادا فرماتے۔ یہ معمول آپ کا انتہائی معذوری کے زمانے تک رہا۔ خدام کے اصرار پر اخیر میں
بیٹھ کر نوافل ادا فرماتے تھے۔ تمہج سے فراغت پر مطالعہ کتب و تلاوت وغیرہ کا معمول تھا جیسا
کہ گذشتہ اوراق میں اسکی وضاحت ہو چکی ہے۔ تمہج کے اہتمام میں آپ عشاء کے بعد زیادہ
دیر تک بیدار نہ رہتے البتہ دور شباب میں شب بیداری زائد تھی۔

نوافل ادا بین | مغرب کے بعد دیر تک نوافل میں مصروف رہتے تھے۔ غالباً
بیشتر رکعات نوافل کا معمول تھا جو معذوری تک قائم رہا۔

پھر ان میں اختصار ہو گیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ جو شخص مغرب کے بعد بیس رکعات (پابندی سے) ادا کرے گا۔ حق تعالیٰ سے اس کا
جنت میں اس کے لئے ایک عظیم الشان محل بنادیں گے (مشکوٰۃ ص ۱۸۱ بحوالہ ترمذی)

نماز عشاء کے بعد نوافل | معذوری سے پہلے آپ کا معمول تھا کہ عشاء کے
بعد اپنی قیام گاہ پر دیر تک نوافل میں مصروف

رہتے تھے۔ غالباً اس وقت زیادہ تر صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے آپ صلوٰۃ
التسبیح کا بھی مختلف اوقات میں نامعلوم طریقے پر بہت زیادہ اہتمام
فرماتے تھے۔ جیسا کہ اُنہ سطور میں اسکی تفصیل آ رہی ہے۔
ان اوقات کے علاوہ دیگر اوقات میں بھی بکثرت نوافل ادا فرماتے تھے لیکن ان پر ایسی دیکھی ہوئی

دبانندی نہ بھتی کہ ترک نہوں تاہم تاہم حبیبوں کے معمولات سے زیادہ اہتمام تھا۔

نماز عصر سے پہلے کی نفلیں حضرت والا اکثر عصر سے پہلے بھی دو چار نوافل کا اہتمام فرماتے تھے گا ہے اس سے بھی زائد ہو جاتی تھیں

اس سلسلہ میں کسی کتاب کے حوالہ سے کسی بزرگ کا خواب بھی اس طرح نقل فرماتے تھے کہ:

”خواب اگرچہ حجت شرعیہ نہیں تاہم اگر اصول شرع اور حکم شریعت کی خلاف نہد تو اس کی ایک گونہ اہمیت ہو سکتی ہے۔ فلاں بزرگ نے حجاج بن یوسف کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کیا گزری؟ اس نے کہا خدا کا شکر ہے نجات ہو گئی ان بزرگ صاحب نے کہا کہ تو تو بہت ظالم تھا آخر نجات کس طرح مل گئی۔ اس نے کہا کہ میرا معمول تھا کہ نماز عصر سے پہلے دو نفلیں ادا کر لیا کرتا تھا وہ اللہ تعالیٰ کو پسند آگئیں اور میری نجات کا سبب بن گئیں (اللہ اعلم)

احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ آپ نماز عصر سے پہلے دو یا چار رکعات نوافل پڑھا کرتے تھے رواۃ الترمذی والبیہقی والحاکم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل پر دعائے رحمت فرمائی ہے رحمہم اللہ ائمہ قبل العصر اربعاً اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو نماز عصر سے پہلے چار رکعات نوافل پڑھے مشکوٰۃ بہر حال اس کی نصوص کی بنا پر حضرت الامام عصر سے پہلے دو چار نوافل کا اہتمام فرماتے تھے

نماز مغرب سے پہلے نوافل حضرت والا اربع آباء سنت و امتدائے شریعت کے بہت ہی عادی تھے نصوص و احادیث سے جو کچھ ثابت ہے اس پر

آپ بقدر وسعت ضرور عمل فرماتے تھے ضعیف سے ضعیف حدیث پر بھی عمل پیرا رہنے کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ اپنے خدام و تلامذہ کو بھی خاص طور پر یہ وصیت و نصیحت فرماتے تھے کہ جو کچھ احادیث سے ثابت ہے اس پر عمل متروک کرنا چاہیے علم کی زندگی کی ضمانت عمل میں ہے جو کچھ بڑھو اس پر عمل کر لو تو علم زندہ رہے گا، چونکہ احادیث سے نماز مغرب سے پہلے دو رکعات نوافل کا ثبوت ہے۔ مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مدینہ میں تھے تو جب مؤذن اذان مغرب پڑھتا تھا تو صحابہ کرامؓ جلدی جلدی سوتلوں کی آڑ لے کر دو رکعات نفلیں پڑھ لیتے تھے۔ یہاں تک کہ اس وقت اگر کوئی اجنبی آدمی مسجد میں داخل ہوتا تو یہ سمجھتا کہ شاید نماز مغرب ہو چکی را اور لوگ مغرب

کے بعد والی سن دنوافل میں مصروف ہیں اتنی کثرت سے لوگ یہ نوافل پڑھتے تھے یہی مضمون کئی روایات میں موجود ہے۔ حضرت مرشد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عقبہ بن عامرؓ کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ حیرت کی بات ہے کہ بنی تمیم مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے ہیں۔ حضرت عقبہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم لوگ بھی یہ نفلیں پڑھا کرتے تھے، حضرت مرشدؓ نے کہا کہ اب کیا رکاوٹ پیش آگئی؟ فرمایا مصروفیت (مشکوٰۃ ص ۱۵۱ بحوالہ بخاری) حضرت دالاج کا معمول تھا کہ پورے رمضان ان احادیث پر عمل فرماتے تھے کیونکہ افطار سے فراغت میں اور لوگوں کو بندہ رہے میں منٹ لگ جاتے تھے اور آپ ایک کھجور اور ایک گھونٹ پانی سے افطار فرما کر بہت ہی اطمینان سے دو رکعت نوافل ادا فرمالتے تھے۔ پھر پورے سال ظاہر ہے کہ ان نفلوں کا موقع نہ مل پاتا تھا۔

صلوٰۃ التیسع کا اہتمام ہمارے حضرت دالاج صلوٰۃ التیسع کا بھی بہت ہی اہتمام فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ خلاف عادت اپنے ایک خادم خاص سے ارشاد فرمایا کہ آج میری عمر چھ سال کی ہوگئی اور چونکہ سال میں پچھترے دن ہوتے ہیں احمد اللہ آج اتنی ہی مرتبہ صلوٰۃ التیسع بھی ہوگئی۔ آپ اندازہ لگائیے کہ حضرت دالاج نے کس قدر اس کا اہتمام فرمایا ہو گا کیا اس کی کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ متقدمین و متاخرین سے اس نماز کا اہتمام تو منقول ہے لیکن اتنی مقدار و تعداد میں کسی نے اس نماز صلوٰۃ التیسع کو ادا کیا ہو۔ اسی کی نظیر کم از کم ہمارے ناقص علم میں نہیں خصوصاً جب کہ حضرت دالاج دین کے دوسرے گونا گوں مشاغل میں بھی شب و روز منہمک رہتے تھے۔ اور مختلف الانوائے اتنی ذمہ داریاں بھی سر پر تھیں کہ جن کا پورا کرنا بھی ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں یہ صرف حق تعالیٰ شانہ کی خاص توفیق، اس کی قدرت کا ایک کرشمہ حضرت دالاج کی استقامت و پابندی کی برکت اور ایک کھلی ہوئی کرامت تھی۔ ممکن ہے کہ حضرت دالاج دو چار مرتبہ روزانہ عرصہ دراز تک پڑھتے رہے ہوں یا بطور وظیفہ قصور سے عرصہ میں یہ مقدار پوری فرمائی ہو۔ واللہ اعلم۔ حضرت دالاج نے اپنی عادت کے خلاف اپنے مخصوص خادم سے اس کا اظہار فرما دیا ممکن ہے کہ حضرت کا مقصد ان کو ترغیب و تحریص ہو۔ بعض حضرات کو اس سے تعجب ہو گا مگر ہمارے نزدیک اس

میں کوئی تعجب و حیرت کی بات نہیں جو حضرت دالارح کی مداومت و پابندی کی عادت سے واقف ہیں وہ ضرور اسکی تصدیق کریں گے۔ اور جو اس راہ سے دور ہیں اور ایسی چیزوں کو ناقابل التفات اور افسانہ سمجھتے ہوں ان سے ہمارا رُکے سخن نہیں۔ حضرت دالارح کی زندگی نے اس حق تعالیٰ نے اس سے بڑھ کر بہت ہی عجیب باتیں و دلایت فرمائی تھیں۔ جو انہیں ادراک میں مختلف مقامات پر مذکور ہیں۔ مثلاً حضرت دالارح نے کلمہ طیبہ کا ذکر پوری زندگی کے سانسوں کی تعداد کے موافق کر نیکی کامیاب کو کشش فرمائی۔ یہ خفائی اگر کسی کی عقل نارسا میں نہ آئیں تو ہم اسکی عقل کا تصور ہی سمجھیں گے یا یہ کہ وہ اہل اللہ کے حالات و کرامات سے ناواقف یا منکر ہو سکتا ہے۔

صلوۃ التبیح کا ثبوت صلوۃ التبیح کا ثبوت حدیث پاک سے ہے جس کو بہت سے محدثین نے اپنی کتابوں میں لیا ہے اگرچہ اس حدیث کی روایتی حیثیت میں محدثین کا اختلاف رہا ہے کہ وہ صحیح ہے یا حسن یا ضعیف و جہل بہت سے لوگ (جو خود دناختہ محقق ہیں) یا ان کو خواہ مخواہ اپنے علم پر بے جا ناز ہے (صلوۃ التبیح کی روایت کے منکر ہیں اور وہ اس کو حدیث ماننے کے لئے تیار نہیں جس کی وجہ سے بعض اچھے خاصے بھلے آدمیوں کو کبھی مغالطہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے عرض ہے کہ صلوۃ التبیح کی حدیث کا انکار غلط اور بے جا جرات ہے۔ یہ دور انکار حدیث کا دور ہے اور اپنے مسلک کے بعض جذبات پسند حضرات بھی اس انکار حدیث کی رو میں بہہ رہے ہیں۔ چنانچہ ہم نے کتاب ”محرم پر تام“ ایک ایسے ہی ”آزاد محقق“ کی تردید میں لکھی ہے جس نے بخاری و مسلم اور ترمذی کی صحیح احادیث کا بڑی بے باکی سے انکار کر دیا تھا اور جس نے پانچ صحابہ کی توہین اور اہل حق علیائے کرام کی تکفیر کی تھی۔ اسلئے باوجودیکہ یہ تحقیق حدیث کا مقام نہیں مختصر اشارات اس حدیث ”صلوۃ التبیح“ کے ثبوت اور اسکی حیثیت کی طرف کرتا ہوں اور یہ واضح کرتا ہوں کہ محدثین کے نزدیک اس حدیث کی حیثیت اور مقام کیا ہے۔

۱۱۔ اس ”حدیث صلوۃ التبیح“ کو بہت سے صحابہ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابورافع، حضرت عبداللہ بن عمر

حضرت فضل بن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم نے

(۲) اور بہت سے محدثین نے مختلف طرق واسانید سے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے مثلاً امام ابو داؤد، امام ابن ماجہ، امام ترمذی، امام بیہقی، امام ابن خزمیہ، امام حاکم، امام ابن حبان، امام عبد اللہ بن مبارک، امام طبرانی، خطیب برنی، امام آجری، امام ابو سعید سماعی، امام ابو موسیٰ المدینی وغیرہم رحمہم اللہ نے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا ہذا احادیث غریب اہل علم جانتے ہیں کہ امام ترمذی رحمہ اللہ لفظ غریب لباقیات صحیح کے مقابلہ میں نہیں بولتے بلکہ بعض مرتبہ ہذا حدیث صحیح غریب اور ہذا حدیث حسن غریب بھی کہتے ہیں تو لفظ غریب اس کے ضعیف یا موضوع اور قابل رد ہونے پر دلیل نہیں نیز حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے خود فرمایا کہ میں نے اپنی اس کتاب (ترمذی شریف) میں وہی احادیث ذکر کی ہیں جو معمول بہا ہیں (مقدمہ لامع الدراری) اس لئے یہ حدیث امام ترمذی رحمہ اللہ کے نزدیک یقیناً ثابت اور قابل عمل ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے محدث میرک شاہ سے نقل کیا ہے کہ:

سودی ابن المبارک وغیرہ محدثین اہل العلم صلوٰۃ
ابن تیمیہ والفضل فیہا (مرقاۃ ص ۱۹۲)
امام عبد اللہ بن مبارک اور بہت سے اہل علم نے
صلوٰۃ ایضاً اور اسکی فضیلت کو نقل کیا ہے

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے کچھ آگے فرمایا ہے کہ:

واختلف المتقدمون والمتأخرون فی تصحیح
ہذا الحدیث صحیح ابن خزمیہ والراکم حسنہ مجاہد
ابن خزمیہ رحمہ اللہ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور محدثین کی ایک جماعت نے
اس کو حسن قرار دیا ہے اھ

وقال العسقلانی فی ہذا حدیث حسن
وقال ابن اکبوزی بذکرہ فی الموضوعات
وقال الدارقطنی صحیح شیخ درذنی فضائل السور
فضل قل ہو اللہ احد صحیح شیخ درذنی فضائل
الصلوات فضل صلوٰۃ ایضاً وقال عبد اللہ
اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث
حسن ہے اور علامہ ابن اکبوزی نے اس حدیث
کو موضوعات میں ذکر کر کے جرم کا ارتکاب
کیا ہے اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سورۃ قل
کی فضیلتوں میں جو حدیثیں منقول ہیں ان

ابن المبارک صلوٰۃ التَّسْبِيحِ مرغِب فیہَا
 یَسْتَحِبُّ اَنْ یُعَادَیْہَا فِی کُلِّ حَیْنٍ لَا یَغْلُ
 عِنْدَہَا اِنْ رَمَقَاۃً اَلْمَفَایِیْحِ ۱۹۲ و ۱۹۳
 میں سب سے زیادہ صبح وہ احادیث ہیں جو
 قل ہوا اللہ احد کی فضیلت میں وارد ہوئی
 ہیں۔ اور جو احادیث نمازوں کے فضائل
 کے بارے میں وارد ہوئی ہیں ان میں سب سے زیادہ صبح وہ ہیں جو صلوٰۃ التَّسْبِيحِ کی فضیلت
 کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور حضرت عبداللہ بن مبارکؓ نے فرمایا کہ صلوٰۃ التَّسْبِيحِ کی
 ترغیب دہنی ہے اور یہ پسندیدہ عمل ہے اس کا عادی ہونا مستحب ہے اور اس سے
 غفلت نہیں برتنی چاہیے۔

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس مذکورہ تحقیق کو غور سے پڑھیے
 اور ائمہ حدیث و جلیل القدر محدثین کے اقوال کو اچھی طرح پڑھیے اور سمجھیے کہ وہ صلوٰۃ التَّسْبِيحِ
 کی اس حدیث کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں اور ان کی تحقیق کا حاصل کیا ہے اور
 علامہ ابن الجوزی جن کا تشدد و محدثین کے یہاں مشہور ہے اور انہوں نے بہت سی
 صحیح احادیث پر حتیٰ کہ بخاری شریف کی احادیث پر کبھی دھن کی صحت پر محدثین کا
 اتفاق یا قدر کیا ہے۔ انہوں نے اس حدیث کو اپنی عادت شدت کی بنا پر موضوعات
 میں شامل کیا ہے تو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان کیلئے ”مجموعہ“ ہونے کا فیصلہ
 کیا۔ اور ان کو اس سلسلہ میں خطا و اقرار دیا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ محدثین نے حدیث صلوٰۃ التَّسْبِيحِ کو صحیح یا حسن قرار دیا ہے اور جس نے
 اس کو موضوع کہا اس کی سخت تردید کی گئی ہے۔ اگر بالفرض اس حدیث کو ضعیف بھی
 مان لیا جائے تو تعدد طرق سے اسکے ضعف کا انجبار ہو کر اس کو حسن کا مرتبہ حاصل ہو جائے
 گا۔ امام ترمذیؒ کا اس حدیث کو نقل کرنا اسکے ثبوت اور معمول بہا اور قابل عمل ہونے کی
 کھلی دلیل ہے علاوہ ازیں امت نے اس کی تلقین بالقبول کی ہے یعنی بلا انکار و تردید
 اس حدیث کو قبول کیا ہے بلکہ اس پر عمل کیا ہے۔ صلحائے امت ہمیشہ سے اس پر عمل
 کرتے چلے آ رہے ہیں یہ بھی اس حدیث کے ثبوت کیلئے دلیل کافی ہے۔ اس لئے اس حدیث کو
 موضوع اور ناقابل عمل قرار دینا اور اس کو رد کرنا بڑا ظلم اور کھلی ہوئی زیادتی ہے۔
 اور درود صحابہ سے آج تک کے تمام محدثین پر جنہوں نے اس کو ثابت مانا اور تمام

صلحائے امت پر جنہوں نے اس پر عمل کیا ہے جہلِ گمراہی کا داغ نازیا لگانا ہے (غور باللہ) بلکہ اپنی جہالت و گمراہی کا اعلان کرنا ہے۔ اگر بالفرض اس حدیث کو ضعیف بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی علمائے امت اور محدثین کرام کا فیصلہ ہے کہ حدیث ضعیف کا فضائل اعمال میں اعتبار کیا جاتا ہے، حق تعالیٰ فتنۂ انکار حدیث سے امت کی حفاظت فرمائے اور حدیث پسند لیسر جیول کے شر سے بھی مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین۔ ہم نے موضوع سے ہٹ کر ضرورتاً یہ سطور لکھ دی ہیں ہم اسکی ناظرین یا تمکین سے معذرت چاہتے ہیں نقطہ ایم احمد غازی مظاہری

ذکر کی کثرت اور ذکر کی ہدایت

حضرت والا رحمہ وقت ذکر قلبی و ذکر لطائف میں منہمک مشغول رہتے اور فارغ اوقات میں ذکر لسانی میں بھی اہتمام کیسا تھا مصروف رہتے تھے۔ اپنے اس کالزام کیا تھا کہ کوئی لمحہ اور کوئی سانس ذکر سے خالی نہ ہونا چاہیے۔ اور تادم و البسین اس کا عملی ثبوت بہم پہنچایا۔ ذکر لسانی بھی صرف ضروری مصروفیات و تعلیم و تدریس، دعا و نصیحت ضروری کلام اور طعام و منام وغیرہ کے وقت موقوف ہوتا تھا۔ آپ کے ہاتھ میں ہر وقت تسبیح رہتی تھی اور کوئی وقت ذکر و ادعیہ مسنونہ و اذکار یا ثورہ سے خالی نہ رہتا تھا۔ آپ کی حیات بابرکات بلامبالغہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدکر اللہ فی کل اَحْیَا ذہ کی زندہ تفسیر و واضح تصدیق اور پیروی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آئینہ دار تھی۔ بعض مرتبہ کان لگا کر سننے کی کوشش کی گئی تو محسوس ہوا کہ زبان مبارک پر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یاد و دیا گیا یا استغفار جاری ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ان اذکار پر خصوصاً کلمہ طیبہ پر زیادہ مداومت فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ نے کلمہ طیبہ کو آٹھ سو بار کہہ کر اگر سو سال سے زائد بھی عمر ہو جاتی تو عمر شریف کے سانسوں کی تعداد اسے کلمہ طیبہ کے ذکر کی تعداد کم نہ ہوتی۔

مولانا عبد القیوم صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت والا کے تمام فارغ اوقات ذکر الہی (لسانی) سے معمور رہتے تھے۔ آپ ہمہ وقت ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ ضعف جسمانی کے باوجود ذکر اللہ آپ کی روحانی و جسمانی غذا بن گئی تھی۔

اور بغیر ذکر الہی کے آپ کو ایک لمحہ کیلئے بھی سکون نہیں ملتا تھا حتیٰ کہ جمعہ کے دن غسل سے پیشتر جب بدن ملواتے تو بدن کو سنبھالنے کے لئے دونوں ہاتھوں سے ٹیک لگانا پڑتا اور تسبیح ہاتھ میں رکھنا ممکن نہ ہوتا تھا تو سامنے بیٹھے ہوئے کسی خدام کے ہاتھ میں تسبیح تھما دیتے اور حضرت والاؒ ذرا آواز سے ذکر فرماتے اور خدام تسبیح کے دانے گراتے رہتے۔ اس میں خدام کی تربیت و تربیت کا پہلو کبھی ملحوظ تھا، آپ نے ذکر اللہ کی کثرت کا اس قدر اہتمام غالباً اس لئے فرمایا تھا کہ حضرت فرماتے تھے: ”الغیری زندگی بالفرض سو سال سے بھی متجاوز ہو جائے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ زندگی کا کوئی سانس ذکر اللہ سے خالی نہ رہے۔“ طفلی و جوانی کے اوقات جو اکثر غفلت کی نذر ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان اوقات میں بھی حضرت کی غفلت سے حفاظت فرمائی، اس زمانے کے ہر سانس کے بدلہ میں بھی کم از کم ایک مرتبہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ الخ ہو جائے۔

حضرت والاؒ کی دو کا پیاں
 راقم السطور کے پاس حضرت والاؒ کے
 چھوٹے سنان میں دو کا پیاں (لوٹ بکس)

ہیں۔ ہم کو یہی دستیاب ہو سکیں۔ ممکن ہے کہ اس قسم کی اور کبھی کا پیاں ہوں۔ ان کا پیوں میں حضرت والاؒ نے بطور یادداشت اس طرح لکھا ہے۔ مثلاً ۲ جنوری ۱۳۵۶ء ۲۵ سال یعنی تاریخ وار کچھ یادداشتیں مختلف اعداد میں لکھی گئی ہیں۔ اندازہ یہ ہے کہ یہ تسبیحات کے اشارات اور رموز ہیں کہ فلاں تاریخ میں کلمہ طیبہ کی سو ۲۵ تسبیحات ہوئیں۔ اور فلاں تاریخ میں پانچ سو و فلاں میں چار سو وغیرہ یہ ہمارا صرف اندازہ ہے۔ اور حضرات کا کبھی خیال یہی ہے کہ ذکر کا کچھ حساب اور یادداشتیں ہیں اور صحیح علم اللہ تعالیٰ کو ہے یا نہ کہنے والے (حضرت والاؒ) کو اللہ اعلم۔ اگر ان تمام اعداد کو جوڑا جائے تو تعداد لاکھوں کو پہنچ جاتی ہے۔

خاک سمجھے گادہ راز اولیاء

اس کو کیا احساس درد عشق ہو

نہیں بہشت میں جو داخل نہیں

جس کو حاصل عشق و درد دل نہیں

ذکر کی تاکید و ترغیب
 حجت الاسلام حضرت آقا سید محمد حسین علیہ السلام کی
 اصلاح و تربیت متعلق ہوتی ان کو ہمیشہ ذکر

میں مشغول رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ مولانا عبدالقیوم صاحب فرماتے ہیں کہ:

”مجھ جیسا لا ابالی اور غفلت شعار بھی حضرت دالارح کے سامنے ذکر کی ایک معتد بہ مقدار پوری کر لیتا تھا لیکن حضرت دالارح کہیں تشریف لجاتے تو اکثر ”گپ شب“ میں لگ جاتا داپس تشریف لاتے تو ذکر سے غافل اور باتوں میں مصروف پا کر کبھی ارشاد اور کنایت اور کبھی صراحتہ تنبیہ فرماتے تھے۔ بزمانہ قیام سہارن پور ضعف و ناتوانی کے باوجود ہم لوگوں کے اوقات و حالات کی پوری خبر گیری رکھتے تھے اگر کسی ضرورت سے بھیجتے تو داپس آنے پر محاسبہ کرتے کہ کتنا ذکر کیا۔ میں عرض کرتا کہ سفر کی وجہ سے معینہ مقدار میں بہت کمی ہوئی فرماتے اچھا سفر میں تو میری تسبیح کی مقدار بڑھ جاتی ہے اور تمہاری گھٹ گئی۔ تم لوگوں کو بات کرنے ہی سے فرصت نہیں ملتی حضرت دالارح اذکار مسنونہ کا بھی انتہائی اہتمام فرماتے اور بسا اوقات تعلیماً بالجمہ اور فرماتے تھے

حضرت دالارح فرماتے ہیں کہ

کیوں نہ ہو دنیا سے غافل کیوں نہ ہو	جو تمہاری یاد سے غافل نہیں
خاک سمجھے گادہ را از کن فکان	مذہب و مذاہب میں جو شامل نہیں
گوشہ گوشہ دل کا بے فرد و کیف	بے بہا نعمت ہے دردِ دل نہیں
گو ہزاروں شغل ہیں دن رات میں	لیکن اسعد آپ سے غافل نہیں
عشقِ اسعد کی بلندی دیکھیے	آشنائے آرزوئے دل نہیں

زکوٰۃ و صدقات حضرت دالارح کو شروطنی سے فراخ دستی و فارغ البالی حاصل نہیں رہی اور نہ دنیوی دولت و ثروت کی طرف

کبھی آپ نے توجہ فرمائی۔ صحرائی اور سکائی جائیدادیں حضرت دالارح کے استغناء و زہد اور بے التفاتی کی نذر ہو گئیں۔ یتیمی نے صبر و قناعت کی وہ دولت بخشی تھی کہ ظاہری دولت و ثروت کی طرف کبھی حضرت دالارح کے قلبِ اطہر کا رجحان نہیں ہوا اسی لئے وہ ہدایا و اصول کرنے میں بھی بہت ہی محتاط تھے۔ اہل مال اور دنیا کے دولت مندوں کے قرب کو پسند نہ فرماتے تھے اور نہ اپنے سامنے دنیا کا ذکر گوارا فرماتے تھے۔ انہیں ادراک میں مذکور ہے کہ قطر سے آئے ہوئے حضرت دالارح کے

ایک قریبی عزیز نے جب اپنی اور اپنی اولاد کی آمدنی کا حال بیان کیا تو حضرت
پریشان ہو گئے اور فرمایا ”ارے بھائی اتنے روپے کا کیا کر دے گے کیوں زندگی کو
ضائع کیا لا حول ولا قوۃ الا باللہ سب کو چھوڑ چھاڑ کر مسجد میں بیٹھو اللہ اللہ کر دے“
وہ منظر بڑا قابل دید منظر تھا

اب حسن سے کچھ کام نہ چلوؤں سے سردکار اب شق ہی خود عشق کا معیار ہوا ہے
علامہ ازیں مدرسہ سے کھوڑی سی تنخواہ ملتی تھی اور چونکہ آپ کثیر العیال تھے اس لئے
اغراجات بہت تھیں۔ پھر مہانوں کی منیافت اور اعزہ کی کفالت وغیرہ ذمہ داریاں
مزید برآں تھیں۔ اس کے باوجود آپ اضافہ تنخواہ کو بھی پسند نہ فرماتے تھے۔
بلکہ جب اہل مدرسہ نے تنخواہ بڑھانے کی پیشکش کی تو آپ نے یہ کہہ کر اضافہ نہ کر
دیا کہ موجودہ تنخواہ کے اعتبار ہی سے میں اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کر پا رہا ہوں
”صحائف اسعد“ میں مکتوب^{۱۹} میں ہے کہ:

”اس اثناء میں متعدد بار مجھ سے یہ بھی فرمایا گیا کہ مشاہرہ بڑھایا جائے میں نے
تواضعاً نہیں بلکہ واقعات کے پیش نظر عرض کیا کہ مجھ کو موجودہ تنخواہ میں بھی تامل
ہے۔ کیونکہ میں مفروضہ امور کو پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام نہیں دے رہا ہوں
چہ جائیکہ اور زیادہ تنخواہ“ (۲۱۷)

جناب تسکین قریشی دکتوب الیہ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:
اس خط کا ایک اور پہلو بھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت دلچسپ اور سبق آموز ہے
وہ یہ کہ موجودہ دور میں ہزاروں سرکاری اور غیر سرکاری اسکول اور کالج ہیں لیکن
ان میں سے کسی ایسے مدرس یا پھر لکچرار یا پروفیسر کو بطور مثال شاید ہی پیش کیا
جاسکتا ہے جو قلیل المعاش ہوئے کے علاوہ کثیر العیال بھی ہو اور بایں ہمہ اپنی
تنخواہ میں اضافہ کئے جانے کی پیشکش کو ٹھکرا دے محض اس بنا پر کہ فرائض متعلقہ
اور کار مفروضہ کے لحاظ سے اس کا موجودہ مشاہرہ کافی ہے اور وہ کسی ترقی یا اضافہ
کا مستحق نہیں۔ ایثار و اتقواء کی یہ مثالیں اگر کہیں ملتی ہیں تو ان ہی قدامت پسند
درنگاؤں میں۔ جناب مولانا کی ذات گرامی ان مثالوں میں ایک روشن مثال ہے ”صحائف اسعد“

۵ کیا کیا نہ تپا یا ہے اسے آتش غم نے تب جا کے یہ شعلہ بیدار ہوا ہے
فیضانِ غمِ عشق سے حاصل ہے وہ نسبت ہر سانسِ حدیث لبِ رخسار ہوا ہے
کچھ دن سے عجب دل کی نزاکت کا ہے عالم اک حرفِ تسلی بھی گراں بار ہوا ہے
کیا کہئے جگر کس گلِ رعنا کی بدولت
ہر شعر مرا شعلہٗ رخسار ہوا ہے

حاصل یہ ہے کہ حضرت دالارح کی زندگی صبر و رضا اور زہد و قناعت کی آئینہ دار تھی
ظاہری خوشحالی و فراخ دلی کی طرف نہ اپنے کبھی التفات فرمایا۔ نہ حصولِ دولت
کے اسباب کی طرف توجہ فرمائی۔ لیکن اس کے باوجود آپ ایک مدت تک صبا
نصاب بھی رہے ہیں۔ چنانچہ آپ کے پاس جب غلام محی الدین صبا کو تو ال سہارنوی
نے بطور ہدیہ مبلغ پچاس روپے بھیجے تھے تو حضرت دالارح نے ان کا یہ ہدیہ
شکر یہ کیسا تھا یہ کہہ کر واپس فرما دیا تھا کہ:

”میں خدا کے فضل سے نہیں ہوں صاحبِ نصاب ہوں اس لئے جناب
کی پیشکش قبول کرنے سے معذوری ہے“

عنوان ”زہد و قناعت“ کے تحت یہ لپچرا قصہ درج ہو چکا ہے۔

اخفائے صدقات | لیکن مشاہدہ و تجربہ یہ ہے کہ حضرت دالارح زکوٰۃ و
صدقات میں اخفاء کو پسند فرماتے تھے طلبہ و ادرار

ضرور تہمید و ن کی خاموشی سے اس طرح مدد فرماتے تھے کہ حتیٰ لَا تَعْلَمَ شَيْئًا
مَا اَنْفَقَ بِمَدِينَةٍ (دائیس کو یہ نہ چلے کہ دائیس نے کیا خرچ کیا) کا منظر آنکھوں میں۔
پھر جاتا تھا۔ آپ جن طلبہ کی خاموشی سے مدد فرماتے ان کو یہ تاکید فرما دیتے کہ اس
کا کسی سے اظہار نہ ہو۔ طلبہ کی اعانت کرنے کے کچھ واقعات انھیں اوراق میں
ذکر کیے جا چکے ہیں۔

حضرت دالارح نہایت خاموشی و راز داری سے ہمیشہ صدقات کا سلسلہ جاری رکھتے تھے
حج و زیارت ”حج و زیارت“ کا شوق کچھ نہ کچھ ہر مسلمان کو ہونا ایمان کا
تقاضا ہے۔ لیکن حضرت دالارح کو لہجہ وانی ہی سے حج و

ذریارت کا بہت ہی شوق تھا۔ آپ "خود داری و عزت نفس" کی وجہ سے اس کا
 اظہار نہ فرماتے تھے اس سلسلہ میں کبھی کسی کا ممنون احسان ہونا آپ کو گوارا نہ تھا
 اور قلیل تنخواہ میں رحب کی ابتدا ۱۳۳۳ھ میں صرف مبلغ ۵۵ روپے سے ہوئی
 تھی اور ۱۳۴۲ھ یعنی نظامت علیا کا عہدہ ملنے تک آپ کا یہ مشاہرہ ۵۵ روپے سے
 بار ۵۵ روپے تک پہنچا تھا اس میں ۱۱ اتنی گنجائش کہاں تھی کہ دیگر اخراجات کے
 ساتھ کچھ پس انداز ہو کر حرمین شریفین کا سفر ہو سکے۔ اس لئے جب احباب رنگون
 نے حضرت دالارہ سے قیام رنگون کے سلسلہ میں اصرار کیا اور حضرات اکابر شہارنپور
 سے بھی حضرت کو وہاں کے لئے آمادہ کرنے کی پُر زور درخواست کی اور اکابر
 نے بھی وہاں کی ضرورتوں کو غموکس کیا تو حضرت دالارہ نے اس ارادہ سے عارضی
 طور پر قیام رنگون کو اختیار کر لیا کہ وہاں "حج ذریارت" کے اسباب کا ہیا ہو جانا
 آسان ہے۔ چنانچہ حضرت دالارہ نے وہاں کا سفر ۱۳۴۲ھ میں کیا۔ اور جامعہ محمدیہ
 راندیریہ کی نظامت علیا کا عہدہ قبول فرمایا۔ لیکن جامعہ مظاہر علوم اور وہاں کے
 اکابر و احباب کے دالہانہ تعلق اور غایت محبت نے ایسی پرجہور کر دیا اور آپ
 ایک سال پورا کرنے پہلے ہی شہارن پور واپس تشریف لے آئے اور "حج
 ذریارت" کا ارمان دل میں باقی رہ گیا۔ لیکن اہل برما اور رنگون حضرت دالارہ کے
 ایسے شیدائی بن چکے تھے کہ اب ان کو حضرت دالارہ کی مفارقت گوارا نہ تھی
 اس لئے دوبارہ اصرار کیا جس کے نتیجہ میں دوبارہ ماہ صفر ۱۳۵۲ھ میں آپ
 جامعہ محمدیہ راندیریہ کی نظامت علیا کا عہدہ قبول فرما کر رنگون جانا پڑا اور
 نہیں سے ذوق ۱۳۵۲ھ میں حج کو روانگی ہوئی اور حج ذریارت سے فراغت
 پر رنگون واپس ہوئے لیکن شہارن پور کا جنگل ماحول آپ کو یا د آتا رہا
 شہارن پور کے احباب و اکابر کی جدائی سے بے چین رہے۔ وہ نورانی ماحول
 بھلا رنگون میں کہاں نصیب ہو سکتا تھا؟ اس لئے آپ وہاں بہت
 بے چین رہے جیسا کہ آپ کے مکتوبات رنگون سے معلوم ہوتا ہے آپ نے
 اسی حالت میں جو رنگون میں اشعار اور غزلیں کہی ہیں ان سب سے

یہ کیفیت ترشح ہوتی ہے۔ ان سب کا یہاں نقل کر دینا تو طول لا طائل ہے اور وہ خطوط جو آپ نے اپنے بچوں کے نام ارسال فرمائے تھے، ”پند و نصائح“ میں درج بھی کر دیئے گئے ہیں۔ نیز بعض دوسرے اشعار اور ایک اہم منظوم کلام ”سفر رنگون“ کے بیان میں درج کیا جا چکا ہے۔

روزوں کا اہتمام حضرت دارالحیاتیات بابرکات بڑی مصروف اور گونا گوں ذمہ داریوں اور شدید مجاہدوں کی حامل رہی ہے۔ انھیں وجوہات کی بناء پر آپ نے نفلی روزوں کا اہتمام کم کیا ہے لیکن رمضان المبارک کا اہتمام آپ بڑے ہی اعتدال اور نرالے انداز میں فرماتے تھے حقیقت یہ ہے کہ آپ کے نزدیک زندگی کے لمحات کو وصول دکانہ بنانے میں رمضان وغیرہ رمضان برابر تھے بقول شخصہ

ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی

آپ نے کہا حقہ پوری زندگی کے شب دروز کی بہت ہی قدر فرمائی ہے ہر آن معلوم ہوتا تھا کہ سفر آخرت کی تیاری کی تکمیل ہو چکی اور جس وقت بھی پیام آجائے گا کسی الجھن سے دوچار نہ ہونا پڑے گا۔ ہر وقت آپ گویا پاب رکاب تھے۔ اور ہر لمحہ موت کی یاد، آخرت کا دھیان۔ اللہ جل شانہ کا خوف، لقاء حق کا شوق یہ سب امور آپ کے قلب اطہر میں موجزن رہتے تھے۔ اور زبان مبارک پر ذکر، امور مذکورہ کا ہر لمحہ فکر، ادا کا امتثال اور خواہی سے مکمل اجتناب کا ہمہ وقت زبردست اہتمام رہتا تھا

کب مجھ کو سوزِ قلبِ جگر سے اماں ملی

کب میں تمہارے عشق میں آتش بجا نہ تھا

کب تیرا حسن عشق کا آرام جاں نہ تھا

کب میرا عشق حسن کی روج رواں نہ تھا

یاں اتنا فرق محسوس ہوتا تھا کہ رمضان المبارک میں خلق سے تقریباً انقطاع کلی اور استغراق و تعلق مع الحق کی کیفیت بڑھ جاتی تھی۔ لیکن درمیان

پر بھی توجہ میں اضافہ محسوس کیا جاتا تھا۔ ذاتِ گرامی ایک عجیب متانت و لطافت اور شوق و انہماک کا مظہر ہوتی تھی۔ ان عجیب کیفیات کو احاطہ تحریر میں لانا خصوصاً مجھ جیسے بے بصیرت و نابلد اور طریق سے نادان واقف کے لئے نہایت دشوار ہے۔

تراویح کا اہتمام | اس سلسلہ میں چند صفحات پہلے لکھا جا چکا ہے کہ کہ آپ کو نماز کی صحت کا زبردست اہتمام تھا۔ تراویح بھی آپ ایسے ہی امام کے پیچھے ادا فرماتے تھے جو قرآن پاک کو تجوید کی رعایت کے ساتھ پڑھتا ہو۔ تراویح کا امام بھی ہر کس و نا کس کو نہ بڑاتے تھے۔ حضرت مفتی محمود حسن صاحب کی امامتِ تراویح اس لئے پسند فرمائی کہ وہ قرآن پاک جلدی پڑھتے تھے۔ جناب قاری محمد ابراہیم صاحب مرحوم استاذِ درجہ تجوید جامعہ مظاہر علوم رجبیتِ عمدہ قرآن پڑھتے تھے۔ اور خوش الحان بھی تھے، آپ کی تراویح کے امام رہتے تھے۔ وہ نہایت طہیمان سے سوا پارہ پڑھتے تھے۔ اور حضرت والار بڑے ذوق و شوق سے کلام اللہ ان سے سنتے تھے۔ کہیں متشابہ لگتا تو حضرت والار بتا دیتے تھے حالانکہ حافظ نہ تھے۔ مگر کثرتِ تلاوت کے سبب آیات اور متشابہ والے مقامات محفوظ و مستحضر تھے۔

رمضان میں نوافل | رمضان المبارک میں تعداد کے اعتبار سے کوئی معتد بہ اضافہ نہیں ہوتا تھا۔ ہاں ان نوافل میں جو آپ کے معمولات میں پورے سال رہتی تھیں طول و اطمینان بڑھ جاتا تھا۔ صحت کے زمانہ میں ادابین کی نوافل میں غیر رمضان کی بہ نسبت وقت زائد خرچ ہوتا تھا۔ صرف نمازِ مضرب سے پہلے دو نفلوں کا اضافہ ہمارے علم میں ہے۔ جو صرف رمضان کے ساتھ مخصوص تھیں۔ جن کا تفصیلی بیان سابقہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ نیز اندازہ یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن پاک کے مقدارِ رمضان میں کافی بڑھ جاتی تھی۔

اعتمکاف حضرت والارح کو تو امور متعلقہ و اعذار جسمانیہ کی وجہ سے رمضان المبارک میں اعتکاف کا موقع نہ ہوتا تھا البتہ کچھ مریدین حضرت والارح کی خدمت میں رمضان گزارنے کے لئے حاضر ہو جاتے۔ اور وہ اعتکاف کرنا چاہتے تو آپ ان کو اجازت دیدیتے اور وہ لوگ مسجد کلتومیہ دارالطلبہ قدیم میں اعتکاف کرتے۔ جو اپنے کھانے کا انتظام خود کرتے اور حضرت والارح کوئی نہ کوئی کھانے کی چیز روزانہ ان کے پاس بھیجتے رہتے ہاں اگر ایک ہی آدمی ہوتا تو حضرت والارح کے مکان سے اس کا کھانا آجاتا تھا۔ سدا ئی، یوم، ریل ریل اور خاص احترام حضرت والارح کے یہاں اعتکاف کے سلسلہ میں نہ ہوتا تھا۔ ہاں قطب عالم حضرت شیخ الحدیث صاحب کے یہاں لنگر، ذکر، حلیقہ، اعتکاف کا اہتمام وغیرہ سب ہی امور تھے۔ اس سلسلہ میں کچھ اشارات پچھلے اوراق میں بھی آچکے ہیں۔

نماز عیدین عید الفطر اور عید الفاضل کی نمازیں مسجد کلتومیہ دارالطلبہ قدیم جامعہ مظاہر علوم مبارک پور میں بھی ہوتی تھیں۔ آپ کو وہاں کا انتظام بھی کرنا ہوتا تھا اور اخیر میں ضعف پیرنی بھی ایک سبب تھا۔ نیز حضرت والارح کی نمازوں کے سلسلہ میں احتیاط اور صحت کے اہتمام کا تقاضا بھی تھا کہ آپ عیدین کی نمازیں مسجد کلتومیہ دارالطلبہ قدیم ہی میں ادا فرماتے تھے۔

جب تک استاد القراء حضرت مولانا قاری سید محمد سلیمان صاحب صدر مدرس درجہ تجوید جامعہ مظاہر علوم حیات رہے تب وہ عیدین کی امامت وہ فرماتے رہے حضرت قاری صاحب موصوف، صاحب فن، خوش گلو اور نبیلہ فی العلم و الخیر، صاحب تصانیف نہایت خوش اخلاق متواضع الشان تھے۔ ضیاء التجوید، میزان التجوید، حاشیہ غلغلة البیان، فوائد مرصیہ، شرح مقدمہ جزریہ اور جو ہر ضیاء کرمیہ شرح اردو متن شاطبیہ فن تجوید میں آپ کی معرکہ الارادہ تصانیف ہیں۔ ۲۴ رمضان ۱۳۵۵ھ

۴۱ جنوری ۱۹۶۷ء میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ راقم السطور نے قرأت بروایت حفص وکعبہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی سے پڑھی تھی) حضرت والا بچہ گاہے گاہے دیگہ چہری نمازوں میں سے کوئی نماز ان سے پڑھواتے تھے اور واقعہ یہ ہے کہ جو نماز حضرت قاری صاحب پڑھادیتے اس میں بڑا ہی لطف آتا۔

موت کی یاد حضرت والا کی عادت مستقل تھی کہ ہر وقت موت کا دھیان رکھتے اور اس دنیوی زندگی کی ناپائنداری کا ہر وقت خیال رکھتے تھے

بکثرت اسی کا تذکرہ زبان مبارک سے بھی فرماتے۔ اور دوستوں، خادموں اور مریدوں کو ہمہ وقت دنیا کی ناپائنداری دفناور خاتمہ و موت کا دھیان رکھنے کی وصیت و تاکید فرماتے رہتے تھے۔ حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **اَكْثَرُ وَاذْكُرْ هَاذِهِمِ الَّذِیْ اَتٰ** یعنی لذتوں کو توڑ دیتے والی موت، کو خوب یاد کرو۔۔۔ حضرت والا ہی حدیث کو زبان شعر اکثر اس طرح فرمایا کرتے تھے: **سن لو دوستو! کام کی اکبات اکثر و اذکر ہاذا مِ اللذات** مولانا عبد القیوم صاحب لکھتے ہیں کہ:

”حضرت والا کو ہر وقت اپنی موت کا دھیان رہتا تھا۔ اور حسن خاتمہ کے لئے بہت ہی فکر مند رہتے تھے۔ حسن خاتمہ کے لئے خود بھی خاص اہتمام فرماتے اور اکابر و احباب نیز اپنے خدام و تلامذہ سے بھی اپنے لئے حسن خاتمہ کی دعا کی درخواست فرماتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نامور شخص کے انتقال پر بیعتہ دار اخبار ”مہیاک“ سہارن پور نے ایک ادارہ لکھا۔ حضرت والا نے اس کو پڑھا اور فرمایا ”دیکھو کتنے بڑے آدمی تھے انتقال کر گئے۔ چند اخباروں میں یہ خبریں آگئیں کچھ لوگوں نے مرحوم کے محاسن و کمالات پر مضامین لکھ دیئے چند دلوں کا تذکرہ رہے گا اس کے بعد سب کھول جائیں گے۔ اسی طرح ہمارا بھی حال ہو گا۔ اور دیر تک عمر ناپائندار و دنیا کے فانی کا ذکر اس انداز سے فرماتے رہے کہ موت کا نقشہ لکھا ہوں کے سامنے آگیا اور اس مضمون کے بہت سے اشعار آج دیر تک سناتے رہے جن میں سے چند اشعار

اس وقت بھی مجھے یاد آرہے ہیں سہ

بس اتنی سی حقیقت ہے غریب خواب سہتی کی ۔ کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی انسان بن جائے
ٹھیسوں میں خاک لیکر دوست آئے وقتِ دفن زندگی بھر کی محبت کا صلہ دینے لگے

پہے بہارِ عمر دنیا چنر روز جیسے نوچندی کا میلہ چنر روز

زندگی بلبلہ ہے پانی کا کچھ بھر دے نہیں جوانی کا
اور پھر ہم لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ :

اس قدر خستہ کو پاؤ گے کہاں کر لو اس کی مہمانی چنر روز

غرضیکہ حضرت دالارح کی صحبت میں بیٹھکر غافل سے غافل انسان کو کبھی موت کی یاد تازہ
اور آخرت کی فکر پیدا ہو جاتی تھی ۔ اسی طرح آپ برابر اپنے حکیمانہ دعا و رفاۓ کلمات
سے مردہ و دھڑ مردہ دلوں کی مسیحائی و آبیاری فرماتے رہتے تھے ،

مولانا محمد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا فانی صاحب نے فرمایا سہ

ہر نفس عمر گزشتہ کی ہے میت فانی زندگی نام ہے مرم کے جیسے جانیکا

خود حضرت دالارحۃ اللہ علیہ موت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے تھے اور موت کے تصور
ہی سے ان پر عجیب رقت و گرمیہ کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی ۔ فرماتے سہ

نجم سے سن لو کام کی اک بات اکثر و اذکرھا ذم اللذات

اور فرماتے تھے کہ سہ موت سے کس کو رشنگاری ہے ۔ آج ان کی کل ہماری باری ہے

بس اتنی سی حقیقت ہے غریب خواب سہتی کی کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی انسان ہو جائے

میں نے موت پر ایک مرتبہ حضرت دالارح کو ایک شعر سنایا تو بے ساختہ رو پڑے وہ شعر یہ ہے کہ

سہ ہے آج جو سر گذشت اپنی کل اس کی کہانیاں سنیں گی

حسن خاتمہ کی فکر حسن خاتمہ کی حضرت دالارح کو صحت کی حالت میں

بھی فکر تھی ۔ اور مرض و ضعف پیری میں تو اس

فکر کا بہت ہی اضافہ و غلبہ تھا ۔ ہمیشہ مستقل اس مقصد کے لئے دعا فرماتے تھے ختم

خواجگان میں روزانہ بلا ناغہ دعائے حسن خاتمہ ان الفاظ میں فرماتے تھے ، اے اللہ

چلتے ہا مکتول پیر دل اٹھا اور ہمارا ایمان پر خاتمہ فرما ، ، اخیر عمر میں تو پھر آئے جانے

دالے سے درخواست کرتے کہ حسن خاتمہ کی دعا کریں اور اس درخواست کے وقت اکثر رقت طاری ہو جاتی اور انھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔

آخرت کا دھیان آخرت کا یقین، حساب و کتاب، پر ایمان اور خداوند تعالیٰ کی بارگاہ پیشی کا دھیان بنیادی چیز ہے۔ اسی ایمان بالآخرت

کی برکت سے آدمی جہنم و ظالم سے بچتا ہے اور اسی عقیدہ کی طاقت سے انسان اچھے اعمال اللہ کی عبادت و اطاعت اور خلقتِ خدا کی خدمت و شفقت سے مزین ہوتا ہے۔ عقیدہ آخرت میں جس درجہ کی مضبوطی ہوگی اور اس کا قبضہ استحضار اور دھیان ہوگا انسان اسی درجہ کا متقی و پیر گار اور دل و دیندار ہوتا ہے۔ حضرت دالاح کی پر اکہ ادا سے عقیدہ آخرت کا استحضار محسوس ہوتا تھا۔ اسی لئے وہ ادنیٰ اتنی تلفی کے شائبہ سے یا معمولی کوتاہی کے شبہ سے بھی بے چین ہو جاتے اور اسکی مکافات کی فکر کو شش فرماتے تھے۔ اگر یہ شبہ ہو جاتا کہ فلاں شخص کو (وہ خواہ کتنا ہی ادنیٰ سے ادنیٰ انسان ہو) مجھ سے ایذا پہنچی ہے تو اس سے جب تک معافی ادا نہ فرما لیتے آپ مطمئن نہ ہوتے تھے۔ آپ نے پوری زندگی میں کبھی دنیا کے لئے کوئی اتہام نہیں کیا بلکہ اسباب دنیا کی شکستگی پر بھی آپ نے کبھی اظہارِ افسوس اور انکی جانب کبھی کوئی التفات نہیں فرمایا۔ اس "حیاتِ استغناء کے مختلف گوشوں میں ان مذکورہ امور پر کافی روشنی موجود ہے۔

حضرت دالاح فرماتے کہ "دنیا کا انتظام اتنا کر دجنا اس میں قیام کرنا ہے اور آخرت کا اتنا انتظام کر دجنا وہاں رہنا ہے" ظاہر سیکہ دنیا میں قیام عارضی اور چند روزہ ہے اور متعلق ہمیشہ آخرت ہی میں رہنا ہے۔ اسی لئے آپ نے اپنی جائدادوں کی پرداہ نہ کی بڑی بڑی ملازمتوں کو ٹھکرا کر دین کی خدمت، یکسوئی کیساتھ اللہ کی عبادت اور اتباعِ شریعت و سنت پر زندگی کی تمام بہاریں بلکہ حیاتِ بابرکات کے تمام لمحات قربان کر دیئے اور بفضلہ

تعالیٰ آخر دی زندگی کو خوش گوار و شاندار بنا کر وہ فائز المرام اور کامیاب، اس دنیائے دُنیائے حق تعالیٰ کی آغوشِ رحمت و جنت کی طرف رحلت فرما گئے۔ حضرت دالاح نے فرمایا کہ ان کی محو و نگاہوں سے ہے دنیا بسر شار نہیں دنیا میں کسی کو ہوسِ حرامِ شراب اب کوثر کی ہوس جن کو قیامت میں نہیں ان کو ہوتی ہے یہاں پر ہوسِ حرامِ شراب

مست آنکھوں سے پیاوٹ گیا سا غریب چشم میگوں بنی فریاد رس جا اُثر اب
 چھوڑ بھی ذکرِ بتاں یادِ خدا آئی ہے تجھ سے دانا کو مناسب نہیں نداں ہونا
 آفتابِ شرفِ جہانِ اں کا غروبِ فخر دنیا کے لئے سر بگم یہاں ہونا
 دنیا کے حوادث سے نہیں کرتا آہ سختی میں بھی رہتی ہے مرے لب پر واہ
 میں کسی کام سے ہمت ہاروں لاحول ولا قوۃ الا باللہ

امراض اور معالجہ

حضرت والارح کی صحت و تندرستی بہت عمدہ تھی بدن گٹھا ہوا تھا نہ زیادہ موٹے تھے نہ
 دبلے چھریہ اور مضبوط بدن تھا اور زرش فرماتے اور اپنی تندرستی کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔
 مسلسل علمی انہماک مبتذل مجاہدوں، انتہک محنتوں کے باوجود بوڑھا پے تک آپ کی
 صحت قابلِ رشک رہی ۱۳۲۲ھ میں جب میں نے جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیا تو حضرت
 والارح کی تندرستی میری نظر میں سب سے عمدہ تھی۔ سرخ و سفید رنگ تھا۔ رخساروں سے
 خون جھلکتا تھا نورانی چہرہ میں دونوں رخسار عمدہ کشمیری سیب جیسے معلوم ہوتے تھے
 آپ کا قلب مبارک بڑا قوی تھا۔ آپ کی شجاعت و قوت قلب کے ثبوت کے لئے
 دو فتنہ ارتداد، کے مقابلہ میں گرانمایہ کانٹے اور بٹل فرقوں اور بٹل پرتلوں سے کاٹنا منظر کافی ہیں
 جناب ڈاکٹر شفیق احمد صاحب سہارنپوری نے اس وقت جبکہ آپ پر دورہ قلب پڑا
 کہا تھا کہ حضرت والارح کا قلب بڑا مضبوط ہے انہوں نے یہ بھی کہا کہ ”امریکہ کے صدر
 ”آئزن ہاور“ کے علاوہ کسی اور کا دل اتنا مضبوط نہیں ہوا ہے جتنا مضبوط دل حضرت
 والارح کا ہے۔ واللہ اعلم۔

آنکھوں کی تکلیف اور علاج کتب بینی اور مطالعہ کی کثرت کے سبب
 حضرت والارح کی آنکھوں میں کمزوری پیدا

ہو گئی اور آنکھوں سے رطوبت بہنے لگی۔ سہارنپور کا سول ہسپتال اس زمانہ میں صدر
 خلیلیہ شاخ جامعہ مظاہر علوم اور نہرو مارکیٹ کے درمیان تھا وہاں آنکھوں کا معائنہ
 کرایا گیا اور یہیں آپریشن بھی ہوا لیکن آپریشن کامیاب نہوا۔ زخم مندمل ہو جاتا

نے بعد کبھی رطوبت بدستور جاری رہی مخلصین نے مشورہ دیا کہ دہلی میں کسی ماہر چشم
ڈاکٹر سے رجوع کیا جائے اور علاج کرایا جائے۔ چنانچہ حاجی مہربان احمد صاحب رئیس سہارن پور
و حاجی محمد احمد صاحب پہاڑ والے کے ہمراہ دہلی کا سفر ہوا۔ ان دونوں حضرات کے ہمراہ
ان کے ایک ایک لازم و معین بھی تھے۔ ان سب حضرات کے باوجود حضرت دالارح کے ساتھ
صاحبزادہ محترم مولانا محمد اللہ صاحب بھی تھے، دہلی پہنچ کر نظام ہوٹل متصل مسجد فتحپوری
میں قیام کیا۔ اور دو دن تک حضرت دالارح، حاجی مہربان احمد صاحب اور حاجی محمد احمد صاحب
تینوں حضرات ڈاکٹروں سے ملتے اور مشورے کرتے رہے۔ آخر یہ طے ہوا کہ درگاہ صابریہ دریا
کنج دہلی میں ڈاکٹر علاؤ الدین صاحب مہناس جو آنکھ، ناک اور گلے کے امراض میں
ماہر ہیں۔ ان سے مشورہ کیا جائے اگر طے ہو جائے تو انہیں سے علاج کرایا جائے۔ جب
ڈاکٹر صاحب موصوف کے مطب پر پہنچے تو نماز ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔ چنانچہ درگاہ صابریہ
کی مسجد میں نماز کیلئے چلے گئے اور ان حضرات نے اپنے جوتے حوض کے کنارہ رکھ لئے۔ دھنوں
سے فارغ ہو کر دیکھا کہ پیچھے ایک نورانی صورت بزرگ کھڑے ہیں اور جوتے غائب ہیں۔
قدرے تشویش ہوئی ان بزرگ صاحب نے فرمایا آپ حضرات فکر نہ کریں میں نے آپ کے
جوتے حفاظت مسجد میں رکھ دیے ہیں یہ بزرگ شاہ کراچیدار صاحب سجادہ نشین درگاہ صابریہ
تھے۔ جن کا خاندانی تعلق گنگوہ اور انبہٹ کے بزرگوں سے تھا۔ شاہ صاحب مسلک
کے اعتبار سے گو دیوبندی نہ تھے لیکن نگاہ مردم شناس رکھتے تھے۔ ان کو نماز کے بعد
حضرت دالارح کا تفصیلی تعارف حاصل ہوا کہ آپ جامعہ مظاہر علوم کے استاذ اور حضرت
حکیم الامت کے خلیفہ ہیں۔ دہلی میں آنکھوں کے علاج کے سلسلہ میں آئے ہیں اور نظام
ہوٹل میں قیام ہے۔ تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ آپ حضرات یہاں خانقاہ میں قیام فرمائیں
چنانچہ نماز وغیرہ کی سہولتوں کی خاطر قیام تو خانقاہ میں ہوا اور طعام کا انتظام مولانا
شاہ عبدالعزیز صاحب دعا جو کے صاحبزادے محمد یونس صاحب نے کیا۔ شاہ صاحب موصوف
نے ایک بہت بڑا کمرہ حضرت دالارح اور ان کے خدام کے حوالہ فرما دیا تھا۔ یہاں قیام کے دوران
شاہ صاحب اور ان کے مریدین حضرت دالارح کے متعلقین کی اقتدار میں نمازیں ادا کرتے
رہے اگر کسی نے اختلاف مسلک کے متعلق کہا تو شاہ صاحب نے کہہ دیا کہ "اے یہ مولوی

نہیں تھیں مولوی گریں ان کے ہوتے ہوئے کسی اور کے پیچھے نماز پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس درگاہ میں شاہانِ مغلیہ کی اولاد میں سے ایک مرزا صاحب جو بہت مقدس بزرگ تھے اور غالباً زیادہ خوشحال نہ تھے تشریف لاتے اور نہایت والہانہ طرب انگیز انداز میں ذکر فرماتے تھے۔ حضرت حافظ محمد الدین صاحب بھی روزانہ تشریف لاتے اور ضابطہ جاری احمد حسن صاحب گکینوی بھی یہیں مقیم تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے بڑی توجہ سے علاج کیا اور ان کا علاج کامیاب رہا۔ ڈاکٹر علاؤ الدین صاحب منہاس آندہ کی ہند کے بعد پاکستان چلے گئے تھے اور شاہ کرار حیدر صاحب اس کے بعد عیب بھی سہارنپور تشریف لاتے مدرسہ بھی تشریف لاکر حضرت والا سے ملے تھے۔ حکیم اعجاز احمد صاحب قدوسی گنگوہی کے مکان پر جو فرخ دالی مسجد کے سامنے تھا، شاہ صاحب کا قیام رہتا تھا۔ مولانا محمد الکر صاحب وہیں ان سے ملنے کیلئے جاتے تھے قدوسی صاحب موصوف سلم لیگ کے سرگرم رکن بھی تھے۔

آنکھوں کا علاج دہلی کے بعد سیتاپور

دہلی میں ہوا۔ لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ آنکھوں میں موتیا بند کا اثر ہونے لگا جس کی وجہ سے حضرت والا کی نازک طبیعت پر بڑی گھبراہٹ رہتی تھی سہارنپور کے ماہر چشم ڈاکٹر مقصود حسین صاحب سے رجوع کیا گیا۔ نیز دوسرے ڈاکٹروں کا علاج بھی رہا لیکن ”مرض بڑھتا گیا چون بھول دوا کی“ رفتہ رفتہ موتیا بند اتنا بڑھ گیا کہ اس کا آپریشن کرنا ضروری ہو گیا احباب و غرضین نے مشورہ دیا کہ لکھنؤ میں آپریشن کرایا جائے۔ لکھنؤ کا سفر طے ہو گیا ایک صاحب نے (جو علم جفر میں ماہر تھے اور سہارنپور ڈاکٹر محمد حنیف و ڈاکٹر محمد نعیم صاحب کے مکان دالی گلی میں رہتے تھے) آکر کہا کہ حضرت تشریف لے جا رہے ہیں مگر یہ سفر ناکام رہے گا۔ حضرت والا اس کے کہنے سے کچھ متاثر نہ ہوئے اور لکھنؤ تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر مولانا علی نیاں ندوی کے مکان پر قیام فرمایا۔ کئی حضرات نے دو روز تک ماہر ڈاکٹروں کو تلاش کیا۔ مگر عجیب اتفاق کہ کوئی ماہر علاج چشم ڈاکٹر نہ مل سکا۔ سب کے سب باہر گئے ہوئے تھے۔ غرض ان ”جفری صاحب“ کی بات پوری ہو گئی اور سفر لکھنؤ ناکام رہا۔ لکھنؤ سے مایوس ہو کر بعض اعزہ و احباب کے مشورہ

سے سیتا پور کا پردگراں بن گیا آپ کے ایک عزیز شیخ مستنصر اللہ مرحوم نے ایک تعارفی خط
 کیپٹن عبدالسلام خاں کو لکھ دیا۔ کیپٹن صاحب موصوف اس وقت سیتا پور میں پولیس کے
 افسر اعلیٰ تھے اور اب اپنے وطن بریلی میں مقیم ہیں۔ کیپٹن صاحب سے ملاقات ہوئی وہ
 خط پڑھ کر حضرت دالارہ کو ہسپتال لیگے ہسپتال میں پرائیویٹ وارڈ میں کوئی کمرہ خالی
 نہ تھا۔ اور جنرل وارڈ میں ادھر کی منزل سے ایک شخص (جبکا آپریشن ہو چکا تھا) گرد گرد چلا
 تھا۔ اس لئے جنرل وارڈ کا راستہ بھی بند تھا۔ لیکن کیپٹن صاحب کے اثر و رسوخ سے
 ہسپتال کی لائن میں ایک خیمہ میں جگہ مل گئی اس خیمے میں ایک صاحب اور کبھی پہلے سے
 تھے۔ مسجد ہسپتال سے کافی دور ہے لیکن حضرت دالارہ آنکھوں کی معذوری کے باوجود
 نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔ اس مسجد میں زیادہ تر کچھری کے ملازمین اور
 دکنی حضرات نماز ادا کرتے تھے وہ لوگ حضرت دالارہ سے پوچھتے کہ آپ کہاں سے آئے
 ہیں اور کون ہیں؟ تو حضرت جواب دیتے کہ میں سہارنپور سے آیا ہوں اور ایک طالب علم
 ہوں۔ اس جواب پر وہ لوگ خاموش ہو جاتے۔ مگر نماز باجماعت کا یہ غیر معمولی اہتمام
 دیکھ کر جو انہوں نے کہیں نہ دیکھا ہو گا وہ لوگ بہت متاثر تھے۔ لیکن وہاں کیپٹن صاحب
 کے علاوہ سبھی سے اجنبیت تھی۔ جسکی وجہ سے تشویش یہ تھی کہ یہاں اگر روپے کی ضرورت
 ہوئی تو کیا ہوگا۔ کیونکہ حضرت دالارہ کی رقم مولانا علی میاں صاحب کے پاس لکھنؤ میں آتا
 تھی۔ اسلئے حضرت دالارہ نے صاحبزادہ محترم مولانا محمد اللہ صاحب کو حکم فرمایا کہ لکھنؤ
 جا کر امانت فوراً واپس لے آئیں رضا جزادہ موصوف خدمت کیلئے ہمراہ تھے، مولانا محمد اللہ صاحب
 لکھنؤ سے واپس ہوئے اور ہسپتال پہنچے تو دیکھا کہ پرائیویٹ وارڈ کی لائن میں زبردت
 بھڑ ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ سب لوگ حضرت دالارہ کی زیارت کیلئے جمع ہیں۔ مولانا محمد اللہ
 صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ ایک رات اور آدھے دن میں یہ کیا انقلاب
 برپا ہو گیا کہ یا تو کوئی جاننے والا نہ تھا یا زیارت کر نیوالوں کی ایسی زبردت بھڑ سجان اللہ
 معلوم ہوا کہ حضرت دالارہ معمول کی مطابق مسجد تشریف لے گئے تھے۔ وہاں مولانا غایت اللہ
 صاحب نے نماز پڑھائی بعد نماز حضرت دالارہ سے تعارفی گفتگو ہوئی تو حضرت مولانا
 مفتی سعد اللہ صاحب سے نسب و خاندانی تعلق اور حضرت محمد انور علی بیگیت و اصلاح کا

تعلق معلوم ہوا۔ مولانا نے موصوف کو حضرت مفتی صاحب کے خاندان سے تلمذ کی نسبت حاصل تھی۔ مولانا نے اپنے شاگرد ڈپٹی اکرام الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر سیتا پور سے فرمایا کہ آپ کے یہاں ایسی خصوصیات کا شخص آیا ہوا ہے اور وہ پریشان ہے بڑے افسوس کی بات ہے۔ ڈپٹی صاحب خود ہسپتال آئے اور ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر ہمیش پرشاد سے کہہ کر پامبوٹ وارڈ کمرہ ۵ دلوایا۔ ڈپٹی صاحب انچارج صاحب کے کلاس فیلو بھی تھے اور ڈپٹی صاحب نے ہسپتال کیلئے آٹھ ہزار روپے کا چندہ بھی کرایا تھا۔ پھر شاہ عبدالغنی صاحب بھی اپنے مریدوں میں سیتا پور تشریف لے آئے انکی وجہ سے اور زیادہ تعارف ہوا اور شہرت بڑھتی چلی گئی۔ حضرت شاہ صاحب روزانہ ہسپتال میں حضرت والا کے پاس تشریف لاتے تھے اس سلسلہ کا ایک عجیب واقعہ ”کشف وکرامات“ کے ذیل میں درج ہے۔ اسکے بعد ماسٹر محمد ایوب صاحب کو علم ہوا وہ بھی آنے جانے لگے۔ موصوف نے حضرت کھانوی رح کے مرید اور قاضی پاڑہ سیتا پور میں رہتے تھے۔ اس طرح تمام مسلمانان سیتا پور سے خوب تعارف ہو گیا۔ اور مجد اللہ ہر قسم کی سہولتیں مہیا ہو گئیں اس سفر میں ایک آنکھ کا آپریشن ہوا جس میں بفضلہ تعالیٰ کامیابی ہوئی۔

دوسری آنکھ کا آپریشن دوسری آنکھ کا آپریشن بھی سیتا پور ہوا اس سفر میں آپ کے ساتھ صاحبزادہ محترم مولانا

محمد اللہ صاحب نہ تھے بلکہ آپ کے خادم مولوی عبدالغنی صاحب گجراتی تھے اس لئے پوری روداد سفر کا علم نہیں۔ لیکن اجمالی طور پر اتنا معلوم ہے کہ اب کی مرتبہ اجنبیت اور دقت نہ تھی۔ اس دوسرے سفر میں حجۃ الاسلام حضرت اقدس کے ہمراہ آپ کے چچا مولانا حکیم فضل اللہ صاحب بھی بغرض علاج چشم آپ کے ہمراہ سیتا پور تشریف لے گئے تھے حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے چچا صاحب موصوف کی آنکھ کا بھی آپریشن کرایا تھا۔ صاحبزادہ محترم ان ایام میں رام پور مقیم تھے۔ ویسی میں رات کی وقت حضرت والا نے اپنے چچا صاحب کو لیکر رام پور پہنچے اور صبح کی گاڑی سے حضرت اقدس معہ رفقاء، حضرت مولانا مفتی فضل اللہ مولوی عبدالغنی صاحب، سہارنپور کیلئے سوار ہو گئے تھے۔ صاحبزادہ محترم داعزہ نے اسٹیشن تک رخصت کیا۔ اسٹیشن پر کپتان معین الدین خاں صاحب موجود تھے۔ جن کو

حضرت خواجہ غریب نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ متعلق تھا۔ اور وہ ہر کلام میں اکثر خواجہ صاحب کا ذکر فرماتے تھے۔ اور بزرگوں سے بہت ہی متاثر تھے۔ انہوں نے اسٹیشن پر جب ان سب حضرات کو دیکھا تو دوڑے ہوئے آئے۔ اور حجتہ الاسلام حضرت والارحمۃ اللہ علیہ سے معاف کر کے دست بوسی کی حالانکہ اس سے قبل وہ حضرت والارحمۃ سے کوئی تعارف نہ رکھتے تھے اس سے ان کی بزرگ شناسی معلوم ہوئی۔

سیتاپور کے ان دونوں سفروں کی تاریخ وغیرہ کا علم نہیں ہے اس لئے واقعات کو بلا قید و تاریخ ذکر کرنا گیا۔

پیشاب کی تکلیف اور غدود کا آپریشن

حضرت والارحمۃ کی صحت و تندرستی اکثر عمر میں قابل

رشتہ رک رہی ہے لیکن اخیر عمر میں حضرت والارحمۃ گونا گوں امراض کا شکار ہو گئے تھے۔ ان میں امراض میں سے ایک مرض پیشاب کی تکلیف کا تھا جو کافی عرصہ رہا بہت سے معالجات اور ڈاکٹروں کی طرف رجوع کیا گیا۔ مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ اور حضرت والارحمۃ کی صحت اس تکلیف سے بید متاثر ہو گئی تھی۔ بعض ڈاکٹروں نے تعجب سے کہا کہ معلوم آپ کی طرح زندہ ہیں۔ ایک مرتبہ اسی تکلیف کی وجہ سے اتنا سخت دورہ پڑا کہ آپ کیسین کی ضرورت محسوس کی گئی۔ لیکن آپ کیسین کے استعمال سے پہلے ہی افاقہ ہو گیا تھا۔ اس موقع پر ڈاکٹر شفیق احمد خاں صاحب نے کہا کہ حضرت کا دل بہت ہی مضبوط ہے در نہ میں تو بالواسطہ ہو چکا تھا اور یہ روحانی طاقت ہے جو حضرت کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ امریکہ کے صدر "آئزن ہاور" کے علاوہ کسی اور کا دل اتنا مضبوط نہیں ہوا ہے داسی طرح کا ایک شدید دورہ قلب وفات سے تقریباً گیارہ سال پہلے بھی ہوا تھا مگر صورتحال یہ پیش آئی کہ ڈاکٹروں نے ہدایت کر دی تھی کہ حضرت لیٹے رہیں ان کی جگہ سے اٹھایا نہ جائے۔ اس کے باوجود آپ پیشاب کرنیکی مقررہ جگہ تک پہنچے مگر اچانک پیشاب بند ہو گیا وہیں بیٹھے بیٹھے آدھا بون گھنٹہ گزر گیا مگر پیشاب نہ ہوا۔ اندر اندر پیشاب کا تقاضا یہ تھا کہ بیٹھے رہیں۔ اور ڈاکٹروں کی ہدایت کا تقاضا نہ تھا کہ لیٹ جائیں۔ دونوں باتوں کا جمع کرنا ممکن نہ تھا۔ عجب کش مکش کا عالم تھا کہ اسی حالت میں قلب کا سخت دورہ

پڑا۔ حضرت والا رحمہ اللہ کے خصوصی ڈاکٹر فرحت حسین صاحب کو اطلاع دی گئی وہ فوراً تشریف
 لائے کچھ دوائیں دیں جن سے درد قلب کو تسکین ہوئی۔ لیکن پیشاب کا مسئلہ بدستور رہا
 اس لئے ڈاکٹر صاحب موصوف نے خود ”مشن کم پوسٹڈ میں جا کر ڈاکٹر دتہ سے مشورہ کیا۔
 پھر ڈاکٹر دتہ کو بلا یا گیا۔ ڈاکٹر دتہ نے پیشاب کی نالی میں پتیل کی سلائی چڑھائی جس سے
 شدید تکلیف تو ہوئی مگر پیشاب ہو گیا ڈاکٹر نے کہا کہ اگر یہ سلائی نکال لی جائیگی تو پیشاب
 نہ ہوگا۔ اس لئے سلائی پیشاب کی نالی میں چھوڑ دی گئی جس سے پیشاب تو بند نہ ہوا۔
 لیکن اس کا اس طرح نالی میں رہنا مضر ملک و ملک بھی ہو سکتا تھا یعنی زخم ہو کر زہریلہ
 اثر بدن میں پھیل سکتا تھا۔ اس لئے ڈاکٹر دتہ کا مشورہ ہوا کہ آپریشن کر لیا جائے
 کیونکہ غدد بڑھ گئے ہیں جو پیشاب آنے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ لیکن اس آپریشن میں
 دو مرحلے ہوتے ہیں، پہلے پیٹ میں مثانے کے محاذ میں سوراخ کر کے ایک نلکی کا ایک سرامٹانہ
 میں جوڑ دیا جائے اور دوسرا سیرالوٹل میں لگا دیا جاتا ہے۔ اس طرح اصل راستہ کی بجائے
 اس راستہ سے پیشاب خارج ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ یہ پہلا مرحلہ طے ہو گیا مگر حضرت والا رحمہ
 اللہ اتنے حساس تھے کہ یہ حیران کو مطمئن نہ کر سکی کہ اصل راستہ سے پیشاب نہیں آ رہا ہے
 اگرچہ خارج ہو رہا ہے۔ اس لئے متعلقین سے بار بار تقاضا تھا کہ ”پیشاب کراؤ“ اس
 پہلے مرحلہ کے بعد ڈاکٹر دتہ کے ہسپتال سے دوسرے منتقل ہو چکے تھے۔ اسی وقت ڈاکٹر فرحت
 صاحب نے بتایا کہ اسکے باوجود کہ پیشاب نلکی سے خارج ہو رہا ہے لیکن اس میں پیشاب کا
 کوئی قطرہ پیشاب کی نالی کے سرے تک نہ پہنچ جاتا ہے اور وہ خارج نہیں ہوتا تو اس سے
 تکلیف زائد ہوتی ہے غرض یہ کیفیت چلتی رہی اور اس کا اثر یہ ہوا کہ اب حضرت پر
 بے ہوشی کے دور سے پڑنے لگے۔ آپریشن کا یہ پہلا مرحلہ اس لئے ہوتا ہے کہ دوسرے
 مرحلہ کیلئے مریض تیار ہو جائے۔ یہاں معاملہ الٹا ہوا کہ دوسرے مرحلے کے لئے تیار تو
 کیا ہوتے۔ پہلے ہی مرحلے میں کھانا پینا اور سونا سب کچھ بند ہو گیا اور بیہوش رہنے
 لگے۔ اس صورت حال سے مسلمانانِ سکھارنپور کو بڑی پریشانی تھی۔ اور تشویش
 بڑھتی جا رہی تھی۔ ڈاکٹر فرحت صاحب دن میں کئی کئی بار تشریف لاتے اور کسی کی
 سمجھ میں کچھ نہ آتا کہ کیا کیا جائے۔ مولوی زکریا سعدی، بھائی اسلم کپڑے والے

اور دوسرے سبھی لوگ بہت پریشان تھے کہ ایک دن دوپہر کو ڈاکٹر فرحت حسین صاحب تشریف لائے اور صاحبزادہ محترم مولانا محمد اللہ صاحب سے گفتگو ہوئی کہ عام طور پر بڑے آپریشن میں جان کا خطرہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں خون بہت بہہ جاتا ہے۔ لیکن یہاں تو بڑے آپریشن سے پہلے ہی جان کا خطرہ لاحق ہے۔ اور حضرت کو اس وقت تک سکون نہیں ہو سکتا جب تک اہل راستہ سے پیشاب نہ آجائے۔ لہذا آپریشن کے دوسرے بڑے مرحلے ہی کو کیوں نہ اپنا لیا جائے۔ اگر اللہ کا فضل ہو گیا اور اہل راستہ سے پیشاب ہونے لگا تو یقین ہے کہ حضرت کو سکون حاصل ہو جائے گا۔ ورنہ تو اللہ تعالیٰ کو جو منظور ہو گا ہو جائے گا۔ یہ مشورہ ہو رہا تھا اور حضرت والا اب بیہوش تھے۔ کھانا پینا اور سونا تو کجا ہر دقت بے چین رہنے کی وجہ سے عدد درجہ کمزور ہو چکے تھے کہ دو باتیں پیش آ گئیں۔

۱۔ اسعدی صاحب نے بھائی اسلم صاحب سے کہا کہ میری رائے ہے کہ حضرت کے روپے پیسے اور جو بھی کوئی چیز کسی کے پاس ہو وہ مولانا محمد اللہ صاحب کے حوالے کر دے۔ بھائی اسلم صاحب کے پاس حضرت کا حساب رہتا تھا۔ بھائی اسلم صاحب نے اپنا کان بکھڑا کر کہا یہ تو میں ہرگز نہیں کر دوں گا اور دوسری بات یہ پیش آئی کہ ڈاکٹر فرحت صاحب یہ طے کرنے بعد کہ دوسرا بڑا آپریشن کر دیا جائے ڈاکٹر دتہ کے یہاں پہنچے۔ اور ان سے سب کچھ طے کر آئے اور آکر فرمایا کہ مغرب کے بعد ڈاکٹر دتہ کے پاس جانا ہے کل کو آپریشن ہو گا۔ اس کی پورے شہر میں شہرت ہو گئی اور دارالطلبہ کے صحن میں عقیدہ مندوں کا ہجوم ہو گیا۔ اور حضرت والا کو لیجانیکے لئے کار کا انتظام ہو گیا کہ اسلم صاحب کے بڑے بھائی جناب حافظ محمد فاروق صاحب رنگ دے آئے اور فرمایا کہ جو لوگ حضرت کو آپریشن کیلئے لے جانا چاہتے ہیں وہ ظالم ہیں۔ حضرت تو ڈاکٹر دتہ کی کوٹھی تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ یہ فیصلہ مولانا محمد اللہ صاحب نے کیا ہے اس لئے وہ ان پر بہت ناراض تھے۔ اور ڈاکٹر فرحت صاحب لیجانیکے لئے مصر تھے۔ اور دوسرے لوگوں کا مشورہ تھا کہ خطرہ تو بہر صورت ہے لہذا وہ خطہ اختیار کیا جائے جنہیں صحت کا امکان بھی ہو۔ غرض اب وہ دقت آیا کہ حضرت کو اسی بیہوشی کے عالم میں کار تک لیجا یا جائے۔ لیکن قدرت خداوندی کا عجیب کرشمہ ظاہر

ہوا کہ حضرت کو ہوش آگیا۔ اسوقت جو لوگ جمع تھے انہیں مولانا محمد طہ مدرس سدر مظاہر
 بھی تھے۔ ان کو ردیہ کے متعلق اسلم صاحب کا اسعدی صاحب کو جواب دینا پسند نہیں
 تھا۔ حضرت نے ہوش میں آتے ہی فرمایا کہ ”میری چابیاں، میری رقم اور جو کچھ
 کے پاس ہو وہ میرے بیٹے محمد اللہ کو دیدیں اب تو سب لوگ حیران تھے۔ لہذا ابھا
 اسلم صاحب نے فوراً ^{۱۰۰ روپے} ۱۰۰ روپے اور کچھ پیسے دینا چاہے اور کہا کہ میرے پاس یہی ہیں اب
 چابیاں بھی دیدیں مولانا محمد اللہ (صاحب) نے چابیاں لے لیں اور روپے کے
 کہا کہ آپ اپنے پاس رکھیں اور حسبِ ضرورت خرچ کرتے رہیں۔ پھر روانگی ہوئی
 اور حضرت والارہ ڈاکٹر صاحب کے یہاں بخیر و خوبی پہنچ گئے اور تمام لوگ بھی
 پہنچ گئے۔ لیکن حضرت والارہ اُس جملہ مژدہ کورہ کے بعد ہی بے ہوش ہو گئے تھے
 اور دوسرے دن تک بے ہوش ہی رہے، دوسرے دن ظہر کے بعد ڈاکٹر فرحت صاحب
 مشن کیا کونڈ میں ڈاکٹر دتہ صاحب کی کوکھی پر آئے۔ حضرت والارہ اسوقت
 بھی بے ہوش تھے کمزوری حد درجہ تھی مگر ڈاکٹر فرحت صاحب کے عزم میں کوئی کم
 نہیں آئی۔ چنانچہ ان کے مشورہ اور ہدایت کے مطابق آپریشن روم میں لیجا یا گیا۔ اور
 شاید پون گھنٹہ تک آپریشن ہوا۔ ڈاکٹر فرحت صاحب بھی آپریشن روم میں رہے
 کچھ روز کے بعد بفضلہ تعالیٰ اصل راستہ سے پیشاب آیا تو حضرت والارہ کو سکون ہو
 شروع ہوا۔ اس تمام زمانہ میں ڈاکٹر فرحت صاحب نے گویا اپنا مطب چھوڑ دیا تھا۔
 بار بار مشن کیا کونڈ میں اپنے خرچ سے تشریف لاتے تھے اللہ کے فضل اور ان کے جلال
 کی برکت سے صحت حاصل ہوئی حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ بھی روزانہ ہسپتال
 تشریف لاتے تھے۔ عقیدتمندوں کا اتنا ہجوم رستہا تھا کہ ڈاکٹر دتہ کی کوکھی کے برابر
 میں جو میدان تھا۔ اس میں پانچولہ وقت نماز باجماعت ہوتی تھی اور دونوں وقت
 پچاسوں آدمی ایک لمبے دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ کھانے کا نظم اکثر خراب جاو
 محمد یاسین صاحب مرحوم بڑی دالے کرتے تھے۔ مولوی عبدالغنی صاحب اور مولوی غلام
 صاحب گجراتی تو آکر مستقل طور پر رہیں رہے۔ مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی
 بھی تشریف لاتے تھے۔

یاں قابل ذکر خاص بات یہ بھی ہے کہ اس تمام زمانے میں حضرت دالارہ کی تمام نمازیں تیمم
ساتھ باجماعت ادا ہوتی رہیں۔ چونکہ استنجا وغیرہ کا اہتمام نہیں ہو سکتا تھا اس لئے حضرت
دالارہ سے بہت تو حش تھا۔ اس پر حضرت مفتی محمود صاحب نے یہ فتویٰ دیکر آپ کو مطمئن کیا
”موجودہ وقت میں آپ کی تمام کیفیات طہارت و پاکی کے حکم میں ہیں ناپاکی کا کوئی شائبہ
ہی نہیں اور سب نمازیں بالیقین ادا ہوتی ہیں“

غذوری کے باوجود نمازوں کا اہتمام | بعض مرتبہ حضرت دالارہ کو شاید
یاد نہ رہتا تھا کہ نماز پڑھ چکی

تھیں کیونکہ بار بار بیہوشی کی وجہ سے ذہن منتشر تھا۔ تو خود در وال سر پر لپیٹ کر نماز شروع
کر دیتے تھے ان کی قرأت بالسر بھی اتنی بالہر ہوتی تھی کہ پاس بیٹھنے والا تمام قرأت
سمجھتا تھا اور درود شریف وغیرہ پوری طرح سن سکتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ڈاکٹر
رحمت صاحب آئے اور حضرت دالارہ نیت باندھتے نماز میں مصروف تھے حالانکہ نماز
پڑھ چکے تھے یا ممکن ہے کہ معمول کے مطابق نوافل میں مشغول ہوں اور غالباً یہی ہے
کہ نوافل پڑھتے ہوں گے، حضرت دالارہ کے نماز کیساتھ اس والہانہ تعلق و عشق اور نماز
کے تمام ارکان کی ادائیگی میں اس سکون و اطمینان کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئے اور بے انتہاء
تاثیر ہوئے (مولانا محمد اللہ صاحب مدظلہ)

دل کا دورہ اور علاج | صاحبزادہ محترم تحریر فرماتے ہیں کہ
”حضرت ناظم صاحب کی صحت بہت اچھی تھی بدن ورزشی تھا

بدنش کرتے تھے لیکن مردِ ایمان سے بہر حال متاثر ہو کر قانونِ خداوندی ہے اس سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں
ہے۔ کافی ملازمتی بات یہ کہ آپ کے ایک مخلص جو اپنی خصوصیاتِ بدن و صفاتِ کجیہ سے حضرت دالارہ کے منظورِ نظر و
محبوب تھے بلا اطلاع غائب ہو گئے ان کے ایک دم اس طرح چلے جانیکا اتنا اثر ہوا کہ میرے خیال میں ہرگز قلب
کا سبب یہ ہی حادثہ بنا ہے عاشقی پیدا است از زاری دل۔ نیت بیماری چوں بیماری دل۔

آخر کار شاہدیکہ کسی کو ظلم کا محکوم کرنا کا شکوہ ہے۔ نگاہِ بطن سے پہلے مرا یہ حال نہ تھا۔
پھر جب حضرت دالارہ انھوں کے علاج کے سلسلہ میں دھلی تشریف لگئے تھے اور دریا گنج میں
نیام تھا۔ ان مخلص صاحب سے ملاقات کبھی ہو گئی اور انتہائی مسرت کبھی ہوئی تاہم جو

تکلیف کی چوٹ پہنچ چکی تھی اس نے ایک مستقل مرض کی شکل اختیار کر لی تھی، حضرت کی طبیعت انتہائی حساس تھی اور متاثر ہونے کی کیفیت مزاج عالی میں بہت تھی۔ کچھ زائد فارغ البالی تھی اور نہ فانی حالات بہتر دیکھ سکتی تھے اب دوسرے امراض کیساتھ قلبی بیماری کی ابتدا رکھی ہو چکی تھی۔ اگرچہ اسکا ظہور کافی دلوں کے بعد ہوا۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ اپنی صحت و قوت سے گونا گوں تکلیفوں کو برداشت کرتے اور پریشانیوں کو انگیز کرتے رہے گویا موجودہ اصطلاح میں زندگی کے بقا کیلئے جس قوت مدافعت کی ضرورت ہوتی ہے وہ بدجہاں حضرت والاؒ میں موجود تھی۔ اور ایک ایسے بزرگ کی پیشین گوئی سے جن سے حضرت والا کو خوش عقیدگی تھی اس قوت مدافعت کو مزید قوت میسر آگئی تھی۔

ایک پیشین گوئی اور اسکا ظہور | واقعہ یہ ہے کہ ایک صاحب کشف و کرامات مجدد صفت بزرگ جناب حلقہ یاد محمد صا تھے جو کنگھیا بنا کر گذر

ادفا کرتے تھے، انہوں نے حضرت والاؒ کی متعلق پیشین گوئی کی تھی کہ وہ مولوی صاحب انیس حلوہ کھائیں گے۔ اور حلوہ کھاتے جہادیں گے، اگرچہ دینی علمی گونا گوں خصوصیات کی بنا پر حضرت والاؒ کو عوام و خواص میں مقبولیت حاصل تھی مگر وہ رجوع عام جسکو ان بزرگ صاحبانے حلوہ کھانے سے تعبیر کیا تھا ابھی پورے طور پر شریعت میں نہیں آہوا تھا اور حضرت والاؒ کو اس اطمینان تھا کہ بتبک پیشین گوئی پوری نہو گی اس مردانگانہ نہیں ادھر بہت جلد ان بزرگ صاحب کی پیشین گوئی پوری ہونے لگی اور مختلف بیماریاں بھی حضرت والاؒ کو اپنی گرفت میں لینے لگیں۔ اور کمزوری کے ساتھ ساتھ قوت مدافعت بھی مضعیل ہوتی رہی۔

ذمہ دار لیون میں ترقی اور مرضی علاج کا تسلسل | مجدد الملت حکیم الامت

حضرت مولانا کھانویؒ کی وفات کے حادثہ سے آپ جیسے شیدائی و حساس مزاج و نازک طبیعت انسان کو جھکا متاثر ہونا چاہیے تھا ظاہر ہے کہ وہ متاثر ہوا اور اس چوڑے مرض قلب میں بہت اضافہ کر دیا۔ پھر حضرت کھانویؒ کی وفات حسرت آیات کے بعد روحانی ذمہ داریوں کا بوجھ اور ۱۹۴۷ء کے قیام خیز ہنگامہ پسر کی تعلیمی و تدریسی ذمہ داریوں کا اضافہ اس کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا حافظ سید عبداللطیف صاحبؒ کی وفات پر انتظامی امور کا بار گرا۔ ان سب بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں نے امراض کو اور بھی آگے بڑھا دیا۔ مستقل طور پر جناب ڈاکٹر محمد نعیم صاحب کا علاج چلتا رہا۔ دواؤں کیساتھ قوت کے کیسوں مسلسل چلتے رہے لیکن متاثر ہونے کے اندیشہ سے اصل مرض کا اخفاء

کیا گیا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی سہ

کاتب تقدیر کوئی اور ہے کیا گلہ ہو گر دشمن ایام کا

پارٹ اٹیک کا شدید حملہ | اسی دوران حضرت دالہ کو احساس ہوا کہ پیٹ میں تکلیف

ہے کہ دن ایسی طرح گزر گئے سالانہ امتحانات ہو رہے تھے اسی حالت میں ادرا امتحان گاہ میں

بھی تشریف لجاتے رہے لیکن اس زمانے میں بلڈ پریشر ہائی رہنے لگا تھا ڈاکٹر محمد نعیم صاحب اسکو چیک

کرتے رہتے تھے۔ لیکن انہوں نے ”ہائی بلڈ پریشر“ کے نتائج سے کبھی آگاہ نہ کیا تھا جب امتحان گاہ

ہی میں تکلیف میں شدت محسوس ہوئی تو صاحبزادہ محترم مولانا محمد اللہ صاحب اور جناب حکیم مولوی الطاف حسین

صاحب صاحب مولڈاکٹر محمد نعیم صاحب کے پاس پہنچے۔ ڈاکٹر صاحب گھبرا گئے اور فوراً بہت سے روپے نکال کر صاحب

زادہ محترم کو دیئے اور کہا کہ گھنٹہ گھر پر ڈاکٹر درما میں میری والدہ صاحبہ کا علاج بھی وہی کرتے

تھیں۔ آپ میرا پرچہ لیکر فوراً ان کے پاس جاکے وہ آپکے ہمراہ جا کر حضرت کو دیکھ لیں گے میں

فود حضرت دالہ کی اس حالت و کیفیت کو دیکھ نہ پاؤں گا۔ آپ ان کو لیجائیے اور یہ روپے انکی

فیس کیلئے ہیں جتنی فیس لیں ان میں سے دیدیجئے

صاحبزادہ محترم فرماتے ہیں کہ ہم نے وہ تمام روپے تو ڈاکٹر صاحب موصوف کو واپس کر دیئے۔

ادراں کا پرچہ لیکر ڈاکٹر درما صاحب کے ہسپتال پہنچے۔ معلوم ہوا کہ وہ مریضوں کو دیکھنے کے

لئے گئے ’ہوئے ہیں۔ اسلئے کافی انتظار کرنا پڑا اور کئی گھنٹوں کے بعد ہم لوگ درما صاحب

کو لیکر حضرت کے پاس پہنچے۔ انہوں نے معائنہ کے بعد بتایا کہ پیٹ کی تکلیف نہیں درد

دل کا دورہ ہے۔ ہمارے اور حضرت دالہ کے علم میں یہ حقیقت پہلی بار آئی۔ پھر اکثر

دوبینتر درما صاحب کا علاج رہا اور جناب ڈاکٹر محمد نعیم صاحب سے مشورے جاری رہے

جناب ڈاکٹر برکت علی صاحب مرحوم بھی اپنے تجربات اور مشوروں سے نوازتے رہے۔

جناب ڈاکٹر الحاج مقصود حسین صاحب کبھی توجہ فرماتے تھے گو وہ آنکھوں کے ڈاکٹر تھے

لیکھر ڈاکٹر برکت علی صاحب کے انتقال کے بعد ان کے مطلب میں ڈاکٹر فرحت حسین صاحب

پہنچ گئے تو وہی اخیر تک ہر مرض کے معالج رہے وہ قلب کا دورہ ہو یا کوئی

اور شکایت۔ آپریشن کا مسئلہ ہو یا درد کا بلکہ ”رنیلی ڈاکٹر“ وہی ہو گئے۔ چنانچہ غدد کے

آپریشن کے سلسلہ میں انکی توجہات کا ذکر اد پر بھی آچکا ہے۔ پھر جب حالات کی بنا

پرائیوں نے اپنے لئے لندن کا قیام تجویز کر لیا تو انکی جگہ برڈاکٹر شفیع احمد صاحب بریکسٹ فرما لگے اور کافی عرصہ تک ڈاکٹر فرحت صاحب کی جگہ وہی حضرت دالار کے معالج رہے۔ لیکن عرصہ بڑھتی رہی زانہ گذرتا رہا، کمزوریوں اور بیماریوں میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا آخر میں غدود کا آپریشن بھی ہو گیا اور زندگی کے آخری لمحات میں ایک عرصہ تک ”صاحب فراش“ رہنے کا مرحلہ پیش آ گیا۔ حتیٰ کہ اپنے ہاتھ سے کھانا پینا بھی ممکن نہ رہا پہلے تو خدام کے ذریعہ وضو بھی ہو جاتا تھا۔ اب وہ بھی مشکل ہو گیا اور تیمم کی ذریعہ نمازیں ہوتی رہیں لیکن ان حالات میں بھی کمرہ ہی میں جماعت کا اہتمام اور وعظ و نصیحت، تعلیم و تربیت، تزکیہ و تطہیر اور روحانی و قلبی توجہات و فیوض کا سلسلہ پہلے سے کہیں زائد دراز اور تیز تر ہوتا چلا گیا متوسلین، منتسبین، مسترشدین اور زائرین کا ہجوم یوں مافیو ما بڑھتا رہا اور مدینہ متعلقین ہمہ وقت کسب فیض کیلئے حاضر رہنے لگے۔ اخیر وقت تک حضرت دالار کا داروغہ حاضر ہو کر ہوش و حواس قائم اور اوصان درست رہے۔ کبھی کبھی زائد استغراق، نیم مدہوشی کی کیفیت بھی ہوتی تھی۔ لیکن پس استغراق میں کبھی کوئی نماز باجماعت نہیں چھوٹی نہ کسی کی ادنیٰ حق تلفی ہوئی سادہ کسی قریب تر فرد کو بھی غلط فہمی کی بنا پر اجازت و خلافت دی گئی۔

ایک نام نکر میرا اور مایوس کن مرحلہ | مذکورہ بالا حالات ہی میں حضرت دالار نے یہ مضمون لکھوایا کہ جس اجازت پر میرے دستخط نہوں وہ تحریر بھی معتبر نہیں، اور اس مضمون پر خود اپنے دست مبارک سے دستخط فرمائے۔

پھر صبح سب نمازیں کمرہ ہی میں ہونے لگیں یہاں تک کہ جمعہ و عیدین کی نمازیں بھی نہیں ہوتی تھیں سارے لوگ حضرت دالار کیساتھ نماز پڑھنے کو سعادت و غنیمت سمجھتے تھے حجرہ ہی میں ذوالف ذکر اور اراد و اشتغال ہمہ وقت جاری رہتے تھے اس عرصہ میں کئی بار یہ محسوس ہوا کہ بس اب آخری گھڑی ہے۔ اسی دوران ایک بار اتنا سخت درد قلب ہوا کہ آپ نے معالج جناب ڈاکٹر شفیع احمد صاحب بھی مایوس ہو گئے مگر اللہ کے فضل سے ٹھیک ہو گئے اور خطرہ ٹل گیا۔

عام طور پر یہ بار بار ”ایک نام نکر“ کا مضمون دو چارہ دوروں میں لقمہ اہل بن جاتا ہے مگر حضرت دالار کو تو ان گنت دفعہ پڑے اور کتنی ہی بار مایوس کن حالات ہو گئے

مگر پھر غطرہ ٹٹا رہا۔ غدد کے آپریشن کے سلسلہ میں ڈاکٹر شفیق احمد خالص صاحب کا یہ مقولہ گزر چکا ہے کہ ”اتنا مضبوط قلب امریکہ کے صدر آئزمن ہارڈر کا تھا بس اور کوئی اکی مثال نہیں ہے۔“ اور ہم لوگ تو اسکو قدرتِ خداوندی کا کرشمہ اور حضرت والارہ کی کرامت ہی سمجھتے ہیں۔ ان حالات میں حضرت والارہ فرماتے تھے کہ حضرت حافظ یادمحمد صاحب کی پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے کہ میں اب جلوہ کھارہا ہوں، ”یعنی روحانی لذتیں شباب پر ہیں۔“ انعاماتِ ربانی موسلا دھار بارش کی طرح برس رہے ہیں اور فیوضِ وبرکات کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ خلقِ خدا کے قلوب خود بخود کسب فیض کیلئے متوجہ ہیں جو نشہ کام طالبِ آملہ فیوض کے آبِ حیات سے سیراب ہو کر واپس ہوتا ہے۔ فرماتے تھے کہ ”جو کبھی آملہ میرا دل لے کر جاتا ہے۔“

خبر و حشر اثر | ادھر فیوضِ وبرکات کا سلسلہ تیز تر جاری تھا۔ ادھر عوام و خواص حضرت والارہ کی حیاتِ ربانہ کے ہر دن کو آخری دن اور ہر رات کو آخری رات خیال کرتے تھے ہر لمحہ بالو سی کا پیغام بنا ہوا تھا کہ اسی تردد و محتملش کے عالم میں کئی بار رحلت کی شہرت ہو گئی۔ ایک مرتبہ تو خوابِ قاری عبد الباری صاحب مرحوم امام جامع مسجد بہارن پور نے بعد نماز فجر جامع مسجد میں نماز جنازہ کے وقت کی تعیین کسنا تھے حضرت والارہ کے انتقال پر لال کا اعلان فرمادیا لوگوں نے آنا شروع کر دیا اور بتائے ہوئے وقت مقرر پر کافی لوگ نماز کے لئے جمع ہو گئے اور حضرت والارہ کو آرام سے سوتے ہوئے دیکھ کر حیرت اور خوشی کے بلے جلے جذبات کے سا لٹھ دالیں ہو گئے۔

آخری وصیت | وصیتِ نصیحت تو آپ کا مستقل وظیفہ حیات تھا۔ دندگی کے اخیر دور میں اس کا اتہام بہت ہی بڑھ گیا تھا آپ تمام دارین و صادرین کو تقویٰ، اتہار و شریعت اور پیرویِ سنت کی ضرورت وصیت فرماتے اور بہت ہی عجیب و غریب آئینہ دلہانہ انداز میں ”جو مایہ“ متعربھی بڑھتے تھے ہمارے یہ نصیحت یاد رکھو کہ ہر شے میں شریعت یاد رکھو

بات بات میں رقت، شوقِ آخرت اور استغراق کی کیفیت کا غلبہ اتہار کو پہنچ چکا تھا حضرت والارہ نے کئی دن پہلے فقہ الامت حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب دنا ظلم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور و مجازِ معیت حضرت حجۃ الاسلام (رح) سے فرمایا تھا کہ ”میری نماز جنازہ آپ پڑھائیں گے“ چنانچہ حضرت مفتی صاحب موصوف ہی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نیز آپ نے اسکی کبھی تاکید فرمائی تھی کہ میرے مرنے کی اطلاع لوگوں کو نہ دی جائے اور سنت کی مطابق تجھ کو تکفین اور تدفین میں جلدی کی جائے۔ حتیٰ الوسع حضرت کی تمام وصیتوں پر عمل کیا گیا۔

پیر کے دن کا انتظار

حضرت حالارہ کی ولادت پیر کے دن ہوئی تھی حضرت والد ارہ کی خواہش تھی کہ جس طرح حق تعالیٰ شانہ نے پیر کے دن کی ولادت کی سعادت سے مالامال فرمایا میری وفات بھی پیر کے دن ہو تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ولادت و وفات دونوں نصیب ہو جائیں اس لئے ان حالات مذکورہ میں آپ پیر کی دن کا انتظار فرمایا کرتے تھے اور اس کا اظہار بھی فرماتے رہتے تھے بلکہ شوق میں دن گنتے اور معلوم فرماتے رہتے تھے۔

کے آج کیا دن ہے: مولانا عبد الرحمن صاحب لوسلم مرحوم کہتے تھے کہ حضرت علی ہیکار پیر یا جمعرات کی ہے۔ ان دونوں دنوں میں ہوشیار رہا کہ وہ یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ حضرت والد ارہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میری پیدائش پیر کی ہے اور موت بھی انشاء اللہ پیر کے دن ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ میری موت پیر کے دن ہو یا جمعرات کے دن مگر عید کا دن نہیں کہ لوگوں کو تکلیف ہوگی دادار الہی خوشی غنی سے بدل جائے گی۔ اور آپ سالہا سال سے فرماتے تھے کہ انشاء اللہ پیر کے دن میرا انتقال ہوگا وفات سے دو تین دن پہلے عجیب کیفیت کے ساتھ فرمایا کہ ”بھائی ہم نے پیر کا بہت انتظار کیا اب جو اللہ کو منظور ہو: مانگو یا حضرت والد ارہ پیر کے گزرنے پر دوسرے پیر تک زندہ رہنے اور پیر کو انتقال کی تمنا رکھتے تھے۔ بہر حال التوار کا دن بھی گزر گیا سوچ غروب ہو گیا۔ اسلامی قاعدہ کے مطابق پیر کی رات شروع ہو گئی اور عشاء کی نماز بھی ادا کر لی گئی کوئی خاص بات نہ تھی نہ کسی نئی بات کی توقع تھی نہ کسی کو حادثہ کا لہجہ تھا۔ آہ

وفات حسرت آیات

صاحبزادہ محترم فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو یہ خیال نہیں تھا کہ یہ حادثہ فاجعہ آج ہی پیش آجائے گا۔ کیوں کہ آج جیسی کیفیات سنکر دل بارشیں آجی بھینیں مگر بفضلہ تعالیٰ ہر بار مالوسی دور ہو کر حالات کی شکستگی ظاہر ہو جاتی تھی۔ مگر صد افسوس آج کی یہ حیرت انگیز و عجیب کیفیت مالوسی بد ختم ہو گئی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۳۹۹ھ رجب ۱۰ھ ۱۰ رجب ۱۹۷۹ء شبِ دومنہ بعد نماز عشاء حضرت مولانا محمد اللہ صاحب اپنے کمرہ میں مطالعہ میں مشغول ہو گئے۔ اور کسی خادم نے اس غول کی بھوسا دودھ میں ملا کر جمے سے حضرت کو کھلائی بھوسا ملنے کی وجہ سے وہ دودھ چونکہ گاڑھا ہو گیا تھا گلے میں اٹکا اور پھندا لگ گیا۔ سانس کی آمد و رفت بند ہو گئی۔ اور پھندا لگ جائی وجہ عجیب قسم کی خوفناک آواز گلے سے نکلنے لگی۔ اسی پریشانی میں رات کا ایک بج چکا تھا۔ ادا نگر یزی منسا سے بھی ”پیر“ شہر و محلہ ہو چکا تھا۔ دس بجے جون کے بعد اب گیارہ جون شہر شروع ہو چکی تھی کہ کئی لڑکوں نے صاحبزادہ محترم کو آواز دی۔ آواز میں ایک خاص قسم

کی گجرات بٹھتی تھی جس سے خطرہ کا اظہار ہو رہا تھا۔ صاحبزادہ محترم مولانا محمد اللہ صاحب اپنے مکہ سے نیچے اتر آئے، مولانا محمد یونس صاحب بھی آگئے اور خدا جانے طلبہ کو کس طرح اطلاع ہو گئی حالانکہ وہ سب لوگ سوچکے تھے۔ آنا فانا سب جمع ہو گئے اور کوئی شخص اخیر دور کے معالج خصوصاً ڈاکٹر علاؤ الدین صاحب کو بھی بلالایا۔ انہوں نے ایک انجکشن دیا۔ اس انجکشن سے پہلے ہی گائے سے نکلنے والی آواز بند ہو چکی تھی۔ اب گردن ایک جانب کو ڈھنک گئی تھی۔ اس منظر کو دیکھ کر مولانا محمد اللہ صاحب نے فرمایا تھا کہ ”اب تکلیف دینے سے کیا فائدہ کیوں انجکشن لگایا جائے اللہ کا امر پورا ہو چکا ہے“ مگر وہ انجکشن لگا اور ڈاکٹر صاحب نے بھی کہہ دیا کہ اللہ کا حکم پورا ہو چکا۔ دنیا کی مستعار زندگی ختم ہو چکی ہے **إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ** (۵)

حافظ یاد محمد صاحب کی پیشین گوئی بھی پوری ہو گئی کہ حلوہ کھاتے ہوئے وفات ہوئی درجوع عام بھی تھا جب کور و حانی حلوہ کہا جا سکتا ہے۔ اور مادی حلوہ بھی جس سے پھندار کا اور جانبر نہ ہو سکے

وصال کے بعد وصال کے بعد ہی حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب و حضرت مولانا جمیل الرحمان صاحب و مجازین حضرت دالار (بھی تشریف لے آئے۔ معلوم ان حضرات کو کس طرح اطلاع ہو گئی۔ کیونکہ حضرت دالار کی وصیت تھی کہ ”میرے مرنے کی کسی کو اطلاع نہ کی جائے“ اس لئے حضرت مولانا محمد اللہ صاحب و حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب و حضرت مولانا جمیل الرحمان صاحب نے کسی کو بھی اطلاع نہیں کی نہ کہیں نار دیا نہ کسی کو خط لکھا نہ کسی کو زبانی کسی کے ذریعہ اطلاع کرائی۔ مگر یہ خبر کلفت اثر تو پورے شہر پر بجلی بن کر پڑ گئی۔ ان کی آن میں پورے شہر کے باشندوں کو معلوم ہو گیا۔ بلکہ مضافات، دیہات اور بواغناات میں بھی بہت جلد اطلاع ہو گئی۔ اور صبح تک ملک کے اطراف میں لوگوں کو علم ہو گیا۔ بنی س لندن نے بھی اس خبر کو نشر کیا اور مانع منٹ تک حالات پر تبصرہ کیا۔ لوگوں کی آمد و رفت کا تانہ بندھ گیا۔ دور و دراز سے آمد کے ٹیبلر ان آنے لگے اور ہر لمحہ ہجوم و ازدحام بڑھتا چلا گیا۔ اور حضرت دالار کی وفات کے بعد طلبہ و تلامذہ اور متوسلین آپ کی قیام گاہ میں تہجد

کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے۔ تہجد سے فراغت کے بعد حلقہ باندھ کر خاموش بیٹھ گئے اور ذکر سری وغیرہ میں مصروف رہے۔ فجر کی اذان ہو گئی تو حسب معمول کمرہ ہی میں نماز فجر کی جماعت ہوئی۔ مگر افسوس کہ آج اس جماعت میں حضرت والارح شریک نہ تھے پھر معمول کیوافتی ذکر کی مجلس ہوئی اور زیارت کر نیکی لئے آنے والے ان لوگوں کا ایک طوفان تھا جو امنڈتا چلا آتا تھا اس ہجوم کو قابو میں رکھنا اور ان شوق زیارت اور آخری دیدار کے جذبات سے بھرے ہوئے غمزدوں کو کچھ کہنا بہت مشکل تھا۔ اس سے بڑھ کر مستورات کی آنکھیں پناہ تھی جو بلا شک قابل اعتراض بات تھی وہ غمزدہ مصیبت کے مارے غلام جن کو رنج و الم نے چکنا چور کر دیا تھا کسی کو کیا اور کس طرح کہہ سکتے تھے۔ مولانا محمد یونس صاحب نے اس بہت در سے قابو پایا۔

حاصل یہ ہے کہ ایک محشر کا منظر تھا۔ لوگ اشکبار اور پسینہ پسینہ تھے انسانی سمندر میں اشکوں کی طغیانی تھی۔

دیکھیے تو آپ کے جلوؤں نے یہ کیا کر دیا ہر نظر والے کو اک حیرت کا پتلا کر دیا
آہ اشکوں کو نہ ان کا ہو سکا دامن نصیب دفن ہونے خاک میں ہر اک ستارہ کر دیا

حضرت والارح کے حکم کے موافق جلد تیاری شروع کر دی گئی غسل کا نظم ہوا حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب حضرت مولانا محمد

تہمیز و تکفین

صاحب حضرت مولانا مفتی یحییٰ صاحب اور دوسرے علمائے حجرہ کے اندر غسل دیا اور تہمیز و تکفین کی اور ان سب علمائے کرام نے وقت مقرر سے کچھ دیر بعد جنازہ اٹھایا اور وہ وقت آگیا کہ دارالطلبہ قدیم مظاہر علوم سہارنپور کے حجرہ میں مدت سے جو نورانی شمع روشن تھی اور پورے ماحول کو جگمگ رہنے کے ساتھ اطراف عالم کو اس کی نورانی شعاعیں ملبا بخش رہی تھیں آج وہ شمع خاموش ہو چکی تھی۔ اس کی تابناک شعاعیں سمٹ کر دوسرے عالم کی طرف متوجہ ہو چکی تھیں۔ آج سفر آخرت کا مسافر اپنی غار رضی قیام گاہ سے کوچ کر رہا تھا۔ آخر کار جنازہ حجرہ سے باہر لایا گیا۔ جس وقت جنازہ دارالطلبہ قدیم کے دروازہ سے باہر نکلا تو باہر ٹرک پر ہجوم بیکراں تھا۔ تاحد نظر ان لوگوں کا ٹھٹھا کھٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر نظر آتا تھا۔ یہ ہجوم دارالطلبہ و مطبخ سے لے کر قبرستان حاجی ارشاد کمال تک پھیلا ہوا تھا جس میں شہر کے مسلم و غیر مسلم اطراف و جوانب سے زور و دروازے آنے والے اور دیوبند و سہارنپور

جلال آباد اور مصافات کے طلبہ و علماء حضرات تھے۔ کثرتِ ہجوم کی وجہ سے نہایت آہستہ آہستہ جنازہ دارالطلبہ جدید پہنچا اور وہاں مغرب کی جانب برآمدہ میں غالباً کمرہ کے سامنے رکھا گیا اور آخری زیارت دیدار کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

عجب کو محبوب کی زیارت کرنے دیکھائے | ہجوم دازدھام کی کثرت کی وجہ سے ادائے نماز میں اور پھر

تدفین میں تاخیر ہوتی جاتی تھی اور سلسلہ زیارت ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔ اس لئے بعض حضرات نے چاہا کہ اس سلسلہ کو ختم کر کے نماز ادا کی جائے۔ لیکن سید الامت حضرت اقدس مولانا سید محمد خالص صاحب خلیفہ اجل حکیم الامت حضرت مولانا کھانوی رحمہ نے فرمایا کہ ابھی یہ سلسلہ ختم نہ کیا جائے اور محبوب کو محبوب کی زیارت کرنے دی جائے حضرت دالار سب ہی کو محبوب رکھتے تھے اور وہ بھی سب کے محبوب تھے۔ محبت اور خلعتی میں محبوبیت مقامات تقدس میں ایک بہت ادنیٰ مقام ہے اور ایک خاص عطیہ خداوندی ہے جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔

نماز جنازہ اور تدفین | آخر کار گھنٹوں کے بعد اس سلسلہ کو رد کر نماز جنازہ پڑھی گئی۔ جمع میں بڑے بڑے اکابر شریف

فرماتے۔ اور حضرت دالار کی وصیت تھی کہ میری نماز جنازہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب پڑھائیں۔ اس لئے صاحب زادہ محترم نے حضرت مفتی صاحب سے کہا کہ آپ شریف لا کر نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب موصوف نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت پوری ہو گئی جنازہ کے چار پائی میں لمبی لمبی بلیاں باندھ لی گئیں اور قبرستان کی طرف جنازہ کی روانگی ہوئی بے تحاشا ہجوم اور سخت گرمی کا موسم تھا اس لئے باشندگان سہانہ پور نے راستہ پر ٹھنڈے پانی کی سبیلیں لگا دی تھیں ایک سبیل دارالطلبہ جدید کے سامنے تھی۔ غیر مسلموں نے کبھی ٹھنڈے پانی کی ایک سبیل راستہ میں باغ کے سامنے لگا رکھی۔ اور ہندوؤں کی بہت بڑی تعداد جنازہ میں شریک تھی۔ غرض جنازہ قبرستان کی جانب روانہ ہوا۔ لمبی لمبی بلیوں کے باوجود ہزار ہا انسانوں کو

ہاتھ لگانے کا موقع نہ مل سکا۔ جو لوگ کمزور تھے یا از دحام و شدت گرما کو برداشت نہ کر سکے وہ یہیں سے واپس ہو گئے۔ اور ہزاروں انالوں کے جوتے ٹو پیاں اور رومال اس بھڑ بھڑ میں گر گئے۔ کافی دیر میں جنازہ قبرستان حاجی شاہ کمال میں پہنچا۔ قبر تیار تھی۔ قبر میں اتارنے والوں میں ماسٹر نظیر احمد صاحب نظیر مرحوم حاجی عبدالوہاب صاحب کبھی تھے۔ اور پانٹنی کی جانب مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب و حضرت مولانا حامد حسن صاحب وغیرہم حضرات کھڑے تھے۔

رات میں اربعے یہ حادثہ جانکاہ پیش آیا تھا اور دن کے اربعے سے پہلے اللہ کی امانت کو اللہ کے دربار اور آغوشِ رحمت پر درگاہ کے حوالہ کر چکے تھے۔ وہ اپنے محبوب حقیقی کی آغوشِ رحمت میں جا کر سو گئے۔ اور ان کے تلامذہ و متعلقین اپنے مرنے اور شفیق باپ کے سایہ عافیت سے محروم، غم و اندوہ کے خارزارِ دل میں تڑپتے رہ گئے۔

رنگِ دلو کی محفلوں میں اتروم گھٹنے لگا تیری رحلت نے عجب ماحول پیدا کر دیا مولانا محمد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”اس حادثہ کے بعد جو مالو کسی بہائی آج تک ابس کی چھین محسوس ہوتی ہے۔“

سدا ہے نام اللہ کا اللہ بس باقی ہوس

صبح کو طائر ان خوش الحان پڑھتے ہیں کُلُّ مَنْ عَلَيْنَا فَاَنْ
اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ۔ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلِلّٰهِ مَا اَعْطٰی وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ۔

نسیم احمد غازی مظاہری

۲۰۲۰ء ۲۰۲۱ء

حُلیۃ مِبارکۃ

قد مبارک تقریباً ساڑھے پانچ فٹ، جسم مضبوط گٹھلیلا، بدن درزشی چھریا، رنگ سرخ و سفید اور جبکہ اس قدر بڑا، پیشانی بلند و وسیع اور نوزائی جس

میں ہلکا سا سجدہ کا نشان تھا، بینی بلند جس پر نذر محسوس ہوتا تھا۔ آنکھیں نورانی، رخسار
 قدرے بلند، زمانہ صحت جنگی سفیدی پر سرخی غالب تھی، ابرو کشادہ، ڈاڑھی
 مبارک سفید ایک ایک بال انتہائی چمکدار، چہرہ باریک، گردن قدرے طویل
 کاندھے مضبوط، بدن کے جوڑ گھٹیلے اور مضبوط، دست و پا کی انگلیاں بڑی اور
 کشادہ اور بالشت دراز تر، ہتھیلیاں انتہائی نرم و خوبصورت گفتگو میں
 فصاحت ہر لفظ الگ الگ، زبان ٹکسالی اور رواں دواں، سینہ کشادہ
 رشک مستواں۔ قد میں قدرے کشادہ، قدم قدرے دراز پڑتا، لباس میں سادگی
 و نفاست، طبیعت میں لطافت و نزاکت غالب اور پورا سراپائے شریفی پرکشش
 و دیدہ زیب اور سہ

لوگ کہتے ہیں ذکر اسعدیہ اک فرشتہ ہے آدمی کیا ہے
 کاسچا مصداق تھا۔ رحمہ اللہ رحمتہ واسعہ

باقیات صالحات

حدیث میں ہے کہ انسان جب مر جائے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم
 ہو جاتا ہے۔ مگر تین قسم کی نیکیوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے، ۱) صدقہ جباریہ
 ۲) ایسا علم جس سے نفع اٹھایا جائے ۳) نیک فرزند جو اس مریموالے
 کے لئے دعائے خیر کرتا رہے۔

الحمد للہ حضرت دارالرحمن نے تینوں قسم کے سلسلے دنیا میں بچھوڑے ہیں
 جن سے آپ کے اعمال نامہ میں قیامت تک نیکیوں کا اضافہ ہوتا رہے گا۔

صدقات جبارہ کہلاتے ہیں صدقات جاریات، ہیں جن میں آپ نے
 خاموشی کے ساتھ ہمت لیا اور طلبہ و علوم
 دنیہ کی حاجتوں کا اس طرح خیال رکھا اور پورے شیدہ طور پر ان کی

مدد فرماتے رہے کہ اللہ تعالیٰ اور لینے دینے والوں کے سوا کسی کو معلوم نہ ہو سکا جس کی بعض مثالیں انھیں اوراق میں مندرج ہیں اور بطور شبہ طالبانِ علوم و دینیہ کی نصرت و اعانت صدقہ جاریہ بلکہ بہترین صدقہ جاریہ ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے فیضِ برکت سے کتنی مساجد و مدارس کی تعمیرات ہوئی اور کتنے اداروں اور مسجدوں کی آپ نے اپنے دستِ مبارک سے بنیادیں رکھیں اور آپ کی ترغیب سے کتنی خیر کی تعمیرات ہوئیں ان سب کا بیان کرنا دشوار ہے۔

علم نافع | علم نافع کے سلسلہ کو جاری و ساری کرنے دنیا سے آنے والے طالبانِ علوم کو سیراب کرنے اور سالکین کو جامِ عرفاں پلانے میں نیز عامۃ المسلمین و غیر مسلمین کو دعوتِ تبلیغ، بند و لٹھا سچ کے ذریعہ علومِ نبویہ کا افاضہ کرنے میں تو آپ کی پوری زندگی ہی صرف ہوئی ہے۔ آپ کے علوم کے ہزاروں انسان وارث بنے۔ آپ کے شاگردوں میں بڑے بڑے محدثین، مفسرین، متکلمین، مناظرین، واعظین، مصنفین ادباء، فقہاء بن کر دنیا میں چلے اور اس عالمِ ناسوت کو اپنے فیوض سے مالا مال فرمایا۔ اور آج بھی ہزاروں کی تعداد میں علماء و مشائخ آپ سے حاصل کئے ہوئے علوم و اعمال و اخلاق کو دنیا میں نہایت فیاہنی کے ساتھ تقسیم کر رہے ہیں۔ آپ سے فیض یافتہ تلامذہ کا احصاء و شمار نہیں کیا جاسکتا جن حضرات نے آپ سے علمِ حدیث باقاعدہ حاصل کیا۔ ان کی شمار بھی دو ہزار سے متجاوز ہے۔ پھر آپ کے مریدین و متوسلین کئی ہزار کی تعداد میں ہیں جنہوں نے حضرت دالار سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کر کے ذکر و فکر اور اصلاحِ حال کے اصول سیکھے۔ اور ان پر گامزن ہو کر عبادت اور اتباعِ سنت کے جذبات سے مالا مال ہوئے، جو بے شک دینی کلمہ تو عید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروفِ کبر کے موافق اودہ خلفاء و نوجواں بن چھوڑے جو عرفانِ رایقان کے جام و ساغر سے مختلف عقائد کے بندگانِ خدا و شیدائیاں مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سیراب و سرشار کر رہے ہیں۔

اولاد صالحہ .. ادبے شمار شاگردان گرامی و مریدین با صفا اور خلفائے راشدین کے علاوہ آپ نے ایسی اولاد جو کمال

کھی اپنے پیچھے چھوڑی جو ماشاء اللہ اصحاب علم و اباب خیر ہیں
(۱) حضرت مولانا محمد اللہ صاحب مظاہری۔ پاکستان میں سندھ کے علاقہ میں مقیم ہیں اور الحمد للہ دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

(۲) حضرت مولانا محمد اللہ صاحب مظاہری جامعہ مظاہر علوم سہارن پور میں اہم استاذ ہیں اور اپنے علوم سے

تشنگان علوم دینیہ کو سیراب و فیضیاب فرما رہے ہیں، نیز اپنی فیوض و منفعت و سلوک کی لائن سے بھی ارباب طلب کو مال مال فرماتے ہیں۔

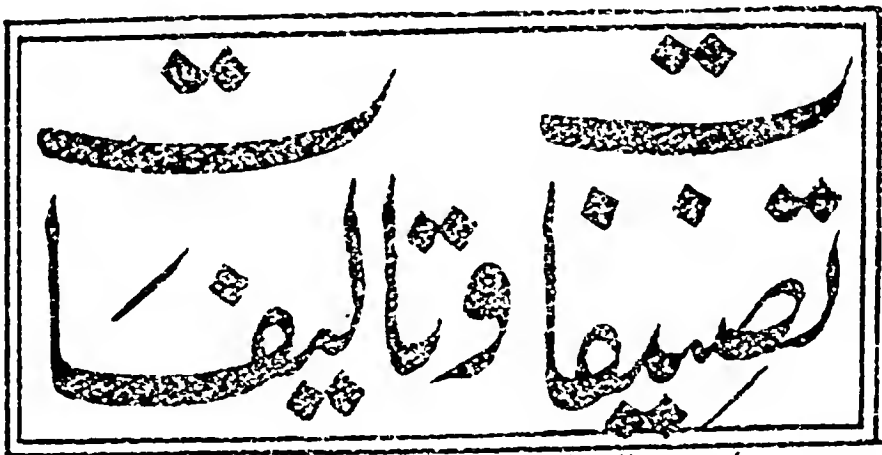
(۳) امجد اللہ صاحب پر جذب کی سی کیفیت بچپن ہی سے طاری ہے وہ بیچارے تقرباً معذور ہیں۔ نماز وغیرہ کی البتہ پابندی فرماتے ہیں۔ اور اپنی قوت بازو سے اپنی گزیر بسر کرتے ہیں۔

(۴) امجد اللہ صاحب کو باقاعدہ عالم نہیں۔ البتہ ضروریات دین کا علم رکھتے ہیں، قرآن پاک پڑھے ہوئے۔ ایک معتد بہ حصہ کلام پاک کا حفظ بھی کر لیا تھا۔ افسوس ہے کہ بعض عوارض کی بنا پر نہ تکمیل حفظ ہو سکی اور نہ دیگر علوم میں کمال و مہارت حاصل ہو سکی گو تعالیٰ نے ذہانت و فراست وغیرہ خاندانی خصوصیات سے ان کو خوب مال کیا تھا۔ موصوف حضرت والدہ کے وصال کے بعد جامعہ مظاہر علوم میں ملازم ہو گئے ہیں۔ اور بہت جذبہ سے جامعہ مظاہر علوم کی خدمات انجام دیتے ہیں دینی اعتبارات سے بھی ان کے حالات یوں مایوسانہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

رَبَّنَا وَفْقْنَا وَفَقْهُمْ لِمَا تَحِبُّ وَتَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ
الْفَعْلِ وَالْعَمَلِ وَالنِّيَّةِ وَالْهَدْيِ وَاجْعَلْ اخْتِنَانًا وَخَيْرًا
خَيْرَ امْنِ الْاَوَّلَى -
الحمد للہ امجد اللہ صاحب کے علاوہ حضرت والدہ کے سب بیٹے

صاحبِ اہل و عیال ہیں۔ ان کے علاوہ ایک صاحبزادہ ”محمد اللہ“ جو مولانا محمد اللہ صاحب سے بڑے تھے اور دو صاحبزادیاں اپنے بچپن ہی میں انتقال کر گئی تھیں۔ اور ایک صاحبزادہ مولوی ارشد اللہ صاحب حضرت دالارح کی حالتِ مرض ہی میں پاکستان میں ایکسیڈنٹ سے شہید ہو گئے تھے جسکی اطلاع حضرت دالارح کو احتیاطاً نہیں کی گئی تھی۔

روحانی اولاد | حضرت دالارح کی جسمانی اولاد تو چار بیٹے موجود ہیں جن کا تذکرہ ابھی اوپر ہو چکا ہے۔ روحانی اولاد یعنی تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ اگر ان میں سے بڑے بڑے اور خاص خاص علماء و مشائخ کو بھی شمار کیا جائے تو داستانِ طویل ترین ہو جائے گی۔ اور ان میں سے صرف بعض کا تذکرہ کیا جائے تو ترجیح بلا مرجع لازم آئیگی جو مناسب نہیں۔ اسی طرح مریدین و متوسلین کو بھی فہرست میں ضبط کرنا دشوار ہے۔ اس لئے ذیل میں ہم ایک فہرست ”تصنیفات و تالیفات“ کی اور دوسری ”خلفاء و مجازین“ کی پیش کرنے پر اکتفا اور سلسلہ کلام کو تباہ کرتے ہیں۔ نسیم احمد غازی مظاہری



حضرت دالارح کی زندگی بڑی عجیب و غریب، حیرت انگیز اور کرامات سے لبریز تھی، تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں کمال تبحر و مہارت تامہ نہایت تن دہی و جانفشانی سے حاصل کی، پھر آپ نے انگریزی اور فنونِ شعر و ادب میں زبردست محنت کی اور ان علوم و فنون میں بھی قابل

رشک کامیابی حاصل فرمائی۔ علوم ظاہری سے آراستہ ہو کر علوم باطنی سلوک
 و تصوف۔ اور طریقت و معرفت کی طرف متوجہ ہوئے تو قرآن سے سبقت لیگئے
 پھر ہمد و عبادت، مجاہدات و ریاضات آپ کی پاکیزہ زندگی کے محور بن
 گئے۔ نوافل و ذکر اور اتباع سنت میں ایسے حیرت انگیز مقامات پر فائز
 ہوئے۔ کہ ہم ان کو قدرتِ خداوندی کا کرشمہ یا صوفیہ کی اصطلاح میں کمرست
 ہی کہہ سکتے ہیں۔ ان سب چیزوں کے ساتھ آپ نے "فتنہ ارتداد" کے
 مقابلے، مختلف باطل فرقوں اور باطل پرستوں سے پیاپے کامیاب طریقے
 رکھے۔ علاوہ ازیں تقریرات و مواعظ اور دعوت و تبلیغ کی مصروفیات اور
 حجت و ارشاد کے ذریعہ اصلاحِ خلق کے سلسلے ایسے اہم اور طویل و عریض
 ہوئے کہ ان سب کو بحسن و خوبی اس طرح انجام دینا کہ کہیں نقص و کمی نظر
 نہ آئے۔ بجائے خود تعجب خیز ہیں اور یہ سب چیزیں شخص واحد میں عموماً جمع
 نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ ایسی مصروف زندگی میں کسی اور طرف توجہ کرنا بھی
 خلافِ عقل و قیاس ہے۔ لیکن اس کے باوجود حضرت دالار نے تصنیف
 تالیف کے میدان کو بھی سر کیا۔ اور امت مسلمہ کو اپنے اس لائن کے
 یومین سے بھی مالا مال فرمایا ہے۔ اگر آپ درس و تدریس کے ساتھ تصنیف
 تالیف کی طرف پوری توجہ فرماتے تو یقیناً اس حدی میں آپ کا کوئی
 شلن مشیل نہ ہوتا۔ اور آپ کی تصنیفات و تالیفات تمام علوم معقولہ و منقولہ پر
 مشتمل ہوتیں۔ لیکن جو احقاق حق و ابطال باطل کے عظیم کارنامے آپ
 نے انجام دیئے ہیں وہ یقیناً آپ کے ممتاز و عالی شان کارنامے ہیں۔ تاہم
 ضیفی اعتبار سے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کا ضیفی جاری رکھا۔ اور اب
 حضرت دالار کی اہم موضوعات پر دو درجن سے زائد کتابیں موجود ہیں
 جن میں چند غیر مطبوعہ ہیں۔

انجومیں فن نحو میں ایک نیکادی اور اہم کتب ہے
 ادارہ اسلامیہ کے درس نظامی میں مبتدی طلبہ

کے لئے من نحو میں بخش اول کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت دارم اپنے ایک عزیز طالب علم کے لئے اس کی سہل ترین و مفید ترین شرح سبقاً سبقاً لکھی اور پڑھائی۔ جس میں قواعد نحو کا اجراء و تفسیر کا عجیب الہکسا انداز ہے، اس طرز سے اگر نحو میں پڑھی پڑھائی جائے طالب علم کو نحو کی پہلی ہی کتاب میں قواعد نحو یاد ہو جاتے ہیں اور نہ صرف جملوں کی ترکیب ذہن نشین ہو جاتی ہیں بلکہ ان کو معمولی عربی اور رد مرہ کام آنے والے جملوں کے بولنے کی مشق بھی ہو جاتی ہے۔ اس طرز نحو کے ساتھ ساتھ طالب علم کی طبیعت میں ادبی رجحانات بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ یعنی عربی بولنے اور لکھنے کی اچھی خاصی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے یہ کتاب ایسی صفحات پر مشتمل ہے۔ سائز ۲۰×۳۰ ہے۔ سن تالیف ۱۹۲۶ء ہے

(۲) تذکرہ پیل لعرفان فی تسہیل حفظ الایمان

مشہور عالم رسالہ "حفظ الایمان" حضرت اقدس مولانا تقی النوری رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ جس میں مسئلہ علم غیب و حجبہ تعلیمی و غیر مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ کیوں کہ اہل بدعت کی خود ساختہ تعمیر ضلالہ اس سے منہ پر ہو رہی تھی۔ اس لئے انہوں نے اس رسالہ بعض عبارتوں پر یہودہ اعتراضات کی عبارت ڈال کر اس کے سین چہ کو غبار آلود کرنا چاہا۔ حضرت دارم نے ان اعتراضات کے مدلل و مستحکم جوابات دے کر "حفظ الایمان" کے رخ نور کو مزید جلا بخشی اور اس عبارت کو خوب واضح و سہل کر تصویر متسرانیہ و حدیثیہ سے مباحثہ مندرجہ کی مزید تائید و تقویت فرمائی اور اس کی عبارت کو بھی سہل اور عام فہم بنا دیا ہے۔

(۳) فتنہ ارتداد اور مسلمانوں کا فرض
 راہبوتانہ کے علاقہ میں "ارتداد" کے ایک

ظہر ناک آندھی چلی اور بہت سے علاقے اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ ان
 ناثرہ علاقوں میں جامعہ مظاہر علوم سہارن پور کی طرف سے دُفود
 داندہ کئے گئے، علماء و مبلغین اور مناظرین نے اس گمراہی کی آگ کو بجھانے
 کا اجتماعی و انفرادی محنتیں کیں۔ حضرت دالارح نے اس سلسلہ میں نمایاں
 رات انجام دیں، سرے کفن باندھ کر میدان میں اترے اور کفر و ضلالت
 کے ناگوں سے ہر دُعا زما ہو کر کامیاب دُعا فرمادے ہوئے۔ اس سلسلہ میں ایسے
 اہل دُعا کیے کہ ان کی روداد سن کر بدن کے رنگ گھٹے ہو جاتے ہیں۔
 بڑا ہم الشکر خیر الخزاء۔

یہ کتاب اسی زمانہ میں اس فتنہ کی رد و کُتہ تمام کے لئے لکھی گئی تھی۔
 جس میں مسلمانوں کو ان کے دینی و ملی فریضہ و ذمہ داری سے آگاہ
 بردار کیا گیا ہے۔ اور اس فتنہ کا جہم کمر ہمتا بلہ کرنے اور اس کے
 اٹنے سینہ سپر ہونے کی ترغیب دی گئی تھی۔ اس کتاب کے صفحات
 ۲۲۶ ہیں اور سائز ۸×۱۰ ہے۔ یہ رسالہ شدھی تحریک کے زمانہ
 میں بار بار طبع ہوا ہے۔

یہ کتاب تصوف کے موضوع پر ہے
 اس میں لطائفِ ستہ کی تحقیق

اللطائف من اللطائف

شرح کی گئی ہے۔ دراصل یہ کتاب مجدد الملت حکیم الامت حضرت
 انس مولانا کھانوی رتہ کے ایک اہم ملفوظ کی بہترین شرح ہے حضرت
 مانوی رتہ کا یہ ملفوظ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ کا بیان فرمودہ ہے۔
 تین شوال ۱۳۴۹ھ میں یہ شرح مکمل ہوئی۔ حضرت اقدس مولانا کھانوی
 نے اس کو حرفاً حرفاً ملاحظہ فرمایا۔ اور پسند فرما کر جو اُردو نوادر میں اس
 شامل فرما دیا تھا۔ ماہنامہ النور بابت شوال ۱۳۴۹ھ میں بھی یہ شرح
 طبع ہو چکی ہے۔ کتاب کے مجموعی صفحات (۳۲) ہیں۔ اور سائز ۸×۱۰ ہے
 سن تالیف ۱۳۴۹ھ

(۵) **مہاجر حجاج** یہ حضرت دالاح کے مشاہدات و واقعات حج کا روزنامہ ہے۔ اس میں اپنی آمد و رفت کی سرگزشت وہاں کے بیتے ہوئے واقعات کو بڑی خوبصورتی کیساتھ تحریر فرمایا ہے۔ اس میں حج دربارت کے بہت سے اہم اور مفید مسائل بھی آگئے ہیں۔

(۶) **اسعاد الطالبین** بایں شوال ۱۳۴۹ھ میں حضرت موصوف چالیس دن قیام فرمانے کی نیت سے کھانہ بھون تشریف لے گئے تھے۔ ان چالیس ایام میں آپ نے بڑی محنت و جانفشانی اور لگن کے ساتھ حضرت کھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات مرتب فرمائے جو اسعاد الطالبین کے نام سے شائع ہوئے۔ ماہنامہ قاسم العلوم دیوبند بابتہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ کے شمارہ سے ان مجلسی ارشادات و فرمودات کی اشاعت شروع ہو کر کئی قسطوں میں مکمل ہوئی۔

(۷) **صحائف اسعد** یہ آپ کے علمی و ادبی خطوط و مکاتیب کا ایک مختصر مجموعہ ہے جو جناب تسکین قریشی میرٹھی مرحوم کو لکھے گئے تھے۔ تسکین صاحب خود صحائف اسعد کے ”مقدمہ“ میں لکھتے ہیں کہ: ”اس تمہید کے بعد اب میں اصل خطوط کے متعلق چند نہایت ضروری معروضات پیش کرتا ہوں۔“

(۱) سب سے پہلے یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ ان خطوط کی حیثیت خالصاً ”بکی“ یا ”پرائیویٹ“ ہے۔ دراصل جناب مولانا نے مجھے اپنے حسن ظن کی بنا پر ”مخاطبہ صحیح“ تصور فرمایا کہ یہ خطوط میری قدر افزائی یا بقول خود میری ”انبساط خاطر“ کے لئے تحریر فرمائے ہیں۔ یعنی مقصد نگارش برگزیدہ ہرگز یہ نہ تھا کہ ان کو طبع کر کے منظر عام پر لایا جائے۔ البتہ دورانِ مکتبہ خود مجھے محسوس ہوا کہ اگر یہ مکاتیب شائع کر دیئے جائیں تو ”اربابِ شعر و ادب“ ان کو ضرور آنکھوں سے لکائیں گے۔ چنانچہ میں نے جناب

مولانا کی خدمت میں حصول اجازت کے لئے بار بار درخواست کی مگر میری استدعا ہر مرتبہ رد کر دی گئی۔ بلکہ میرے پیہم اصرار پر کچھ اظہارِ ناپسندیدگی بھی فرمایا گیا (۲)۔ بہر کیف ان خطوط کی کجی یا پرمیوٹ حیثیت متعین ہونے کے بعد یہ حقیقت بھی خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ ان کو تحریر کرنے میں ”اظہارِ ہمہ دانی“ یا علمی و ادبی ”تقصع“ یا ”تکلف“ کو جو بالعموم اخلاص و عام کے خیال کی تہ میں کار فرما ہوتا ہے مطلقاً دخل نہیں ہے۔ بلکہ اس کے عکس یہ خطوط بالکل بے تکلفانہ انداز میں لکھے گئے ہیں گو یا حسب ارشاد جناب مولانا ع لکھد یا خط میں انھیں وقت یہ جو یاد آیا۔

(۳) ان مکاتیب کی مجموعی تعداد ۷۵ ہے۔ ان میں سے ۴۵ خطوط کو جھوڑ کر جن کے لئے لٹاؤ استعمال ہوا ہے۔ بقیہ تمام مکاتیب پوسٹ کارڈوں پر تحریر کیے گئے ہیں۔ یہ سلسلہ مراسلت ۱۵ اپریل ۱۹۴۸ء سے شروع ہو کر ۹ مارچ ۱۹۴۹ء کو ختم ہوا۔ ان میں سے تین یا چار خط تو خود جناب مولانا نے اپنے دست مبارک سے لکھے ہیں۔ چونکہ موصوف کو ایک زمانہ سے صنعتِ بصر کی شکایت ہے لہذا خطوط مولوی انعام الرحمن صاحب کے قلم کے تحریر کردہ ہیں۔ جو مولانا کے شاگرد رشید اور نہایت خوشنویس ہیں۔

(۴) میں نے ان مکاتیب کی ترتیب میں بکثرت ”لغز“ سے کام لیا ہے۔ لیکن میرا یہ لغز محض ”حذف و اختصار“ تک محدود ہے میں نے ترمیم و اضافہ کو اخلاقی و ادبی جرم سمجھا ہاں یہ لحاظ ضرور رکھا کہ میرے لغز سے مضمون بے ربط نہ ہونے پائے۔ چونکہ ان مکاتیب میں اکثر مضامین کا سلسلہ کئی کئی پوسٹ کارڈوں پر پھیلا ہوا تھا۔ اس لئے میں نے ایسے تمام خطوط کو اکثر و بیشتر یک جا طور پر نقل کر دیا ہے جیسا کہ مندرجہ تارخوں سے واضح ہو گا۔ بہر حال اس وجہ سے ان خطوط کی تعداد ۷۵، سے گھٹ کر ۲۸ رہ گئی ہے۔ مشہور و قدیم اخبار ”بصائر جدید کانپور“ نے صفحہ ۱۴۵ پر سب سے ان الفاظ میں لکھا ہے کہ:

”صحائف اسعدیہ مشہور دینی ادارہ مظاہر علوم سہارن پور کے ناظم مولانا
اسعد اللہ صاحب کے خطوط ہیں۔ اور ان کے مطالعہ سے اسس غلط فہمی کے
پوری تردید ہوتی ہے کہ دینی بیاکس میں درس و تدریس میں مشغول علمائے
گرام کو ادب اردو سے کوئی ربط نہیں۔ ان خطوط میں جو ادبی نکات اور علمی
لطائف درج ہیں وہ ادب کے طلبہ کے لئے خاص طور پر لائق مطالعہ ہیں“
ریاست جلد ۲۴، جنوری ۱۹۶۲ء

(۸) **کلام اسعدی** حضرت والارح فنون ادب و اصناف شعر و سخن میں مکمل مہارت
و مسلم شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کا کلام بلاغت نظام
اور مرصع غزلیں مختلف ادبی ماہناموں میں ”رنگ تفرل“، ”حسن تغزل“
کیف تغزل“، تبرکات“ وغیرہ عمدہ عنادینا سے شائع ہوتی رہیں۔ ماہنامہ
المحمود رنگون برما ”ماہنامہ الادب کان پور“، ”ماہنامہ جاوید ریشلی“ وغیرہ معیاری
جریدے آپ کی غزلوں کو شائع کرتے رہے ہیں۔ حضرت والارح چونکہ
اتنے شاعر الکلام تھے کہ ان کے نزدیک نظم و نثر دونوں یکساں تھیں۔
پھر دور شباب کے بعد نظم و تغزل سے طبعی رغبت بھی نہ رہی تھی۔ غالباً اس
لئے اپنے کلام کو باقاعدہ محفوظ و مجتمع رکھنے کی کوشش نہیں کی، حضرت والارح
خود ارشاد فرماتے تھے کہ:

”ہم نے اپنی غزلوں کے تحفظ کے لئے کوئی اہتمام نہیں کیا۔ اکثر غزلیں
شیردانی کی جیبوں میں رکھ لیں اور گم ہو گئیں۔ اور بہت سا کلام دوستوں
کی نذر ہو گیا۔ جب رنگون میں قیام ہوا تو پچا کچھا کلام وہاں کے دوستوں
نے کچھ جمع کیا اور ایک بیاض اسعد“ اس طرح مرتب ہو گئی۔

اس بیاض میں غزلوں کے علاوہ نصیحتوں پر مشتمل قطعاً رباعیات
بچوں کی تعلیم و تربیت سے متعلق نظمیں، بچوں اور دوستوں کے نام
نصائح و ہدایات سے لبریز خطوط، درس و تدریس کی نشانیوں پر
لکھی ہوئی مبارکبادیاں اور تہنیتییں سمجھیں۔ وفات سے تقریباً

دس سال پہلے غدد بڑھ جائیگی وجہ سے حضرت دالارح کو پیشاب کی تکلیف ہوئی۔ اور غدد کے آپریشن کے لئے ”مشن کیونڈ سہارن پور“ میں ڈاکٹر دتہ کے ہسپتال جانا پڑا۔ حضرت دالارح کے سب خدام و متعلقین اس زمانے میں وہیں رہے۔ اور مدرسہ کا وہ حجرہ جو حضرت دالارح کی قیام گاہ تھا۔ بند رہا۔ ہسپتال سے واپسی پر جب وہ الماری کھولی گئی جس میں وہ بیاض تھی۔ تو معلوم ہوا کہ اس بیاض کو دیمک نے اس طرح کھا لیا ہے کہ اس کا ایک لفظ پڑھنا بھی ممکن نہ رہا۔ آخر مشکل کو اپنے کلام سے محبت فطری چیز ہے اس لئے حضرت دالارح کو اس پر اس قدر افسوس ہوا کہ یہ فرمایا:

”ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم مر گئے،“

اس زمانہ میں کسی نے بتایا کہ مولانا عبد القیوم صاحب شاہراہ السعدی بستوی کے پاس اس پوری بیاض کی نقل موجود ہے۔ یہ معلوم ہونے پر ان کو خط لکھنا گیا تو انہوں نے پوری تندہی و ذمہ داری کے ساتھ پوری کا پیسے کی نقل کر آکر سہارن پور بھیج دی۔ اور اپنی سعادت مندی کا ثبوت بہم پہنچا دیا۔

اس وقت جناب مولانا محمد زکریا سعدی مدیر بیباک سہارن پور کو یہ خیال ہوا کہ حضرت دالارح کی غزلیں بیباک میں شائع ہوں۔ اور کم از کم ہر صفحہ کے ایڈیشن میں ایک غزل چھپ جایا کرے۔ لیکن کھوڑے ہی عرصہ کے بعد سعدی صاحب نے یہ سلسلہ بند فرمایا۔ اور جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

”آج حضرت دالارح تقدس کے جس اعلیٰ مقام پر فائز ہیں اس سے یہ کلام جوڑ نہیں کہاتا اس لئے مناسب نہ سمجھ کہ میں نے اسکی اشاعت کا سلسلہ بند کر دیا ہے۔“

اس پر یہ خیال پیدا ہوا کہ کلام کا انتخاب کیا جائے حضرت دالارح تو

اس قدر کمزور تھے۔ کہ وہ خود انتخاب نہیں فرما سکتے تھے۔ اور نہ ہی اس طرف توجہ فرمانیکی توقع تھی۔ اس لئے یہ خدمت صاحبزادہ محترم مولانا محمد اللہ صاحب و جناب اسٹرٹیز احمد صاحب نے ظہر سہارن پوری کو سپرد کی گئی اور یہ طے ہوا کہ دو ماہ تک مسلسل یہ کام ہوگا۔ پورے پورے دوپہر یہ کام کیا گیا۔ لیکن افسوس کہ اسعدی صاحب خود ہی بیمار ہو گئے اس لئے پھر منتخب غزلوں میں سے کوئی غزل بیتاک میں شائع نہیں ہو سکی۔ البتہ منتخب کلام کے مختصر مختصر دو حصے ”کلام اسعدی کے نام سے مولانا اسلام الحق صاحب اسعدی مہتمم دارالعلوم شاہ بہلول سہارن پور نے شائع کیے۔ اور وہ مجموعہ کلام جو مولانا عبدالقیوم صاحب نے اپنی کاپی سے نقل کر کے بھیجا تھا بغرض اشاعت مولانا اسلام الحق صاحب ہی کے پاس موجود ہے دیکھئے یہ خواب کب شرمندہ تعبیر ہوتا ہے (مولانا محمد اللہ صاحب رحمہ اللہ)

کلام اسعدی کے یہ دونوں حصے ۵۳ صفحات پر مشتمل ہیں ۳۶۳ ہے۔

(۹) **مصابح الطحاوی** | یہ حضرت دالارح کی ان درسی تقریریں کا مجموعہ ہے جو آپ نے درس طحاوی میں ارشاد فرمائیں اور آپ کے باکمال شاگردوں نے حضرت کے درس میں جنکو ضبط قلم بند فرمایا تھا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب سہارن پوری و مولانا اسلام الحق صاحب اسعدی سہارن پوری کے زیر اہتمام و ترتیب یہ درسی افادات عالیہ و مصباح الطحاوی المعروف بہ تقریر طحاوی، کے نام سے قسطوار شائع ہو رہے ہیں ”مصابح الطحاوی“ کے شروع میں اولاً حضرت دالارح کے مختصر حالات اور ثانیاً ایک مفید مقدمہ ہے جو باون صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس مقدمہ میں طحاوی دامام طحاوی اور جن حدیث سے متعلق بہت سی کارآمد مباحث اور اہم معلومات ہیں۔ یہ کتاب ۲۰۳۳۳ سائز پر شائع ہو رہی ہے پہلی قسط کتاب الحج تک ہے اور (۱۲۸) صفحات پر مشتمل ہے۔

(۱۰) **اسعاد الاسعد** | حضرت دالارح رحمہ اللہ ۱۳۵۱ھ میں اپنے شیخ و مرشد حضرت حکیم الامت مولانا کھالوی رح کی خدمت میں رہے۔ وہاں کے زمانہ قیام میں حضرت اقدس کھالوی رح کے ملفوظات جمع فرما کر انکو ترتیب دیا

جو اسعاد الاسعد کے نام سے شائع ہوا

(۱۱) **المکالمۃ بینی و بین بعض المعقولین** کتاب کی وجہ تالیف، انداز تالیف اور موضوع تالیف کے

متعلق خود حضرت دالاد تحریر فرماتے ہیں کہ:

”بندہ اسعد اللہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مدعا نگار ہے کہ میں گیارہ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ کو حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت منقبہ دبر کاتبہ کی خدمت میں زیارت کے لئے حاضر ہوا تھا۔ مجلس مبارک میں ”مسئلہ توسیع قدرت“ کا ذکر آگیا میں نے اسے فائدہ کچھ دریافت کیا۔ جناب موصوف نے جواب عنایت فرمایا میں نے جواب کو ضبط کرنے کا ارادہ کیا مگر حسن اتفاق سے ماہ ذی القعدہ ۱۳۴۰ھ کے رسالہ النور میں اس مسئلہ پر چند سطور جناب موصوف سپرد قلم فرما چکے تھے اس لئے میں نے ان سطور کی شرح جناب موصوف کی اعانت سے کر دی۔ اور سوال و جواب کو اسی میں منظم کر دیا۔ شرح کہیں عربی میں ہے کہیں اردو میں، عربی میں یا تو متن کے عربی ہونے کی وجہ سے ہے یا دقت مضمون کی وجہ سے۔ انتہی بلفظ۔“

یہ مکالمہ ”ماہنامہ النور“ تھانہ بھون، بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۴۱ھ میں طبع ہوا۔ جو سات صفحات پر مشتمل ہے۔ حضرت اقدس مولانا تھانویؒ نے جب اس شرح کو ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ:

”ما شاء اللہ نہایت متین شرح لکھی ہے“

شرح کا یہ نام حضرت تھانویؒ نور اللہ مرقدہ نے ہی تجویز فرمایا تھا یہ مضمون امداد الفتاویٰ میں بھی شائع ہو چکا ہے (راز علمائے مظاہر علوم ج ۱)

(۱۲) **الحاوی علی مشکلات الطحاوی** یہ کتاب دراصل اساطین فقاہ

کانتیجہ اور ان کی علمی کاوشوں کا بیش بہا نتیجہ ہے۔ یعنی یہ شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا حافظ سید عبد اللطیف صاحب محدث دناظم جامعہ

شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا عبدالرحمن صاحب - صدر الاساتذہ جامعہ قطب العالم حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث جامعہ - حجت الاسلام حضرت اقدس مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب ناظم جامعہ - اور فقیہہ الاسلام حضرت اقدس مولانا سعید احمد صاحب مفتی اعظم جامعہ مظاہر علوم سہارن پور کی مشترکہ تالیف ہے۔ یہ کتاب (۱۹۸) اہم اشکالات و سوالات اور ان کے عالمانہ و محققانہ مفصل جوابات پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ جامعہ مظاہر علوم میں جب حدیث کی مشہور کتاب ”طحاوی شریف“ کا سبق صدر العلماء حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کاہل پوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیا گیا تو اکابر مدرسہ کا باہم مشورہ ہوا کہ چونکہ اس کتاب کی اب تک کوئی شرح نہیں ہے اس لئے اس کے مشکل عبارات اور وارد ہونے والے شبہات و اعتراضات کا حل آپس کے بحث و تمحیص اور غور و فکر سے کیا جائے۔ چنانچہ صدر العلماء حضرت مولانا کامل پوری رح کو جو اشکالات و شبہات پیش آتے وہ تحریر فرما کر حضرت شیخ الحدیث صاحب رح کے پاس بھیج دیتے وہ جوابات تحریر فرما کر بقیہ مدرسہ علماء کی خدمت میں روانہ کر دیتے اور باقی حضرات بھی اپنی اپنی تحقیقات تحریر فرماتے اور کسی کو کسی کے جواب میں کوئی شبہ یا کوئی جدید اشکال پیش آتا اس کو بھی لکھ دیتے۔ اس طور پر یہ اپنی نوعیت کا ایک منفرد علمی و تحقیقی مجموعہ تیار ہو گیا جس سے نہ صرف طحاوی شریف کے مشکل و مغلق مقامات کے سمجھنے میں آسانی ہو گئی بلکہ بہت سی حدیثی و فقہی مباحث واضح ہو گئیں

مولانا سمیع الحق صاحب صدر مکتب المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ ٹھک پاکستان اس کتاب کا تعارف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

بیش ز نظر مجموعہ بر صغیر پاک و ہند کے ایسے برگزیدہ اعیان علم و فضل کے مشترکہ غور و فکر اور نقد و جرأت کا نتیجہ ہے۔ جن کی ساری زندگی علم حدیث کی شاعت و فروغ اور تدریس و تصنیف میں گزری۔ تدریس طحاوی کے دوران اشکالات

لمحادی پر نقد و جرح اور سوالات اٹھانے والے بزرگ، محدث کبیر، عارف باللہ شیخ
 الحدیث مولانا عبدالرحمن کامل پوری صدر المدرسین مظاہر علوم سہارن پور اپنے
 تبحر علمی، زہد و تقویٰ، نقاہت اور بہارت حدیث کے لحاظ سے فقیہ محدث بھی ہیں، اور محدث
 فقیہ بھی۔ اور بجا طور پر فقیہ النفس اکابر میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ برکتہ العصر،
 محدث جلیل، ریحانۃ الہند مولانا محمد زکریا مدظلہم شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارن پور
 حالی نرمل مدینہ طیبہ کے اور کمالات و فیوضات کے علاوہ صرف حدیثی خدمات،
 اجزاء المسالك شرح مؤطا امام مالک، لامع الدراری شرح بخاری۔ الکوکب
 الدری شرح ترمذی۔ حجة الوداع، الابواب والترجم شرح شمائل ترمذی
 اور حواشی بذی الجہود سے عرب و عجم دونوں مستفید ہو رہے ہیں۔

المحادی میں اپنے وقت کے دو مسلم شیوخ حدیث کا قرآن السعدین ہو رہا
 ہے۔ یہی حالت اس کتاب میں دوسرے حصہ لینے والے۔ دیگر اکابر مولانا اللطیف
 صاحب، مولانا قاری مفتی سعید احمد صاحب، مولانا اسعد اللہ صاحب مدظلہ کے علمی
 و دینی خدمات کی ہے۔ آسمان علم کے ماہ و پرزین کا ایسا اجتماع چشم فلک نے
 کم ہی دیکھا ہو گا۔ (مقدمہ کتاب ص ۱)

صد العلماء حضرت مولانا کامل پوری کے عا جزادے مولانا قاری سعید الرحمن
 صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ راولپنڈی نے اس کتاب کو ترتیب دیکر ۱۳۹۶ھ میں
 پہلی بار مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک پشاور پاکستان سے شائع کرایا ہے اس کے
 صفحات (۲۲) ہیں اور سائز ۱۲×۱۸ ہے (علمائے مظاہر علوم ج ۱)

(۱۳) الحواشی علی الطحاوی حضرت دالار نے جامعہ مظاہر علوم میں طحاوی
 شریف کا درس ۱۹ رسال تک دیا ہے۔ تاریخ
 مظاہر علوم میں کسی سے اتنی رت طحاوی شریف کا پڑھانا معلوم نہیں پوتا گویا یہ آپ کا
 خاص سبق تھا۔ آپ نے طحاوی شریف پر ایک مختصر مگر جامع حاشیہ لکھا جو طحاوی کے
 دونوں جلدوں پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں اختلافات ائمہ، مذہب، احناف پر دلائل نقلیہ
 خاص خاص نکات، ضبط اسمائے رجال، اغلاط طحاوی کی نشاندہی اور دیگر علمی رموز و

حقائق مندرج ہیں۔

راقم اسطور نے مذکورہ بالا دونوں کادشوں کو قلم بند کر لیا تھا جو بحمد اللہ محفوظ ہیں ان حواشی کے طبع ہونے کی ابھی نوبت نہیں آئی

(۱۳) ایک فیصلہ | حضرت حکیم الامت کے ایک ملفوظ کی شرح ہے جو بوادرنوادری میں طبع ہو چکی ہے۔

(۱۵) المسالمة فی شرح المکالمۃ | امکان کذب کے متعلق چار صفحات پر مشتمل بحث ہے۔

(۱۶) صرف پر کچھ کار آمد اسباق | غیر مطبوعہ ۲۲۱ جو بوادرنوادری میں طبع ہو چکی ہے۔

(۱۷) ہفت اختر | حضرت تھانویؒ کے چھ مواظ اور کچھ ملفوظات آپ کے بچپن کے لکھے ہوئے ہیں۔

(۱۸) شرح التفسیر فی التفسیر | غیر مطبوعہ

(۱۹) عروصی قافیہ | حضرت مفتی سعد اللہ صاحب کے رسالہ کی قلمی شرح۔ غیر مطبوعہ

(۲۰) بہتر شرح حمانہ | نامکمل و غیر مطبوعہ

(۲۱) التحفۃ الخفیۃ فی نسبتہ السبع الشعیرة | اس میں علم ہیئت کے ایک مشہور مسئلہ نسبتہ ارتفاع اعظم ارباب الی

قطر الارض کا بہت عمدہ پیرایہ میں جل ہے۔ صفحات ۲۸، سن تالیف ۱۳۵۶ھ ہے

(۲۲) شرح چغیمینی | جو طبع ہو چکی ہے۔

کتبہ مذکورہ کے علاوہ مباحث مشہورہ

(۲۳) آئین بابکھر (۲۴) قرأت خلف الامام (۲۵) رفع یدین (۲۶) شعیب تقیہ

وغیرہ پر مستقل معرکہ الاراء تحقیقی رسائل حضرت کے قلمی مسودات میں موجود ہیں کاش صاحب زادہ محترم مولانا محمد اللہ صاحب توجہ فرما کر ان تحقیقات علمیہ سے امت کو مستفید ہونے کا موقع مرحمت فرمائیں۔ فقط

نسیم احمد غازی مظاہری

فہرست حضرات خلفاء و مجازین کرام حضرت علیہ السلام

نمبر	اسم گرامی معہ مختصر پتہ	تاریخ اجازت	کیفیت
۱	حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب مدرسہ عربیہ ہتھورا ضلع باندہ	۲۵ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء بہار شنبہ ۱۰ بجے دن	
۲	حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب جامعہ شرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور پاکستان	اجازت صحبت ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ ۹ مارچ ۱۹۶۶ء شنبہ پونے گیارہ بجے دن اجازت بیعت ۱۶ مارچ ۱۳۸۶ھ ۲۰ اپریل ۱۹۶۶ء شنبہ سوگیارہ بجے دن	
۳	حضرت مولانا قاری مفتی مظفر حسین صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور	۵ محرم ۱۳۹۶ھ قبل از اذان عصر	
۴	حضرت مولانا محمد لوئیس صاحب شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور	۱۱	
۵	حضرت مولانا حکیم محمد ایوب صاحب محلہ مفتی سہارن پور	۸ صفر المظفر ۱۳۹۶ھ	
۶	حضرت مولانا جمیل الرحمن صاحب ناظم شاخ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور	۳ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ ۲۴ فروردی ۱۹۷۹ء بعد نماز جمعہ	رحلت فرا گئے
۷	حضرت مولانا سید الدین صاحب داکنانہ راجو پور سادات ضلع بجنور مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ ضلع سہارنپور	۲۶ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ ۱۵ اپریل ۱۹۷۶ء ۶ شنبہ پونے پانچ بجے دن	

فہرست حضرت اخلافا و مجازین کرام حضرت جتہ سید عالم

نمبر شمار	اسم گرامی معہ مختصر بیت	تاریخ اجازت	کیفیت
۸	حضرت مولانا عبد القیوم صاحب مدرسہ اعلیٰ مدرسہ الہدیین انجمن امیر جمہور شاہی ضلع بستی	۸ رجب ۱۳۹۱ھ ۵ مہر جولائی ۱۹۸۱ء	
۹	حضرت مولانا حافظ عبد الوہاب صاحب موضع دالو کوئیال ڈاک خانہ بمعنی ضلع بستی	اجازت صحت ۱۵ شوال ۱۳۸۳ھ شب شنبہ سوادس بجے ۱۹۷۶ء اجازت بیعت ۱۹ محرم ۱۳۹۶ھ شب شنبہ صبح ۹ ربیع ۱۳۹۶ھ	
۱۰	حضرت مولانا احمد رضا صاحب رگرو ضلع ہزاری باغ (بہار)	۱۲ رجب ۱۳۹۲ھ ۱۲ اگست ۱۹۷۲ء بعد نماز جمعہ	
۱۱	حضرت مولانا محمد اوسیف صاحب مدرسہ اشرف العلوم خاں خاں ضلع چاٹگرام	۱۰ ربیع ۱۳۹۶ھ ۲۴ مارچ ۱۹۷۶ء شب شنبہ	
۱۲	حضرت مولانا شبیر احمد خان صاحب طاندہ ضلع فیض آباد	۲۹ رجب ۱۳۶۳ھ شب جمعہ ۱۰ اگست	
۱۳	حضرت مولانا قاری طبع اللہ صاحب جھنکانی ضلع چپارن (بہار)	۱۸ شعبان ۱۳۹۲ھ ۶ ستمبر ۱۹۷۲ء قبل الجعہ	
۱۴	حضرت مولانا ضیاء اللہ خان صاحب مقام تری کیرہ ضلع چیک بنگلور	۲۰ ربیع ۱۳۹۵ھ ۲۰ اپریل ۱۹۷۵ء	

فہرست خطبہ خلفاء و مجازین کرام حضرت جیہ الاسلام نور اللہ مرقدہ

نمبر شمار	اسم گرامی مع مختصر پتہ	تاریخ اجازت	کیفیت
۱۵	حضرت مولانا عبداللطیف صاحب نمبر ۵ ضلع بہارن پور	۱۱ فروری ۱۳۹۶ھ ۶/۱۹۶۶ء جمعہ ۲۴ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ بہارن شنبہ	
۱۶	حضرت مولانا محمد نعیم الدین صاحب ڈاکخانہ دیپھر ضلع ہزاری باغ بہار	۲۴ رمضان ۱۳۹۸ھ ۶/۱۹۶۸ء جمعہ ۲۴ رمضان ۱۳۹۸ھ ۱/۲ دن	اجازت صحبت
۱۷	حضرت الحاج حافظ عبدالکبیر صاحب موضع جھیرن ڈاکخانہ کاسہ ضلع بہارن پور	۲۴ رجب المرجب ۱۳۹۱ھ ۶/۱۹۶۲ء جمعہ ۱۱ رجب المرجب ۱۳۹۱ھ ۵ منٹ پر	۱۱
۱۸	حضرت حافظ محمد یعقوب صاحب سابق بریلی ثم بارہ بنکی	۲۹ رجب المرجب ۱۳۹۵ھ ۶/۱۹۶۶ء جمعہ قبل از زوال	اجازت غیر العلماء
۱۹	حضرت حافظ ظفر احمد صاحب سہارن پور	۲۸ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ ۶/۱۹۶۶ء دوشنبہ بعد مغرب	اجازت غیر العلماء
۲۰	حضرت الحاج پروفیسر علی احمد خان صاحب مانڈے والے ۵۹-۲۲-۱۳۲۲	۱۳ شہبان ۱۳۹۱ھ ۶/۱۹۶۱ء ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۱ء	
۲۱	حضرت الحاج نظیر احمد خان صاحب موضع شیخہ ۵- ضلع بہارن پور	۱۴ فروری ۱۳۹۲ھ ۶/۱۹۶۲ء ۱۸ فروری ۱۳۹۲ھ دوشنبہ	اجازت غیر العلماء ۱۹/۲/۱۹۶۲ء ۱۸ فروری ۱۳۹۲ھ دوشنبہ کو حیات درمانہ

فہرست حضرت خلفاء و مجازین کرام حضرت حجۃ الاسلام نور اللہ مرتدہ

نمبر	اسم گرامی معہ مختصر پتہ	تاریخ اجازت	کیفیت
۲۲	حضرت الحاج عاشق الہی صاحب جری رام پور منہیا ران دھاکھانہ اسلام نگر ضلع بہارن پور		اجازت لغیر العلماء
۲۳	حضرت الحاج الحافظ محمد عمر صاحب کیلاش پور۔ ضلع بہارن پور	۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء ۸ ذی قعدہ ۲۷ ستمبر دوشنبہ	اجازت لغیر العلماء
۲۴	حضرت الحاج القاری اشفاق حسین صاحب بینیشنہر اکاؤنٹنٹ پورٹ آفس محکمہ قانوں گویاں منہور ضلع بجنور	۲۲ ربیع ۱۳۹۲ھ ۷ مئی ۱۹۷۲ء	اجازت لغیر العلماء ۱۹ مئی ۱۳۹۵ھ شعبان ۱۴۰۵ھ یکشنبہ صبح ۵ بجے وفات ہو گئی۔

حضرت والاد فرمایا کرتے تھے کہ خلافت و اجازت دراشت نہیں ہے کہ اولاد کو ضرور پہنچے جو متحقق و اہل صلاح ہوتے ہیں۔ انہیں کو اجازت دیجاتی ہے نیز جنکو اجازت نہیں دیجاتی انکے بارے میں یہ نہ سوچنا چاہیے کہ وہ نااہل ہیں ممکن ہے کہ بعض غیر مجازین، مجازین سے بھی بہتر ہوں۔ اجازت کا مدار شیخ کی صوابدید و اطمینان پر ہے، حضرت والاد نے اجازت میں بھی احتیاط و تقویٰ کے پہلو کو ملحوظ رکھا اور اپنے صاحبزادوں میں کسی کو خلافت و اجازت نہیں دی البتہ حضرت والاد کے وصال کے بعد حضرت والاد کے اجل خلفاء حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب مدظلہ نے صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد اللہ صاحب مدظلہ کو خلافت و اجازت مرحمت فرمائی۔ لہذا حضرت والاد کے سلسلہ میں داخل ہو کر اپنی اصلاح حال کرنے والے طالبین و سائیکین، خلفاء و مجازین مذکورین اور شاہزادہ محترم کی طرف اپنے میلان قلب و عقیدت کے موافق رجوع فرما سکتے ہیں۔

نسیم احمد غازی مظاہری

نگار شاہِ مآثرات !

کسی جامع الصفات برستی کی زیات کا ہر پہلو بیان کر دینا یا الٰہی ذات کے ہر وصف پر غائر فرمائی کرنا کسی ایک مباحثہ علم و مذاہبِ مسلم کے بس کی بات نہیں خصوصاً جب کہ اس نے خود کو گمنامی کے پردوں میں چھپانے کی پوری کوشش بھی کی ہو اور اپنی برستی کو ذاتِ حق میں ایسا فنا کر دیا ہو کہ ذکر محبوب حقیقی اور قال اللہ و قال الرسول کے سوا کسی نام تذکرہ خصوصاً اپنی ذات کا ذکر تک بھی الٰہی زبان پر نہ آتا ہو۔ اسکی متعلق اگر کوئی کچھ بیان کرنا بھی چاہے تو کیا کرے؟ اور کچھ لکھنا چاہے تو کیا لکھے؟ لیکن مشکب پوشیدہ کی خوشبو کی بیٹیں جن کے ہر شاہد و داغ کو معطر کر چکی ہوں اور جگمگاتے ہوئے آفتابِ عالمتاب کی کرنوں سے من کو فیض حاصل ہو چکا ہو۔ ان کا اظہار خیال، مشک و آفتاب کے بیانِ حسن و بوحیئے کافی سمجھا جاتا ہے اس حقیقت کو مباحثہ تذکرہ نے اپنے شعر میں اسطرح ظاہر فرمایا ہے

بھگو خواہوشی نے سوائے زمانہ کر دیا ۔۔ میری سچی صبط سے اظہارِ اذیت ہو گیا
حضرت علیہ الرحمہ کی وفاتِ حشرِ آیات کے موقع پر ہندو پاک کے بہت سے اہل علم و ادب باقیہ سلم نے آپؐ کے بارے میں بہت کچھ کہا اور لکھا ہے۔ یہ بیکے بیانات اور دو ترمیم و اخبارات جن میں وہ بیخامات شائع ہوئے ہیں نہ تو ہمارے پاس موجود ہیں اور نہ ان کی چنداں ضرورت ہے اسلئے چند حضرات کے تاثرات و بیخامات اور منتخب ارشادات و بیانات بطور نمونہ مختصراً پیش کر رہے ہیں جن سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتیہ گراچی کے مختلف گوشوں پر روشنی پڑتی ہے اور ہر بیان و تحسیر سے آپؐ کے کسی نہ کسی وصف کا کوئی نہ کوئی پہلو اجاگر ہوتا ہے

نسیم احمد غازی منٹاہری

مؤلف

ذکر اسماء اسلامیان

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِكَ الَّذِيْنَ اصْطَفٰ اَمَّا بَعْدُ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے لوری پہ روتی ہے

بڑی شکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ در پیدہ

استاذ محترم اسعد الملّت حضرت اقدس مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ رحمہ اللہ
تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کی ذات والامفات سے علم و عمل اور فن و ادب کی دنیا کے لوگ خصوصاً
اسلامیان ہند خوب واقف ہیں۔ آپ کی ذات گرامی جن گونا گوں فضائل و خصائص
اور صفات و خصوصیات کی حامل تھی ان تمام کا اس مختصر مضمون میں بیان کر دینا
ممکن نہیں وہ اگر ظاہری علوم عقلیہ و نقلیہ میں زبردست مہارت و تحقیقی مقام رکھتے
تھے تو باطنی علوم، معرفت الہیہ، تصوف و تورع، زہد و اتقار، خشیت و انابت الی اللہ
میں بھی آپ کی بلند پایہ شخصیت بے مثل و مثیل تھی وہ میدان فصاحت و بلاغت کے
امام، تقریر و خطابت کے پیشوا، رفیون شعر و سخن کے رہبر، اردو، فارسی، عربی اور
انگلش کے ایسے ادیب ادیب تھے کہ انکی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے کلمات
استاذہ فن و ادبائے زمن کے نزدیک محبت ثابتہ اور طے مستند ہے میرا فرمایا ہوا،
کاستما صدق ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنے عہد شباب و زمانہ قوت کا سنہرا وقت
اور زندگانی کی میں بہاروں کا پرکیف و بہترین دور عیسائیت، آریٹ، تادیانیت
رضا خابست، فتنہ مشرقیت اور شہ جی و سنگھن جیسی گمراہ کن سازشوں اور
باطل تحریکوں سے کامیاب جہاد میں صرف فرمایا۔ وہ باطل پرستوں پر شیر بنبر
کی طرح حملہ آور ہوتے اور ان کے بنائے ہوئے گھر و دندوں کو اپنی ٹھوکر دس مسمار
کرتے رہتے۔ آپ کے مضبوط استدلالات اور ٹھوس دلائل کے تیز و تند جھونکے ضلالت
و گمراہی کی سیاہ گھٹاؤں کو افق حق سے دور پھینکتے رہے انکی جادو بیانی کے پیالے
صف شکن حملے کفر و باطل کے روڑوں کو راہ حق سے گرد و غبار بنا کر اٹھاتے اور
حق کے حبیب و پرنور چہرے کو صاف و شفاف کر کے فدا نمایان اسلام و شیدائیان

حق کے سامنے پیش کرتے رہے۔ انہوں نے اپنی جوانی کی ہر امنگ کو دین اسلام پر قربان کیا اس میں ونازک فرشتہ صفت انسان نے فائقہ پر فاقہ کر کے بیابان و کوہ کے دشوار گزار سفر کیے اور امتداد کے منحوس سیلاب کو روکا و نازک طبع و نازک مزاج جوان، سبیل باطل کے مقابلہ میں ایک مضبوط چٹان ثابت ہوا۔ انہوں نے اپنے عنفوانِ شباب کے دور حیات کے آخری لمحہ تک نصف صدی سے زائد مدت قال اللہ و قال الرسول کے شیریں دریا بہائے اور تشنگانِ علوم بنو یہ ان کے آب حیات فیض سے سیراب ہوتے رہے ان کے کیفِ آد و جہدِ آفریں مواعظِ حسنہ اور علمی و نورانی بیاناتِ سنیۃ سے خلقِ خدا مستفید و مستفیض ہوتی رہی۔ ان کے منور دامنِ عرفاں سے وابستہ متصوفین و اہل سلوک معرفت و حقیقت کے چمکدار ہوتی، ہمیش بہا جو ہرات اور پائدار کمالات کی روحانی دونوں سے اپنے دامنِ مراد کو بھرتے رہے۔ حق کے دیوانے اس رستہ ساقی کے حسین و نورانی بانٹوں سے محبت و عرفان کے دلکش و پر صلاوت جام و پیسا نے پینے رہے۔

اس شمعِ علم و عرفان کے بڑے کیفِ انوار بد نہر رہا پر دانے گرتے اور سر دھننے تہے آج ہم اس ذاتِ والا صفات کے جان بخش نظاروں سے گو محروم ہیں لیکن ان کے ظاہری و باطنی علوم و فیوض کے نورانی در و مخانی حیات بخش پشنے محمد اللہ تعالیٰ اطرافِ عالم میں تشنگانِ علوم و عرفان کو آج بھی سیر و سیراب کر رہے ہیں۔ وہ اہل نظر و اصحابِ بصیرت حضرات جن کو حضرت دالہ کے قرب و صحبت کی دولت نصیب ہوئی جانتے ہیں کہ وہ منعقہ پیرانہ سانی و گونا گوں امراض و مصروفیات کے باوجود بھی اصلاحِ خلق و افادۂ خاص و عام میں قلبی شغوفت کے ساتھ بے نظیر دلچسپی و انہماک نام رکھتے تھے۔ ہر وار و و ہادر وہ یگانہ ہو یا بیگانہ، عالم ہو یا غیر عالم، ملکہ ہو یا غیر مسلم ان کی بارگاہِ عالی سے عز و رکوعی نصیحت و عبرت، پند و موعظت اور اچھا سبق لے کر واپس ہوتا۔ ہر ملاقاتی آپ کے اخلاقِ کریمانہ و کلامِ شفقانہ سے متاثر ہو کر زبانِ حال سے کہتا ہوا رخصت ہوتا ہے

بہت دل خوش ہوا حالی سے مل کر:۔ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں آپ کی مدلل گفتگو، فیصلہ کن کلام فصیح جب علما و طلبہ اور سائلین کے اشکالات

علی ہوتے اور الجھی ہوئی گھٹیاں چٹکیوں میں صلی ہو کر ان پر حقائق منکشف ہو جاتے تو بانداز والہانہ حضرت والا پر گرویدہ ہو جاتے اور کہتے تھے
 ہذاک اللہ کہ چشم باز کر دی ۔ مرابا جان جان ہمارے کر دی
 آپ نیکامہ دیدگانہ کسی کی خیر خواہی سے وسیع نہ فرماتے امر بالمعروف و نہی
 عن المنکر میں کبھی تسلسل نہ فرماتے وہ اپنے خاص انداز میں معروف کا حکم بھی
 دیتے اور منکر سے منع بھی فرماتے ۔ اور ایسے مواقع پر مخاطب پر شفقت فرماتے
 ایسے کھڑے تھے احترام و اکرام کا برتاؤ فرماتے اور ادنیٰ تعقیر و تنگ عزت کو روانہ کرتے
 آپ کی عادت مستقل تھی کہ وہ کسی کے قلب پر معمولی سے معمولی ٹیس اور ادنیٰ
 کلفت کو بھی پسند نہ فرماتے تھے بلکہ وہ دوسروں کی ادنیٰ تکلیف پر غیبہ
 ہو جاتے ۔ غمزہ کے غم میں برابر شہریک ہوتے ہر اک کے رنج و غم اور تکلیف
 کا احساس فرماتے ۔ اکثر فرمایا کرتے تھے تھے

خنجر چلے کسی پہ ترپتے ہیں ہم امیر ۔ سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں
 اگر ان کو اپنی ذات سے کسی کو تکلیف پہنچنے کا ادنیٰ مشیہ بھی ہو جاتا تو اس سے
 فوراً بلا تکلف معافی مانگ لیتے بلکہ کئی کئی بار مختلف اوقات میں معافی چاہتے
 اور دوسرے طریقوں سے اس کا تدارک فرما کر جتنک ممکن نہ ہو جاتے آپ
 غمزہ نظر آتے تھے اس سلسلہ میں ان کے نزدیک ادنیٰ و اعلیٰ، ثور و دھڑاں
 میں کوئی فرق و امتیاز نہ تھا بلکہ وہ سب کو اپنے آپ بڑا ہی سمجھتے وہ اپنے تلامذہ
 و خدام سے ہمیشہ آپ و جناب سے ان کا پورا پورا احترام ملحوظ رکھتے ہوتے گفتگو
 فرماتے ۔ اعتراف غلطی و افسوس تصور کو اپنی توہین و کسر شان خیال نہ
 فرماتے بلکہ اس دایر غائی سے صاف شفاف گذر جاتے گو سب سے اعلیٰ کامیابی و
 مقصد عظیم سمجھتے وہ اپنے خدام و تلامذہ، متعلقین و وابستگان کو بھی اسی کی ناکہ
 و تبلیغ فرماتے رہتے تھے ۔ عدیم الغرضی کے وقت کم از کم یہ جملہ فرما دیتے
 بیٹا یا بیٹنہ زندہ کی، اس مذکورہ صفت روحانی و دنیائی پر آپ عمر نبی درشد
 تہجد و الملت، حکیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ محمد شرف علی صاحب
 بیتا ندوی نور اللہ مرقدہ نے کبھی آپ کی اعلیٰ اعلیٰ تقریف و تعریف فرمائی تھی

مخوفین و اہل سلوک حصرات کی تربیت و اصلاح کا ایک عجیب غریب انداز اور
انوکھا طرز تھا۔ وہ طالب کو اپنی محبت میں ایسا گرویدہ و محو فرما لیتے تھے کہ خود بخود آپ
کی اتباع کا شوقین ہو جاتا۔ اور اطاعت و اتباع سنت سے خاص دلچسپی و شغف
اس کو حاصل ہو جاتا۔

جن تلامذہ و خدام کی محبت پر آپ کو مکمل اعتماد و وثوق ہوتا ان کے ساتھ
آپ ایک علیحدہ محبوبانہ برتاؤ ہوتا تھا ان مذکورہ اصناف میں ہر وصف انکی عادت
ثابتہ و طبیعت ثابہ بن چکا تھا ان کی ہر ہر صفت و خصوصیت کی وسعتوں کا انعام
ہے کہ اسکے لئے ایک جدا گانہ دفتر کی ترتیب اور ایک بسیط و عظیم کتاب تصنیف ہو
جس میں ہر گوشہ میرت کو الگ ابواب و عنوانات کے تحت بیان کیا جائے لیکن
اہل تشلم حضرات کو اس مقام پر ایک بڑی دشواری و پریشانی یہ درپیش ہے
کہ حضرت مرحوم کے اکثر حالات خدام و مقربین سے بھی صیغہ سراز و پردہ خفا میں
مخفی و مستور ہیں۔ آپ اپنے احوال کا کبھی تذکرہ نہ فرماتے ہمیشہ اخفاء کی کوشش
فرماتے تھے اگر معلومات کے طور پر کوئی خادم اس قسم کی کوئی بات دریافت کرنے
کی ہمت کرتا تو ارشاد فرماتے ”بھئی ہم کیا اور ہمارے حالات کیا“ آپ کے آثار و اجداد
ملک کے نامور علماء و فقہاء اور اہل اللہ ہوئے ہیں مگر خود ستمانی کے اندیشہ سے
کبھی کسی کے سامنے آپ ان کا بھی ذکر نہ فرماتے بلکہ دوام ذکر و فکر زیادہ گفتگو
میں مانع تھا۔ اپنے خدام و متوسلین کو بھی ہمیشہ اسی کی وصیت فرماتے اکثر فرمایا
کہ تم مجھ سے لب بہ بند و چشم بند و گوش بند .. گرنہ بینی ستر حتیٰ برابرا بخند
آپ بذات خود اس کا زبردست اہتمام و التزام فرماتے۔ دیگر معروفیات بھی آپ کو
ذکر و فکر سے نذر و کتیں کبھی خدام و متوسلین سے عجیب و الہانہ انداز میں فرماتے
”دل بیار دست بکار۔ دل بیار دست بکار“ بایں ہمہ جو کچھ معلوم ہے اس کیلئے بھی
ایک طویل وقت و دفتر کلان کی ضرورت ہے۔

دامان ننگ تنگ و گل حسن تو بسیار .. گلچیں بہار تو زنجی داماں گل دلرد

تجسس احوال و اقوال ترغیب احوال کی ہم جاری ہے انشاء اللہ العزیز و رب العزت

حضرت والارحمۃ اللہ کے خدام و متوسلین تلامذہ و متعلقین کی خدمت میں حضرت کی مفصل
سوانح حیات پیش کی جائیگی (از ذکر اسعد مولانا راقم الحروف) نسیم احمد غازی مظاہری بخنوری
الارشاد ۱۱

محمد اسعد اللہ صاحب مدظلہ



حضرت مولانا صدیقی احمد صاحب باندوی
 حضرت اقدس مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات
 حشر آیات تاریخ اسلامی کا زبردست حادثہ ہے اور ایک عالم گیر سانحہ ہے
 حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیک وقت جلیل القدر محقق عالم اور کامیاب مدرس اور
 مناظر ہونے کے ساتھ شیخ کامل بھی تھے اور بلند پایہ شاعر بھی لیکن حضرت کی
 زندگی درس و تدریس اور اصلاح امت اور مذاہب باطلہ کی ترویج میں صرف
 ہوئی شعروشاعری کو مشغلہ نہیں بنایا۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک نے مجھے
 یہ ملکہ عطا فرمایا ہے کہ میں چاہوں تو شعر میں کلام کروں اور لوگوں کے کلام کا
 جواب شعر ہی میں دوں لیکن میں اسکو پسند نہیں کرتا۔ اسکے بعد یہ شعر پڑھا ہے
 ولولا ان شعر بالعلماء یزحمہ :۔ لکن الیوم اشعر من لبید
 اگر شعروشاعری علماء کیلئے نازیبا نہ ہوتی ۔ تو میں مشہور شاعر عرب بیت بھی بڑا شاعر ہوتا
 حضرت کی زندگی کا نمایاں جوہر اور امتیازی وصف ان کا تقدس و تقویٰ،
 زہد و قناعت، صفائی معاملات، سادگی و سخاوت، دیانت و امانت اور انانیت
 الی اللہ ہے۔ اس سلسلہ میں تقریباً پانچ سال تک آنکھوں سے جو دیکھا اس کے
 چند نمونے اس وقت ہر یہ ناظرین ہیں۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ طائب سلمیٰ کے زمانے
 میں جس وقت میرا قیام تھا نہ بھون تھا اس وقت وہاں قانون تھا کہ سردی کے زمانے
 میں گرم پانی سے وضو کرنے والے کو دو پیسے ایک ہفتہ میں داخل کرنے پڑتے تھے
 میرے پاس پیسے نہ ہتے تھے اسوجہ سے ٹھنڈے پانی سے وضو کرتا تھا۔ نوافل
 اور اورواد کی پابندی کے ساتھ تقریباً اڑتالیس سال تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی
 سفر اور حضر ہر حال میں جماعت و تکبیر اولیٰ کا اہتمام رہتا تھا۔ حضرت کا معمول تھا

کہ بعد عصر مکان تشریف لے جا کر گھر کی ضروریات دریافت کرتے اور اس کا انتظام فرماتے ایک مرتبہ حسبِ معمول دارالطلبہ سے مکان تشریف لے جا رہے تھے۔ احقر اور دو رفیق ساتھ تھے مکان کی طرف جانے والی گلی میں ایک موٹر سے خراب اس جگہ پہنچے تو ایک بھنگی نے پاخانہ کا ٹوکرا پھینکا جس سے کچھ چھینٹیں ایک سڑاھتی کے کپڑے میں پڑ گئیں حضرت نے فرمایا اندھے ہو گئے ہو دیجھ کر ڈالا کرتے ہیں اس کے بعد آگے بڑھ گئے چند قدم کے بعد ہی فرمایا کہ میں نے اس بھنگی کو سخت بات کہی اس کو تکلیف ہوئی ہوگی۔ اس سے معافی مانگنی چاہیے۔ بہت تلاش کیا گیا مگر وہ نہ ملا اس کے بعد حضرت کو جو بے چینی ہوئی اس کا نقشہ اب تک آنکھوں کے سامنے ہے۔ عجیب اختلاجی کیفیت تھی۔ حضرت والا مکان نہ جاسکے بہ مشکل اقامت گاہ پر پہنچے بار بار یہی فرماتے رہے مجھ سے غلطی ہوگئی سنبھلے نہ دی کہ حضرت تصور اس بھنگی کا ہے آپ نے کوئی سخت بات نہیں فرمائی ہے بہت دیر کے بعد بے چینی کم تو ہوئی لیکن ختم نہیں ہوتی دوسرے دن کئی بار فرمایا مجھے یاد دلانا بعد عصر اس جگہ چلنا ہے۔ چنانچہ بعد نماز عصر وہاں تشریف لے گئے وہ بھنگی وہاں مل گیا حضرت کے الفاظ مجھے یاد ہیں۔ فرمایا ہر بھائی میں نے کل تم کو سخت بات کہی تھی تم کو تکلیف ہوئی ہوگی۔ معاف کر دو، وہ ندامت سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور عاجزی کرنے لگا اور کہا سرکار ہم آپ کے غلام ہیں مجھ سے غلطی ہوگئی تھی مجھے اس طرح ٹوکرا پھینکنا نہ چاہیے تھا مگر حضرت بار بار یہی فرماتے رہے کہ معاف کر دو آخر اس نے کھسکا سرکار میں نے معاف کر دیا اس کے بعد حضرت نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر اسکو کچھ رقم دی جسکی تعداد معلوم نہیں۔ کسی طالب علم کو اسکی کوتاہی پر تنبیہ کی اور ناراضگی کا اظہار کیا اسکے بعد جیسے ہی وہ آکر معافی مانگتا حضرت کی آنکھوں میں آنسو آجاتے اور فرماتے معاف کر دیا آئندہ ایسا نہ کرنا۔ احقر کے زمانہ قیام میں مظاہر علوم میں حضرت کا معمول ناشتہ کا نہ تھا۔ اس وقت جاتے بھی نہ پیتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کبھی کبھی آدھی پیرالی لیا کرتے تھے کھانا طلبہ کے ساتھ کھاتے گھر سے کھانا بہت سادہ آتا اس میں

بھی کبھی نصف اور کبھی اس سے بھی کم تنا دل قرا کر طلبہ کیلئے چھوڑ دیتے جس دن پہان ہوتے اند کیلئے کباک اضافہ ہو جاتا لباس معمولی لیکن صاف ندیب تن فرماتے۔ احقر کے زمانے میں دعویٰ کے یہاں کپڑے نہ جاتے تھے۔ حاجت مند جب بھی آیا۔ اسکی ضرورت پوری کی یا وعدہ فرمایا۔ اکثر مختلف مقامات پر منی آڈر کے ذریعہ رقم بھیجتے بدیہ میں کوئی چیز آتی تو ہم انوں کے لئے رکھ لیتے اور احباب کے پاس بھیج دیتے اگر وقت پر صاحبزادگان میں سے کوئی وہاں ہوتا تو اس میں سے ان کو بھی کچھ مل جاتا تھا۔ بعد نماز عشاء روزانہ مہلوۃ البشیج اور نوافل ویر تک پڑھتے اس کے بعد بیدار ہو کر فجر تک نوافل، ذکر اور مطالعہ کتب میں مصروف رہتے۔ یہ جو کچھ لکھا گیا واقعات و مشاہدات، کے حقیقی تاثرات ہیں۔

جس شخص نے کھلے دل کے ساتھ حضرت والا کی کتاب حیات کو دیکھنے کا موقع پایا ہے وہ خواہ شاگرد اور مرید نہ ہو اسکے تاثرات بھی یہی سامنے آتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ایسی مبارک سستی جو اپنے تعلق باللہ اور باطنی کیفیات کو عمر بھر ایک راز کی طرح چھپائی رہی، اس کے تفصیلی حالات کا احاطہ دشوار ہے۔ آہ یہ دولت نایاب اب کہاں؟ اب ایسی جنہیں جہانہ بیٹھ کر دل بیدار ہوتا اور مدتوں کا غبار کا فور ہو جاتا تھا۔ اللہ پاک حضرت قدس سرہ کو اپنے جوار رحمت میں برسہا عطا فرمائے اور امت کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

صدیق احمد

تعارف مختصر

خلافت تحریر سامی حضرت اقدس مولینا مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم
ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

میں صاحبِ علم و انشاء پر داز ہوں نہ شاعر و نظم نگار بایں ہمہ کچھ لکھنے کیلئے ایک
گوشتِ اجتماع خاطر کی ضرورت ہے میرے حساس و متاثر دل و دماغ کیلئے یہ ایک
نایاب شے ہے علاوہ ازیں ہجومِ کار و کثرتِ مشاغل اتنی مہلت نہیں دیتے کہ صفحہ و قرطاس
پر اپنے کسی تاثر و احساس کا اظہار کر سکوں۔ میں یہ سوچتا ہوں کہ ایسی بلند ستودہ
صفات و جمالاتِ شخصیت پر کیا لکھوں اور کیسے لکھوں؟ لیکن میں اگر حضرت
کا تعارف کرنا چاہوں تو یہ کہوں گا کہ وہ بیک وقت صرف، نحو، اشتقاق،
لغت، بلاغت، فصاحت، معانی، بیان، بدیع، فقہ، اصول فقہ، تفسیر، اصول فقیر
حدیث، اصول حدیث، اسمائے رجال، فنِ شاعری، عروض، منطق، فلسفہ،
اقیڈس، حساب، دیگرہ جملہ علوم و فنون کے ماہر و نکتہ داں اور اردو، فارسی و
عربی کے مسلم ادیب اریب و استاذ۔ انگریزی سے واقف ہر طبقہ خیال میں
مقبول ایسی دلوں میں اتر جانے والی نادرہ روزگار شخصیت رکھتے تھے کہ ہر متعلق
فرد کو یہ گمان ہوتا تھا کہ ان کو میکے ساتھ سب سے زائد تعلق و محبت ہے۔ تربیت
کا ایسا انداز تھا کہ ہزاروں گمراہوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیا۔ اور ان لوگوں
کو کوئی دشواری و تلخی محسوس نہ ہوئی۔ تدریس کی جامعیت منظرہ کی مہارت
اور خانقاہ تھا نوئی کے فیوض کی اشاعت ان کا طرہ امتیاز تھا۔ اور پھر خوبی
یہ کہ تلامذہ، متعلقین اور منتبین اگر عقیدت مند ہوں تو تعجب نہیں لیکن
وہاں تو تصوف کے دوسرے مکاتب خیال کے افراد بھی دل و جان سے آپ پر
گردیدہ تھے اس بڑھکے شیعہ حضرات بلکہ غیر مسلم اشخاص بھی ربا و جو دیکر آپ
ہمیشہ اپنی تحریر و تقریر سے باطل کی تردید فرماتی ہے، آپ والہانہ محبت
و عقیدت رکھتے اور سبھی آستانہ اسعدی پر مودب و مہذب ہو کر حاضری دینے

کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے اور کیا لکھوں قصہ طویل و طاقت قلم قاصر ہے۔
 میسر بکھرے ہوئے تاثرات کا ایک اجمالی خاکہ ہو سکتا ہے اس میں کوئی مصدق
 حقائق کی رنگ آمیزی کر کے اسکو دلکش و متوشرناسکتا ہے۔
 تازہ خواہی داشتن گردا غبار سے سینہ را... گاہے گاہے باز خواں این قصہ پارینہ
 منطق حسین الشاہری
 ناظم مدرسہ علوم سہارن پور

حضرت مولانا سعد الشہ رحمہ اللہ

(۴)

مولانا منظم دورِ نعمت مدظلہ العالی
 الفرقان کے اکثر ناظرین کو مختلف ذرائع سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ بحکم لاتین
 حضرت تھانوی قاسم سرہ کے جلیل القدر خلیفہ ارشاد اور مدرسہ لیسٹن
 سہارن پور کے ناظم دس براہ حضرت مولانا محمد سعد اللہ جو طویل ثلث سے
 و صاحب فراش تھے ۱۰ ار جون کی درمیانی شب میں واصلِ حق ہو گئے۔
 رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ الابرار الصالحین

ادھر تقریباً ۳۳ سال سے مولانا کی شہرت اور علمی و دینی حلقوں میں
 ان کا تعارف انہی دو حیثیتوں سے تھا۔ ایسے لوگ بہت کم ہوں گے جو حضرت
 کے ابتدائی دور کے احوال اور بعد میں رونما ہونے والے اس غیر معمولی
 حال سے واقف ہوں جو اس عاجز کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ایک صفت رحمت
 ظہور تھا جو قرآن پاک میں "اللہ یختار من یشاء" کے الفاظ
 میں بیان فرمایا گیا ہے جس کی مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس بندہ کو چاہتا ہے
 فضل خاص کیلئے منتخب فرما لیتا اور اپنا لیتا ہے

راقم مقرر نے حضرت مولانا مرحوم کو سب سے پہلے ۱۳۵۵/۵۶ سال قبل اس وقت
 دیکھا تھا جب یہ عاجز دارالعلوم دیوبند کا طالب علم تھا وہ اس زمانہ میں بھی
 "منشاہر علوم" کے استاذ تھے انکی عمر اس وقت ۱۴ کے قریب ہی ہوگی عربی

غیر معمولی انقلاب آئے گا اور یہ "دلالت خاص" کے مقام پر فائز کیے جائیں گے اور مدارس کی دنیا کیلئے مثال اور نمونہ بنیں گے واللہ اعلم۔

مولانا مرحوم ان ہی حالات میں اور اسی طریقہ پر چل رہے تھے جن کا اوپر ذکر آیا کہ اچانک ان کے دل میں انابت الی اللہ اور اپنی اصلاح کا شدید داعیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوا اسکے لئے وہ رہنمائی کے طالب بن کر حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی طرف رجوع ہوئے اور اپنے کو کالمیت فی البدنہ حضرت مرشد کے حوالہ کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے خاص فضل فرمایا اور چند ہی روز میں ایسا قلب ماہیت ہوا کہ کم از کم راقم سطور نے تغیر حال اور اصلاح کی ایسی کوئی مثال نہیں دیکھی بلاشبہ حضرت مولانا مرحوم کی ذات حکیم الامت کی اصلاح و تربیت کا عجیب و غریب نمونہ تھی اور اللہ تعالیٰ منشا کے منظر۔ راقم سطور اپنے بشری اندازہ کے مطابق کہہ سکتا ہے کہ قریباً ۳۰ سال کی گزشتہ مدت میں غالباً ان سے کوئی صغیرہ گناہ بھی سرزد نہ ہوا ہوگا۔ واللہ اعلم باحوال عبادہ۔

طویل مدت سے وہ علیل اور صاحب فراش تھے۔ بار بار قلبی دورے پڑ چکے تھے جسم میں بڑی چمڑے کے سوا گویا کچھ نہیں رہا تھا اسی حال میں کئی برس یہ معمول رہا کہ ہر نماز کے لئے جماعت کے وقت سے پہلے ان کے خاص خادم اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کے مولانا کو ان کے حجرے سے مسجد لے جاتے اور صبح اول میں بیٹھا دیتے مولانا وقت کی گنجائش کے مطابق پہلے بیٹھے بیٹھے نوافل پڑھتے پھر جب جماعت کیلئے اقامت ہوتی تو وہی خادم مولانا کو اٹھا کر سیدھا کھڑا کر دیتے اور پھر مولانا پوری نماز قیام کے ساتھ ادا فرماتے۔ سنتیں اور نوافل پھر بیٹھ کر ہی ادا فرماتے۔ فراغت کے بعد پھر وہی خادم ان کو اسی طرح اپنے ہاتھوں پر اٹھا کے حجرے میں لے آتے۔ پھر کئی برس اس حال میں گزرے کہ مولانا اپنے حجرے میں بستر ہی پر جماعت کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے۔ قریباً واقعین نے بتلایا کہ گزشتہ قریباً ۲۵/۳۰ سال میں غالباً کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مولانا کے ہوش و حواس صحیح ہوں اور نماز جماعت کے ساتھ ادا نہ ہو ہو یا بکھیرا دلی فوت ہوئی ہو۔ انوس ہے کہ ہماری یہ دنیا ان نمونوں سے خالی ہوتی جا رہی ہے۔ فیاض گاہ و آخر گاہ، دماہنامہ الفرقان کھنڈ بابہ ماہ جولائی ۱۹۷۹ء

تنبیہ :- مولانا نعمانی صاحب کے مضمون بالا میں مبالغہ اور افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے۔ حضرت مرحوم کی وضع قطع کبھی شریعت کے خلاف نہیں رہی البتہ شروع دور میں متصوفین و صلحا کا لباس نہ پہنتے تھے لباس میں جدت تھی مگر حد جواز میں تھی ایک ذہین و ذکی مناظر و شاعر کے مزاج میں شوخی ہونا بھی لابدی امر ہے۔ منجمد المزاج آدمی ان میدانوں میں عموماً کامران و کامیاب نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہ کہنا کہ ۳۰/۴۰ سال سے کوئی صغیرہ بھی سہرزدہ نہیں ہوا ہوگا سمجھ میں آنے والی بات ہے اور عادتاً ناممکن ہے۔ نیز نماز باجماعت بقید تکبیر اولیٰ کی پابندی مکمل اڑتالیس سال رہی جیسا کہ معتبر حضرات سے معلوم ہوا اور آپ کے خلیفہ ارشد مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب نے بھی لکھا ہے۔ آپ کے اس عمل کی مثال دور تک نایاب ہے۔ واللہ اعلم۔ نسیم احمد غازی مظاہری۔

(۵)

تأثرات

مولانا

ابوالحسن علی ندوی

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى عِبَادَةِ الذِّينِ اصْطَفٰهُ

مجھے مدرسہ ہر علوم میں تعلیم حاصل کرنے اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مدرسہ براہ راست علمی استفادہ کرنے یا اس دور میں جب وہ فرق باطلہ سے مناظرہ فرمایا کرتے تھے اور اپنی زبان سے، حاضر جوابی اور علمی تبحر کا سکہ سامعین و حاضرین کے دلوں پر بیٹھا دیا کرتے تھے۔ ان سے تعارف اور اس کام میں شرکت و رفاقت کا شرف حاصل نہیں ہوا۔

میں نے پہلی مرتبہ سندھ کے احتتام پر ان کی زیارت کی رفیق محترم مولانا منظور صاحب نعمانی کی معیت میں رائے پور جاتے ہوئے ایک وقت ان کا نہان بھی رہا لیکن جب نظام الدین کے مرکز سے تعلق اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب قدس سرہ سے شرف نیاز حاصل ہوا تو بکثرت اور کھوڑے کھوڑے وقفوں کے ساتھ سہارنپور حاضری ہوئی اور حضرت مولانا کی خدمت میں خصوصی طور پر حاضری دیتا اور وہ خصوصی شفقت فرماتے ان مجلسوں میں مولانا کے وثوق

فی العلم اور تجربہ کا اندازہ ہوا اسی کے ساتھ ان کے ادبی و شعری ذوق کا بھی علم ہوا
 اتفاقاً ہے جب مولانا نے سیٹاپور میں موتیا بند کے آپریشن اور انکھ کھلوانے
 کا فیصلہ کیا جس میں تھوڑی سی تحریک و تابد میری بھی شامل تھی تو سہارنپور
 سے لکھنؤ تک مجھے سہرکابی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ میں نے اس سفر میں مولانا
 کی کثرت نوافل اور متوجہ مالی اللہ ہونے کا مشاہدہ کیا۔ سیٹاپور کے قیام میں
 بھی ایک دو بار حاضری کی سعادت حاصل ہوتی ہیں۔ میں نے مولانا کے بارے میں جھڑ
 مولانا الباسن، محاسب بعض ایسے بلند کلمات سنے جو کبار شائخ و خواص سنت
 کے بارے میں کہے جاسکتے ہیں اس مولانا کی عقیدت میں اور اضافہ ہوا چونکہ خواہر
 زادہ عزیز گرامی مولوی محمد تانی حسنی مرحوم مہنف سوانح مولانا محمد یوسف و حیات
 خلیل الشیخ محمد مرتضیٰ ہر علوم کے طالب علم تھے اور حضرت سید احمد شہید کے
 خاندان سے انکی نسبت کیونکہ سے مولانا مرحوم ان کا خاص خیال رکھتے تھے اور میری
 بھی رعایت فرماتے تھے اس لئے مجھے اور بھی قرب و انتہا حاصل ہوا صلوات امت
 و علمائے حق کے تذکرے ایمان و یقین میں اضافہ عمل و اتباع سنت کے شوق میں
 ترقی اور علو ہمت کے لئے آمادہ کرتے ہیں اسلئے امید ہے کہ یہ تذکرہ بھی مفید
 و شوق انگیز و بہتہ آفریں ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مرتب کی اس خدمت کو قبول
 فرمائے اور قارئین کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بنائے۔

ابوالحسن علی ندوی

۱۴ مارچ ۱۹۳۷ء

(ذکر اسد مجیدی)

بہت ہی چہیتے شاگرد تھے اور ان بھی کے حکم پر جدا جدا نئے فرائض کے بعد کچھ دن مظاہر علوم میں معین مدرس کے طور پر تدریسی خدمات بھی انجام دیں۔ حضرت ناظم صاحب کو حضرت جد امجد مرحوم سے بے حد تعلق تھا۔ فرماتے تھے کہ زمانہ طالب علمی میں وہ مجھ پر بہت شفقت فرماتے تھے میں ان کے ساتھ مشغول اور دوسرے مقامات پر جلسوں میں شرکت کیلئے گیا ہوں اس نسبت کے لحاظ کا یہ عالم کہ راقم ناکارہ پر عنایات بیکراں اور شفقت کی خصوصی نگاہ تھی۔ میں دارالعلوم دیوبند میں پڑھتا تھا اور حضرت ناظم صاحب مرحوم سے ملاقات ہفتہ میں ایک مرتبہ یا کم از کم پندرہ روز میں ایک مرتبہ سہارنپور حاضری دیتا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ میعاد بخاری میں مبتلا ہو کر کافی مدت نہ جاسکا اس کے متصلاً ششماہی امتحان کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لگ بھگ دو ماہ گزر گئے شرفِ نیاز نہ حاصل کر سکا۔ بار بار دریافت فرماتے رہے بالآخر مجھے ایک شعر لکھوا کر بھیجا۔

ہمیں تم یاد آتے ہو تمہیں ہم یاد کرتے ہیں۔ تمہاری یاد سے بیٹا دل اپنا شاد کرتے ہو۔ ششماہی امتحان شروع ہونے میں صرف تین دن باقی تھے کہ خط ملا جس میں حضرت ناظم صاحب نے یہ شعر لکھوایا تھا۔ اللہ اللہ اس ناکارہ پر شفقت کا یہ عالم اس احساس نے جیسے مجھے اڑ کر پہنچنے کے لئے مجبور کر دیا اسی دن رات کی گاڑی سے روانہ ہوا۔ حاضری دی دیکھتے ہی فرمایا آگئے تم بیٹا۔

ہم تم کو کیا بتائیں کہ میرا ہے کس قدر۔ وہ لفظ دلفریب کہ بیٹا کہیں جے آؤ بیٹا بیٹھو! اس کے بعد کافی دیر تک بلکہ خلاف معمول کافی رات تک گفتگو فرماتا رہے اور علم و عرفان کے مولیٰ لٹاتے رہے۔ پھر فرمایا بیٹا میرا دل چاہتا تھا کہ آگے مگر چونکہ امتحان کا زمانہ بالکل قریب ہے۔ اسلئے تم علی الصبح ہی چلے جانا اور باصرار تمام آمد و رفت کا کرایہ دے کر رخصت فرمایا۔

عشق رسول کا یہ عالم کہ ادھر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ناجی آتا۔ ادھر آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے طحاوی شریف کے درس میں طلبہ کو جب چیز پر سب سے زیادہ ٹوکتے اور جس چیز پر سب سے زیادہ ناگواری اور بے چینی کا اظہار

فرماتے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم گرامی کی عدم صحت ہی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ فحارج کی رعایت اور پوری صحت کے ساتھ حضور علیہ السلام کا نام انانی ادا کیا جائے فرماتے تھے کہ آپ کا نام اس طرح زبان سے ادا کر دو کہ منہ میں ٹھوس پیدا ہو جائے اکابر علماء رحمہ اللہ کا ۲۵ سال اور اسٹس بھی زیادہ کا تعلیمی تجربہ ہوتا جب مظاہر علوم آتے تو حضرت ناظم صاحب کے درس میں حاضری دے کر علم و معرفت کے اس بحرِ غار سے کسب فیض کرتے مگر اچھے اچھے یہ ہمت نہ کر پاتے کہ ان کے یہاں عبارت پڑھیں انکی شہرہ آفاق کے ساتھ عبادت پڑھنا، پڑے دل گردہ کا کام تھا۔ استری اور کلف سے خروید و کرتے اور دولنگیاں لباس کیلئے چند تھے روٹی کے، کسی بھی قسم کا سالن، یا ترکاری خوراک اور رہائش کیلئے درمطلب ہر علوم کی قدیم عمارت دارالطلبہ کا ایک معمولی کمرہ جس میں عام اساتذہ کے کمروں کی طرح پنکھا بھی نہیں لگا تھا اور سب میٹر اسلئے لگا تھا کہ ماہ ب ماہ بجلی کا صرف مدرسہ کو ادا کر دیا جائے۔ یہ تھا اس عارف کامل، مرد مومن، شیخ طریقت، مصلح دوراں، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰ مظاہر علوم کا سامان دنیا۔

کوئی بھی باہوش آدمی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکا کہ اگر ان کا ایک اشارہ ہو جاتا تو ان کے جان نثار مریدین ان کے تربیت یافتہ شاگرد اور ان سے عشق کی حد تک عقیدت رکھنے والے ہزاروں افراد ان کیلئے بہتر سے بہتر لباس عمدہ سے عمدہ غذائیں اور عیال شان رہائش گاہ فراہم کر دیتے لیکن کانٹہ و خیال ہی دوسرا تھا بارہا انہوں نے فرمایا زندگی ایک کاروبار ہے اور ہم سب فرہیں کوئی بھی مسافر چاہے وہ کتنا ہی متمول اور عیش پسند ہو پلیٹ فارم پر گاڑی کے انتظار میں وقت گزارنے کیلئے مسہریاں، صوفے امدتالین لے کر نہیں جاتا۔ وہ جانتا ہے کہ پلیٹ فارم پر مستقل تیار نہیں کرنا ہے۔ وہ منزل نہیں ہے بلکہ منزل تک پہنچنے کیلئے وہاں پر تھوڑا وقت گزارنا ہے پھر وہاں کے تکلیف و آرام کا کیا خیال کرنا تپا ہوں پر بیٹھ کر

اور ہنس کر وقت گزار لیا جائے گا۔ اسی طرح ہمارا معاملہ ہے کہ ہم منہ ل
کیطرف رواں دواں ہیں ہماری منزلِ آخرت ہے اور یہ دنیا عالمِ مسافت
ہے اور اسکی حیثیت پلٹ فارم کی سی ہے پھر یہاں کے عیش و آرام کا خیال
کو ناسر اسر بے عقلی ہے۔

ایک امتیازی خصوصیت تو ایسی تھی جسکی مثال آج کے ماحول میں شاذ و نادر
ہی مل سکے گی وہ کھفی غیبت اور عیب جوئی سے نفرت۔ آپ اس شعر سے
یکجہ برگز نہ سینے دوسروں کا تذکرہ بنہ سبک بہتر ہے یہی بہتان و غیبت کا علاج
کے وہ مکمل عملی تصویر تھے کسی کا ذکر آیا اور ادنیٰ درجہ کی غیبت کا بھی شائبہ
محسوس ہوا تو اتنی خوبصورتی کے ساتھ بات کا رخ پھیرتے کہ بات کرینوالے
کو احساس بھی نہ ہو پاتا اور وہ غیبت سے دامن بچا کر دوسروں کو بھی
گناہ کیسہ کی آلودگی سے محفوظ فرما دیتے۔

عجز و انکساری کا یہ عالم کہ پیسہ انہ خو بو کا کوسوں پتہ نہیں علم کا سمندر
پیشہ بیٹھے ہیں مگر اس ڈکا۔ ہی نہیں لیتے۔ عمل کا یہ عالم مثلاً دین کے بیان
کے مطابق کم از کم گزشتہ تیس برس میں تو یقینی طور پر کہا جاسکتا ہو
کہ جماعت تو درکنار کبیرہ اولیٰ بھی فوت نہیں ہوئی تھی۔ مگر بایں اہمہ خوف
آخرت سے ہر وقت ترسان و لرزاں اور ہر آنے جانے والے سے دعا جو کہ
ایمان پر خاتمہ ہو۔

شیخ وقت حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سابق شیخ الحدیث مظاہر علوم کی
عصر کے بعد والی مجلس میں بالکل طالبِ علمانہ انداز میں صاحبِ فراش ہونے تک
بہ پابندی حاضری دیتے رہے۔ متعدد بار آنکھوں کے سامنے یہ منظر بھی آیا
کہ کوئی صاحبِ بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ حضرت ناظم صاحب ارادت
کا تعلق قائم کرنے کیلئے آئے اور حضرت ناظم صاحب نے انکو نہایت ہی مشفقانہ
انداز میں سمجھایا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب موجود ہیں ان کے ہوتے ہوئے
میری کیا حقیقت ہے۔ آپ ان سے تعلق قائم کریں اگر آنے والے کو اس
جواب پر کچھ آزر لگی ہوئی تو ناصح مشفق نے اس میں مزید انکساری کو شامل

کرتے ہوئے فرمایا میں آپ کا بڑا بھائی ہوں مجھے آیت ہمدردی ہے میں آپ کی
بھلائی کا خواہاں ہوں۔ میں خود حضرت کی مجلس میں اپنی اصلاح کے لئے روزانہ
حاضری دیتا ہوں اسی لئے آپ کو بھی یہ مشورہ دے رہا ہوں فرض یہ کہ سمجھا
بجھا کر اور بہلا پھسلا کر ان کو حضرت شیخ الحدیث صاحب کیندرت میں بھیج دیا
اپنے شاگردوں اور چھوٹوں کا نام اس طرح لیتے کہ عام طور پر لوگ اپنے سے
کافی بلند و بالا شخصیتوں کا نام بھی اس طرح نہیں لیتے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی
مظفر حسین صاحب نائب ناظم مدرستہ علوم جو حضرت ناظم صاحب مرحوم کے بہت
خصوصی شاگرد و معتد تھے پس غیبت بھی مستفلاً حضرت مفتی صاحب ہی کے نام
سے یاد فرماتے حضرت مولانا محمد یونس صاحب اور حضرت مولانا و فار علی صاحب
کو اسی طرح دیگر شاگردوں اور عقیدت مندوں کو بھی حضرت مولانا سے کم
خطاب سے کبھی نہیں یاد فرمایا۔ راقم ناکارہ نے بار بار یہ خواہش ظاہر کی کہ پیر
دبانے کا شرف حاصل ہو جائے مگر ہمیشہ یہ کہہ کر روک دیا کہ آپ مخدوم
ترادہ ہیں، بری غیبت اس کو ارد نہیں کرتی دارالعلوم دیوبند میں ختم بخاری
شریف کے بعد آخری ملاقات کیلئے جب عاضری دی تب بھی اس خواہش
کا اظہار کیا اور اس مرتبہ یہ طے کر لیا تھا کہ یہ شرف حاصل کر کے ہی ہونگا
حضرت مرحوم کے حسب معمول وہی جواب دے کر ٹال دیا تو یوں ہی بھرا ہوا تھا
اس خرومی سے آنسو پھلک پڑے۔ بلول و انشدہ خاطر دیکھ کر فوراً پیر
پھیلا دیئے اور فرمایا بیجئے لیجئے آپ اپنی خوشی پوری کر لیجئے برسوں کی تمنا کا
تکبیل کا وقت آیا ابھی چند لمحے بھی نہ گزرے ہوں گے کہ سنبھل کر بیٹھ گئے
اور یہ فرماتے ہوئے پیر سمیٹ لیتے کہ آپ کی خوشی پوری ہو گئی اب مجھے شرمندہ
نہ کیجئے اللہ سے عظمت و علالت کا سلسلہ کافی دنوں سے چل رہا تھا اور
کئی برس سے صاحب فراموش تھے اس حقیقت کو آخری دیدار کا شرف
شوال ۱۳۹۱ھ میں حاصل ہوا جب برادر عزیز مولوی عبدالولی فاروقی کا
دارالعلوم دیوبند میں داخلہ کرانے کی عرض سے دیوبند گیا تھا اور پھر وہیں
سے مسم۔ اور عزیز خدمت اقدس میں عاضری دی معاہجی کی سخت ترین

مناحت کے باوجود حسب معمول کافی دیر تک گفتگو فرماتے رہے۔ حضرت محد
 لاجعل علیہ الرحمہ کا بھی تذکرہ فرمایا اور برادر عزیز سید کو ملتے رہنے کی ہدایت
 فرمائی وہ تو چاہتے تھے کہ یہ سلسلہ چلتا ہی رہے مگر بیمار داروں کے ایما
 پر میں اجازت لے کر رخصت ہو گیا یہ کیا معلوم تھا کہ یہ ملاقات آخری ہی
 ہے۔ لیکن اب تو دل با صد حسرت و افسوس یہی کہتا ہے

اُسے ڈھونڈو اب چراغِ زیبا لے کر

(انوار البدر رمضان ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء)

(۷) اہ حضرت ناظم صاحب

جان ہی ریدی حگر نے آج پائے یارِ پیر
 عمر بھر کی بیقراری کو تسکین آ ہی گئی

اس دنیا میں جو آیا ہے وہ ایک نہ ایک روز یہاں سے رخصت ہو کر ضرور اپنے
 یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس انکار نہیں کیا جاسکتا۔ خدا پر ایمان والے یقین رکھتے
 والے ہوں یا دھرمیت کے تاریک ترین گوشوں میں بٹھکنے والے سبھی اس
 حقیقت کے معترف نظر آتے ہیں۔ مگر اسکے باوجود کچھ موتیں ایسی ہوتی ہیں جنکے
 واقع ہو جانے پر حیرت و استعجاب تو نہیں ہوتا مگر ایسا لگتا ہے جیسے کان اس
 خبر کو سننے کیلئے تیار نہ تھے دل و دماغ اس خبر کے تحمل کی طاقت نہیں رکھتے
 تھے اور جی چاہتا ہے کاش میں جانیے والا کچھ اور ٹھہرتا اور ہمیں اپنی زندگی میں
 یہ جانکلاہ خبر سننے میں نہ آتی کچھ اسی قسم کا جانکلاہ حادثہ ۱۰ ارادہ اور جون کی دریا
 شب کو اس وقت پیش آیا جب گہوارۂ علم و عرفان مدرسہ علم کے ناظم اعلیٰ
 حضرت اقدس مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب نور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کائنات
 ارتقا کی پیٹیں آیا۔ نقطہ الرجال کے اس دور میں یقیناً یہ ایک ایسا حادثہ
 ہے جس پر ختم بھی رو دیا جائے کم ہے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ وریں پیدا

حضرت ناظم صاحب نور اللہ مرقدہ ان گونا گوں اوصاف کے مالک تھے جن کی
نظر فرد واحد میں یعنی مشکل ہے وہ اپنی ذات سے ایک الجھن تھے۔

وہ بیک وقت علوم و معارف کے گہوارہ، دریائے علم و معانی کے شنادر،

میدانِ خطابت و مناظرہ کے شہسوار اور مجلس شعر و ادب کے صدر نشین تھے وہ

ایک طرف محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی کے علوم کے امین

تھے تو دوسری طرف حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خزانہ معرفت کے ساتھی

بنیاد و شش تھے ان کے در سے اگر بے شمار لوگوں نے میراثِ خلیل حاصل کی تو

الاشبہ ہزاروں نے ان کے جہاں معرفت سے اپنی تشنگی بجھائی اور کچھ بیدار بخت

دستِ نصیب حضراتِ حضرت کے قدموں سے لگ کر حضرت کی حکیمانہ اصلاح و

زہدیت کا مثالی نمونہ بنے۔ اگر دنیا کا آسمان اپنے چمکنے ہوئے ستاروں کی طرح

نور سے چاند اور دنیا کو روشنی فراہم کرنے والے آفتاب کیو جیسے قابلِ تصور

ہو سکتا ہے تو بلاشبہ حضرت ناظم صاحب کے وابستگان میں ایسی شخصیتیں بھی

ملتی جاتی ہیں جو آج کی اس تاریک ترین مادی دنیا میں ستاروں کی طرح چمکنے

والی چاند کی طرح دسکنے والی، اور آفتاب کی طرح منور شانی کرنے والی ہیں۔ حضرت

ناظم صاحب عظیم المرتبت محدث، عالی مقام عابدِ مرقا، قابلِ اعتماد مرشدِ کامل

نظامت پر ایک با وقار، با تسلیم، مہربان، مدبر اور منتظم تھے آپ ان

لوگوں میں سے تھے جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔ جنکی مجلس میں زبان پر

خدا بھاری اور دل میں خوفِ آخرت طاری ہو جاتا تھا حضرت ناظم صاحب

دو، فارسی، عربی اور انگریزی زبان پر یکساں قدرت رکھتے تھے، بالخصوص

الذکر تین زبانوں کے ماہر تھے۔ وقت کے بڑے بڑے شعراء آپ کو اپنا کلام

لٹا کر خوش ہوتے اور آپ کی اصلاح کو دل و جان سے پسند کرتے تھے

سبھی اور مکتبِ آخری میں اپنی مثال آپ سمجھتے۔ وہ اخلاق و کردار کے روشن

نمونے ان کے شب و روز علمِ دین کی خدمت کیلئے وقف تھے دنیا کے دن کی

آلائش سے پاک تھے۔ صفائی معاملات میں بڑے چاق و چوبند اور حقوق العباد کی آوائیگی میں نہایت چست تھے۔ جماعت کے دلدادہ اور جماعتی زندگی میں خود گر تھے۔ نیز الحب فی اللہ والنبض فی اللہ کی زندہ تصویر تھے۔ غرض ان کی زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب تھی جسکی ہر سطر نہایت صاف جس کا ہر حرف نہایت روشن اور ہر عنوان نہایت جلی تھا۔ جسے پڑھنے والا بغیر کسی دقت و دشواری از اوّل تا آخر پڑھ سکتا تھا۔ بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی وفات دنیا کے علوم و معارف کا ایک غنیمت ترین حادثہ ہے جسکی تلافی بظاہر ممکن نہیں ادارہ نظام مولانا محمد راشد صاحب مدظلہ العالی، اساتذہ مطاہر اور وابستگان حضرت ناظم ضائع عم میں برابر کا شکر یک ہے اللہ پاک حضرت ناظم صاحب کی قبر کو پر نور فرمائے اور حضرت کو اعلیٰ عِلّٰتین میں جگہ عنایت فرمائے اور سو گوار دل کو ہر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

۱۳۹۹ھ

رمانہ نامہ نظام جدید کا پورہ بابت جولائی ۱۹۷۸ء بمقام شعبان

مستی

و با کمال

نظیر کے

ظہیر صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا

حضرت مولانا اسرار اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ناظم مدرّسہ علوم سہارنپور کی سال سے صاحبِ فراش تھے۔ مگر آپ کا دل و دماغ بیت دار تھا اور اپنے اور ادو وظائف و نماز کے پورے طور پر پابند تھے اور جب کوئی ملنے کیلئے پہنچتا تو ایک معلوم ہوتا کہ بازہ دم ہو جاتے اور برحسبہ کوئی نہ کوئی شعر یا جملہ ان کی زبان پر آجاتا مصافحہ کرتے ہوئے دیر تک ہاتھ تھامے رکھتے اور تین چار منٹ تک دعائیں پڑھتے رہتے اور ملنے والے کے حق میں دعائیں کرتے جسکی ملنے والا باغ باغ ہو جاتا۔ خذہ جمیں تھے۔ زبان سلیس و شگفتہ تھی ادب اور شعر و شاعری سے بڑی مناسبت تھی۔ صاحب نسبت و صاحب حال بزرگ تھے اپنے اندر بڑی جاذبیت رکھتے تھے۔ سال میں دو تین مرتبہ خاں سار کی

بھی چند منٹوں کیلئے حاضری ہو جاتی اور دعائیں لے لیتا تھا۔ ادھر چند ماہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے اور عموماً غفلت سی طاری رہتی تھی ۱۰ مارچ ۱۹۷۹ء کی درمیانی شب میں دفعۃً چل بسے ۱۱۔ اللہ وانا الیہ راجعون۔ کئی دن سے دوشنبہ کے دن کا انتظار تھا اور جب ہوش آتا پوچھتے کیا دن ہے؟ عمر کوئی ۸۴، ۸۵ سال کی تھی۔ مولانا مرحوم جوانی میں مناظرہ اور تقریر میں بہت مشہور تھے لیکن جب حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے زندگی بدل گئی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت جلد خلافت سے نواز دیا اور رشد و ہدایت کے کام پر لگایا تھا۔ بہت سارے علمائے اہل علم اور دوسرے حضرات آپ سے بیعت ہوئے اور بہت سے فلاح خلافت سے بھی نوازے گئے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے منظرِ ہر علوم سے فراغت حاصل کی تھی اور پھر یہی مدرس عربی مقرر ہو گئے تھے فقہ اور ادب کی اونچی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے حدیث کا ذوق بھی بڑا عمدہ تھا۔ دورہ کے بعض سبق بھی پڑھاتے تھے حضرت مولانا عبداللطیف صاحبِ نظم مدرسہ جب وصال ہو گیا تو وہاں کے ارباب بہت دکھ دئے اس منصب پر آپ کو فائز کیا اور کوئی شبہ نہیں کہ آپ نے اس فریضہ کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا اللہ تعالیٰ آپ کی خدمت قبول فرمائے آپ کے اٹھ جانے سے ایک غلام پیدا ہو گیا ہے جسکو چر کرنے کی زمانہ قریب میں کوئی امید نہیں اساتذہ و طلبہ اور ملازمین سب کے سب آپ کے مداح اور شکو گزار تھے اور اب بھی سبھوں کی زبان پر آپ کیلئے کلمات داد و تحسین ہیں دارالعلوم دیوبند کے بعد ہندوستان کا بڑا مدرسہ ہر علوم ہی ہے اس کے تمام انتظام کو حسن و خوبی سے انجام دینا بڑی خوبیوں کو چاہتا ہے جس کے حضور مرحوم جامع ہمارا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کے درجات بلند سے بلند تر فرمائیں اور منظرِ ہر علوم کو آپ کا نعم البدل عطا کرے اسی کیساتھ یہ بھی دعا ہے کہ مولانا کے پسندیدہ تعلقین اور وابستہ لوگوں کو صبر جمیل کی دولت سے نوازیں۔

(ماہنامہ الزمزمیہ پاکستان بابت شوال ۱۳۹۹ھ ۱۵۷۹ء)

مَوْلَانَا اِسْعَدُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

محمد عیسیٰ مسعودی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ سہارنپور

وہی چراغِ بجھا جسکی لو قیامت تھی

دینی علوم کا گنجینہ، آسمانِ صدق کا نہر میں، خلوص اور اخلاق کا ایک ایسا محکم جسکی مثال ہزار کوششوں کے باوجود نہ مل سکے انسانی قدروں کی حامل ایک ایسا شخصیت جو اپنے ملنے والوں کے دلوں پر کبھی نہ مٹنے والے نقوش چھوڑ دے گفتگو کا وہ شیریں اور سحر کن لہجہ جسے بلاشبہ سحر کر دینے والے انداز سے تعبیر کیا جاسکتا ہے علوم دینیہ پر جس قدر عبور اسی درجہ شہرہ سخن کے روز پر پوری قدرت رکھنے والی عظیم المرتبت خانقاہی زندگی بسر کر نیوالی شخصیت اور ہندوستان کی ایک عظیم درس گاہ جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۱۱ھ کی دریاں شب میں اس دلفریبانی کے عارضی لمحات کو خیر باد کہہ کر حیات ابدی کیلئے رحلت فرما گئے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ۸۵ سال تھی اور وہ تقریباً دس سال سے مسلسل قلب کے عارضہ میں مبتلا تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت کاملہ و خلوص کی عظمت اور اخلاق و مروت کا یہ عالم تھا کہ مظاہر علوم کے وہ طلبہ جو فقہ اور علم حدیث میں کمال حاصل کرنے کے خواہاں ہیں ہمہ وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گرد حلقہ بناتے رکھتے تھے نہ صرف طلباء بلکہ اساتذہ بھی اکثر مسائل کی باریکیوں اور ان کے منطقی پہلوؤں کو سمجھنے کیلئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دیتے رہتے اور مولانا بھی اپنی ہزار معذریوں کے باوجود بڑے ذوق و شوق سے طلباء اور اساتذہ کے علمی ذوق کو اپنے ہی لئے حصول علم کا ذریعہ سمجھ کر گفتگو شروع فرما دیتے وہ فرمایا کرتے تھے کہ بڑے فائدے سے علم میں اضافہ ہوتا ہے جن حضرات نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے فیض حاصل کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت علم فقہ کا

اور علم حدیث پر گفتگو فرماتے تو ان کے ذہن سے حیاتِ لبقہ کا ایک ایک نقش اور
 نقباء کا ایک ایک کارنامہ ابھر ابھر کر آتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ اور جب شعر و سخن
 پر گفتگو چل پڑتی تو علامہ اقبال جیسے مفکر اسلام اور فلاسفہ کے شہساز کے
 مطالب سمجھانے کیلئے ان کا ذہن اسلامی تاریخ کے اوراقِ پائنا شروع کر دیتا
 تھا جب کبھی فارسی کی بات آتی سہادی عربی، اور حافظ کے دیوان کھل جاتے
 اور جب اسلاف کا ذکر آ جانا تو حضراتِ ائمہ اربعہ سے لیکر حضرت مولانا اشرف علی
 دہلوی تک کے نقوش حیات ابھار دیئے جاتے اور پھر جب جدید تعلیم یافتہ
 طلباء خدمتِ اقدس میں حاضری دیتے تو ان سے انھیں کے مزاج اور انکی نفسیات
 مد نظر رکھتے ہوئے گفتگو فرماتے گو یا حضرت کی ذات ایک ذات نہیں تھی بلکہ
 ان کی ذات ایک ادارہ تھی تعلیم کی قدروں کا یہ حال تھا کہ جب بھی جدید
 تعلیم یافتہ لوگ انکی مجلس میں شرکت کی غرض سے آتے تو ایسے لوگوں کی طرح
 ہر حدِ خوشی و مستی محسوس کرتے تھے خصوصاً ان طلباء سے بہت خوش ہوتے تھے
 سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ترقی کی راہوں پر کامزن ہوں دینی
 تعلیم کے ساتھ ساتھ دوسری تعلیمات اور انکی اہمیت کو بڑی حقیقت
 بخندانہ نظروں سے دیکھتے تھے مسلمانوں کی معاشی بد حالی اور تعلیمی پسماندگی
 عزت مولانا کو بہت نگرینہ رہتی تھی اسی لئے جب کوئی اسٹوڈنٹ خدمت
 رس میں پہلی بار حاضر ہوتا تو سلام و کلام کے بعد سب سے پہلا سوال یہی ہوتا
 کہ آپ کون سے کلاس میں پڑھتے ہیں اور جب یہ معلوم ہوتا کہ وہ بی۔ اے
 ایس سی یا این ایل بی کا طالب علم ہے تو بہت خوش ہوتے کبھی ایسے طلباء
 انگریزی میں گفتگو شروع فرما دیتے تھے۔

یہاں کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ذات صرف
 ہی ذات نہیں تھی بلکہ انکی حیثیت ایک ادارہ کی تھی ایک ایسا ادارہ جہاں
 تعلیم و تربیت ہوتی تھی جسکی انسانی کردار بننا ہے۔ اس کے انشلاق
 پیر ہوتی ہے۔ اور اسکے دینی اور دنیوی احساسات و جذبات صحیح سمت
 رخسار کرتے ہیں۔ اس معاملہ میں یہ عرض کر دینا ضروری ہے اور شاید

یہ کم ہی لوگوں کے علم میں ہے کہ میرے والد ماجد محمد زکریا استودی جو مارچ ۱۳۳۸ء سے جنوری ۱۳۳۹ء تک بیباک کینڈریوہ ملی اور قومی فرائض انجام دیتے رہے اور انہوں نے صحافت کے میدان میں جو بلند مقام حاصل کیا وہ صرف حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت، تربیت، تدریس، انکی مجلس کے فیوض و برکات اور انکی شفقت کاملہ کا نتیجہ تھا۔ والد ماجد مذللہ کا زور تسلیم اور امن کی حق گوئی و بے باکی بھی کسی مدرسہ یا دارالعلوم سے فراغت کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ وہ صرف اسی ادارہ کی بخششیں تھیں جسکو میں نے حضرت کی ذات سے تعبیر کیا ہے۔ دینی مسائل پر نکتہ فہمی کی بات ہوتی یا شعر و سخن کے رموز سمجھنے کا سوال فارسی زبان کے محاسن کا معاملہ ہوتا یا فلسفہ و منطق کے اصول جاننے کا مسئلہ غرضیکہ ہر میدان میں والد ماجد مذللہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ہی سے رہبری حاصل فرماتے تھے۔

اب یہ دو طرفہ کم یقینی ہی کی تو بات ہے کہ والد ماجد زائد از زائد پانچ سال سے فالج کے مرض میں مبتلا، صاحب فراش ہیں، نہ لکھ سکتے ہیں نہ بول سکتے ہیں دوسری جانب حضرت مولانا کی وفات نے ایک ایسا نالا پیدا کر دیا ہے جس کے پر ہونے کی صدیوں میں بھی امید نہیں کی جاسکتی۔

رخصتہ

محمد عیسیٰ استودی۔ مدیر بیباک سنہار پور

مولانا عبد الحفیظ دحمانی

شیخ سعدی کی گلستاں پڑھنے کے بعد سعدی کی جو تصویر ذہن نے بنائی تھی اس کا مصداق اس دور میں تلاش کرتا رہا کہ اگر ہو ہو سعدی نہ مل سکیں تو قریب قریب ان سے ملتی جلتی شخصیت مل جائے مگر تادیر اس کا سراغ نہ مل سکا۔ ۱۹۵۹ء میں مشہور دینی مدرسہ دہر علوم سہارنپور دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کے اساتذہ اور طلبہ سے ملاقاتیں کیں اور تبادلہ خیال کر کے ان کی عظمت کا قائل ہونا پڑا۔ لیکن سعدی نظر نہیں آئے۔ دیوبند میں بھی مجھے پایوسی ہوئی تھی اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ”گلستان“ کی مدد سے ذہن دنگ رہا جو شیخ سعدی کی تصویر بنائی ہے وہ غلط ہے۔ لیکن میری جیست کی انتہا نہ رہی جب طلبا کی نشاندہی کے مطابق میں نے ایک زاہد خشک، سخت گیر محاسب سے ملاقات کی یہ تھے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ سرمد۔

نورانی چہرہ والے یہ بزرگ حدیث کی کسی کتاب کے مطالعہ میں شہک تھے میں سلام کر کے سنانے بیٹھ گیا میرے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے ایک فاضل علم مولوی جمیل احمد بستوی بھی تھے۔ مولانا کتاب بند کر کے ہم سے مخاطب ہوئے اور زور چلمنٹ کے بعد موصوف نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں برابر بیٹھالیا دیر تک میں مولانا سے حدیث کے موضوع پر گفتگو کرتا رہا۔

اس افکار میں مولانا مجھے زاہد خشک نظر آئے نہ محاسب بلکہ مولانا کی بات بات میں ایک شفیق استاد، ایک وسیع النظر مصلح، ایک روشن ضمیر ادیب، ایک بلند خیال شاعر کی شخصیت جھلک رہی تھی اسی ملاقات میں مولانا کی مقامی شخصیت کا میں ایسا شکار ہوا کہ مدت الطرہ و رسم ہی نہیں استفادہ کا سلسلہ جاری رہا۔

میں مولانا سے جس قدر قریب ہوتا گیا سعدی شیرازی کی تصویر سے ان کے خدو

اور نقش و نگار ملتے گئے۔ تاہم ان کے گلاسٹاں کی مدد سے تیار کی ہوئی تصویریں مولانا کی تصویر نظر آنے لگی اس طرت کہ سعودی کی تصویر کو سامنے رکھ کر مولانا کے خد و خال پر نظر ڈالنے والا یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ تصویر کسی اور کی ہے۔ سعودی کی تصویر کے نمایاں خد و خال آپہ بھی ملا خٹہ فرما لیں یہ مصلح کی آنکھ شاہزادوں اور ادیب کی زبان مناظر کی حاضر جوابی، عالم کا وقار، مومن کی روشن ضمیری، صوفی کا عمل یہ سعودی کی تصویر کے نوک و پلک اور نیچے نقش و نگار ہیں یہ بھی اجزائے ترکیبی حضرت مولانا اسحاق الدار صاحب نور اللہ مرقدہ کی عظیم شخصیت کے بھی تھے۔۔۔ مولانا ایک عظیم مصلح کی آنکھ سے اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالتے تھے اور شاعر کے دل سے محسوس کرتے تھے اصلاح و نصیحت ہیں انہوں نے ناملائم الفاظ کے بجائے ادیب کی زبان اختیار کی اور ہم ممالک، عالمانہ وقار اور مومنانہ روش غمگین سے حال کر دیے۔

یہ زاہد شب زندہ دار جسکی تجنیس اولی مدت المعروفہ نہیں ہوئی درود دیوار جسکی آہ سحر گاہی کے شاہد ہیں۔ اسلام کی سسر بلند کی کے کار نامے مناظرہ کے میدان میں سنار۔ یہ ہیں جتنی شعبان اصلاح سے سینکڑوں افراد کے نیاز خانہ دل میں قندیلیں روشن ہو گئیں جسکی حاضر جوابی نے بڑے بڑے اسلام دشمنوں کو سسزنگوں کر دیا۔ وہ "سعودی" نہیں، "اسعدی" ہے۔ اور اس کی دنیا سے سعادت سے کہیں بڑے نواز کرنے والے اسعدی ہیں۔

ضرورت ہے کہ مولانا کی علمی و ادبی کتابیں کتابت و طبع عدت کے جدید اسباب کے ساتھ شائع کی جائیں اور ہر کتاب کے شروع میں ایک باب ادبیہ مرقومہ بھی شامل کر دیا جائے جو کتابت کے محافی کو نمایاں کرتا ہو۔ یہ کام مولانا مرحوم کے خلف و شبید حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب استاذ جامعہ مظاہر علوم کے ہاتھوں بہتر طریقہ پر انجام پذیر ہو سکتا ہے۔ وباللہ التوفیق
مختصر آذکر اسعدی

محمد المصطفیٰ رحمانی

استاذ مولانا آزاد انٹر کالج قادری آباد بستی

۸ اگست ۱۹۸۳ء

گوہرِ شہبازِ چرام

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ دارالعلوم دیوبند و منٹیا پور اوس سہارنپور ایسی مردم ساز درسگاہیں ہیں جنکی زیرِ مشعل سے پیش کیجا سکتی ہے ان دونوں اداروں نے وہ نابغہ روزگار شخصیات پیدا کی ہیں جنکے علم و فضل کا سکہ آج بھی رواں دواں ہے لیکن ان کارِ کما ہودا کے ڈھنھے ہوئے کلی پڑروں کی نمائش نہیں کی گئی نہ ہی ان کے اربابِ کار نے نمود و نمائش کو پسند کیا غالباً اسکی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ حقائق خود منکشف ہو جاتے ہیں انگلی رکھ کر بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آفتاب عالمتاب اپنی غنیا پاشیوں کو خود سنوالتا ہے وہ کسی کے تعارف کا محتاج نہیں ہے دیوبند و سہارنپور کے آفتابانِ علوم کا بھی یہی حال ہے انکی طرف متوجہ کرینکی ضرورت کبھی محسوس نہیں ہوئی کہ انہوں نے خود اپنی فیض رسانیوں کے تشنگانِ علوم کو اپنی طرف کھینچ لیا اور ایک عالم انکی فوائدا نیوں سے آج بھی منور ہے۔

عصرِ جدید کی تہذیب دنیا میں پردِ پیگندہ ہی سرمایہ ہے یعنی شخصیات پر پیگندہ کے بغیر تسلیم نہیں کیجا تیں۔ ایک شخصیت کو قد آور تسلیم کرانے کیلئے مشینری حرکت میں آجاتی ہے۔ اور نگہداشتے اسکی قصیدہ خوانی میں مصروف ہو جاتے ہیں تب کہیں وہ شخصیت آسمان شہرت پر تارہ بن کر نمودار ہوئی ہے۔

اسکے برعکس دیوبند اوس سہارنپور آج بھی پردِ پیگندہ سے نا آشنا ہیں پھر بھی علماء ہیں کہ آسمان شہرت پر آفتاب بن کر طلوع ہوتے ہیں اور اپنی گرامتوں کا قائل بنا لیتے ہیں۔

حضرت علامہ مولانا اسد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق ناظم مظاہر علوم سہارنپور کی ذات گرامی سے کون ناواقف ہے مولانا اپنے وقت میں علم و عمل کے آفتاب تھے ایک عالم ان سے فیضیاب ہو رہا تھا آج بھی ان کے جلائے ہوئے چراغ تہذیبِ جدید کے ظلمتِ کردوں میں روشن ہیں۔ کاش! کوئی صاحبِ کمرہٴ بانوہ کراہتے اور حضرت

عالم صاحب ملفوظات، پند و اندیش اور کلام مرتب فرما کر شائع کر دیتے۔ تو
 بلاشبہ دینی حلقوں میں انکی پذیرائی ہوتی اور اہل علم مستفیض ہوتے۔
 فضیل احمد سکریٹری، جمعیتہ علماء ہند نئی دہلی
 (مختصر سرائے بالا)

(۱۳) فیض العلماء

مولانا محمد یوسف ہستونوی

راس الاتقیار، نیراس الادبار، شیخ المشائخ استاذ الاساتذہ، اسعد الملت
 حضرت الحاج مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب طاب اللہ ثراہ و جعل الجنة مثواه کا
 اسم گرامی دارین میں آفتاب و ماہتاب کی زیادہ روشن و تابندہ ہے یہ دریا ب
 و گوہر شب چراغ شریعت و طریقت میں نفع البحرین، تصنیف و تالیف و فیض علم
 میں آفتاب کی زیادہ روشن ہے۔ ایسی نادرہ روزگار ہستی جسکی مثال ایک بہشت
 پہلو ہیکر کی سی ہے کہ بیک وقت علم حدیث میں سبقی وقت طریقت و تربیت
 باطن میں شبلی زماں، درس و تدریس میں فیض مزار، مکتب ولی اللہی کا سچا
 وارث، نسبت رشیدی و اشرفی کا این، شعر و ادب کی دنیا میں نابغہ و وقت
 و سلطان الشعراء رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی ذات گرامی میں وہ سارے
 اوصاف جو ہمارے اسلاف کے سر پر یہ حیات تھے جمع فرما دیئے تھے اسی کے
 ساتھ ساتھ دنیا سے اسلام کے ایک مرکزی ادارہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا
 انتظام و انصرام و درس حدیث کا فیضان بھی بخاری و ساری تھا۔ تھوئی و دیانند
 کا یہ عالم کہ برسہا برس تک سرادہی قوت نہیں ہوئی۔ انکساری و تواضع
 کا یہ حال کہ ایک مرتبہ کبھی کسی بات پر تنبیہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر آپکو
 اس تکلیف ہوتی ہو تو میں سہارنپور کی جماعت مسجد کے ممبر پر چل کر آپ سے برلا
 معافی مانگ لوں۔ زندہ ولی کا یہ عالم کہ ایک بار کسی اسٹیشن پر کسی صاحب نے
 دریافت کیا کہ اسم گرامی، فرمایا ہے بندہ نواز آپ سے جانتے نہیں بہ اسعد ہے میرا نام وطن رام پور

آپ حکیم الامت مولانا محمد انور علی کے خلیفہ ارشد اور راس المحدثین شارح ابو داؤد حضرت
 مولانا خلیل احمد صاحب کے ارشد تلامذہ تھے۔ ایک طرف آپ درس حدیث میں علم و حکمت
 کے دریا بہاتے تو دوسری طرف میدان مناظرہ میں اہل باطل کے مقابلہ پر سینہ سپر
 نظر آتے۔ آپ کا سینہ علوم و عرفان کا خزانہ، ذوق و شوقِ حقیقی کا گنبد تھا آپ عشقِ الہی
 کے سمندر میں افرقِ معرفت میں ڈوبے ہوئے تھے وہ فرماتے ہیں کہ سہ
 آدھ بیٹھیں مرکز انوار کی باتیں کریں مہر نور بر سائیں ربخ دل دار کی باتیں کریں
 خاک سمجھیں گے وہ ظاہر میں ریحون معرفت، جو ہمیشہ شاہدِ بازار کی باتیں کریں
 دوستوں کو یہ وصیت ہے چراغاں کی جگہ، میری تربیت پر جمال یا رک باتیں کریں
 آپ کی شاعرانہ بلند یوں کا اندازہ اہل ذوق کو آپ کے کلام سے ہوگا۔ اس بحرِ بیکار
 کا ایک کنارہ رومی، سعدی اور حافظ شیرازی کے سوزِ دروں سے ملتا ہے تو
 دوسرا کنارہ ہزاروں نایاب موتیوں سے ہمکنار ہے بڑے بڑے علماء و اہل اللہ
 آپ کے تلامذہ و مریدین و متعاقبین ہیں اللہ تعالیٰ اپنے اس بندہ سید کو جنت
 الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام نصیب فرمائے آمین۔

محمد یوسف بستوی

(حوالہ بالاسمہ تفسیر و اختصار)

ایک نادر روزگار شخصیت

(۱۳)

بتوفیقِ ایزدی ماہ شوال ۱۲۹۲ھ میں مدرسہ اصلاح سر ائیر اعظم گڑھ
 سے تکمیلِ تعلیم کے بعد اپنے ایک عزیز کی تحریک پر تبلیغی جماعت میں چلے گئے ایک
 سال کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ خواہش دیرینہ تھی مگر عزم و ارادہ ٹھیک نہیں رہی
 دورے کی سفری سہولت برداشت کرتا رہا اپنے مشفق اساتذہ کا نیک و عائن
 کام کرتی رہی عزم و ارادہ میں پختگی اور ہمت و حوصلہ میں بلندی بتدریج برپا
 رہی۔ مرکز تبلیغ بستی نظام الدین کے اکابر، مشائخ اور دیگر حوصلہ مند مجاہدین

کو دیکھ کر اور ان کی تربیت میں رہ کر تبلیغی جماعت کی بے لوث دینی خدمات دل
 و دماغ میں گھر کر گئیں کہ جس پر فتن دور میں عوام و خواص اور مشہور و دیہات غرضیکہ
 ہر طبقے اور ہر ماحول میں دین اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کیلئے عملی نمونہ پیش کرنے
 والی واحد جماعت ہے آج ہندوستان کے مشائخ و صوفیہ کی دینی جدوجہد کا
 محنت و کوشش کا بدولت دنیا کے بیشتر ممالک میں تبلیغی جماعتیں گشت کر رہی
 ہیں۔ ممالک عربیہ میں ہندوستانی علماء کا وقار اسی محنت کے ذریعہ بڑھا اور
 دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ میں نے بجز خوشی سنا ہے جو اکابر تبلیغ نے
 فقہائے مذاہب عربیہ کیلئے کورس تعین کیا ہے پورے کیچے آخری دو ماہ کے لئے
 مرشدی و مولائی حضرت شیخ الحدیث مظلہ کی خدمت میں پھیرا گیا۔ مدرسہ
 مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت کے خانقاہی مہمان خانہ میں قیام رہا۔
 اس دوران مدرسہ کتب خانہ سے کچھ استفادہ کا موقع ملا۔ بہت سی نایاب کتابیں
 مطالعہ کیلئے دستیاب ہوئیں کبھی کبھی دار قدیم کی مسجد میں نماز پڑھنے کا
 اتفاق ہو جاتا حضرت مولانا محمد یونس صاحب مظلہ العالی کی خدمت میں حاضری
 دیتا مولانا موصوف کی پرنسز مشفقانہ انداز گفتگو میں حضرت مولانا اسماعیل
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بار بار تذکرہ آتا تو دل کے اندر یہ داعیہ پیدا ہوا کہ کبھی
 کبھی حضرت والا کی خدمت میں بھی حاضری دینا چاہیے۔ چنانچہ جب کبھی موقع
 ملتا تو کوشش کر کے حاضر خدمت ہوتا۔ فیوض و برکات کا تذکرہ میں کن لفظوں
 میں کروں حضرت کی مجلس میں بیٹھنے کے بعد ابٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا حضرت
 رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت میں کولامی، طباری، ماسٹر مریدانہ فرزند گفتگو عجیب غریب
 تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں لکھلکے ہوئے ہر لفظ میں ایک ایسی کشش
 ہوتی جو زبان سے ادا نہیں کی جاسکتی باتوں باتوں میں عربی، فارسی، اردو کے
 اشعار پڑھتے جاتے ایسا معلوم ہوتا کہ گویا دیوانی کھلا ہوا ہے۔ آپ کے اندر
 شہادت و طریقت کا حسن المزاج، ملفوظات اور معمولات زندگی میں بالکل نمایاں
 رہا۔ آپ نہایت ہی منکح المزاج، مہمان نواز طبعی طور سے ایسے واقع ہوئے تھے
 جسکی مثال نہیں دی جاسکتی حضرت والا کی مختصر صحبت میں راقم الحروف نے

ایک ایسی چیز دیکھی جو حضرت کی کرامت ہی کہی جاسکتی ہے جنکی آج مجلس
 رنگاہیں مثلاً شمی ہوتی ہیں مشکا بخ دصوفیہ کے اندر دیکھنے کیلئے مریدین عہدیت مندی
 ... متنی و منتظر نظر آتے ہیں۔ میں نے اپنی نظروں سے دیکھا۔ عرصہ سے حضرت
 پرستارہ سالی اور عبادت نجاہد سے اور شب بیدار کی کیوجہ سے کافی کمزور ہو گئے
 تھے۔ نماز کی ادائیگی میں قیام پر قدرت نہ تھی۔ آپ کے خادم خاص مولانا
 قاری احمد گورا صاحب (جو ہر وقت جامع مسجد سہا پور میں امام ہیں آپ کو
 جگرہ سے گود میں لیجاتے اور مسجد میں پہنچا دیتے سنن و نوافل آپ بیٹھ کر
 ہی ادا کرتے مگر فرض کی ادائیگی باجماعت قیام کے ساتھ کرتے پہلی رکعت میں
 آپ پاس کے مقدی کے سہارے کھڑے ہو جاتے تو پھر چار رکعت باستانی
 پوری فرماتے بعد نماز فرض بیٹھ کر ہی سنن ادا کرتے یہ حضرت کی کرامتوں
 میں سے ایک نمایاں کرامت ہے۔ جو میں نے اپنی نظروں سے دیکھی ہے۔ آپ کے
 مضحمل و نحیف جسم میں کہاں سے طاقت آجاتی اور آپ بسہولت نماز پنجگانہ
 کھڑے ہو کر ہی ادا کرتے۔ یہ واقعہ ۱۳۹۲ھ کا ہے۔ باری تعالیٰ حضرت والا
 کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ اور آپ کو جنت الفردوس کے اعلیٰ درجات سے
 نوازیں اور آپ کے صدقہ اور طفیل میں ہمیں بھی عبادت میں شتوف قلبی، نگار
 اور خضوع و خشوع نصیب فرمائیں۔

حضرت والا کے داصل بحق ہونے سے جو خلا ہوا ہے۔ وہ پورا نہیں ہو سکتا۔
 باری تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمارے لئے ایسا مشفق و مرنی نصیب فرمائیں۔
 آپ کے متعلقین و پسماندگان کو ہر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائیں۔
 نبی زالدین اہلای غفرلہ۔ دیوبند

میرے محسن، میرے مربی

حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب داور اللہ مرقہ

(مولانا نضر بنارسی)

اپنے محسن و مربی مدظلہ علیہ منظامہ علوم کے ناظم اعلیٰ حکیم الامت حضرت تھانوی کے خلیفہ ارشاد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کی خبر وفات جب سنی ہے حضرت کے احسانات اور عنایتیں جو اس ناپجز کے اوپر تھیں ایک ایک کر کے یاد آرہی ہیں سوال ۱۳۹۱ء کی بات ہے کہ میں منظامہ علوم میں داخلہ کیلئے حاضر ہوا۔ چونکہ اس کے قبل میں حضرت مولانا شاہ وحی اللہ صاحب قدس سرہ کے مدرسۃ العلوم الہ آباد میں ایک زمانہ تک زیر تعلیم رہا تھا اسوجہ سے والد محترم کی فرمائش پر حضرت کے خدام میں سے مولانا بجائی صاحب اور مولانا فاروق صاحب نے حضرت ناظم صاحب کے نام خطوط بھی لکھ کر دیدیئے تھے تاکہ داخلہ وغیرہ میں آسانی ہو سکے میں جس دن سہارنپور پہنچا جمعہ کا دن تھا مدرسہ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت ناظم صاحب صبح فجر کی نماز جامع مسجد میں ادا فرماتے ہیں۔ نماز جمعہ کیلئے جا چکے ہیں بعد نماز جمعہ ملاقات ہو سکے گی میں نے دارالطلبہ قدیم کے ایک حجرہ میں سامان رکھا نماز جمعہ کیلئے مدرسہ کی مسجد میں چلا گیا۔ بعد نماز معلوم ہوا کہ حضرت نماز کے بعد جامع مسجد میں دعوت بھی فرماتے ہیں اسلئے ذرا تاخیر سے تشریف لائیں دو تین بجے کے درمیان تشریف لائے۔ حضرت مولانا شاہ وحی اللہ صاحب قدس سرہ کے بعد یہ دوسرے تھانوی بزرگ تھے جنکی زیارت ہونے والی تھی۔ حضرت الہ آبادی وصال فرما چکے تھے۔ تاہم ان کا زمانہ رعب و شعب ابھی کلی کی بات تھی پر ششم خود ان آنکھوں نے دیکھا تھا۔ چنانچہ حضرت ناظم صاحب ملاقات کا تصور بھی پورے جسم میں لرزہ پیدا کئے ہوئے تھا۔ ڈرتے ڈرتے حاضری ہوئی سلام کے بعد مصافحہ کیا۔ اور آداب سے ایک طرف بیٹھ گیا فرمایا کہ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت میرا نام احمد نضر ہے۔

میرے والد کا نام ڈاکٹر محمد ظفر ہے میں بنارس کا رہنے والا ہوں۔ حضرت مولانا شاہ وحی اللہ صاحب مدرسہ میں پڑھتا تھا۔ اب منشاہر علوم میں داخلہ کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ مولانا جامی صاحب اور مولانا فاروق صاحب آپ کے نام خطوط تحریر فرما کر دیئے ہیں وہ پیش خدمت ہیں۔ یہ کہہ کر میں نے وہ دونوں خطوط پیش کر دیئے۔ حضرت میرے اس مفصل جواب کے بہت مسکے ہوئے۔ فرمایا سنائیے ان حضرات نے کیا لکھا ہے؟ چنانچہ میں نے ان خطوط کو سنایا سنکر فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ وحی اللہ صاحب الہ آبادی کو میں اپنا مرشد مانتا ہوں۔ دل میں اس بات کی حسرت ہی رہ گئی۔ کہ ملاقات کا شرف حاصل ہو مگر خدا کو منظور نہ تھا نہ ہو سکی مولانا جامی صاحب اور مولانا فاروق صاحب میرے شاگرد ہیں میں انکی قدر کرتا ہوں پھر فرمایا کہ گھبرائیے نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب کام داخلہ وغیرہ کا آسانی ہو جائے گا۔ اور جب تک داخلہ وغیرہ نہ ہو سکے آپ کھانا وغیرہ میرے ساتھ کھائیے گا حضرت کی خصوصی توجہ سے سارا کام آسانی ہوتا چلا گیا۔ داخلہ بھی ہو گیا قیام گاہ بھی تجویز ہو گئی طعام کا نظم بھی ہو گیا اب تسلیم شروع ہو چکی تھی۔ اسوجہ سے صرف بعد نماز عصر درانہ حاضری دیتا ایک مرتبہ نانوتہ منسلح سہارا پنور میں تبلیغی اجتماع تھا میں اس سے قبل کبھی تبلیغی اجتماع میں شریک نہیں ہوا تھا۔ اور نہ کوئی اچھی رائے میں اس جماعت کے متعلق رکھتا تھا۔ خیال ہوا کہ قریب سے جا کر دیکھوں تو سہی کہ یہ لوگ کیا کرتے اور کیا کہتے ہیں؟ حضرت صاحب کے یہاں جانے کی اجازت چاہی۔ فرمایا شوق سے جاؤ اور ازراہ کرم آمد و رفت کیلئے سفر خرچ بھی عنایت فرمایا حضرت تبلیغی جماعت کے بہت حامی تھے حتیٰ کہ بیوت کے وقت مریدین سے تبلیغی جماعت میں نکلنے کا عہد بھی لیتے تھے جمہرات کا دن تھا۔ میں طلبہ کی ایک جماعت کے ساتھ نانوتہ گیا۔ پورے اجتماع میں شریک رہا حضرت مولانا انعام الحسن صاحب منظر امیر جماعت سے قلب بے حد متاثر ہوا ان کے بیان میں بلا کی جاذبیت تھی جہت۔ بھی شکوہ و شبہات اس کام کی طرف سے تھے خستہ ہو گئے اور دل اس کام کی اہمیت کا قائل ہو گیا۔

یہ حضرت ناظم صاحب کے طفیل میں اور انکی توجہ کی برکت سے ہوا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ میں آپ کو اولاد کی طرح ماننا ہوں کوئی ضرورت پیش آئے تو بے تکلف کہیں وقتاً فوقتاً حقیقہ طور پر حضرت مالی اعانت بھی فرماتے رہتے تھے۔ حضرت مرحوم و منفور کے یہ احسانات زندگی بھر یاد آتے رہیں گے۔ حضرت کے خادم خاص میرا احمد گور اتفاق سے پندرہ بیس دن کے لئے اپنے گھر جانے لگے چونکہ دارالطلبہ قدیم کی مسجد میں امامت وہی کرتے تھے اسلئے سوال پیدا ہوا کہ کون اب امامت کرے گا حضرت ناظم صاحب ازراہ ذرہ فوازی مجھے منتخب فرمایا اور میں حضرت کے حکم کی تعمیل میں کئی ماہ تک امامت کرتا رہا۔ حضرت کے ان خادم کے آجانے کے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا حضرت مرحوم نماز باجماعت بہت پابندی کے ساتھ ادا فرماتے تھے ۲۹ سال تک اپنے نماز اس طرح ادا فرمائی کہ جماعت کیا بلکہ تکبیر ادائی بھی قوت نہیں ہوئی۔ معمولات کے بھی بہت پابند تھے اکثر دیشتر مغرب و عشر کے فرض کے بعد جب قرأت وغیرہ کی خامیوں پر مبتلا فرماتے تو مسجد میں سنٹاٹا چھٹا جاتا تھا اور میں نہایت شوق اور طلب سے حضرت کی باتیں سنتا۔ ناگواری کا اثر تو کجا دل مشر سے لبریز ہو جاتا کہ اصلاح فرمائی جا رہی ہے۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ حضرت کے بار بار توجہ دلانے سے نماز اور امامت کے سلسلہ کی بہت سی غلطیوں کی اصلاح ہو گئی۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ بیٹا میں خیر خواہی کی بنا پر تم کو ٹوکتا ہوں تم بخلت ماننا اور اگر ناگوار خاطر ہو تو معاف کر دینا حضرت کے اس جملہ پر جو اثر پڑنا چاہیے تھا وہ پڑتا اور گویا میں زمین میں گر جاتا ایک مرتبہ فرمایا کہ کسی سے قرض مت لینا کہ یہ فساد کی جڑ ہے۔ تقویٰ کی زندگی اختیار کرنا کہ یہ زادِ آخرت ہے نہ کسی کی جبرائی کرنا نہ سننا۔ ایک مرتبہ چند طلباء تھے جو مجھ پر حضرت کی اس نظر کیوجہ سے حسد کرتے تھے۔ میری نا تجربہ کاری سے فائدہ اٹھا کر زبردستی ایک معاملہ میں پھنسا دیا میں کم عمر نا تجربہ کار ان شرائط طلبہ کے غلام سے بے خبران کے چکے میں آگیا جب ہوش آیا تو اسوقت تیرکھان سے نکل چکا تھا۔ ارباب مدرسہ اس معاملہ میں فیصلہ مرے خلاف کر دیا اگرچہ بعد میں وہ معاملہ رفع دفع ہو گیا

مگر چونکہ میں اس معاملہ میں خدائے ہد ہے کہ بالکل بے تصور اور مظلوم تھا اب فیصلہ
میرے خلاف ہو گیا تھا۔ اسوجہ سے میں دل برداشتہ ہو گیا تھا۔ چند روز کے بعد
حضرت ناظم صاحب نے طلب فرمایا۔ اور تنہائی میں فرمایا کہ بیٹا مرا قلب تمہاری
طرف سے بالکل صاف ہے میں تو اسکی تفصیل سے بھی ناواقف ہوں اور اسکی
ضرورت بھی نہیں ہے تم میری طرف سے بالکل مطمئن رہنا۔ حضرت کے اس
فرمانے کے بعد دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔ اور بصیرت کا دل سے قائل ہو گیا۔
کہاں تک ان احسانات کا ذکر کروں جو حضرت نے میرے ادب پر فرمانے حق تھا
احسانات کا صلہ حضرت کو اپنے شایان شان عطا فرمائے۔

فخر زین و فخر زمان افشاں

(۱۵)

سید حسد بین شیخ پورہ

اے وہ کس قدر بھیاںک رات تھی، تاریکی نے ہر طرف اپنا تسلط قائم کر لیا
تھا سورج کئی گھنٹے قبل مغرب میں رد پوش ہو چکا تھا شاید اسلئے کہ وہ اس عظیم
حادثہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ چاند بھی تیز گامی سے اپنی منزل
کی طرف رواں دواں تھا شاید وہ اس حادثہ جانکاہ کے نظارہ کی سکت اپنے
اندہ نہیں پار رہا تھا اب آتش لباس جام میں منجمد ہو گیا تھا۔ علم و عمل کے ریکھا
ہچکیاں لے لے کر رد رہے تھے۔ شاید اس لئے کہ گنجینہ علوم و معانی اور خزینہ
ہمدانی آج ان کو چھوڑ کر رخصت ہو رہا تھا۔ شکرار کی نہ بانوں پر انبساط کے
نعموں کی بجائے رنج و الم کے نوحے جاری تھے کہ ان کا تاجدار آج ان کو خدا حافظ
کہہ رہا تھا میخانہ تصوف و سلوک کی پیشانی عرق آلود تھی کہ آج ساقی مستانہ کو
خیر یاد کہنے والا تھا شراب احسان و معرفت کے بادہ خوار چاک گریباں تھے کہ
آج جان میکدہ انکو الوداع کہہ کر مسکدہ سے کوچ کر رہا تھا۔ آسمان اشک شبنم
بہا رہا تھا کہ اس کا آفتاب عالم تاب آج غروب ہو رہا تھا۔ زمین عمکین و ساکت

وصامت تھی کہ آج اسکی رونقیں لٹ رہی تھیں۔ بہارِ انِ چین سو گوار تھیں کہ ان پر
بادِ خزاں پہنچ چکی تھی کسی شوریدہ سنے زمینِ غم گین سے سوال کیا کہ مادرِ گیتی تو کیوں
سو گوار ہے؟ تیرا کیا گم ہو گیا ہے؟

وہ ارٹکنا رہ ہوئی اور آہ بھر کر کیٹکیاتی نہوئی زباں میں گویا ہوئی تم اس
خستہ جان وزخمی جگر کا حال کیا پوچھتے ہو؟ ماں کیوں سو گوار نہ ہو جبکہ
اسکی آغوش کی رونقِ رخصت ہو گئی۔ اُف میرا وہ متاعِ عزیز لٹ گیا
جس پر مجھ کو فخر تھا۔ میری نگاہیں اس مایہ ناز فرزند کو تلاش کر رہی ہیں جس نے
یہ کہہ کر

رشتہ کرتا ہے فلک ایسی زمین پر استعد

جس پہ دو چار گھڑی ذکرِ خدا ہوتا ہے

میری عظمت کو چار چاند لگاتے تھے مجھ کو بلندیوں پر رفعت بخشی تھی
اپنے عمل و کردار سے میرا سر بلند کیا تھا اپنے اس قول کا عملی ثبوت پیش
کیا تھا۔ آج میرا جی چاہتا ہے کہ زمین کے اس خطہ پاک سے خطاب کر کے
جہاں وہ جانِ جوہاں آرام فرما ہیں۔ یہ کہوں

رشتہ کرتے ہیں ملک ایسے مکاں پر استعد

جس میں لیٹا ہوا تم جیسا نکس سوتا ہے



آفتابِ حیات و سعادۃ

استاذ الاساتذہ، شیخ المشائخ، ملک العلام، تاج الفقہاء، سراج الادباء، حکیم الاسلام، امام الانام، حضرت العلام مولانا وسیدنا الشاہ محمد اسعد اللہ علیہ رحمۃ اللہ الی یوم یلقاہ وجعل الجنة الفردوس مثواه۔

(تولد ۱۳۱۲ھ دوشنبہ ۲۰ مئی ۱۸۹۶ء دوشنبہ)

وہ ذاتِ گرامی جو علم و حکمت کا روشن چراغ تھی، وہ روشن چراغ جسکی چمکدار لو سے روشن ہونے والے چراغوں نے عالم رنگ و بو کی ہزاروں محفوں کو ضیاء بخشی، ہدایت و معرفت کی وہ شمع تاباں جو اطرافِ عالم میں ہزاروں شمعیں روشن کر کے آنکھوں اور جھل ہو گئی۔ شہر و دفتن کی شب تاریک کی گھٹا ٹوپ اور ہولناک اندھیروں میں آج اس شمع تاباں کی سخت ضرورت تھی آہ قضا و قدر کی آندھیوں نے اسکو بجھا دیا۔ آف اس شمع کے یہ پردانے کہاں جاتیں؟ وہ زبد و القدر، حکمت و عرفان اور تقدس و تقویٰ کا آفتاب عالم تاب غروب ہو گیا جسکی کرنوں نے نصفِ عری سے زائد عالم کو جگمگایا تھا۔

اس کے انوار کی چادرِ گلستاںِ مظاہر پر پھیلی ہوئی تھی اور مظاہرِ علوم اسکی ضیا پاشیوں سے ایسا پیرِ انوار اور دیز کا مینار بنا ہوا تھا جسکے جلوؤں سے جہازِ دانگِ عالم کو روشنی مل رہی تھی آہ وہ آفتاب عالم تاب غروب ہو گیا۔ وہ اخلاقِ مجسم جسکی ذات، والصفات میں خلقِ عظیم کے جامے نمایاں تھے وہ

ضرورت کا پیغمبر جس نے اپنی اور بیکانورا کو اپنا دل دادہ و نفع دینا لیا تھا وہ سراپاِ بہر و شفقت جس نے ہر خاص و عام کے دل میں اپنی لازوال نیت کی امانت رکھ دی تھی، وہ استاذ جسکی ذات پر ہر شاگرد منتظر و نازاں تھا۔ وہ مربی جسکی تربیت نے ذرّوں کو آفتاب بنا دیا وہ بادی در بنما جسکی رہنمائی و دستگیری سے ہر راہِ بھٹکے ہوئے منزل و مقصود تک پہنچ گئے وہ گونا گوں کمالات کا حامل

جسکی آغوش تربیت نے بہت سوں کو باکمال بنا دیا۔ وہ شیر خدا جسکی دھکیوں سے دشمنانِ خدا ہلوں میں جا گھسے وہ مناظرِ اعظم جسکی مدلل تقریروں اور مفصل تحریروں سے اہل باطل پکے پکے رہ گئے اور میدانِ جھوڑ کر راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوئے۔ وہ جامع الصفات ہستی جسکی صفات کا احاطہ دشوار ہے۔ ہمیں داغِ مفارقت دی گئی۔ یتیموں کے سرسایہ رحمت اکٹو گیا۔ اہم یقاروں کو ترار کیسے نصیب ہو؟ ہم یتیموں کے سر پر کون شفقت کا ہاتھ رکھے؟

حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولى ونعم النصير اننا لله وانا اليه راجعون رضنا بالله ربنا وبالا سلام ديننا ومحمد صلى الله عليه وسلم نبينا ورسولا اللهم العالمين ان كى قبر كوبر نوز فرما ان كوا على عليين بين بلند درجات سے نواز، ان كو اپنى شايان شان خزان خیر مرحمت فرما۔ ان كے اخلاف، اولاد و احفاد اور تلامذہ و متعلقين كو اپنى رضا كى توفيق نصيب فرما كر ان سب كے درجات كو دارين ميں بلند فرما۔ آمين و صلى الله تعالى على سيد الكائنات و فخر الوجودات و على آله و صحبه و المومنين و المومنات۔ و سلم تسليما كثير كثر يا رب الارض و السموات۔

نسیم احمد غازی مظاہری

مختصر تذکرہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب

ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ یوپی

بندہ نواز آپ مجھے جانتے نہیں

اسعد ہے میرا نام وطن رام پور ہے

جامع معقولات و منقولات حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب
ناظم اعلیٰ منظم ہر علوم سہارنپور و خلیفہ بیعت و اجازت حضرت حکیم الامت مولانا
اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارک کے کچھ نقوش۔

یہ سطر میں جو اوپر عنوان کے تحت لکھی جا رہی ہیں۔ ان کو سواغ نہیں کہا جاسکتا
ہے کیونکہ سواغ میں تو جزئیات تک سے تفصیلی بحث کی جاتی ہے اور بلا کم و کاست
تمام واقعات و سانحات کے متعلق کچھ علم نہیں ہے۔ اس سلسلے میں حضرت موصوفؒ
نے ہماری کچھ حوصلہ افزائی نہیں فرمائی۔ فتاویٰ اور استخراق کا اس قدر غلبہ ہے
کہ جب کبھی اس سلسلے کی کوئی بات ہمت کر کے کہی گئی تو فرمایا کہ ”بھائی ہمارے
یا حالات“ دوسری طرف حضرت کے متوسلین کا ہم سے اصرار ہے کہ کچھ تو
لکھا جائے۔ بہر حال اللہ کا نام لیکر یہ سطر میں سپرد قلم ہیں۔

پیدائش کی تاریخ اور مہینہ معلوم نہیں۔ البتہ پیدائش کا دن یقیناً دو شنبہ
ہے تاریخ نام دو ہیں (۱) مرغوب اللہ (۲) چراغ علی۔ ان ناموں سے ۱۲۷۳ھ تک
مقام پیدائش رامپور ہے۔ حضرت موصوف کے چچا اور خسر جناب مفتی حکیم
مفضل اللہ صاحب کی روایت ہے کہ تاریخ اور غیر تاریخ دونوں نام حضرت
وصوف کے دادا جناب مولانا مفتی بشارت اللہ صاحب کے رکھے تھے اپنی والدہ
ساجدہ مرحومہ سے قرآن شریف پڑھا رامپور کا ماحول علمی تھا۔ اور رامپور کے
ہی حلقوں میں ہمارا خاندان ممتاز اور نمایاں تھا۔ چنانچہ فارسی زبان بہت
ہندائی بچپن میں خود بخود ہی آگئی۔ اور فارسی زبان میں گفتگو پر قدرت
و کئی کچھ دنوں رامپور کے کسی سرکاری انگریزی اسکول میں تعلیم پائی
الو محترم مرحوم کا نام مولوی رشید اللہ ہے۔ آبائی وطن مراد آباد رملہ گروہ

عقب مسجد مولسری، حضرت موصوف کے جدِ امجد حضرت علامہ الحاج مولانا مفتی قاضی محمد سعد اللہ صاحب لکھنؤ میں علم کی تحصیل و تکمیل کے بعد قاضی دہلی حکومت کی حیثیت سے لکھنؤ میں قیام فرمایا تھا۔ لیکن سلطنتِ اودھ کے سقوط کے بعد حضرت موصوف کو نواب یوسف علی خاں والی رامپور نے راجہ حضرت موصوف کے شاگرد بھی تھے، رام پور میں عہدہ قضا و افتاء پر بحیثیت حاکم مرافعہ بلا لیا تھا پھر رامپور کی دہلی حیثیت حاصل ہو گئی۔ حضرت ناظم صاحب کے چچا مولانا مفتی حکیم محمد فضل اللہ صاحب کا حضرت تھانوی سے تعلق تھا۔ اور اسی تعلق کی بنا پر انھوں نے تھانہ بھون کو وطن ثانی بنا لیا تھا۔ وہ بھیتے کو پٹنمراہ رام پور سے ۱۳۲۹ھ میں تھانہ بھون لے آئے۔ اور حضرت ناظم صاحب اپنے چچا کے اس احسان کو ناقابلِ فراموشی بتاتے ہیں اور حضرت ناظم صاحب نے خود اس وقت اپنی آمد کی تاریخ کہی،

مادۃ تاریخ، فخر رام پور، ص ۵۰ مصرع تاریخ، آیا تھا رامپور سے جب ”فخر رامپور“ وہاں حضرت مولانا عبد اللہ صاحب لکھنؤ ہی سے عربی کی ابتدائی کتب لیکر متوسطات تک پڑھا۔ حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے تھے کہ مجھے جو کچھ آیا وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور بھارتِ آئندہ کی جوتیوں کا صدقہ ہے لیکن اپنے شوق و محنت سے میں نے غیر متعلق علوم میں کثرتِ مطالعہ سے بھلا اللہ مہارتِ حاصل کی۔ چنانچہ اپنی طبیعت کی ناموزونی کے باوجود فنِ عروض کی مدد سے (اور فنِ عروض بھی میں نے خود پڑھا تھا) میں نے اپنے آپ کو موزونِ الطبع بنایا، ہندوستان میں سکا مثال صرف محقق طوسی ہیں یعنی بہت حد تک میں *Scarcely made* ہوں۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی اور مولانا شبیر علی صاحب تھانوی سے بھی پڑھا۔ اسی زمانہ میں مشکوٰۃ شریف اور ترجمہ قرآن شریف کے کچھ اسباق حکیم الامت حضرت تھانوی سے بھی پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

شوال ۱۳۳۲ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا ۱۳۳۳ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ آپ کے اساتذہ حدیث میں حضرت مولانا تھانوی کے علاوہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب حضرت مولانا محمد سحبی صاحب حضرت مولانا ثابت علی صاحب اور حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب ہیں۔ مکہ معظمہ مدینہ منورہ کے بعض علماء سے بھی ۱۳۳۶ھ میں (جب فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے گئے تھے)

حدیث کی اجازت حاصل کی۔

۱۳۳۵ھ میں فنون پڑھے۔ اور تعلیم سے فراغت ہوئی۔ بعد فراغت مظاہر علوم سہارنپور میں قائم انجمن ہدایت الرشید کے ناظم مقرر ہوئے (یہ انجمن مظاہر علوم کے زیر انتظام بہت زمانہ قدیم سے قائم ہے۔ اس میں طلبہ کو تقریر و مناظرہ کی مشق کرائی جاتی ہے۔ شادی اور سنگٹھن کے دور میں بھی اس کی عظیم ترین دینی خدمات ایک رفیع درجہ رکھتی ہیں) کچھ دنوں کے بعد چنار باق بکلی مدرسہ کی طرف سے سپرد کئے گئے۔ ۱۳۳۷ھ میں معین مدرس مقرر کئے گئے۔ پھر شوال ۱۳۳۸ھ میں باقاعدہ مدرس کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ بحمد اللہ تعالیٰ درس نظامی کے ہر شعبہ کی ہر کتاب کو پڑھایا۔ ۱۳۳۹ھ اور ۱۳۴۰ھ میں اردو کو چھوڑ کر کہ ان سب میں دو مرتبہ۔ نگوں بحیثیت ناظم مدرسہ اندیر یہ قیام رہا ہمیشہ مظاہر علوم سے تعلق رہا۔ کافی زمانہ تک مدرسہ کے ناظم و مہتمم مالیات بھی رہے۔ سن کی تیسویں مدرسہ کی رواد سے ہو سکتی ہے یکم صفر ۱۳۶۵ھ سے مظاہر علوم کے نائب ناظم اور یکم محرم ۱۳۷۰ھ کو ناظم اعلیٰ کے عہدہ پر تقرر ہوا۔ دورانِ حدیث برائوٹ طور پر انگریزی پڑھی۔ زمانہ طالب علمی ہی میں حضرت حکیم الامتؒ سے بیعت و ارادت کا تعلق قائم ہوا۔ پھر زمانہ طالب علمی کے بعد مولانا محمد عمران صاحبؒ کی ہمراہ بیعت کی تجدید ہوئی۔ خلافت طینے کا سال حضرت ناظم خانؒ کے ذہن میں نہیں رہا۔ شاید رسالہ ”النور“ تھانہ بھون کے کسی پرچہ سے معلوم ہو سکے۔

تصانیف: ۱۔ (۱) شرح مخیر (۲) صرف پر کچھ کار آمد و مفید اسباق

(۳) ایک مکمل دیوان اشعار اردو (۴) عربی میں التحفة الحقیقیہ فی نسبتہ سبع الشیخہ۔

مطبوعہ ریاضی (۵) القطائف من اللطائف جو بوا اور النوادر میں مطبوع ہو چکا (۶) ایک

فیصلہ طائفہ حضرت حکیم الامتؒ (۷) رسالہ فی شرح المکالمہ (۸) مسئلہ توسیع قدرتی یعنی

امکان کذب پر حضرت حکیم الامتؒ کے کلام کی شرح۔ یہ بھی بوا اور النوادر

میں مطبوع ہے (۹) تکمیل القرآن شرح حفظ الایمان وال تقصیر فی التفسیر شرح

(۱۰) حاشیہ بر طحاوی (۱۱) تقریر طحاوی (۱۲) اشکالات طحاوی کے جوابات۔

جمع بیعت الشہ شریف کا صرف ایک مرتبہ ۱۳۶۷ھ میں

اکفاق ہوا۔ ہندوپاک کے اکثر مقامات اور رنگون و جازہ پاک سفر ہوا، شادی غالباً ۱۹۱۸ء میں مولانا مفتی قاضی لطف اللہ صاحب برادر مفتی بشارت اللہ صاحب کی پوتی، اور مولانا مفتی حکیم فضل اللہ صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔ پانچ رٹ کے حیات ہیں ایک زمانہ میں ذوق شعر و سخن کے علاوہ مناظروں کا بھی زندگی میں خصوصی باب رہا۔ اور عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کے بڑے بڑے مناظرین سے مختلف موضوعات و مسائل پر بخدا اللہ کامیاب مناظر ہوئے۔

بہ خدا چھی کتابیں

پیام بیداری | ولولہ انگیز و جہد آفریں منظوم رسالہ سے خود بیدار رہنے اور غافل ماحول میں ایمانی روح اور اسلامی غیرت پھونک کر بیدار کرنے کے لئے پیام بیداری پڑھیے، پڑھا بیٹے اور سنا بیٹے۔

حکمت ایمانیاں | ام طریقت شیخ شہاب الدین بہروردی کے مختصر حالات اور ان کے اہم ترین ارشادات کی منظوم شرح ہے اہل ایمان اور متصوفین کیلئے بے مثال تحفہ ہے۔

حکمت لقمان | سبکدوش تجربات، مفید ہدایات اور عمدہ نصیحتوں پر مشتمل مردوں، عورتوں اور بچوں سب ہی کیلئے یکساں مفید و دلچسپ رسالہ ہے اس کا ہر گھر میں موجود ہونا ضروری ہے۔

نورانی گلدستہ | بہترین صمدوں، پاکیزہ لغتوں اور عمدہ مناجاتوں کا دلکش مجموعہ ہے جو آپ کے جلسوں اور مجلسوں کی زینت اور خلوتوں کی لذت کا ضامن ہے۔

شان مسلمانان | ایک مختصر دعوتی منظوم رسالہ جس کو پڑھنے اور سننے سے اسلامی غیرت بیدار اور ایمانی ولولے ابھرتے ہیں۔

مدینہ
مکتبہ نسیم پور پبلشرز پرائیویٹ
لاہور

تغزیر مرسلات و پنومات

ہندوپاک کے اکثر اخبارات و رسائل میں حضرت والاؒ کی وفات حشر آیات کی خبر شائع ہوئی اور بہت سے اہل قلم نے ان میں اپنے اپنے جذبات و احساسات اور تاثرات کو ظاہر فرمایا۔ نیز متعدد جرائد و اخبارات میں آپ کی حیات طیبہ کے بعض گوشوں پر مضامین لکھے گئے۔ ہندوستان کے کونے کونے سے نیز دوسرے ممالک پاکستان، ہندوستان، برما، ممالک افریقہ و لندن وغیرہ سے خطوط و مراسلات اور تعزیتی پنومات کا تانتا بندھ گیا۔ اسوقت ہمارے پاس نہ سب اخبارات و رسائل ہیں نہ خطوط و مراسلات۔ نہ ہی ان کے جمع کرنے اور محفوظ رکھنے کا کوئی خاص اہتمام کیا گیا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ اہم ترین (سوانح کا) کام میرے ہی حوالے کر دیا جائے گا اس سلسلہ میں بنی حضرات کو مضامین کا ریکارڈ محفوظ رکھنے کی توجہ دلائی گئی تھی انہوں نے اسکی پرداہ نہ کی اور معلومات کا بہت سا ذخیرہ ضائع ہو گیا۔ افسوس! اور جو مراسلات ڈاک کے نظام کی خرابی کی نذر ہو گئے ہوں گے ان کا تو ذکر ہی کیا؟

غلادہ ازیں جو موجود ہیں ان کو نقل کر دینا بھی طول لا طائل ہے۔ اسلئے انتخاب اختصار کے ساتھ چند مراسلات و پنومات ہی کے اندراج پر اکتفا کیا جائے گا۔ باقی مراسلات مجھنے والوں کے اسمار گرامی کی فہرست دیدی جائے گی۔ اس سے بھی وہ حضرات جن کے مراسلات انگریزی آسانی، بنگلہ وغیرہ زبانوں میں ہیں یا ان کے مراسلات منارنج و گئے ہیں مستثنیٰ رہیں گے۔ اور ان کی خدمت میں ہم معذرت خواہ ہیں نیز جس قدر ان اہل تعلق اور اہل نگارش حضرات کے ہم شکر گزار اور ان کے لئے دعا گو ہیں۔

من مدی الرسائتہ الی اللہ ،
 احد کبار علمائے الہند ،

الشيخ أسعد الله في ذمة الله

توفي ليلة ١٢، يونيو ١٩١٩ الشيخ أسعد الله ميري جامعاً
مظاهر علوم بسترها رفوف وأحد كبار علماء الهند في الفقه والحديث
والآداب وقد بلغ في العمر أكثر من ثمانين سنة، وكان الشيخ
أسعد من أساتذة المفتي سعد الله ومن مسترشدي الشيخ
أشرف علي آلهاقوي أحد كبار مشائخ الهند، وقد قضى حياته
كلها في التدريس والتربية وإدارة مدرسته ومظاهر علومه
وقلامه، وهو ريد ومنشور في مجلة القارة الهندية
وبلدان أسبوعية وأخرى كثيرة.

رسالة مؤلف الكتاب

من العبد المذنب ونسليم أحمد الغازی المظاہری الی حضرۃ
الشیخ محمد اللہ متغنا اللہ تعالیٰ بن طول حیاتہ وافاض علی المسکین
من بركاتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فاني احمده الله الذي لا اله الا هو اليليه اما بعد فقد سمعت
نعمي صولائي ومبين رحمة الله فسمعت جبال اليمن على رأسي و
اظلام العالم على فاننا نثب وانا اليه راجعون

صبرت على مصائب لو انهم : صبرت على الدنيا كما صبرت على الدنيا
 ولكن رضينا بالله ربنا وبالاسلام ديننا و محمد صلى الله عليه وآله نبينا
 ورسولا فاعظم الله لنا ولكم الاجر واتمهمنا واياكم الصبر واتباع
 الامر واعدائنا من كل شر وضرر وقتنا واياكم اتباعنا في الخير

والحنات ويفض الله لنا ولكم وله جميع السيئات ويرفع درجاته
 في أعلى الجنات وجزاء الله عنا وعن تلاميذه وعن مستترشديه
 وعن جميع المسلمين والمسلمات بما أمتنعوا بعلومه وفيوضه أحسن
 الجزاء بها هو أهل رب الكائنات - فاصبروا واحسنوا فان الله
 مع الصابرين ومنابوا في الصابرين اجرهم بغير حساب وما لنا
 ان لا نصبر لله وقد هدانا سبيلنا وان انفسنا واهلومنا واهلوانا
 وكل شئ لنا من مواهب الله تعالى وسبحانه المهيبة وعواريه
 المستورعة وكذا اشيعنا الا جل ومولانا الا جل متغابره رحمه
 الله سبحانه وتعالى الى الا جل ثم قبضه اليه تعالى شانه اذا
 جاء الا جل فان اجل الله اذا جاء لا يؤخر فاذا جاء اجله ترحل
 ولد ارا الاخرة خير له من الاولى انشاء الله تعالى فيا اني المحتوم
 الصبر لازم علينا اذا ابتلينا بفراقه وفراق الاحبة اشد مصيبة
 على المحبين ولكن ساعد الصبر ارسح - وان حرمنا الى ايام معددة
 من زيارته ومكالمته لكن لا نحرّم من فيوضه وبركاته وعلومه
 متغابره منها طول عمرنا - ومن قبل متغابره في غبطة وسرور والقبلة
 منه الفيوض والعلوم وقبضه تعالى شانه منا باجر جزيل وثواب كثير
 مكتوم وهو بحمد الله سبحانه وتقدير راض عنا وداع لنا بخير
 وسلامته وعلوم رحمه الله ورضي عنه وادخله الله في جبهته
 حنانه من فضله واحسانه فالصلوة والرحمة والهداية لنا ان
 صبرنا واحتسبنا فان الله سبحانه وتعالى وعدنا اياها في كتابه العزيز
 فقال وبش الصابرين الذين اذاصابتهم مصيبة قالوا ان الله و
 اننا اليه راجعون اولئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة و
 اولئك هم المهتدون - فنصبر لا يحبط جزعنا اجرنا ولا يسخط
 ربنا فنندم في حضرة ربنا - ان الجزع وترك الصبر لا يرد شيئاً
 من قدر الله سبحانه ولا يندفع ما هو نازل بامر الله ولا ينفي
 حزننا فما شاء الله كان وما لم يشأ لم يكن - ولما توفي رسول الله

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی وَسَلَامٌ سَمِعُوا رَاى الصَّحَابَةُ صَوْتًا
 مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ السَّلَامِ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ
 اِنْ فِي اللّٰهِ عَزَّارٌ مِنْ كُلِّ مَصِيبَةٍ وَخَلْفًا مِنْ كُلِّ حَالٍ وَدُرُكًا مِنْ كُلِّ
 فَائِتٍ فَبِاللّٰهِ فَاتَّقُوا وَاِيَاكَ فَارْجُوا فَاِنَّمَا الْمَصَابِ مِنْ حَرَمِ الثَّوَابِ
 هَذَا وَاَوْصِيَكُمْ وَنَفْسِي اَوْلَا بِتَقْوَى اللّٰهِ وَاَحْذَرَكُمْ مِنَ الْجَزَعِ وَ
 الْمَفْزَعِ وَمِنْ كُلِّ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ - وَفَنَّا اللّٰهُ وَاِيَاكُمْ لِمَا يَجِبُ دِيْرَضَاكَ
 وَالسَّلَامُ

العید الحزین

نسیم احمد الغازی المظاہری

سورۃ پختہ ۔ مراد آباد

۱۷ رجب المرجب ۱۳۹۹ھ

۳۱۰۱۲۰ یونیو ۱۹۷۹ء عیسوی

یوم الاربعاء

ترجمہ

مؤلف کتاب کا خط

بندہ غم گین نسیم احمد غازی مظاہری کجبات
 حضرت مولانا محمد اللہ صاحب امت بڑا تہم کنوت
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ کے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اس کے
 بعد عرض ہے کہ میں نے اپنے آقا و مولا جمہ اللہ کے انتقال پر ملال کی خبر سنی۔ تو
 میرے سر پر رنج و الم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، عالم تاریک ہو گیا۔ انا للہ الخیرم اللہ ہی کے
 ہیں اور اسی کے پاس ہم کو جانا ہے یہ مجھ پر ایسی مصیبتیں آپڑیں کہ اگر وہ دنوں پر ڈال
 دی جائیں تو وہ شب تاریک بن جائیں۔

لیکن ہم اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر
 ہونے پر راضی ہیں حتیٰ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے ہم کو اور آپ کو
 صبر و فرما برداری کی توفیق دے، ہم سب کو ہر بُرائی اور مصیبت سے محفوظ رکھے
 اور ہم کو اور آپ کو حضرت مرحوم کی بھلائی اور خیر میں پیروی کی توفیق بخشے۔

ہمارے، آپ کے اور ان کے تمام گناہوں کو معاف فرمائے حضرت کو بلند جنت کے
 اعلیٰ مقام سے نوازے اور حق تعالیٰ ان کو ہماری طرف سے اور تمام شاگردوں، مریدوں
 اور ان سب لہان مردوں، غورتوں کی طرف سے اپنی شایانی شان بہترین ملکہ عطا
 فرمائے جنہوں نے آپ کے فیوض و علوم سے فائدہ اٹھایا ہے۔ پس صبر کیجئے اور اجر کی
 توقع کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خاص مدد و رحمت، صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔
 اور صابروں کو اجر و ثواب ان گنت اور بے شمار عطا فرمائے جائے گا۔ یہ بھی غور
 فرمائیے کہ آخر ہم صبر کیوں نہ کریں۔ وہ ہمارا نعم و محسن ہے اور صبر کا ہم کو حکم ہے۔
 اللہ نے ہم کو نیک راہوں کی ہدایت دی ہے اور ہمارے جان و مال، اہل و عیال
 اور ہماری ہر چیز حق تعالیٰ ہی کی عمدہ عطائیں ہیں اور اسکی امانتیں ہیں جو اس نے
 چند روز کیلئے ہمارے پاس رکھ دی ہیں۔ اسی طرح ہمارے حضرت دالا، ہمارے
 آقا و مولا بھی تھے کہ انکی ذات گرامی سے حق جل جلالہ امت مسلمہ کو ایک بڑی
 نیک فیض و نفع بخشا پھر ان کو اپنی بارگاہ میں بلا لیا جب وقت پورا ہو گیا کیونکہ
 جب اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت پورا ہو جاتا ہے تو وہ بلاتا نہیں چنانچہ حضرت
 سید بھی وقت مقرر پورا ہو چکا تھا تو آپ رحلت فرما گئے اور انشاء اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
 حضرت کیلئے اس عالم دنیا سے بہتر ہے۔ اے میرے برادر محترم! صبر ہم پر لازم ہے
 یقیناً ہم حضرت کی جدائی کے غم میں مبتلا ہیں۔ اور چہیتوں کی جدائی چاہنے والوں
 پر سخت ترین موعبت ہوتی ہے لیکن میرا صبر بہت وسیع ہے۔ اگرچہ ہم لوگ
 کچھ دنوں کیلئے حضرت والا کی زیارت و ہم کلامی کے شرف سے محروم ہو گئے ہیں
 لیکن ہم آپ کے فیوض، برکات اور علوم سے محروم نہیں ہیں۔ حق تعالیٰ ان سے ہم کو
 تمام عمر متمتع فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے انکی حیات میں بھی ہم کو نہایت رشک و
 سعادت کی حالت میں ان سے متبع فرمایا اور ہم نے ان سے علوم و فیوض حاصل کیے
 اب حق تعالیٰ نے ان کو ہم سے لے لیا اور بڑے اجر و ثواب عنایت فرمائے جو اب
 ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ اللہ کا شکریہ کہ حضرت دالا ہم سے راضی رہے اور ہمارے
 خیر و سلامتی اور علوم کی دعا فرماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے، ان سے راضی
 رہے اور اپنے فضل و کرم سے ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے پھر اگر ہم

صبر کریں گے اور اسکو باعث اجر خیال کریں گے تو ہم سے برکت و رحمت اور ہدایت کا وعدہ ہے یعنی حق تعالیٰ نے قرآن عزیز میں یہ وعدہ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیدیتے جو ایسے ہیں کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اناللہ الخ پڑھتے ہیں یعنی ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم کو اللہ ہی کے پاس واپس جانا ہے۔ یہ صابر لوگ ہیں کہ ان پر برکتیں ہیں ان کے رب کی طرف سے اور رحمت ہے اور وہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں اسلئے ہم کو صبر ہی کرنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری بے صبری و بے قراری ہمارا اجر ضائع کر دے اور ہمارے رب کو ناراض کر دے کہ پھر ہم کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے اپنے رب کی جناب میں بے شک بے صبری و بے قراری اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو رد نہیں کر سکتی اور جو اللہ کے حکم سے آئینہ الایمان ہے اس کو لوٹا نہیں سکتی نیز ہمارے رنج و غم کو بھی دور نہیں کر سکتی۔ ہم کو یہ سوچنا چاہیئے کہ جو اللہ نے چاہا ہوا جو نہیں چاہا نہیں ہوا۔

حدیث میں ہے کہ حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو گھر کے ایک کونے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ آواز سنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بیشک اللہ کی کتاب میں ہر مصیبت سے تسلی کی ترکیب اناللہ الخ موجود ہے۔ اور ہر ہلاک ہونے والے کا بدلہ ہے اور ہر فوت ہونے والی چیز کا تدارک ہے۔ تو اللہ کیلئے تم بے صبری سے بچو اور اسی سے اجر و ثواب کی امید رکھو کیونکہ اصل مصیبت زدہ وہ ہے جو ثواب محروم کر دیا گیا۔ اس خط کو بغور پڑھیے اور میں آپ کو اور پہلے اپنے نفس کو تقویٰ و پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں اور بے صبری و بے قراری سے بچنے کی تاکید کرتا ہوں اور ہر نافرمانی سے بچنے کی بھی تاکید کرتا ہوں حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اپنی رضا و خوشنودی کی توفیق ارزائے۔ فقط والسلام

بندہ غمگین ۱۔ نسیم احمد غازی منظر ہری بھنوری

مقیم محلہ سکرا بھنٹہ مراد آباد

۴ رجب المرجب ۱۳۹۹ھ ۱۳ جون ۱۹۷۹ء

جہاں شہد

انجمن اہل علم و ادب مدرسہ عربیہ مظاہر علوم سکسٹھ سنہ ۱۳۹۹ھ

انجمن اہل علم و ادب مدرسہ عربیہ مظاہر علوم سکسٹھ سنہ ۱۳۹۹ھ کا ایک ہنگامی تعزیتی جلسہ
بتاریخ ۱۲ جون ۱۹۷۹ء بوقت بعد نماز عشاء بر مکان رشید احمد صدیقی محلہ مفتی شہقند
ہوا۔ جسکی صدارت کے فرائض جناب حافظ عبدالغفار صاحب نے انجام دیئے
جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اسکے بعد حکیم الامت حضرت مولانا محمد اسعد اللہ
صاحب ناظم اعلیٰ مظاہر علوم کی اچانک وفات پر رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ اور مقررہ من
جانشہ آپ کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالی۔

طہیر الاسلام اسعدی نے فرمایا کہ مولانا کی وفات مظاہر علوم اور مسلمانان ہند کیلئے
ایک ایسا عظیم سانحہ ہے جسکی کمی مدرسے اور مسلمانان ہند کو مدتوں محسوس ہوگی۔
حاجی محمد احمد قدامتہ بقی سابق پرنسپل کمشنر نے اپنی تقریر میں کہا کہ مولانا کی وفات
سے دنیا سے اسلام کو ایک عظیم نقصان پہنچا ہے، آپ ایک بے مثال شاعر ایک جلیل
عالم نیک رستہ اور جماع الصفات ذات کے حامل انسان تھے اور آپ اربعہ ۵۰ لم
سالوں سے مظاہر علوم کی خدمت انجام دے رہے تھے

آپ کی شیرینی گفتار سے ان کے عقیدتمندوں کو زندگی کی توانائی کا احساس ہوتا
تھا۔ آپ نے عمدہ اخلاق سے خاص دعاء کے دلوں پر حکومت کرتے تھے۔ آپ کے سانحہ انتقال
ملت اسلامیہ کیلئے ایک ایسا خلا ہے جو ایک مدت دراز میں پُر ہوگا۔ یعقوب مظاہری
صاحب نے فرمایا کہ حضرت کے دورِ نظامت میں مدرسے نے نمایاں ترقی کی ہے۔

عظمتِ صدیقی ایڈیٹر اصلاح وطن نے کہا کہ دنیا سے علم و ادب ایک ایسی شمع سے محروم
ہوگئی ہے کہ جسکا اجمالاً فضاؤں میں پھبلا ہوا تھا۔ حافظ محمد باشم نے فرمایا کہ حضرت
ایک خوش اخلاق منسلک، نخلص اور خیر اندیش انسان تھے حاجی ایاز الدین صاحب
نے فرمایا کہ موصوف ایک جلیل عالم تھے جسکا مرتبہ موجودہ دور میں ایک اعلیٰ حیثیت کا حامل تھا رشید احمد صدیقی
نے فرمایا کہ آپ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی منہ بولی تصویر تھے۔
آپ شرافت کا پیکر اور اخلاق کا مجسم نمونہ تھے۔ آپ کو حضرت تھانوی کا بدل کہا جاتا تھا۔
آپ میں نام و نمود کی خواہش اور ظاہری بناوٹ و تصنع نام کو نہ تھے

حضرت تھانویؒ آپ کے پیرہتے۔ اس لئے آپ میں وہ سب صفات موجود تھیں جو ایک بزرگ ایک عالم ایک صوفی اور ایک رہنما میں ہوتی ہیں۔ آپ کو کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ اور آپ بہترین مناظر تھے۔

آخر میں صدر جلسہ حافظ عبد الغفار صاحب مندرجہ ذیل ریزولیشن پیش کیا جو اتفاق رائے سے منظور ہوا اور طے پایا کہ اسکی ایک کاپی مولانا مرحوم کے پسماندگان کو ایک مدرسہ کے ذمہ داران کو اور اخبارات کو بھیج دی جائیں۔ دعا کے بعد جلسہ کا اختتام ہوا۔

ریزولیشن

ہ آج کا یہ جلسہ حکیم الامت حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰ مدرسہ عربیہ مظاہر علوم کی اچانک وفات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور خداوند قدوس سے دعا کرتا ہے کہ وہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جسگ عطا فرمائے۔ اور ان کے پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اسی کے ساتھ ساتھ مدرسے کے موجودہ ناظم اعلیٰ اور حضرت کے خلیفہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب یہ امید کرتا ہے کہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب مرحوم کے نقش قدم پر چل کر مدرسہ مظاہر علوم کو تعمیر و ترقی کی منزل پر پہنچا کر ایک نمایاں مثال قائم کریں گے۔

عظمت صدیقی ایڈیٹر اصلاح و فن

سکرٹری انجن ابناء قدیم مدرسہ عربیہ مظاہر علوم

جو بفرودشان سہارنپور

وقف جامع مسجد کلاں، سہارنپور

۳ جولائی ۱۹۷۹ء

مکرمی مولوی محمد اللہ صاحب سلام سنون

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے سلسلہ میں مجلس اشلطامیہ وقف جامع مسجد کلاں سہارنپور نے اپنے اجلاس مورخہ یکم جولائی ۱۹۷۹ء میں بعد ایصال ثواب مندرجہ ذیل تجویز منظور کی ہے جو ہر سال خدمت ہے

مجلس انتظامیہ وقف جماعت مسجد کلاں سہارنپور کا یہ اجلاس حضرت مولانا
 اسعد اللہ صاحب ناظم مدرستہ ہر علوم سہارنپور کی وفات حشر آیات پر اپنے
 دلی رنج و الم کا اظہار کرتا ہے۔ مولانا مرحوم کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا،
 مولانا مرحوم نہ صرف ایک جید عالم اور بہترین منظم تھے بلکہ بلند پایہ شاعر بھی تھے
 شاعری میں بھی ان کے شاگردوں کی تعداد بہت ہے۔ مولانا اسعد اللہ صاحب نے
 آخری دم تک جو دینی و علمی خدمات انجام دی ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ
 ان کیلئے آخرت کا سسبایہ ثابت ہوں۔ نیز یہ اجلاس مولانا مرحوم کے پسماندگان
 سے اظہار ہمدردی کرتا ہے اور دست بردعا ہے کہ خداوند قدوس مرحوم کے
 درجات بلند فرمائے اور پسماندگان و ارادت مندوں کو ہر جہیل عطا کرے۔
 آمین ثم آمین۔

رسالہ

احقر۔ امیر قریشی خادم وقف
 وقف جماعت مسجد کلاں سہارنپور

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ کا مکتوب گرامی

عزیز مکرم
 زادکم اللہ تعالیٰ علماً وفضلاً
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہتی میں سفر کے وقت پھر رات کو واپسی ہر دوئی پر حادثہ فاجعہ کی الملاح علی بہت
 ہی افسوس ہوا آپ سب کو جس قدر بھی صدمہ ہو کم ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ
 کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو ہر جہیل کی توفیق
 مرحمت فرمائیں۔

(۲) یہاں مدرسہ میں سبھی طلبہ اور اساتذہ نے ایصال ثواب اور دعا مغفرت
 کی سعادت حاصل کی اس ناکارہ کو بھی توفیق دعا مغفرت و ایصال ثواب ملتی رہی
 (۳) حضرت موصوف کے شاگردوں میں یہ ناکارہ رہا ہے اسکے باوجود حضرت رحمۃ اللہ
 کی جو عنایات و شفقات اس ناکارہ کے حال پر تھیں وہ یاد آ رہی ہیں۔

ہم سب لوگ ان کی دعا کی برکات اور ان کی شفقات سے محروم ہو گئے اسپر جس قدر بھی قلق ہو کم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی ہدایات پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائیں (۴) محض تحصیلاً للثواب چند کلمات معروض ہیں۔

(۱) اِنَّ يَدَيْهِ مَا اَخَذَ وَ يَدَيْهِ مَا اَعْطٰى وَ كَلَّ عِنْدَكَ بِاَجَلٍ مَّسْمُومٍ فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْسَبْ۔

(۲) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایک بدوی بزرگ نے جو کلمات تعزیت پیش کئے تھے ان کے عرض کرنے کا بھی داعیہ ہو رہا ہے۔

اصبرنکن بل صابرین فانما صبر الرعیتہ بعد صبر الراس
وخیر من العباس اجرک یعد واللہ خیر منک للعباس

(۵)۔ اس نوع کے حادثہ کے سلسلہ میں اکابر کرام کے کچھ ارشادات کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے جسکی چند کاپیاں مرسل ہیں۔

گھر کے سب افراد کی خدمت میں مضمون واحد معروض ہے۔

والسلام

ناکارہ خادم ابرار الحق۔

۲۰ رجب المرجب ۱۴۹۹ھ

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب مظلّم انوی کا بکریب سامی
عزیز مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دیوبند سے کسی کا خط نہ درج ہے میں ایک صاحب کے پاس آیا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا دارفانی سے تشریف لیجا چکے ہیں انا اللہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ بڑے بڑے درجے جنت الفردوس عطا فرمائیں آپ لوگوں کو صبر و اجر عطا فرمائیں۔ مولوی فضل الرحمن کلپانوی کے خط سے سب حالات معلوم ہوتے رہتے تھے مگر اب بھینوں سے ان کا کوئی خط نہیں آیا نہ مرے خط کا جواب آیا نہ معلوم وہ کہاں ہیں ان کے خط آتے تو حضرت کے آخری ایام کے حالات بھی معلوم ہوتے۔

پہلے خطوط سے ہی تکالیف شدیدہ طویلہ کا حال معلوم ہوتا رہا جو رفع درجات کا ظاہری سبب ہیں امید ہے کہ سبب درجات رفیع ہوں گے۔ مولوی احمد اللہ بہت عرصہ ہوا ملے تھے پھر معلوم ہوا کہ میلی ضلع ملتان سے کہیں اور منتقل ہو گئے جس کا پتہ نہیں چلا اور ارشد اللہ صاحب کو بہت برسوں سے نہیں دیکھا معلوم نہیں کہاں اور کس شغل میں ہیں اللہ تعالیٰ نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائیں اور صلاح و فلاح سے نوازیں خط کسی کو نہیں دیا تھا کہ حافظ فضل الرحمن کا خط بھی پہنچ گیا اسمیں ساخنہ فاجہ مذکور تھا۔

جیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ

۲۲ رجب ۱۳۹۹ھ

الحکم میرٹھ

برادر مکرم و عزیز محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مرحوم مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کی خردنات حسرت آیات معلوم ہو کر دلی رنج و افسوس ہوا۔ اور مرحوم و مغفور کی علمی تعلیمی ادبی و اصلاحی ساٹھ سالہ عظیم خدمات کی تصویر نگاہوں کے سامنے پھر گئی، اور انکی ذہانت و فطانت اور تجرّی علمی کے بہت سے واقعات لوح حافظہ پر ابھر آئے میرے ان سے تعلقات کی ابتداء غالباً ۱۳۲۳ھ یا ۱۳۲۴ھ سے ہوئی، میں اس زمانہ میں طالب علم تھا۔ اور حضرت مولانا فارغ التحصیل ہو کر میدان مناظر کے شہسواروں میں شامل ہو چکے تھے، والد مرحوم نے ایک عظیم الشان مناظرہ کے سلسلہ میں حضرت مولانا کو میرٹھ مدعو فرمایا، مولانا اس زمانہ میں ترکی ٹوپی اور کوٹ استعمال کرتے تھے، ایسی شان سے آئے اور اپنے حریف مشہور آریہ مناظر بھکشو کو شکست فاش دے کر اسلام کو سر بلند کیا۔

پھر مولانا کا انداز زندگی بدلا۔ حضرت شیخ الحدیث مظلہ کی رفاقت میں مناظر علوم کی عزت و شہرت کو چار چاند لگائے اور اُسے واقعی ایک جامعہ کی حیثیت دیدی۔ منازل سلوک و معرفت بھی طے ہوتے رہے اور شوق سخن

بھی جاری رہی اور ان دونوں میدانوں میں بھی سابقیت و اولیت کا مقام حاصل کیا
اب اگرچہ کئی سال سے مستقلاً صاحبِ فراش تھے۔ مگر ذاتِ بابرکات اب
بھی مستفیض بن و سرشار بن کیلئے بڑی نعمت تھی، مگر مرضی مولیٰ پر کسے مجال دم
زدن ہے۔

حضرت مولانا کا وصال، منظرِ اہر علوم سہارنپور کے علماء و طلبہ ہی کے لئے
نہیں علماء ہند کیلئے بہت بڑا نقصان ہے۔ اہل میرٹھ نے اس حادثہ کو سختی کے
ساکھ محسوس کیا۔ خاکسار نے جو کہ دن سجد جامع ہیں، حضرت مرحوم کے
اوصاف و مناقب بیان کئے۔ اور بعد نماز جو دعا مغفرت کی گئی۔ اور آپ کے
مرتبہ معفور کی گراں پایہ علمی و دینی خدمات کے مطابق اپنے جوارِ رحمت میں درجات
پایہ کرامت فرمائے، آپ کو اور منظرِ اہر علوم کے اساتذہ و طلبہ کو اس حادثہ میں توفیق
میر عطا فرمائے۔ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبِ سلام سنون قبول فرمائیں اور
مضمون واحد تصور فرمائیں۔
والسلام

زمین العابدین قاضی منیر میرٹھ

۱۷۹۶

۷۹

پندرہ روزہ نائے سنت لکھنؤ ۲۵ جون ۱۸۷۹ء
لکھنؤ میں ۱۲ جون کو یہ خبر سنی گئی جو بڑی حشرِ اثر اور اندوہناک تھی
وہ یہ کہ حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کا ۱۰ اور ۱۱ جون کی درمیانی
شب دوشنبہ کو حرکتِ قلب بند ہو جانے سے بھر ۸ سال وصال ہو گیا۔
ان اللہ وانا الیہ راجعون حضرت مرحوم کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ
آپ اسلام کیلئے جیے اور مرے۔ چنانچہ فراغتِ علوم کے بعد ہی سے اپنی قابلِ رشک
مادرِ علمی یعنی دیوبند کے بعد ایشیاء کا عظیم دینی مرکز جامعہ منظرِ اہر علوم سہارنپور
کے انتظام و انصرام اور تعلیم و تدریس سے منسلک رہے، نیز طالبانِ رشد و صلاح
کی باطنی تربیت بھی فرماتے رہے، حضرت مرحوم رامپور کے علمی خزانہ کے چشم و
چراغ اور شہرِ نور مفتی اعظم حضرت مولانا اسعد اللہ کے پوتے تھے، اسلامی علوم و

نفون کی ٹیبل کیلئے سہارنپور تشریف لائے اور منطق اور علوم کے چوٹی کے اکابر علم و فضل اور سر پرستہ فن و کمال سے سیرابی حاصل کی۔ خصوصاً امام الحرمین جتہ السلف سرخیل متکلمین حضرت مولانا خلیل احمد امجدی عطر اللہ مضجعه رہا جتہ کے تلامذہ میں خصوصی مقام حاصل کیا۔ آپ تمام علوم و فنون میں یکساں ماہر تھے۔ اور اردو، عربی، فارسی کے ادیب اور شاعر تھے، یہاں تک کہ انگریزی زبان ادب میں بھی کامل دستگاہ تھی۔ تدریسی صلاحیت فطری طور پر آپ کو منجانب اللہ ودیعت تھی۔ اپنی ہی مادر علمی میں درس نظامی کی تمام کتابوں کو اس طور پر پڑھاتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ اسی فن کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ خصوصاً بخاری، ابوداؤد اور طحاوی کے اسباق میں علم و تحقیق اور رادبوں پر نقد و جرح اس انداز میں فرماتے کہ طلبہ کا ذہن مطمئن ہو جاتا، سچ ہے، ملک و بیرون ملک کے بے شمار علمائے آپ کی تحقیقات نادرہ اور علوم و معارف سے استفادہ کیا ہے، وہ گواہی دیں گے کہ آپ صاحب بصیرت ادیب و فقیہ اور باکمال محدث و مفسر تھے۔

آپ کا روحانی سلسلہ حکیم الامت مجدد تھانوی سے تھا اور اپنے مرشد کے عاشق زار تھے۔ آپ نے اپنے اشعار میں حضرت تھانویؒ کو جس سوز و جگر اور حرارت تلب کے جذبات میں ڈوب کر یاد فرمایا ہے، ان اشعار میں اردو تغزل کی رعنائیاں بکھری ہوئی ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ آپ انسان، کائنات اور خداوند عالم کے تصورات میں ڈوب کر معرفت الہی کے نمبر بیکراں سے آبدار ہوئی کی جستجو میں رہتے یہی وجہ ہے کہ آپ کے شعر و سخن کا رنگ تغزل آمیز ہے لیکن حسین مناظر میں تدبیر کرتے اور خیال آفرینی کے ذریعہ مالک کائنات کے کمال حسن و جمال کا شکوہ ادا کرتے جو ایک مومن کامل کی شان ہے،

آپ فی البدیہہ شعر و سخن کے جوہر بکھرتے اور جب بھی موند آجاتا تو مرتجلاً بکثرت اشعار اردو بہر ہی جانتے جی گواہی وہ بے شمار خدام دیں گے۔ جن کو حضرت کی صحبت بابرکت کا روحانی لطف حاصل رہا ہے۔ راقم آغم محمد عبد العیلم فاروقی کو بھی یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ ۳۳ سال تک حضرت مرحوم کے پاس استفادہ کی غرض سے حاضر ہوتا رہا ہے جبکہ وہ وہاں زیر تعلیم تھا

اس زمانے میں کئی کتاب کیے ادائے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، اور اکثر و بیشتر درسی مشکلات کے حل کے لیے حضرت ہی سے مراجعت کی تو فیق ہوئی، چنانچہ ایک مرتبہ مقامات حریری کے ایک شعر کے سمجھنے کیلئے حاضر ہوا وہ شعر حسب ذیل ہے۔
لقد اصبحت موقوذاً بآداب جاع واد جالی۔

اس شعر کو سن کر حضرت نے برجستہ حسب ذیل اشعار سنائے۔
افنی بعد العیلم اجہد بتکمیل واکمال : وانفق فی سبیل اللہ یا فنی باموال
فنی انت مختاری فخذ ما شئت من مالی : فان الصدق یخبت بلا ریب و اشکال
اسی طرح حضرت نے اپنے مرشد حکیم الامت تھانویؒ کی یاد میں جو اشعار کہے ہیں بطور نمونہ مندرجہ ذیل ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیے۔

چاہتے ہیں اے حکیم الامت تھانہ بھون : آپسے کچھ اسعد ہمسار کی باتیں کریں
آؤ بیٹھیں مرکز انوار کی باتیں کریں : نور برساتیں رنج دل دار کی باتیں کریں
دوستوں کو یہ وصیت ہے چراغاں کی جگہ : میری تربت پر مجال یار کی باتیں کریں
شور ہے جن کی سیحانی کا سارے دہریں : آؤ ان سے اسعد ہمسار کی باتیں کریں
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم فنی علمی کمال یہ بھی تھا کہ اسلامی دلائل و حقائق کو غالب کرنے کیلئے فرق باطلہ سے مناظرہ بھی کرتے اور پرچم فتح لہرا دیتے۔
چنانچہ عیسائی پادریوں اور آریہ سماجیوں سے مناظرہ کر کے اپنا نور ہانپوایا
اللہم اغفر۔

ہفت روزہ صدق جدید لکھنؤ ۲۹ جون

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور جو سالہا سال سے مستقل علیل اور بالکل صاحب فراش چلے آ رہے تھے۔ بالآخر ۱۰ ارا جون کی درمیانی شب میں راہی جنت ہو گئے، اناللہ وازالہ راجعون ط
موت کا فوری سبب حرکت قلب کا یکایک بند ہو جانا بتایا گیا ہے، وفات کے وقت عمر ۸۸ سال تھی، تقریباً نصف صدی تک انہوں نے اس مشہور و مستوفی دارالعلوم نظامت اور تدریس کے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیئے،

اپنی ساری زندگی اس دارالمعلوم کے لئے وقف کر دی تھی، علالت کا طویل زمانہ اسی مدرسے کے ایک حجرہ میں گزارا اور اسی حجرہ میں بالآخر وفات پائی، تقریباً سال ہوئے، خاکسار مدیر صدق جدید کو انکی آخری زیارت کا اتفاق ہوا تھا اسوقت وہ مجموعہ امراض نظر آتے تھے اور تقریباً سارے اعضاء جواب دے چکے تھے، عرف دماغ کام کر رہا تھا خاکسار سے انہوں نے عم مرحوم مولانا دریا بادی کی تعزیت فرمائی، اور ان کی خدمات کی تحسین کی اور احقر کے عرض کرنے پر اسکے حق میں بھی دعائے خیر فرمائی تھی۔

تدریسی مشاغل اور مدرسے کے انتظامی امور کے ساتھ وہ مذاہب غیر خصوصاً مسیحیوں اور آریہ سماجیوں سے مناظرہ کرنے میں ایک زمانہ میں بڑی شہرت رکھتے تھے، بڑے بڑے مناظروں میں انہوں نے اسلام کا نام سر بلند کیا تھا حکم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مرید تھے، مسائل حاضرہ سے بھی پوری واقفیت رکھتے اور دینی جمیت وغیرت کیلئے ممتاز تھے، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کا اجر جبریلِ مرعمت فرمائے، آمین

ہفت روزہ آزاد سہارنپور ۲۲ جون ۱۹۷۹ء

یہ خبر نہایت رنج و الم کے ساتھ شائع کی جا رہی ہے، کہ حضرت مولانا محمد اسحاق ندووی ناظم مدرسہ عربیہ نظامیہ علوم سہارنپور نے ایک نہایت طویل علالت کے بعد ۱۱ جون ۱۹۷۹ء کی درمیانی شب میں داعی اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون آپ کے انتقال کی خبر شہر اور اطراف شہر بالخصوص دہلی، اور بھارت بھون وغیرہ پہنچی اور پہنچائی گئی، لوگ جوق درجوق بلا لحاظ مذہب و ملت مسلم اور غیر مسلم حضرات دارالعلوم میں جمع ہونے شروع ہو گئے چونکہ ناظم صاحب موصوف اپنی علمی قابلیت اور اوصاف حمیدہ اور خوش خلقی کے سبب عام مقبولیت رکھتے تھے۔

آپ کی فرض کفایہ نماز جنازہ تقریباً اربع بجے ادا کی گئی جس میں ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مند اور مخلص حضرات نے فرض کفایہ کو ادا کیا، دلیہ غیر مسلم حضرات

کے شامل ہونے کی وجہ سے تقریباً چالیس ہزار اشخاص کی شرکت تھی آپ کو حاجی شاہ کمالؒ والے قبرستان میں دفن کیا گیا، جنازہ کی چار پائی بلیاں باندھنے کے علاوہ رسی بھی باندھ دی گئی تھی، تاکہ عام آدمی کندھا دینے کے ثواب سے محروم نہ رہ جائے لیکن پھر بھی ہزاروں اشخاص اس ثواب سے محروم رہے۔

چونکہ سخت گرمی اور شدتِ پیاس کو محسوس کرتے ہوئے عام آدمیوں کے لئے ہمارے وطنی بھائیوں نے ہندو کمار سبھا کی طرف سے پھلواری آشرم پر ایک سبیل لگادی تھی جہاں پر شامیانہ بھی لگا ہوا تھا اور ٹھنڈے پانی کا بندوبست بھی تھا، اور تھکے ہوئے ضعیف اور کمزور لوگوں کے لئے عارضی سہولت کا بھی انتظام کیا گیا تھا، جاتے ہوئے جب جنازہ اس طرف سے لے جایا گیا۔ تو ہندو کمار سبھا کی طرف سے عقیدت کے بھول چڑھائے گئے۔

ناظم صاحبؒ مرحوم مغفور غالباً ۱۸۰۲ء میں فارغ التحصیل ہوئے تھے، آپ اپنے ایک علمی قابلیت کے لحاظ سے یکتا کے زمانہ تھے۔

منظر، ادیب اور شاعری میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے آپ کے شاگرد اپنے آپ کو لفظ اسعدؒ کے لکھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

ابتدائی دور میں جب مناظروں میں مقابلہ کے لئے شرکت فرماتے تو آپ کی ساتھ ایک ہجوم رہتا تھا۔

ایم بی بی صاحبہ انظارؒ صاحبہ کا قدیمتی عرس
محترم و کرم جناب مولانا محمد اللہ صاحب زید لطفہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایم کہ آپ بخریت ہوں گے۔ یہ ناکارہ بخریت ہے۔ حضرت الارسۃ از حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خبر وفات نے دل و دماغ کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا ہے۔ یقیناً آنجناب کیلئے یہ حادثہ عاجز نہایت غلیم ہے۔ اللہ پاک آپ کو ہر جہل کی دولت مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

حضرت کی غیر معمولی شہافتیں جو محمد ناکارہ پر بعض (ن) کے اظہار کیلئے قتل

میں ملاقت نہیں تھا۔ بے کہ میں بھی راور میری طرح ہزاروں دوسرے حضرات ایک شفیق استاذ، شفیق مربی، اور شفیق باپ کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ اللہ پاک ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آپ اپنے آپ کو اس غم میں تنہا تصور نہ کریں ہم سبھی خدام بارگاہ کو برابر کا شریک خیالی فرمائیں۔ اللہ پاک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مراتب علیا سے سرفراز فرمائیں۔

میں برابر دعا اور ایصالِ ثواب کر رہا ہوں۔ خبر ملتے ہی مدرسہ میں قرآن خوانی بھی کرائی جاتی تھی۔ اور تین قرآن کریم کے ختم کا ثواب حضرت کی روح کو طلباء و اساتذہ کی موجودگی میں پہنچایا گیا ہے۔ نیز ایک تعزیتی جلسہ بھی ہوا جس میں حضرت کی وفات کو ملت اسلامیہ کا غیر معمولی حادثہ قرار دیا گیا ہے۔

گزارش تو آپ ہی سے کی جاتی مگر چونکہ آپ کا ذہن اس وقت یکسو نہ ہو گا اسلئے اگر کوئی صاحب آپ کی رہنمائی میں حضرت کے حالات زندگی کو تسلیم بند کر دیتے تو بہت اچھا ہوتا۔ نظام کے صفحات حاضر ہیں۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے

والسلام

طالب: عارف احقر عبدالقیوم مظاہری

مکتوبہ دارالعلوم دیوبند

۱۳۹۹ھ

۱۲ جون

۱۳۹۹ھ

۲۸ رجب

مکرم و خرم جناب الحاج مولانا مظفر حسین صاحب زاد مجدد

سلام مسئولی

دل رنج و ملال کے ساتھ حضرت ناظم صاحب کے انتقال کی خبر سننے میں آئی اور مدرسہ صولیہ کے ماحول میں سب ہی اس سے بے حد رنجیدہ ہوئے اللہ تعالیٰ نظام کو اکابر و صلحاء امت کی سہ پرستی سے محروم نہ فرمائے آپ سب کو صبر جمیل اور مرحوم کو آخرت کے اعلیٰ درجہ سے متبع فرمائے آمین تمام اہل مدرسہ کو نبی اور اہل صولیہ کی جانب سے سلام مسنون کے بعد دلی تعزیت فرمائی اللہ اس

جمرات کو تلاوت سورۃ یٰسین اور ختم قرآن پاک کا اخطام کیا جائے گا۔ حضرت شیخ
مظلہ، کل صبح کو نماز فجر کے بعد سیدھے جرہ دہار سے لندن کیلئے روانہ ہوں گے
پرسوں ان کی مجلس میں بھی حضرت ناظم صاحب کے اور آپ سب کے تذکرے ہوتے
رہے اہل تعلق و محبت کی یادوں کے تذکرے کے قدر دلنواز ہوتے ہیں۔ اور
حضرت شیخ نے اپنے دیرینہ رفیق اور ساتھی کی جدائی کو جس طرح محسوس کیا وہ
بھی اپنی جگہ ناقابل تحریر ہے اللہ تعالیٰ بقیۃ الباقیہ کو بطور آپ سب حضرات
کو صحت و عافیت کے ساتھ دائم و قائم رکھے آمین۔

والسلام مع الکرام
محمد مسعود شمیم (ناظم مدرّسہ)

برادر مکرم و معظم زیدت معالیکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
کلی بذریعہ خط اس حادثہ فاجعہ کی خبر دل پر بجلی بن کر گری کہ مرشدی و مولائی
حضرت ناظم صاحب نور اللہ مرقدہ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ افسوس کہ علم و
کام ہر درخشاں ایک عرصہ تک عالم کی منور فرا کر و پوش ہو گیا افسوس صد افسوس
کہ دنیا رنگا ہوں میں تاریک ہو گئی۔ حضرت والا کا حادثہ اگرچہ پوری ملت اسلامیہ
کیلئے ایک عظیم حادثہ ہے لیکن جناب والا کو جو صدمہ پہنچا ہو گا اس کا کچھ اندازہ اپنے
دل کی حالت سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کو اور ہم سب متعلقین
کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو حضرت والا کے طریقہ پر قائم رکھے
حضرت والا کا فیض، انکی حقیقی اور معنوی اولاد کے ذریعہ تائیمت جاری رکھے اس
ناکارہ نے اپنے اس مربی اور حسن کیلئے کئی ہی سے دعا اور ایصالِ ثواب کا خاص اہتمام کر
رکھا ہے اعزہ و احباب اور مدرسہ کے طلباء ایصالِ ثواب میں مصروف ہیں۔ عاجز و اذکار
ابلیہ محترمہ، محمد و آباؤ صاحبہ اور دیگر متعلقین کے ساتھ یہ ناکارہ بھی شریک غم ہے
یہ ناکارہ جناب والا کی توجہاتِ قلبی اور دعاؤں کا محتاج ہے۔ آپ کے الطاف و عنایات
اور توجہات کھیا د تازہ ہے۔ حضرت والا نور اللہ مرقدہ نور اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت
کی طرف منتقل ہو گئے لیکن ہم پسماندگان کی دنیاوی و اخروی کامیابی کے لئے اپنی

یوری زندگی کو نمونہ بنا کر تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اس راستہ پر
مرتے دم تک قائم رکھے آمین۔ خداوند قدوس کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ پسماندگان
میں آپ جیسی شخصیت موجود ہے جس کو حضرت والا کما سچا اور حقیقی جانشین کہنا بجا و درست ہے
اس بہت دھارس بندھی ہے اللہ تعالیٰ جناب والا کے درجات کو اور بھی بلند فرمائیں

مکرمہ لیلۃ محمد الشہداء محمدی مکتوب

محترم المقام شفقم بزرگوار جناب ناظم صاحب زاد لطفہ و مظلما
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ خبر معلوم ہو کر بے حد رنج و افسوس ہوا کہ ۱۵ رجب المرجب ۱۳۹۹ھ کو حضرت استاذنا
مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دار فانی سے رحلت فرمائے۔
انایت و انانیت۔ راجعون ط چند روز قبل یونہی کتابوں کی الماری سے ”کلام اسعد“
نکلا اور گھر میں چھوٹے بڑے سب، ہی شوق سے پڑھتے رہے یہ کیا خبر تھی کہ مناسبت اور
تعلق ایسا کر رہا ہے کہ انتقال پر ملال کی خبر معلوم ہونے سے پہلے بار بار تذکرہ اور یاد
تازہ ہو رہی ہے یہ حضرت استاذی ناظم صاحب نور اللہ مرقدہ کی محبت تھی اور ہمیشہ
غیر حضرت والا کے یہ الفاظ یاد رہتے ہیں کہ احمد اللہ تو ہمارا احمد اللہ ہے آج راست
خواب میں دیکھا کہ میں اس جانکاء خبر کو سنکر مادر علم و فن جامعہ مظاہر علوم سہارنپور
پہنچا ہوں مزار پر حاضری ہوئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کمرہ کے اول دروازہ پر
ہے اور قبر کی پائنتی کچھ دیوار کے اندر کو ہے۔ اور دروازہ کے بجائے اینٹوں کی جالیاں
لگی ہوئی ہیں۔ اور قبر کچھ چھوٹی ہے۔

بہر حال حضرت ناظم صاحب کی وفات حشر آیات مظاہر علوم کیلئے بالخصوص اور
تمام علمی و عملی اداروں کیلئے بالعموم ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اس عظیم حادثہ کا آپ کو
اور ہم سب کو زبردست صدمہ ہے۔ تعزیت کس کی کریں؟ اللہ رب العزت ہم سب ہی
کو جبرئیل کی توفیق نصیب کریں۔ حق تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جو اررحمت و جنت

علیہ میں سے اعلیٰ مقامات سے سسر قرار فرمائیں۔ ایصالِ ثواب کیا گیا اور گرایا گیا۔

محبیٰ ری

ہستم در مسالیم لوم حیدر آباد رپاک،

۲۶ رجب المرجب ۱۳۹۹ھ

باسمہ تعالیٰ

مدرسہ برہمہ امدادیہ مراد آباد

مخدومی حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم
ناظم جامعہ مظاہر علوم شہار پور

۱۴ رجب المرجب ۱۳۹۹ھ

۱۳ جون ۱۹۷۹ء

سلامِ ستون نیاز مقرون

مورخہ ۱۲ جون ۱۹۷۹ء کے الطبیعتہ کے ذریعہ یادگار اسلاف، شیخ طریقت، ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ، ادیبِ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب (نور اللہ مرقدہ و برد مہنوعہ) کے سانچے اور تخیال کی روح فرس خبر ملی۔ یہ خبر پڑھ کر دل و دماغ پر ایک بجلی سی گری۔ پورے مدرسہ امدادیہ میں غم و رنج کی لہر دوڑ گئی۔ فوراً متعدد بار ختم قرآن اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا۔ حضرت موصوف کا انتقال پر ملال تمام علمی، دینی ادبی حلقوں کیلئے نا قابلِ تلافی نقصان ہے۔ آپ کی وفات پر ہزاروں بلکہ لاکھوں دل بے قرار اور آنکھیں اشکبار ہیں۔ مرحوم کی وفات پر علماء و مشائخ کے ایک عہد کا خاتمہ ہو گیا۔ ان کے کمالات اور کائنات نگاہ کے سامنے گردش کر رہے ہیں اور دل میں رہ رہ کے کسک پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

اب ایسی جامع کمالات، خوش اخلاق، خوش خصال شخصیت کیلئے لگا ہیں ترستی رہیں گی۔ حضرت مولانا تھا ان کی نظر کیمیا اثر اور فیض محبت نے مرحوم کو علم و عرفان کے جوجام پلاتے تھے انھوں نے ان کی شخصیت میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں علوم دینیہ کا شاندار بنانے کے ساتھ شعر و ادب تاریخ و تحقیق کے میدان میں بھی اونچا مقام عطا فرمایا تھا۔ آپ کا بلند ادبی ذوق، شعر و نثر میں استاذانہ مہارت

جوتی کے ادیبوں، شاعروں کیلئے باعثِ صدرِ شک تھا۔
 ایشیا کی مشہور دینی درسگاہ مظاہرِ علوم سہارنپور کی اپنے اخلاص، لگن، محنت
 خاموشی اور بنے ریائی کے ساتھ جو خدمات انجام دی ہیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے لائق
 ہیں۔ جسمانی معذوریوں کے باوجود آپ کا وجود مظاہرِ علوم کیلئے بہت بڑا سہارا تھا۔ اللہ
 تعالیٰ اس خلا کو پُر کرے۔

مدرسہ امدادیہ اور یہاں کے اساتذہ سے حضرت موصوف اور ان کے خاندان کو شفقتاً
 لگاؤ تھا۔ حضرت کے پردادا حضرت مولانا سعد اللہ مفتی اعظم ریاست رامپور اور مدرسہ امدادیہ
 کے بانی نجم النہد مولانا ڈپٹی امداد علی اکبر آبادی کے درمیان گہرے مراسم تھے۔ مرحوم کے
 دادا حضرت مولانا لطف اللہ صاحبِ بام پوری مدرسہ امدادیہ میں معائنہ اور امتحان کی
 غرض سے برابر تشریف لاتے رہتے تھے۔ ان کے معائنے اب تک موجود ہیں۔ اس
 خاندانی تعلق کی بنا پر مرحوم کو اس ادارہ سے کافی تعلق تھا۔

آپ پر اس سانحہ سے جو گزری ہوگی، ہمیں اس کا اندازہ ہے لیکن اس وقت ہم بھی
 محتاجِ تعزیت ہیں آپ جیسے باکمال کی خدمت کی خدمت میں تعزیت کے کیا کلمات لکھے
 جائیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو جنت الفردوس کے بلند ترین مقام
 سے نوازے اور پس ماندگان، مریدین، متعلقین کو ہزیمیل کی توفیق عطا فرمائے

شریکِ غم

محمد باقر حسین غفرلہ

خادم مدرسہ امدادیہ مراد آباد

۱۹۷۹ء

پنجشنبہ ۱۸ رجب

مفتی عبدالقادر صاحب رومی

دارالافتاء جامع مسجد آگہ کا خط

۱۳۹۹ھ

۱۸ رجب

عزیز گرامی انجی العزیز برادرِ مولوی محمد اللہ سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار پابندی سے پڑھنے کی نہ تو عادت ہی ہے نہ ہی اسکی نوبت آتی ہے، کل شام کو ایک کرم فرما نے تین چار دن کے اخبارات بھیج دیے اچانک کل ۱۳ جون کے اخبار میں استاذ شفیق و محترم کے سانحہ ارتحال کی خبر پڑھ کر سخت صدمہ ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون ط — حضرت محترم یوں تو مدت ہی سے کمالیت فی البدعہ سال ہو رہے تھے اور کسی وقت بھی ان کے بارے میں یہ خبر غیر متوقع نہ تھی لیکن کسی باپ بیٹے کا جو تعلق ہوتا ہے وہ بہر حال کسی وقت بھی اس صدمہ میں کمی نہ محسوس کر سکے گا، ایسی صورت میں آپ کو جتنا بھی صدمہ ہو وہ کم ہے لیکن میرے عزیز بھائی آپ تو ماشاء اللہ عالم و حافظ بھی ہیں حضرت مولانا علیہ الرحمہ کے تربیت زادہ بھی ہیں، موت و زندگی اور دنیا و آخرت کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں جب یہاں بڑی سے بڑی دینی شخصیت ہمیشہ نہ رہ سکی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی بخنی دوام نہ پاسکی جن کا وجود سراپا جو دخیل مجسم ہی تھا اللہ تعالیٰ نے کیسی صفائی سے فرمایا و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل

دو سال قبل جب ۲ جون کو میرے والد صاحب علیہ الرحمہ کی وفات ہوئی تو حضرت مولانا ابراہیم صاحب مدظلہ نے تعزیتی خط میں یہ مشہور شعر بھی نقل فرمایا تھا واقعہ یہ ہے کہ مجھے اس بحد تسلی ہوئی تھی خدا کرے آپ کو بھی ہو جائے

وخیر من العباس اجل بعد کا۔ واللہ خیر منك المعباسی
دوسرے عزیزوں کو بھی یہی مضمون دکھا دیں۔ والسلام

عبدالقدوس رحیمی - ۱۸ ارجب ۱۴۱۹ھ

جامعہ اسلامیہ ریہڑی تاجپور ضلع سہارنپور

محذوذا المسکرم جناب مولانا محمد اللہ صاحب زیدت جیکم - سلام ستون
۱۱ جون ۱۹۷۷ء کو جب مشہور مناظر اسلام ایشیاء کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ
منزل ہر علوم کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ محمد اسد اللہ صاحب کے انتقال پر ملال کی جبر کا نوب
نے سنی تو پورے جامعہ میں رنج و غم کے بادل چھا گئے۔ خبر پاتے ہی تمام طلباء - اساتذہ

قرآن خوانی کی اور حضرتؒ کے لئے ایصالِ ثواب کیا۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرتؒ کے حادثہ رحلت سے نہ صرف ایشیاء کی عظیم دینی درسگاہ مظاہر علوم ہی اپنے ایک جلیل القدر فرزند و ممتاز استاد بہترین منتظم عظیم سرپرست سے محروم ہو گئی ہے بلکہ یہ ملت اسلامیہ ہند کا ایک ایسا بڑا نقصان ہے جسکی تلافی بظاہر حالات مشکل معلوم ہوتی ہے بلاشبہ موت برحق ہے۔ ہر ایک کو آتی ہے مگر بعض شخصیتوں کی ذفات انکی انادیت اور خصوصیت کی وجہ سے دلوں پر گہرا اثر چھوڑتی ہے۔ حضرتؒ کی شخصیت بھی انہیں میں سے ایک تھی۔

طلباء و اساتذہ نے بعد ایصالِ ثواب ایک تعزیتی قرار داد بھی منظور کی جس کا متن حسب ذیل ہے۔

”جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ کے اساتذہ۔ کارکنان و طلباء کا یہ اجتماع ایشیاء کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحبؒ کی ذفاتِ حشر آیات پر اپنے قلبی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ حضرتؒ اپنے علم و فضل زہد و تقویٰ کے لحاظ سے طبقہ علمائے کی ایک بے مثال شخصیت تھے۔ حضرتؒ کا تعلق سے روحانی تعلق اور مظاہر علوم کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے مرحوم ایک عظیم افراد کی عظمت و شان رکھتے تھے، حضرتؒ کی ذفات سے مدارس اسلامیہ خصوصاً مظاہر علوم میں جو خلا پڑا ہوا ہے بظاہر اسباب اس کا پُر ہونا مشکل حلیم ہوتا ہے۔

جامعہ کے اساتذہ کارکنان و طلباء کا یہ اجتماع بارگاہ حق میں دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ کو اعلیٰ علیین میں مقام بلند عطا فرمائے اور ہم سب کو انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین

یہ اجتماع ان تمام حضرات سے جن کا حضرتؒ سے نسبی تعلق ہو یا علمی تعلق ہو خصوصاً (۱)

حضرت مولانا مفتی مظہر حسین صاحب فاضل دہلی ناظم مظاہر علوم سہارنپور اور ان کے توسط سے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے اساتذہ کارکنان اور طلباء نیز (۲) حضرتؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد اللہ صاحب مدرس اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور۔ مولوی امجد اللہ۔ محمد اجماد اللہ سے دلی عہد ردی اور اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے غم آگس قلوب کو صبر و استقامت سے نوازے اور حضرتؒ کا صحیح جانشین بنائے آمین یا علیین

ادارہ جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے

والسلام

محمد اختر ہتھم جامعہ ہذا

۲۱ جون ۱۹۷۹ء

مولانا فخر الدین لاہوری کا مکتوب



حضرتی! مولانا محمد اللہ صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

استاذنا المکرم حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی وفات حیرت آلیات کی خبر سنکر سخت صدمہ ہوا۔ حق تعالیٰ سبحانہ مرحوم کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور درجات علیا نصیب فرمائے اور متعلقین اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ حضرت مولانا سلف کا نمونہ تھے اور درجہ مظاہر علوم کے دیگر روح رواں مدظلہ میں آپ کی ذات بابرکات کا جو فیضان تھا وہ آپ کے جانے سے بند ہو گیا جسکی تلافی ناممکن ہے کیونکہ جو خلا پیدا ہو جاتا ہے وہ پُر نہیں ہوا کرتا۔ اور مافوق سے مابعد کمتر ہما ہوا کرتا ہے۔

اللہ ما شاء اللہ۔

اس سانحہ ارتحال سے جو غم آپ کو ہوا ہے اس میں ہم بھی آپ کے ساتھ برابر کے شریک ہیں، پورا ایک قرآن مجید رجو تلاوت کر رہا ہوں اور عنقریب ختم ہونے والا ہے، انشاء اللہ مرحوم کی روح کو ایصالِ ثواب کرونگا۔

والسلام

بچے از تلافی حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ

احقر محمد فخر الدین فیض آبادی ثم لاہوری

۲۱ جولائی ۱۹۷۹ء

مطابق ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ

۱۴ شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جناب سعید احمد ضار اپوری شمس پاکستانی

مکتوب ساری

فخری مولانا محمد الشرف صاحب زید مجسم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
 محمد و مناد مکرمنا استاذی المکرم حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب فور اللہ مرقدہ کے انتقال
 کی اطلاع سے نہایت ہی صدمہ پہونچا۔ خصوصاً حضرت اقدس مولانا عبد العزیز دامت برکاتہم
 نہایت ہی غمگین ہیں بہت ہی زیادہ رنجیدہ و غموم ہیں۔
 حضرت رحمۃ اللہ علیہ کیلئے دعا و مغفرت اور ایصال ثواب کرتے ہیں مگر کہ میں کلام پاک
 ختم کرانے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کو اجر دے اپنے اسلاف کے ساتھ جنت میں اعلیٰ مقام
 عطا کریں آمین اللہ تعالیٰ آپ و برادران و متعلقین و جملہ عقیدت مندوں کو صبر جمیل
 عطا کریں حضرت اقدس احقر اور سب متعلقین اس غم میں آپ کے ساتھ برابر کے شریک ہیں
 آپ کی وجود علما و صوفیا کیلئے ایک نعمت عظیم تھا آپ یادگار سلف تھے آج یہ نعمت ہم
 ناقدروں سے لے لی گئی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر عطا کرے سب متعلقین سے بعد
 سلام سنون مضمون واحد عرض ہے والسلام

آپ کا بھائی احقر سعید احمد اپوری

سرگودھا بلاک ۲۲ مکان ۱۷ پاکستان

حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امر و ہوی کا مکتوب گرامی

امروزہ ۱۷ جون ۱۳۹۹ھ

محترم المقام - سلام سنون

افسوس کہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا اسعد اللہ ناظم مظاہر علوم و نیائے فانی سے رخصت ہو گئے

اس خبر سے قلب و روح کو بہت صدمہ پہنچا۔ ڈیڑھ سال سے زیادہ مدت ہوئی کہ مرحوم سے آخری ملاقات ہوئی تھی۔ بڑی نعت اور شفقت آپس انداز سے ملتے تھے۔ ان کی مجلس میں علمی تحقیقات اور علمی نکات سننے میں آتے تھے اب ایسے محقق اور جامع اوصاف مجیدہ بزرگ جو اپنی بعض خصوصیات کے لحاظ سے منفرد و ممتاز تھے۔ دیکھنے کو کہاں ملیں گے۔ مرحوم سے بہت کم ملاقات ہوئی اور جتنی مرتبہ ملاقات ہوئی دلی کوسرہ و روکیف حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس نصیب فرمائے اور آپ کو اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

حضرت مفتی سعد اللہ مراد آبادی مٹھ رام پوری نے پچھلی صدی کے آخر میں غالباً ۱۲۹۵ھ میں ۲۰ سال فرمایا اور ان کے پر پوتے نے موجودہ صدی کے آخر میں تقریباً ایک سو چار سال کے بعد وصال فرمایا۔

فی الحال آپ حضرت مولانا مرحوم کی مختصر سوانح حیات اخبار الجمیعہ وغیرہ کو بھیج دیں اور بعد کو قدرے تفصیل سے ان کی سوانح عمری کتابی صورت میں شائع کرائیں۔ یہ کام آپ خود اور دیگر اساتذہ مظاہر علوم کی مدد سے انجام دے سکتے ہیں۔
مجھے امید ہے کہ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم بھی اس سلسلہ میں املاؤں کچھ تحریر کر وادیں گے۔

والسلام
نسیم احمد فریدی غفرلہ

دفتر طبی سوسائٹی طلباء جامعہ طبیہ دارالعلوم دیوبند (دیوبند)

مکیر مس بدست
صداۃ الجامعہ حضرت مولانا قادی محمد طیب صاحب

۱۲/۶

مکرم و محترم جناب مولانا محمد اللہ صاحب استاذ مظاہر علوم سہارنپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

علم و معرفت کا بحر بیکراں جو ایک عرصہ سے تشنگانِ علوم و معرفت کو سیراب کر رہا تھا وہ سمندر ۵ ارجب المرجب کو ہمیشہ ہمیشیں کیلئے ختم کیا۔

آنجاب کے والد مرحوم رئیس التکلیفین و خاتم الفقہاء و المحدثین حضرت مولانا سعد اللہ صاحب کی وفات سے علمی حلقوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے، اور خاص کر جامعہ مظاہر علوم کو۔ ہم طلبہ جامعہ طیبہ دیوبند آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار خاص میں جگہ عطا فرمائے۔

پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق اور ہمیں حضرت قدس سرہ کا نعم البدل عطا فرمائے

والسلام

احقر خدیوہ حبیب قاسمی ناظم اعلیٰ طبی سوسائٹی
 طلبہ جامعہ طیبہ دارالعلوم دیوبند۔ یوپی

شری ہری سنگھ جین ڈگری کالج سہارنپور (ہندی تحریک کا ترجمہ)

جامعہ مظاہر علوم کے مدیر مدرس کی وفات پر جین ڈگری کالج کے طلبہ کو جو صدمہ پہنچا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ مرحوم نے تعلیمی و مذہبی میدان میں جو ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں وہ ظاہر ہیں۔ ان کی وفات سے اس علاقہ کو جو نقصان پہنچا ہے وہ ناقابل بیان ہے ہم اب ان کیلئے صرف یہی دعا کر سکتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ ان کی روح کو سکون دے براہ کرم اپنے اساتذہ و طلبہ کو مہار تغزتی پیغام پہنچا دیں۔ ہم ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں فقط سرجون ۱۹۷۹ء

جناب انیس احمد صاحب ترکیب سورت کا خط

مجموعت شریف حضرت العظم والکرم مفتی صاحب دام فیوضکم
 بی۔ سلام سنون۔ معروض اینکہ حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی اطلاع کسی طالب علم کے خط سے یہاں مدرسہ میں معلوم ہوئی۔ مدرسہ میں ایصال ثواب اور دعا ہوئی تمام مسلمانوں کیلئے خصوصاً ہم لوگوں کیلئے انتہائی رنج اور انفوس کی بات ہے کہ ہم سے بزرگوں کا سایہ اٹھنا چلا جا رہا ہے حضرت مرحوم جیسے صاحب ورع و تقویٰ عالم ربانی

حضرت کی وفات کی خبر بذریعہ روزنامہ "عزت اللہ"، لکھنؤ ملتے ہی دارالعلوم فاروقیہ کے اساتذہ و طلبہ نے قرآن خوانی کر کے ایصالِ ثواب کیا۔ اور اپنے دلی جذبات بذریعہ ٹیلگرام آپ تک پہنچا دیئے۔

حضرت والد ماجد مدظلہ پر بھی اس حادثہ کا کافی اثر ہے اور وہ بھی آپ کی خدمت میں تعزیت سنون پیش کرتے ہیں۔ آخر میں اُس مخدوم سے یہ گزارش ہے کہ اپنی شفقت اور عنایتوں سے اس حقیقتی دامن کو محسوس نہ کریں اور حضرت رحمۃ اللہ کے اس دربار افتادہ خادم کیلئے دعائے خیر فرماتے رہیں۔

والسلام

خادم عبد العلی غفرلہ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۹۹ھ

کنز العلوم طائدہ ضلع فیض آباد

عزیز محترم مولانا محمد اللہ صاحب سلمہ اللہ وعافاہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت عرصہ کے بعد حادثہ عظیمہ ساخنہ ارتحال حضرت سیدی دمولائی مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اطلاع ملی انا اللہ الخ مدیر کے تمام اصاغر و اکابر کو سخت دھچکا لگا مدد کے ارکبیں اور عام متعلقین میں شدید رنج و غم کی لہر دوڑ گئی۔ نوراً علیکم تعزیتی منعقد کیا گیا۔ جس میں اس عظیم حادثہ کو ملت اسلامیہ کیلئے غم و افسوس اور منظرِ اہل علوم کیلئے خصوصاً بہت بڑا نقصان قرار دیا گیا۔ سب حضرات نے قرآن خوانی کر کے ایصالِ ثواب کیا اور مرحوم کیلئے مغفرت اور رفع درجات کی دعا کی۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم متعلقین دینی و روحانی اعتبار سے اب بالکل نیم ہو گئے۔ حضرت مرحوم کی ہستی تھی جو دنیا میں علمی و عملی رہنمائی میں ظاہری و باطنی۔ پروردگار عالم سے دعا ہے کہ آپ سب حضرات کو صبر و برداشت کی توفیق بخشیں اور حضرت علیہ الرحمۃ کے نقشِ قدم پر چلائیں۔

حضرت آپا صاحبہ کا اس پیرائہ سالی اور ضعف کے عالم میں بہت خیال رکھیں۔ کیوں کہ ابون کی خدمت بہت اہم و حقوق سمٹ کر اب صرف والدہ محترمہ میں آگئے ہیں۔ مری طرف سے سلام سنون اور درخواست دعا کے ساتھ صبر و شکر کی بھی درخواست فرمادیں۔

اگر ممکن ہو تو حسب موقع آخری حالات وصال سے مشرف فرمائیے
مدرسہ کے اراکین و اساتذہ و طلبہ سبھی لوگ سلام سنوں کے ساتھ آپ حضرات کے لئے
صبر و تحمل - اور حضرت مرحوم کیلئے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کرتے ہیں -
عزیزان اہل اللہ و اہل اللہ سلمہم کو مضمون واحد ہے والسلام

مدرسہ کنترا العلوم ٹانڈہ ضلع فیض آباد

مولانا محمد تقی صاحب زادۃ العلماء لکھنؤ کا منکروب

مخدوم زادۃ مخدوم زید محمد کم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے افسوس اور غم امت ہے کہ میں بڑی تاخیر سے یہ علیحدہ لکھ رہا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے
معاف فرمائیں۔ میں بستی گیا ہوا تھا ۱۳ جون کی شام مغرب پہلے ایک ہفتہ بعد
لکھنؤ پہنچا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی حادثہ کی اطلاع ملی بہت صدمہ پہنچا۔
خیر و برکت اٹھ جانے سے جو غلام محسوس ہوا اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، اللہ تعالیٰ
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائیں اور آپ وہ سب خدام کو صبر و سکون عطا
فرمائیں۔ یہ حادثہ سننے کے بعد مسجد میں مغرب کی نماز پڑھنے گیا تو معلوم ہوا کہ مولانا
محمد میاں جکاپٹ میں درد کی تکلیف صبح سے ہے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے اسپتال
لے جائے جا رہے ہیں۔ یہ خبر سنکر اسپتال جانے کی تیاری کی اطلاع ہوا عشاء کی
نماز پڑھ کر جائیں عشاء کی نماز کے فوراً بعد اطلاع آگئی کہ وہ ہمیشہ کیلئے رخصت
ہو گئے دل و دماغ اس اطلاع سے موؤف ہو گئے۔ حضرت مولانا بھی بمبئی میں تھے۔

اسلئے یہ حادثہ اور بھی بڑا غم آگیا ہو گیا۔ صبح جنازہ راستے بریلی لیجا یا گیا ہم سب
اسی صدمہ میں لگے رہے اور مجھے توفیق نہ ہوئی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ
وفات پر ایک عریضہ آپ کو لکھ پاتا۔

الحمد للہ میں اور میرے بچے حضرت کیلئے اور آپ حضرات کیلئے برابر دعا کر رہے ہیں

یہاں روزانہ ختم میں دعائے مغفرت کی جا رہی ہے۔ سعید سلمہ کا خطر ریاض سے
 آیا ہے انھوں نے لکھا ہے کہ حضرت کیلئے برابر ایصالِ ثواب کر رہا ہوں!
 افسوس ہے کہ حضرت کی وفات سے ایک دور ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات
 کو ہر طرح خیر و عافیت سے رکھیں اور مدرسہ کو ہر وقت سے محفوظ رکھیں۔
 والدہ ماجدہ مظلما کی خدمت میں نیازِ مسندانہ سلام عرض کریں۔ بچوں کو سلام دعا
 والسلام

خادم مرتضیٰ ۲ شعبان ۱۳۹۹ھ

مکتوب حبیب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

۱۴ شعبان ۱۳۹۹ھ

محترم المقام جناب مولانا محمد اللہ صاحب زاد لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

افکار و سہار پور کے خطوط سے مخدومنا استاذی المحترم کی خبر جانکاہ معلوم کر کے
 قلبی صدمہ ہوا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ حضرت مولانا کو کمالات
 ظاہری و باطنی سے اس طرح نوازا تھا کہ بدلِ شکل ہے یوں دنیا اہل کمال سے خالی نہیں
 رہے گی لیکن حضرت کی جامعیت و خصوصیت اپنی مثال خود تھی رشد و ہدایت میں
 ایسا لطیف پیرایہ اختیار فرماتے کہ بے شمار بھٹکے ہوئے انسانوں بالخصوص انگریزی
 دانوں کو راہ پر لگا دیا۔ جو کوئی آپ کے پاس بیٹھتا نہ فکرِ آخرت لیکر اٹھتا۔ قلوب کو دنیا
 سے سرد کر دینا آپ کی امتیازی شان تھی فراغت کے بعد ایک دفعہ خادم کو
 حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تو مجلس میں اثناء گفتگو میں مکان کا ذکر آیا فوراً
 فرمایا کہ زندگی گزارنے کیلئے سر چھپانے کو ایک جھو پٹری کافی ہے۔ کچھ ایسے
 انداز سے فرمایا کہ حضرت رحمہ اللہ کا یہ ارشاد پیرا عقیدہ بن گیا۔ علوم ظاہری
 و باطنی کے علاوہ زہد و تقویٰ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ مرتبہ سے نوازا تھا
 اللہ ہم سب خدام کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور جملہ متعلقین و پسماندگان
 کو ہر جمیل سے نوازے اور حضرت استاذی المحترم کو جنت الفردوس عطا فرمائے

نیز ہمیشہ مراتب بلند فرماتا ہے۔ آمین
والسلام
حبیب غفرلہ کثرہ — آلہ آباد

مولانا محمود یوسفی سازنگون برما کا مکتوب گرامی

برادر محترم و مکرم مولانا محمد اللہ صاحب زادت محابکم
السلام علیکم درجۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج شریف بجز بیوگا احقر بفضلہ تعالیٰ مع الحیرے پرسوں دوپہر کو
عزیز مولوی حافظ ابراہیم برمی سلمہ کے تار سیدی استاذی محضی حضرت اقدس
قدس سرہ کی وفات اندوہناک کی خبر ملی اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو بلند فرمائے
اور تمام اعلیٰ سے نوازے حضرت والا قدس سرہ صرف آپ کے جسمانی روحانی باپ ہی
نہیں تھے بلکہ سینکڑوں ہزاروں روحانی اولاد کے باپ تھے۔ برما میں سینکڑوں
تلامذہ کی جماعت کو صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو بے شمار کمالات
سے نوازا تھا۔ میری عرصہ سے دلی تمنا تھی اور بار بار الہ میں دعا کیا کرتا تھا
کہ زندگی میں کم از کم ایک بار ملاقات و زیارت ہو جائے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل
و کرم سے سیدہ کار کی دعوت کو شرف قبولیت سے نوازا اور دوسرے مرتبہ حاضری کی
سعادت نصیب ہوئی احقر کو اس پر فخر ہے کہ دوسری مرتبہ قدم مبارک دابنے
کی نعمت غظمی سے مشرف ہوا۔ اور بار بار بیٹا بیٹا کے محبت بھرے الفاظ سے
یاد فرمایا۔ حضرت والا کی کس کس شفقت کا ذکر کروں۔

۵ سال کا عرصہ کم نہیں ہے اس مدت میں میرے ساتھ حضرت کا جو معاملہ برتاؤ
رہا اسکی تفصیل کیلئے ایک رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ متعدد کتابیں خصوصاً شاہ شریف
نسائی شریف ابن ماجہ در مختار متنوی شریف وغیرہ پڑھنے کی سعادت نصیب
ہوئی۔ حدیث کی تمام کتابوں کی اپنے دست مبارک سے الگ اجازت فرمائی۔
طالب علمی کے زمانہ میں متعدد جلسوں میں حضرت کے ایک خادم کی حیثیت سے سفر میں

ساتھ رہا۔ شمد میں مرزائیوں سے جو مناظرہ ہوا اسمیں اور دھلی میں ایک انجن کے سلائے
 جلسوں میں مسلسل کئی سال قادیانیوں سے مناظرے ہوتے تھے ہمیشہ مجھے ساتھ
 لیا کرتے تھے۔ عمر میں پہلی بار جمعہ کی نماز حضرت ہی کے ارشاد پر چاند پور میں
 پڑھایا خطبہ کو برجستہ ادا کرایا اور سنا ہی معاملہ دغظ کا ہوا میری طرح کی تربیت
 میں زیادہ حصہ حضرت موصوف قدس سرہ اور حضرت مولانا زکریا صاحب قدس سرہ کا
 رہا ہے یوں تو میری خوش نصیبی ہے کہ تمام اساتذہ کرام کی شفقت مجھ پر رہی۔
 آپ جب چھوٹے تھے اور ٹائیفڈ کے مرض میں مبتلا ہوئے یہ خادم حضرت قدس سرہ
 کا دست باز و دینار باجب انشاء اللہ ملاقات ہوگی زبانی سناؤں گا پھر میں بھی اسی
 مرض میں مبتلا ہوا تو ہر دونوں مذکور حضرات رحمہما اللہ نے میری تیمار داری فرمائی
 کہ شفقت باپ اس سے زیادہ نہیں کر سکتے۔ مولانا صبر فرمائیے بلکہ آپ تمام متعلقین کو صبر
 کی تلقین کریں میں نے غالباً اسی روز ایک عرصہ ڈاک خانہ کے حوالہ کیا جب کہ حضرت
 اپنے محبوب حقیقی سے یا تو جانے یا تیار ہی میں تھے اب آپ کے ملاحظہ سے گذرا ہوگا
 یہ عرصہ تھا بہت عجلت میں لکھ رہا ہوں اس ہفتہ دارالعلوم تابنوی میں درس
 بخاری کا جلسہ ہے اسکی تمام ذمہ داری میرے حوالہ میں ہے عزیز گرامی قدر مولوی
 حافظ گورا صاحب سلمہ سے میرا السلام علیکم کہہ دیں ان کو مستقل عرصہ تعزیت لکھو لگا
 صاحبزادہ سے بھی میرا سلام عرضیکہ تمام متعلقین گھر کے بڑے چھوٹے سب کو بید سلام
 پیغام تعزیت پہونچا دیں حضرت قدس سرہ کے علمی و عملی کمالات کے بارے میں کچھ لکھنا
 میری طاقت میں نہیں اب مظاہر علوم بالکل یتیم ہو گیا۔

محتاج دعا احقر محمود داد دیوسف

عزیز گرامی قدر مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سلمہ اللہ دعا نا کم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ جملہ متعلقین بعافیت ہوں گے، میں بھی بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہوں

آج ۱۲ جون ۱۳۹۹ء کے الجبوعہ میں یہ خبر پڑھ کر ہمہ یی زنج ہو ا کہ حضرت مولانا احمد اللہ
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا، انا اللہ وانا الیہ راجعون!

ایک بہت بڑے علم و عرفان کے چراغ کی روشنی سے ہم محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو مزید جیل عطا فرمائیں۔ میرے بڑے شیخ استاذ تھے جب بھی جانا بڑی محبت و شفقت سے پیش آتے، دعائیں کرتے اور میری دنیوی دینی ترقی سے نہ صرف خود خوش ہوتے بلکہ جو لوگ اس وقت ان کے پاس بیٹھ یا کھڑے ہوتے تھے ان کو پورا تعارف کراتے اب اس درجہ کے عالم جو اٹھ جاتے ہیں تو ان کا بدل نظر نہیں آتا ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوں، مہربانی فرما کر ان کے متعلقین میں سے جو وہاں موجود ہوں ان کو میری طرف سے تعزیت کے کلمات پہنچا دیں۔

والا بر علی الشریعہ میرے لئے دعا فرماتے رہا کریں

قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی

سید حسین رضا رام پوری کا مکتوب گرامی

محترمی۔ مولوی محمد اللہ صاحب زید کریم سلام سنو!

۱۵ جون کے اخبار الطیعت سے حضرت محترم طاب ثراہ کی رحلت کی روح فرسا خبر معلوم ہوئی، ار جون کے دعوت اخبار سے کچھ تفصیل کا پتہ چلا۔ ذہنی اور جذباتی طور پر میں اس حادثہ کو انجیز کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ بہر حال مرضی مولیٰ میں تو شرف قدم پوری کے حصول کو سوچ رہا تھا مگر افسوس مقدر نہ تھا مگر پھر سوچ رہا تھا آپ کو تعزیتی الفاظ سوا اسکے اد کیا کھوں۔ آپ در سایہ پدری سے محروم ہو گئے، آپ کے دل پر جو گذر رہی ہوگی وہ دوسرے نہیں سمجھ سکتا۔ آپ حساس دافع ہوتے ہیں دل درماغ بہت متاثر ہوں گے اور ہونا بھی چاہیے مگر یہ دنیا فانی ہے اور سنت اللہ غیر متبادل کش مکش حیات کی ساری ذمہ داریاں آپ پر آگئی ہیں۔ ایک قوی۔ وسیع۔ قابل لحاظ ذریعہ اور عالم اسباب کا مضبوط سہارا جاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو مزید جیل کی توفیق بخشے۔ اگرچہ ایسے روح فرسا حادثہ پر تعلقین مبر بھی مشکل مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی ہمت اور صلاحیت بخشے۔ میں ایک دور افتادہ بچو اور معذور انسان آپ حضرات کا نیاز مند ہوں۔ جو ارتباط رہا ہے اس کو یاد کرنا ہوں۔ آپ کی کر۔ انفسی سے یقین ہے

کہ یاد آوری اور کرم فرمائی کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ رامپور آئیں گے تو شرف ملاقات سے سرفراز فرمائیں گے ایک غریبہ جو ابی بخدمت اقدس مولانا ضیاء اللہ خاں قبلہ مدظلہ بھی ارسال کر رہا ہوں۔ مولوی الطاف احمد صاحب قاری گور صاحب۔ مختار احمد سلمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے پر سناں حال کو بدیہ سلام سنوں۔ یاد آوری میں حضرت قدس سرہ کی شفقتیں اور تلافی آمیز خطوط۔ دل روتا ہے اور دماغ متاثر ہے اللہ تعالیٰ آپ کو موہ تعلیق اپنے حفظ و حمایت میں رکھے۔ ذیابین و سلاک۔ ناچیز امتیاز

مولانا منظر احمد صاحب صاحب کا مکتوب

بگرامی خدمت جناب بھائی مولانا محمد اللہ صاحب مدظلہ

بد سلام سنوں یہ کہ آنے والوں کے ذریعہ حضرت الاستاذ کی وفات حشر آیات کی خبر معلوم ہو کر صدمات سے جو اس فتنل ہو گئے کئی سال سے علالت و ضعف کا سلسلہ چل رہا تھا اسلئے ابید بھی کہ ابھی حضرت کی زیارت نصیب ہوگی مگر مقدرات البیہ پورے ہو کر رہتے ہیں ہم خدام کے سرے روحانی باپ اور نہایت شفیق مربی و استاذ کا سایہ کٹھ گیا اور آپ کے لئے تو دو ہر اصد مہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تسلیات سے نوازے۔ اسوقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جو ایک عربی نے تعزیت کی تھی اسکی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں ہم سب محتاج تعزیت ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر جمیل و اجر جزیل عطا فرمائے۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت کلی فرمائے اور جنت الفردوس میں درجات عالیہ سے نوازے۔ یہاں کے اخبار میں بہت ہی تباہی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی جبر اور مختصر حالات شائع کئے گئے۔ حضرت حضرت شاہ صاحب کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ لم تر العیون مثله لیکن میں یہی بات حضرت کے بارے میں کہہ سکتا ہوں سب بھائیوں کو سلام عرض ہے۔

فقط سوگوار

منظر احمد منظر بھری

مدرسہ جامع العلوم کا پنور

۱۸ رجب ۹۲

دیکر مکرم و متاکی فیہر

- ۱۔ جناب مولانا ثناء اللہ صاحب دارالعلوم العربیہ اسلامیہ اجیری گیٹ جودھپور اجستان
- ۲۔ مسعود احمد صاحب ۱۳ بی انوشک رتنا گار بمبئی ۹۷
- ۳۔ رسالدار عبد الصمد صاحب دربار پور ضلع باندشہر ۱۰ یوپی
- ۴۔ زاہد عمر صاحب لاکھنؤ ضلع علی گڑھ
- ۵۔ انصار احمد صاحب صدیقی انجارج گورنمنٹ یونانی ڈسپنری ڈاکخانہ ناگپور
دایا رتیا ضلع حصار دہرا باندہ
- ۶۔ مولانا سید شاہ صیغۃ اللہ صاحب نختاری استاد حدیث مدرسہ باقیات صالحات
دیلور ٹل ناڈو (جنوبی ہند)
- ۷۔ مولانا عبد الحفی صاحب کراچی ۱۷
- ۸۔ قاری یعقوب صاحب ۱۲۶ - ۱۲۹ ایس ٹی رنگون ہیرا
- ۹۔ یوسف کادی صاحب ڈابھیل ضلع بلساٹ
- ۱۰۔ مولانا جمیل احمد صاحب مدرسہ مدرسہ رحمانیہ ہاپور
- ۱۱۔ مولانا ضیاء صاحب ڈاسکوڈی گا باگوا
- ۱۲۔ بہتم صاحب مدرسہ بدالاسلام شاہ گنج ضلع جوہپور
- ۱۳۔ عبدالغزیز مظاہری خطیب جامع مسجد عرفان بازار راجپور ۵۸۲۱۰۱ (کرناتک)
- ۱۴۔ مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی بہتم مدرسہ اسلامیہ عزیزیہ جامع الہدیٰ مراد آباد
- ۱۵۔ مولانا شمیم احمد صاحب مدرسہ رحمت العلوم روضہ ہزاری باغ -
- ۱۶۔ مولانا مشتاق عالم قاسمی پورنوی مدرسہ حسین بخش دھلی ۶
- ۱۷۔ قاری آصف صاحب رام پور (یوپی)
- ۱۸۔ مولانا محمد ہارون صاحب انجمن ندائے اسلام ۸۰ ڈی فیرس لین کلکتہ ۷
- ۱۹۔ محمد رستم علی صاحب تالبارڈی پدسپور پورنیہ (بہار)
- ۲۰۔ محمد مسعود اللہ صاحب مدرسہ ڈھاکہ ضلع مشرقی بھپارن

- ۲۱۔ جناب حاجی احمد جی، موسیٰ جی نواب پور ضلع دھولہ مہاراشٹر
 ۲۲۔ مولانا محمد عثمان غنی صاحب بردوانی مدرسہ دارالعلوم پنڈوہ بنگلی (بنگال)
 ۲۳۔ مولانا دمی اختر صاحب الاسعدی مدرسہ اسلامیہ آداپور (چمپارن)، بہار
 ۲۴۔ مولانا منظم علی صاحب مظاہری سابق امام مسجد مدرسہ قدیم مظاہر علوم سہارنپور
 (ازہ ہتھورا بانڈہ)

- ۲۵۔ سعید احمد صاحب سرگودھا بلاک ۲۲ مکان ۱۷
 ۲۶۔ یعقوب احمد دلتوی دارالعلوم مانلی والا شہر بھروچ گجرات
 ۲۷۔ مولانا ابوالبرکات صاحب استاذ جامع العلوم ٹیکا پور کانپور
 ۲۸۔ مولانا عبد القیوم صاحب دارالعلوم جامع مسجد میرٹھ
 ۲۹۔ مولانا محمد نعیم الاسلام استاذ مظاہر الاسلام سمیٹا ڈاک خانہ سمرا یا منیل ہزاری باغ
 ۳۰۔ مولانا عبد الرزاق صاحب احمد آباد
 ۳۱۔ حکیم حاجی شوکت علی صاحب خیرنگر مرکز والی مسجد شہر میرٹھ
 ۳۲۔ مولانا زاہد خاں صاحب زاہد کدہ مدینہ آباد علی گڑھ
 ۳۳۔ عزیز الہی صاحب آخون منزل حسن پور ضلع مراد آباد
 ۳۴۔ جناب مولانا محمد شہ تان احمد صاحب قاسمی سمرا یا داں بازار ضلع بستی
 ۳۵۔ مولانا محمد الغفار صاحب استاذ دارالعلوم چھاپی گجرات
 ۳۶۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب کچھو لوی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل
 ۳۷۔ مولانا احمد مرتضیٰ صاحب اسعدی مدرسہ تسلیم القرآن رانی گنج دگیام
 ۳۸۔ مولانا محمد احمد صاحب دولت خان مسجد محلہ مغلیہ - خورجہ - بلند شہر
 ۳۹۔ مولانا محمد حیات صاحب جامعہ حیات العلوم مراد آباد
 ۴۰۔ مولانا محمد عتیق صاحب موضع فتح گڑھ منکاشاہ اسٹریٹ مکان ۷۷ بھوپال
 ۴۱۔ مولانا محمد نصیر صاحب مدرسہ جامع العلوم بمیدی پریس ٹیکا پور کانپور
 ۴۲۔ مولانا عبد الغنی صاحب احمد آباد
 ۴۳۔ مولانا محمد سجاد صاحب جوپوری مدرسہ دارالعلوم سکرا میر اعظم گڑھ
 ۴۴۔ مولانا محمد فی الدینی صاحب مخزن العلوم دارانگر

- ۴۵ - جناب ہہتم صاحب مدرسہ احمد العلوم خاںپور (سہارنپور)
- ۴۶ - عبدالرؤف صاحب محلہ نعت اللہ شاہ کی زیارت مسجد بنپور ضلع بجنور
- ۴۷ - مولانا محمد قربان صاحب اسعدی سسوی بدر العلوم گڑھی دولت دایا کاندھلہ
- ۴۸ - مولانا سکندر علی صاحب مظاہری مدرسہ زینت العلوم بنکی ڈاکھانہ کوٹریا گوندہ
- ۴۹ - ہہتم صاحب مدرسہ نافع العلوم کوزانہ ڈاکھانہ گڑھی ضلع میرٹھ
- ۵۰ - محمد علی صاحب سلطانپوری محلہ بانس منڈی ۶۹ شہر کانپور
- ۵۱ - مولانا محمد یوسف صاحب بستوی جامعہ عربیہ خیر العلوم شہر بستی
- ۵۲ - مولانا سید محمد عبداللہ صاحب سندیلہ
- ۵۳ - مولانا عابد صاحب اسعدی بھائی ٹولہ پھانی ہردوتی
- ۵۴ - مولانا محمد شفیع صاحب مدرسہ مہمدیہ بند و قیپیاں دھاک پور ضلع بجنور
- ۵۵ - مولانا زبیر احمد صاحب میواتی مدرسہ عالیہ فیضپوری دہلی ۷
- ۵۶ - نفیس احمد صاحب کالی باڑی بریلی
- ۵۷ - مولانا قمر الزماں صاحب مدرسہ بیت المصطفیٰ الہ آباد
- ۵۸ - مولانا حکیم انبہام اللہ صاحب النورہ ہاؤس علیگڑھ
- ۵۹ - حکیم کلیم اللہ صاحب النورہ ہاؤس علی گڑھ
- ۶۰ - مولانا عبدالرحیم صاحب بیت پوری مدرسہ حسینیہ قاسم العلوم پہاڑی دروازہ
دھام پور ضلع بجنور
- ۶۱ - مولانا کفایت اللہ صاحب پالن پور گجرات
- ۶۲ - مولانا عبدالاحد صاحب استاد حدیث دار العلوم دیوبند ضلع سہارنپور
- ۶۳ - مولانا ضیاء الدین صاحب مظاہری بھاؤ نگر گجرات
- ۶۴ - ڈی۔ اے اسماعیل ناظم جامعہ اسلامیہ بھکلی
- ۶۵ - محمد اسلام صاحب بازار گڈری امرہ ضلع مراد آباد
- ۶۶ - مولانا نجیب صاحب انجمن اذکار ادب سمریادان بازار ضلع بستی
- ۶۷ - مولانا محمد حیدر صاحب انجمن ذمی العلوم ڈیلورہ پوسٹ کھنڈہ گرام
ضلع میرٹھ منتری بنگال

۶۸- جناب مولانا یعقوب صدیقی دہلوی

۶۹- جناب " باب الدین جامعہ عربیہ مقبوضہ فہرست

۷۰- " احمد لولات صاحب گجراتی در پتہ نہیں لکھا

۷۱- " محمد دین صاحب

۷۲- " محمد افضل صاحب بہار

۷۳- " عبدالوہاب صاحب

۷۴- " بشیر احمد صاحب ہجپارٹی

۷۵- " عبداللہ صاحب آسامی

۷۶- " مولانا نعیم الدین صاحب لطیفی نظامہری بستی

۷۷- " محمد عسیر صاحب ششہ

۷۸- " محفوظ الرحمن صاحب

۷۹- " مولانا کبیر نظامہری

۸۰- " محمد عبید اللہ الاسعدی

۸۱- " غلام نبی صاحب

۸۲- " غلامت اللہ صاحب

۸۳- " حافظ محمد الطیر صاحب امانت پورہ مراد آباد

۸۴- " اشفاق حسن مہنڈورہ

۸۵- " مولانا نسیم اللہ نظامہری مدرسہ حفظ القرآن پربتاپ گڑھ

۸۶- " مولانا منصور احمد نظامہری مولانا عبدالکریم نظامہری مدرسہ اسلامیہ عربیہ

بنکی سکاؤں ضلع بستی

۸۷- " مولانا اظہار الحق صاحب مدرسہ شرف العلوم کنہواں دایا پر بہارہ سیتا روضی

۸۸- " محمد ولی صاحب رنگون برہا ٹیلیگرام

۸۹- " صدر مدرس مدرسہ اندامیہ حفظ العلوم چاندنی چوک دہلی ۶ ٹیلیگرام

۹۰- " یوسف صاحب اسعدی رنگون برہا

۹۱- " عبدالرزاق صاحب کمٹھیار (بہار)

- ۹۲ — جناب مولانا قاری صدیق احمد صاحب (اطلاع تشریف آوری) ٹیکلی
 ۹۳ — مولانا محمود ماسا صاحب رنگون برما
 ۹۴ — ضیاء اللہ صاحب واسکوڈی گنما گوا
 ۹۵ — دارالعلوم فاروقیہ کاکوری لکھنؤ

خلاصہ مضامین مکتوبہ

ان جملہ مراسلات میں اختصار کے پیش نظر جنکی فہرست نقل کی گئی ہے حضرت والا کی وفات حشر آیات پر اظہار رنج و غم، تسلی و تعزیت، ایصالِ ثواب کا اہتمام، حضرت کی شفقتوں اور مہربانیوں کا تذکرہ ہے، ہر مراسلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا کو منزلِ اُردیہ ساتھ بہت خصوصی تعلق تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو حق تعالیٰ نے یہ اخلاقی کمال عطا فرمایا تھا کہ ہر تعلق یہ سمجھتا تھا کہ حضرت والا کو میرے ساتھ سب سے زیادہ محبت و تعلق ہے۔ اور حقیقت یہ ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قلب مبارک میں ہر امتی سے والہانہ محبت تھی بلکہ اغیار سے بھی وہ تواضع، مدارات اور ایسے بلند اخلاق سے پیش آتے تھے کہ ہر ملاقاتی آپ کی ذاتِ گرامی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا۔ اور یہ زبان حال سے یہ کہتا ہوا رخصت ہوتا تھا۔

بہت دل خوش ہوا حالی سے مل کر :۔ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں۔
 آپ کے استاذ محترم آپ کے پہلے ناظم اعلیٰ و محدث منظرِ علوم سہیاب پور شیخ الاسلام حضرت مولانا حافظ سید عبداللطیف صاحب نور اللہ مرقدہ میں بھی یہ صفت بہت نمایاں تھی اور حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جہاں منظرِ علوم کے مسندِ نظامت کو بابتیازی خصوصیت سے عطا فرمائی ہے کہ روزِ اول سے آج تک مجاہد اللہ اسپر اصحابِ علم و فضل، نقیبہ دوراں، اور عداقی اور بلند اخلاق ہستیاں جلوہ فرما رہی ہیں۔

شبیم احمد غازی مظاہر

تحتی منطوبات

(اشکائے محبت و گہرائے عقیدت)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی وفاتِ حشر آیات سے متاثر ہو کر بہت شہر اکرام نے زبانِ شعر میں تعزیت اور اظہارِ محبت و عقیدت کیا ہے نیز اپنی منظومات میں حضرت والا کے اوصاف و کمالات بیان فرماتے ہیں بعض حضرات شہر اکرام کا کلام بہت اخبارات و رسائل میں بھی چھپ چکا ہے۔ بلا اہتمام ہمیں جو کلام دستیاب ہو سکا۔ اس میں منتخب منظومات کو اس عنوان کے تحت ہم درج کر رہے ہیں۔ مندرجہ منظومات میں بھی اختصار و انتخاب اور جزوی ترسیمات سے کام لیا گیا ہے چونکہ جملہ اشعار میں اظہارِ محبت و عقیدت تعزیت اور بیان اوصاف ملحوظ ہے۔ اس لئے اگر بعض اشعار فنی معیار پر پورے نہ اترتے ہوں تو حضرات ناقدین درگزر و صرف نظر فرمائیں جن حضرات کا کلام اس مقام پر مندراج نہیں ہے یا تو وہ ہم تک نہیں پہنچ سکا یا انگریزی وغیرہ ایسی زبانوں میں تھا جن سے ہم ناواقف ہیں یا پھر فنی معیار سے بہت زائد گرا ہوا تھا۔ اس لئے ہم ان سب حضرات سے معذرت خواہ اور زحمت فرمائی و اظہارِ محبت کے تہ دل سے شکر گزار ہیں۔ اور جزوی ترسیم کی جرات بے جا کی بھی معافی چاہتے ہیں۔ اگر بعد میں کسی صاحبِ کامیاری کلام موصول ہوگا تو انشاء اللہ اس کو دوسری اشاعت میں شامل کر لیا جائے گا۔

نقطہ

شیخ اعجازی غازیہ مظاہری

الرشاء

من فضيلة الشيخ اظهر حسين مد ظلك املد سرى بجامعه
مظاهير علوم بسمها رنفور

صبر تر حل والزمان جفاني
وشوى كبود ابا لجوى وجوانها
واذا ب اجساما رزلزل مهجها
واناخ خطب موجه ومجير
وعظيم كرب قد بدى الخليفة
وبكاهها وعويلها متسللا
لرحيل اسعد ماجد متوسر
ثقة صدوق مسند ومحدث
متكلم ومناظر ومحقق
واهالك من عالم ومجدد
زيجانة الارباب والاشراق
بحر الفصاحة ماله من سحر
فى النظر والانشاء فى مرتبة
وكلامه عذب رشيق معجب
وامام فلسفة ومبدع منطق
نرد تفرد فى الزمان دلالية
فاق الزمان تفقها وتدبرا
فطن تظنيه طليعة عينه
بحاجة علامة متصوف
قصبات سبق حاز فى ارشاده
وبريه قد عضنى وبراني
وعلى بنار الهجر كل جان
ودم القلوب اراق من اجفان
لذوى الحى ومهيج الاحزان
وتمليل متوقد النيران
ونزفيرا ونياحة الاكوان
ظل الاله سلالته الاعيان
حاشى الحديث مفسر القرآن
يا قى بتحقيق كعقد جمان
للمعالم الاسلام والايمان
كل العلوم لى جلاله شان
حبر انبلاغة ماله من ثاني
واجل ابداعا من الاقران
يجوى بدع محاسن ومعاني
ولديده وسطاليس كالصبيان
ولوية ومعارف اليونان
بالبحث والتحقيق والامعان
فمغيب انظار له كميان
بدى لنا المعارف كامل الابحان
نصدي دين هاتم حيران

في الدين والشرع الملتزم مقامة
 سياق غايات الهداية والتقى
 مجاهدات ومصلحة
 بالعروة الوثقى تمسك دائما
 قطب الولاية لا يرام جنبه
 بركاته محسوسة وفيوضه
 ويصرف همته يوشح زائرا
 ويخلف الدنيا ويحبها سدى
 وله بذات الحق جل جلاله
 قد نالها في ظل اشرف امية
 في نشر دين الله عاش مجاهدا
 ومذكرا ومصفيا ومدرسنا
 سهل العريكة لين في طبعه
 ثبت الجنان رحيب صدر باسل
 ومع الاقارب والاجانب والعدى
 شمس المعالي حاذ كل فضيلة
 امضى اذ حياة موافقا لشريعة
 مثل الصحابة خلقه وفناءه
 فارحمه يا رب الورى كرماله
 واحفظه عن فتن القبور وشرها
 واجعل مقال الصدق ومصوغ آية

بين الخصوم مسلمة البرهان
 قطاع كل حياكل الشيطان
 ومزيج كل الشرك والطفيان
 وبسته المختار من عدنان
 غوث الافاسم منبع العرفان
 عمت وجلت عن صريح بيان
 فيؤوب مشتاقا الى الرحمن
 ليفوز كل الفوز بالرضوان
 صلة اخص ونسبة وتداني
 اشرف على كالسحب في الفيضان
 بتكيد الاسراء والحد شان
 يهدي الى الخيرات والامعان
 صعب القياد لكل ذي عدوان
 مثل المهرزبر مروع الشجعان
 متعاشر كمتاشر الاخوان
 بدر الهدى قد زان كل مغاني
 وطريقة ولقتضى الايمان
 في حب احمد ياله من شان
 واعف الخطايا عنه بالفقران
 وارضهم له الدارجات بالامعان
 الشيخ اسعد في لطيف جنان

گفتہ آید در حدیث دیگران

الامان از برقی ناز یہائے چرخ چنبریں
جائے عبرت باشد این آشوب گاہ پرفتن
فخر ارباب سلف، سرمایہ ناز خلف
حق پرست و حق پذیر و حق پرده و حق شوق
شاغل ذکر و نماز و عایل حج و زکوٰۃ
خوش مذاق و خوش بیان و خوش خصال و خوش حال
دلربا بے دربان و چارہ بے چارگان
از در گنجش از اعلیٰ چوں ادانی بہرہ یاب
ناگہاں زد کوس رحلت شو گذارِ آخرت
چشم حق بینش نیفکندے نظر جز شوکت حق
خواند در پیش خودش تا مورد رحمت کند
ترشہ ترشد از فراقش روز روشن و جو شب
مہر و مہیلے نور گشت دجان و دلہا بے سر در
وائے صمت ناز بردارم ز دنیا رفت و من
بدترم از مردگان اما نمی میرسم از ان
ہر نفس در سینہ از پرمرد گہائے دلم
دست زن در دامن رحمت با خلاص نیاز

نقش کن از خامہ حشر سر لوح مہزار
خوابگاہ حاجی اسلام و شاہ عمار نیس

(ماخوذ)

الحفیظ از منت کہ ساز یہائے این آفت کیس
چشم بکشاؤ دے نیزنگ دنیا را بہ بین
افتخار ادلیں و اعتبار آخرت
حق شناس و حق پسند و حق نواز و حق گزین
پیر و شرع حبیب خاص رب العالمین
خوشخط و خوش گوئے و خوش گفتار و خوش رو و حسین
یہاں پر در، مکار و دست و غنچہ ہر جنس
اغنیاء از خرمش ہم چو گردایاں خوشہ چیں
ذوق دیں میداشت از دنیا برافشاں آیتیں
حق چوں اورا اشتغل باخوشتن دید این چنین
حق پرستی روح اورا برد تا عرش بریں
شد سیہ پوش از دامنش ہر کہین و ہر ہبیں
آسمان شد پر غبار و خاک بر سر زد زمیں
زندانم اندر صف ماتم ز سنا یا غمیں
رہ نمی یابد اجل سوئے من اندر بگیوں
نی کشد تصویر پر حشر چون نگاہ واپس
نادید جاتے بزرگش حق بہ فردوس بریں

تھے جن کی راہی گئے سو بھگت سارے

منزل قلمی

نسیب احمد غازی مظاہر

تھے اسعد جہاں کے لئے ایک نعمت
بہارِ شریعت، نگارِ طریقت
وہ مہرِ دلایت، وہ بخیم ہدایت
مروت میں یکتا، شجاعت میں پختہ
وہ پاکیزہ صورت تھے، پاکیزہ سیر
رہے عاشقِ حق، محمد کے شیدا
تھی ذات انکی جو پیکرِ درع و تقویٰ
وہ رخصت کو نعمت سمجھتے تھے لیکن
علومِ نبوت، شریعت، طریقت
نظمِ حیات ان کا غسازی بناؤں
نہ دنیا سے اُن کو سروکار کچھ تھا
وہ شیرِ خدا، مردِ میدانِ حق تھے
وہ جانِ بہارِ ان باغِ سعادت
رہے تاجِ دُر، بہارِ نظمِ کابر
منور تھے انوارِ اشرفِ علی سے
خلیلِ محدث کے وہ جانشین تھے
منور کیا ہے جہاں کو اُسی سے
علوم و فنون ان کو از بر تھے سارے
ہمکے وقت تدبیر و اصلاحِ امت،
ندامت ہوتی اور نہ ہے اشکِ توبہ
مقابل جو اُن کے ہوا اہلِ باطنِ علی

سراہلِ ایماں پہ تھے ظہرِ رحمت
نگہبانِ دنگِ کمرِ انِ قصرِ حقیقت
سراپا تھے حلم و وقار و محبت
فصاحت میں شستہ، اہامِ بلاغت
فرشتہ صفت تھے وہ انسانِ صورت
تھا طرزِ حیات، اتباعِ شریعت
جہنِ حسیں پہ تھے انوارِ سنت
سدا کرتے تھے اہتمامِ عزیمت
عبادت، ریاضت، قناعت کی عادت
بس احیائے اسلام و احیائے سنت
شب و روز کا مشغلہ دین کی خدمت
ہوئی اُن سے تائیدِ حق و صداقت
سراپا سعادت، گلستاں کی زینت
بصدِ احترام و بصدِ جاہ و خدمت
طریقت میں اُن کے خلیفہ بیعت
علومِ نبوت میں یکتا تھے حضرت
جو بھٹانہ بھون سے بلا نورِ حکمت
تھے مرغوبِ لیکن علومِ نبوت
ہمکے وقت دردِ غم و فکر ملنے
جو حضرت نے کی عاصیوں کو نصیحت
اٹھائی پڑی بر ملا اس کو ذلت

رہی ان کے اعدا کی قسمت ہزیمت
تھے جنت کے راہی گئے سوئے جنت
عطا کر انھیں اے خدا طہ رحمت
طفیل شبہ تاجدار بنو ت
ملے ان کو یارب مقام امامت
ہو غازی بھی مقبول بندوں میں شامل
الہی عنایت ، الہی عنایت

کیا گھر ہوں کو ہمیشہ نگوں سر
مشقت اٹھا کر گئے سوئے راحت
میں مغفرت اور عنایت کے تحفہ
بنے ان کا فردوس اعلیٰ ٹھکانہ
بنے ہر خلف اُن کا سچا نمونہ

اشکِ ہوا کی عقیدت

جناب شوق مانوی

اشک آنکھوں میں سرِ فحل نہ روکا جاسکا
مستقل بر سے گا دل پر ابرِ غم چھایا ہوا
دنیا دُعبنی کی منزل کا پتہ ہم کو ملا
شفقتیں دہ جن سے کم ہو منزلوں کا فاصلہ
جانبِ منزل پلٹ آئے قدم بہکا ہوا
اللہ اللہ یوں دکھانا رہ نہائی کی ادا
بے کہے سمجھے مرا غم بھی ملا دابھی کیا
آخر ہسکو کیا کہوں روشن ضمیری کے سوا
پھر کھنڈے دل سے مسلسل لطف فرمایا گیا
جگر گاتے راستوں پر اب اندھیرا تھا گیا
اے مرزدوقِ تجس پھر وہی جلوہ دکھا
موت کی آندھی سنے بھتی ہی نہیں سماعِ وفا
تا ابد جس سے ملے حسنِ عقیدت کو ضیاء
اُس کی صوابی کا تھا انداز ہر اک سے جدا
ہے وہی ساتی وہی دریا دلی کا سلسلہ

سچی ضبطِ غم ہوئی ناکام اے دل کیا ہوا
سوئے فرقت جاں گسل ہے ہر ممکن ہی نہیں
دارِ فرقت وہ بھی کس کا جکی صحبت کے طفیل
ہر قدم پر راہ میں تھیں ساتھ جکی شفقتیں
رہ نہائی دین و دنیا کی مگر اس شان سے
یہ نظر رکھنا نکاہیں تک نہ بہکیں راہ میں
میں جو لے آیا کبھی دل میں تمتا کی چھین
کہنے سے پہلے سمجھ لینا ہمیشہ دل کی بات
ذوقِ عرفان الہی میرے دل کو بخش کر
ناگہاں شمعِ ہدایت آنکھ سے اوجھل ہوئی
غم کے ان تازہ اندھیروں میں گھٹا جاتا ہوا
در بدر کیوں بجائیے میرا عقیدہ تو یہ ہے
وہ تو دنیا کے تصوف کا تھا ایک آفتاب
ابھرے ہیں سورج تو لاکھوں آسمانِ علم پر
کیوں سمجھے فحلِ زنداں کو اب بھڑی ہوئی

آج پردہ میں ہے ساقی اور کل بے پردہ تھا
ہے خیال اتنا ہی اب بھی خاطر اجباب کا
دامنی اپنا تعلق، دامنی ان کی عطر
کل بن آنکھوں کا مقدّر آپ کا جلوہ رہا
اب وہ جلوہ گاہ سے محروم نظارہ چلا
جسکا نظارہ حیات و موت کا تھا آسرا
شوق اپنے دل میں غم کا بیکراں طوفاں لے

بیکدہ تو جوں کا توں ہے صرف اتنا فرق ہے
چھپ گیا نظردگ بن وصف وضع داری ہے وہی
میں یہ کیوں سمجھوں اجل نے رخنہ ڈالا ہے کوئی
مل گئی ہیں پھر بھی ان آنکھوں کو شش انشائیاں
عصر ہی سے آپ کو رہتا تھا جس کا انتظار
دھونڈنے آتا ہوں اب شہر خوشاں نکلا
رود رہا تھا نہ بیت رشد پہ میں بیٹھا ہوا

غیب سے آئی ندایہ مصرعہ تاریخ سن
اسد اللہ کیلئے آتا ہے مژدہ خلید کا
۱۳۹۹ھ

حضرت صادق بستوی

اللہ والا، آدمی سادہ

نظم غیر منقوط

ہوئے وہ راہی بلک عدم معلوم ہے ہم کو
رہا ہے وہ علوم احمد مرسل کا مودائی
رہا وہ اس طرح موسم اس اہم گرافی سے
سلوک عمدہ رہا ہر دور اس کا علم والوں سے
رہا وہ اک دلی، اللہ والا، آدمی سادہ
رہا اور ع، امام علم وہ اعصا عالم کا
دعا ہے "ص" کی اللہ سے، سرور وہ رکھے
سرور آسا جو آدمی سے اسے سمجھو وہ رکھے

وصال اسد اللہ سے آئم ہے سارے عالم کو
رہا کوہ گراں علم و عمل کا، علم کا داعی
رہا معمور ساری عمر اسعد سعد کامی سے
رہا ہر لمحہ اس کا واسطہ علمی اداروں سے
رہا وہ عمر ساری درس لکھی کا دلدادہ
رہا وہ گوہر علم و عمل امصار عالم کا
دعا ہے "ص" کی اللہ سے، سرور وہ رکھے
سرور آسا جو آدمی سے اسے سمجھو وہ رکھے

حضرت شاگرد اسعدی

چراغ الہی

کون سا قول ترا تھا جو حکیمانہ نہ تھا
کون سا انداز ترا جو حبیبانہ نہ تھا

کون سا خلق ترا تھا جو کریمانہ نہ تھا
کون سا طرز ترا تھا جو شریفانہ نہ تھا

ب یہ دل موردِ الطافِ کریمانہ نہ تھا
پیاں لکا ذوقِ تھامت کش پیمانہ نہ تھا
باں مگر مجھ میں کبھی جذبہ زندانہ نہ تھا
آپے دی تھی تسلی مجھے گہرا نا نہ تھا
بخدا مجھ سے خفا جلوت مولانا نہ تھا
اس میں تھی روحِ شمس جذبہ پروانہ نہ تھا
جاں جمشید سے کچھ کم مرا ہیمانہ نہ تھا
مرا معورۂ دل کوئی سید خانہ نہ تھا

تو نے دیکھا ہی نہیں حضرت اسعد کا جمال
ورنہ ناصح ترا شا کر کوئی دیوانہ نہ تھا

کب نہیں میری خطاؤں پر ہونی چشمِ کرم
ہے تری نرگسِ رعنا کا تصور کا فی
ساقیا بزمِ تری تھی مئے گلگون سے بھری
اپنی محرومی قسمت پہ تھا گریاں شبِ ہجر
بے سبب اے دلِ ناداں نہ ہو دشتِ کاشکا
جو نہیں ہوتا تھا تیرے رخِ روشن پرشار
جب صہبائے محبت سے یہ شر رہا
تیری یادوں کے چراغوں سے نور تھا یہ دل

جناب رشید بسطوی

شاہکارِ بے بہا جاتا رہا

مطلع نورِ سحر، اک رہنما جاتا رہا
علم و فن کا شاہکار بے بہا جاتا رہا
وہ منظرِ آبر کا مقدس آسرا جاتا رہا
وہ محدث، وہ ولی با صفا جاتا رہا
آہ اک مردِ مجاہد، بے ریا جاتا رہا
آہ وہ اک مخزنِ جود و سخا جاتا رہا
قومِ دلت کا سرورِ دل کش جاتا رہا
رونقِ بزمِ جنِ وہ دل رما جاتا رہا

ہر طعنے غم کی گھٹا چھائی ہوئی ہے اے رشید
کائناتِ علم و فن کا پیشوا جاتا رہا

اسعد اللہ کیا گئے اک پار سا جاتا رہا
مخزنِ علم و ادب، مردِ خدا جاتا رہا
تھا منظرِ آبر کا جن سسز جن کی ذات سے
منغلہ جس کی رہا تعلیمِ قرآن و حدیث
اک فقیرِ وقتِ رخصت ہو گیا دنیا سے آہ
بادیِ اکرم کے مہمانوں کا انگرہاں ادا کر
فلسفی، شاعر، صحافی اور اک ماہرِ ادب
جس کے دم سے تھی دو بالانیتِ بزمِ جن

بیادِ حضرت اسعدؓ

ہم کو لانا عبید اللہ بن مسعودؓ

بے رونق شمع، شبستان ہنر دیکھ
ہم دم مرے بے کیف عبا، بادِ سحر دیکھ
خاموش فضا، رکتی ہوا، بذلا قمر دیکھ
مد ہوش فضا، اجرِ اچن روتا سحر دیکھ
اُبڑا ہوا دنیا سے حُب کا نگر دیکھ

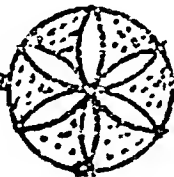
جو شعلہ آوارِ منطاب تھا ابھی تک
جو سوزِ سرورِ ابرارِ منطاب تھا ابھی تک
جو ذائقِ اسرارِ منطاب تھا ابھی تک
جو پیکرِ ایشاؓ منطاب تھا ابھی تک
اللہ کے گھر میں وہ اللہ کا گھر دیکھ

الفاظ و معانی کے خم و پیچ کا ماہر
پاکیزہ خیالات و کرامات کا شاعر
تھا وہ بخدا واقفِ نینرنگِ منطاب
تاریخ و ادب، اور تفاسیر کا ماہر
ان ہوش ربا سارے مناظر کو نظر دیکھ

اے نکبت گلہا سے عقیدت ترے قرباں
اے جن کی معرفت ہے حقیقت ترے قرباں
اے راہِ پیر راہِ طریقت ترے قرباں
اے پیکرِ اخلاص و حقیقت ترے قرباں
اللہ کے لئے میری طرفِ دقتِ سحر دیکھ

تصویرِ تری حسن کا آئینہ بنی ہے
کردار کے ماننے نہیں اور کوئی نہیں
گفتارِ تری جیسے کہ ساعزین دھلے
اخلاصِ سرا، میرا ترانہ ہے مری لے
کس بجایہ مجھے لائی میری راہِ گمراہی دیکھ

اے میری تمنا کے افق اور اُجائے
اے بیستریاں ہوں مبارک ترے ہائے
دل ہے کہ نہیں آج سنبھلتا ہے سہما
دنیا سے رہے ہیں ترے اندازِ نرا لے
چلی آ اے حبیبِ اپنی عقیدت کے گھر دیکھ



جناب ماجدِ اسلامی

یادِ اسعد

علم و دانش کے سمندرِ ادیب سے تھے امام
یاد کرتا ہے مگر اب تک منظرِ ہر کانظرِ امام
پیکرِ روحانیت تھے نیک خو تھے نیک نام
خلق کی ہوگی زبان اور آپ کا ذکرِ دوام
حشرِ نکِ باقی رہے گا آپ کا یہ نیک نام
خدا دے صدقے جائیں دیکھ کر اعلیٰ مقام
ساقیانِ میکدہ کو بھی دیا بھر بھر کے جام
آسمانِ علم و فن کے ہر تاباں ساہِ تام

رہنمائے قوم و ملت، آگہی کے تھے پیام
دارِ فانی سے گئے کرب کے سوئے خلدِ بریں
ناز تھا جس پر جہاں کو وہ مفسر وہ فقیہ
اہلِ عالم یاد فرمائیں گے اسعدِ آپ کو
عندِ لیبانِ منظرِ ہر یوں رہیں گے نغمہ زن
اہلِ عالم نے نوا دی ہے عقیدت کی جبین
نشکانِ شوق کو مختارِ سارِ بے خودی
جسکی ذاتِ پاک پر نازاں ہے خورشیدِ سحر

زیرِ رحمتِ آج بھی آباد ہے جن کا مزار
بچھو ماجدِ تم بھی اُن کی روحِ اقدس پر سلام



جناب واصف نظامی طاہر پوری

جا چکا اب سوئے گلزارِ جناس
سونا سونا سا ہے سارا گلستاں
طالبانِ علم دیں ہیں توجہ خواں
اور خلیلِ احمد کی وہ روح رواں
شاعرِ بے مثل اک جادوِ بسیاں
موت اک عالم کی ہے مرگِ جہاں
امتِ برسل بہت ہے خستہ جاں
مرقدِ حضرت پہ کر دے سائبان
جنتِ الفردوس میں اعلیٰ مکاں
ساتھ دھندلایا ہے حسن و ملاں

اے منظرِ ہر آہ تیرا باغباں
ابرِ غم چھایا ہوا ہے ہر طرف
عالمِ ان دیں بہت مغموم ہیں
یادگارِ شاہِ اشرف، تھا نوازی
عالم و فاضل، مناظر اور ادیب
یہ حقیقت کا ہے روشن آئینہ
رحم کر یارب ہمارے حال پر
اپنی رحمت کا الہ العزیز المبین
فضل سے مرحوم کو کر دے عطیہ
جون ایس سوانسی کا یہ سال

قطعات

۱۔ از محمد اسلام انجم سہارنپوری
 ہو گیا ہے آج دنیا کی نگاہوں سے غروب
 بھٹ گئے اہل جہاں کے سرواہوں کے قلوب
 مصدر فیض و ہدایت مشعل علم و عمل
 حق عطا فرمائے ہو آپ کا تحم انبدلی
 اک درخندہ ستارہ آسانِ علم کا
 محفلِ علم و عمل میں چھا گئیں تاریکیاں
 آپ کی ذات گرامی تھی جہاں کے واسطے
 دلوں روئیں گے اہل دل یقیناً آپ کو

قطعات

سوارا شہبِ دوراں، وجیدہ عمر تھے اسعد
 سبق آموز ملت کیلئے تھی زندگی ان کے
 ادب بہر ادب " کے قول سے نسبت نہ رکھتے تھے
 برائے زندگانی تھی شگفتہ شاعری ان کی

شعاعِ سنت و توحید کا دل میں اجالا تھا
 دعا یہ ہے کہ اُن کی قبر کو پُر نور کر یارب
 اباغ کو شروتینیم کی مستی عطا کر دے
 بہارِ گلشنِ فردوس سے سرو در کر یارب

قطعات

جناب پروفیسر اختر علی

در حقیقت ایک دھوکہ ہے غروبِ آفتاب

اک جہاں سے چھپ کے روشن کرتا ہے دیگر جہاں
 ایسے ہی دنیا سے جاتا ہے ہر اک روشن ضمیر

کل تو زینت تھا ماکاں کی آج حسنِ لامکان

جسمِ خاکی آپ کا گو آج ہم پاتے نہیں
 زندگی میں ہر قدم پر رہنمائی کے لئے
 روحِ اقدس پھر بھی ہم پاتے ہیں ہر دم ساتھ ساتھ
 خضرِ منزل کی طرح ہے آپ کا غم ساتھ ساتھ

اک مناظر، اک مفکر، اک محدث، اک ادیب
 شکل میں انسان کی اک علم کا دریا تھے آپ
 علم کتنے ہی سگر سب پر مسکلی دسترس
 چاہیے چشمِ بھیرت دیکھنے کو، کیا تھے آپ

علم کی دنیا تھی جس کے دم قدم سے فیضیاب
 اور عمل کی شاہراہوں پر تھا مثلِ مانتاب
 جسکی ضور سے روشنی تھی دور تک آفاق میں
 چھپ گیا ہے اب نظر سے علم کا وہ آفتاب

عالمِ عالی مقام
 جناب طفیلِ اسدِ سہا بنو ی

پوچھا جو میں نے حضرت اسد کہاں گئے آواز آئی جانبِ دارِ جنان گئے
 وہ مستجابِ درگاہِ ربِّ جہاں گئے لیکن وہ اس جہاں بہت کامراں گئے
 سائے میں ہوں گے عرش کے یومِ صلب میں
 اے کاش ہم بھی ساتھ ہوں حق کی جناب میں
 عارف تھے اور عالمِ عالی مقام تھے فخرِ محمدین، ادب کے امام تھے
 اہلِ کرم تھے چشمہ فیضانِ عالم تھے پروردگارِ دلی خدائے انام تھے
 صحت و مرغش میں، سفر و حضر میں ہر جگہ
 ہر حال میں امام کی کرتے تھے اقتدا
 لاہور اک زمانے میں غمِ دم و مہربان
 دے کر کے امتحان ہوئے ممدوحہ کا مراں
 دینے گئے تھے مولوی، فاضل کا امتحان
 خوش ہو رہے تھے اہلِ تعلق بقلبِ جاں
 وہ امتحان میں ممتاز و اولیں رہے
 پھر کچھ زمانہ آپ وہیں پر یکیں رہے

حکامِ قابلیتِ حضرت کو دیکھ کر خوشنود و شاد ہوئے ان اس قدر
 کہنے لگے یہیں پہ رہیں آپ بے ضرر خدمت سے آپ کی ہمیں ہوگانہ کچھ مفر
 خدام بھی ملیں گے یہاں جو کیڈار بھی
 تنخواہ خوب، ساتھ میں کوٹھی بھی کار بھی
 حضرت نے عذر کر دیا باعز و انکار کہ میں مدرسہ کا ہوں پابند ذمہ دار
 لائق نہیں ہوں کوٹھیوں، کاروں کے زینہار نہاں نوازیوں کی جسرا بخشنے کر دکار
 لائق نہیں ہوں عہدوں کا نہ ان کا ہے شعور
 یہ عرض کر دیا ہے کہ اطلبار بھٹا ضرور
 خادمِ حکیم امتِ نفعانہ بھون کا ہوں اک فرد ان کی لطف نزا انجمن کا ہوں
 بیکار پھول ہوں مگر اچھے چمن کا ہوں استاذ میں بھی مدرسہ علم و فن کا ہوں
 اب طالبانِ علم کے رہ کر مجھوم میں
 گزرے گی ساری عمر منطابِ علوم میں
 حامل تھے خوبیوں کے مناظر تھے دہر کے اونچا مقام رکھتے تھے شاعر تھے دہر کے
 گوشہ نشین اول و آخر تھے دہر کے شب زندہ دار یاد اکابر تھے دہر کے
 تنہا بہارے عارف و عابد چلے گئے
 خوش خلق و خوش مزاج مجاہد چلے گئے
 میت کے ساتھ بندے خدا کے تھے بے شمار ہاتھوں کا چار پائی سے لگنا تو درکنار
 پاؤں سڑک پہ رکھنا نہ جاتا تھا زینہار فوجوری سے ہجوم پہنچا نہ تا مزار
 صورت دباں پہنچنے کی تدبیر میں نہ تھی
 مٹی بھی بد نصیب کی تقدیر میں نہ تھی
 شاہ محمد اللہ، جو حضرت کے ہیں پسر مابہر علوم ہیں اور ملت کے راہبر
 قاری گورا آج ہیں منصب بلند پر یہ التفاتِ حضرت والا کا ہے اثر
 جو ہیں حجاز خاص شہ صدیقی رہ جہیں
 ہیں حاملِ تقویٰ و احسانِ شرع و دین

ذی جاہ و ذی شرف ہیں جو عالمی ایاز ہیں وضع میں خوب تر ہیں اور قد آور حسین
ہمدرد، جاں نثار و وفادار بالیقین اسلئے ہیں اقربا میں بہت ہی عزیز تر ہیں

حضرت کے جو عزیز ہیں اور رشتہ دار ہیں
خوش خلق و خوش نصیب ہیں اور در در ہیں

دنیل سے جیف حضرت اسعد چلے گئے الشد رے وہ صاحب مسند چلے گئے
وہ تھے جہاں میں وارث احمد چلے گئے دل میں چھپائے عشق محمد چلے گئے
کس سے کرے طفیل حزیں اپنے غم کی بات سنا نہیں ہے کوئی بھی رنج و الم کی بات

نکال دے جناب نظیر سہا پوری

مرحباً صد مرحباناز و ظن فخر جہاں آفریں صد آفریں اکروح فردوسِ ثریاں
مرحباً صد مرحبائے علم کے ماہ میں آفریں صد آفریں اکدیں کے مہرِ ضوفاں
مرحباً صد مرحبائے عالم احکام حق آفریں صد آفریں اکواعظِ سحر البیاض
مرحباً صد مرحبائے پر تو اجملال حق آفریں صد آفریں عکسِ جمال لامکاں
مرحباً صد مرحبائے ناظمِ عالی لقب آفریں صد آفریں گلزارِ دیں کے یاسباں
مرحباً صد مرحبائے فہم و فراست کے منار آفریں صد آفریں اے حکم کے کوہِ گراں
مرحباً صد مرحبائے خسرو و شہزاداب آفریں صد آفریں اے باقدِ نطق و زباں
مرحباً صد مرحبائے آسودہ خوابِ عدم آفریں صد آفریں اے رونقِ فقر و زیاں

اے نظیر دل شکستہ صبر سے اب کام لے
اب نہ جاری ہوں تری آنکھوں سے یہ اشک رواں



جناب وجیہ الدین صاحب
وجیہ

مہر کا کے چل دیئے

گلشن بہارِ علم سے مہر کا کے چل دیئے
کتنے نکاتِ علم وہ سمجھا کے چل دیئے
بامِ عروج پہ جسے پہنچا کے چل دیئے
وہ راہِ شاعروں کو دکھانے چل دیئے
اپنے عمل سے ہم کو یہ سمجھا کے چل دیئے
یہ اسوۂ رسول بھی دکھلا کے چل دیئے
انجام دے کے اسکو اور سلجھا کے چل دیئے
دونوں کی شانِ وقت پہ دکھلا چل دیئے
رفعت پہ اپنے آپ کو پہنچا کے چل دیئے
بارشِ دلوں پہ علم کی برسائے چل دیئے
عکسِ جمالِ دونوں کا دکھلا کے چل دیئے
اپنی بساطِ لے کے وہ شرابا کے چل دیئے

مثلِ صبا وہ آئے اور آ کے چل دیئے
دنیا سے فن میں آپ کا تانی نہ تھا کوئی
شاہد ہیں بامِ دہر بھی منظرِ علوم کے
وہ شاعرِ بے مثال بحالِ سخنورِ
تو تیرے کس طرح سے بزرگوں کی ہم کریں
شفقت کا ہاتھ چھوٹوں پہ رکھا تمام عمر
باقی رہا جو کام تھا عبد اللطیف کا
دولت ملی ہوئی تھی جلالِ جمال کی
نسبت تھی تھا نوئی سے تو ہوتے نہ کیوں بلند
یوں تشنگانِ علم کو سیراب کر دیا
تو دلِ خلیل تھے ہم عصرِ زکریا
آئے بڑے بڑے جو سخنور جناب میں

آج کل کا نام وطنِ رام پور تھا
ہم کو وجیہ آپ یہ بتلا کے چل دیئے

غمر اسعد

بزمِ چمن کی آج وہ رنگیں فضا نہیں
انسوس اب وہ نعمتِ معجز نما نہیں
گم ہو گئی ہے راہ کوئی رہنما نہیں
شہرِ جرس نہیں کہیں بانگِ درا نہیں
وہ آپ کے سوا کوئی دوسرا نہیں

گلزارِ علم دفن میں اب آتی صبا نہیں
کل بزم میں تھی جس کے ترانہ کی دھوم دھماکا
طے ہو گی راہِ منزلِ مقصود کس طرح
اب کارواں سے اٹھتا ہے آہوں کا اُلو
ہو جس کا تذکرہ میری محفل میں بار بار

ہو گا کسی فلک پہ وہ خورشید جلوہ گر
کہتے ہیں آفتاب کبھی ڈوبتا نہیں
اسعد کے علم سے آج مراد ل ہے بقرار
مجھ کو شریف اور تو کچھ بھی ہوا نہیں

خدا کا نام لیتے تھے
ڈاکٹر بنو مان پر شا د
سر لیا استوا جگر بستوی

خدا کے بندے تھے اسعد خدا کا نام لیتے تھے
فرائض دین کی تعلیم کے انجام دیتے تھے
عبادت میں گزار کی زندگی اس پرورش دے
خدا کا نام لینے کا کھلا پیغام دیتے تھے
حقیقت ہے کہ ان انون کی بہبودی میں تھے کوشاں
بصلائی کا سبق دنیا کو وہ ہر کام دیتے تھے
مدبر تھے، منکر تھے، سخنور تھے، حقیقت میں
زمانے کو جگانے کا زباں سے کام لیتے تھے
جگر شعروں میں ان کے مدح پیغمبر نایاں ہے
خدا کا نام ہر لمحہ وہ صبح و شام لیتے تھے

مقام اسعد
جناب مجیب بستوی

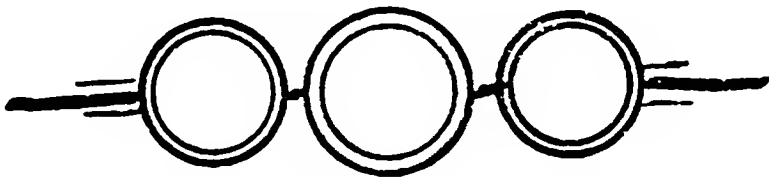
خدا ہے شاہد مری نظر میں بلند تر ہے مقام اسعد
سید ساعت یہ عمر کی ہے کہ لب پہ جاری ہے نام اسعد
علوم دین کا امام اسعد جہاں سے اب اٹھ گیا ہے
ملی ہے مجھ کو زبان اسعد ملا ہے مجھ کو کلام اسعد
سری نگاہوں میں نوردیں ہے، ہیں دلیں ایمان کی ضیاءیں
کچھ اس طرح سے عطا ہوا ہے خدا سے مجھ کو پیام اسعد

شعور آپ کی یہ زندگی ہے حیات ساری یہ آگہی ہے
 مئے محبت کا سیکدہ سے میں پی کے آیا ہوں جام اسعد
 میں پہلے بھی ان کا معتقد تھا اور آج بھی ان کا معتقد ہوں
 مجھے خوشی ہے کہ میری فضل میں آج بھی ہے نظم اسعد
 فیوض اسعد کا اللہ اللہ اثر مری کائنات میں ہے
 خلوص سے کام آ رہا ہے۔ ہے کام میں میرے کام اسعد
 میں دونوں کو اپنی زندگی کا حصول اب تک سمجھ رہا ہوں
 مجھے عنایت ہے صبح اسعد مجھے عنایت ہے شام اسعد
 خدا سے ابد منفرت ہے غفور وہ ہے رحیم وہ ہے
 مجید احسان ہے خدا کا کریم بھی ہوں اک غلام اسعد

جناب مولانا منور صاحب ستوی

تصویر

کھل گیا میرے گلستاں میں کنول اسعد کا
 آج بھی ان کی محبت کا سبق پڑھتا ہوں
 حوصلہ مجھ کو کب بہکنے کا ملا ہے ہمد
 اے مرے کار فرماست میں ہوں تجھ پر قرباں
 ہے مراد رنگ غزل رنگ غزل اسعد کا
 تذکرہ کرتا رہوں گایوں ہی کل اسعد کا
 اے مرے ذوق سفر راستہ چل اسعد کا
 تجھ میں بہت جو ہے اسعد کی تو بل اسعد کا
 کیوں نہ منسزل ترے آ آ کے قدم چومے گی
 رہبر راہ منور ہے عمل اسعد کا



اف رہنمائی کا رِوَاں جناب گفتم بستوی

باغِ نبی کے باغبان وہ اسعد اللہ محترم
 گلہاے رنگارنگ باغِ اسعدی میں بوٹا
 تغیر و فقہ، نحو و صرف فتاویٰ منطوق و فلسفہ
 زہد و ورع کے خوش چین تقویٰ طہارت کے امین
 رشد و ہدٰی کے کہکشاں وہ مہر و ماہِ امتاں
 چرخِ مظاہر کے وہ قرشبِ زہد دار و راہبر
 وہ نائبِ ختمِ الرسل وہ رہبرِ خیر السبل

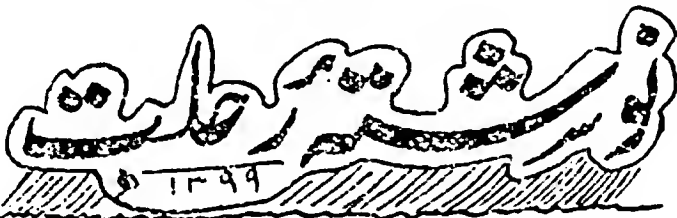
اے گمنامِ غمزدہ سنا، کچھ آبِ زر سے نام تو
 خلد بریں کے فیہاں وہ اسعد اللہ محترم

کامل استاذ علوم

مولوی عبد الباقی
 انصاری کرچی پوری

ناظمِ علمی مظاہر کے تھے جو بحرِ علوم
 عاملِ دین و شریعت یادگارِ تھا توئی
 تھے مناظر اور مقرر، شاعرِ نکتہ بیاباں
 چشمِ علم نبی کوشش سے انکی بن گیا
 حضرتِ اسعد کی برکت سے تھا خداں گنتاں
 آہِ رخصت ہو گیا وہ واعظِ شیریں بیاباں

فکر کی تاریخِ رحلت کی تو انصاری کہیا
 ہاتھ غیبی نے لکھ دیا کامل استاذِ علوم



بروفات صدیق وقت، بحرِ معلوم مع الام خلق، محسنِ عالم، سلطانِ

تقدیس مآب علامہ زمان، ہادی دین

الحاج مولانا محمد اسماعیل، اجل فاق ناظم صنادید الفقہ

نظمِ پیرشکستہ دل
۱۳۹۹ھ

آہ، آہ یہ ساخو ہے روح فرسادل شکن
اکھ گئی صد حیف وہ غنوبار شمع انجمن
نا ظلمِ اعلیٰ کی رحمت دائیہ خلائق زمین
ایسا ہادی طریقت قطب الاقطاب زمین
دل بیجویم یا پس و حرام نہ کیوں ہونہ زمین
زندگی کا ہر نفس صبر آزمائیت شکن
نالہ شب بن گیا ہے خندہ صبح چمن
چاک داماں، گلی سرمدہ یاسین و سنن
آہ بحر اشکِ خونِ دل ہوا ہے موج زن
شامِ ظلمت، خاندہ دیراں پہ سے اب خند زن
دیکھتے کب تک رہے دریائے حرام موج زن
یورشِ ظلمت سے تاریک میری انجمن
بہر کے ماردوں کی آنکھیں ہو گئیں گندہ من
دیکھ کر شرماے سیلِ نیل و سیلِ مردوزن

آگیا کیا انقلاب ناگیاں چرخ کہن
ہو گئے تاریک ایوانِ مظاہر دفعہ
گماشتہ، سستی ہوا ہے نذر طوفانِ اجل
ایسا عالم با عمل جس کا بدل امر محال
بجھگئی ہاں بجھگئی وہ شمع بزمِ انبساط
غشہ بزمِ تخیل مضطرب قلبِ حزین
لالہ زاروں کی خموشی آتشِ اردوں کا سکوت
کلیاں پتر مردہ ہیں شبنمِ مضطرب ہوا
خاک پر زرے پریشاں چرخ پر ماہ و نجوم
کیا ہوئیں آخر بیاض صبح کی رعنائیاں
ضبطِ غم دشوار ہے آساں نہیں صبر و تسلیم
شام ہی سے روشنی، مدہم شبِ غم ہے طویل
بس کہ اب اک شورِ محبوب، المبوب ہے
اللہ تاحد نظر گردِ جنازہ از مدہم سام

دے رہا ہے یوں زمانہ موندنوب درس فنا
اب تو راہ زندگی میں راہبر میں تاحیات
منفرت فرماتے آنحضرت کی بحر مصطفیٰ
صدق دل سے اب دعائے غفرت ہو رہی تھی
آپ کو اس مدفن خاکی میں آسائش ملے
آہ و نالہ جزا و حسرتاں، دیکھ کر میرے گریز

خوشنویاں جن کی ہے زباں پہ کئی سن
ناصح مشفق کے فرمودات ہی سترِ علق
قبر میں کھل جاتے بابِ خلد رب ذوالمنن
جیسے بھی ہو حکم حضرت پر رہیں ہم گامزن
ہو بردرِ حشر رحمت آپ پر سایہ نکلن
رہنا، صبراً جمیلًا بر زبانِ مرد و زن

(بہ صنعتِ نثر شیعہ)

عظمتِ اسدِ کہ یافت خود کہے سالِ ذوات
قصر میں فردوس کے ہیں چاروں جلوہ نگن،

۱۳۹۹ھ

رسالہ ذکرِ اہلِ بیت

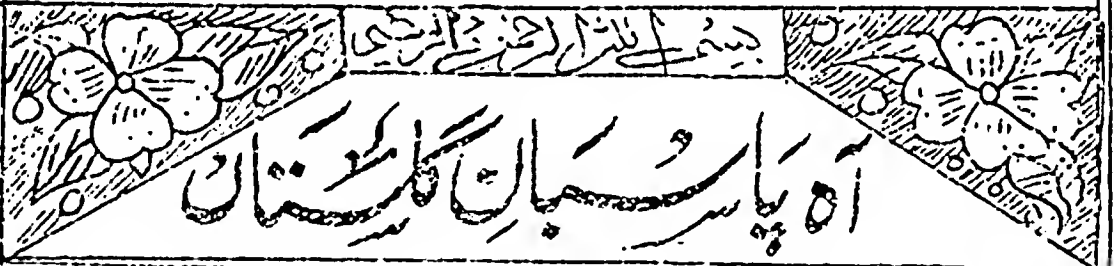
کسبِ احمد غازی مظلہ کی

حضرت اقدس ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفاتِ حشرِ آیات کی خبر سنا کر
شہزادہ محترم حضرت مولانا محمد اللہ صاحب مظلہ کی خدمت میں ایک عربی تعزیتی و تہنیتی
رسالہ کر دیا گیا تھا جو عنوان ”مراسلات و بینامات“ کے تحت مودتِ جبر درج
چند روز کے بعد سہارنپور حاضر ہوئی۔ تو حضرت مولانا مستبد و قار علی صاحب استاذ
جامعہ مظاہر علوم سہارنپور نے پوچھا کہ ”آپ نے حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی وفاتِ حشرِ آیات پر بھی کچھ لکھا ہے؟ میں نے عرض کیا، صرف ایک تعزیتی و تہنیتی
رسالہ کر دیا تھا اور کچھ نہیں لکھا، مولانا نے فرمایا، ”آپ دوسرے حشرات کے متعلق
تو قصائد و منظومات لکھتے رہتے ہیں اور اپنے لمسِ دمرتی کو بھلا دیا، میں نے
کہا ایسا تو نہیں ہے ہاں کچھ اعذار ہیں جو کچھ کہنے اور لکھنے سے مانع ہیں (۱) یہ
سال کا آخر ہے اس وقت تسلیم کی ہوا ہے اور سن میں ختم کرانے کی فکر و مصروفیت ہے۔
(۲) پھر آغازِ رجب شعبان کے آخر تک مریوں کے امتحانات اور جلسے فرست کی

سانس لینے نہیں دیتے ان ایام میں رات کو جاگنے اور دن کو بھاگنے کا برابر سلسلہ رہتا
 ہے (۳) حضرت دارالرحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا اثر قلب و دماغ پر اتنا زبردست
 اور ناقابل بیان ہے کہ خیالات پر اگندہ ہیں دل و دماغ ٹھکانے نہیں رہا، ان سب
 علاوہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت نور اللہ مرقدہ کی ذات جامع الصفات پر کب
 اور کیسے کچھ ہیکیا کیا اوصاف بیان کروں اور کیا کیا نہ کروں؟ اب ان امور مذکورہ کو اعذار
 سمجھ کر میری مجبوری کا خیال فرمایا لیجئے یا کوتاہی سمجھ لیجئے۔ لیکن جب آپ کی اتنی پرزور
 فرمائش ہے تو انشاء اللہ اسکو پورا کرنے کی کوشش کر دینگا اور تعمیل حکم میں لکھنے
 کی پوری سعی کروں گا مگر رمضان المبارک کے بعد۔ کیونکہ رمضان تک تو سہرہ بھجوانے
 کی بھی فرصت نہیں اور رمضان المبارک میں روزہ و نماز کے سوا کوئی کام نہیں ہوتا۔
 اسی سفر میں مولانا اسلام الحق صاحب اسعدی ناظم دارالعلوم شاہ بہلول سہارنپور
 سے بھی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے ماسنامہ ”تحقیقات علیہ“ کا ایک
 خاص نمبر حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ”نقوش اسعد“ کے نام سے شائع کرنے
 کا ارادہ رکھتا ہوں اسلئے حضرت پر کوئی منثور مضمون درکار ہے بیک نہ شد و در شد
 رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ میں نے مراد آباد گزاری اور اکثر اب تو مراد آباد ہی قیام کرتا ہے
 ۱۹ رمضان ۱۳۹۹ھ کی صبح کو مسجد شکر اچختہ کے بالائی حجرہ میں خواب میں حضرت اقدس
 ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی حضرت نے مجھکو جب ٹرکے سائز میں
 (بڑے بڑے) تین عدد کا غذا عطا فرمایا۔ آنکھ کھلی تو طبیعت میں نشاط تھا۔
 سوچا کہ حضرت پر ایک منثور مضمون لکھ کر مولانا اسلام الحق صاحب کی فرمائش کا بوجھ
 اتار دوں چنانچہ مضمون کی چند سطریں لکھ ڈالیں تو بے ارادہ اشعار کا دھڑ بھڑ
 ہو گیا۔ منثور مضمون چھوڑ کر اشعار لکھنے لگا اور تقریباً سو اشعار لکھ دیئے۔ اب
 خواب کا خیال آیا تو دیکھا کہ اشعار اتنے ہی بڑے تین کاغذوں پر لکھے گئے۔ جو
 خواب میں دیئے گئے تھے۔ حضرت مولانا عبد الجبار صاحب شیخ الحدیث مدظلہ ہی
 مراد آباد دارالعلوم جامع المدنی مراد آباد کی مسجد میں متکلف تھے۔ ظہر کے وقت
 انکی خدمت میں حاضر ہوا۔ خواب بیان کر کے وہ تینوں کاغذ ان کی گود میں رکھ دیتے
 پڑھ کر فرمایا یہی خواب کی تعبیر ہے اور یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے۔

پھر ماہِ ثوال میں اس منثور مضمون کی بھی تکمیل ہو گئی۔ منثور مضمون کا عنوان ہے
 ”ذکر السعد اسلامیان“ اور اشعار کا عنوان ”آہِ پاسِ سبائِ گلستان“
 مقرر کر کے دونوں کو یکجا ”ذکر السعد“ کے نام سے شائع کر کے سہارنپور بھی
 سب حضرات کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ اور دستِ کرم مقامات پر بھی حضرت کے
 شائقین کے پاس بھیج دیا گیا۔

اس طرح دونوں مذکورہ فرمائشیں بھی پوری ہو گئیں۔ ”ذکر السعد“ کا مضمون
 نقوشِ مسد وغیرہ متعدد رسائل میں طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ اس زیرِ نظر کتاب
 میں بھی عنوان ”نگارشات تاثرات“ کے ذیل میں اسکو درج کر دیا گیا ہے اور
 ”ذکر السعد“ کا حصہ اشعار بھی کچھ اضافات کے ساتھ بعنوان ”آہِ پاسِ سبائِ گلستان“
 یہاں ملاحظہ فرمائیے اضافہ کے بعد اب ان اشعار کی تعداد ۱۴۸ ہو گئی ہے فقط
 نسیم احمد غازی منٹاہری



ہر گل و غنچہ کے رخ پر ہیں عیاںِ غم کے نشان
 ہو گئیں منثور خوشیوں کی جیں رعنائیاں
 کیوں اَلَم کا مینہ برساتا ہے اسپر آسمان؟
 نیم جاں کیوں ہو رہے ہیں غم سے سیر و ہوا
 سوئی سوئی ہیں فضا میں از زمین تا آسمان
 گلستاں کی ہر روش سے غمزدہ ماتم کناں
 چھائی ہیں سندھن پر گہنی تاریکیاں
 اشک کے دریا میں طوفاں اُگیا ہے الامان
 بزمِ علم و معرفت میں ہر بشر ہے فخرِ خوالا

کیوں بہاروں پر ہیں ظاہر آج آثارِ خیراں
 محفلِ مہمنِ مہن میں کیوں اُداسی چھائی گئی
 بے قرار کیوں فضاؤں پر ہے یہ بکھری ہوئی؟
 کیوں صفِ ماتم بھی ہے یہ سہارِ پنور میں؟
 غم کے بادل چھا گئے ہیں گلستاں پر ہر طرف
 ہر شجر ہر برگ و گل ہے آج مرجھایا ہوا
 بزمِ علم و دانش پر اندوہ کی بارش ہوئی
 مبتلا ہے رنج و غم ہیں طالبانِ علم و فن
 بے قرار و مضطرب ہیں آہِ اربابِ سلوک

کاروانِ علم و عرفان کا ہے غمگین ہر نفر
ہو گئی ہیں اُن مظاہر کی بہاریں صیدِ غم
نامِ نامی تھا محمد اسعد اللہ، مشہر
وہ رہے مخدومِ اہل حق، جہاں میں عمر بھر
دولتِ علم و عمل ان کو ملی تھی بے حساب
علمِ دین کی سلطنت کے تاجدارِ بادقار
ہو گئے وہ راحتِ باغِ جنان سے ممکنار
ہجر سے اُن کے ہوئی دو بھر ہماری زندگی
اُن جدائی کے یہ صدے کس طرح ایگز ہوں
ظلمتوں میں تھا چراغِ نور حضرت کا وجود
مسندِ نظمِ مظاہرِ مفتخر تھا آپ پر
نازشیں بزمِ مظاہرِ ادرہٴ فخرِ رام پور
بیکرِ اخلاص و تقویٰ، مصدقِ صدق و صفا
مشعلِ راہِ ہدایت آپ کی ہر بات سنی
ان کی روشن زندگی سنی یادگار، اسلاف کی
بزمِ اہل علم میں ممتاز وہ رہتے تھے یوں
اسعدِ ملت کو حق نے اپنی قدرت سے کیا
آئینہ دارِ سلف سنی ذاتِ اندس آپ کی
منظرِ علامہ اشرف علی تھٹا نوری
حکمت، واسرار کا دریائے ناپید اکسار
جس پہ بزمِ علم نازاں تھی وہ تلمیذِ خلیل
محصلِ ثابِت علیؒ کے تھے وہ اک زندہ ثبوت
بزمِ سنی کے نظارے محفلِ اسعد میں بیٹھے
حضرتِ کامل پوریؒ کے نور دیدہ آپ تھے
عبدِ رحمن نقی، کامل پوری بحرِ العلوم

ہو گیا ہے ان سے گم افسوس میر کارواں
راہِ جنت ہوا ہے آج ان کا پاسباں
حق نے ان کو بھانپا یا اسعد ہر دو جہاں
اور وفات اُن کی ہوئی تو اہل حق کے دریاں
اہلِ علم و اہلِ عرفان کے تھے میر کارواں
علم و عرفان کے گلستان کے تھے کیتا پاسباں
اہلِ گلشن کو ملا درِ فراقِ باغبان
حضرتِ اسعد تھے گویا جانِ جسم و جانِ جاں
صبر کا ہم کو ہے لیکن حکمِ ربِ مستعان
جس کے بھنے سے بہر سو، چھا گئیں تاریکیاں
آپ تھے اس لئے لئے نفلِ خدا سے مستعان
اسعدِ ملت، امامِ درمیرِ خورد و کلاں
پاک صورت، پاک شیر، منزلِ حق کا نشان
آپ کی ہر ہر ادا تھی رہنمائے انسانِ جاں
ان میں آتی تھیں نظرِ اسلاف کی سخی بیاں
چاند جیسے آگیا ہو کہکشاں کے درمیاں
پیشوائے اہل عرفان، رہبرِ اہلِ زماں
تھیں ہر اک استاد کی ان میں عیاں تا بانیاں
مسندِ آرائے نقی، رہبرِ پیر و جوان
قلبِ اطہر آپ تھا علم و عرفان کا جہاں
شاہِ عبد اللہ و مولا نا ظفر کا جانِ جاں
علم و فن پر رونما ان سے ہوئیں رعنا یاں
اہلِ دانش پر نہیں ہے یہ کوئی رازِ نہاں
کہتے ہیں ثانی نہیں تھا کوئی انکا نگہ داں
تھے مظاہر ہیں یہ استحقاقِ کعبہِ عالماں

ناز تھا ان کو شہرِ اسعد کی یکتا ذات پر
علم کے ہر بحرِ کامل سے ہو سیراب پھر
بحرِ عرفان سے ہو سیراب تھا نہ بھون
جانشینِ حافظِ عبد اللطیف پیشوا
اپنے استادِ و مربی کے بنے وہ جانشین
حضرت شیخ الحدیث باصفا کے دوست
منفیِ اعظم سعید احمد تھے تلمیذ و رفیق
میں فقیہ دورِ حاضر، منفیِ محسود بھی
میں مجازِ خاص و تلمیذ و سعیدِ نامور
حضرت اسعد بھانڈا ان تھے انکی ذات پر
حق نے فرمایا اگر اسعد سے تو لایا ہے کیا؟
میری بخشش کا سہارا حضرت صدیق ہیں
بے نور ذاتِ صدیق اسعدی الوار سے
گلشنِ صدیق یا رب رات دن بھولے بھلے
جانشینِ خاص ان کے ہیں منظر، باکمال
آئینہ دارِ جناب اسعد مرحوم ہیں
حق تعالیٰ نے عطا کی ان کو ہر اچھی صفت
رشیدِ کامل کے ہیں اوصاف انکی ذات میں
زہد و اخلاص و قناعت و عشقِ مصطفیٰ
ناظمِ اعلیٰ گلستانِ منظرِ ہر کے ہیں وہ
میکدہ یا قیاسیہ اور ساقیِ ستانہ بھی
میں جناب یونس شیخ الحدیث باصفا
جانِ جانان حضرت منظر کے وہ منظر ہیں آج
داعیِ حق یوسف یکتا کے تھے استادِ آب
یادگار ان کی امانی اور صحابہ کی حیات

وہ تھے بحرِ بیکراں اور یہ بھی بحرِ بیکراں
تشنگانِ علم کا سیراب فرمایا جہاں
بن گئے وہ ہند میں یکتا اسمِ عارفان
ناظمِ اعلیٰ منظرِ ہر کے تھے جو روحِ رواں
خونِ دل سے سینہ چکرِ شاداب رکھا گلستاں
دوستی نازاں تھی ان دُور، دوستوں کے دریاں
آج بھی اہلِ سعادت کی رفاقت ہے عیاں
آپ کے شاگرد و فخرِ ہند و صدرِ مفسرِ ان
حضرت صدیق احمد یزدانی والا شاں
آپ فرماتے مرا صدیق ہے جنتِ نشاں
عرض کر دو رنگا، یہ صدیق ہے اکمرے ریت جہاں
نورِ چشم و لعلِ دل ہے بالیقین وہ جانِ جاں
دورِ رنگ پھیلی ہیں انکی اسلئے تابانیاں
اور خزاںِ نا آشناں کی رہیں شادابیاں
منفیِ اعظم، محدث، ہم میرِ سلامیاں
شہ منظرِ تاجدارِ نشاطِ گلستاں
ہیں عیاں تران کے اندر اسعدی تابانیاں
علمِ حسمِ بے پناہ، اور ورع و تقویٰ بیکراں
انکساری اور تواضعِ خاص ہیں انکے نشان
اسعدی ہے ان سے پتلا ہے جہانِ تشنگان
جامِ گردش میں رہے جنگِ رہے باقی جہاں
آپ کے شاگردِ ذیشاں اور مجاہدِ ایشاں
صورتِ دستِ کی ان میں خوبیاں ہیں بیکراں
کون یوسف؟ راہِ حق میں جس نے دیں قربانیاں
دعوت و تبلیغ دیں کو جس نے دیں تابانیاں

اب امیر دعوت و تبلیغ انعام الحسن
 خادم خاص آپ کے ہیں مرکز تبلیغ میں
 آپ کے شاگرد ہی اہل عصر کے ہیں امیر
 آپ کے تلمیذ یکتا تھے امام علم و فن
 حضرت اکبر علیؒ پیشوا سے منہ و پاک
 اسعدی آغوش میں پھولے پھلے اکبر امیر
 عبد ستار، عبد جبار اور بشیر اعظمیؒ
 ان میں ہر اک مستند حدیث پر ہے جلوہ گر
 حضرت ابراہیم حق بھی آپ کے شاگرد ہیں
 گو یزاروں آپ کے شاگرد ہیں اہل کمال
 شاہ بشیر اللہ، برنی مفتی محمود بھی
 حق سب کا یا تھا حضرت کو مثال آفتاب
 فیض اسعد کے ممتد رہے ہیں آج بھی
 وہ رخ تابان اسعد اب نظر آتا نہیں
 آہ کتنا جاں گس ہے اُن کا یہ داغِ فزان
 دھندلے حقائق پر پیر بیخا نہ کوہِ اک تشبیب
 لہلہاتا گلشنِ شاداب بھی ہے سو گوار
 کیسے مرٹ سکتا ہے نقشِ یاد اسعدِ قلب سے
 مجمعِ اوصافِ گوناگوں تھی ان کی ذاتِ پاک
 بس شمارِ اوصاف کا حامل وہ جسمِ مختصر
 عالمِ درِ عامل تھے وہ اور صاحبِ فقر و ادب
 صرف و نحو و ہیئتِ علمِ حساب و ہندسہ
 وہ ذکاوت اور ذہانت میں تھے بے مثل و ثیل
 بھر لطافت اور نفاست میں نہ تھی اُن کی نظر
 مشعلِ تقاریر و نیا کیزہ اعمال و علوم

آپ کے شاگردِ عالیشان ہیں مشہور جہاں
 شہ عبد اللہ، بلیاوی امامِ عارفان
 وہ سعید کی ذیشان، امیر کاروان
 حضرت شیخ امیر احمد امیر کاروان
 فخر اہل علم و فن و طوطیِ اسلامیات
 نور برسا کر جہاں میں چلے بے سوتے جہاں
 اُن کے شاگردوں میں ہے انکی عجب نشان
 اپنی اپنی بزمِ کامر ایک ہے روح رواں
 جو علومِ دین و عرفان کے ہیں بحرِ سیکر
 اس کلامِ مختصر میں ہے محال ان کا بیاں
 آفتابِ مابتاب ملتِ رنگونیاں
 ساری دنیا میں ہے روشن نورِ سربلگیاں
 ان سے سیرابی کرے حاصلِ جہانِ تشنگان
 دیدِ حبیبی تابشِ قلب و نظر تھی اُن کے گماں
 یہ بہاریں بھول جائیں کیسے اپنا باغبان
 جامِ دُعا غمتنظر ہیں میکہدہ کے درمیاں
 ہے بہارِ ان گلستاں کو تلاشِ باغبان
 یہ امانت میں نے رکھی ہے دروِ دل نہیاں
 ذاتِ اسعد میں نظر آتا تھا اک پورا جہاں
 گویا کوزہ میں سمٹ آیا تھا بحرِ سیکر
 عابد و زاہد تھے وہ اور داعیِ سحر البیاض
 یہ تھے چند قطراتِ علم و فن بحرِ سیکر
 تھے مناظر اور فصیح و شاعرِ جاد و بیاں
 تھی انھیں مرغوب تر پاکیزگی جسم و جان
 دو تھیں اس پاک باطن سے سمی ناپاکیاں

فلسفہ و منطق ان کے دامن فن کے غبار
 کون سا وہ علم و فن ہے جس کے وہ ماہر نہ تھے
 تھے انھیں محبوب سب سے علم تفسیر و حدیث
 ردیٰ بزمِ ادب تھے، نہایت درس حدیث
 عقدہ مشکل کوئی ان کے یہاں مشکل نہ تھا
 موکر حق و باطل جب کوئی آیا نظر
 دینِ برحق کی حمایت میں تھے وہ شبیرِ بہر
 جب کیا باطل نے اگر ہند میں شور و غضب
 جراتِ اسعد جہاں میں آج بھی مشہور ہے
 آریوں کی فتنہ سابی ثانی آپ نے
 غلبہٴ بیت نے اٹھایا جب کہ سرِ اُگر یہاں
 کر دیا جھوٹی نبوت کا سزا پاکِ خم
 نام سن کر حضرت اسعد کا پوپ و پادری
 مشرقی کی خاکِ ری کو ملایا خاک میں
 حملہ آمد جب ہوتے وہ فرقہ پر و تبریر
 نام کتا خلیفہٴ فرقتِ قسریہ
 حفظِ ایمان پر جو ڈالنا ان نے دامِ فریب
 شاہراہِ حق دکھائی آپ نے مخلوق کو
 آپ نے جہل و ضلالت سے کیا ہر دم جہاد
 زندگانی دینِ حق پر آپ نے قربان کی
 حق سے جو بچھڑے تھے انکو آشنائے حق کیا
 جس پایا دامنِ اسعد مطیعِ حق ہوا
 رات دن تبلیغِ دینِ پاک میں تھا انہماک
 مدتوں برسائیں جس نے حکمتوں کی بارشیں
 مدتوں دغ و دیصحت کا رہا فیضانِ عام

بارہا ان کی، دلیلوں سے بکھیریں دھجیاں
 ان پہ نازاں تھا یقیناً علم و عرفاں کا جہاں
 روز و شب فقہ و ادب بھی رہتے تھے در ذہن
 بھر دلائل سے مژبن آگے شستہ پیاں
 جنکیوں میں آپ صبحا تے تھے علمی گنجیاں
 سینہ باطل پہ چڑھ جاتا و حق کا پہلوں
 نزعہ باطل پہ گرتے بن کے قہرِ آسماں
 بر سرِ میدان آتے اسعد سعدِ بیاں
 اہل باطل کیلئے تھی موت، انکی دھکیاں
 شد بھی و سنگہٴ مٹن کا ہر ہکر بھونک ڈالنا
 آگے میدان میں لیکر وہ شمشیر و سناں
 کر دیا مرزا کو رسوا کا نپ اٹھا قادیان
 دم بخود رہتے نہ کر پاتے تھے تملشی بیاں
 کر دیا مکرو فریب اس کا جہاں بھر میں عیاں
 ہو گئیں دنیا میں اسکی سرِ اسریدنا مہیاں
 ہو گیا شیطانانہ جب کھل گئیں شیطانیاں
 کھولیں خلقت میں اسکی آپ نے مکاریاں
 اور ہمیشہ کفر و باطل کی بکھریں دھجیاں
 حق کی خاطر دیں ہمیشہ آپ نے قربانیاں
 ردِ باطل پر لگادی طاقت و تابِ قواں
 دور کر دیں راہِ منزل کی سبھی دشواریاں
 زندگانی سے ہوتیں دور اسکی نافرمانیاں
 شعلی تھا تعلیمِ علمِ سرورِ کون و مکان
 سو گیا نہیر ز میں وہ علم و فن کا آسماں
 مسجد جامع کا بنم آج ہے ماتم کناں

ان کی خدماتِ جلیلہ کا صلہ حق دے انہیں
 ان کے لطف و مہر و شفقت ہم بھلا سکتے نہیں
 ایسی ہستی اس جہاں میں اب کہاں موجود ہے
 ہیں بہت انسان دنیا میں مگر اس قدر نہیں
 مسکدہ کے نظم میں برپا جو کردہ انقلاب
 نرگسِ خستہ ہزارہوں سال رہ کر غمزدہ
 ان کے ہر اک وصف کو آخر بیان کیسے کروں
 آپ کے بارے میں یہ کہتے رہے اہل نظر
 ڈھونڈتی ہیں اب نگاہیں ایسا نورانی بشر
 اس جہانِ رنگ و بو میں رائیگاں ہے جستجو
 ات دلِ مضطر کو میرے اب تسلی کون دے
 بے پے آلام کی یورش سے نہ بچنے کیلئے
 کس سے لطف آمیز لہجہ میں سنوں ریشیا نسیم
 کون ہے غمخوار میرا، کون ہے اب غمگسار
 دستِ شفقت کون رکھے کامرے سر پر نسیم
 تھے شہِ اسد شفیق و سیرِ رحم و کرم
 داغِ فرقت ہم کو دے کر آہ وہ رخصت ہو
 ہو گئی تار یک دنیا اسدی خدام پر
 گلستانِ رنگ و بو پر غم کے بادل چھا گئے
 خندہ زن تھیں سب بہاریں آگئی بادِ سہم
 چھا گئی بزمِ مردگی ہر چیز پر اسے دوستو!
 ظلی حق ہے بندگانِ حق کا پاکیزہ وجود
 نعمتِ عظمیٰ ہے اہلِ دل کا دنیا میں وجود
 رحلتِ اسد ہے بیشک حادثہ فاجعہ
 ہم یتیموں کو خدا یا دیجئے ہر دسکوں

پیر دی ان کی کریں یا رب بھی پس انداز
 سایہ رحمت تھی ذاتِ پاک اسود بے گماں
 جو بلا تفریق ہو ہر اک شہر پر نہرِ ہاں
 ایسے ان کیجئے پریدہ خدا سے درجہاں
 ایسا ساقیِ مروتوں کے بعد آتا ہے یہاں
 دیدہ و رنگی دیکھتی ہے گلستاں درمیاں
 حضرت اسد کو دی تھیں حق نے سیدِ خوبیاں
 ذاتِ اسد ہے یقیناً قدرتِ حق کا نشان
 خالی آتا ہے نظرِ انوس اب سارا جہاں
 ایسی ہستی جامع الادب اب ہوگی کہاں
 کون دل سوزی سے غم کی اب تنید کا داستان
 کس کے دامن میں چھپے جا کر نسیم خستہ جاں
 کس سے جا کر اب کہوں گا آہ اسرارِ نہاں
 اب بیان کس سے کروں گا دردِ غم کی داستان
 زندگی بھر یاد آئیں گی کرم فرمائیے
 ڈھونڈتی ہیں یہ نگاہیں آپ جیسا نہرِ ہاں
 چھوڑ کر ہم کو ہوئے وہ راہی ملکِ جہاں
 شدتِ غم سے ہوا جاتا ہے ہر اک نیم جاں
 بارشِ رنج و الم سے ہیں بہاریں نیم جاں
 رونما گلشن میں ہر سو ہو گیا دورِ خزاں
 موتِ عالم، موتِ عالم کا ہے یہ منظرِ عیاں
 رحمتوں کا داستان ہے سایہِ صابداں
 اس جہاں سے انکی رحلت ہے قیامت کا نشان
 ہر طرف رنج و الم کی چھا گئیں تارِ یکساں
 غم کے ماروں کو عطا فرما بیسے تباہ توں

دولت صبر و رضا دید بجئے اے مستعان
آپ کو قدرت ہے بیشک خالق کوئی نہ کا
دیجئے توفیق ہم کو اے معین و مستعان
اُن کے ہر لحظہ جگر کو دے کے وہ مخمبیاں
جانشین اُن کے رہیں جنتک سے باقی جہاں
دُجہاں میں جسک ہم ہو جائیں یا رکامراں
روز و شب سایہ فگن ہو رہمتوں کا سائبان
روح، حضرت کی رہے دائم خدایا شادماں
اُن کو دیجئے جذبہ فردوس میں اُلی مکاں

اجر سے فردم ہم کو کر نہ دے یہ اضطراب
آپ کا نعم البدل، کر دیجئے ہم کو عطا
آپ کے ہر حکم پر قربان، جان و دل سے ہوں
کیجئے قدرت سے اپنی اُن کا سچا جانشین
ساری دنیا میں خدا یا عالم ہوں اُن کے فیوض
وہ سعادت دیجئے ابشاہ اسعد کے طفیل
روقتہ جنت بنے قبر مبارک آپ کی
آپ ہمیشہ حضرت مرحوم سے راضی رہیں
یا الہی اُن کے رہتوں کو بلند فرما دیجئے

غازی معنوم بھی ہو اسد ہر دوسرا
کیجئے لطف و کرم اے کردگارِ مستعان

۱۳۹۹
نیم غازی مظاہری
۱۹ رمضان ہر

تاجدارِ علم

نیم غازی مظاہری
۱۹ رمضان ہر

تاجدارِ علم دفن جب چل دیا سوئے جناں
ہو گئے ماتم کناں اسپر زمین و آسماں
بہر کے صدقوں سے رونی تھی بہارِ گلستاں
بارغِ علم و آگہی میں تھے پیا شور و فغاں
شمعِ علم و معرفت جب گل ہوئی تو الاماں
چھا گئیں رنجِ دالم کی ہر طرف تاریکیاں
کارداں کا راہ میں انوسا رہا کھو گیا
اُن مقتدر رہروں کا راستہ میں سو گیا
جامِ گردش میں نہیں ہے، خالی سا غرہ ہو گیا
تشدگانِ مے کا ہاتے جینا دد بھر ہو گیا
مے پرستو! اضطراب اپنا مقتدر ہو گیا
ساتی ستانہ میخانہ کا جب سے سو گیا

راہی ملک عدم دہ ہو گیا شیرِ خدا
 حمد آدر جو ہوا باطل پرستوں پر سدا
 دوزنک چھایا ہوا تھا جس کا رعب و دبدبہ
 آہ وہ شیر و غامیدان سے رخصت ہوا
 حضرت اسعد ہمارے رہنمائے باصفا...
 جن کی بیہیت سے ہمیشہ کانپتا باطل رہا
 دلربا اپنا روانہ سوئے جنت ہو گیا
 حور و غلمان کیلئے سادانِ فرحت ہو گیا
 درِ فرقت میں نثر پنا اپنی قسمت ہو گیا
 لیکے دل کا چین دل آرام رخصت ہو گیا
 رہنما! کیوں آج مجھ خوابِ راحت ہو گیا
 کارواں تیرا گرفتار مصیبت ہو گیا
 غازی عاجز کی یارب سن لے یہ قلبی دعا
 دے شہ اسعد کو اپنی شان کے لائق خیرا
 ان کا ہر تلمیذ ہو باطل شکن مردِ خدا
 ہوں ترے مقبول بندے سب عزیز و اقربا
 ان کا ہر لحظہ جگر ہو مقتدائے باصفا
 بچھ کو کچھ مشکل نہیں اکمالِ رض و سما

قَطْعَانَا بِرِوْفَا

(مَوْلَانَا اِنْعَامُ اَلْحَبِیْنِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

شاہ اسعد باہرہ شوقِ صلوٰۃ و روحِ تاب (۱) خو بہتر بودہ بدرگاہِ الہی بارِ یاب
 سالِ فوتِ ہجری ۱۳۹۹ میں اس سالِ فوجِ رحمت
 در ارم شد حاجِ شہ مولانا اسعد کا ایجاب
 ۱۳۹۹

حضرت مولانا حاجی اسعد نیکی و شہادت (۲) جانبِ دایمہ شہد جوں از یں دنیا رشت
 کفہ است انعامِ اس سالِ وفاتِ ہجری
 حاج مولانا سے فائدہ اسعد اللہ در بہشت
 ۱۳۹۹

جناب حضرت اسعد بلند و پاک مقام (۳) کہ بد ذکی و لطیف المزاج مولانا
 بجگفت ہجری سنِ رحلت میں انعام
 بخلد اسعد ممتاز حاج مولانا

شاه اسعد گرامی شده زین جهان (۴) سخت غمگین اور باب ربنا اندو دود
 بجزی سنه فوت انعام کرده بیاں عاج، ممتاز مولانا اسعد بخلد
 ۱۳۹۹ هـ

حضرت مولانا اسعد زینت ایوان علم (۵) شد به طبع و ذهن و فکر ادنیایاں شان علم
 گفته است انعام ایراسال دفات پریش در جهان شد حاج ش مولانا اسعد کلن علم
 ۱۳۹۹ هـ

مولانا حاج اسعد هر آنکه بود مشهور (۶) ازین جهان فانی گردید صیف ستور
 بجزی سنه وفاتش انعام این رقم زد مولانا اسعد الله شد در جهان پر نور
 ۱۳۹۹ هـ

ازین جهان رفیع مولانا حاج اسعد (۷) بکبیر ادلیس را هر آنکه ملتزم بد
 بجزی سنه وفاتش انعام این رقم زد مولانا اسعد الله شد در جهان شد
 ۱۳۹۹ هـ

زین جهان حضرت عالی اسعد (۸) چون شد از امر خداوند حمد
 یازده جوان بدر عیسوی سنه نه دهنفت ادیک الف و نه صد
 ۱۹۴۹

شد ز دنیا حاج شه اسعد به شب (۹) چون با امر حضرت رب حمد
 بد، دوشنبه پانزده ماه رجب سال بجزیانه نود، الف و سه صد
 ۱۳۹۹ هـ

زین جهان شد حاج شه مولانا اسعد نیک دم (۱۰) ملتزم بکبیر ادلی آنکه بد با جهد کلی
 سال فوت بجزیش انعام این کرده رقم حاج شه مولانا اسعد بخت جات کلی
 ۱۳۹۹ هـ

بوسف قطعات تایچی هزاره کی قطعات و ریاضیات از جناب نظیر سبها نیوی
 ۱۹۴۹

یارب اندر زمین خلد گزارش با دا (۱) نصیر فردوس برین قرارش با دا
 دمدم، لحظه بلخظه، سحر و شام مدام کوبک لطف و کرم فرازش با دا
 ۱۳۹۹ هـ

۷۸۸ ولا الہائے شام غم، صبح فراق

۳) راہی فردوس علی، روحانی قصر جنیاں جانشین شاہ اشرف، اسعد آگاہ الہ مصرع تارخ رحلت، گفتمہ قلب نظیر اللہ، اللہ مرتبہا سے رہبر راہ الہ
۱۳۹۹ھ

۴) وصف ہو اس کا بیان، وہ ملک طوار کہاں ذرہ خاک کہاں، مہر ضیا بار کہاں سورج اوصاف سے بالا ہے وہ بحر ذقار نالہ قلب، نظیر جگر افکار کہاں
۱۹۷۹ء

۵) بے نفوس قدسیہ میں آپکی اعلیٰ مقام زمرة اہل درع پر ہے جلالت میں شرف اللہ، اللہ نعت حضرت، رات پاتھ ٹکھا پائیں اسعد اللہ، دربار رسالت میں شرف
۱۹۷۹ء — ۱۳۹۹ھ

۶) گر قبول افتد زہے عزت شرف گر چہ غنما سے یہ نذر حقیر جوش غم سے کھل گئے بے اختیار بابہاتے نالہ قلب نظیر
۱۳۹۹ھ

۷) دین صدی میں گرم عمل ارہ کے تاجیات وہ بہر جہاں تاب بھی روپوش ہو گیا عالم میں فیض اس کا سد اخشنده ہو جیو گو خاک قبر سے وہ ہم آغوش ہو گیا جس باغ میں ہم آنے ہی ہوتے تھے باغ بارغ وہ باغ بولنا ہوا خاموش ہو گیا
۱۳۹۹ھ

۸) شاہ اشرف کے جانشین اسعد پادی دیں بالیقین اسعد ذات والا ہے بے مثال نظیر لائق قدر و آفریں اسعد
۱۳۹۹ھ

۹) تھے زمانہ میں عجب کیاتے زمانہ اسعد سدا ہر معرکہ میں رہتے تھے یگانہ اسعد عرش تک کر کے بلند نام مظاہر کو نظیر حیف اب بن گئے تیرا جمل کا نشانہ اسعد
۱۳۹۹ھ

شاہ اشرف کے دلی عزت مآب اسعد ⑨ عارفِ دقتِ مُسلم تھے جناب اسعد
مدنوں بعد ہی کھلتا ہے نصیبِ نرگس
عد یوں بعد بھی مشکل ہے جوابِ اسعد
۱۳۹۹ھ

قطرۂ نازِ سخن و فوات
از مفتی جمیل احمد صاحبِ مانوی

اِنْ شَعَلَ النَّارُ الَّذِي نَاقَ الْاَمَامُ ابْنُ مُحَمَّدٍ
سَيَمُوتُ الْحَيَاةُ بِسُقُوطِ شَدِّ الْحَالِ اِلَى الْعَالِي
كَمْ يَنْبَغُ يَنْبُوطُ الْعَالِمِ جَلِيَّتُهَا وَخَفِيَّتُهَا
قَدْ تَلَّتْ فِي تَارِيخِهِ دَوَابُّ التَّضَامُ اِذَا ضَا
۱۳ ۱۰۳۲ ۹۳۲
۱۹۷۹ھ

قطرۂ نازِ سخن و فوات
از شوقِ مانوی

پارہ کی تھیں ابھی تو زندگی کی سرحد میں ①
موتیوں کا اک ٹکڑا کھانا کے رضوان نے کھیا
ساقی کو شر کے پاتھروں سے ابھی لیتے تھے جا
اسعد اللہ! کیجئے اس قصرِ جنت میں قیام
۱۳۹۹ھ

ختم ہو رہا ہے نہیں تھا آنسوؤں کا سلسلہ ②
م سپردِ خاک کرتے تھے کہ ہاتھ نے کھیا
اور غم یہ تھا کہ میرے ایک ہر نصبت ہوئے
اسعد اللہ تو شریکِ محفلِ جنت ہوتے
۱۳۹۹ھ

شوق اپنے دل پر غم کا بیکراں طوفان لے ③
غیبِ آئی نذایہ مصرعِ نازِ سخن
رد رہا تھا تربتِ مرشد پہ میں بیٹھا ہوا
اسعد اللہ کیلئے آتا ہے مرثیہ خلد کا
۱۳۹۹ھ

قطرۂ نازِ سخن و فوات
از عبد الباقی بنوری

آج رخصت ہو گیا اُن واعظِ شیریں بیاں
نکر کی نازِ سخنِ رحلت کی تو ہاتھ نے کھیا
بیکرِ علم و عمل اور بدرِ ناباںِ نجوم
لکھو درخست ہو گیا ہے کاملِ استاذِ علوم
۱۳۹۹ھ

خاتمہ افشاں چند معروضات

(۱) زیر نظر کتاب "حیات اسعد" کی تکمیل و ترتیب کتنی اسباب، نہایت عظیم الفرستی اور سراسر بابوسی کے ماحول میں ہوئی ہے جیسا کہ مقدمہ کتاب سے ظاہر ہے۔ اس لیے اس میں یقیناً خایاں ہونگی اور حذف و اضافہ اور کسی و زیادتی کی گنجائش بھی۔

(۲) "حیات اسعد" کی موجودہ حیثیت سوانح کی نہیں بلکہ یہ حاصل شدہ معلومات کا ایک کشکول ہے اس لیے اس میں ترتیب و تہذیب کی تشنگی بھی ضرور محسوس ہوگی۔

(۳) جن حالات میں زیر نظر کتاب وجود میں آئی ہے۔ ان کے پیش نظر یہ ایک چیرت انجینر انجوبہ، صاحب سوانح کی کرامت و برکت اور قدرت خداوندی کا ایک کمر شہ ہے ورنہ یہ کہاں میں اور کہاں یہ نہایت گل۔ نسیم صبح تیری مہر بانی

(۴) ناظرین کرام سے التجار ہے کہ کتاب "حیات اسعد" کو بہ نظر نقد ملاحظہ فرمائیں اور اسکی کوتاہیوں اور اغلاط سے باخبر فرمائیں۔ نیز مزید صحیح معلومات اور ایسے مفید متعلقہ مضامین سے مطلع فرمائیں جنکو "حیات اسعد" میں شامل کرنا مناسب ہے۔

ہم نقد و تبصرہ اور مزید معلومات کو شکریہ کے ساتھ قبول کریں گے۔ اور دوسری اشاعت میں انشاء اللہ تعالیٰ مکمل تہذیب و ترتیب اور اضافات کے ساتھ "حیات اسعد" کو شائقین کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

(۵) حضرت حجت الاسلام علیہ الرحمۃ کے متوسلین اور خلفاء و مجازین سے درخواست ہے کہ یہ کام درحقیقت آپ حضرات ہی کے کرنے کا تھا۔ مجھے جیسا رند مشرب اور ادنیٰ غلام آستانہ اسعدی اس کا اہل نہ تھا لیکن چونکہ مجھکو مامور کیا گیا تھا اس لیے اس جرأت زندانہ کا ارتکاب کیا گیا ہے اسی لئے خالص طریقت کے مضامین عالیہ سے قصداً صرف نظر اور پہلو ہٹائی گئی ہے کہ یہ چیزیں راقم ناقص کی بساط سے بلند تھیں تاہم صاحب سوانح کے فیوض سے مالا مال ہستیوں کی توجہات سے ہنوز محروم ہی رہی اگر اس بے اعتنائی کو ترک فرما کر غایت و اعانتہ اور توجہ فرمائیں گے

تو انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کی تکمیل و اشاعت مزید کی توقع ہے۔
کاش میری اس گزارش کو رائے گاہ نہ کیا جائے۔ ورنہ ص

جو ہم سے ہو سکا وہ کر دیا ہم نے۔
(۶) ناظرین کرام، سے عموماً اور مجازین و خلفائے عظام سے خصوصاً التجا ہے کہ
بندہ کمترین کو اپنی دعوات صالحہ سے محروم نہ رکھیں گے۔

یا ناظر! فیہ سل باللہ مرحمۃً علی المصنف واستغفر لصاحبہ
واطلب لنفسک من خیر ترید بہا من بعد ذلک غفرنا لکاتبہا
لو ان لی یوم التلاق مکا ننت عند الرؤف لقلت یا مولانا
انا المسئی وانت موتی محسن

ہاقد اسأت واطلب الاحسانا

فاطمی السموات والارض انت ولی فی الدنیا والاخرۃ توفتی مسیلاً
والحقنی بالصلحین ربنا قبل منا انک انت السميع العليم وتب
علینا انک انت التواب الرحیم وصلى اللہ تعالیٰ علی سیدنا
ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وعلماہ امتہ بعد دکل ذرۃ الف
الف مرۃ۔

العبد

نسیم احمد غازی مظاہری

مقیم سکےراپختہ مراد آباد۔ یوپی

۱۱ رمضان ۱۴۰۶ھ
شب ہجری

اسعدی

”حیات اسعدی کی ترتیب و کتابت کے بعد
 حجتہ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ رضا
 رحمۃ اللہ علیہ کے بعض خاص خاص حالات کا علم ہو رہا
 ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کو آئندہ اشاعت میں شائع
 کر دیا جائے گا حضرت حجتہ الاسلام کی مذکورہ اسناد حدیث
 کے علاوہ اور بھی بعض سندوں کا علم ہوا مثلاً مدینہ منورہ میں
 اپنے حضرت شیخ کتانی سے باقاعدہ سند حدیث حاصل کی اسناد
 سند یہ ہیں آپ کی قریب ترین اور عالی سند حدیث یہاں درج
 کی جاتی ہے۔ حضرت حجتہ الاسلام نے
 حدیث حاصل کی حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی سے
 اور انھوں نے حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آباد
 سے اور انھوں نے بلا واسطہ سراج الہند امیر المومنین فی الحدیث
 حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے اس طرح
 حجتہ الاسلام اور سراج الہند حضرت محدث
 دہلوی کے درمیان صرف دو ہی واسطے ہیں فقط
 نسیم احمد غازی مظاہری



تقریریں



فقیہِ ملت، شیخِ طریقت، استاذِ محترم، مولانا ماکرم

مفتی اعظم حضرت علامہ قاسم شاہ مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم
جانشینِ حجت الاسلام و ناظمِ اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہانپور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ اِمَّا بَعْدُ حِجَّةُ الْاِسْلَام حضرت اقدس
مرشدنا و مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب نور اللہ مرقدہ خلیفہ اجل مجدد الملت،
حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ و ناظم اعلیٰ
جامعہ مظاہر علوم سہانپور کو حق تعالیٰ شانہ نے جامع الصفات و مجمع الکلمات
بنایا تھا وہ منقول و منقول علوم و فنون میں عذائتِ کاملہ و مہارتِ تامہ رکھتے تھے
ان کو علوم قدیمہ و جدیدہ پر پوری دسترس حاصل تھی ان کو بیان و ادب، شعر و
سخن، اور عروض و قوافی میں یر طولی حاصل تھا۔ وہ نظم و نثر میں یکساں گفتگو
فرماتے اور زبان و قلم اور تہنیف و تالیف میں نہایت پائیزہ ذوق رکھتے تھے
جس طرح وہ تمام انواعِ علوم ظاہری میں کمالِ جامعیت کے حامل تھے اسی طرح علوم
باطنی، تصوف و سلوک اور طریقت و معرفت میں بھی متہم خاص و امتیازی شان
کے مالک تھے، غرضیکہ وہ علوم و معارف اور ادیان و عارف کے ایک کرنا پیدا
کنار دیکھانہ روزگار تھے، بلاشبہ وہ ادیب اکمل، عالم باعمل، عارف بالحد
مصلحِ عظم اور آیت من آیات اللہ تھے

ولیس علی اللہ بست نکر = ان یجمع العالم فی واحد
حضرت حجت الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ بابرکات کا ہر گوشہ پُر انوار
و پُر بہار تھا۔ وہ ہمہ وقت ذکر و فکر اور وظائفِ عبودیت میں محو، بکھرنا

میں غرق اور علوم و عرفان میں مستغرق رہتے تھے وہ اپنے کمالات و حالات کا اخفا پر پسند فرماتے اور زبان یا قلم سے ان کا اظہار ان کو ناگوار تھا ان کی زندگی کے خاص امتیازات میں سے تمام ارباب فرق باطلہ و مذاہب زائغہ سے نبرد آزما رہ کر ان سے کامیاب مباحثے، مناظرے، احقاق حق و تردید باطل، رد ارتداد، زبان و قلم سے دین برحق کی تائید و تقویت اور بلا امتیاز مذہب و ملت تمام انسانوں کی ہمدردی و خیر خواہی اور انکی اصلاح و تربیت کی فکر و کوشش جیسی صفات ہیں

حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کی حیات مبارکہ کا ہر پہلو و حیرت انگیز، سبق آموز، عبرت انگیز اور مردانہ راہ حق کے لئے بہترین رہنما و شعل راہ ہے۔ اسی بنا پر حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات ہے۔ (۱۵ رجب ۱۳۹۹ھ) کے بعد ہی خدام و متعلقین اور متوسلین و معتقدین کے قلب میں حضرت والا کی مبارک زندگی کے حالات قلمبند ہو کر کتبالی شکل میں عوام و خواص کے سامنے آجانے کا شدید تقاضا پیدا ہوا۔

اس سلسلہ میں سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اس عظیم کام کی ذمہ داری کون اپنے کاندھوں پر اٹھائے اور اس اہم خدمت سے کس طرح عہدہ برآ ہوا جائے جبکہ اس فانی فی اللہ باقی باللہ ہستی کی حیات، پیر کمالات کے اکثر گوشے پردہ خفا میں مستور ہیں۔ نہ یادداشتیں محفوظ رکھی گئیں نہ تفصیلی رودادوں کو یکجا رکھنے کا اہتمام کیا گیا اور نہ ہی کسی کے سوال کرتے پر حضرت والا نے معلوما فراہم کیں۔ اسلئے ایک عرصہ تک آرزوؤں اور تمناؤں کی حد تک تقاضے ہی تقاضے چلتے رہے۔ اور ان کی عملی شکل دینے کا فیصلہ کر کے کسی نے کوئی اقدام نہیں کیا۔ اور اگر کیا تو چند قدم سے آگے نہ بڑھ سکے۔ کافی عرصہ گزر جانے کے بعد چند اہم حضرات کے ایما و مشورے سے صاحبزادہ محترم حضرت مولانا

محمد اللہ صاحب استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور نے حضرت حجۃ الاسلام کے خاص تلمیذ رشید جامعہ مظاہر علوم کے قابلِ فخر و مایہ ناز فاضل جناب مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری کو بصورتِ درخواست مامور فرمایا

اور موصوف نے بخوشی اس درخواست کو قبول فرما کر اس ذمہ داری کے بار
 عظیم کو اٹھالیا اور ایک سال کی قلیل مدت میں اس کو پایہ تکمیل تک پہنچا
 کر اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو گئے شکستگی اسباب کے عالم
 میں، عدم معاونت اور حالات کی ناموافقت کے ماحول میں اتنا بڑا کام
 انجام دینا اللہ جل شانہ کی خاص غیبی مدد کا کرشمہ، فاضل مؤلف مولانا
 نسیم احمد صاحب غازی مظاہری کی عزم و جہد کے ساتھ ساعی جیلہ اور
 انتھک کوششوں کا نتیجہ اور صاحب سوانح (حضرت حجتہ الاسلام) سے ان کی
 قلبی وابستگی و والہانہ تعلق و عقیدت کا ثمرہ ہے۔ فجزاک اللہ تعالیٰ احسن

مؤلف حیات اسعد

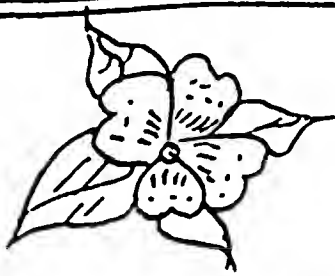
جناب مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری
 جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے ممتاز فضلا
 اور مشہور علماء میں سے ہیں موصوف کی فراغت ۱۳۷۷ھ میں ہوئی۔ اور
 امتحانات میں امتیازی ثمرات حاصل کر کے انعامات حاصل کیے جیسا کہ رد
 مدرکہ مظاہر علوم بابت ۱۳۷۷ھ میں مذکور ہے، فراغت کے بعد سے موصوف
 درس و تدریس، دعوت و تبلیغ اور تصنیف و تالیف میں مسلسل منہمک و
 مشغول ہیں ان کی تصنیفات کی تعداد تفسیر و حدیث وغیرہ مختلف موضوعات
 پر تقریباً شتر ہے۔ جن میں ایک درجن منظوم رسائل جو کئی ہزار مفید اشعار
 پر مشتمل ہیں شائع ہو چکے ہیں۔ درسی تفسیر ۲۹ و ۳۰، مرآة الانوار
 شرح اردو مشکوٰۃ الآثار وغیرہ مختلف اہم کتب بھی شائع ہو چکی ہیں۔
 غرض وہ تصنیف و تالیف، منظوم و منثور میں بھی عمدہ سلیقہ و بہترین ذوق
 رکھتے ہیں۔ وہ تقریر و تحریر احقاقِ حق و ابطال باطل کے عادی ہیں اور اس
 سلسلہ میں کسی کی وجاہت و دولت وغیرہ کی وجہ سے رو رعایت کے قابل
 نہیں۔ درسِ قرآن (ترجمہ و تفسیر) ان کا مستقل و محبوب معمول ہے۔
 بیان و خطابت اور تقریر میں بھی بہارت و شہرت رکھتے ہیں۔ غرض حق تعالیٰ
 نے عزیز موصوف کو علمی و عملی گونا گوں اوصاف و انعامات سے نوازا ہے۔
 خداوند تعالیٰ مزید دن و رات چو گنی نزیات سے اہل مال فرمائے آمین

حیات اسعد

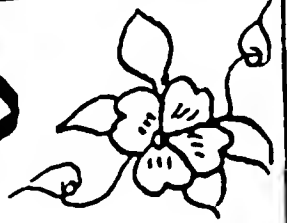
عزیز موصوف کی تازہ تالیف "حیات اسعد" پیش نظر ہے جس میں حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی مقدس زندگی کے مختلف پہلوؤں پر قلم فرمائی کی گئی اور ان کے بہت سے کارناموں کا تعارف کرایا گیا ہے خود مؤلف گرامی قدر کی تحریر کے مطابق احوال کا احاطہ واستیعاب تو ممکن نہ تھا تاہم کافی عنوانات کی عمدہ تشہیح کر دی گئی۔ اور توقعات سے بہت زائد حالات کو جمع کر دیا گیا ہے مزید تکمیل انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں ہو جائے گی۔ ایک خاص چیز "حیات اسعد" میں یہ ہے کہ حقائق سے تجاوز نہیں کیا گیا یعنی حالات و واقعات کے بیان کرنے میں افراط و تفریط سے کام نہیں لیا گیا۔ اور تقابل و مبالغہ آرائی اور بلاوجہ کسی پر نقد و طعن سے گریز و پرہیز کیا گیا ہے۔ اور ضرورت بھی ایسے نازک مواقع پر تاید حق و اظہار حقیقت کرتے ہوئے وہ نہایت سلیقہ و دانشمندی سے گزر گئے ہیں حاصل یہ ہے کہ غازی صاحب نے اس اخلاقی فریضہ اور اہم ذمہ داری کو پوری ذمہ داری و احتیاط کے ساتھ انجام دیا ہے جو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خدام و متوسلین پر عائد ہو رہی تھی اللہ تعالیٰ ہم سب خدام کی طرف سے آنحضور کو جسزائے خیر مرحمت فرمائے آمین اس سلسلہ میں اس کے زائد لکھنا مناسب نہیں۔ کتا اب کے سامنے ہے "مشک آنست کہ خود بوید نہ کہ عطار بگوید" ہر شخص اپنی نظر سے دیکھ کر فیصلہ کر سکتا ہے طر نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی ہمارے نزدیک عزیز موصوف کی کوشش کامیاب ہے اور وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعاقبین و متبیین بلکہ تمام قدروں مسلمانوں کی طرف سے شکر یہ کے مستحق ہیں کیونکہ "حیات اسعد" جس طرح حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے تلامذہ و مریدین و متعقدین کیلئے سرمہ چشم و مرہم دل ہے اسی طرح دوسرے حضرات کیلئے بھی مفید و نافع ہے۔

دعا ۱۔ اخیر میں دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ عزیز موصوف مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری کی جملہ مساعی جمیدہ کو قبول و بار آور فرمائے امت مسلمہ کو ان کے فیوض سے ناوبر متمتع فرمائے اور انکو مظاہری و باطنی برتری کی برکات و ترقیات سے مالا مال فرمائے آمین

رفیقہ الامت حضرت مولانا الشاہ (مظاہر حسین المظاہر) کی ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی) ۵ صفر ۱۴۰۴ھ ۱۵ اکتوبر ۱۳۸۶ء



تبرکات



:- بحمد اللہ الرحمن الرحیم :-

حائباً و مصلیاً امامجد حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب کی ذات گرامی اس دور میں ملت ہندیہ کے لئے خصوصاً اور عالم اسلام کے لئے عموماً ایک روشن چراغ اور نورانی شعل بھتی۔ آپ کی ذات گرامی سے یگانے اور بیگانے سب ہی روشنی حاصل کرتے اور فیض اٹھاتے تھے۔

مسلم حکمرانوں کے دور زوال میں حق تعالیٰ شانہ نے حضرت اقدس مولانا مفتی محمد اسعد اللہ صاحب کو پیدا فرما کر ان کے ذریعہ ملت کی آبیاری کا بڑا کام لیا حضرت مفتی صاحب کا اصل وطن سراد آباد تھا لیکن انہوں نے کمسنو ۲۹ برس گزارنے کے بعد اپنا مستقل وطن ریاست رام پور کو قرار دے لیا تھا۔

حضرت مفتی صاحب کی تیسری پشت میں حق تعالیٰ نے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کو پیدا فرمایا اور ان سے دین و ملت کی بڑی بڑی خدمات لیں۔ برائے دینیہ کی خدمات تو وہ زندگی کے آخری سانس تک کرتے رہے۔

خصوصاً جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی تعمیر و ترقی پر اپنی تقریباً پوری حیات مبارکہ قربان فرمادی۔ اس خدمت کے ساتھ ساتھ انھوں نے تصوف و سلوک، دعوت و خدمت کے وہ عظیم المرتبت کام بھی انجام دیئے۔ جو دورِ حاضر میں کمیاب ہیں۔

نین جوانی کے دور میں جب ملکائوں اور راجپوتوں کو مرتد کرنے کا پٹہ شہر دھانند اور آریہ سماج نے زبردست طوفان اٹھایا تو جامعہ مظاہر علوم نے حضرت مولانا کو اپنا نمائندہ بنا کر اس ہیانک طوفان کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا اس سخت ترین اور بھیانک طوفان کے مقابلہ میں حضرت نے اپنی جان اور قابلیت بیدار رکھ جھونک دی اور اس فتنہ ارتداد کو روکنے میں شاندار طریقہ پر کامیاب ہوئے۔

یہ ارتداد کا طوفان ایسا سخت تھا کہ بڑے بڑے حضرات مایوسی کا شکار ہو گئے تھے۔ لیکن حضرت مولانا اس میں پوری جرأت و شجاعت کے ساتھ سینہ سپر رہے ہر طرح کی تکالیف اور شدائد کو نہایت خوشگوار کی سے جھیلایا۔ غرض آپ نے دور شباب میں وہ عظیم کارنامے انجام دیئے جن سے بڑے بڑے اکابر جھبرا اٹھ تھے۔ اس وقت کی ضروریات میں مدرسہ کجانب سے جو امداد ملتی تھی آپ نے اس کو لینے سے بھی انکار فرما دیا تھا اور بلا معاوضہ پورے اخلاص و لہیت کے ساتھ سخت قربانیاں دیں۔

وقت کے امر کی تعمیل میں اسی قربانی کے سبب حق تعالیٰ نے آپ کو قبولیت سے نوازا اور اسی کی برکت سے وہ تادم واپس ملت کی غمگساری میں سرگرم عمل رہے۔

حضرت والا تبلیغی کام کی سرپرستی الفاظ سے نہیں بلکہ عملی طور پر بھی فرماتے رہے۔ جمعات کو جامع مسجد سہارنپور کے ہفتہ داری تبلیغی اجتماع میں بڑے اہتمام سے شرکت فرماتے اور اکثر تقریر فرماتے تھے۔ راسلہ میں جتنے مسلمانوں اور ہندو دوکانداروں سے سامنا ہوتا ان سے ایسے ملتے جیسے کوئی اپنے بڑے تعلق والے سے ملتا ہے وہ بھی دوکانوں سے اٹھا اٹھ کر آگے بڑھ کر عجیب محبت و عقیدت سے حضرت سے ملتے تھے۔ بہت سے غیر مسلموں کو دعوت کے جذبہ سے انگریزی پڑھاتے تھے۔

زنگوں کے تبلیغی کام میں مظاہری علمائے کرام بھی حصہ نہ لیتے تھے جب حضرت مولانا کو اسکی اطلاع ہوئی تو حضرت نے عجیب و غریب طویل اور تفصیلی خط وہاں کے علماء کرام کے نام تحریر فرمایا جس کے نتیجہ میں وہاں کے علماء و طلباء تبلیغی کام کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس سے حضرت والا کا تبلیغی کام سے زبردست تعلق معلوم ہوا یہ سب چیزیں حیات اسعد میں تفصیل سے مذکور ہیں شیخ التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے فرمایا تھا کہ میرے اس تبلیغی کا پورا پورا اہل دی ہو گا جو مدرسہ کی تعلیم، سلوک و تصوف امت دعوت و اجابت میں تبلیغ و دعوت میں درجہ کمال پر ہو۔ حق تعالیٰ نے

- (۵) کلام اسعد ربیاض حضرت والا
 (۶) سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی
 (۷) امواج تغزل
 (۸) مقدمہ فتاویٰ سعیدیہ ج ۱
 (۹) تذکرہ کمالانِ رام پور
 (۱۰) تلخیص اشرف السوانح
 (۱۱) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی اور ان کے خلفاء کرام
 (۱۲) اسلامی ٹیلیوینڈا کرہ سال ہشتم ۱۹۷۸ء
 (۱۳) بیاض خاص
 (۱۴) مراسلات
 (۱۵) تحریرات
 (۱۶) مختلف رسائل اور مباحثے
- حضرت اقدس مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب
 مولانا محمد ثانی صاحب ندوی
 جناب سید محمد ظفر صاحب اشک سنہلی
 حضرت اقدس علامہ مولانا مفتی لطف اللہ صاحب رام پور
 جناب حافظ احمد علی صاحب شوق رام پوری
 مولانا نور احمد صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند
 مؤلفین خلفاء و ناشر مولانا محمد یوسف صاحب مثالا
 کلکتہ
 حجت الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب
 مختلف علماء و متعلقین و متوسلین حضرات
 صاحبزادہ محترم مولانا محمد اللہ صاحب مولانا رئیس الدین صاحب
 مولانا عبد القیوم صاحب بستوی
 نظام کانپور۔ دارالعلوم دیوبند۔ الرشید پاکستان وغیرہ

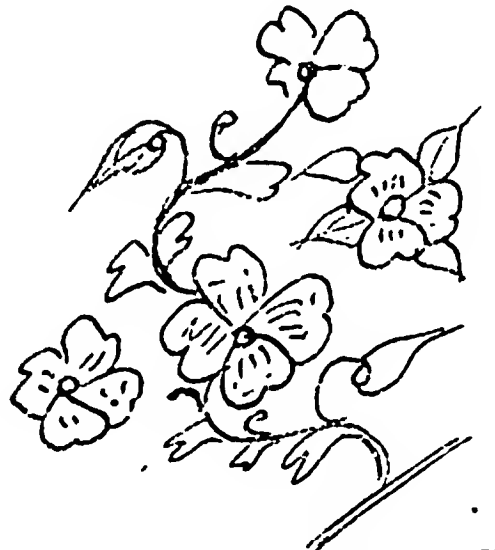
منہ ط

ان کتب مذکورہ سے اکثر مضامین بحوالہ ماخوذ ہیں ان کے علاوہ اگر کسی اور کتاب سے اتفاقاً کوئی مضمون لیا گیا ہے تو اس کا بھی مفصل حوالہ درج کر دیا گیا ہے۔

نقطہ

نسیم احمد غازی مظاہری بجنوری

سرائے پختہ مراد آباد



فہرست مضامین، حیاتِ اسعد

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۲	مذمتِ حدیث	۳	عُرفانِ اسعد
۳۳	خاتمہ کلام	۴	تصویرِ اسعد
"	ایک فرشتہ صفت لورانی انسان	"	تنویرِ اسعد
۳۴	فیوضِ برکات کے تین انقاہ سمندر	۵	مقدمہ
"	حضرت مولانا خلیل احمد صاحب	۶	سوانح کی تحریکات
"	حضرت اقدس مولانا محمد زکریا	۹	ذکرِ مؤلف حیاتِ اسعد
۳۵	حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب	۱۱	مناجبات سوانح سے مؤلف کا روحانی تعلق
۳۶	جامع کمالات شخصیت	۱۳	شکر و امتنان
۴۰	غروبِ آفتابِ علم و عرفان	۱۵	کارِ شمسِ اولیں
۴۱	تسلل و تشکیب	۱۶	جامعہ مظاہرِ علوم و دیگر مدارس کا قیام
۴۳	وجہ تالیف	۱۷	جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور اور اس کی امتیازی شان
"	سوانح کا آفاقی اور تجزیاتی ادلی	۱۸	جامعہ مظاہرِ علوم کی بنا اور اسکے بانی
۴۴	سوانح کی تحسین و یکسانی	۱۹	ملاطین جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور
"	مشک، آنست کہ خود بگوید	۲۰	حضرت دلا کی ایک تحریر پر تنویر
"	امید کی روشنی اور مایوسی کا بادل	"	بنیائے علم و اسلام کا ایک مرکزی ادارہ
۴۸	صاحبزادہ محترم سے ملاقات	"	جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور
۴۹	فرعہ فانی بنام من	"	آغاز سخن
۵۱	فکر اور فکر	۲۸	نزرِ گمانِ دین کی سہی و جہد
۵۲	تقویت و تائید	"	مظاہرِ علوم سہارنپور کا قیام
۵۴	پیش نظر اوراق کا نام	۲۹	سیاسی و انتظامی ارتقار
۵۵	حضرت شاہزادہ محترم کا مکتوب گرامی	۳۱	اسلامی دینی خدمت کا اجتماعی نظام
			اس کے توسع و داعی ادلی

۸۰	ذوٹ یکتا میں جمع کرنے کا شوق و محنت	۵۶	احسان و امتنان
۸۱	آپ بہترین شاعر بھی تھے	۵۷	بسم اللہ الرحمن الرحیم
"	قصیدہ عربیہ در مدح بندہ گمان حضور پر	"	خطبہ و تنبیہ
"	نور دام ملکیم و اقبالہم (ترجمہ از مولف)	۵۹	ریاست رام پور اور اسکے ماحول کے
۸۳	فارسی اشعار (ترجمہ از مولف)	"	نشیب و فراز
"	بے مثال جامع الصفات شخصیت	"	تاسیس ریاست
۸۵	تصنیفات و تالیفات	۶۰	نواب سید علی محمد خاں بہادر
۸۷	ف (تعارف معیار الاشعار)	۶۱	نواب سید سعد اللہ خاں بہادر
"	تنبیہ	"	نواب سید نبیض اللہ خاں بہادر
۸۸	حضرت مفتی صاحب کا کتب خانہ	۶۲	نواب سید محمد علی خاں بہادر
۸۹	تبصرہ	"	نواب سید غلام خاں بہادر
۹۰	حضرت مفتی صاحب گوشتہ نشین بزرگ تھے	۶۴	نواب سید احمد علی خاں بہادر
۹۱	کیا حضرت مفتی صاحب زہد خشک تھے	"	نواب سید محمد سعید خاں بہادر
۹۲	حضرت مفتی صاحب کی سیاسی نظریہ	"	نواب سید یوسف علی خاں بہادر
۹۵	جنگ آزادی میں شرکت سے ابار	۶۵	نواب سید کاظم علی خاں بہادر
۹۶	علم آزانہ اور بہار بطرز فکر	۶۸	نواب سید مشتاق علی خاں بہادر
۹۷	علماء کی دو قسمیں	"	نواب سید حامد علی خاں بہادر
۹۸	اہل کمال کی فہرست میں	۶۹	نواب سید رضا علی خاں بہادر
۹۹	تلامذہ ذیشان	۷۰	حضرت والا کا خاندان عالیشان
۱۰۰	نواب صاحب کی ازادگی اور ترک وطن کا قصد	۷۳	ف (لفظ سید خاں کے اجتماع کی وجہ
"	وفات حضرت آیات	۷۵	حضرت والا کے جد اکبر بچپن
۱۰۱	تاریخ وفات حضرت آیات	۷۵	بچپن اور دور طلب علم
۱۰۲	قصیدہ عربیہ تاریخہ (۱)	۷۸	کتب بینی اور مطالعہ کا شوق
۱۰۳	قصیدہ عربیہ تاریخہ (۲)	"	قیام نکلنو اور علمی کارنامے
۱۰۵	تاریخ ثانی در فارسی از لطافت	"	مناظرہ نکلنو
"	ایضا در فارسی از آسی	۷۹	رج دربارت کی سعادت

۱۲۱	جلوۂ حیات اسعد	۱۰۵	تاریخ ثالث در اردو از لطف
۱۲۲	جزۃ الاسلام حضرت العلامة مولانا	۱۰۶	ایضا بزبان اردو از آسی
۱۲۳	الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب	۱۰۷	باقیات صالحات
۱۲۴	ولادت، نام اور وطن شریف مبارک	۱۰۸	حضرت علامہ مولانا مفتی لطف اللہ صاحب
۱۲۵	ماحول، پیمبر اور آغاز تعلیم و تربیت	۱۰۹	ولادت، تعلیم اور عمدہ کارنامے
۱۲۶	نورانی فطرت پر خانگی ماحول کے اثرات	۱۱۰	عدل و حق گوئی
۱۲۷	پاکیزہ طبیعت پر بیرونی اثرات	۱۱۱	علمی مساعی اور مطالعو کا شوق
۱۲۸	قصیدہ	۱۱۲	ازواج و اولاد
۱۲۹	شرافت و ذکاوت	۱۱۳	مولانا حکیم فضل اللہ صاحب کی اولاد
۱۳۰	پہلا واقعہ - آبائی جاییداد کا مسئلہ	۱۱۴	جناب مولانا شکر اللہ صاحب اور انکی اولاد
۱۳۱	ذہانت کا دوسرا واقعہ	۱۱۵	۱) حکیم ڈاکٹر شفیع اللہ صاحب
۱۳۲	رام پور سے تھکانہ بھون	۱۱۶	۲) عزیز اللہ صاحب (۳) قدس اللہ تعالیٰ
۱۳۳	سلسلہ تعلیم تھکانہ بھون سے مراد پور	۱۱۷	۴) حفیظ اللہ صاحب
۱۳۴	تحصیل بلوچ کا شوق اور کاندھل	۱۱۸	نحزمہ حبیبہ جان
۱۳۵	زبان وادریس، دو کاموں کی طرف توجہ	۱۱۹	حضرت مولانا مفتی لطف اللہ صاحب کی دیگر اولاد
۱۳۶	دور بینی و ناداری	۱۲۰	وفات و صدقات جاریات
۱۳۷	پیشا خود پسندی	۱۲۱	حضرت علامہ مولانا مفتی بشارت اللہ صاحب
۱۳۸	حضرات اساتذہ کرام	۱۲۲	ولادت، تعلیم اور ترقی
۱۳۹	اولیں استاد و معلم	۱۲۳	تسبیغات، نمونہ از خیر دار، علامہ
۱۴۰	حضرت اقدس مولانا حافظ عبد اللہ گنگوہی	۱۲۴	اولاد و احفاد
۱۴۱	حضرت مولانا شبیر علی صاحب قاضی	۱۲۵	رقیبہ اور کلمتوں
۱۴۲	وفات حسرت آیات	۱۲۶	دونوں صاحبزادے
۱۴۳	حضرت مولانا ظفر احمد صاحب شیخ الاسلام	۱۲۷	وفات
۱۴۴	پاکستان	۱۲۸	نقشہ خاندان سعادت نشان

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۴۶	درس حدیث	۱۴۱	(۵) شیخ الاسلام حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب
۱۴۷	درس بعد الفجر و بعد العصر	۱۴۲	درس و تدریس
۱۴۸	درسی خصوصیات و عادات	۱۴۳	برما کے دو سفر
۱۴۹	جذبہ نفع رسانی	۱۴۴	بیعت و اجازت
۱۵۰	ایک طلبہ کا استفادہ	۱۴۵	علامت و رحلت
۱۵۱	صاحبزادگان کے ساتھ برتاؤ	۱۴۶	(۶) حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کامپوری
۱۵۲	طلبہ کرام سے تعلق اور محبت	۱۴۷	بیعت و ارشاد
۱۵۳	حدیث کا آخری سبق	۱۴۸	(۷) حضرت علامہ مولانا محمد کمالی صاحب کاندھلوی
۱۵۴	غیابت و اعانت	۱۴۹	(۸) حضرت مولانا ثابت علی صاحب
۱۵۵	دعوت کا عجیب انداز	۱۵۰	(۹) حضرت مولانا محمد الوحید صاحب سنگھلی
۱۵۶	تکلف سے بالا تر کریم النفسی	۱۵۱	(۱۰) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب باجپوری
۱۵۷	مدرسین و اساتذہ کا احترام	۱۵۲	(۱۱) حضرت حکیم الامت تھانوی تصویر سندر الحدیث
۱۵۸	قیام رنگون اور نظامت جامعہ محمدیہ	۱۵۳	حضرات اساتذہ کرام سے عقیدت و محبت
۱۵۹	اہل رنگون سے تعلق کی ایک مثال	۱۵۴	حضرت حکیم الامت سے عشق و عقیدت
۱۶۰	سہارنپور واپسی کی وجہ	۱۵۵	مکتوب تلخوم (ب) بارگاہ حضرت تھانوی
۱۶۱	رباعی - یاد ماضی	۱۵۶	غزل
۱۶۲	جامعہ مظاہر علوم اور اصحاب جامعہ	۱۵۷	تہنیت نامہ
۱۶۳	مظاہر علوم سے عشق	۱۵۸	چند متفرق اشعار
۱۶۴	جامعہ مظاہر علوم کا اہتمام و انتظام	۱۵۹	درس و تدریس
۱۶۵	ترقیات بدو و برابریات	۱۶۰	تدریس گوہر شاہ براند
۱۶۶	تعمیری ترقیات	۱۶۱	علی سفر
۱۶۷	مسجد مدرسہ قدیم کا برآمدہ	۱۶۲	
۱۶۸	کتب خانہ کی توسیع و تعمیر جدید	۱۶۳	

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۳۰	مظاہر علوم کی مالیات اور حضرت	۲۰۷	قطر تاریخ کتب خانہ کمرہ اندرونی
۲۳۱	شیخ الحدیث	۲۰۸	دارالطلبہ قدیم
۲۳۳	خویش نوازی کا الزام	۲۰۹	احاطہ مطبعہ دارالتجوید
۲۳۴	شہید کرنے کی سازش اور گرفتاری	۲۱۰	مدرسہ خلیفہ شاخ - دارالطلبہ جدید کی تکمیل
۲۳۵	اسٹرائیک کی لعنت	۲۱۱	آمد و مصارف کی ترغیبات
۲۳۶	چند تراشے	۲۱۲	اندرطالی امور میں ایک عادت
۲۳۷	شیخین آفتاب و مہتاب تھے	۲۱۳	شیخین کے بے مثال تعلقات اور مخلصانہ روابط
۲۳۸	حیرت و تعجب	۲۱۴	حضرت شیخ کی مجلس میں شرکت مجلس کی پابندی
۲۳۹	علمائے کرام کا احترام	۲۱۵	میں حضرت کے پیر چوموں گا
۲۴۰	کورانہ عقاید کے سخت مخالف تھے	۲۱۶	ہر گلے رازنگ دلو سے دیگر است
۲۴۱	حق گوئی و بے باکی	۲۱۷	شالی ادب
۲۴۲	قضیہ نامرئیت	۲۱۸	آپ کی بہت ہزرت ہے
۲۴۳	حضرت قطب عالم و حضرت فقیہ	۲۱۹	حضرت شیخ کی تفسیفات پر نقد و نظر
۲۴۴	ملت کے ارشادات	۲۲۰	قابل رشک و بے مثال روابط
۲۴۵	یگانوں اور بیگانوں کی خدا کا اعتراض	۲۲۱	غنے
۲۴۶	حضرت جتہ الاسلام اور علما اعلام	۲۲۲	اسٹرائیک اور تعلقات میں رخنہ اندازی
۲۴۷	حضرت مولانا مہناوی	۲۲۳	ہارٹ فیل ہو جاتا
۲۴۸	حضرت محدث سہارنپوری	۲۲۴	ایک ناپاک اشتہار
۲۴۹	حضرت شیخ الاسلام پاکستان	۲۲۵	مظاہر علوم سہارنپور اور
۲۵۰	حضرت حکیم الاسلام	۲۲۶	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
۲۵۱	ذات کے بعد تعلق	۲۲۷	آمریت کا الزام
۲۵۲	پند اکابر دین دارالعلوم دیوبند	۲۲۸	
۲۵۳	چند بزرگوں کے ارشادات	۲۲۹	

۲۸۹	پنڈت جی	۲۵۸	حق کیلئے بے مثال جہاد اور زبردستی جہاد
۲۹۰	پنڈت جی کی سخن پروری اور	۲۶۰	اسعدی جذبات
۲۹۱	منظرہ کے بعد کے حالات	۲۶۱	درخواست
۲۹۱	پنڈت دھرم بکیشو سے مناظرہ	۲۶۲	فتنہ ارتداد کا زبردست مقابلہ
۲۹۲	ایک اور مناظرہ	۲۶۴	مشکلات کی کہانی خود حضرت کی زبانی
۲۹۳	عبدالحق پادری سے مناظرہ	"	مکتوب نمبر
۲۹۴	مسئلہ تنازع پر مناظرہ	۲۶۸	مکتوب نمبر
۲۹۵	اسی مسئلہ پر ایک اور مناظرہ	۲۷۳	مباحثے اور مناظرے
۲۹۶	نکودہ مجاہدوں اور مناظروں کی روشنی میں	۲۷۴	انجمن ہدایت الرشید کا قیام اور مقاصد
۲۹۸	دعوت و تبلیغ	۲۷۷	مقاصد اور اصول و قواعد
۲۹۹	طریقہ دعوت و تبلیغ	"	انجمن کی خدمات
"	تبلیغ کی ضرورت	"	چند مناظروں کا مختصر حال
۳۰۰	مسلمانوں میں تبلیغ	۲۷۸	الہامیت قرآن و دید پر مباحثہ
"	تبلیغی جماعت سے تعلق و دلچسپی	"	اہل بدعت سے منظرہ
۳۰۱	تبلیغی جماعت کے اہل روح رواں	۲۷۹	آریوں سے منظرہ
"	اہل مظاہر علوم کو دعوت و تبلیغ	"	قادیانیوں سے منظرہ
"	گہری دلچسپی	۲۸۰	گنگوہ میں آریوں سے منظرہ
۳۰۲	ہفتہ وازی اجتماع میں شرکت	۲۸۱	بیموں اور کیسے ہوا
"	متوسلین کو تاکید و ترغیب	۲۸۲	رد ادب مناظرہ
۳۰۳	حضرت والا کا ایک مکتوب گرامی	۲۸۳	پنڈت کرماندگی
۳۰۴	مکتوب گرامی حضرت حمزہ الاسلام	۲۸۵	مولانا
۳۰۵	کیا حضرت تھانوی تبلیغ کے خلاف تھے ؟	۲۸۶	پنڈت جی - مولانا
			مولانا

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۵۷	حضرت حجۃ الاسلام کو اجازت	۳۱۷	والا نامہ حضرت حجۃ الاسلام
۳۵۸	اجازت کا قصہ	۳۱۸	تبلیغی جماعت سے دلچسپی کی وجوہات
۳۵۹	تکمیل سلوک	۳۲۱	وعظ و تقریر
۳۶۰	حضرت حجۃ الاسلام کی حضرت حکیم الامت سے آخری ملاقات	۳۲۳	جامعہ مظاہر علوم کے ترجمان
۳۶۳	ارشاد و تربیت اور اصلاح خلق	۳۲۵	واعظ جامع مسجد سہارنپور کی حیثیت
۳۶۵	طریقہ بیعت	۳۲۷	صدارت و صف اول
"	ابتدائی معمولات	۳۲۹	فتاویٰ تحریکات اور حضرت والا کی خدمات
۳۶۶	منتہی ہدایات کو نہ مانج	"	جامعہ مظاہر علوم کا مقصود اور دستور
"	خلفاء کو خصوصی ہدایات	۳۳۰	سیاسی معاملات اور ارباب جامعوں کا طرز عمل
۳۶۷	اسعاد الطالبین	۳۳۲	تحریک خلافت اور مسئلہ قسربانی
"	ہدایات برائے متوسلین	۳۳۵	جتنوں کی آزادی میں
"	ارشاد گرامی مفتی صاحب	۳۳۸	قابل توجہ جمعیت علماء ہند دہلی
۳۶۸	رسالہ نافع اسعاد الطالبین	۳۴۲	قسربانی کے متعلق ایک بہت ضروری اعلان
۳۶۹	۱. بیات بیعت	"	جبر یہ تعلیم
"	بیعت کی ضرورت	۳۴۳	وقف بل کا مسئلہ
۳۷۰	شیخ کامل کی پہچان	۳۴۷	شفق ریزہ روشن کا متن
"	آداب مرید	"	شار دابل
"	احکام مرید	۳۴۹	دوسری تحریکیں
۳۷۳	ہدایات برائے متوسلین	۳۵۰	زندگی کا قابل تقلید پہلو
۳۷۴	شجرۂ مظلومہ	۳۵۱	بیعت و ارادت
۳۷۵	خلفاء و مجاہدین کرام	۳۵۲	تجدید بیعت
"	فہرست خلفاء و مجاہدین	۳۵۳	خط و کتابت
۳۷۷	حضرت حجۃ الاسلام	"	خلافت و اجازت
		۳۵۴	مجاہد صحبت و مجاہد بیعت

صفحہ	مضامین	صفحات	مضامین
۳۸۸	مولانا شبر احمد صاحب فیض آبادی	۳۷۷	حضرت رئیس الدین صاحب
"	مولانا محمد یوسف صاحب چارگانی	۳۷۸	مولانا محمد نعیم الدین
۳۸۹	مولانا سید صدیق احمد صاحب بانڈی	"	مولانا جمیل الرحمن
"	حاجی نیر احمد خان صاحب سہارنپوری	"	فہرست خلفائے موجودین
۳۹۰	مولانا عبدالوہاب حسنا بستوی	"	نقوی اور پرہیزگاری
۳۹۸	نقل مکتوب گرامی	"	عشق رسول و اتباع سنت
۴۰۰	مولانا مفتی جمیل احمد حسنا تھانوی	۳۸۰	نام مبارک کی عظمت
۴۰۱	نوٹ	"	درد شریف کا اہتمام
"	(ضروری نوٹ)	۳۸۱	عظمت و محبت رسول
"	مولانا عبدالقیوم صاحب لستوی	"	نعت (۱)
۴۰۲	پیر و نیر الحاج علی احمد منارنگوی	"	نعت فارسی (۳) نعت (۳)
"	حضرت الحاج محمد ثمر صاحب سہارنپوری	۳۸۲	چند متفرق نعتیہ اشعار
"	ایضاً عبدالجمیل صاحب	"	اتباع سنت کا شوق
"	القاری اشفاق حسین حسنا تھانوی	۳۸۳	اذکار سنوۃ ادعیہ مالوڑہ
"	حاجی عاشق الہی صاحب ماجردی	"	کشف و کرامات (۲)
"	مولانا احمد مرتضیٰ صاحب ہناردی	۳۸۴	حضرت والا کی ایک خاص
"	مولانا حافظ الطبع اللہ صاحب	۳۸۵	کرامت
"	مولانا ضیاء اللہ	۳۸۶	چند خصوصیات
"	حافظ محمد یعقوب	"	شعر و ادب
"	مولانا مفتی مظفر حسین	"	طبیعت کی موزونیت اور
"	مولانا محمد یونس	"	نشوونما
"	مولانا عبداللطیف	۳۸۷	نظائر غلام میں عروض و ادب
"	مولانا حکیم محمد ایوب	"	کاغذ و جوار و ادب و طبیعت
"	حافظ ظفر احمد	۳۸۸	ووا بستگی

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۷۸	قصیدہ کا مکمل ہیكله	۴۲۸	ادبی نئیست - مشاعروں کی صدارت
۴۷۹	مفتی کفایت اللہ	۴۲۹	مشاعروں کی شرکت سے کنارہ کشی
۴۸۰	چند اشعار قلم برداشتہ - چند تاریخی قطعات	۴۳۰	ہمعصر شعراء میں حضرت کا مقام
۴۸۱	قطعہ تاریخ وفات شیخ الاسلامؒ	"	وہ شعراء جن کو آپ شرف تلمذ حاصل ہے
۴۸۲	تاریخ جامع بنائے مسجد اسلام آباد سکسہار پور	۴۳۱	شعراء کے معاصرین سے ملاقات و تعلقات
۴۸۳	تجمع گوئی	۴۳۶	آدم برسر مطلب
۴۸۴	چند منتخب اشعار	۴۳۷	حضرت والا کی ایک خصوصیت
۴۸۸	نجیب لطیفہ (رباعی)	"	شعراء اور ادباء کا احترام
۴۸۹	استاذ النون	۴۳۹	احباب ادب کی خیر خواہی
۴۹۰	الحدث السلسل بالشعراء	۴۴۰	شعراء ادب میں حضرت والا کا مقام
۴۹۱	طلبہ کے لئے شعر گوئی ناپسند تھی -	۴۴۵	زبان و ادب کی تصحیح کا اہتمام
"	ایک مشہور شاعر کا قصہ	۴۴۹	چند اصلاحی نمونے
۴۹۳	پسند و نضاح	۴۵۱	لطائف و ظرائف
۴۹۵	خاص نصیحتیں	۴۶۶	تبصرہ
۴۹۷	جاہل بیوی - استاذ کی خدمت	۴۶۷	شعری نمونے
۴۹۸	دوسروں کیلئے وہ پسند کرو جو اپنے لئے	۴۶۸	غزل
"	کر سکتے ہو	۴۶۹	غزل
"	مستقلین و متبعین کو انصاح	۴۷۰	غزل - غزل
۴۹۹	آخری دور کی نصیحت - آخری نصیحت	۴۷۱	غزل
"	وفات کے بعد	۴۷۲	نعتیہ غزل - غزل (بچوں کے لئے)
"	مذہب و نضاح - پسند و پسند	۴۷۳	غزل
۵۰۰	گھنڈ	۴۷۵	ابوظالب کو دو تھو اسلام، اشعار ابی طالب
۵۰۱	غزل، غزل، غزل	۴۷۶	تہنیت نامہ (۱)
۵۰۲	غزل	۴۷۷	(۲)

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۵۲۲	فائدہ	۵۰۳	ناصرانہ چند اشعار
۵۲۳	حکایات و تعویذات	۵۰۵	بچوں کے لیے چند منظوم نصیحتیں
۵۲۴	آنکھوں کی روشنی کے لیے	۵۰۶	اپنے بچوں سے پیار کرتا ہوں
"	نابینا ہونے سے حفاظت	۵۰۷	خط بنام احمد المشر
"	لڑکا پیدا ہونے کیلئے	۵۰۹	خط (۲)
۵۲۵	قوت حافظہ کیلئے - قوت دماغ کیلئے	۵۱۱	خط (۳)
"	قوت ایمان کیلئے - فلاح داریں کیلئے	۵۱۲	خط (۴)
۵۲۶	ہر مرض کا علاج - اولاد کے مصلح ہونے کیلئے	۵۱۴	محمد اللہ کو
۵۲۷	عادات، معمولات اور ملفوظات	۵۱۵	(رباعی) نصائح پدر
"	لاشائی اصول زندگی	۵۱۶	غزل (بچوں کے لیے)
۵۲۸	اخلاص و لہیت	۵۱۷	علاج - غزل
۵۲۹	حوصلہ و ہمت	۵۱۸	غزل ، غزل
۵۳۰	صحیح محنت	۵۱۹	ہاں باپ کی اطاعت
۵۳۱	امانت و دیانت	۵۲۰	تھوٹ کی مذمت
۵۳۲	قابل تقلید پاکیزہ عادتیں	۵۲۱	مثبت - غزل
۵۳۳	آدمیوں کی چار قسمیں	۵۲۲	محنت کرو بیٹیا محنت
۵۳۴	پارچیزیں کم کر دینا مفید ہے	۵۲۳	غزل
۵۳۵	قلبت طعام	۵۲۴	غزل ، غزل
"	قلبت منام	۵۲۵	بھلی بات کی اصلاح -
۵۳۶	قلبت کھلام	"	بچوں سے مزاج و خوش طبیعی
"	قلبت الاشتراط مع الانام	۵۲۷	غزل
۵۳۸	عبادت عبادت سے بہتر ہے	۵۲۸	گوشت خور نامہ - تمہاری بکری
۵۳۹	سوالک مجذوب سے افضل ہے	۵۳۰	خط
"	خدمت خلق	۵۳۱	رباعی

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۵۶۲	معمولات میں حجامت کے کام علاج	۵۵۰	اذیت رسانی سے پرہیز
۵۶۳	ختم خواجگاں	"	تحمل اذیت
۵۶۴	بعد عصر کے معمولات	۵۵۱	زبان کی حفاظت
۵۶۵	شب بیدار معمولات	۵۵۲	بزرگوں کی نصیحت
۵۶۶	صبح کے معمولات	"	کج روی و خود سری پر نصیحت
"	مولانا اور حضرت ناظم صاحب	۵۵۳	بداصلوں سے بھلائی کی امید نہیں
"	سادگی اور بے تکلفی	۵۵۴	انہار در د اذیت
۵۶۷	ناشتہ اور خوراک	"	رویہ کی سختی
۵۶۸	پوشاک	"	ادب و انہار حقیقت میں تضادم
۵۶۹	پانچواں کا لطیفہ	"	حسن و عشق کا ربط باہمی
۵۷۰	زہد و قناعت	۵۵۵	ایک لطیفہ
۵۷۱	روسانے سے کنارہ کشی	"	نہ شبم نہ شب پرستم
۵۷۲	مال بھی ضروری اور اعمال بھی	۵۵۶	ہمت افزائی
۵۷۳	نہ قمر بنی ہو، نہ قمر بنی دو	"	تکلفات ناپسند تھے
۵۷۴	ہدایا قبول کرنے میں احتیاط	"	سوال پورا نہ ہونے پر افسوس
۵۷۵	احسان کا بدلہ	۵۵۷	انتظام و باطنی بھلائی
۵۷۶	معاملات کی صفائی	"	حکایت
۵۷۷	سلوک اور معاملات اور اخلاق	۵۵۸	اہل اللہ کی ترقیات
۵۷۸	معافی اور تلافی	۵۵۹	اشعار کی بلندی و بے قدری
۵۷۹	ایک بھنگی سے معافی	"	خود داری و عزت نفس
۵۸۰	تبسم و خفگی کا عجیب انداز	"	دولت نیم شبی
۵۸۱	کتا بوں سے عشق	۵۶۰	چھ انمول ہیرے
۵۸۲	رونق دین پیمر سے کتاب	"	پابندی و استقلال
"	نا پسندیدہ کتابیں	۵۶۱	مداومت و استقامت کی تاکید

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۱۶	نوافل اوابین	۵۹۳	مطالعہ
"	نماز عشاء کے بعد نوافل	۵۹۵	ہے رحمت وسیع کا آنچل مطالعہ
۶۱۷	نماز عصر کے پہلے نفلیں	۵۹۶	محنت و مشقت کی عادت
"	نماز مغرب سے پہلے نفلیں	"	ملا مت کی پروا نہ کرنی چاہئے
۶۱۸	صلوۃ التبسیح کا اہتمام	۵۹۷	انگریزیت سے نفرت
۶۱۹	صلوۃ التبسیح کا ثبوت	۵۹۸	حضرت والا کا سیاسی نظریہ
۶۲۲	ذکر کی کثرت اور ذکر کی ہدایت	۵۹۹	ہر درد کی دوا اور ہر مرض کی شفا
۶۲۳	حضرت والا کی دو کتابیں	۶۰۰	صورت کا نہیں حقیقت کا اعتبار
"	ذکر کی تاکید و ترغیب	۶۰۱	دلجوئی اور جوصلہ افزائی
۶۲۴	زکاة و صدقات	۶۰۲	دعوت میں شرکت
۶۲۶	اخفائے صدقات	۶۰۳	زبان خلق کو
"	سج و زیارت	۶۰۴	تم بہادر ہو یا بے بہادر
۶۲۸	روزوں کا اہتمام	۶۰۵	عبادت
۶۲۹	نرا و تح کا اہتمام	"	نماز کا اہتمام
"	رمضان میں نوافل	"	نماز ترقیات کی ضامن ہے
۶۳۰	اعتکاف	۶۰۶	نماز میں آپ کا بلند مقام
"	نماز عیدین	۶۰۷	نماز کی صحت کا اہتمام
۶۳۱	موت کی یاد	۶۰۸	جماعت کا اہتمام
۶۳۲	حسنِ خاتمہ کی فکر	۶۱۰	صف اول اور تکمیل اولیٰ کا اہتمام
۶۳۳	آخرت کا دھیان	۶۱۱	تاکید و ترغیب
۶۳۴	اعراض اور معالجہ	۶۱۲	لڑوؤں کا قصہ
"	آنکھوں کی تکلیف اور علاج	۶۱۳	معذوری میں بھی اہتمام
۶۳۶	آنکھوں کا علاج دہلی کے بعد سیٹاپور	۶۱۵	نوافل کا اہتمام
۶۳۸	دوسری آنکھ کا آپریشن	۶۱۶	تہجد کی نفلیں

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۶۵۷	(۱) اسعاد النور	۶۲۹	پیشاب کی تکلیف اور غدد کا آپریشن
۶۵۸	(۲) تکمیل العرفان فی التہلیل حنفیہ الامام	۶۳۳	معذوری کے باوجود نماز و نکاح اہتمام
۶۵۸	(۳) فتنہ ارتداد اور سناٹوں کا غرض	"	دل کا دورہ اور علاج
۶۵۹	(۴) القتل لقتل من اللطائف	۶۳۴	ایک پیشین گوئی اور اس کا ظہور
۶۶۰	(۵) رہبر حجاج (۶) اسعاد الطالبین	"	ذمہ داریوں میں ترقی اور مرض و
"	(۷) صحائف اسعد		علاج کا تسلسلہ
۶۶۱	(۸) کلام اسعد	۶۴۵	ہارٹ ایٹک کا شدید حملہ
۶۶۲	(۹) مصباح الطحاوی	۶۴۶	ایک اہم تحریر اور مایوس کن مرحلہ
"	(۱۰) اسعاد الاسعد	۶۴۷	خبر و خشت اثر
۶۶۵	(۱۱) الکاملۃ بنی و بنی بعض المعقولین	"	آخری وصیت
"	(۱۲) الحاوی علی مشکلات الطحاوی	۶۴۸	پیر کے دن کا انتظار
۶۶۷	(۱۳) الحاوشی علی الطحاوی	"	وفات حسرت آیات
۶۶۸	(۱۴) ایک فیصلہ	۶۴۹	وصال کے بعد
"	(۱۵) المسالمة فی شرح الکاملۃ	۶۵۰	تجہیز و تکفین
"	(۱۶) صرف پر کچھ کار آمد اسباق	۶۵۱	محبوب کو محبوب کی زیارت کرنے کی جگہ
"	(۱۷) ہفت اختر	"	نماز جنازہ اور تدفین
"	(۱۸) شرح التفسیر فی التفسیر	۶۵۲	حلیہ مبارکہ
"	(۱۹) عروص باقافیہ (۲۰) شرح حماسہ	۶۵۳	باقیات صالحات
"	(۲۱) تحفۃ الخیرۃ فی نسبتہ السبع الشعیۃ	"	صدقات جاریہ
"	(۲۲) شرح یحییٰ (۲۳) رسالہ آمین الجہر	۶۵۴	علم نافع
"	(۲۴) رسالہ قرأت خلف الامام	۶۵۵	اولاد امجاد
"	(۲۵) رسالہ رفع یدین	"	اولاد صالحہ
"	(۲۶) رسالہ شیعی تقلید	۶۵۶	روحانی اولاد
۶۶۹	ہفت ستارہ خلفاء و مجازین	۶۵۷	تصنیفات و تالیفات

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۷۲۴	وقف جامع مسجد کلاں	۷۲۳	نگارشات تاثرات
۷۲۵	حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کا مکتوب	۷۲۴	ذکر اسعد اسمیاں
۷۲۶	حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب کا مکتوب سامی	۷۲۵	حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب
۷۲۷	الحرم میزٹھ	۷۲۶	تعارف مختصر
۷۲۸	ندائے سنت لکھنؤ	۷۲۷	حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ
۷۲۹	ہفت روزہ آزاد سہارنپور	۷۲۸	تاثرات
۷۳۰	نظام جدید کا تعزیتی مراسلہ	۷۲۹	مصلح دوران حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب
۷۳۱	مکتوب دارالعلوم مولانا محمد اسعد اللہ صاحب	۷۳۰	آہ حضرت ناظم صاحب
۷۳۲	مولانا احمد اللہ خاں حمیدی کا مکتوب	۷۳۱	بے نظیر و باکمال ہستی
۷۳۳	بریکہ امدادیہ کا مراسلہ	۷۳۲	مولانا اسعد اللہ صاحب
۷۳۴	مفتی عبدالقدوس رومی کا خط	۷۳۳	سعدی وقت
۷۳۵	جہانمہ اسلامیہ ریڑھی ناچپورہ کا مراسلہ	۷۳۴	گوہر شب چراغ
۷۳۶	مولانا فخر الدین صاحب لاہور کا مکتوب	۷۳۵	اسعد العباد
۷۳۷	مولانا سعید احمد لاہوری ثم پاکستانی کا مکتوب	۷۳۶	ایک نادر روزگار شخصیت
۷۳۸	مولانا مفتی نسیم احمد فریدی کا مکتوب	۷۳۷	میرے حسن، میرے مربی
۷۳۹	ضی سوسائٹی دارالعلوم دیوبند کا مراسلہ	۷۳۸	فخر زمیں، فخر زمان
۷۴۰	شرعی ہری سنگھ جہین ڈگری کالج سہارنپور کا مراسلہ	۷۳۹	آفتاب جہاں تاب
۷۴۱	جناب انیس احمد صاحب کا خط	۷۴۰	مختصر تذکرہ حضرت والا
۷۴۲	حضرت مولانا حکیم مکرّم حسین صاحب کا مکتوب گرامی	۷۴۱	چند اچھی کتابیں
۷۴۳		۷۴۲	تعزیتی مراسلات و پیغامات
۷۴۴		۷۴۳	ایشخ اسعد اللہ
۷۴۵		۷۴۴	رسالہ مؤلف الکتاب
۷۴۶		۷۴۵	ترجمہ مکتوب مؤلف
۷۴۷		۷۴۶	انجمن ابناء قدیم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۷۷۱	نالہ دل	۷۴۵	درالعلوم فاروقیہ یکاوری کا خط
۷۷۲	مہکا کے چل دیئے	۷۴۶	کنز العلوم ٹانڈہ کامراسلہ
"	عظیم اسعد	"	مولانا محمد مرتضیٰ صاحب ندوۃ العلماء
۷۷۳	خدا کا نام لیتے تھے	۷۴۷	کا مکتوب
"	مقام اسعد	۷۴۸	مکتوب، حبیب
۷۷۴	تصور	۷۴۹	مولانا محمد یوسف پاشا رنگون کا مکتوب
۷۷۵	اُف رہنا ہے کا رواں	۷۵۱	سید اقیار حسین صاحب رامپوری
"	کامل استاذ علوم	"	کا مکتوب
۷۷۶	نوشتہ رحلت	۷۵۲	مولانا منظور احمد مظاہری کا مکتوب
۷۷۷	ذکر اسعد	۷۵۳	دیگر مکتوبات کی فہرست
۷۷۹	آہ پاسبان گستاں	۷۵۷	خلاصہ مضامین مکتوبات
۷۸۵	دیگر چند بند	۷۵۸	تجزیاتی منظومات
۷۸۶	قطعات تاریخ وفات	۷۵۹	الوئاء
۷۸۷	تاریخی قطعات و رباعیات	۷۶۱	حفصہ آید، حدیث دیگران
۷۸۸	ملا لہا ہے شام و غم صبح فراق	۷۶۲	تھے جنت کے راہی گئے سورۃ جنت
۷۸۹	قطعیہ تاریخ وفات	۷۶۳	اشکھائے شقیہ
"	قطعات تاریخ وفات	"	الشوال آدمی سادہ
۷۹۰	خاتمہ، چند معروضات	"	جمال اسعد
۷۹۲	سند عالی	۷۶۵	شاہکار بے بہا جانا رہا
۷۹۳	تقریظ سامی	۷۶۶	بیاد حضرت اسعد
۷۹۵	مؤلفیات اسعد	۷۶۷	یاد اسعد
۷۹۷	حیات اسعد (۷۹۶) تبرکات	۷۶۸	حادثہ عظیم
۷۹۹	ماخذ حیات اسعد	۷۶۹	قطعات
۸۰۱	فہرست مضامین حیات اسعد	"	عالم عالی مقام

مصنف "حیاتِ امجد" کی چند مختصر تصنیفات

(۱) حکمت لقمان	(۱) درسی تفسیر ۲۹ و ۳
(۲) حکمت ایمانیان	(۲) مرآۃ الانوار شرح اردو مشکوٰۃ الآثار
(۳) بہار و خزاں	(۳) محرم پر ماتم
(۴) پیام بیداری	(۴) تحفہ عید رمضان
(۵) شانِ مسلمانی	(۵) تحفہ خواہن
(۶) عقیدت کے تحفے	(۶) تسلیم کی اہمیت
(۷) محبت کے نغمے	(۷) حقیقت دنیا
(۸) عید کے نغمے	(۸) قرآنی چہ باتیں
(۹) نورانی گلہ سیتہ	(۹) حضرت رحمن کے خاص بندے
(۱۰) گلہائے رنگارنگ	(۱۰) ہدیہ مومنات
(۱۱) ذکر طیب	(۱۱) تبلیغی پہل حدیث
(۱۲) ذکر مشیخ	(۱۲) ایمانی پہل حدیث
(۱۳) ذکر اسعد	(۱۳) تحفہ شبِ برات
و منشیہ	و منشیہ

اردان کے علاوہ دینی کتب میلنے کا پتہ
مکتبہ سید امیر کے پتہ مراد آباد